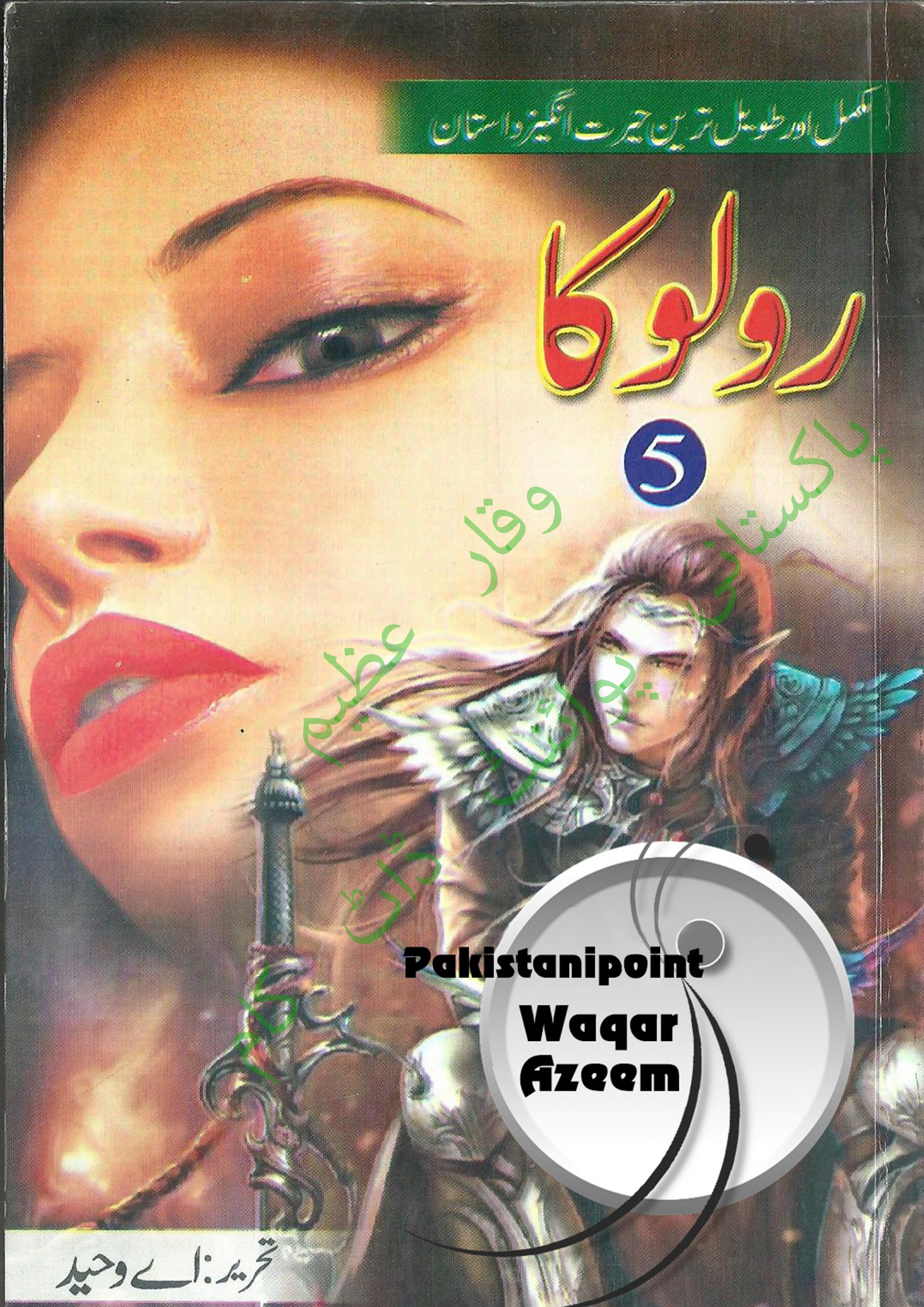

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام وقار عظیم
Pakistanipoint
Waqar
Azeem

ڈر ڈائجسٹ کا مشہور و معروف مکمل سلسلہ اور طویل ترین داستانِ حیرت

قسط نمبر 47 سے قسط نمبر 58 تک

نمبر 5

رولوکا

پراسرار قوتوں کا مالک

تحریر: اے وحید

ڈر پبلی کیشنز
کتاب مارکیٹ نیوارد و بازار کراچی
Ph:32744391

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

جملہ حقوق بحق ڈر پبلی کیشنز محفوظ ہیں

نام کتاب	رولو کا نمبر ⑤
تحریر	اے وحید
ناشر	ڈر پبلی کیشنز
پرنٹر	خالد پرنٹرز
قیمت	150/-

اسٹاکسٹ

آپ کے اپنے شہر میں

رشید نیوز ایجنسی اخبار مارکیٹ فریئر روڈ کراچی ✦ زرباغ نیوز ایجنسی چوک یادگار پشاور

گلزار نیوز ایجنسی اخبار مارکیٹ لاہور ✦ اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک راولپنڈی

مہران نیوز ایجنسی اخبار مارکیٹ حیدر آباد ✦ الفتح نیوز ایجنسی مہران مرکز سکھر

الشیخ نیوز ایجنسی حسن پروانہ کالونی ملتان ✦ کامیاب بک ڈپو اردو بازار کراچی

انصاری بکسٹال پرنس روڈ کوئٹہ ✦ پاکستان نیوز ایجنسی آزاد روڈ سرگودھا

نیو ملک افتخار برادرز نیوز ایجنٹ

دکان نمبر 8 عرفات بزنس سنٹر کچہری بازار فیصل آباد

رولوکا ⑤

وہ پاگل نہیں تھا مگر جو لوگ اس کو لائے تھے وہ سب اس کو پاگل قرار دے چکے تھے وہ سب اس کے اہل محلہ تھے کوئی قریبی عزیز نہ تھے۔

ان کا کہنا تھا۔ ''پہلے اس پر کبھی کبھی دورے پڑتے تھے اور وہ پاگلوں کی سی حرکتیں کرنے لگتا تھا لوگ اس لئے برداشت کرتے تھے کہ عام دنوں میں یہ نہایت ملنسار اور خدمت گزار قسم کا آدمی تھا کبھی کبھی وہ عجیب قسم کا لباس زیب تن کر لیتا تھا اور نہ معلوم کس زبان میں باتیں کرنے لگتا تھا اس ڈر سے کہ کہیں اس کا مرض کوئی خطرناک صورت اختیار کر جائے ہم آپ کے پاس لے آئے ہیں۔''

حکیم وقار نے پوچھا۔ ''یہ اکیلا رہتا ہے یا کوئی قریبی عزیز بھی ہے۔''

ایک جگی داڑھی والے بولے۔ ''عزیز تو ہم نے کوئی نہیں دیکھا البتہ ایک نوکر ہوا کرتا تھا وہ بھی ذرا کچھ کھسکا ہوا تھا اس سے سارے کام کرتا تھا۔''

''مکان اس کا اپنا ہے کرائے کا۔''

دوسرے صاحب بولے۔ ''ارے حکیم صاحب مکان کیا بہت بڑی حویلی ہے اور اس نے نواب جمن کے پوتے سے خریدی تھی نواب جمن کا پوتا قلاش ہو گیا تھا اس کو روپے کی ضرورت تھی اور پھر ایک دن یہ اس حویلی میں بمعہ نوکر کے آ گیا اتنی بڑی حویلی میں نوکر کے ساتھ اکیلا ہی رہا کرتا ہے مگر آدمی بڑا نیک ہے ہر کسی کے کام آتا ہے اور بہت خلوص سے ملتا ہے شروع میں اس کی بیماری کا پتہ نہ تھا مگر پھر پتہ چل گیا۔ اب ہمارا فرض تھا کہ اس کی مدد کریں تو میں اور سب نے آپ کے پاس لانے کا فیصلہ کیا۔''

حکیم وقار نے گردن ہلائی اور ایک لمبی ہوں کی اور بولے۔

''ذرا دورے کی کیفیت تو بتائیں۔''

وہی جگی داڑھی والے بولے۔ ''حکیم صاحب دورے کے دوران یہ نہ معلوم کس زبان میں باتیں کرتا ہے اور کبھی کبھی عجیب قسم کا لباس بھی زیب تن کرتا ہے۔ اس دوران اس کا چلنا پھرنا اور باتیں کرنا عجیب قسم کا ہو جاتا ہے کچھ سمجھ نہیں آتا مگر نہ کسی کو مارتا ہے نہ تنگ کرتا ہے اب تو نوکر بھی نہیں ہے اور یہ اکیلا اتنی بڑی حویلی میں ہے کچھ ہو جائے تو کسی کو کیا پتہ چلے گا۔''

حکیم صاحب بولے۔ ''تو پھر اس کو میرے پاس چھوڑ دیں اور اپنا پتہ بتا دیں۔ باقی باتیں میں خود اس سے پوچھ لوں گا اور آپ لوگ جائیں اس کو یہاں تک لانے کا شکریہ۔''

ان لوگوں کے جانے کے بعد حکیم وقار نے مریض پر بھرپور نظر ڈالی۔

مریض ایک لمبے قد کا ادھیڑ عمر آدمی تھا اس کے چہرے کے نقوش یونانی اور کچھ کچھ مصری طرز کے تھے۔ جسمانی ساخت سے وہ منگول نسل کا لگتا تھا رنگ اس کا گورا تھا مگر ذرا سرخی مائل تھا اس کے خدوخال اس کو ہندوستان کا ظاہر نہیں کرتے تھے۔ اس کے جسم پر چکن کا کرتا اور علی گڑھ کٹ کا پاجامہ تھا اور پیر میں نہایت نفیس فیشن کا جوتا تھا۔

اس عمر میں بھی اس کا جسم چٹان کی مانند تھا، نوجوانی

Pakistanipoint Waqar Azeem

میں کیا حال ہوگا۔ حرف آخر یہ کہ وہ ایک نہایت ہی جاذب نظر مرد تھا۔ مگر خاموش تھا اس کی نگاہیں خلاؤں میں کچھ تلاش کررہی تھیں۔ یہ کیفیت آدھا گھنٹہ اس پر رہی اس دوران رولوکا بھی حکیم صاحب کے کمرے میں آ گیا۔ آدھے گھنٹے کے بعد اس نے حکیم صاحب کی طرف دیکھا۔

''تم کون ہو؟ میرے بھائی۔'' حکیم وقار نے نہایت نرم آواز میں سوال کیا۔

مریض کے منہ سے پہلا جملہ ادا ہوا۔ ''میرا نام سام بن احمر ہے۔ میرا مکان اجمیری دروازے کے قریب ہے مگر آپ کون ہیں اور میں آپ کے پاس کیوں ہیں؟''

حکیم وقار نے رولوکا کی طرف آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی بات کی اور پھر رولوکا نے کہا۔

''تمہارے کچھ ہمدرد محلہ والے تم کو یہاں پہنچا کر گئے ہیں تم کچھ بیمار ہو شاید۔''

''ہاں شاید میں کچھ بیمار ہوں مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں اصل میں وہ نہیں ہوں جو ہوں۔''

میری اصلیت کیا ہے میری جڑیں کہاں ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا؟ میں خواب کی حالت میں رہتا ہوں مگر مجھے میرے طویل خواب یاد نہیں رہتے ہیں، خود سمجھ نہیں پاتا کہ اصلیت کیا ہے؟'' سام بن احمر نے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا۔

''ہوتا ہے انسانی جسم بڑی پیچیدہ مشینری ہے اس کی ہزاروں پرت ہیں ان پرتوں کو ہر کوئی نہیں سمجھ پاتا، حد تو یہ ہے کہ خود بھی آدمی اپنے آپ کو نہیں سمجھتا مگر ان پرتوں کو کھوجنے والے شعور اور تحت الشعور کے اندر جھانکنے والے ماہرین بھی موجود ہیں۔'' رولوکا نے کہا۔

''آپ میرے اندر جھانک کر جائیں کہ میری اصل کیا ہے؟'' احمر بولا۔

''ضرور بتائیں گے مگر یہ ایک طویل اور صبر آزما علاج ہے اس کے لئے آپ کو ہمارے پاس ہی رہنا ہوگا۔'' حکیم وقار نے بولے۔

''حکیم صاحب جب تک آپ فرمائیں گے میں رہوں گا میرے سر پر ایک بھاری بوجھ آن پڑا ہے میں اپنے آپ کو اس سرزمین پر اجنبی اجنبی سا محسوس کرتا ہوں حالانکہ میں ہندوستان میں پیدا ہوا میری تعلیم بمبئی میں ہوئی میرے والد میرے لئے بے حساب دولت چھوڑ گئے ان کے مرتے ہی مجھ پر انکشاف ہوا کہ میں ہوں کون؟ میں خوابوں کی دنیا کا باسی ہوگیا مگر وہ خواب آنکھ کھلتے ہی دھندلا جاتے ہیں اور میں کچھ ان کے بارے میں بیان کرنے سے قاصر ہوتا ہوں۔ میرے ان خوابوں کے اگر الفاظ کی شکل مل جائے تو شاید میں اپنی شخصیت کے بارے میں کچھ جان سکوں گا، رہا خرچ کا معاملہ تو اس کی آپ فکر نہ کریں۔'' احمر نے جواب دیا۔

''دیکھو میرے عزیز!'' حکیم وقار بولے۔ ''ہم لوگ دولت کمانے کے لئے علاج نہیں کرتے اس لئے روپے پیسے کی آپ فکر نہ کریں آپ کی الجھن ختم ہو جائے آپ ٹھیک ہو جائیں یہ ہماری کوشش ہوگی ہمارے پاس کمرے ہیں آپ وہاں پر رہیں ہم آپ کا علاج شروع کرتے ہیں۔ مگر اس کے لئے آپ کو ہمارے ساتھ پورا پورا تعاون کرنا ہوگا۔''

''میں علاج کرانا چاہتا ہوں اس لئے میں آپ سے ضرور تعاون کروں گا۔'' احمر بولا۔

''اب آپ آرام کریں آپ کو ضروری سامان کمرے میں مل جائے گا اس کے علاوہ جو آپ کھانا پسند کریں باورچی سے کہہ کر پکوا سکتے ہیں۔'' حکیم وقار نے جواب دیا۔

''حکیم صاحب میں کھانے کا زیادہ شوقین نہیں ہوں سادہ غذا پسند کرتا ہوں۔'' احمر نے کہا۔

احمر کے جانے کے بعد حکیم وقار رولوکا سے بولے۔

''کیا کیس ہے؟''

''دیکھیں گے یہاں پر اس کے ساتھ جو ہوگا اس کا کچھ اندازہ بھی ہوگا۔'' رولوکا نے جواب دیا۔

رات کو رولوکا کو پتہ چلا کہ احمر پر دورہ پڑ گیا ہے رولوکا ایک منٹ میں اس کے کمرے میں تھا مگر یہ کیسا دورہ تھا وہ پلنگ پر خاموش لیٹا تھا اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ چھت

پاکیزہ وقار عطاالرحمن ڈاٹ کام

پر یک ٹک دیکھے جا رہا تھا مگر ہونٹ حرکت میں تھے گو کہ آواز نہیں آ رہی تھی مگر لگتا ایسا ہی تھا جیسے وہ کچھ کہہ رہا ہے رولوکا نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا مگر کچھ فرق نہ ہوا۔ پھر اس کے ہونٹوں کے قریب کان لے جا کر آواز سننے کی کوشش کی مگر کچھ آواز نہ آئی۔

دو گھنٹے گزر گئے اس دوران بڑی کوشش کے بعد ایک دو لفظ سمجھ آ گئے مگر ان کا مفہوم سمجھ نہ آیا رولوکا کو یہ اندازہ ضرور ہوا کہ یہ زبان اس نے مصر میں سنی ضرور ہے دو گھنٹے کے بعد احمر نے گردن موڑی اور رولوکا کو دیکھ کر بولا۔

''آپ اس وقت۔''

''ہاں میں تمہارے پاس آیا تھا مگر تم سو رہے تھے۔'' رولوکا نے جواب دیا۔

''شاید میں سو ہی رہا تھا۔'' احمر نے جواب دیا۔

''صبح کے وقت رولوکا حکیم وقار کے پاس آ گیا اور بولا۔ ''حکیم صاحب کیس بہت بے پیچیدہ لگتا ہے۔ اگر ہم کوشش کر کے کچھ سن بھی سکے تو بھی بات نہیں بنے گی میرے خیال میں پروفیسر ہمدانی کی خدمات حاصل کرنا ہوں گی۔ وہ شاید احمر کو عارضی نیند میں رکھ کر کچھ سوال جواب کر سکیں جس سے کوئی سرا ہمارے ہاتھ تو آ جائے۔'' رولوکا نے اپنی رائے دی۔

تو پھر میں کل علی گڑھ چلا جاتا ہوں ان کو کیس کے بارے میں بتاؤں گا۔ وہ اس قسم کے کیس کرنے کے شوقین ہیں میرا خیال ہے میرے ساتھ آ جائیں گے۔'' حکیم صاحب بولے۔

''ان سے ہم کو دو فائدے ملیں گے ایک تو وہ مصر کی قدیم زبانوں کے بارے میں پورے ہندوستان میں واحد آدمی ہیں دوسرے وہ؟ شعور اور تحت الشعور دونوں کو سامنے لانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ میری نظر میں ان سے بہتر آدمی کوئی نہیں ہے۔'' رولوکا نے اپنی رائے دی۔

پروفیسر ہمدانی بڑھے آدمی تھے صحت مند تھے مگر صرف گھر پر کام کرتے تھے ان کے ہزاروں شاگرد تھے اور اپنے پیچیدہ اور نہ سمجھ میں آنے والے کیس ان کے پاس لاتے تھے۔

انہوں نے پورا کیس سنا پھر بولے۔ ''دلچسپ ہے۔ اگر وہ خاموش ہے تو ذرا مشکل ضرور ہے مگر کوشش کرتے ہیں شاید اس کی زبان کچھ بیان کرے۔'' اور وہ حکیم وقار کے ساتھ دلی آ گئے اور صبح ہی رولوکا کے ساتھ احمر کے کمرے میں موجود تھے۔ کچھ باتیں کرنے کے بعد وہ بولے۔

''احمر میاں لیٹ جاؤ اس لئے کہ تم کو نیند آ رہی ہے۔'' احمر کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی لیٹ گیا۔

اس کے لیٹتے ہی پروفیسر ہمدانی اس کے سرہانے آ کھڑے ہوئے اور بولے۔ ''تم خواب میں ہو یا سو رہے ہو۔'' احمر جو جاگ رہا تھا مگر اس کو ایسا لگا جیسے وہ گہری نیند میں ہے اور اس کی آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں آنکھیں بند ہوتے ہی پروفیسر نے قلم اور پیڈ اٹھا لیا اور بولے۔

''تم کون ہو نوجوان؟''

احمر کی زبان سے نکلا۔ ''میرا نام رم باز ہے میں ان لڑکوں میں شامل ہوں جو شہزادہ اور دیوتا روئی کے جڑواں کہلاتے تھے۔ میں اس لئے جڑواں تھا کہ اس ساعت پیدا ہوا تھا جب شہزادہ پیدا ہوا تھا شہزادہ ہم سب پر بڑا مہربان تھا میں نے اس کو دیکھا نہیں تھا۔ وہ جب میرے شہر آیا تو میں بیمار تھا اور شہزادہ سے میری ملاقات نہ ہو سکی۔ میرے والد فتا کے ہیکل کے کاتب اور وقائع نگار تھے چنانچہ میں نے بھی یہی پیشہ اختیار کر لیا۔

میں قدیم فراعنہ اور دیوتاؤں کی تصویروں سے مزین کتابیں نقل کرتا تھا۔ میں اس کام میں ماہر ہو گیا اور پھر میرے والد کی جگہ رکھ لیا گیا۔ میری والدہ میری کم عمری میں ہی دیوتا زریں کے پاس چلی گئی تھیں۔ مگر میرے دل میں شہزادے سے ملاقات کا شوق بڑھتا گیا اور میں اس شوق کو پورا کرنے کے لئے موسم سرما کے ابتدائی دنوں میں تانیس پہنچا اور سیدھا شہزادے سے ملاقات کرنے کو اس کے محل کا رخ کیا اور میں نے شہزادے سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔

مگر میری بات پر کسی نے دھیان نہ دیا اور مجھے دھکے مار کر باہر نکال دیا۔ میں بہت مایوسی کے عالم میں اور غصہ

کے عالم میں واپس آ گیا۔ دو چار دن ہی میں مجھے پتہ چل گیا کہ یہ لوگ کس قدر لالچی اور رشوت خور ہیں تو میں نے پہرے داروں کو رشوت دی اور اس کمرے تک آ گیا جہاں اور بہت لوگ شہزادے سے ملاقات کے لئے موجود تھے شروع میں ان لوگوں نے میرا مذاق اڑایا مگر دو چار روز میں، میں ان میں گھل مل گیا۔ میں شوقیہ کہانی نویس بھی تھا وہ لوگ میری کہانی سن کر خوش ہوئے۔ میں شہزادے سے ملاقات کرنے آیا تھا اور اس کے آثار نظر نہ آتے تھے۔

کسی نے مجھے ایک بوڑھے سے ملوایا جس کی داڑھی بہت لمبی اور بالکل سفید تھی۔ اس نے نہایت بیہودہ انداز میں مجھ سے سوال کیا کہ میں یہاں پر کیوں پھدکتا پھرتا ہوں اور کون ہوں؟

میں نے اپنا تعارف کرایا تو اس نے بتایا کہ اس کا نام پمباسا ہے۔ میں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو وہ بڑی بدتمیزی سے ہنس کر بولا۔ ''مفت میں ملاقات کرو گے۔''

میں نے اپنی جمع پونجی میں سے ایک ٹکڑا سونے کا نکالا اور اس کے حوالے کر دیا اور اس نے جھپٹ کر اپنی بھاری قبا میں غائب کر دیا اور کہا۔ ''میں شہزادے کو بتاؤں گا۔'' مگر وہ ایک نمبر کا چال باز اور بے ایمان تھا۔ وہ ہر دوسرے تیسرے دن مجھ سے سونا وصول کرتا گیا مگر ملاقات نہ کرائی میں قلاش ہو گیا تو ایک دن میں نے اس کا گریبان پکڑ لیا اور شور کرنے لگا اور کیا کرتا میرے شور سے وہ گھبرا گیا اور بولا۔ ''ابھی ملاقات کراتا ہوں تم رکو۔'' اور شہزادے کے کمرے میں چلا گیا اور چند منٹ کے بعد آ کر بولا۔ ''آؤ تم نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ تم شہزادے کے جڑواں بھائی ہو۔ جاؤ اندر شہزادہ تمہارا منتظر ہے۔''

میں کمرے میں گیا اور شہزادہ کو سجدہ کر کے کہا۔ ''میں تمہارا بھائی رم باز ہوں میں تمہارا جڑواں بھائی ہوں۔''

شہزادے نے مجھے گلے لگا کر کہا۔ ''تم کب سے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''دس دن سے ٹھوکریں کھا رہا ہوں اور اس بڈھے کو رشوت دے رہا ہوں مگر یہ شخص لالچی اور حرص زدہ ہے۔''

شہزادہ بڈھے پر سخت ناراض ہوا بڈھا پمباسا گردن جھکائے کھڑا رہا اور پھر اسی حالت میں کمرے سے باہر چلا گیا اور شہزادہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''اٹھو رم باز مجھے تم خطابات سے نہ مخاطب کرو اس لئے کہ یہ دربار نہیں ہے اور تم نے جو رشوت دی ہے تم کو واپس مل جائے گی۔''

میں نے کہا۔ ''قصر شاہی میں چور رشوت خور اچکے کیوں پالے ہوئے ہیں۔''

شہزادہ بولا۔ ''تم نے درست کہا اگر کبھی اقتدار حاصل ہوا اور میں فرعون بنا تو اس طرف ضرور توجہ کروں گا۔ رم باز شہزادہ ہونا بھی ایک عذاب ہے گھر والوں کو اطلاع دیئے بغیر اور محافظ لئے بغیر کہیں نہیں جا سکتا میں کچھ کرنے اور کہیں جانے کے لئے آزاد نہیں ہوں محافظ میری ایک ایک حرکت پر نظر رکھتے ہیں اور ہر صبح فرعون کے کوتوال کو اس کی رپورٹ دیں گے۔''

میں نے سوچا۔ ''واقعی یہ ٹھیک کہتا ہے۔''

میری اور شہزادے سیٹی کی دوستی بڑھتی رہی۔ شہزادے نے قسم کھائی کہ۔ ''میں خدائے مصر مفتاح کا بیٹا اور شہر تانیس کا گورنر سیٹی، تم جو کہ میرے جڑواں بھائی ہو کو اپنا دوست بناتا ہوں اور دیوتاؤں کے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ ہمیشہ رہوں گا اور اگر اقتدار کی کرسی پر بیٹھ کر فرعون بنا تو بھی وفادار رہوں گا۔'' اس کے بعد میں نے بھی اسی قسم کی قسم کھائی اور اس کے بعد ہم دیوتا آمن کے ہیکل کی سیڑھیاں چڑھ کر چبوترے پر پہنچے جس پر ایک مخروطی چوٹی والا مینار کھڑا تھا یہ مینار بازار ہیکل کے عین سامنے تھا۔

شہزادے نے چبوترے پر بیٹھ کر کہا۔ ''میں فرعون رعمیس کے شہر کا گورنر اور مصر کے تاج و تخت کا صحیح وارث شہزادہ سیٹی دیوتا آمن کے روبرو اعلان کرتا ہوں کہ رم باز میرا نہ صرف جڑواں بھائی ہے بلکہ میرا دوست بھی ہے۔'' اس کے بعد میں نے بھی اعلان کر دیا اور اس طرح شہزادہ میرا دوست ہوا۔ مگر افسوس کہ آگے حالات سے نہ میں واقف تھا اور نہ شہزادہ سیٹی۔

احمر کی آواز بند ہوگئی اور وہ گہری نیند میں سو گیا تو پروفیسر ہمدانی بولے۔

"بس اب یہ کچھ نہیں بولے گا۔ آج اس نے جو کچھ بولا ہے وہی بہت ہے۔ تم نے بھی سنا ہے مگر سمجھ میں ذرا نہیں آیا ہوگا۔ بہت سے الفاظ اس نے بہت زیادہ قدیم زبان کے استعمال کئے ہیں ان کے لئے مجھے کتابوں سے سہارا لینا ہوگا اور پھر آج جو اس نے کہا ہے اس کو ترتیب سے لکھنا ہوگا۔ اس کام میں کل کا دن صرف کرنا پڑے گا پھر میں تم کو بتاؤں گا کہ اس نے آج کیا کہا ہے۔"

رولو کا بولا۔ "اس کا اندازہ تو مجھے بھی ہے کہ یہ قدیم مصری زبان بول رہا تھا۔"

مگر پروفیسر ہمدانی دو دن تک نہ آئے دو دن کے بعد آئے اور انہوں نے کہا۔ "لو میاں میں نے اس دن کی بات چیت کا خلاصہ تیار کرلیا ہے میرے اندازے کے خلاف یہ کام بہت مشکل ہے زبان بہت زیادہ قدیم ہے میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا کہ یہ زبان یہ ایسی روانی سے بول رہا تھا جیسے یہ زبان اس کی مادری زبان ہو جبکہ اس کا تعلق ہندوستان سے ہے تم کیا کہتے ہو۔" ہمدانی نے رولو کا سے پوچھا۔

"آپ نے درست کہا، میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ روح کی عمر نہیں ہوتی، وہ نہ بوڑھی ہوتی ہے، نہ جوان اس کو جیسا بنایا گیا ہے ہمیشہ ایسی ہی رہتی ہے مگر اس شخص کا تعلق اس روح سے ضرور کچھ ہے جو اس کو اپنی طرف بلاتی ہے اس پر غالب آتی ہے اور یہ اسی زبان میں بولتا ہے ہزاروں سال کے گزرنے پر بھی روح وہی زبان بولتی ہے جو کہ اس کی تھی۔"

ہمدانی بولے۔ "درست کہا۔ ابھی بات آگے چلے گی شہزادہ سیٹی اور رم باز میں دوستی ہوگئی ہے مگر آخر میں اس نے ایک جملہ کہہ کر میری دلچسپی میں اضافہ کردیا ہے۔ لو تم یہ پڑھو اور کل میں پھر آؤں گا۔"

احمر عارضی نیند میں سو گیا اور پروفیسر کے حکم پر بولا۔

"اچانک دو کنیزوں نے اطلاع دی کہ بنت رع مصر کی ہونے والی ملکہ فرعون وقت کی نور نظر اور شہزادہ سیٹی کی سوتیلی بہن شہزادی یوسرٹی آرہی ہیں۔"

چند لمحوں کے بعد ایک خاتون جس کے چہرے سے شاہی جلال عیاں تھا اور خاص لباس پہنے تھی کمرے میں داخل ہوئی اس کے ساتھ چار اور کنیزیں تھیں۔ سیٹی نے آگے بڑھ کر اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے اور ان کو بوسہ دیا پھر چند قدم دور کھڑا ہوگیا۔ میں نے اس حسین دختر رع کو دیکھا۔ مگر مجھے پہلی نظر میں اتنی حسین نظر نہ آئی شاید اس کی وجہ اس کے چہرے کی کرختگی تھی۔ ہاں اس کے چہرے پر ایسا جلال تھا کہ وہ شاہی لباس کے بجائے دہقانی عورت کا لباس بھی پہن لے تو بھی شاہی گھرانے کی فرد معلوم ہوگی چہرے سے جلال اور کرختگی نے اس کے حسن کو دبا دیا تھا۔ اس کے چہرے پر ملائمت کا شائبہ تک نہ تھا جو اس کو حسین بناتا اس کی آنکھیں چمکیلی، ہونٹ پتلے اور ناک تیکھی، متناسب سڈول جسم بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ مجسم بہت حسین تھی۔ اس نے میری طرف غور سے دیکھا اور کہا۔ "یہ اجنبی کون ہے؟ میں تنہائی میں تم سے بات کرنے آئی ہوں۔ اس کو باہر بھیج دو۔"

شہزادہ سیٹی نے کہا۔ "یہ میرا دوست اور راز دار ہے تم کو جو کہنا ہے کہہ دو اور سمجھ لو کہ یہاں پر صرف میں ہوں۔"

شہزادی یوسرٹی بولی۔ "یہ پیغام جو میں لائی ہوں فرعون وقت کا ہے اور اس کے فاش ہونے کا مطلب تم کو پتہ ہے صرف موت ہوتی ہے اس شخص کو باہر بھیج دو۔"

شہزادے نے جواب دیا۔ "شکریہ مگر میں اور یہ الگ الگ نہیں ہیں۔"

"تو پھر سنو۔" "تم نے ایک فرعونی آفیسر کو سزا دی ہے۔ اس کا جواب فرعون کو کل آکر دربار میں دینا ہے۔" اور پھر میری طرف توجہ کرکے بولی۔ "میری گفتگو کا ایک لفظ بھی تمہاری زبان سے کسی کے سامنے ادا ہوا تو سن لو کہ تمہاری زبان ہمیشہ کے لئے بند کردی جائے گی۔ شہزادے تم اس لڑکی میرا پی سے ضرور متاثر ہوئے ہو اور اس کی ہمدردی یا محبت حاصل کرنے کو تم نے فرعونی افسر کو سزا دی ہے مگر یاد رکھو کہ میں شہزادی اور بنت فرعون ہوں اور اس ملک کی

ہونے والی ملکہ بھی ہوں۔ میں اس لڑکی کو روئے زمین پر نہیں دیکھ سکتی جو میرے راستے میں آئے۔"

میں نے کہا۔"اگر فرض کرو کہ تم اس لڑکی میں اپنی دلچسپی بھی رکھتے ہو تو شہزادی پر اس کا کیا فرق پڑتا ہے۔"

شہزادہ سیتی بولا۔"بہت فرق پڑتا ہے۔ تم نے سنا ہوگا کہ شروع ہی سے یہ ہوتا آ رہا ہے کہ فرعون یا شہزادہ جو فرعون بننے والا ہوتا ہے اکثر اپنی بہن سے شادی کرتا ہے۔ یہ اس لئے کہ شاہی خاندان کا خون خالص اور ملاوٹ سے پاک رہے۔"

میں نے کہا۔"یہ درست ہے بلکہ اب تو امراء میں بھی یہ رواج ہو گیا ہے۔"

شہزادہ بولا۔"اس سے آنے والی نسل کمزور ہوتی ہے ذہنی اور جسمانی دونوں طرح، میرے والد میرے دادا کی طرح بہادر نہ تھے میں باپ کی طرح نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ بہن کی محبت بیوی کی محبت میں تبدیل کرنا بھی بہت مشکل ہے آدمی کش مکش میں گرفتار ہو جاتا ہے اور وہ دونوں کو محبت نہیں دے پاتا۔"

یوسرٹی میری سوتیلی بہن ہے اور صحیح النسب ہے اس لئے خدائے مصر چاہتے ہیں کہ میں اس سے شادی کرلوں اور یوسرٹی بھی یہی چاہتی ہے۔ ان کے علاوہ درباری لوگ بھی یہی چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے یوسرٹی کو چھوڑ کر کسی اور لڑکی سے شادی کی تو مصریوں پر دیوتاؤں کا قہر نازل ہوگا۔

یوسرٹی نے کسی اور سے شادی کرلی تو وہ تخت و تاج کے لئے اور ملکہ بننے کے لئے اپنے شوہر کو اکسائے گی وہ میرے خلاف علم بغاوت بلند کرے گا اور پھر مجھ میں اور اس میں جنگ ہوگی جو طاقتور ہوگا مصر کا تاج حاصل کرے گا اس خانہ جنگی سے مصری ڈرتے ہیں۔"

"تو کیا وہ واقعی ملکہ بننا چاہتی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں اس کو ملکہ بننے کا شوق ہے اس کے لئے وہ کسی سے بھی شادی کر سکتی ہے۔" شہزادہ بولا۔

"کیا اہل مصر یہ گوارہ کرلیں گے۔" میں نے پوچھا۔

شہزادہ بولا۔"یہ تو دیوتا ہی جانتے ہیں۔ وہ دوسرے شہزادوں سے بھی شادی کر سکتی ہے بشرط کہ اس کو یقین ہو کہ وہی شہزادہ وارث تخت ہوگا اور فرعون بنے گا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ شہزادی یوسرٹی تم سے محبت نہیں کرتی بلکہ فرعون سے محبت کرتی ہے چاہے وہ کوئی ہو اس کا اس پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔" میں نے کہا۔

"تم نے درست اندازہ کیا ہے اس دور کی عورت اقتدار پسند ہے۔ وہ بلند رتبہ اور جاہ و جلال پسند کرتی ہے تم نے دیکھا ہوگا کہ بوڑھے بوڑھے درباریوں کے بغل میں حسین اور نوجوان عورتیں ان کو شراب پلاتی ہیں اور ان کو عیش و عشرت میں غرق کر کے آخری منزل پر پہنچا دیتی ہیں کہ بہت جلد ان کو اپنی ممی بنانے کا سامان کرنا پڑتا ہے۔"

شہزادے نے دکھ بھرے انداز میں اپنی رائے دی۔

"معاف کرنا میرے دوست فرعون کے دربار میں یہی ہوتا آیا ہے اس کے تخت کے پائے کسی نہ کسی مظلوم کے پاؤں پر رکھے ہیں تم بھی جب اس تخت پر ہو گے تو ان باتوں کو فراموش کرو گے جو آج کرتے ہو تم میرے دوست ہو میرے بھائی ہو آج تم جو کچھ ہو شاید کل نہ ہو۔ آنے والا وقت مصریوں پر کیا لانے والا ہے۔ کسی کو پتہ نہیں مگر میری عقل کہتی ہے ضرور کچھ نیا ہونے والا ہے۔"

میں نے نہایت صاف گوئی سے بیان دیا۔ تو شہزادہ بولا۔

"میرے عقل مند دوست دیوتاؤں کی قسم تم نے اپنی باتوں سے مجھے حیران کر دیا ہے، تم نے ایسی نئی باتیں کی ہیں کہ میرا بوڑھا مشیر بھی نہیں کرتا، غور کرو اور مجھے بتاؤ کہ تمہیں کیا نیا ہونے کی امید ہے اور تم نے یہ اندازے کس بنا پر لگائے ہیں۔"

"سوچنے کی بات ہے شہزادے، یوسرٹی مصر کا تخت چاہتی ہے تم کو نہیں چاہتی وہ ہر حالت میں اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گی اور تمہارا رجحان اس کی طرف نہیں، میں نے یہ اندازے تمہاری باتوں سے لگائے ہیں عورت نرم دل رکھتی ہے مگر میں کہتا ہوں عورت کا دل پتھر

سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے اس کے نرم دل کو سخت اس کی خواہشات کرتی ہیں۔ اگر عورت کے دل میں خواہشات پیدا ہو جائیں تو وہ ان کو پورا کرنے کے لئے ہر جتن کرنے سے دریغ نہیں کرتی اور ایک وقت آتا ہے کہ اس کو اپنا راستہ بنانے کو اگر کسی کی جان لینا پڑے تو بھی وہ لے لیتی ہے اور مقصد پورا کرتی ہے یوسرٹی اسی قسم کی عورت ہے آپ کو اس کی طرف سے بہت ہوشیاری کرنا ہو گی وہ گھر کا بھیدی ہے آپ کی خوبیاں اور کمزوریاں اس کے سامنے ہیں آپ کی پہنچ کہاں تک اور آپ کی بات کے اثرات کہاں تک ہیں یہ سب اس کو پتہ ہے اور آپ کے کیس میں تو آپ کا باپ فرعون بھی اس کا ہمنوا ہے وہ بھی اس کو ملکہ بنانے کے حق میں ہے آپ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کو اپنی ملکہ بناؤ گے اس کے بعد وہ آپ کو موم کی ناک بنا دے گی اور اپنی مرضی کی حکومت چلائے گی نام آپ کا ہو گا اچھا برا آپ کی ہی گردن پر آئے گا اور فیصلہ وہ کرے گی آپ پر بڑا خطرناک دور آنے والا ہے۔ اس کو ملکہ بنا کر بھی اور نہ بنا کر بھی۔"

شہزادہ میری بات سن کر گھبرا گیا اور بولا۔ "تم نے بڑی بھیانک تصویر کشی کی ہے آنے والے دور کی تو پھر مشورہ دو کہ میں کیا کروں اور تم میرے لئے آداب والقاب کا خیال نہ رکھو تم میرے دوست ہو۔"

میں نے جواب دیا۔ شہزادے انسان پر ایسا وقت آتا ہے اور خاص طور سے ان لوگوں پر جو مسند اقتدار کے طالب ہوتے ہیں تم خاندانی فرعون ہو تم کو اس تخت پر بیٹھنا ہے اس کے بعد تمہاری اولاد کو بیٹھنا ہے یہی دیوتاؤں کا حکم ہے جب تم کسی اہرام میں ممی کی صورت میں پڑے ہو گے اور تمہاری روح اس میں منڈلاتی ہو گی اس وقت تم کو میری باتیں ضرور یاد آئیں گی۔ قسم ہے مصر کے سارے دیوتاؤں کی آج میں تم سے جو باتیں کر رہا ہوں ایسی باتیں میں نے زندگی بھر نہیں کیں نہ میں نے اپنی کسی الہامی کہانی میں اس کا ذکر کیا ہے تمہارے اس گھمبیر مسئلے کا حل صرف یہ ہے کہ تم شہزادی یوسرٹی سے شادی کر لو حالانکہ مجھے علم ہے کہ تمہارے دل میں اس کے لئے ذرا بھی گنجائش نہیں مگر یہ کڑوی گولی تم کو کھانا پڑے گی۔"

شہزادہ بولا۔ "بہت مشکل میں ڈال دیا تم نے دیوتاؤں کی قسم، میرے دل میں ذرا بھی اس کے لئے ایسی محبت نہیں کہ اس کو بیوی کے روپ میں قبول کر لوں اس کے حسین پیکر میں ایک لالچی اور تخت وتاج کی دیوانی سی ہوتی ہے اس کو میری ذات سے ذرا محبت نہیں ہے وہ بستر پر میرے ساتھ ضرور ہو گی مگر اس میں بھی اس کا لالچ کارفرما ہو گا وہ بچے پیدا کرے گی اس خیال سے کہ اس کے بچے وارث ہوں گے اس کا اقتدار طویل ہو گا۔"

میں نے کہا۔ "شہزادے اس کے باوجود تمہارے لئے راہ فرار نہیں ہے۔ تم فرعون بننے سے انکار کر دو وہ تمہارے پاس نہیں آئے گی بلکہ اس کے پاس جائے گی جو تمہاری جگہ آنے والا ہو گا۔ اس کو ملکہ بننا ہے، بیوی وہ کسی کی بھی ہو کوئی مرد اس کے پہلو کو گرمائے اس سے اس کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"تو پھر میں کیا کروں ایسا راستہ بتاؤ کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی محفوظ رہے۔" شہزادہ بولا۔

'تم یوسرٹی سے شادی کر لو اور اس کے مقابلے پر ایک اور عورت کو کھڑا کر دو وہ عورت یوسرٹی سے زیادہ حسین ہو زیادہ بانکپن رکھتی ہو یوسرٹی اس کے حسن کو دیکھ کر اپنے حسن پیکر کو دیکھ کر شرما جائے ایک طرف تم یہ کرو دوسری طرف یوسرٹی سے التفات نہ کرو اس کو یہ احساس کراؤ کہ وہ بدشکل ہے تم اس لئے دوسری عورت لائے ہو فرعون اپنے حرم میں عورتیں رکھتے ہیں اس پر پابندی تو نہیں ہے۔ جب تم اس کے نزدیک نہیں جاؤ گے تو اس کی اولاد بھی نہ ہو گی بے شک وہ ملکہ کہلائے گی مگر ایک ذہنی دباؤ اس پر رہے گا اور اس کا دھیان کسی اور طرف کم اور تمہارا التفات حاصل کرنے پر زیادہ رہے گا ملکہ کو اولاد نہ ہو گی تو تمہاری دوسری منظور نظر اس کی حق دار بن جائے گی یہی قانون ہے اہل مصر کا اسی قانون پر چلتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اور اگر وہ یہ راز فاش کر دیتی ہے کہ میں اس کے بستر پر نہیں سوتا تو پھر۔"

''اس کا آسان حل ہے کوئی بھی ماہر طبیب تم کو ایسی دوا دے سکتا ہے کہ اولاد نہ ہو۔''

''اور پھر بھی اس نے اولاد پیدا کر دی اور اس بچے کو مجھ سے ہی منسوب کر دیا تو پھر۔'' شہزادہ بولا۔

''ہونے کو بہت کچھ ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کا گمان ہم دونوں اس وقت نہیں کر سکتے مگر اپنے طور پر کچھ نہ کچھ اندازے اور محفوظ راستہ تلاش کرنے کی کوشش ضرور کر سکتے ہیں۔ میں پیش گو نہیں ہوں اور نہ ستاروں کی چال جانتا ہوں آسمانوں پر دیوتا ہمارے بارے میں کیا فیصلہ کرتے ہیں مجھے کیا پتہ میں صرف اپنی عقل کی باتیں کرتا ہوں تم آزاد ہو میرے مشورے پر عمل کرنے سے پیشتر اور بھی دانشوروں سے مشورہ کرو مگر یہ خیال رکھنا کہ کوئی دانشور شہزادی کے ہمدردوں میں سے نہ ہو۔''

میں جانتا تھا کہ میری باتیں شہزادے کے دل کو چھو رہی تھیں اس کے دل میں شہزادی یوسرٹی کی محبت نہیں تھی وہ اس سے شادی کرنا نہیں چاہتا تھا مگر یوسرٹی نے ایسا جال اس کے گرد بن دیا تھا کہ جیسے مکڑی بن دیتی ہے اور مکھی جب اس جال میں پھنس جاتی ہے تو قوت پرواز ہوتے ہوئے اڑ نہیں پاتی اور موت کا انتظار کرتی ہے انسان اور مکھی میں بڑا واضح فرق ہے انسان تدبیر کرتا ہے عقل کی روشنی میں اور کامیاب بھی ہوتا ہے۔ میں نے عقل کے مطابق شہزادے کو مشورہ دیا تھا آگے چل کر اس کے نتائج کیا نکلیں گے، دیوتاؤں نے شہزادے کے بارے میں کیا فیصلے کر رکھے ہیں وہ تو وہی جانتے ہیں۔

میں نے تو صرف یہ کیا تھا کہ طوفان کے مقابلہ میں پھر طوفان کھڑا کر دیا تھا۔ عورت کی دشمن عورت ہے۔

وہ عورت بھکارن ہو کہ شہزادی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مگر آگے کے حالات نے کچھ اور ثابت کر دیا۔

رات کو پھر شہزادے نے بات چھیڑی بولا۔ ''دیوی کی قسم کم از کم فی الحال تو مجھے کسی سے محبت نہیں ہے ہاں ایک صورت من کو بھائی تو ہے مگر میں اس کو لفظ محبت نہیں کہہ سکتا محبت صرف پسند کا نام نہیں ہے محبت بہت وسیع معنی رکھتا ہے اور میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ اس کا اہل ثابت کر سکوں۔ شادی دو اجسام اور دو دلوں کا ہی نہیں دو روحوں کا سودا ہوتا ہے جبری شادی سے بہتر ہے کہ آدمی زندگی بھر شادی نہ کرے۔''

میں نے کہا۔ ''فراعنہ، کنیزیں حرم میں رکھتے ہیں انہوں نے کبھی ایک بیوی پر قناعت نہیں کی ہے۔''

''میں چاہتا ہوں میں محلاتی زندگی سے واقف ہوں مگر میں یہ نہیں جانتا تھا کہ خاندان میں کتنے چچا ہیں کتنے ان کے بچے ہیں اور میرے بھائیوں کی تعداد کتنی ہے تنہا میرا دادا عمیس کی تین سو کے قریب اولادیں ہیں اس لئے وہ خوش تھے کہ دنیا جب تک رہے گی ان کی اولاد باقی رہے گی مگر میرے خیال میں اتنی اولادوں کا دادا کو کیا فائدہ ہوا۔ دیوتاؤں کی مرضی دنیا کو آباد کرنا ہے وہ کسی کو اس کا ذریعہ بنا سکتا ہے۔

میں صرف ایک بیوی چاہتا ہوں۔ میری غرض صرف ایک بیوی پوری کر سکتی ہے میں فرعون بننے والا ہوں میں جانتا ہوں کہ خزانہ بھرا ہوا ہے میری بیوی صرف مجھ سے محبت کرے مصر کے تاج و تخت سے اس کو غرض نہ ہو شہزادی یوسرٹی میں یہ خوبی نہیں ہے مگر وہ مکڑی کی طرح جال بنانے کی ماہر ضرور ہے اس نے میرے چاروں طرف جال پھیلا دیا ہے اور فرعون وقت کو بھی راضی کر لیا ہے اب میرا شادی سے انکار مجھے تاج و تخت سے دور کر سکتا ہے اور شادی کے بعد کے حالات کا تم خود اندازہ کر سکتے ہو۔''

میں اس پر ضرور غور کروں گا کیونکہ تم نے مشورہ کسی لالچ میں نہیں دوستی میں دیا ہے۔ تم مجھے بتاؤ، میں یوسرٹی سے پہلے ہی کسی عورت سے شادی نہ کر لوں۔'' شہزادہ بولا۔

''میں نے جواب دیا۔ ''ہرگز نہیں اس سے تمہارے خلاف محلاتی سازش کا آغاز ہو سکتا ہے اور اگر فرعونی چوغہ پہن لینے کے بعد تمہارا سکہ اس سلطنت کا آخری حکم ہوگا اس لئے تمہارے خلاف سازش نہ ہو سکے گی اور پھر تم کو یہ بھی دیکھنا ہے کہ یوسرٹی بہن سے بیوی بن کر تمہارے

ساتھ کس انداز میں رہتی ہے اس کا رہن سہن القاب و آداب کیا ہوتے ہیں تم خود کو اس کے سامنے اس طرح بدلو گے کہ وہ ذرا سی بھی گستاخی کرنے کی ہمت نہ کرسکے دو چار کو بے دردی سے ظلم کا نشانہ بناؤ گے مگر اسرائیلی کو ہرگز ظلم کا نشانہ نہ بنانا اس کے لئے تم ایسا نہ کرسکو گے اگر کرو گے تو تمہارا چہرہ چغلی کھائے گا کہ تم خوشی سے یہ نہیں کررہے تم اسرائیلیوں سے متاثر ہو، یہ بات میں جانتا ہوں تم نے ایک فرعونی افسر کو ان کی خاطر مروادیا تھا۔"

شہزادہ بولا۔ "تم نے درست کہا۔ میں اس لڑکی میراپی سے متاثر ہوا ہوں اور اسی طرح کی لڑکی میں بیوی کے روپ میں پسند کرتا ہوں۔"

"مگر تم اپنی یہ خواہش کسی پر ہرگز ہرگز ظاہر نہ کرنا کیونکہ اس کے پورا ہونے کا امکان نہیں تم جانتے ہو وہ لڑکی ہمارے دیوی دیوتاؤں کو نہیں مانتی وہ صرف ایک انجانے اور ان دیکھے خدا کو مانتی ہے اس کا بوڑھا باپ بھی دیوتاؤں سے نفرت کرتا ہے ان کی تعلیمات ہم سے الگ ہیں یہ اسرائیلی قوم تم سے کبھی محبت نہ کرے گی کبھی تمہارا ساتھ نہ دے گی تم ان پر جتنا چاہو ظلم کرو یہ ہرگز تمہارے نہیں ہوں گے اس لئے میرا مشورہ ہے کہ اس لڑکی کا خیال تم اپنے دل سے نکال دو۔" میں نے مشورہ دیا۔

شہزادہ بولا۔ "تم نے درست مشورہ دیا ہے میں نہیں بھول سکتا ایک دفعہ ایسا ہوا تھا کہ دربار لگا ہوا تھا تمام امراء اور امیر سلطنت موجود تھے درخواست گزار اپنی اپنی درخواستیں پیش کررہے تھے اور فرعون ان کی فریادیں سن رہا تھا حکم سنا رہا تھا۔

میں نے دیکھا کہ ایک طویل القامت شخص عجیب شان تمکنت اور بے خوفی سے تخت فرعون کی طرف بڑھا چلا آرہا ہے حالانکہ وہ معمر تھا لیکن اس کی کمر میں خم نہ آیا تھا اور نہ ہی اس کی داڑھی اور سر کے بال سفید تھے۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبا اور موٹا عصا تھا اس کے چہرے سے ایسا رعب و دبدبہ تھا کہ اس کو دیکھتے ہی بدن پر لرزا پڑ جاتا تھا وہ سر جھکائے ایک شان بے اعتنائی سے بڑھا چلا آرہا تھا اور لوگ اس کو راستہ دے رہے تھے آنے والا اکیلا نہ تھا اس کے پیچھے ہی دوسرا شخص تھا جو شکل و صورت میں پہلے جیسا ہی تھا مگر عمر میں اس سے زیادہ اس کے بال صحرائی ریت کی مانند سفید تھے۔ درباری ان کو دیکھ کر سرگوشیاں کرنے لگے تھے وہ آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے۔ "یہ تو بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں۔"

دونوں شخص فرعون کے تخت کے سامنے جا کر کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے فرعون کو سجدہ نہ کیا اور سلام بھی نہ کیا، فرعون نے ان کی طرف دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہ کہا۔

چند ثانیوں تک کوئی کچھ نہ بولا اور نہ ہی کسی کو ہمت ہوئی کہ آگے بڑھ کر دونوں کو جبراً فرعون کے سامنے جھکادے پھر پہلے نے نہایت گونج دار آواز میں کہا۔

"فرعون مجھے پہچانتا ہے۔"

فرعون بولا۔ "پہچانتا ہوں۔" مگر آواز زیادہ بلند نہ تھی۔ آنے والا بولا۔ "سنو فرعون رب العالمین نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔"

فرعون بولا۔ "کیسا رب العالمین؟"

"جو آسمانوں اور زمین کا اور دونوں کے درمیان جو کچھ ہے سب کا رب ہے۔"

فرعون ہنسا اور بولا۔ "موسیٰ عجیب بات کہتا ہے تو۔"

"وہ نہ صرف تمہارا رب ہے بلکہ تمہارے باپ داداؤں کا بھی رب ہے۔" موسیٰ کے بھائی ہارون نے کہا۔

فرعون نے زور سے قہقہہ لگایا اور درباریوں سے کہا۔ "یہ جو پیغمبر ہے نرا دیوانہ ہے۔"

"فرعون۔" موسیٰ نے کڑک کر کہا۔ "مشرق و مغرب اور دونوں کے بیچ جو کچھ ہے وہ میرا رب ہے۔"

فرعون نے وزیر ہامان سے کہا۔ "میرے لئے ایک بہت بلند گھر بناؤ میں اس پر چڑھ کر دیکھوں گا کہ موسیٰ کا رب کیسا ہے؟"

"میرا رب مالک کل ہے وہ مارتا ہے۔" موسیٰ نے کہا۔

فرعون بولا۔ "یہ تو میں بھی کرسکتا ہوں۔ میں ابھی اشارہ کروں تو لوگ تیری اور تیرے بھائی کی گردنیں

اڑادیں۔"

موسیٰ بولے۔"میرا رب جلاتا بھی ہے۔"

یہ سن کر فرعون پر سکتا طاری ہو گیا چند منٹ وہ خاموش بیٹھا رہا پھر جھنجھلا کر بولا۔

"کیا چاہتا ہے تو؟"

"ہم اپنے پروردگار کی طرف سے دو باتیں لے کر آئے ہیں، فرعون تم خدا نہیں ہو، تم خدا کے حضور جھک جاؤ اور اسرائیلیوں کو میرے ساتھ جانے دو تا کہ ہم یہاں سے تین دن کی مسافت پر بیابان میں اپنے خدا کے حضور قربانی پیش کریں۔"

"تم یہاں پر قربانی کیوں نہیں کرتے۔" فرعون بولا۔

"اس لئے کہ جس جانور کی قربانی کریں گے اسے مصری مقدس، محترم سمجھتے ہیں۔" ہارون نے جواب دیا۔

"موسیٰ تو مجھ پر حکم چلاتا ہے تجھے اور تیری قوم کو ہرگز جانے نہیں دوں، ہرگز نہیں۔" فرعون بولا۔ بہتر ہے کہ تم اس سوال کا جواب اپنے وارث سے لو اور اس نے ایک آفیسر کو کیوں سزا دی اگر اس سے نہیں پوچھ سکتے تو اس لڑکی میراپی سے پوچھ لو، اے نادان کی لڑکی آگے آ اور سارا ماجرہ اس دربار میں پیش کر۔" میراپی آگے آ گئی اس نے ایک نظر شہزادے پر ڈالی وہ سفید لباس میں تھی سر پر سیاہ اوڑھنی تھی اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔

شہزادے کا دل چاہا کہ وہ بھرے دربار میں اعلان کر دے کہ اس کو ایسی بیوی چاہئے مگر باپ اور درباریوں کے ڈر سے خاموش رہا میراپی نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔

فرعون بولا۔"شہزادہ سیٹی وارث، تخت اور ہونے والے فرعون، کیا اس لڑکی نے درست کہا ہے۔"

شہزادہ بولا۔"جی ہاں! اے خدائے مصر اس کا ہر لفظ درست ہے۔"

احمر کی آواز بند ہو گئی اور وہ گہری نیند سو گیا تو رولو کا بولا۔

"پروفیسر، احمر کی آواز اچانک بند ہو جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہوتی ہے؟"

پروفیسر ہمدانی بولے۔"اگر یہ اچانک ماضی سے حاضر میں آئے گا تو اس کے دماغ کو ایک بڑا جھٹکا برداشت کرنا ہو گا اور وہ اس کے دل و دماغ کو زائل کر سکتا ہے اس لئے میں اس پر اتنی گہری نیند طاری کرتا ہوں کہ وہ فوراً پلٹ کر ماضی سے حال میں نہ آ سکے۔"

"بہت خوب۔" حکیم وقار نے کہا۔

پروفیسر بولے۔"معاملہ بڑا دلچسپ ہوتا جا رہا ہے میں اس کی آج کی بیان تورات میں تربیت دوں گا پھر آپ لوگ سمجھ سکیں گے کہ معاملہ کیا ہے؟"

حکیم وقار بولے۔"پروفیسر یہ جو کچھ بیان کر رہا ہے اس کا تعلق سینکڑوں نہیں ہزاروں سال پہلے سے ہے ان ہزار سالوں میں نہ معلوم کتنی تہذیبیں آئیں اور فنا ہو گئیں۔ کتنی قومیں اس سرزمین پر بن کر مٹ گئیں، ہزاروں پیغمبر اپنا پیغام دے کر چلے گئے مگر یہ اپنا بیان اس طرح دے رہا ہے جیسے یہ کل کی بات ہے۔"

"آپ نے درست کہا روح کی کوئی عمر نہیں ہوتی ہزار سال اور ایک دن اس کے لئے برابر ہیں۔"

اچھا پروفیسر اس آج کی روداد میں ہامان وزیر کا ذکر آیا ہے کیا یہ وہی ہامان ہے جو کہ فرعون کا وزیر مالیات بھی تھا اور بے انتہا کنجوس تھا۔" رولو کا بولا۔

"بہت مقامات پر اس کا نام بناسی بتایا گیا ہے۔"

رولو کا بولا۔"ایسا لگتا ہے آپ نے مصری تاریخ کا مطالعہ بہت کیا ہے۔"

"حکیم صاحب یہ میرا شوق ہے میں نے دولت کمانے کو مصریات نہیں پڑھی ہے مگر میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر میری زندگی دو چار سو سال بھی اور ہو جائے تو بھی میں مصر کے بارے میں اپنی مہارت کا دعویٰ نہیں کر سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو مصر پر کسی ایک تہذیب ایک قوم نے حکومت نہیں کی ہے لوگ آتے رہے اپنی رسم و رواج لاتے رہے ہر قوم اپنا دیوتا لائی اور اپنا خدا لائی ایک خدا کا تصور اسرائیل نے ان کو دیا اور ان میں متواتر پیغمبر آتے رہے مگر یہ مصری اس قدر ڈھیٹ تھے کہ ہر پیغامبر کو جھٹلا . . تے رہے تنگ کرتے رہے۔"

حکیم وقار بولے۔ ''درست فرمایا آپ نے تاریخ
ی بتاتی ہے۔''

''اب دو چار دن احمر کو آرام کرنے دو اس لئے کہ یہ
ت تھکا دینے والا کام ہے اور جو کچھ میں نے نوٹ کیا ہے
ں کا خلاصہ تیار کرسکوں بہت قدیم زبان کے الفاظ
ستعمال ہوئے ہیں اس لئے خلاصہ لکھنے میں بھی وقت لگے
ے۔'' پروفیسر نے کہا۔

''ضرور ایسا ہی کریں۔'' حکیم وقار نے جواب دیا۔

پروفیسر ہمدانی کو رپورٹ تیار کرنے میں ایک ہفتہ
ے گیا ایک ہفتہ کے بعد آئے اور بولے۔ ''بڑی مشکل
ی، زبان سخت ہے احمر کی زبان سے نکلا ہوا ہر جملہ بڑا
م تھا اس لئے ہر جملے کے معنی تلاش کرنے میں بہت
ت لگا ہے خیر کام تو کرنا ہے۔'' اور انہوں نے احمر بن سام
مصنوعی نیند طاری کردی اور سوال کیا۔ ''تم کون ہو؟''

''میرا نام احمر بن سام ہے۔'' جواب آیا۔

''ہمدانی چونک کر بولے۔ ''تم کہاں کے ہو؟ میں
ئی شہر کا ہوں میرے والد سام بن حاکم یہیں کے رہنے
لے تھے۔'' رولوکا نے حیرت سے ہمدانی کی طرف دیکھا
زبان سے کچھ نہ بولا۔

''ہمدانی بولے۔ ''تم رم باز ہو فرعون کے جڑواں
ں۔''

''نہیں میں وہ نہیں ہوں۔'' جواب آیا۔

''تمہارے والد فنا کے ہیکل کے کاتب اور وقائع نگار
م نے بھی یہی پیشہ اختیار کرلیا تھا جواب دو ٹھیک ٹھیک
ب دو۔'' ہمدانی کے ماتھے پر پسینہ صاف نظر آرہا تھا۔

احمر کے لب خاموش تھے ور وہ مصنوعی نیند سے اصلی
یں چلا گیا تھا۔

پروفیسر ہمدانی نے اپنا چہرہ تولیہ سے صاف کیا ایک
ں پانی پیا جب ذرا اوسان بحال ہوئے تو وہ بولے۔
یری زندگی کا نرالا تجربہ ہے یہ لائن کس طرح کٹ گئی۔
ں اپنے ٹریک پر چل رہی تھی پھر کیا ہوا؟''

رولوکا بولا۔ ''ہمدانی صاحب صاحب بقول آپ
کے روح کی کوئی عمر نہیں ہوتی احمر کی زبان سے جو کچھ ادا ہوا
تھا وہ ضرور کسی روح کا کہا تھا یا ہوسکتا ہے کہ وہ روح احمر کی
ہی ہو اور اپنے جسم کی تلاش میں بھٹک رہی ہو اور احمر کا جسم
اس کو مل گیا ہو۔ احمر کسی زمانے میں رم باز ہو آپ نے اس
پر نیند طاری کرکے جو کچھ معلوم کیا ہے وہ اسی رم باز کی زبانی
ہو اب یہ بات کہ اچانک وہ خاموش کیوں ہوگیا تو میرے
خیال میں اس کی روح کے ساتھ کوئی اور روح بھی ہے جو
شاید اس رم باز کی روح سے زیادہ قوی ہے اس نے رم باز
کی روح کو اس کے جسم یعنی احمر کے پاس آنے سے روک
لیا ہے اور احمر اب کچھ نہیں بول رہا۔''

ہمدانی بولے۔ ''آپ کی بات میں وزن ہے اگر رم
باز کی روح یہاں آسکتی ہے تو دوسری بھی آسکتی ہے شاید
دونوں میں ان بن رہی ہو اور وہ رم باز کے ساتھ لگی ہو۔
اب اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم ہر روز احمر پر تجربے
کرتے رہیں اس کے لئے مجھے یہاں پر رہنا ہوگا حالانکہ یہ
میرے لئے بہت مشکل ہے میرے بہت سے کام رک
جائیں گے مگر میں اس کام کو بھی ادھورا نہیں چھوڑ سکتا اس
لئے میں رہوں گا میری زندگی کا یہ انوکھا تجربہ ہے تم اور
بہت لوگ اس تجربے سے فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔''

حکیم وقار نے جواب دیا۔ ''یہ آپ کی مہربانی ہے کہ
آپ ہمارا ساتھ دیتے ہیں۔''

''حکیم صاحب میں شوق سے مجبور ہوں، میں کسی پر
مہربانی نہیں کرتا، میں شوق کے لئے کرتا ہوں۔'' ہمدانی نے
جواب دیا۔

اچانک احمر کی آواز آئی۔ ''میں اپنے دوست کی
شادی میں شریک نہ ہوسکا کیونکہ میں منفس جا چکا تھا وہاں
پر مجھے اپنا مکان اور دوسرا سامان فروخت کرنے میں ایک ماہ
لگ گیا۔ میں ایک ماہ کے بعد واپس آیا تو اس دفعہ مجھے
عزت اور وقار کے ساتھ سنگ مرمر کے زینے کے قریب
پہنچایا گیا۔ وہاں پر بوڑھا حاجب پپاسا کھڑا تھا اس کا سفید
چوغہ اور سفید داڑھی ہوا میں لہرا رہی تھی۔

وہ آگے بڑھ کر بولا۔ ''خوش آمدید اے عالم فاضل

وقائع نگار، خوش آمدید۔ دیوتاؤں کی قسم شہزادے آپ کے لئے روز پوچھتے تھے اور میں جب بتاتا کہ نہیں آئے تو مجھ پر ناراض ہوتے گویا میں نے تم کو مفس میں روک رکھا ہے۔“ میں نے بات دوسری طرف گھمانے کو کہا۔ ”شادی کیسی رہی؟“

بوڑھا بولا۔ ”ایسا جشن میں نے زندگی میں نہیں دیکھا ایسا لگتا تھا جیسے دیوتا اور زیریں کی دیوی ریزیس ہماسے ہو رہی ہے واہ واہ۔۔۔“

”تم کو تو بڑا انعام ملا ہوگا۔“ میں نے کہا۔

”اور آپ کے لئے بھی ایک نہایت نایاب انگوٹھی شہزادے نے رکھی ہے۔“ بوڑھا بولا۔ میں نہا کر صاف کپڑے زیب تن کر لوں پھر شہزادے کے پاس جاؤں گا۔

بوڑھا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”دیوتا آمن کی قسم ایسا ہرگز نہ کرنا کیونکہ شہزادے کا حکم ہے تم کو آتے ہی ان کے حضور پیش کر دیا جائے خواہ جس حالت میں بھی ہوں۔“

اور میں شہزادے کے خاص کمرے میں میلے کپڑوں سے چلا گیا۔ شہزادے نے مجھے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اور بولا۔ ”تم مصر کے سب سے بڑے ساحر بے کن سے کبھی ملے ہو۔“

میں نے جواب دیا۔ ”نہیں ایسا اتفاق نہیں ہوا۔“

بے کن کے ساتھ جادوگر کی ہے یہ دونوں استاد شاگرد ہیں شاید دونوں اپنے کام کے ماہر ہیں ستاروں کو اس پر کھتے ہیں جیسے کوئی کتاب ماضی و مستقبل ان کے لئے کھلی کتاب ہے شاید میرے متعلق کوئی پیش گوئی کرنے آرہے ہیں تم بھی سنو۔“

میں نے کہا۔ ”میں آج تک کسی جادوگر سے نہیں ملا مجھے جادوگروں سے ڈر لگتا ہے۔“

”ڈرنے کی ضرورت نہیں تم میرے اعتبار کے آدمی ہو کاغذ قلم تیار رکھو جو وہ کہیں لکھ لو۔“ شہزادے نے حکم دیا۔

پھر دروازے کا پردہ ہٹا اور بوڑھا فوسو بے کن اندر داخل ہوا اور اس کے پیچھے جادوگر کی اندر آیا۔ یہ مصر کا سب سے بڑا جادوگر سفید کفن جیسے لباس میں اندر آیا۔ اس کا منڈا ہوا سر جھاڑ فانوس کی طرح روشنی میں انڈے کی طرح چمک رہا تھا ساحر کی دیوتا آمن کے مندر کا سب سے بڑا مہنت دیوتاؤں کے حضور قربانی کا اور دیوی ریزیس کا خاص کاہن اس دشمن میں مجھے کوئی خاص بات نظر نہ آئی۔ وضع قطع میں بھی وہ ساحر نظر نہ آتا تھا۔ وہ پستہ قد اور گھٹے ہوئے بدن کا آدمی تھا البتہ چہرے کے نقوش کرخت مگر ہونٹوں پر مسکراہٹ کی بھار اس کے مسکراتے چہرے میں وہ عجیب سی آنکھیں گڑی ہوئی تھیں جن کی رنگت نہ کالی تھی نہ نیلی کبھی نیلی نظر آتی تھیں کبھی کالی۔

اس کی آنکھوں کے بدلتے رنگ اس کو پراسرار بناتے تھے۔ وہ آنکھیں کہیں خلا میں یا سامنے والے کے آر پار دیکھتی لگتی تھیں اندر کو دھنسی ہوئی یہ پراسرار آنکھیں مجھے متاثر کر گئیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ ساحر کی نے مجھے متاثر کیا۔

جادوگروں کا یہ جوڑا شہزادے کے سامنے سجدے میں گر گیا۔ سجدے سے اٹھ کر بیٹھ گئے بے کن فوسو تپائی پر بیٹھ کر اٹھ نہیں سکتا تھا اور ساحر کی فرش پر پالتی مار کر بیٹھ گیا اور بولا۔ ”سنا ہے حضور کہ آپ ہم انیوں کی بستی میں جا رہے ہیں۔ آپ ولی عہد سلطنت اور مصر کی امیدوں کا ستون ہیں، مصر آپ سے محبت کرتا ہے اس لئے میں نے اور بے کن نے اپنے علم کے مطابق اس سفر اور اس میں پیش آنے والے واقعات معلوم کرنے کی کوشش کی ہے اب ہمارا فرض ہے کہ ہم نے جو کچھ معلوم کیا ہے اس سے آپ کو آگاہ کر دیں۔“

شہزادہ سیٹی بولا۔ ”جو کہنا ہے کھل کر کہو۔“

ساحر پھر بولا۔ ”آپ کی جان کو خطرہ ہے۔“

شہزادہ بولا۔ ”انسان کی جان کو ہر جگہ خطرہ ہو سکتا ہے تم کیا کہنا چاہتے ہو کیا میں اس سفر سے واپس نہ آسکوں گا مر جاؤں گا یا مارا جاؤں گا جو کہنا ہے صاف صاف کہو۔“

جادوگر کی بولا۔ ”خطرہ آپ کو ہے مگر آپ صحیح سلامت واپس آجاؤ گے۔“

اس سفر میں آپ کی ملاقات ایک لڑکی سے ہوگی جس سے آپ کو محبت ہو جائے گی یہ لڑکی آپ کے لئے

مسرتیں اور رنج وغم لائے گی۔"

شہزادہ بولا۔ "تب تو میں یہ سفر ضرور کروں گا کیونکہ اس میں مجھے محبت ملنے والی ہے محبت کی تلاش میں لوگ مارے مارے پھرتے ہیں۔"

"آپ کئی دفعہ مل چکے ہیں۔ آپ ایک دوسرے سے واقف ہیں جس طرح آپ اس شخص سے واقف ہیں جو کہ آپ کا وقائع نگار بنا ہوا ہے۔ ہزاروں سال سے یہ آپ کا دوست ہے آپ کے ساتھ ہے مگر شاید آگے ایسا نہ ہو کیونکہ یہ میری نظر میں آ گیا ہے۔"

"یہ کیا بات تم نے کر دی میں اور یہ ابھی جوان ہیں وہ لڑکی بھی جوان ہوگی پھر صدیوں سے جاننا۔"

"کیا معنی رکھتا ہے؟" ساحر نے جواب دیا۔

"شہزادے آپ کے بہت سے لقب ہیں ان میں سے ایک خدائے تناسخ ہے۔ آپ کو یہ لقب کیوں ملا اور اس کا مطلب کیا ہوا۔"

شہزادہ بولا۔ "یہ لقب میرا ہے، میری ماں نے خواب میں کچھ دیکھا تھا اسی وجہ سے یہ لقب ملا ہے۔ مگر میں اس کا مطلب نہیں جانتا۔"

ساحر کی بولا۔ "آج سے کئی سال پہلے مصر میں ایک بہت بوڑھا جادوگر ہوا کرتا تھا اس نے مجھے بہت کچھ بتایا تھا وہ کہتا تھا کہ دیوتاؤں نے اسے بتایا ہے کہ انسان مرنے کے بعد مختلف شکل میں پیدا ہوتا ہے اور بار بار جنم لیتا ہے مرنے کے بعد آدمی کی زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ ایک خاص زمانے کے بعد وہ پھر زندہ ہوتا ہے۔ اس کی دو زندگیوں کے درمیان تاریکی کی ناقابل عبور دیوار حائل ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اپنے گزشتہ زندگی کے واقعات دیکھ اور محسوس نہیں کرتا۔ اس دوسرے جنم کو تناسخ کہتے ہیں۔"

"پھر تو اس کا کوئی فائدہ ہوا ہی نہیں۔" شہزادہ بولا۔

شہزادہ ان کی خاموشی کے پردے کو چیر کر پھر بولا۔

"تم نے مجھے خبردار کرنے کو آنے کی زحمت کی ہے مگر میرے خیال میں تمہارا کام ادھورا ہے تم نے میری زندگی کو خطرہ بتایا ہے مگر اس خطرے سے بچاؤ کی کوئی ترکیب نہیں بتائی اس کا مطلب ہوا کہ جو ہونا ہے ہو کر رہے گا تم اس کو روک نہیں سکتے اور جب ہونی کو روک نہیں سکتے تو بتا کر مجھے ذہنی خلفشار میں مبتلا کرنے کا کیا مطلب ہوا۔"

دونوں جادوگروں کے پاس اس کا جواب نہ تھا۔ وہ خاموش تھے۔ شہادہ ان دونوں کو غور سے دیکھ رہا تھا تو میں نے کہا۔

"شہزادے ان کا علم جو بتاتا ہے یہ کہتے ہیں ستاروں کی چال کو دیکھ کر یہ اندازے لگاتے ہیں مگر انسان غلطی تو کرتا ہے حساب میں ذرا سی بھول مطلب بدل دیتی ہے۔"

ساحر کی آنکھیں مجھ پر ٹک گئیں اور وہ بڑے غصہ سے بولا۔ "لڑکے تو خاموش رہ، بڑے لوگوں کی گفتگو میں تجھ کو دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔" ساحر کی آواز میں غصہ بھرا تھا۔ شہزادے نے جواب دیا۔

"تم کو یہ اختیار کس نے دیا کہ تم میرے خاص آدمی پر غصہ کرو اس نے کوئی بے محل بات نہیں کی ہے۔"

دونوں نے ساحر اٹھ کھڑے ہوئے اور گردن جھکا کر بولے۔ "ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ آگے جو آمن دیوتا کو منظور ہوگا وہ ہوگا اجازت چاہتے ہیں۔"

ان دونوں نے قہر آلود نظر مجھ پر ڈالی اور دروازے سے باہر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد شہزادہ بولا۔

"ان کے اثرات بڑھتے جا رہے ہیں نوٹ کرو اس پر بھی بندش کی ضرورت ہوگی ورنہ لوگ دیوتاؤں کو چھوڑ کر ان کو پوجنا شروع کر دیں گے اور ہیکل میں ان کے بت آویزاں کر دیئے جائیں گے۔"

میں نے جواب دیا۔ "مصر میں جادوگروں کی بڑی قدر ہے۔ انہوں نے ہر فرعون پر اپنا اثر ڈالا ہے اور اپنی مرضی پر ان کو چلایا ہے ان کی وجہ سے اسرائیلیوں پر بڑے ظلم وستم ہوئے ہیں۔ سارے مندر اور ہیکل ان سے ہی بنوائے گئے ہیں ان کو لوٹا گیا ہے برباد کیا گیا ہے۔"

"تم نے درست کہا ہے مگر انہوں نے ان کے خلاف ایسی فضا پیدا کر دی ہے کہ ان کی ہمدردی میں بولنے والا مصر کا غدار قرار دیا جاتا ہے تم نے جو کچھ میرے سامنے

کیا ہے کسی اور کے سامنے ہرگز نہ کرنا ورنہ شاید میں بھی تمہاری مدد نہ کرسکوں۔ شہزادہ سیتی نے کہا میں جانتا ہوں شہزادے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کے خیالات اسرائیلیوں کے لئے کیا ہیں مگر حالات کو اس قدر خراب کردیا گیا ہے مصری ان کو انسان ماننے کو بھی تیار نہیں ہیں۔ تم کو ان دونوں فتنوں سے ہوشیار رہنا ہوگا ان کا اثر فرعون پر بھی ہے یہ ضرور تمہارے بارے میں فرعون سے شکایت کریں گے اور تم کو مجھ سے الگ کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"دیوتاؤں کی خوشی میں آپ سے جدا بھی کردیا گیا تو بھی آپ کا ہی وفادار رہوں گا۔" میں نے کہا۔

"ساحر کی آخری بات تم نے سنی وہ کہتا ہے اگر میں نے یہ سفر کیا تو تاج وتخت مجھے نہیں ملے گا۔ اگر مرگیا تو تو بھی اور زندہ رہ کر بھی تم نے کیا اندازہ کیا ہے۔" شہزادہ بولا۔

"ساحروں کو یہ سب باتیں کون بتاتا ہے۔" شہزادہ پھر بولا۔

میں نے سنا ہے کہ انسان کے بدن میں ایک جگہ ہے۔ جہاں پر ساری قوتیں جمع ہیں جیسے صحرائی کنوئیں سے یہ واقف ہیں اس کنوئیں سے ان کو ساری معلومات ملتی ہیں جو اس کنوئیں کا پتہ چلالیتا ہے ساحر بن جاتا ہے۔"

"تم کیا کہتے ہو جاشان کا سفر کرنا چاہئے کہ نہیں۔" شہزادہ بولا۔

"ساحروں کی باتیں بے بنیاد نہیں ہوتیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے دوسرے جس لڑکی کا ذکر کیا گیا ہے وہ لڑکی وہی اسرائیلی لڑکی ہے وہ ایک خدا کو ماننے والی ہے اور مصریوں سے سخت نفرت کرتی ہے خواہ وہ شہزادہ ہو یا عام آدمی اس کی وجہ اس کی قوم پر جو ظلم وستم ہوتے رہے ہیں اور ہورہے ہیں تو اس کی نفرت عین انسانی فطرت ہے آپ کا اس لڑکی سے متاثر ہونا بھی آپ کی بربادی کی طرف اشارہ کرتا ہے کوئی فرعون جو خود کو خدائے مصر کہلاتا ہے وہ اسرائیل کے خدا کو کب تسلیم کرے گا تمہارا باپ فرعون یہ کب گوارہ کرے گا کہ تم اس لڑکی کی محبت پاسکو جو تم کو ہرگز خدا نہیں کہے گی میرے دوست تمہارے حق میں یہ ہی بہتر ہے کہ تم جاشان کا سفر نہ کرو کیونکہ وہاں پر کوئی ایک خطرہ نہیں ہے۔"

ایک طرف تمہارے دل ودماغ کو خطرہ ہے تو دوسری طرف تخت وتاج وحکومت کے چلے جانے کا خطرہ ہے میری عقل کی روشنی میں میرا مشورہ یہی ہے کہ پہلے تم تخت وتاج پر نظر رکھو اقتدار کو قابو کرو اور وہ کڑوا گھونٹ پیو جس کو تم اپنی بہن کہتے ہو اس کے ارادوں پر نظر رکھو اور اس پر کنٹرول حاصل کرو اگر تم نے اس کے ساتھ ذرا رعایت کی تو وہ تم پر حاوی ہوجانے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے اور اسی بھروسے سے وہ ملکہ مصر بننے کے خواب دیکھ رہی ہے بڑی ہوشیاری اور آنکھیں کھلی رکھنے کی ضرورت ہے جاشان کا سفر تم کو مشکوک بنادے گا۔ تم شہزادی یوسرٹی کو کسی ساحر سے کم نہ سمجھنا۔"

احمر کی آواز اچانک بند ہوجاتی اور وہ گہری نیند میں غرق ہوجاتا ہے۔ رولوکا نے ہمدانی سے اس بارے میں سوال کیا تو پروفیسر ہمدانی بولے۔

"اس کی ایک وجہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ جو روح بیان دے رہی ہے اس کو ایک مخصوص وقت کے لئے اجازت ملتی ہے یا پھر وہ روح کسی سے خوف زدہ ہے اور زیادہ وقت یہاں پر نہیں رکتی۔"

"اگر میں کوشش کروں اور بیان کرنے والی روح کو روکنے کی کوشش کروں۔" رولوکا بولا۔

"روح ہوا ہے ہوا کو روکنا کس طرح ممکن ہے۔" ہمدانی بولے۔

ہوا کو انسان نہیں روک سکتا کیونکہ وہ مادی چیز نہیں ہے مگر اس کو روکی جاسکتی ہے، میں تجربہ کروں گا شاید کچھ اور نئے تجربات سامنے آئیں۔"

"تجربات تو ضرور آئیں گے مگر اس قسم کے تجربات کبھی کبھی بڑے بھیانک ہوجاتے ہیں۔

رم باز کی طرح روح کو قید کرنا میرا مقصد نہیں ہے میں صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ روح اچانک چلی جاتی ہے اور پھر کئی کئی دن نہیں آتی اور پھر آجاتی ہے اس کا آخر کیا راز ہے اور آتی ہے تو ہزاروں سال کے بعد صرف احمر کے بدن میں

کیوں آتی ہے۔ مجھے مصر کے فرعونوں کی محلاتی سیاست اور ان کی آپس کی لڑائیوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے مجھے صرف اپنے مریض سے دلچسپی ہے آخر یہی نشانہ کیوں ہے؟“

”میری طرف سے تم کو اجازت ہے مگر یہ کام بہت مشکل ہے ذرا سی غلطی نقصان کر سکتی ہے۔ ہر روح کا مزاج الگ الگ ہوتا ہے تم ایک روح پر نظر رکھو گے ممکن ہے کوئی اور بھی بگڑی روح ہو اور وہ تم پر حاوی آ جائے کیونکہ اس زمانے میں بڑے بڑے فتنے تھے جو اس زمانے کے پیغمبروں تک کو پریشان رکھتے تھے۔“ ہمدانی بولے۔

”آپ کا مشورہ نہایت مفید ہے میں اس بات کا خیال رکھوں گا۔“ رولوکا بولا۔

بقول ہمدانی کے یہ کام آسان نہ تھا۔ اس لئے رولوکا کو بھی خاص قسم کی تیاری کے لئے پورا ایک ہفتہ گزر گیا مگر ہمدانی کو کامیابی نہ ہوئی اب تک یہ طے ہوا تھا کہ رولوکا احمر کے بدن میں آئی روح رم باز سے سوال کرے اور ترجمہ ہمدانی کرتے جائیں گے رولوکا کی تیاری کی بنیادی چیز روح کی قید کرنے کی تھی اس نے پورے انتظامات اس قسم کے کئے تھے کہ روح کے آنے میں دشواری نہ ہو مگر اس کی واپسی ممکن نہ ہو یہ ایک خاص قسم کا علم تھا اور علم کو حاضرات کرنے والے بھی نہیں جانتے وہ صرف روحوں کو حاضر کر لیتے ہیں مگر ان کو اپنی مرضی کے مطابق روک نہیں سکتے۔ احمر کے مصنوعی نیند میں جاتے ہی رم باز کی آواز آئی اور شہزادے نے سفر کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔“

رولوکا نے سوال کیا۔ ”تم اپنا پورا تعارف کراؤ۔“

رم باز بولا۔ ”میں جو کچھ ہوں یا تھا بتا چکا ہوں۔“

”تم بار بار غائب ہو جاتے ہو اس کی وجہ کیا ہے۔“ رولوکا بولا۔

ہاں یہ درست ہے اس کی وجہ میری مجبوریاں ہیں میں چاہنے پر بھی نہیں آ پاتا۔“ وہ بولا۔

”میں تمہاری مجبوری جاننا چاہتا ہوں شاید تمہارے کچھ کام آ سکوں۔“ رولوکا بولا۔

”شاید ایسا آپ نہ کر سکو اس لئے کہ اس روحانی سرزمین پر ہزاروں فرعونوں کی روحیں منڈلاتی پھرتی ہیں اور اپنے اپنے اجسام میں جانے کو بے چین ہیں مگر ان کی کوشش بے کار ہے میں اور میرا فرعون رعمیس دوم بھی زمین سے بیس گز نیچے پڑے ہیں یہاں پر اور اس کے بعد کے اور نہ جانے کتنے فرعون اپنی اپنی ممیوں میں پڑے ہیں اور نہ جانے کتنے ساحر اپنی ساحری لئے دوبارہ زندہ ہونے کی راہ تک رہے ہیں یہ ہزاروں سال کا چکر ہے میں بھی ہزاروں سال سے اپنے جسم کی تلاش میں ہوں میرا اصل وہ جسم اس میں ستر سال رہا اب اس کا نام نشان نہیں ہے میں دنیا کے کونے کونے میں اپنا جسم تلاش کرتا رہا اور پھر میں نے اپنا جسم پا لیا وہ جسم یہ ہے میں نوجوانی میں ایسا ہی تھا میرا قد چہرہ سب کچھ ایسا ہی تھا میں اس جسم سے پیار کرتا ہوں میں اس میں رہنا چاہتا ہوں مگر ایک وقت میں صرف ایک روح کے اندر رہ سکتی ہے اس لئے میں کبھی کبھی اپنا شوق پورا کرتا ہوں مگر میرے اس شوق کو میرے ازلی دشمن برداشت نہیں کرتے۔“

”تمہارا دشمن کون ہے؟“ رولوکا نے پوچھا۔

”تم نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ رعمیس دوئم کے زمانے کا ساحر ہی میرا دشمن ہو گیا اس نے اپنی دشمنی میری ممی بننے تک نبھائی تھی اور میری روح تک اس کی دشمنی جاری ہے وہ اور اس کے جیسے نہ جانے کتنے اپنی گندی روحوں کی وجہ سے صحراؤں میں جھلس رہے ہیں اور شاید میں بھی اپنے کرتوتوں کی وجہ سے بھٹک رہا ہوں کاش میں نے اسرائیل کے خدا کا پیغام بھی غور سے سنا ہوتا کاش میں اس کی طرف راغب ہو گیا ہوتا مگر میں نے زندگی میں کبھی ایسا نہ سوچا میں فرعون اور اس کی خدمت کو بھی قابل فخر کام سمجھتا رہا اس کے حرم کے اس بھرے میوہ جات کھاتا رہا۔

میں اقتدار کے نشے میں رہا مرنے کے بعد کے حالات میری نظر سے پوشیدہ رہے۔ جو کچھ کاہنوں نے بتایا ساحروں نے سمجھایا اسی کو صرف آخر سمجھتا رہا۔ انسانی جسم باقی ہو تو کسی نہ کسی دن روح واپسی اس جسم میں آ جاتی ہے۔ یہ فلسفہ مصریوں میں ہزاروں سال رہا ہے اس لئے وہ اپنی ممیاں بنواتے تھے اور اہراموں میں رکھواتے تھے مگر

وہ بھول جاتے تھے کہ ہزاروں سال گزرنے پر ان کے جسموں کی کیا حالت ہوجاتی ہے اہرام باقی رہتے ہیں کہ نہیں ہزاروں سال میں کتنی تہذیبیں نئی آتی ہیں کتنی ترقی دنیا کرتی ہے کتنے نظریات اور مذہب آتے ہیں آج جو کچھ نظر آ رہا ہے اس کا تصور بھی فرعون کے زمانے میں نہیں تھا۔ آج کا انسان کسی فرعون سے نہیں ڈرتا کوئی بادشاہ وقت اس پر ظلم نہیں کرسکتا کوئی ان سے زبردستی مشقت نہیں لے سکتا۔ آج کا زمانہ بہت کچھ بدلا ہوا ہے۔ مصر پر نہ معلوم کتنے لوگ آئے حکومت کی اور چلے گئے آتے گئے نئی قوموں نے مصر کو وہ نہیں رہنے دیا جیسا کہ مصر تھا مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ مصر فرعونوں کے زمانے سے اب بہتر ہے۔ پہلے فرعون کی مرضی کے بغیر سانس نہیں لیا جاتا تھا اب آدمی آزاد ہے۔"

رولوکا بولا۔ "تم نے اپنی دشمنی کی تفصیل نہیں بتائی۔"

"جادوگر کی میرا دشمن پہلی ملاقات سے ہوگیا جب وہ شہزادہ سیٹی کے کمرے میں مجھے ملا تھا میری ایک بات پر مجھ پر ناراض ہوا تھا اور شہزادے نے اس کو ڈانٹ دیا تھا۔ اس مردود کے دل میں میرے لئے اسی دن گانٹھ پڑ گئی تھی اس نے ہر مقام پر مجھ پر وار کرنے کی کوشش کی جہاں اس کو موقعہ ملا شہزادہ نے میری ہر مقام پر مدد کی مجھے شہزادے کی نظروں سے گرانے کی بہت کوشش کی گئی مگر شہزادہ بھی ساحر کو سمجھ چکا تھا اس لئے اس نے کبھی اس طرف توجہ نہ کی آخر شہزادہ ان کی پیشن گوئی کے خلاف اور میرے مشورے پر عمل کرتے ہوئے فرعون بن گیا اور ساحر کی شہر تانیس سے راہ فرار اختیار کرگیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے سوال و جواب ہوگا اور غلط پیش گوئی کرنے پر سزا بھی دی جاسکتی تھی میں جو فرعون کے نزدیک تھا اس کو مجھ سے زیادہ خطرہ تھا کیونکہ وہ اب تک میرے ساتھ جو کر چکا تھا اس کے بدلے میں اس کو میری طرف سے بھلائی کی امید تو رکھنا ہی نہیں چاہئے تھی حالانکہ میرے دل میں اس سے انتقام یا بدلہ لینے کا جذبہ نہیں تھا۔

نئے فرعون نے جو نئے احکامات دیئے ان میں میرا ہاتھ تھا میں نے کوشش کی کہ اسرائیل کو زبردستی مشقت سے آزاد کردیا جائے ان کو تیسرے درجے کا شہری نہ مانا جائے۔ ان کے عزت اور وقار میں اضافہ کیا جائے اس سے میرے خلاف بہت آواز اٹھائی گئی امراء اور درباریوں نے شور کیا اور فرعون کے حکم کو پوری طرح لاگو نہیں ہونے دیا۔ میرے خلاف آواز بلند ہوئی تو ساحر کی پھر واپس آ گیا اس نے درباریوں میں ایک حلقہ بنالیا اور میرے خلاف سازشیں کرنے لگا فرعون کا حکم حرف آخر تھا اس کی تمام کاوشیں بے کار گئیں اور اس کو بغاوت کے جرم میں قید ہوگئی۔ جادوگر بے کن فو سو اس سے پہلے ہی کسی زمین دوز قبر میں جاچکا تھا۔

جادوگر کی پوری زندگی اسی قید خانے میں گزری اس کی جادوگری نے فرعون بستی پر کوئی اثر نہ کیا۔ اس جادوگر کے جاتے ہی فرعون اور میرے خلاف بہت سازشیں خود بخود دم توڑ گئیں۔

مگر یوسرٹی سے اس کا چھٹکارا نہ ہوا کیونکہ اس کے فرعون بننے کی ایک شرط یہ بھی رکھی گئی تھی کہ وہ یوسرٹی سے شادی کرلے گا تو شہزادہ سیٹی فرعون بنتے ہی یوسرٹی کا شوہر بھی بن گیا۔ مگر یوسرٹی کو وہ خوشیاں حاصل نہ ہوسکیں جو کہ شادی شدہ عورت کو شوہر کی طرف سے حاصل ہوتی ہیں یوسرٹی کو ملکہ کا درجہ مل گیا وہ دربار میں فرعون کے برابر رونق افروز ہوتی بڑے کروفر اس کے نظر آتے مگر فرعون بستی نے اس کو بیوی کا درجہ نہیں دیا۔ وہ جب بھی اس کے قریب ہوتی شہزادہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر اس کے جذبات کو ٹھنڈا کردیتا۔ میں اب تک ذہنی طور سے بہتر نہیں، میرے ذہن کو ذرا سا آرام دو تاکہ میں پوری طرح تمہارا شوہر بن جاؤں، ہر بار اس نے اسی قسم کی باتوں سے یوسرٹی بہلا دیا وہ کیا کرسکتی تھی اس کی بڑی تمنا جو ملکہ بننے کی تھی پوری ہوچکی تھی۔

شہزادے کی طرف سے مایوس ہونے کے بعد اس نے میری طرف توجہ کی کیونکہ میں فرعون وقت کا قریب ترین آدمی تھا۔ وہ جانتی تھی کہ میرے مشورے کے بغیر

فرعون کچھ نہیں کرتا۔

''میں جانتی ہوں رم باز تم میرے شوہر کے کتنے قریب ہو میں اس کی بیوی ہوں مگر وہ تم سے زیادہ قریب ہیں اگر تم عورت ہوتے تو میں تم کو کب کا ختم کروا دیتی مگر تم مرد ہو میں اس عبرانی لڑکی کا ذکر تک کرنا گوارہ نہیں کرتی جو شاید فرعون کے دل کے اندر موجود ہے اس کی موجودگی میری دوری کا باعث ہو سکتی ہے میرا اندازہ ہے کہ ایک دن تم فرعون کے مزاج میں ایسا دخل حاصل کر لو گے کہ وہ صرف تمہاری بات سنے گا۔ ایک دن تم فرعون کے بعد مصر کی سب سے بڑی معزز اور پرقوت ہستی ہو گے۔ اس لئے میں تم سے کچھ چھپانا نہیں چاہتی۔ سنو رم باز میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتی کہ میرے علاوہ کوئی دوسرا میرے شوہر فرعون کے مزاج میں دخل حاصل کرے۔ میں عظمت اور عروج کی بلندیوں تک جانا چاہتی ہوں۔ یہاں پر آج تک کوئی ملکہ نہیں پہنچی اور یہ میرا حق بھی ہے۔ مگر میں دیکھ رہی ہوں کہ مجھے یہ مقام حاصل نہیں ہوگا اس لئے رم باز میں تمہارے سامنے سر جھکاتی ہوں۔ اس امید کے ساتھ کہ تمہیں عروج حاصل ہو تم مجھ سے نفرت نہ کرو میں فطرتاً صاف گو ہوں میں نے کبھی شک اور رقابت سے مجبور ہو کر کبھی گستاخی کر دی ہو تو مجھے مجبور سمجھ کر معاف کر دینا اور آئندہ کے لئے بھی معاف کر دینا۔ مجھے میری زبان پر قابو نہیں ہے۔ میری درخواست ہے کہ فرعون کو بری راہ پر نہ ڈالنا۔ وہ جذباتی ہے تمہاری ہر بات مان لیتا ہے۔

تم زیرک ہو تم مصر کی سیاست کا بغور مطالعہ کرو شاہی دربار کے آداب اور اس کے اندر کی سیاسی چال بازیوں کو سمجھو فرعون کو درست سمت میں صرف تم چلا سکتے ہو۔''

ایسی مغرور ملکہ جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی میرے سامنے خود کو اپنی مجبور اور لاچاری ظاہر کر رہی تھی پہلا خیال جو میرے دل میں آیا وہ یہ تھا کہ یہ ضرور کوئی نئی چال ہے یوسرٹی کی جس ماحول اور جس لاڈ سے پرورش ہوئی ہے اس کے پیش نظر اس کا میرے جیسے معمولی آدمی کے سامنے جھک جانا حیرت کی بات تھی۔ مجھے خاموش دیکھ کر وہ پھر بولی۔ ''میں اندازہ کر سکتی ہوں کہ تم اس وقت کیا سوچ رہے ہو تم نے دیکھا ہوگا کہ جب سمندری طوفان آتے ہیں تو تیز ہوائیں چلتی ہیں تو بڑے بڑے تناور درخت جھک جاتے ہیں جن میں لچک ہوتی ہے وہ زمین چھو کر پھر کھڑے ہو جاتے ہیں اور جن میں لچک نہیں ہوتی وہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں ان کا نام و نشان مٹ جاتا ہے میں لچک دار درخت ہوں وقت کی کتاب کو پڑھ رہی ہوں اس وقت تمہارا عروج ہے تم پر وقت مہربان ہے خدائے مصر تم پر اپنی عنایتیں کرنے کو تیار ہے میں بھی تمہارا راستہ روکنے کی کوشش کروں تو روندی جاؤں گی مگر میں وقت کا انتظار کروں گی۔''

میں نے کہا۔ ''ملکہ عالیہ میں آپ کا ادنیٰ غلام ہوں یہ بات دوسری ہے کہ میں خدائے مصر کا جڑواں بھائی اور ان کا پیارا ہوں مگر آپ کی حیثیت تو مسلم ہے میں کتنا بھی اوپر ہو جاؤں آپ کے قد کے برابر تو نہیں آ سکتا۔ آپ کی عزت مجھ پر لازم و مقدم ہے خدائے مصر فرعون ہستی اب آپ کے بھائی نہیں شوہر ہیں شوہر کا درجہ بھائی سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے آپ پر بھی لازم ہے کہ ان پر حکم چلانے اپنی مرضی منوانے کی کوشش نہ کریں اور محلاتی سیاست پر نظر رکھیں ان کے فرعون بننے کے بعد کچھ لوگ ضرور ایسے ہوں گے جو ان سے خوش نہ ہوں گے آپ اقتدار کی دوڑ میں شامل نہ ہوں مگر خدائے مصر کی مدد اس طرح کریں کہ ان عناصر پر نظر رکھیں اور اپنے شوہر کو اندرونی سازشوں سے باخبر رکھیں میں اور تم دونوں کا فرض ہے کہ فرعون کی مدد کریں اب رہا یہ سوال کہ آپ کی طرف ان کی توجہ اب تک نہیں ہے تو میرے خیال میں ذہنی طور پر وہ آپ کو اب تک اپنی بہن ہی تصور کرتے ہیں۔''

یوسرٹی بات کاٹ کر بولی۔ ''مگر یہ کب تک آخر، یہ کوئی نئی بات تو نہیں ہوئی ہے۔ زمانہ قدیم سے ہو رہا ہے اور آگے بھی ہوگا پھر فرعون کا اس معاملے میں اتنا جذباتی ہونا کیا معنی، میرے خیال میں ایسا نہیں ہے اس میں ضرور کوئی راز ہے ضرور مجھ سے بہتر عورت ان کے دل کے اندر

موجود ہے میں نے کہا تمہارا خیال درست ہوسکتا ہے مگر میرے تجربے میں کوئی بات نہیں آئی ہے۔"

یوسرٹی فوراً بولی۔"مگر میرے ذہن میں اسرائیل کا چاند چمک رہا ہے۔"

میں نے جواب دیا۔"اس لڑکی اور فرعون میں بہت فاصلہ ہے وہ ایک خدا کی پرستار لڑکی ہے وہ فرعون مصر کے قابو میں آنے والی نہیں وہ زندگی ہار سکتی ہے عزت نہیں ہارے گی، موسیٰ و ہارون کی تعلیمات اس کے رگ ریشے میں پیوست ہیں بنی اسرائیل کے یہ پیغمبر خود کو خدا کا نمائندہ کہتے ہیں وہ کہتے ہیں وہ خود کچھ نہیں وہ جو کچھ کہتے ہیں کرتے ہیں وہ ان کے خدائے واحد کا حکم ہوتا ہے۔"

"تم نے جو کہا ہے وہ اپنی جگہ بے شک درست ہے مگر فرعون بڑے ضدی ہوتے ہیں۔" یوسرٹی نے جواب دیا۔

"تم اس لڑکی کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ اور بے وجہ اس کی طرف سے بدگمان نہ ہو اور نہ اس کے لئے اپنے دل میں کسی قسم کی دشمنی رکھو، رہا یہ سوال کہ فرعون خدائے مصر کے دل میں اگر اس کا کوئی خیال ہے تو وہ بھی ایک لاحاصل خیال ہے میں اس خیال کی حوصلہ شکنی ضرور کروں گا کیونکہ یہ خیال فرعون کو تباہی و بربادی کی طرف لے جاسکتا ہے۔"

"اسرائیلی تباہی اور بربادی کا باعث ہوسکتے ہیں۔" یوسرٹی حیرت سے بولی۔

"تم شاید یقین نہ کرو ان کے پیغمبروں میں جو حوصلہ اور استقامت ہے وہ میں نے کہیں اور نہ دیکھی نہ سنی ہے وہ دربار میں آتے ہیں تو خدائے مصر فرعون کو سجدہ نہیں کرتے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر برابری کی بنیاد پر بات کرتے ہیں بوڑھے پیغمبر کی آواز میں کچھ ایسی بات ہے کہ اس کو سننا پڑتا ہے میں آنے والے وقت کے بارے میں سوچتا ہوں اگر میں ستارہ شناس ہوتا تو آپ کو بتاتا کہ آگے کیا ہونے والا ہے پھر بھی میرا اندازہ ہے یہ مٹھی بھر اسرائیلی ایک دن فرعون کی تباہی کا باعث ضرور ہوں گے اسی لئے میں ان سے اچھے سلوک کرنے پر زور دیتا ہوں تا کہ شاہی خاندان اور فرعون کے لئے ان کے دل میں کچھ عزت رہے آج کا لگایا ہوا پودا کل پھل دے گا......"

یوسرٹی نے میری بات غور سے سنی اور پھر بولی۔"تم نے بہت دور کی سوچی ہے میں سمجھ گئی ہوں۔"

رولوکا نے سوال کیا۔"تو پھر تم نے اپنی بات پر عمل کیا۔"

رم باز بولا۔"ہاں میں نے غیر محسوس انداز میں ایسا کرنا شروع کر دیا مگر میں اس میں کامیاب نہیں ہوسکا اس کی وجہ وزیر مالیات ہامان تھا اس کا اثر و رسوخ پورے دربار میں سب سے زیادہ تھا اس کی ہاں میں ہاں کرنے والے بہت زیادہ تھے اس کی وجہ اس کے پاس سارے مصر کی دولت تھی سب کے اخراجات اس کی مرضی پر چلتے تھے اس سے ناراضگی کوئی نہیں لے سکتا تھا۔ اس شخص نے دربار میں اسرائیل کے متعلق میری بات کی مخالفت کی اس کے ساتھ درباری اور امراء بھی میرے خلاف باتیں کرنے لگے۔

میں نے یہ رنگ دیکھا تو فرعون سے تنہائی میں اپنا نقطہ نظر گوش گزار کیا۔ وہ میری بات سے متاثر تو ہوا مگر بولا...... تم نے شاہی خاندان اور مصر کی ہمدردی میں یہ پروگرام بنایا ہے مگر میں اس پر عمل کرسکوں گا اس کی امید نہ رکھنا کیونکہ مصری لوگ عبرانیوں کو سخت ناپسند کرتے ہیں ان کو اپنا غلام بنا کر ان کو اذیت دے کر محنت کروا کر اور بھوکے پیٹ رکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ہامان کا اثر بہت ہے اس کے پاس دولت ہے اس نے وہ دولت کہاں چھپا کر رکھی ہے صرف وہی جانتا ہے تم اس کے مقابلے پر نہ جاؤ ورنہ تم پر برا وقت آسکتا ہے۔"

اب میرے پاس کوئی راستہ نہ تھا، میں نے خاموشی اختیار کر لی یوسرٹی مجھ سے ملتی رہی۔

ایک ملاقات میں بولی۔"تم فرعون کے جڑواں بھائی ہو کیا تم نہیں چاہتے کہ فرعون ہستی کا کوئی جانشین ہو اس تخت اور تاج کا کوئی وارث ہو۔"

میں نے جواب دیا۔"اے محترم ملکہ انسان کی پیدائش انسان کے ہاتھ کب ہے یہ تو دیوتاؤں کے کام ہیں وہ جس کو چاہیں اولاد دیں جس کو چاہیں نہ دیں۔"

پاکستانی ورچوئل لائبریری

"یہ تو درست ہے مگر اولاد کے پیدا کرنے کو ایک طریقہ ایک راستہ دیا گیا ہے صاف بات یہ ہے کہ نر اور مادہ کا ملاپ ہی پیدائش کے ذریعہ ہوتا ہے اس کے بغیر اولاد کا تصور بھی مشکل ہے تم میری خاطر نہ کرو مگر فرعون کی نسل کی خاطر فرعون ہستی کو میری طرف مائل کرو۔"

"میں نے جواب دیا اے محترم ملکہ آپ کی بات درست ہے اور قدرتی تقاضوں کے عین مطابق ہے میں ضرور خدائے معر فرعون سیٹی کو اس پر مائل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

یوسرتی نے خوش ہو کر اپنے گلے سے ایک قیمتی مالا اتاری اور میرے ہاتھ پر رکھ دی اور بولی۔

"یہ تمہارا پیشگی انعام ہے اصل انعام اس وقت جب میرا مقصد پورا ہوگا......"

یوسرتی کے انعام نے میرے ارادے کو پختہ کر دیا تھا میں اسی رات فرعون سے خلوت میں ملا اور میں اپنا مدعا یوں بیان کیا۔

"انسان شادی کرتا ہے اس میں جسمانی لذت کے علاوہ جو سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے وہ اپنی نسل کو آگے بڑھانا چاہتا ہے اگر ایسا نہ ہوتو آج فرعون تم نہ ہوتے تمہارے باپ دادا نے اگر اپنی نسل کو آگے نہ بڑھایا ہوتا تو؟"

سیٹی نے غور سے میری بات سنی اور بولا۔ "تم یوسرتی کی وکالت کر رہے ہو جانتے ہو وہ تمہاری سب سے بڑی دشمن ہے مجھ سے کتنی دفعہ تمہاری شکایت کر چکی ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "شاید یہ درست ہو بلکہ درست ہے مگر ملکہ کی وکالت نہیں کر رہا ہوں میں اپنے پیارے دوست اور جڑواں بھائی خدائے معر فرعون اعظم کی وکالت کر رہا ہوں میں نہیں چاہتا کہ فرعون کی نسل اس پر ہی ختم ہو جائے۔"

فرعون سیٹی کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آئے اور وہ بولا۔

"تم میرے سچے دوست اور ہمدرد ہو تمہاری بات میں بہت وزن ہے میں نے اب تک جو غلطی کی ہے اب نہیں کروں گا۔"

مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ملی ملکہ اور فرعون دونوں مجھ سے متاثر ہوں گے میرے اختیارات اور مراعات میں اضافہ ہوگا میری خوشی میرے چہرے پر نمایاں تھی۔ فرعون مجھے دیکھ رہا تھا مسکرا کر بولا۔ "تم تو ابھی سے اتنے خوش ہو رہے ہو۔"

میں بھی ہنس پڑا اور بولا۔ "جو خوشی انسان کے اندر سے ابھرتی ہے وہ سب کو نظر آتی ہے میرے اندر اور باہر خوشی کے فوارے ابل پڑے ہیں آج میرے لئے بڑا مبارک دن ہے۔"

دو دن کے بعد ملکہ میرے پاس آ گئی اس کے ساتھ ایک کنیز تھی جس نے ایک تاق اٹھا رکھا تھا اور اس پر ریشمی غلاف پڑا تھا۔ کنیز نے تاق تپائی پر رکھ دیا اور باہر چلی گئی۔

میں نے ملکہ کو تعظیم دی تو وہ بولی۔ "تم بڑی صلاحیتوں کے مالک ہو تم نے ایک دن میں خدائے معر فرعون سیٹی کے دل میں میرے لئے محبت کی روشنی بھر دی۔ زیادہ نہیں یہ کچھ تحفے تمہاری نذر ہیں ان کو قبول کرو اور دیوتا آمن سے دعا کرو کہ وہ فرعون سیٹی کو جلد از جلد وارث دے دے۔"

میں نے اس کے سامنے گردن جھکا دی اور وہ تمکنت اور وقار سے چلتی ہوئی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے تاق سے غلاف اتارا اس میں سونا اور ہیرے پڑے تھے یہ دولت اتنی تھی کہ میری آنے والی نسلوں کے لئے بھی بہت تھی۔ اس تحفے کو دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ میرا بھی کوئی جانشین ضرور ہوا آدمی بھکو ہو تو سوچتا ہے کہ خاندان کو بڑھا کر کیوں بھوکا مارے مگر جب اس کے پاس دولت آ جاتی ہے تو اس کے خرچ کرنے کے لئے اس کو اولاد کی تمنا ہوتی ہے یہ انسان کی نفسیات ہے مجھے شادی کرنے کا خیال دولت دیکھ کر آیا۔"

کچھ دیر خاموشی رہی رولوکا اور ہمدانی بھی خاموش رہے پھر رم باز کی آواز آئی۔ "آج میرا دشمن نہیں آیا اب مجھے خود ہی جانا ہوگا۔"

رولوکا نے جواب دیا۔ "رام باز تم ایک حد تک ہی

جاسکو گے اس کے آگے راستہ بند ہے۔ فرعون کے مشیر خاص اور ملکہ کے دوست میں نے تمہاری بھلائی کے لئے تم کو یہاں پر روکا ہے تمہارا دشمن تمہارے پیچھے آنے کی کوشش کرے گا اور اس حد میں آ کر پھر واپس نہ جاسکے گا میں تم دونوں کی دشمنی کو ختم کر دوں گا۔"

رم باز نے جواب دیا۔" اے میرے ہمدرد آج کے انسان ہماری دشمنی اتنی ناپائیدار نہیں ہے کہ اتنی جلدی تم ختم کرادو یہ ہزاروں سال کی دشمنی ہے اور تم جس روح کا انتظار کر رہے ہو وہ کوئی معمولی نہیں وہ جادوگر کی ہی روح ہے اپنے زمانے میں اس کے نام سے لوگ کانپتے تھے مگر وہ فرعون کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس زمانے کے دستور کے مطابق وہ فرعون کی تابعداری اور غلام قبول کر چکا تھا اور اس کو سجدہ کر چکا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو فرعون سیٹی اس کے سامنے کچھ نہیں تھا وہ فوج میں بغاوت کرا سکتا تھا وہ امراء اور درباریوں کو فرعون کے خلاف کر سکتا تھا وہ ہر کام کر سکتا جو فرعون کو برباد کر دے اس کی حکومت مصر سے ختم ہو جائے مگر وہ کچھ نہ کر سکا تم اس کا انتظار کرو گے کہ وہ ادھر آئے وہ ہرگز ادھر نہیں آئے گا۔"

رولوکا بولا۔" اس کا مسکن تو تم کو پتہ ہے وہاں پر اس کی تلاش کروں گا۔"

رم باز بولا۔" مگر میرے ہمدرد میرے دوست تم اتنی پریشانی میں کیوں پڑنا چاہتے ہو وہ میرا دشمن ہے زندگی میں دشمن تھا اور اب روح بھی میری دشمن ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ میری مددگار ملکہ ہے میرا مددگار فرعون سیٹی ہے وہ لوگ بھی اپنے اہراموں میں وجود وقت کا انتظار کر رہے ہیں ان کی ممیاں صندوقوں میں روح کے انتظار میں موجود ہیں۔"

رولوکا نے سوال کیا۔" ان کے اہراموں میں ان کی ممیاں صندوقوں میں بند رکھی ہیں۔ ان پر اس قسم کا مصالحہ لگایا گیا کہ وہ خراب نہ ہوں تم مجھے کوئی ایک ممی کے بارے میں بتاؤ جس کی روح واپس اپنے جسم میں گئی ہو اور وہ دوبارہ زندہ ہو گیا ہو۔ یہ فرعونوں کا خیال خام تھا وہ مرنے سے ڈرتے تھے انہوں نے کوشش کی کہ وہ ہمیشہ زندہ رہیں مگر وہ نادان تھے اپنی کوشش جو انہوں نے ممیاں بنانے پر صرف کی کسی اور کام پر لگاتے تو اچھا ہوتا۔ جو پیدا ہوا ہے اس کو مرنا ہے خوشی سے مرو یا رنج سے مرو مرنا تو ہے اگر طے ہے کہ مرنا ہے تو پھر اس کے لئے رونا کیا جتنی زندگی ہے اس کو کسی ایسے کام میں لگاؤ جو کہ یادگار رہے۔ رم باز کی آواز آئی اے ہزاروں سال کے بعد کے انسان تیری سوچ بہت اچھی ہے مگر تم فرعون کے زمانے کا تصور کرو جہاں پر جادو اور سحر عام تھا اسرائیل کے خدا کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ اس کے پیغمبروں کو تنگ کیا جاتا تھا ان کی ہر اچھی بات میں کیڑے نکالے جاتے تھے یہ وہ زمانہ ہے جب دن میں موسیٰ کے خدا پر ایمان لاتے تھے اور رات کو قتل کر جاتے تھے اور ایسے سوالات کرتے تھے کہ موسیٰ کو بار بار اپنے خدا کے پاس اس کا جواب حاصل کرنے جانا پڑتا تھا۔

آج میں اگر روح نہ ہوتا تو موسیٰ کے خدا کو دل سے مان چکا ہوتا آج ثابت ہوا کہ ہم جس کو خدائے مصر کہتے تھے وہ تو خود لاچار اور مجبور انسان تھا کتنے فرعون خدا کہلوانے والے صندوقوں میں بند پڑے اور ان کے صندوق اب صرف مٹی سے بھرے ہیں ان کی ممیاں خراب ہو چکی ہیں آج مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ موسیٰ و ہارون ٹھیک کہتے تھے خدا تو صرف ایک ہے اس کو موت نہیں ہے ساری کائنات کا انتظام وہی چلاتا ہے یہ سارے دیوتا اور دیویاں صرف دماغ کی پیداوار ہیں ان کا کوئی وجود نہیں ہے انسان نے خود ان کو تراشا ہے اور خود پوجتا ہے کتنی تعجب کی بات ہے میں ایک پتھر کو تراشوں اس کے نقش نگار ابھاروں رنگ بھروں اور پھر میں ہی اس کو سجدہ کروں خالق اپنی خلق کی ہوئی چیز کو پوجے مگر بہت دیر کے بعد میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے۔"

رولوکا بولا۔" تمہاری سمجھ میں آج آ رہا ہے ہر دور میں نیکی رہی ہے اور نیکی ختم نہیں ہوتی۔ اس کو ختم کرنے والے خود فنا کی گود میں چلے جاتے ہیں ساحر کی، کی گندی روح آج تک تمہارا پیچھا کرتی ہے ظاہر ہے کسی اچھی نیت

پاکستان ورچوئل لائبریری

سے تو نہ کرتی ہوگی یہ سب شیطان کے پھیلائے جال ہیں۔ شیطان کے چیلوں کو ختم کرنا نیکی ہے تم نے اس ساحر کی، کی قبر کے بارے میں نہیں بتایا۔"

رم باز کی آواز آئی۔ "تم اس کو قبر کہہ رہے ہو مگر وہ ایک آہنی صندوق ہے اور زمین کے اندر گہرائی میں دفن ہے اس میں ساحر کی، کی حنوط شدہ لاش رکھی ہے اور روح اس کے اردگرد منڈلا رہی ہے کہ کب اس کو اجازت ملے اور وہ اس حنوط شدہ لاش کے اندر چلی جائے، اے آج کے دانا انسان آج کا علم کیا کہتا ہے کیا ایسا ہوسکتا ہے؟"

رولوکا بولا۔ "یہ خیال خام ہے ایسا نہیں ہوسکتا مصریوں کی روحیں اس لئے بھٹک رہی ہیں کہ ان کو یقین تھا کہ ان کو ان کا پرانا جسم ملے گا اور وہ اسی امید کے سہارے ہزاروں سال سے دنیا میں موجود ہیں، ہر روز نہ جانے کتنے لوگ مرتے ہیں ان کی روحیں اپنی آخری منزل پر چلی جاتی ہیں حیات بعد الموت کا تصور درست ہے مگر اس طرح نہیں جس طرح مصری سمجھتے تھے مرنے کے بعد جزا اور سزا کا ایک سخت مقام ہے اس کے بعد حیات ابدی ہے دنیاوی جسم مٹی کے ہیں ان کو فنا ہونا ہی ہے نئے جسم نورانی ہیں مگر دیکھنے میں ان کی صورت دنیاوی جسم جیسی ہی ہوگی مصریوں نے آدھا سبق پڑھا تھا اگر حضرت موسیٰ کی بات پر غور کرتے تو سمجھ جاتے مگر انہوں نے حضرت موسیٰ کو کوئی اہمیت نہ دی یہ اس دور کی بدنصیبی تھی خدا نے تو ہر دور میں ہر قوم کو ہر مقام پر انسان کو راستہ بتانے کو اپنے خاص بندے بھیجے ہیں مگر یہ انسان کی بدنصیبی رہی ہے کہ آج بھی بت پرستی اور شیطان پرستی موجود ہے۔

جادوگر کی شیطان پرست کیونکہ جادوگری صرف شیطان کرتا ہے وہی اپنے چیلوں کو جادوگری کی تعلیم کرتا ہے اس کے یہ چیلے صرف مصر میں نہیں ہیں پوری دنیا میں یہ موجود ہیں ان کا کام صرف انسانوں کو تنگ کرنا اور اس حسین دنیا کو تباہ و برباد کرنا ہے۔ مگر خدا نے بھی اپنے بندوں کو ایسا علم دے رکھا ہے کہ شیطان کے چیلے ہزاروں سال گزرنے پر بھی دنیا میں ذرا تبدیلی نہیں کرسکے نئی قومیں اور تہذیبیں آئی ہیں ختم ہوئی ہیں وہ سب خدا کی مرضی سے ہوا ہے خدا نے جس کو باقی رکھنا ہے وہ رہتا ہے۔"

رم باز نے پوچھا۔ "جادوگر کی کو آپ تلاش کریں گے۔"

نہیں اس کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ تم کو نہیں پائے گا تو ایک نہ ایک دن یہاں ضرور آئے گا اس وقت میں اس شیطان سے ملاقات کروں گا تم کو سن کر شاید حیرت ہو کہ شیطان جس پر عنایتیں کرتا ہے ایک وقت آتا ہے کہ خود اس کو تباہ بھی کرتا ہے۔ اس کی بدفطرتی کی بہت بڑی دلیل ہے شیطان کی سے جتنا کام لے سکتا تھا لے چکا ہے اب میرے اندازے کے مطابق اس کو کی، کی ضرورت نہیں رہی۔ اس کا وقت پورا ہونے والا ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ تم یہاں پر ہو اور واپسی میری مرضی پر ہے اس کو تمہارے پاس اپنی دشمنی کے تقاضوں کو پورا کرنے کو آنا ہے۔"

رم باز فوراً بولا۔ "واہ رے نئے زمانے کے انسان کتنی برمحل اور خوب صورت بات آپ نے کی ہے درستی کے تقاضے اور دشمنی کے تقاضے جادوگر کی مجھے ضرور تلاش کرے گا اور ہر اس مقام پر تلاش کرے گا یہاں پر میری موجودگی کا امکان ہوسکتا ہے اس کی نظر میں اس نوجوان کا جسم بھی ہے میری موجودگی کی مکانی جگہ ایک یہ بھی ہے تو شاید آپ کے خیال کے مطابق وہ آ ہی جائے۔ آپ کے اندازے کی میں داد دیتا ہوں۔"

رولوکا بولا۔ "رم باز تم اس حد میں رہنا جو مقرر کردی گئی ہے۔ اب تم احمر کا جسم خالی کردو وہ زندہ انسان ہے زندہ انسان کی زندگی قائم رکھنے کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔" اور احمر گہری نیند میں چلا گیا۔ ہمدانی نے کہا۔ "حکیم کامل آپ کی صلاحیت حیرت انگیز ہے میں سوچ نہیں سکتا تھا کہ آپ اس قدر گہرے انسان ہیں آپ نے مجھے حیران کردیا ہے۔"

رولوکا نے جواب دیا۔ "نہیں پروفیسر ایسا نہیں ہے یہ سب کچھ آپ کی مدد سے میں کررہا ہوں۔"

ہمدانی بولے۔ "تم نے اس رم باز کی روح کو کہاں

تک رہنے کی اجازت دی ہے۔"
"صرف اس مکان کی چاردیواری کے اندر باہر نہیں جائے گی۔" رولوکا نے کہا۔
"اور اگر جانے کی کوشش کرے تو۔" ہمدانی نے پوچھا۔
"تو اس کو پنجرے میں بند کردیا جائے گا۔" رولوکا نے جواب دیا۔
رم باز کی روح سے اب کرنے کا کوئی سوال نہ تھا۔ احمر پر مصنوعی نیند کی ضرورت نہ تھی۔ مگر اس کا وہاں پر رہنا تو ضروری تھا کیونکہ اب اس پر آنے والی روح ساحر کی روح ہو سکتی تھی۔ پندرہ دن کے بعد آخر وہی ہوا۔ اچانک احمر کی حالت خراب ہوگئی۔ حالانکہ رم باز کے آنے کے بعد اس کی حالت خراب نہیں ہوئی تھی۔
ہمدانی کی زبانی رولوکا نے سوال کیا۔ "تو کون ہے اور کیوں آیا ہے؟"
"میں اپنے زمانے کا مشہور اور خطرناک ترین ساحر کی ہوں جان لے۔"
رولوکا بولا۔ "جادوگر کی تو بے بسی کی موت مارا گیا تو اپنا بچاؤ نہ کرسکا کیسا تھا تیرا جادو۔"
"تجھے کس نے بتایا کہ میں بے بسی کی موت مارا گیا ہوں یہ سب جھوٹ ہے۔"
جھوٹ کا سہارا مت لے تاریخ کو تو جھٹلا نہیں سکتا۔"
تجھے رم باز اس فرعون کے لاڈلے نے بہکا دیا ہے وہ ایک نمبر جھوٹا ہے میں اس کو نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے فرعون سیٹی اور ملکہ یوسرٹی کو میرے خلاف کر رہا تھا میں قسم سے مجبور تھا۔ ورنہ فرعون کو اس کی خدائی سمیت دریائے نیل میں غرق کرسکتا تھا۔"
"ساحر کی تم اس وقت بھی مجبور تھے اور آج ہزاروں سال کے بعد بھی مجبور ہو نہ تم اس وقت کوئی کارنامہ کرسکے نہ آج کے دور میں کرسکو گے ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو آج کا انسان کسی فرعون کی ملکہ یا کسی جادوگر کے دباؤ میں نہیں ہے ہر شخص اپنے اندر ایک جادو رکھتا ہے وہ تیرے جادو کو کیا مانے گا تو نے دیکھا کہ اس شہر میں کسی گھوڑے کے بغیر لوگ ایک جادوئی گاڑی پر سفر کرتے ہیں۔ اس شہر کے مکانات اتنے اونچے ہیں کہ فرعون کے بھی نہ تھے۔
لوہے کی ایسی گاڑیاں تم کو نظر آئیں گی جو کسی فرعون کے زمانے میں نہ تھیں یہ جادو تم سے بڑھ کر ہے تم صرف اپنے فائدے یا فرعون کو خوش کرنے کو جادو کرتے تھے یہاں پر سب جادوگر ہیں۔" ساحر کی خاموش تھا رولوکا بولا...... "تیرے پاس کیا ہے جو تھا وہ بھی اس جگہ آنے کے بعد تو نے برباد کر دیا۔ اب تو صرف ایک ہوا ہے۔"
"اے جدید مہربان جادوگر تو نے سچ کہا ہے میرا جادو ختم ہوا۔ یوں تو میرے جسم کے فنا ہونے کے بعد ہی میرا جادو ختم ہو گیا تھا مگر اندازہ آج ہزاروں سال بھٹکنے کے بعد ہوا۔ صرف اور صرف حقیقی باتیں سن کر۔" ساحر کی بولا۔
"آج بھی تیری دشمنی رم باز سے قائم ہے۔" رولوکا بولا۔
"جس فرعون کی وجہ سے ہماری دشمنی تھی وہ خود بے چارگی میں اپنی سڑی لاش کے اردگرد منڈلا رہا ہے اس لئے یہ راز تو راز نہیں کہ خود کو خدا کہنے والا خدا نہیں تھا وہ بھی میری طرح لاچار اور بے بس بندہ تھا شاید موسیٰ نے درست کہا تھا۔" ساحر کی بولا۔
"آج تمہارے منہ پر وہ سچی بات آ گئی ہے۔" رولوکا نے کہا۔
"ہزاروں سال کے تجربے نے یہ بات ذہن میں ڈالی ہے موسیٰ کا خدا صرف ایک تھا اور اب بھی ہے اس کے قانون اور نظام میں ذرا فرق نہیں آیا جو کچھ موسیٰ نے کہا تھا وہی ہو رہا ہے۔ اے اسرائیلی خدا اے اسرائیلی خدا کے نمائندے موسیٰ میں آج تک غلطی پر تھا اب میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں تیری ہر بات مانتا ہوں۔ میری ہزاروں سال کی غلطیاں خطائیں اتنی ہیں کہ مجھے معافی مانگنے میں شرم آ رہی ہے شرم آ رہی ہے۔" ساحر کی آواز بند ہوگئی۔
"ندامت اور شرم بڑی نایاب عمل ہیں یہ انسان کو

پاکستان ورچوئل لائبریری

معافی دلانے میں معاون ہوتے ہیں۔ تم رب کائنات سے معافی طلب کرو، اپنے گناہ کو یاد کرو اور معافی طلب کرو اگر میرا رب چاہے تو ایک معافی میں معاف کردے یاد رکھو کہ انسان اور اس کے اندر اس کی زندگی یعنی اس کی روح کو وہ دیکھ لیتا ہے اس کے سامنے سب کچھ ہے مگر وہ اتنا مہربان ہے کہ اپنے گناہ گار بندے کو معاف کردیتا ہے۔'' جادوگر کی روح نے ندامت اور شرمندگی سے گڑگڑا کر کائنات سے معافی مانگی اور ساتھ ہی رم باز کی روح نے بھی۔ پھر دونوں روحوں نے ایک انجانی خوشی محسوس کی، اس کے بعد ساحر کی اور رم باز کی روحیں گلے مل گئیں اور پھر ایک ساتھ آسمانوں کی طرف پرواز کر گئیں۔

☆......☆......☆

لکھنؤ جو ایک تہذیب ہے اس کی ابتدا؟ کس زمانے سے ہوئی ہے اور اس کلچر اور اس تہذیب کو، مزاج کو، رواج دینے والا کون تھا؟ میں نہیں جانتا۔ مگر میں جب لکھنؤ گیا تھا اس وقت تو اب واجد علی شاہ کا زمانہ نہیں تھا مگر اس کے باوجود وہ تہذیب زبان اور وہاں کے لوگوں کا مزاج وہی تھا۔ اس زمانے میں کسی ہوٹل ریسٹ ہاؤس کا وجود نہیں تھا سرائے ہوا کرتی تھیں اور دوسرے شہروں کے آئے لوگ وہیں پر مقام کرتے تھے۔

تو میں بھی ایک سرائے میں قیام پذیر ہوا تھا۔ اس سرائے کی مالکن ایک ادھیڑ عمر کی عورت تھی زیادہ بڑی سرائے نہ تھی مگر تھی صاف ستھری جگہ وہ عورت جس کا نام امیرن تھا۔ بھٹیارن، مالکن سب کچھ وہی تھی ہر کسی کو سرائے میں ٹھہراتی نہ تھی پوری چھان پھٹک کرنے کے بعد رکھتی تھی اور اپنی شرائط پر کمرہ دیتی تھی۔

مجھ سے اس نے بہت سے سوال کئے مثلاً ''لکھنؤ کیوں آئے ہو؟ دلی میں کیا کرتے ہو؟ باپ دادا کیا کرتے تھے؟ اور اسی قسم کے سوالات کے بعد اس نے ایک شرط رکھ دی۔ ''رات کا کھانا مغرب کے بعد کھانا ہوگا کیونکہ میں پھر تم کو کھانا کھلانے کو رکوں گی نہیں۔''

میں نے عرض کیا۔ ''کیا روز ایسا کرنا ہوگا۔''

امیرن بولی۔ ''ہاں تقریباً روز ہی میں جاتی ہوں۔'' وہ بولی۔

میں نے پھر پوچھا۔ ''آخر پتہ تو چلے کہ آپ کو کہاں جانا ہوتا ہے۔''

وہ بولی۔ ''میاں تم دلی والے ہو اور خود کو اہل زبان کہتے ہو اور نہیں جانتے کہ یہاں پر کسی نہ کسی نواب کی ڈیوڑھی میں مشاعرے کی محفل ہوتی ہے اللہ نواب واجد علی شاہ حضور کو جنت الفردوس میں جگہ دے یہ ان کی ریت چلی آرہی ہے۔

میں نے عرض کیا۔ ''کیا تم کو یقین ہے کہ نواب حضور کو جنت الفردوس میں جگہ ملے گی۔''

امیرن کے ماتھے پر ذرا سی شکن نمودار ہوئی یہ اس بات کی علامت تھی کہ اس کو میرا جملہ سخت ناگوار گزرا ہے بولی۔ ''میاں تم اپنی کھال میں تشریف رکھو۔''

''تو پھر آج کس نواب کی ڈیوڑھی میں مشاعرہ برپا ہے۔'' میں نے مسکرا کر پوچھا۔

امیرن بولی۔ ''آج نواب چھٹن مرزا نے انتظام کیا ہے اور تم کو سن کر شاید حیرت ہو کہ میں بھی اپنا کلام سناؤں گی۔''

میں نے واقعی حیرت سے کہا۔ ''آپ اور شاعری سمجھ میں نہیں آرہا۔''

''کسی کی سمجھ میں نہیں آتا آپ کو کیوں یقین آئے گا۔'' وہ بولی۔

''برا نہ مانا آپ دن بھر مسافروں کے کاموں میں معروف کھانا بنانا کھلانا اور سرائے کا کام پر شاعری کرنے کا وقت آپ کو کب ملتا ہوگا۔''

''آپ نے درست کہا وقت نہیں ملتا۔ مگر میں شاعری کرتی ہوں اور لوگ پسند بھی کرتے ہیں۔ شاعروں میں شرکت کے بعد بلاوے بھی آتے ہیں۔'' میرے لئے یہ بات حیرت کی تھی۔ میں نے کہا۔

''بات یہ ہے امیرن بوا کہ میں تو شاعری کی ش سے بھی واقف نہیں ہوں میں موٹریں بنانے والا موٹر مکینک ہوں ہر وقت ہاتھ پیر کالے شاعری تو بڑا نازک معاملہ ہے

میری تو سمجھ میں شعر آتے بھی نہیں بہر حال تم کہتی ہو تو میں کھانا مغرب کے بعد کھاؤں گا۔"

امیرن بولی۔ "شکریہ میاں تم نے دل خوش کر دیا اب تم اور ذرا حیرت میں ڈوب جاؤ کہ میں شاعرہ نہیں ہوں۔ آج سے پانچ سال پہلے تک میں نے کوئی شعر نہیں کہا تھا اور اب بھی نہیں کہہ سکتی مگر مجھ پر مشاعرے میں جا کر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے میں امیرن نہیں، ارم لکھنوی ہو جاتی ہوں اور سنو کہ مجھے شعر لکھنا بھی نہیں آتے میں شاعری میں کیا پڑھتی ہوئی گھر آ کر یاد نہیں ہوتا مگر میں شاعر ہوں لوگ داد دیتے ہیں اور واہ واہ کرتے ہیں۔"

اب تو میری حیرت اور بڑھ گئی میں نے کہا۔ "امیرن بوا تم نے اور عجیب بات بتائی۔"

امیرن بولی۔ "پہلے تو تم اپنی اس بوا کو دور کردو، میں بوا تم کو کہاں سے نظر آتی ہوں کہ تم نے بوا کا دم چھلہ میرے پلو میں باندھ دیا۔ اس کے بعد سنو کہ میں نے جو کچھ کہا وہ جھوٹ نہیں ہے میں امیرن کے نام سے کم اور ارم لکھنوی کے نام سے زیادہ مشہور ہوں مگر سچی بات یہ ہے کہ میں ہوں امیرن مکتب میں دو چار سال پڑھی ہوتی، رہی میری زبان تو یہ یہاں کے ماحول کی دین ہے۔"

امیرن نے اپنے بارے میں جو انکشافات کئے تھے وہ میرے لئے حیرت انگیز تھے۔ میں جس کام سے گیا تھا وہ پندرہ بیس دن کا تھا امیرن روزانہ رات کو چلی جاتی تھی اور مشاعرہ ختم کر کے کب آتی تھی مجھے نہیں پتہ۔

سویرے ناشتہ پر وہ کچھ تھکی اور کمزور نظر آئی تو میں نے پوچھا۔

"آج تم کچھ تھکی سی لگ رہی ہو شاید نیند پوری نہیں ہوئی۔"

وہ بولی۔ "تم نے درست کہا نیند کہاں پوری ہوتی ہے۔"

"اپنی مدد کو کوئی ملازم رکھ لو۔" میں نے مشورہ دیا۔

امیرن بولی۔ "وہ بھی تو اس کو گوارہ نہیں ہے۔"

میں نے چونک کر پوچھا۔ "کس کو گوارہ ہے، مالک تم ہو۔"

"ارے وہی ارم لکھنوی جو شاعری کرتی ہے اور مجھ کو اس نے آلہ کار بنایا ہوا ہے۔"

میرے لئے امیرن کی باتیں حیرت انگیز تھیں میں نے کہا۔ "تمہاری باتیں میرے سر سے گزر جاتی ہیں۔"

"میاں۔ میری باتوں پر اعتبار کون کرتا ہے تم بھی نہ کرو۔"

"ایسی بات نہیں ہے میں یقین تو کرتا ہوں مگر حیرت بھی ہوتی ہے کبھی تم ارم لکھنوی بننے پر خوش ہوتی ہو اور کبھی نالاں نظر آتی ہو، تمہاری شہرت ارم لکھنوی کے نام سے ہو رہی ہے تو برا کیا ہے۔" میں نے کہا۔

"برا یہ ہے کہ میرے شوہر نے مجھے ارم لکھنوی بنتے ہی طلاق دے دی تھی اس کو یہ گوارہ نہ تھا کہ میں راتوں کو گھر سے غائب رہوں اور ٹھیک بھی تھا مگر رات ہوتے ہی میں امیرن کب رہتی تھی۔ تو اس نے طلاق دے دی اس کے بعد داد تو بہت ہوئے واہ واہ بھی خوب ملی مگر رہی اکیلی ہی اور شاید رہوں گی بھی اکیلی ہی۔"

میں ہر روز ایک حیرت کے دریا میں غرق ہو جاتا تھا امیرن ہر روز کوئی نہ کوئی نئی بات بتا دیا کرتی تھی امیرن آہستہ آہستہ مجھ سے بے تکلف ہوتی جا رہی تھی۔ مگر اس کا روز کا پروگرام وہی تھا۔ مغرب کے بعد وہ میرے پاس کبھی نہیں آتی تھی اس کی سرائے میں زیادہ بھیڑ بھاڑ بھی نہیں ہوتی تھی اور جو تھا وہ امیرن کے بارے میں جانتا تھا۔

رات کو میں جاگ رہا تھا جب امیرن باہر سے آئی اس کا لباس بھڑکیلا تھا چکن کا کرتہ اور اسی رنگ کا آڑا پاجامہ اس کا لباس تھا اور اندھیرے میں بھی میں نے پہچان لیا کہ اس کا رنگ گلابی تھا اس لباس میں اس کی عمر دس سال کم لگ رہی تھی دن میں وہ ادھیڑ عمر کی عورت نظر آتی تھی مگر اس وقت نوجوان عورت تھی۔ چہرے پر غازہ اور بدن سے خوشبو اڑاتی ارم لکھنوی میرے لئے یہ ایک اور نئی بات تھی میں اب تک امیرن کے بارے میں کچھ نہیں سمجھ سکا ہر روز کچھ نہ کچھ نیا انکشاف یہ کیسی عورت تھی دن کچھ اور رات

میں کچھ دن میں بھٹیارن اور رات کو شاعرہ یہ کیسا تضاد تھا میرا تو دماغ کام نہ کرتا تھا۔

پندرہ دن گزر چکے تھے میرا کام ختم ہو چکا تھا مجھے واپس چلا جانا تھا مگر میں نہیں گیا۔

میں دلی میں پیدا ہوا میرا باپ بھی موٹر مکینک تھا نئی نئی موٹریں ہندوستان میں آئیں تھیں اس زمانے میں ان کی مرمت کرنے والے بھی کم تھے اور جو تھے ان کی بڑی عزت تھی ان کے بڑے نخرے تھے میرے باپ نے مجھے کسی اسکول یا مدرسے میں نہیں بٹھایا اور خود اپنا ہنر مجھے سکھایا اور میں مکینک بن گیا باپ بوڑھا ہوا تو میں استاد بن گیا اور دلی میں میرا نام تھا دوسرے شہروں میں بھی کام کے سلسلے میں جاتا تھا۔

کیونکہ وہاں پر موٹریں تو تھیں مگر بنانے والے کم تھے سب سے زیادہ کاریں دلی میں تھیں اور ان کی مرمت کرنے والے بھی دلی میں ہی تھے۔ لکھنو بھی میرا آنا اسی سلسلے کی کڑی تھی۔ میرے آنے جانے کے علاوہ میری فیس ایک نواب شرافت مرزا کے سر پر تھی انہوں نے کار تو خرید لی مگر ڈرائیور اناڑی رکھ لیا اور اس کی وجہ سے گاڑی ہر روز خراب رہتی تھی یہاں کے اناڑی مکینکوں نے اس کا حلیہ خراب کر دیا تھا تو اس نے مجھے بلوایا تھا گاڑی بن چکی تھی میرا دلی کا کام بھی رکا پڑا تھا مگر مجھے امیرن نے اپنی حیرت انگیز باتوں سے باندھ لیا تھا۔ میں جانا چاہتا تھا مگر امیرن کے ہر روز نئے نئے انکشافات میرے لئے زنجیر بن گئے تھے۔ یہ تو میری سمجھ میں آ گیا تھا کہ امیرن رات کو امیرن نہیں ہوتی ارم لکھنوی ہوتی ہے۔

اور میں نے ارم لکھنوی سے ملاقات کرنے کا ارادہ کر لیا۔ یہ میرے لئے خطرناک بات تھی مگر میں طے کر چکا تھا کہ اس معاملے کی تہہ تک ضرور جاؤں گا۔ رات دو بجے امیرن کی واپسی ہوئی۔ تانگہ اس کو دروازے پر چھوڑ کر چلا گیا اور میں اپنے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ دروازے پر صرف ایک لالٹین جل رہی تھی اس کی مدھم روشنی میں امیرن اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی اس کو میرے سامنے سے گزرنا تھا اس کے کپڑے سفید تھے اور اس پر دوپٹہ بھی سفید تھا جو کہ کاندھے پر پڑا تھا۔ ذرا سی روشنی میں آتے ہی اس نے مجھے دروازہ پر کھڑا دیکھ لیا تھا وہ آہستہ آہستہ میرے قریب آئی تو میں نے کہا۔ "ارم میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔"

وہ کھڑی ہو گئی مگر کچھ بولی نہیں میں نے پھر کہا۔

"میں موٹر مکینک مظفر حسین ولد رحمت حسین دلی والا تم سے ملاقات کے لئے اب تک جاگ رہا ہوں چند منٹ کے لئے میرے کمرے میں آ جاؤ اور کچھ بات کرو۔"

اس نے اب بھی کچھ جواب نہ دیا مگر رخ دروازے کی طرف کر لیا میں نے راستہ دیا اور وہ اندر آ گئی۔ کمرے میں لیمپ جل رہا تھا اور اس کی روشنی اتنی تھی کہ میں امیرن یا ارم کا جائزہ لے سکوں۔ آج امیرن مجھے کہیں نظر نہ آئی ہاں چہرے کے کچھ نقوش ضرور اس جیسے تھے مگر یہ عورت جو میرے سامنے تھی امیرن نہیں تھی۔ ایک بھرپور جوان عورت تھی اس کے انگ انگ سے جوانی ابل رہی تھی اس کا لباس اور بناؤ سنگھار کسی مرد کو اپنی طرف راغب کر سکتا تھا۔ وہ پلنگ پر پیر لٹکا کر بیٹھی تھی اس کے پیروں میں مہندی لگی تھی اور نہایت نازک اور خوب صورت پیر تھے دل کرتا تھا ان کو ہاتھ میں لے کر دیکھا جائے میری محویت دیکھ کر وہ بولی۔

"آپ تو چند منٹ پیر دیکھ کر ہی گزار دیں گے۔"

یہ آواز امیرن کی نہیں تھی یہ آواز نئی اور نرالی تھی اس کی آواز میں شہد کی ملاوٹ تھی اس آواز میں ستار کا سا ترنم تھا اس آواز میں نزاکت تھی حلاوت تھی سمندر تھا۔ ساز تھا۔ یہ امیرن کی آواز نہ تھی۔

میں نے بڑی مشکل سے کہا۔ "تم کون ہو، تم امیرن نہیں ہو امیرن کہاں ہے؟"

اس کے ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ آ گئی اور پھر وہی خوب صورت متوازن آواز اس کے دہن سے برآمد ہوئی۔ "امیرن بھی جو تم کو نظر آتی ہے وہ نہیں ہے اس نے ادھیڑ عمر بھٹیارن کا روپ اختیار کر رکھا ہے۔ میں ارم ہوں۔ اپنے زمانے کی ایک مشہور شاعرہ اور نواب واجد علی شاہ کی

سب سے زیادہ پیاری۔"
میں نے کہا۔ "اس طرح بات سمجھ میں نہیں آئے گی کھل کر بتاؤ۔"

"آج ایک زمانے کے بعد کوئی ایسا ملا ہے جو میرے بارے میں جاننا چاہتا ہے میں تم کو بتاؤں گی مگر ابھی نہیں ابھی تم کو انتظار کرنا ہوگا رات گزر رہی ہے پھر کسی دن تم کو بتاؤں گی۔"

"تو مجھے کب تک انتظار کرنا ہوگا۔" میں نے سوال کیا۔

"جس دن کوئی مشاعرہ نہیں ہوگا میں تم کو بتاؤں گی کیونکہ میرے آنے جانے پر بھی کچھ پابندی ہے۔"

اور وہ اٹھ کر امیرن کے کمرے میں چلی گئی اس کے جانے کے بعد بھی میں اس جگہ کو دیکھتا رہا جہاں پر وہ بیٹھی تھی اس جگہ مجھے اس کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی میں نے بڑی لاابالی اور آزاد زندگی گزاری تھی میری زندگی میں یوں تو کئی عورتیں آئی تھیں مگر شادی کرنے کا خیال کسی عورت کو دیکھ کر نہیں آیا تھا امیرن یا ارم کو دیکھ کر مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ آدمی عورت کے بغیر کس قدر ادھورا ہے کاش کہ میں اس کو شادی کی پیشکش کر سکتا کاش ایسی عورت میری ہوتی میں اس کے حکم پر چلتا وہ میری اور صرف میری ہوتی۔

پوری رات میں اسی تصور میں کھویا رہا کبھی آنکھ لگ گئی تو بھی وہی میرے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

آنکھ کھل گئی تب بھی تصور میرے سامنے مجسم ہو کر کھڑا ہو گیا۔

میں لکھنو میں بے وجہ رکا ہوا تھا مگر وجہ تھی، وجہ وہ عورت تھی وہ امیرن نہیں تھی مگر امیرن کے چہرے کے نقوش اس جیسے ضرور تھے امیرن کا اب بھی روز کا دستور تھا، وہ رات کو جاتی تھی میں نے اس دن کے بعد اس کا انتظار نہیں کیا میری سمجھ میں یہ بات آ گئی تھی کہ امیرن دن میں ایک ادھیڑ عمر نظر آنے والی عورت ادھیڑ عمر اور واجبی شکل عورت نہ تھی وہ جوان عورت تھی خود کو اس نے ایسا روپ دے رکھا تھا کہ اس پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ شاعرہ کے طور پر اس کی الگ ایک دنیا تھی اس کے مداح تھے امیرن کا کردار بھی عجیب و غریب تھا مگر وہ کون تھی؟ جو امیرن کے اندر شاعری کرتی تھی اس کے ناز و انداز ہی الگ تھے اس کا تو انداز تکلم ہی نرالا تھا۔

میرے لئے انتظار بہت گراں گزر رہا تھا، دلی میں میرا الگ نقصان ہو رہا تھا۔ میں شاید اب اور انتظار نہ کرتا کہ رات کو وہ میرے کمرے میں آ گئی وہ امیرن نظر آتی تھی مگر امیرن کا دن کا روپ نہیں تھا۔

وہ میرے سامنے پلنگ پر بیٹھ گئی تو میں نے کہا۔

"میں تو تمہاری آمد سے ناامید ہو چلا تھا اور اسی حالت میں واپسی کا ارادہ کر رہا تھا۔"

اس کے تراشیدہ ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی اور مترنم آمیز آواز میں بولی۔

"ہمارے لئے دلی دور نہیں ہے آپ پورے دیش میں کہیں تشریف لے جائیں ہم آ جائیں گے۔"

میں نے جواب دیا۔ "پھر تو میں نے بے وجہ ہی اپنا نقصان کیا ہے۔"

"آپ کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ نقصان تو شاید ہمارا ہوگا۔"

"آپ نے اپنے بارے میں بتایا نہیں۔" میں نے کہا۔

"بتانے کو ہی آنا ہوا ہے۔ آپ فرمائش فرمائیں اور ہم پوری نہ کریں۔" وہ ناز سے بولی۔

"میرا نام سروری بیگم ہے میں گیارہ سال کی عمر میں نواب واجد علی شاہ کے حضور پیش کی گئی تھی میری ماں ایک طوائف تھی۔ مجھے امامن نام کی عورت نے نواب حضور کے محل تک پہنچایا۔ میں کمسن تھی مگر صحت مند سرخ سفید رنگت کی تھی میری آنکھیں بڑی بڑی غزالی جو کہ چہرے پر نمایاں تھیں میری ماں نے مجھے موسیقی کی تعلیم دی تھی مگر میرا دل گانے ناچنے میں نہیں لگتا تھا اس کے برعکس پڑھنے کا مجھے شوق تھا۔ فارسی عربی لکھ پڑھ لیتی تھی مگر زیادہ نہیں۔

مجھے نواب حضور نے اپنے پری خانے میں داخل کر لیا۔ یہاں پر موسیقی اور ناچ کے ماہرین لڑکیوں اور

عورتوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ رات کو پری خانے میں محفلیں ہوتی تھیں اور ہر پری اپنا اپنا ہنر نواب صاحب کے روبرو پیش کیا کرتی تھی۔ نواب صاحب ان پر دولت نچھاور کرتے تھے میرا نمبر بھی ایک دن حضور نواب کے روبرو اپنا فن پیش کرنے کا آ گیا تو میں نے ہاتھ جوڑ کر ان سے معافی مانگی کہ میں ناچ اور گانے میں کچھ نہیں سیکھ سکی دوسری لڑکیوں نے میرا خوب مذاق اڑایا تو میری شکل بگڑ گئی میں شرمندہ ہو کر نواب صاحب کے قدموں میں بیٹھ گئی اور عرض کیا۔ ”حضور میرا دل ناچ اور گانے میں نہیں لگتا میرا دل پڑھنے میں لگتا ہے شاعری کرنے میں اور شاعری پڑھنے میں لگتا ہے میری تعلیم ادھوری ہے میں کیا کروں آپ چاہیں تو میں پھر کوٹھے پر چلی جاؤں اور آپ عنایت فرمادیں تو کچھ پڑھ لوں گی۔“

نواب حضور نے بڑے غور سے میری درخواست سنی اور فرمایا۔

”بہت خوب ہمارے پری خانے میں ہر قسم کے پھول ہیں رنگ رنگ کی خوشبو آ رہی ہے ہم خود شاعری کے شوقین ہیں اور شاعری کراتے ہیں یہاں پر صاحب ذوق حضرات کی کمی نہیں ہے تمہارا شوق ہمارے مزاج سے دور نہیں ہے ہم تمہارے لئے تعلیم کا بندوبست فرمائیں گے اور شاعری کے لئے استاد رستم جانا کو مقرر کریں گے تاکہ تم تعلیم کے ساتھ شاعری کی باریکیاں بھی سمجھ سکو اور ہمارے پری خانے میں ایک نئے پھول کا اضافہ ہو، اس کے لئے تم کو اسی قسم کا ماحول دیں گے تم ناچ گانا نہیں سیکھو گی۔“

میرے لئے یہ بڑی خوشی کا مقام تھا۔ حضور نواب نے جو کہا تھا میرے لئے مہیا کر دیا گیا۔ میری عربی اور فارسی کی تعلیم جاری ہو گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ اردو اور ہندی بھی میں پڑھنے لگی استاد رستم جانا بھی آنے لگے اور شاعری کی باریکیاں مجھے سکھانے لگے۔

اور ایک سال گزر گیا ایک سال کے بعد میری ماں نواب صاحب کے دربار میں حاضر ہوئی اور فریاد کی۔ ”میں نے حضور کے پری خانے میں لڑکی کو ہنر سکھانے اور آپ کی خدمت کو رکھا تھا اس کے بدلے آپ نے میرا مشاہرہ مقرر فرمایا تھا مگر آپ نے لڑکی کو اب تک کوئی ہنر میں نہیں ڈالا، میں نے سنا ہے وہ ناچ گانے کی محفلوں سے اب تک دور ہے، حضور آپ تو جانتے ہیں ہماری تو روٹی روزی اسی فن سے ہے اگر کسی طوائف کو یہ نہیں آتا تو وہ کس کام کی رہ جاتی ہے۔“

نواب صاحب نے سکون سے اس کی بات سنی اور پھر فرمایا۔ ”ہم کسی عورت پر اپنی مرضی زبردستی نہیں چلاتے اس کے رجحان اور شوق کو دیکھ کر اس کو کام دیتے ہیں ہمارے پری خانہ میں تم جا کر دیکھ لو، کچھ تم کو وہ عورتیں اور لڑکیاں بھی ملیں گی صرف اپنی خوب صورتی اور نزاکت کی وجہ سے ہیں ان کو ناچ گانے پر مجبور نہیں کیا ہے مگر وہ پھول ہیں، پھولوں کو سجا کر رکھا جاتا ہے ان سے ماحول خوشگوار ہوتا ہے ہم ان کو سونگھتے ہیں اور پھر اسی گلدان میں سجا دیتے ہیں یہ ہمارا شوق ہے ہر حسین چہرہ اور حسین جسم ہماری کمزوری ہے۔ سرور پری نے ناچ گانے سے منع کیا اس نے اپنی تعلیم پوری کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور ہم نے اس کی خواہش کے مطابق استاد مقرر کر دیئے ابھی کچھ دن جاتے ہیں کہ وہ شاعرہ ہو جائے گی اور نام روشن کرے گی ہماری ڈیوڑھی میں بھی مشاعرے ہوتے ہیں ان میں اپنا کلام سنائے گی اب رہا تمہارا معاملہ تو جب تک زندہ ہو تمہارا خرچ ہم ادا کریں گے۔“

نواب حضور کے جواب کے بعد میری ماں کے پاس کوئی سوال نہ تھا وہ پری خانہ محل خاص میں میرے پاس آ گئی، اس نے بہت کوشش کی کہ میں ناچ گانے کی طرف رجوع ہو جاؤں مگر میں راضی نہ ہوئی اور وہ ناراض ہو کر ایسی گئی کہ پھر نہ آئی۔

نواب حضور کا زیادہ وقت پریوں کے درمیان گزرتا تھا۔ پریوں میں ایک دوسری سے بازی لے جانے اور حضور کی خدمت کرنے کا جذبہ رقابت کی صورت اختیار کرتا تو نواب حضور خود اس کا فیصلہ فرماتے اور ہر عورت کے ساتھ انصاف کرتے، ہر پری ان پر واری صدقہ جاتی تھی۔ پریوں کا تو کیا کہنا ہر روز کوئی نہ کوئی نئی آتی تھی۔

میری تعلیم جاری تھی اور عمر بڑھ رہی تھی، میں پندرہ سال کی ہوئی تو میرے ذہن میں کوئی کمی نہیں تھی۔ میں بھرپور جوان تھی، ایک رات اچانک نواب صاحب میری طرف آئے، میں نے جھک کر ان کو تعظیم دی، انہوں نے فرمایا۔ ''اب تم سناؤ تمہاری تعلیم کس مرحلے میں ہے۔'' میں نے عرض کیا۔

''حضور کی عنایت ہے کہ میں کچھ سیکھ گئی ہوں اور کچھ موزوں کرنے لگی ہوں۔''

مسکرا کر بولے۔ ''تمہارا پہلا شعر ہم سنیں گے مگر ابھی نہیں تم خود کو تیار کرو۔'' میں ان کے اشارے سمجھ رہی تھی ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر جملہ بڑی دور تک مار کرتا تھا، میں نے گردن جھکا دی اور کہا۔ ''باندی حاضر ہے۔''

وہ اٹھ کر چلے گئے اور مرے اندر ایک ہلچل سی پیدا ہوگئی، ہماری پیشہ والیاں تو اپنے جسم کی پوری پوری قیمت وصول کرتی ہیں، میں نواب کے پاس نہ ہوتی تو میری بھی ماں کب کی میری قیمت وصول کر چکی ہوتی اور میں بھی خوشی خوشی خود کو بازار میں رکھ کر فروخت کر دیتی کوئی نواب کوئی رئیس میری قیمت ادا کر دیتا۔

نواب صاحب اس کے ٹھیک آٹھ دن بعد پھر میرے پاس آئے اور ساری رات میرے پاس رہے، ان کی رفاقت اور ان کا پیار شاید میرے لئے ہی تھا۔ شاید سب محل کی عورتوں کو ایسا ہی لگتا ہو، میں ان کی محبت سے نہال ہوگئی۔

وقت گھنٹے اور دن رات میں گزرتا رہا اور ایک دن میں نے ان کو خوش خبری دی کہ میں امید سے ہوں۔ نواب صاحب کے لئے یہ مژدہ جانفزا ثابت ہوا اس خبر کے سنتے ہی وہ بہت خوش ہوئے مدت معینہ گزرنے کے بعد مثل ماہ تاباں ایک لڑکا تولد ہوا تو خوشی منائی گئی۔ خاص خاص لوگوں اور مقربان نے مبارک باد کی رسم ادا کی اور اس خوشی میں ایک جشن کا اہتمام کیا گیا اور محفل طرب منعقد کی گئی۔ خاص محل کی پریوں نے جواہرات بیش بہا اور لباس فاخرہ سے اپنے آپ کو سجایا، بس یوں سمجھ لیں کہ عید کا سماں تھا۔ یہ ایک ایسا جشن مسرت تھا کہ پھر کوئی ایسا جشن نہیں ہوا، اور بڑے چاؤ سے اناؤں کی گودوں میں اس بچے کی پرورش ہوتی رہی۔

نواب واجد علی شاہ کا خاص محل پریوں سے بھرا ہوا تھا ان کے پری خانے میں طرح طرح کی عورت موجود تھی اور وہ خوش تھی کسی کو زبردستی نہیں رکھا گیا تھا جو اگر واپس جانا چاہتی تو جا سکتی تھی مگر میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی عورت اس محل میں آنے کے بعد واپس گئی ہو یہاں کا عیش و آرام اور عنایات اس قدر تھیں کہ وہ ان کو جانے نہیں دیتی تھیں نواب صاحب کی نظر ہر ایک پر تھی وہ سب کے ساتھ انصاف کرتے تھے اور ان کو خوش کرنے کے طور طریقوں سے واقف تھے۔

میں اب مشاعروں میں اپنا کلام سنانے لگی تھی۔ میرا کلام محفلوں میں گایا جانے لگا تھا نواب صاحب سن کر خوش ہوتے تھے۔

محلاتی لڑائیاں اور رقابتیں اپنی جگہ پر تھیں ایک دوسرے کو حضور سے گرانے اور خود کو اوپر لانے کی سازشیں تو تھیں مگر اس پر بھی خاص محل کی رونقوں پر اثر نہ تھا اس کی وجہ نواب صاحب خود تھے ان کو کون ناراض کر سکتا تھا ان کا حکم آخری تھا۔ میری شاعری نے بڑی بڑی ہنر والیوں کو شرما دیا۔ میں مشاعرہ پڑھتی تو پنڈال میں سانپ سونگھ جاتا اور واہ واہ کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوتا۔

میرا ترنم اتنا شیریں تھا کہ میرے شعر کی کمزوری کو بھی ڈھانپ لیتا تھا۔ میں نے گانا نہیں سیکھا تھا مگر تھی تو پیدائشی طوائف کچھ تو ہنر ماں کی طرف سے مجھے ملا تھا وہ میری آواز میں موجود تھا۔ لکھنؤ کے گلی کوچوں میں میری دھوم تھی۔

شہرت رقابت پیدا کرتی ہے اور رقابت سازش پیدا کرتی ہے یہی کچھ میرے ساتھ ہوا مگر میں نے اتنی جلدی ہار نہیں مانی ہر رقیب سے مقابلہ کرتی رہی اس دوران دو دفعہ میں امید سے ہوئی اور دونوں دفعہ لڑکوں کو جنم دیا۔ میری کشش میں کمی نہ تھی میں آج بھی خود کو پر جوش اور توانا پاتی

تھی۔نواب صاحب میری خلوت میں پوری طرح سیراب ہوتے تھے مگر مرد کی فطرت بھی خوب ہوتی ہے وہ پیٹ بھر کھا کر بھوکا رہتا ہے اس کی دسترس میں جو عورت ہوتی ہے وہ اس کو اچھی نہیں لگتی شاید اسی لئے کہاوت ہے۔

”اپنی اولاد اور دوسرے کی بیوی اچھی لگتی ہے۔“

میری عمر صرف بائیس سال تھی اور مجھ سے تین بچے پیدا ہوگئے تھے، میں تین بچوں کی ماں تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ اگر کسی کو نہ بتایا جائے تو وہ مجھے شاید کنواری ہی خیال کرے۔مگر نواب صاحب تو سب جانتے تھے ان کو تو اندر باہر سب حالات پتہ تھے۔ان کے ذہن میں تو میں تین بچوں کی ماں تھی ان کے ذہن سے یہ بات کون نکال سکتا تھا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا دھیان گلزار پری اور دوسری نئی پریوں کی طرف ہونا شروع ہوگیا، رقابت میرے ذہن میں بھی آ گئی۔

میں منظور نظر اب نظر انداز کئے جانے لگی۔مگر میں نے اس رقابت کو اپنا روگ نہیں بنایا۔مجھ پر مشاعروں میں جانے پر پابندی نہ تھی میری پالکی روزانہ باہر جاتی تھی، کہار روزانہ کے جانے سے پہچانتے تھے ان کو صرف بتانا ہوتا تھا کہ کہاں جانا ہے اس دن بڑا مشاعرہ تھا اور میرا بلاوہ تھا۔ پورے شہر لکھنو کے شاعر اور گردونواح کے جانے جانے شعرا موجود تھے، رات کا پروگرام تھا۔میرا نمبر ڈھائی بجے رات کو آیا میں نے تازہ کلام پیش کیا۔ایک دو پرانی غزلوں کی فرمائش پوری کی تو تین بج گئے۔ میں نے صدر محفل سے واپسی کی اجازت لی اور واپس روانہ ہوئی مگر قسمت کی خرابی کہ سنسان راستہ میں چار لٹیروں نے گھیر لیا۔کہاروں کو مارا پیٹا اور ان کو بھگا دیا اس کے بعد ڈولی کا پردہ اٹھا کر ایک نہایت خوفناک مونچھوں والے نے کہا۔”ارم لکھنوی صاحبہ ایک آدھ کلام ہم کو بھی سنا دیں۔“

میں نے کہا۔”تم نہیں جانتے تم کس سے بات کر رہے ہو، میں نواب حضور کی پری ہوں اور خاص محل میں رہتی ہوں، نواب صاحب کو پتہ چل گیا کہ تم نے میرے ساتھ بدتمیزی کی ہے تو تمہارا ٹھکانہ لکھنو میں نہ ہوگا۔“ وہ مونچھوں والا میری بات سن کر زور سے ہنس پڑا اور بولا۔

”بڑی نادان ہو، اگر میں کہوں کہ میں نواب صاحب کے کہنے پر ہی آیا ہوں تو پھر۔“

میں نے کہا۔”میں تم کو جھوٹا فریبی کہوں گی۔“

وہ بولا۔”تم نے نوابوں کی فطرت کو نہیں پڑھا، یہ جب تک مہربان ہوتے ہیں اس وقت تک ان کی مہربانیاں اور عنایتیں جاری رہتی ہیں اور جب نظر پھیر لیتے ہیں تو ان سے بڑا دشمن کوئی نہیں، تم زیادہ ہوشیاری نہ دکھاؤ یاد رکھو کہ اب نواب صاحب تم کو برداشت نہیں کریں گے، مجھے تو ایسا حکم دیا ہے کہ میں بتا نہیں سکتا مگر تمہاری عمر اور جوانی کو دیکھ کر مجھے تم پر رحم آ رہا ہے، ابھی تمہارے کھانے کھیلنے کے دن ہیں مگر یہ دن تم کو لکھنو سے باہر گزارنے ہیں، میں تم کو نصیر آباد پہنچائے دیتا ہوں، وہاں پر میرا گھر ہے بیوی ہے، وہاں پر تم رہنا اس کے بعد تم جہاں کہو گی چلی جانا، مگر میری ایک بات یاد رکھنا میں مفت میں یہ کام نہیں کروں گا تم کو اپنے حسن کا خراج ادا کرنا ہوگا، میری بیوی ہے تو مگر اب میرے قابل نہیں رہی، بولو منظور ہے۔ اگر نہ منظور ہو تو پھر میں تم کو ان تینوں کے حوالے کر دیتا ہوں تینوں تمہارے دیوانے ہیں خوب خدمت کریں گے تمہاری۔“

میرے لئے دونوں طرف خطرہ تھا مگر تین سے بہتر میں نے ایک کو جانا اور اس کے گھوڑے پر سوار ہوگئی۔اس نے اپنے ساتھیوں سے کیا کہا مجھے نہیں پتہ اور نصیر آباد کی طرف گھوڑا دوڑا دیا۔

نصیر آباد لکھنو سے چار پانچ کوس دور ایک قصبہ ہے۔ یہاں پر بھی لکھنوی تہذیب کے اثرات پوری طرح ہیں۔ مگر نواب صاحب کے اثرات زیادہ نہیں تھے۔لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔مونچھوں والا جو مجھے یہاں لایا تھا اس کا نام گوہر جان تھا وہ قوم کا پٹھان تھا اس کے گھر میں بیوی تھی مگر اتنی کمزور اور دبلی تھی کہ اس کی زندگی اجیرن معلوم ہوتی تھی اس کو دق کی بیماری تھی اور کچھ روز کی مہمان لگتی تھی اس نے مجھے دیکھا ضرور پر زبان سے کچھ نہ کہا۔

رات کو وہ میرے پاس آ گیا اور میرے ہی پاس رہا۔

گوہر جان کے اس اجاڑ گھر میں میرا دل کس طرح

لگ سکتا تھا میں خاص محل میں رہنے والی، یہ گھر میرے لئے اجاڑ ہی تھا پھر مجھے سارے کام خود کرنا پڑتے تھے۔ چند روز میں، میں تنگ آ گئی اور جانے کی اجازت طلب کی تو گوہر جان بولا۔

"ارے جان من ابھی تو تم سے دل نہیں بھرا کیسے جانے دوں؟"

میں نے اصرار کیا تو وہ بولا۔ "تم وہ پھل ہو جس کا رس ختم نہیں ہوتا۔"

میں نے کہا۔ "میرے تین لڑکے ہیں وہ نواب حضور کے پاس پل رہے ہیں تم کو پتہ ہے۔"

"پتہ تو ہے مگر یقین نہیں آتا، میں تم کو زندگی بھر خوش رکھوں گا میری بیوی چند دن کی مہمان ہے میں تم سے نکاح کروں گا اور تم کو رانی بنا کر رکھوں گا۔"

میں نے کہا۔ "تم نوکری پیشہ آدمی ہو میرے اخراجات تم سے برداشت نہ ہوں گے نواب حضور کے پاس رہ کر آئی ہوں تم وہ عیش و آرام کہاں دو گے میرا خیال دل سے نکال دو اور مجھے میری ماں جو کہ امروہہ میں رہتی ہے پہنچا دو۔"

گوہر جان اداس ہو گیا اور بولا۔ "تم کو کس دل سے جدا کروں۔"

"تم نواب حضور کے ملازم ہو اگر ان کو ذرا سی بھی بھنک مل گئی کہ تم نے مجھے اپنے گھر میں ڈال رکھا ہے۔ تو پھر سمجھ لو تمہاری خیر نہیں تمہاری زندگی اجیرن ہو جائے گی۔"

یہ سن کر گوہر جان کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار آ گئے اور وہ بولا۔

"ٹھیک ہے میں تم کو امروہہ تمہاری ماں کے پاس پہنچا دوں گا اگر اس نے تم کو قبول نہ کیا تو پھر کیا کرو گی۔"

میں نے جواب دیا۔ "میرا نام سروری بیگم ہے اور حضور نواب نے سروری پری لقب دیا تھا تم صرف وہ کرو جو میں کہتی ہوں آگے کا حال کیا ہو گا تم نہ سوچو۔"

گوہر جان بولا۔ "ٹھیک ہے سروری بیگم جو کہو گی کروں گا تم میری بیگم نہ بن سکیں یہ میرے نصیب کی بات ہے پر کبھی کبھی اپنے اس خادم کو یاد ضرور کر لیا کرنا اور کیا میں کبھی کبھی تمہارے پاس آ سکوں گا۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تم خوابوں کی دنیا میں رہتے ہو، میں محلات میں پرورش پانے والی نواب کی منظور نظر اگر تمہارے ہاتھ آ گئی تو تم نے مجھے اپنا سمجھ لیا، گوہر جان یہ وقت وقت کی بات ہے تم نے نصیب سے جو پا لیا اس کو بہت سمجھ لو اور زیادہ کی ہوس نہ کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

گوہر جان مایوس ہو کر بولا۔ "ٹھیک ہے جو ملا ہے وہی میری زندگی کا اثاثہ ہے اور کوئی تمنا نہیں کرتا، تم خوش رہو گی تو میں تم کو دور سے دیکھ کر بھی خوش ہو لوں گا۔"

گوہر جان نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور مجھے امروہہ پہنچا دیا اور گھر کے اندر تک نہ گیا۔ میری ماں نے اچانک مجھے بے سروسامانی کے عالم میں آتے دیکھا تو پریشان ہو گئی اور بڑھ کر اس نے مجھے گلے لگا لیا اور رو کر بولی۔ "تیری حالت کا اندازہ تیری شکل دیکھ کر ہوتا ہے۔ بتا میری بیٹی تجھ پر کیا بیتی۔"

میں نے پورا احوال نواب کے پاس سے لے کر گوہر جان تک کے سب بیان کر دیا تو وہ بولی۔

"ہائے ہائے! خدا غارت کرے اس نواب کو اس نے تیرے ساتھ بہت برا کیا ہے ارے اندھا تھا وہ دیکھ نہیں سکتا تھا کہ ابھی تیرا کیا بگڑا ہے تیری عمر صرف تیئس سال کی تو ہے ابھی تو جوان ہے چہرہ بھی شاداب ہے۔ تو کیوں فکر کرتی ہے اچھا کیا جو میرے پاس آ گئی۔"

میں نے کہا اماں۔ "یہ علاقہ بھی نواب واجد علی شاہ میں ہے یہاں پر بھی اس کا ہی حکم چلتا ہے۔ اگر ذرا بھی بھنک اس کو لگ گئی کہ میں تمہارے پاس ہوں تو اس کے ہرکارے آ جائیں گے پھر تم کیا کرو گی۔"

اماں بولی۔ "اول تو ایسا ہو گا نہیں اس لئے کہ نواب خود پریشان ہے امور سلطنت میں اس کی عدم دلچسپی کی وجہ سے نظام سلطنت بہت بگڑا ہوا ہے ہر طرف رعایا پریشان ہے اور انگریز تاک میں بیٹھا ہے عوام پریشان ہے نواب سے محبت اپنی جگہ مگر کوئی بھوکا کب تک رہ سکتا ہے، نواب کی

پاکستانی وقار عظیم پیوائٹ ڈاٹ کام

عیاشیاں اور فضول خرچیاں اتنی زیادہ ہیں کہ خود ان کا پورا نہیں ہوتا۔"

میں نے حیرت سے کہا۔"اس قدر حالات خراب ہیں اور مجھے پتہ بھی نہیں۔"

"محلات میں رہنے والی عورتوں کو کیا پتہ کہ باہر کیا حالات ہیں؟ دوسرے تم جب باہر آئیں تو اپنی پریشانی اور گوہر جان کے پھندے میں پھنس گئیں کچھ دن جاتے ہیں کہ تم نواب کی جانب کی کوئی خبر نہ لو گی تم بے فکر ہو کر میرے پاس رہو۔" اماں نے جواب دیا۔

میں نے پوچھا۔"کاروبار کا حال تو بتاؤ۔"

طوائف کی کمائی اس کی لڑکی ہوتی ہے میں نے موسیقی اور ناچ کی تعلیم کے لئے تجھے پری خانہ میں ڈالا تھا مگر تو ناچ گانے سے دور ہو گئی شاید یہ خون کا اثر تھا نواب چھٹن مرزا خاندانی نواب اور شعر و شاعری کے دیوانے تھے وہی جراثیم تم میں آ گئے ہیں۔"

"تم نے درست کہا اماں شاید ایسا ہی ہوا ہے۔" میں نے کہا۔

میں نواب چھٹن مرزا کی داشتہ تھی جب تک وہ زندہ رہے انہوں نے کسی اور کا منہ نہ دیکھنے دیا۔"

"تم نے درست کہا اماں آدمی آدمی میں فرق تو ہوتا ہے اب اخراجات پورے کرنے کا کیا ذریعہ ہے۔" میں نے پوچھا۔

"میں نے ایسا بندوبست کیا ہے کہ کچھ لڑکیاں شام کو آ جاتی ہیں، اگر میرے کہنے پر چلی ہوتی تو تیرے کتنے قدر دان ہوتے میرا بڑھاپا بھی سکون سے گزر جاتا اور تیرے اردگرد بھی بھیڑ ہوتی تیری اولاد بھی تیرے پاس رہتی۔"

اماں بولی۔"اماں بات تمہاری درست ہے پر انسان کا سوچا سب پورا کب ہوتا ہے اگر ایسا ہونے لگے تو تقدیر کو کون اہمیت دے گا۔"

اماں طوائف کی جو عادتیں ہوتی ہیں وہ ان کو چھوڑ نہیں سکتی وہ چاہتی ہے اس کے گرد اس کے دیوانوں کا میلہ لگا رہے مگر عمر کے ساتھ ساتھ اس کی جاذبیت رعنائی ختم ہو جاتی ہے اس کے عاشق اس سے دور ہوتے جاتے ہیں اور وہ اداس ہوتی جاتی ہے چور چوری سے جاتا ہے مگر ہیرا پھیری سے باز نہیں آتا یہی حال طوائف کا ہے اس کے عشاق دور ہوتے جاتے ہیں اور اس کے دکھ میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ چاہے بظاہر وہ خوش و خرم نظر آتی ہو مالی طور پر بھی خوشحال ہو مگر اندرونی طور پر وہ جلن اور کڑھن کا شکار ضرور ہوتی ہے۔"

"ارے تو نواب کے پاس رہ کر پوری علامہ بن گئی ہے۔" اماں نے کہا۔

رات کو محفل ضرور ہوتی تھی تماشائی آتے تھے مگر میں نے اس محفل میں کبھی شرکت نہیں کی میں اپنے کمرے میں پڑی شعر و سخن میں مصروف ہوتی میری غزلیں وہ لڑکیاں سر اور تال سے محفل میں گاتی تھیں پھر میری غزلیں پورے بازار میں گائی جانے لگیں اور میری شہرت امروہہ کے بازار میں پھیل گئی اور ایک وقت آیا کہ شہر بھر میں لوگ میرے نام سے واقف ہو گئے اس دوران نواب واجد علی شاہ کی نوابی زوال پذیر ہو گئی۔ اب مجھے کسی قسم کا ڈر نہ تھا۔ میں مشاعروں میں جانے لگی اور کئی دفعہ لکھنو بھی مشاعرہ پڑھنے گئی۔ وہاں پر میں نے مرثیے بھی لکھے اور اپنی پرسوز آواز میں ان کو پڑھا اس سے اور شہرت میں اضافہ ہوا۔ مگر میں بھی اندرونی طور پر خوش نہ تھی اس کی وجہ مجھے میری اولاد کا غم تھا نواب کی بربادی کے بعد پری خانہ اور پریاں بھی برباد ہو گئی تھیں۔ گوروں نے نواب کے خاندان کے ساتھ بہت برا سلوک کیا تھا ان کو چن چن کر مارا تھا اور جو بچے تھے وہ دور دراز شہروں میں گمنامی کی زندگی گزار رہے تھے۔ حرم کی عورتیں اور ان کے بچے زیادہ تر تو انگریزوں کی دشمنی کی نذر ہو گئے اور جو بھاگ سکے وہ بھی خود کو شاہی فیملی کا ظاہر نہیں کرتے تھے۔ ہزاروں کی زندگیاں برباد ہو گئی تھیں میں ان حالات میں اپنے بچوں کی بابت کس سے پتہ کرتی اور اگر کرتی تو میرا تعلق بھی نواب سے ظاہر ہو جاتا اور میں بھی عتاب میں آ جاتی۔ ساری ساری رات میں کرب میں مبتلا

رہتی اس کرب کے دوران جو مرثئے میں تحریر کرتی وہ بڑے پراثر ہوتے پھر میں ان کو اسی کرب میں ڈوب کر محفل میں سناتی تو عقائد کے پکے لکھنؤ کے لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے اور مجھ پر دولت نچھاور کرتے۔

عورت کوئی ہو اس کو اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے۔ یہ محبت بڑی انوکھی چیز ہے یہ محبت نہیں دیکھتی کہ اس کی اولاد اس سے محبت کرتی ہے کہ نہیں بس ماتا کی محبت الگ ہی جذبہ ہے یہ ہر محبت سے بلند ترین ہے یہ محبت جواب میں محبت نہیں مانگتی بس خود مرتی ہے۔

وقت کے ساتھ ساتھ میری محبت بھی ہر روز تازہ ہوتی تھی میں ہر روز بچوں کے بارے میں سوچتی وہ اتنے بڑے ہو گئے ہوں گے بڑا تو ہوشیار ہوگا ماں کو پہچانے گا کہ نہیں وغیرہ وغیرہ۔

وقت گزرتا رہا اماں کے انتقال کے بعد میں نے امروہہ کا کوٹھا فروخت کر دیا اور لکھنؤ میں نولکھا بازار میں ایک مکان خرید لیا اور باعزت طریقہ پر رہنے لگی۔ وقت کے ساتھ ساتھ لوگ بھول گئے میری ماں کی شخصیت کا غلاف مجھ پر سے وقت نے اتار دیا تھا اور اب میں صرف ایک شاعرہ تھی اور مرثیہ خوانی کے لئے بلائی جاتی تھی لوگ میرا احترام کرتے تھے ان کو پتہ نہیں تھا کہ میں نواب واجد علی شاہ کی پری ہوں میں ایک طوائف کی اولاد ہوں۔

میرے تین لڑکے نواب سے ہوئے مگر اب کہاں ہیں مجھے نہیں پتہ کہ وہ اب کس حال میں اور کہاں ہیں کبھی کبھی میں سوچتی اب تو وہ جوان ہو رہے ہوں گے کیونکہ میرے سر میں بھی چاندی کے تار نمایاں ہو گئے ہیں۔

نواب کے زوال کے بعد ان کا کیا حشر ہوا ہوگا، نواب کے خاندان کے ساتھ اچھا سلوک انگریزوں نے نہیں کیا تھا۔

میں ان کے خیال سے جتنا بچنا چاہتی تھی وہ اتنا ہی آتا تھا۔ میری خاموش طبیعت اور اداسی چہرے پر چپک گئی تھی میں مسکرانے کی کوشش کرتی تو ناکام ہوتی تھی۔ میرے پاس ایک بوڑھی عورت ملازم تھی اس نے میری اداسی دیکھی تو وہ بہت متاثر ہوئی اور میری دائمی اداسی کے بارے میں جاننے کی کرید ہو گئی، مگر میں نے اس کو کچھ نہ بتایا تو ایک دن وہ بولی۔

''بیگم جی میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ کی فکر اور اداسی بے وجہ نہیں ہو سکتی، میں ہوں تو غریب عورت اور گول گنج میں رہتی ہوں مگر میرے اندر جو دل ہے وہ کسی کی بھی مصیبت دیکھ کر تڑپ جاتا ہے اگر کوئی راز کی بات ہے تو بھی مجھ غریب پر آپ بھروسہ کریں میں آپ کے راز کی حفاظت کروں گی۔''

اس عورت نے یہ الفاظ اتنے پرسوز انداز میں ادا کئے کہ میرا دل بھر آیا اور آنسو آنکھوں سے بے اختیار بہنے لگے، شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ بہت دن کے بعد ہمدردی کے الفاظ میرے کانوں میں آئے تھے اور آنسوؤں کا سیلاب بھی بہت دن سے رکا ہوا تھا اب جو ذرا جگہ ملی تو تیزی سے بہہ نکلا آنسوؤں کا سیلاب ذرا رکا تو وہ بولی۔ ''بیگم جی! میں جانتی ہوں آپ دکھی ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ کے کلام میں اتنا درد ہے کہ جو سنتا ہے رونے لگتا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''تم نے درست کہا ہے، میں دکھی ہوں، میں نے اس دکھ کو ابھی تک اپنے اندر چھپا کر رکھا ہے، چھپایا اس لئے کہ میں خود تماشہ نہیں بننا چاہتی، میرا تعلق نواب واجد علی ساہ سے رہا ہے اور اس دور میں گورے نواب کے دشمن اور اس کے خاندان کے سخت خلاف ہیں وہ نواب کی ہر نشانی کو برباد کر رہے ہیں، تم نے خود دیکھا ہے کہ انہوں نے حضور باغ اور شہنشاہ باغ کا کیا حشر کر دیا ہے، مینا بازار اور خاص محل میں گھوڑے باندھے جانے لگے۔ سکندر باغ میں جوا خانہ قائم کر دیا۔ وزیر منزل کی کیا شان تھی تم نے کہاں دیکھا ہوگا میں تو وہاں رہی ہوں آج اس کا نشان نہیں ملتا۔ داروغہ نجم النساء بیگم کے کیا ٹھاٹ تھے اس کے خاندان کے ساتھ انگریزوں نے کیا کیا وہ تو ملازم تھی شاہی خاندان کی نہ تھی مگر صرف اس لئے اس کے خاندان کو تباہ کیا گیا کہ وہ نواب کی منظور نظر تھی میں بھی شاہی خاندان کی نہیں ہوں مگر منظور نظر تو تھی مجھ پر بھی

عتاب آسکتا ہے۔"

میں نواب کے برے وقت میں نواب سے دور تھی گو کہ مجھ پر بھی سخت وقت تھا مگر نواب پر تو بہت زیادہ وقت خراب تھا ان کو قید کرلیا گیا تھا ان کی ہر چیز پر گوروں کا قبضہ تھا۔ میں ان کی کیا مدد کرسکتی تھی ہوتی تو میرا حشر بھی وہی ہوتا جو کہ اور سینکڑوں عورتوں کا ہوا ان کے بچوں کا ہوا، میرا دکھ یہ ہے کہ نواب واجد علی شاہ سے میرے تین لڑکے پیدا ہوئے اور القابات سے نوازے گئے اور ان کی پرورش ناز نعم سے ہوتی رہی۔ مگر پھر میں اچانک نواب سے دور کردی گئی اور نواب پر برا وقت آ گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے بچے کہاں گئے، مر گئے، مار دیئے گئے یا زندہ ہیں تو کہاں ہیں، کس حال میں کس کے پاس ہیں؟"

اب تو وہ اگر ہوں گے تو جوان ہوں گے اپنی بدنصیب ماں کو کیسے پہچانیں گے شاید میں اسی حسرت میں مرجاؤں گی مگر میری روح شاید اپنے بچوں سے ملے بغیر اوپر نہ جائے۔ یہ حسرت مجھے ہے اور رہے گی میں نے اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزاری مگر اولاد کی محبت نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔"

ملازمہ عورت بولی۔ "بیگم آپ کا دکھ ایسا ہے کہ اس دور میں آپ کی مدد کوئی نہیں کرسکتا آپ کو صبر کرنا ہے اور وقت کے بدلنے کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"یہی تو غم ہے کہ میں نہ خود کچھ کرسکتی ہوں اور نہ میری مدد ہوسکتی ہے کتنی جلدی وقت نے کروٹ بدلی ہے محبت کا گہوارہ لکھنو کیسا بے مروت ہوگیا کیسا ڈر و خوف دلوں میں اتار دیا کہ بات کرنے سے ہر لفظ کو تولنا پڑتا ہے اور چاروں طرف دیکھنا پڑتا ہے ان دنوں کی یاد ہی رہ گئی ہے جب دن عید ہوا کرتا تھا اور رات شب برات، نواب حضور کا زمانہ ہم عورتوں کا زمانہ تھا نواب نے ہزاروں عورتوں کو نوازاہ ان کی اولادوں کو نوازاہ مجھے یاد ہے جب کوئی پری حمل سے ہوجاتی تھی تو نواب کتنے خوش ہوتے تھے اور حاملہ کے لئے کتنے انعام و کرام مقرر کرتے تھے اور بچہ ہونے پر کس قدر خوش ہوتے تھے اس معاملے میں وہ اس بات کی قطعی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ بچہ باندی سے ہوا کہ پری خانہ کی پری سے یا رانی بیگم سے کیسا فراخ دل نواب تھا عورتوں کے معاملے میں مگر اس نے کبھی کسی آدمی پر بھی کسی قسم کا ظلم نہ کیا اس کی رحم دلی اور درگزر کرنے کی عادت نے کسی کا نقصان نہ کیا آج دور دور ایسا انسان نظر نہیں آتا۔"

"جی! آپ نے درست فرمایا وہ دور میں نے بھی دیکھا ہے شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے ہر ایک کے ساتھ انصاف ہوتا نواب کی ذاتی شوق اور مصروفیت سے رعایا کو کیا غرض تھی مگر سنا ہے کہ امور سلطنت میں نواب کو کم دلچسپی تھی اور اپنے مشغلوں سے زیادہ تھی۔" ملازمہ بولی۔ "شاید یہی درست ہو اور اسی وجہ سے ان پر زوال آیا ہو۔" میں نے کہا۔

☆......☆......☆

اور پھر ارم لکھنوی اپنی حسرتیں، آرزوئیں اور ادھوری تمنائیں لئے نولکھا بازار کے اس مکان میں سے رخصت ہوگئی وقت مقررہ ختم ہوا عمر کی پونجی تمام ہوئی میرا جسم میرے سامنے ساکت پڑا تھا یہ وہی جسم تھا جس پر نواب صاحب کی جان جاتی تھی یہ وہی جسم تھا جس کو دیکھ کر پری خانہ کی عورتیں حسد اور جلن میں مبتلا ہوجاتی تھیں، یہ وہی جسم تھا جس نے تین پھولوں کو اپنے اندر پالا تھا، مگر وہ کہاں تھے؟ کون بتلائے کہ میں ان کو دیکھ سکوں کون سا طریقہ ایسا ہے کہ میں اپنے جسم کے ان ٹکڑوں کو چھو سکوں گی مگر آج جسم ہڈیوں کا ڈھیر ہے کون اس کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ اس جسم نے کتنا پیارا وقت گزارہ تھا یہ کتنا شاندار اور نواب حضور کا پیارا جسم تھا۔ یہ مٹی کا ڈھیر مٹی میں ملا دیا گیا میں دیکھتی رہی میری قبر کے کنارے کھڑے ہوکر لوگوں نے میری مغفرت کی دعا کی اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے یہ ہے انسان کی آخری منزل۔

میری گردش ختم نہ ہوئی میں اب تک اپنے تینوں پھولوں کو تلاش کررہی ہوں میرے رہنے کے لئے ضروری تھا کہ کچھ کروں بلاوجہ بھٹکتی رہوں گی تو کچھ نہیں ہوگا، لکھنو میں پرانا ماحول کس قدر موجود تھا لوگ علم و ادب کے قدر دان تھے شعراء سخن کو سمجھتے تھے میرے لئے یہاں کی آب و

ہوا بہت بہتر تھی میرے اندر کی شاعرہ نہیں مری تھی مگر اس کے اظہار کا ذریعہ نہ تھا تو میں نے امیرن کو اس کام کے لئے چنا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا جسم اور قد میرے جیسا تھا اور یہ بھرپور جوان عورت تھی میں اس کے اندر آئی تو اس کے شوہر کو برا لگا اور اس نے اس کو طلاق دے کر گھر سے رخصت کر دیا، اب ضروری تھا کہ اس کا ذریعہ معاش اور پردہ داری کا اہتمام کیا جائے تو یہ مختصر سی سرائے بنائی اور امیرن کا یہ روپ بنایا جو کہ تم دیکھ رہے ہو۔ میں کہیں نہیں جاتی امیرن کے روپ میں اسی جگہ رہتی ہوں مگر ہر وقت امیرن ارم نہیں ہوتی اور ارم امیرن نہیں ہوتی کبھی میں امیرن کے روپ میں مسافروں کے لئے روٹی پکاتی ہوں ان کو پیش کرتی ہوں اور کبھی ارم کے روپ میں مشاعرہ پڑھتی ہوں۔ میں کسی وقت جدا نہیں ہوتی مگر جو وقت جس روپ کے لئے میں نے مقرر کر دیا ہے اسی میں ہوتی ہیں، اس کی خلاف ورزی نہیں کرتی یہ قاعدے اور تنظیم میں نے پری خانہ میں سیکھا تھا مجھ پر ابھی تک اس کا اثر باقی ہے۔" امیرن یا ارم خاموش ہوئی تو میں نے کہا۔

"تمہاری داستان حیرت انگیز اور دردناک ہے مگر تم نے یہ سوچا کہ امیرن ابھی جوان عورت ہے اس کا جسم ہمیشہ ایسا نہیں رہے گا اس کے بعد ہر جسم کو مٹی میں مل جانا ہے اس کے بعد تم پھر کوئی نیا جسم تلاش کرو گی مگر سوال یہ ہے کہ یہ سلسلہ آخر کب تک چلے گا تم کو اپنی آخری منزل پر تو جانا ہے انسان کی زندگی تک اس دنیا کا ساتھ ہے اس کے بعد دنیا سے جانا لازمی ہو جاتا ہے۔ ناتمام تمنائیں اور خواہشیں تم کو روکے ہوئے ہیں اگر تم کو یہ پتہ چل جائے کہ تمہارے بچے کہاں ہیں اگر زندہ ہیں تو اور اگر گوروں کی سفاکی اور ظلم کا شکار ہو گئے ہیں تو تم کیا کرو گی۔"

"میں خوشی سے اپنے مالک حقیقی کے دربار میں چلی جاؤں گی۔" ارم نے کہا۔

"تم اجازت دو کہ میں تمہاری اس سلسلے میں مدد کروں۔" میں نے کہا۔

ارم بولی۔ "میرے لئے تو یہ خوشی کی بات ہے۔"

"میں اب دلی جاتا ہوں اور تمہاری مدد کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

وہ ہنس کر خوش ہوئی اور بولی۔ "میں تمہاری کامیابی کی دعا کروں گی۔"

اور میں دلی روانہ ہوا میرے ذہن میں صرف ایک آدمی دلی میں تھا اور میں نے اس کے بھروسے ہی وعدہ کیا تھا۔ دلی آنے کے بعد میں دوسرے ہی دن حکیم وقار کے مطب میں موجود تھا۔ ان کے ساتھ ایک حکیم اور تھے اور وہ میری زبانی ارم لکھنوی کی کہانی سن رہے تھے۔ میں نے وہ سب کچھ بیان کر دیا جو کہ ارم نے بیان کیا تھا پھر آخر میں کہا۔ "حکیم صاحب میں نے جو کچھ سنا تھا ارم کی زبانی وہی کچھ بیان کیا ہے اس میں اپنی طرف سے ایک لفظ کا اضافہ نہیں ہے کیونکہ مجھے اس کی ضرورت بھی کیا۔"

رولوکا نے کہا۔ "درست فرمایا، آپ تو ہمدردی میں ہمارے پاس آئے ہیں معاملہ تو ارم اور امیرن کا ہے۔"

میں نے کہا۔ "نہیں حکیم صاحب کچھ میری دلچسپی کی وجہ امیرن بھی ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے......"

"حکیم وقار مسکرا کر بولے۔ "آپ کی دلچسپی کا برائے راست ارم کے معاملے سے تعلق نہیں ہے۔"

رولوکا نے کہا۔ "معاملہ بہت پیچیدہ ہے وقت کی اتنی گرد جم چکی ہے کہ اس کو کھود نکالنا آسان نہ ہوگا نواب واجد کے زمانے کو گزرے بہت وقت گزر گیا ہے اگر ان کی کوئی اولاد حیات ہوئی بھی تو وہ بوڑھی ہوگی ارم تو ایک روح ہے، روح بوڑھی نہیں ہوتی مگر زندہ انسان پر تو وقت اپنا اثر ڈالتا ہے۔"

حکیم وقار نے بات آگے بڑھائی۔ "ان حالات میں اگر کسی نے مان بھی لیا کہ وہ نواب اور ارم کی اولاد ہے تو ارم کے پاس اس کو ماننے کے سوا کیا چارہ ہوگا......"

میں نے کہا۔ "حکیم صاحب اس پہلو پر میں نے غور نہیں کیا، میں نہیں کہہ سکتا کہ ارم کا ردعمل کیا ہوگا وہ اپنی اولاد کو کس طرح پہچان سکے گی۔"

رولوکا نے جواب دیا۔ "بہرحال یہ ایک الگ نوعیت کا کیس ہے اس کی کھوج کرنا ہوگی، ارم کس فارمولے سے

اپنی اولاد کھوج کرے گی یہ ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"تو پھر میں امید کروں کہ آپ مدد کریں گے۔" میں نے پوچھا۔

"یہ تو طے ہے کہ ارم دنیا سے اس وقت تک نہیں جائے گی جب تک وہ گوہر مقصود نہیں پا لیتی۔" اس کا دنیا میں رہنا گویا امیرن تم سے دور رہے گی اس طرح معاملہ دو رخ اختیار کر گیا ہے تم بھی گویا ایک فریق تو ہو ارم کی وجہ سے نہیں امیرن کی وجہ سے ہی سہی۔"

حکیم وقار مسکرا کر بولے۔"بہت خوب حکیم صاحب ان کو بھی باندھ لیا آپ نے۔"

"میں نے ان کی پوزیشن کو واضح کیا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"بے شک آپ مجھ سے کام لینا چاہیں تو حاضر ہوں۔ اجمیری گیٹ پر میرا موٹر گیراج ہے، میں حاضر ہوں۔"

مظفر حسین موٹر مکینک کے جانے کے بعد حکیم وقار نے کہا۔"یہ تو عجیب و غریب قسم کا کیس آ گیا اب تم کس طرح اس کی اولاد کو تلاش کرو گے۔"

رولوکا بولا۔"حکیم صاحب میں نے کہا تھا معاملہ پیچیدہ تو ہے مگر کوشش تو کرنا ہوگی کیونکہ ہمارا تو کام ہی ایسا ہے اور پھر جو ہمارے پاس آتا ہے وہ اس امید پر آتا ہے کہ اس کا کام ہوگا۔ اس بھروسے کی لاج رکھنا بھی ضروری ہے۔"

حکیم وقار بولے۔"تم جس کام میں ہاتھ ڈالتے ہو قدرت بھی تمہاری مدد کرتی ہے مجھے یقین ہے کہ یہ کام بھی تم آسانی سے کر سکو گے۔ انشاءاللہ۔"

"آپ نے آخر میں مہر لگا دی ہے میں ابھی سے ڈیوٹی پر ہوں۔" اور شام کو رولوکا لکھنو روانہ ہو گیا وہ سب سے پہلے امیرن کے سرائے میں گیا مگر وہاں پر اس نے رہائش اختیار نہیں کی صرف امیرن کو دیکھ کر واپس آ گیا۔ امیرن کو دیکھ کر مظفر حسین کی بات درست ثابت ہو گئی کہ امیرن اصلی حالت میں نہ تھی اور اس کا ادھیڑ عمر کی عورت کا روپ بناوٹی تھا اس کے بعد وہ نولکھا بازار کی طرف چلا گیا۔

ارم لکھنوی کا مکان وہاں پر تھا اور وہ آباد تھا اس میں ایک فیملی آباد تھی اس کے سربراہ اور بڑے رمضان میاں تھے پرانے لکھنوی، رولوکا نے ان سے ملاقات کی انہوں نے وجہ ملاقات پتہ کی تو رولوکا نے کہا۔

"حضرت بات یہ ہے کہ اس گھر سے اور اس محلے سے مجھے خاص عقیدت ہے اس لئے آپ کے پاس آیا تھا۔" رمضان میاں نے کہا۔"میں اس کے بارے میں ضرور پوچھوں گا۔

اور اصل وجہ عقیدت کیا ہے؟" رولوکا نے ایک ٹھنڈی آہ بھری مکان کے چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور پھر بولا۔

"اس مکان سے عقیدت کی وجہ ایک نہیں ہے کئی ہیں۔ اس مکان کی تاریخی حیثیت بھی ہے شاید کسی کو نہ پتہ ہو آپ کو بھی نہ پتہ ہو کہ اس مکان میں ایک اپنے وقت کی عظیم شاعرہ اور مرثیہ نویس خاتون رہتی تھی کسی زمانے میں اس کا تعلق نواب واجد علی شاہ سے رہا تھا اس زمانے میں نواب کے دور کا عروج تھا اس دور میں انہوں نے بے شمار محلات بنوائے ان کے بڑے خوب صورت نام دیئے جیسے بیگم محل، ہما منزل وغیرہ اس طرح باغات بنوائے ان باغات میں ہزار ہا قسم کے درخت لگوائے لکھنو کو گل گزار کر دیا یہاں کے لوگ خوش حال تھے ہزار ہا حسین عورتیں نواب کے محلات میں زیر تربیت ہوا کرتی تھیں اس دور میں ایک خاص محل بنوایا گیا تھا اس میں پری خانہ قائم کیا گیا تھا اس میں ناچ گانے کی تعلیم بڑے بڑے نامہ گرامی استاد وقت دیا کرتے تھے اور اس پری خانہ میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین لڑکی اور عورت موجود تھی مزے کی بات یہ تھی کہ کسی عورت یا لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف نہیں رکھا گیا تھا اس زمانے میں پری خانے میں تعلیم لینا اور رہنا دونوں فخر کی بات تھی۔ نواب حضور سارے سارے دن ان پریوں کے درمیان موجود رہتے تھے اور اپنا دل بہلاتے تھے۔ اس وقت اس پری خانے میں ایک کم عمر لڑکی تعلیم کے لئے اس کی ماں لائی جو کہ ناچ گانا نہیں جانتی تھی حالانکہ اس کی ماں خود ناچ گانے کی ماہر تھی اور خاندانی

طوائف تھی اور کسی زمانے میں نواب چھٹن کی داشتہ تھی نواب چھٹن کے بعد اس کے حالات بدل گئے مگر لڑکی کا رجحان ناچ گانے کی طرف نہ تھا اس پر نواب چھٹن کے خون کے اثرات قوی تھے وہ شاعرانہ ذوق رکھتی تھی مگر تعلیم کی کمی تھی پری خانے میں آ کر نواب واجد علی نے اس کی تعلیم کا بندوبست کر دیا اور وہ تعلیم حاصل کرنے لگی اس تعلیم سے اس کے جوہر کھلے اور وہ شاعرہ بن گئی۔ نواب کی نورنظر بن گئی اس پر نواب کی خاص نظر تھی۔ اس نے شاعرہ بن کر نام بھی کمایا ہوگا اور پھر مر گئی پھر اب کیا مسئلہ ہے انسان مر جاتا ہے اس کا سب کچھ دنیا میں ہی رہ جاتا ہے یہ تو پرانی ریت ہے اس کے ساتھ جو کچھ جاتا ہے وہ کسی کو نظر نہیں آتا مگر زندگی میں آدمی دنیاوی چیزوں کی طرف دوڑتا ہے جو اس کے ساتھ جانے والی نہیں ہوتیں۔

''انسانی خواہشات اس کا پیچھا مرنے کے بعد بھی نہیں چھوڑتیں بعض دفعہ ایسا ہوا ہے کہ کسی کی وہ خواہش جو پوری نہ ہوئی اس کی روح کو دنیا میں رکھتی ہے اور وہ بھٹکتی رہتی ہے کچھ حد سے زیادہ لالچی لوگوں کی روحیں دولت پر پہرہ دیتی ہیں۔ ان بھٹکتی روحوں کو جادو ٹونا کرنے والے اپنا غلام بنا لیتے ہیں اور پھر ان کو اپنے مطلب کے لئے استعمال کرتے ہیں خیر اس کی تو لمبی تفصیل ہے آپ یہ سمجھ لیں کہ سروری بیگم عرف ارم لکھنوی کی روح بھی دنیا میں موجود ہے اور وہ اپنی اولاد کو تلاش کر رہی ہے وہ اولاد جس کو اس نے صرف پیدا کیا تھا اور بچھڑ گئی۔ اس زندگی میں وہ اولاد اگر زندہ تھی تو بچہ نہ رہی ہوگی اس لئے وہ ان بچوں کو پہچان نہیں سکتی اور اب تو وقت بہت آگے چلا گیا ہے ارم لکھنوی کی اولاد اپنی طبعی عمر پوری کر کے مر بھی چکی ہوگی مگر ارم اب بھی ماتا کی آگ میں جل رہی ہے اس کی اس آگ کو جب تک ٹھنڈا نہ کیا جائے وہ دنیا میں بھٹکتی رہے گی۔'' رولوکا نے جواب دیا۔

''آپ کی بات سولہ آنا درست ہے میرے ایک عزیز سناروں کی بستی میں بہت عمر رسیدہ ہیں اور پرانے دور کے آدمی ہیں شاید وہ کسی ایسے آدمی کو جانتے ہوں جو بات کو آگے بڑھا دے آپ ان سے ملاقات کریں۔'' رمضان میاں بولے۔

''میرے خیال میں شاید مجھے اجنبی جانتے ہوئے وہ زبان نہ کھولیں۔ آپ ساتھ چلتے تو اچھا تھا۔'' رولوکا نے کہا۔

''تو پھر آپ ایسا کریں کل سویرے آ جائیں میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔''

دوسرے دن تانگے میں وہ دونوں سناروں کی بستی پہنچ گئے لب سڑک ایک مکان کے سامنے رمضان میاں نے تانگہ رکوا دیا اور اتر کر بولے۔ ''بہت دن کے بعد آیا ہوں مگر مکان یہی ہے۔'' اور انہوں نے دروازے پر دستک دی چند منٹ کے بعد ایک جوان لڑکے نے دروازہ کھولا اور بولا۔ فرمایئے آپ کو کس سے ملنا ہے۔'' رمضان میاں بولے۔ ''مطلوب صاحب سے۔''

لڑکا بولا۔ ''ہیں آیئے اندر آیئے۔'' دونوں دروازے کے اندر چلے گئے۔

لڑکے نے وہیں سے آواز دی۔ ''دادا آپ کے ملنے والے ہیں'' اور آگے بڑھا۔ ایک دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک بہت بوڑھے سفید ریش بزرگ باہر آئے اور آنکھیں مچ مچا کے دونوں کو دیکھا اور بولے۔ ''ارے بھئی کون صاحب ہیں میری نظر ذرا کم ہو گئی ہے۔''

رمضان میاں آگے بڑھ کر بولے۔ ''میں رمضان میاں کو پہچانا نہیں۔''

مطلوب بولے۔ ''اوہو آپ ہیں! بہت دن میں دیکھا، میاں خوش و خرم تو ہو۔''

رمضان بولے۔ ''میں ٹھیک ہوں آپ کچھ کمزور نظر آتے ہو۔''

مطلوب ہنس کر بولے۔ ''آؤ اندر کمرے میں آؤ پھر بتائیں گے۔'' کمرے میں مونڈھے پڑے تھے اور ایک تخت پڑا تھا اس پر صاف چادر پڑی تھی اور تکیہ رکھا تھا۔ کمرہ صاف ستھرا اور روشن تھا وہ بھی ہمارے ساتھ مونڈھے پر بیٹھ گئے اور بولے۔ ''میری عمر سو سے اوپر چلی گئی اب اس عمر میں کوئی پہلوان تو نہیں ہو سکتا ڈھلان پر ہوتا ہے

یوں سمجھ لو۔"

"درست کہا آپ نے یہ میرے ساتھ ایک مہمان ہیں یہ دلی کے ہیں اور حکیم ہیں مطب کرتے ہیں ایک آدمی کی تلاش میں آئے ہیں اسی آدمی کو یہ نہیں جانتے نہ پہچانتے ہیں نام بھی ان کو پتہ نہیں ہے۔ مگر پھر بھی تلاش ہے بات آپ کو عجیب ضرور لگی ہوگی مگر بات یہی ہے۔ اس کی تفصیل آپ کو یہ بتائیں گے۔"

رمضان میاں کے اشارے پر رولوکا نے ارم کی زندگی اور موت کے حالات بیان کردیئے اور اس کی روح کی دنیا میں موجودگی کے بارے میں بھی بیان کردیا۔ پوری تفصیل سننے کے بعد وہ بولے۔

"معاملہ بڑا عجیب اور سنگین ہے مگر میں نہیں سمجھ سکا کہ میرا تعلق اس سے کیا بنتا ہے؟"

"آپ کا معاملہ اس سے ہرگز نہیں بنتا میں صرف آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ یہاں کے پرانے رہائشی ہیں، شاید آپ کسی ایسے آدمی کو جانتے ہوں جن کا تعلق نواب سے ہو یا شاہی خاندان سے ہو۔"

مطلوب نے رولوکا کی بات سنی اور پھر بولے۔

"حالات کی ستم ظریفی آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ایک زمانے میں نواب واجد علی شاہ سے تعلق جوڑنا شان سمجھا جاتا تھا اور پھر ایک زمانہ آیا کہ واقعی شاہی خاندان کے لوگ خود کو چھپانے کو عام آدمی بن گئے اور نواب سے لاتعلق ہوگئے مگر اس کے باوجود بھی ہزاروں کو انگریزوں نے شک کی بنیاد پر بھیانک سزائیں دیں ان کے ساتھ کچھ وہ لوگ بھی مارے گئے جن کا تعلق نواب سے نہ تھا۔ میرے والد نے وہ زمانہ دیکھا تھا وہ بتاتے تھے کہ انگریزوں نے شاہی خاندان اور محلات میں رہنے والوں کو بڑی اذیت ناک موت مارا تھا سڑک چوراہے پر پھانسی گھر بنے تھے نہ کوئی مصدقہ نہ کوئی بیان ذرا کسی نے اشارہ کردیا اور جن کی طرف اشارہ ہوا ہے وہ چڑھ گیا پھانسی۔ بہت خراب دور سے لکھنو گزرا ہے شاہی خاندان کا تو شاید ہی کوئی بچا ہو۔ لونڈی باندی تک کو نہیں چھوڑا گیا۔ ان کی اولادوں کو بھی ماردیا گیا اس دور میں اگر کوئی لکھنو سے باہر تھا وہ بچ گیا ہوگا۔"

"رولوکا بولا۔" میں اس کی تلاش میں ہوں جو بچ گیا تھا حالانکہ اب تو شاید وہ بھی نہ ہو مگر اس کی اولاد ہو کچھ تو نشان نظر آئے۔

مطلوب بولے۔" کچھ تو نشان نظر آئے ایک ہلکا سا نشان مجھے نظر آتا ہے مگر نہیں کہہ سکتا کہ وہ نشان درست بھی ہے کہ نہیں مگر آپ نے دلی سے آنے کی زحمت کی ہے تو کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے میں بتلاتا ہوں لکھنو میں ایک جگہ ہے اس کا نام نخاس خانہ ہے بڑا محلہ ہے کسی زمانے میں شرفاؤں کا خاص محلہ تھا مگر اب نہیں رہا۔ اس میں ایک بڑی حویلی ہے میں مرزا جمن کے خاندان کے لوگ آج تک رہتے ہیں مرزا جمن تو مرگئے مگر یہ حویلی آباد ہے اس کی چار دیواری ہے مرزا جمن کے دور کے رشتہ دار اور اولاد سب وہاں پر ہیں۔ وہ جگہ ایسی ہے کہ شاید آپ کو اپنی مراد کے قریب پہنچادے۔"

"ٹھیک ہے بزرگ وار میں اس محلے میں ضرور جاؤں گا۔" رولوکا نے کہا۔

مطلوب بولے۔" تم میرے حوالے سے مرزا احمد بیگ سے ملاقات کرنا۔"

رمضان میاں اور رولوکا نے ان کا شکریہ ادا کیا اور واپس روانہ ہوئے۔

باہر آکر رمضان میاں بولے۔" اب میری ضرورت تو آپ کو نہیں ہے۔"

رولوکا بولا۔" نہیں آگے کا راستہ میں خود تلاش کروں گا۔" اور رولوکا امیرن کے مسافر خانے کی طرف روانہ ہوا اور ایک مسافر کے بھیس میں ملا اور امیرن سے اس نے رہائش کے بارے میں کہا۔

امیرن بولی۔" میاں مسافر! میں خود بہت مصروف رہتی ہوں زیادہ مسافر نہیں رکھتی کیوں کہ ان کے کھانے اور ان کی ضروریات کا میں خیال نہیں رکھ سکتی آپ کوئی اور ٹھکانا تلاش کرلو۔"

رولوکا بولا۔" میری مجبوری یہ ہے کہ میں امیرن کے

مسافر خانے میں ہی ہوں۔"

وہ تڑک کر بولی۔ "اے لو اس میں کا ہے کی مجبوری۔"

"میں دراصل جس سے ملاقات کرنے آیا ہوں وہ اس سرائے میں ملے گی۔"

امیرن بولی۔ "بات صاف صاف کرو میاں، کیا بات ہے؟"

رولوکا اس کے کچھ قریب ہوگیا اور بولا۔ "تم ارم لکھنوی کو جانتی ہو۔"

امیرن بولی۔ "کون! میں کسی کو نہیں جانتی؟"

"جھوٹ ہر کوئی اچھا نہیں بول سکتا میں سروری بیگم عرف ارم لکھنوی کی بات کررہا ہوں۔"

امیرن بولی۔ "تم کون ہو اور اس کو کس طرح جانتے ہو؟"

"یہ بعد میں بتاؤں گا پہلے تم یہ سن لو کہ تم ہی ارم لکھنوی ہو اور تم ہی امیرن بنی ہو۔ تم وہ نہیں جو نظر آتی ہو میری ملاقات ارم سے کرادو تا کہ ارم کا پرانا مسئلہ حل ہوجائے اس کو اس کی اولاد کے بارے میں پتہ چل جائے میں اپنی غرض سے نہیں اس کی غرض سے آیا ہوں۔"

"مسافر تم نے بہت پرانی اور میری کمزوری پر انگلی رکھ دی ہے تم کون ہو اور تم کو یہ سب کچھ کس طرح پتہ چلا؟" امیرن نے پوچھا۔

رولوکا بولا۔ "کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راز کی باتیں راز نہیں رہتی ہیں تم اس چکر میں نہ پڑو کہ میں کون ہوں اور میں تمہاری زندگی کے بارے میں کس طرح جانتا ہوں تم صرف یہ یاد رکھو کہ میں تمہاری بھلائی کے لئے آیا ہوں اور تمہارا دوست ہوں دشمن نہیں ہوں۔"

"یہ تو مجھے جاننا ہی ہوگا۔ مگر یہ زمانہ بے وجہ کسی کی بھلائی کرنے کا نہیں رہا آدمی اپنی گردن بچانے کو کسی کی بھی گردن پھندے میں پھنسانے پر خوش ہوتا ہے نواب واجد علی شاہ کا زمانہ اب نہیں رہا لکھنو کے لوگ بھی بدلتے جارہے ہیں۔" امیرن نے کہا۔

"یہ تو وقت کے ساتھ ہوتا ہی ہے نہ ہمیشہ واجد علی شاہ کی نوابی رہ سکتی تھی اور نہ ہی وہ زمانہ، تبدیلی تو ہوتی ہے اور اس تبدیلی کا اثر انسان کی سوچ پر بھی پڑتا ہے تم یہ بتاؤ اس زمانے کا جب تم پری خانہ میں زیر تربیت تھیں اگر کوئی آدمی تمہارے سامنے آجائے تو ظاہر ہے وہ ویسا تو نہ ہوگا جیسا تم نے اس کو اس زمانے میں دیکھا ہوگا اس کی عمر نے اس کو بدل کر رکھ دیا ہوگا تم اس کو پہچان سکو گی۔"

امیرن کا چہرہ اتر گیا اور وہ بڑی غم زدہ آواز میں بولی۔ "تم نے بڑی بھیانک تصویر میرے سامنے رکھ دی ہے میں نے اس طرح نہیں سوچا تھا۔ اس کے باوجود صرف ایک اس کی ڈوری میرے پاس ہے۔"

"مجھے اس آس کی ڈوری کا سرا پکڑا دو شاید میں اس کے سہارے آگے بڑھ سکوں۔" رولوکا بولا۔

"نواب واجد علی شاہ بہت گورے تھے ان کے بدن پر کوئی نشان نہ تھا۔ مگر پیٹھ پر ایک گول کالا داغ ضرور تھا شاید کسی نے اس کو نہ دیکھا ہو مگر میں نے دیکھا تھا اور میرے تینوں بچوں کی پیٹھ پر ویسا ہی ایک گول نشان تھا شاید نواب کی ساری اولادوں کی پیٹھ پر وہ نشان ہو یا نہ ہو، میں نہیں جانتی مگر میرے بچے نواب کے تھے ان پر باپ کا یہ نشان قدرتی طور پر تھا۔"

"سوائے اس پہچان کے میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔" امیرن نے کہا۔

"اب آگے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان بچوں کی اولادوں میں کسی پر یہ نشان ہوگا اگر نہ ہوا تو اس کو تم تسلیم نہیں کروگی اور ہوا تو وہی تمہارا پوتا ہوا۔"

"بات بڑی پیچیدہ ہوگئی ہے تم نے ایسی حقیقت میرے سامنے رکھ دی ہے کہ میں سوچ میں پڑ گئی ہوں۔"

"اب مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ اس دنیا میں رہنا ہی فضول تھا۔"

"تم نے یہ تسلیم کرلیا بہت اچھا کیا۔ مگر میں ضرور یہ کوشش کروں گا کہ تمہارا دنیا میں رہنا کارآمد ہوجائے اور تمہاری خواہش پوری ہوجائے اس کے لئے تم کو میری مدد تو

کرتا ہوگی۔" رولو کا بولا۔

"تم میرا کام کرو گے میں ضرور مدد کروں گی۔" امیرن نے کہا۔

اب رولو کا کا رخ نخاس خانہ محلّہ کی طرف تھا۔ یہ علاقہ اور جگہوں سے بہتر تھا۔ یہاں کے مکانات دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ واقعی کسی زمانے میں یہ محلّہ شرفاؤں کا تھا۔ یہاں پر مرزا جمن کی حویلی تلاش کرنے میں ذرا تکلیف نہ ہوئی آج بھی اس حویلی کا دروازہ اپنی شان سے کھڑا تھا اور بہت بڑا پھاٹک لگا تھا حالانکہ اس کا رنگ روغن اڑ گیا تھا اور لکڑی نظر آتی تھی اس پر پیتل کی بڑی بڑی گول گول کیلیں میلی ہو کر اپنا رنگ کھو چکی تھیں۔ اس بڑے پھاٹک میں ایک چھوٹا دروازہ تھا اور وہی کھلا ہوا تھا۔ دروازے پر ایک خوانچے والا بیٹھا تھا۔ رولو کا نے اس سے پوچھا۔

"مرزا احمد بیگ یہیں پر رہتے ہیں۔" خوانچے والا بولا۔ "رہتے تو ہیں آپ کو ان سے ملنا ہے۔"

رولو کا مسکرا کر بولا۔ "ظاہر ہے اسی لئے پوچھ رہے ہیں۔"

"تو پھر ان کی دکان پر چلے جائیں قریب ہی نخاس خانے کا بازار ہے وہاں پر ان کی بساط خانے کی دکان ہے ہر کوئی بتلا دے گا۔" خوانچے والا بولا۔ رولو کا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور بازار کی طرف روانہ ہوا۔ مرزا احمد بیگ ساٹھ سال کے عمر رسیدہ آدمی تھے مگر صحت مند تھے چہرے پر سفید داڑھی تھی اور چہرہ نورانی تھا رولو کا نے اپنا تعارف کرایا اور پھر بولا۔ "مطلوب صاحب کو آپ جانتے ہیں۔"

مرزا بولے۔ "جانتے ارے صاحب خوب جانتے ہیں بڑے خوبیوں کے بزرگ ہیں وہ۔"

رولو کا نے کہا۔ "بات ذرا تفصیلی ہے کچھ وقت آپ کو دینا ہوگا۔ رولو کا نے کہا۔

"صاحب دکان پر تو مشکل ہوگا گاہک آتے رہیں گے بات کرنے کا لطف نہیں آئے گا۔ دوپہر کو میں نماز کے لئے دکان بند کرتا ہوں گھر جاتا ہوں نماز پڑھتا ہوں اور دوبارہ پانچ بجے دکان کھولتا ہوں یہ دو تین گھنٹے میرے پاس ہیں اگر آپ کو ناگوار نہ لگے تو گھر میں آپ کا انتظار کروں گا پھاٹک سے اندر آ جائیں دائیں طرف میرا مکان ہے اس پر ہرے رنگ کا دروازہ لگا ہے تیسرا مکان ہے۔"

رولو کا نے کہا۔ "بہتر ہے میں دوپہر نماز کے بعد حاضر ہوتا ہوں۔"

رولو کا حسب وعدہ نماز کے بعد مرزا صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ مرزا صاحب انتظار میں تھے بولے۔ "آیئے میں آپ کے انتظار میں تھا، میں نماز کے بعد دوپہر کا کھانا کھاتا ہوں آپ کے انتظار میں تھا کہ آپ آئیں تو ساتھ کھانا کھایا جائے۔"

رولو کا نے کہا۔ "مرزا صاحب کھانے کا تکلف آپ نے کیوں کرلیا؟"

مرزا احمد بیگ ہنس کر بولے۔ "ہم لکھنو کے لوگ اگر تکلف نہ کریں تو کون لکھنو کا ہم کو کہے گا۔"

اور پھر کھانے کے بعد مرزا کا حقہ آ گیا اور وہ مونڈھے پر بیٹھ کر بولے۔

"صاحب اب مزا آئے گا آپ حقہ سے شغل کرتے ہیں۔"

رولو کا بولا۔ "میں اس سے محروم ہوں۔"

"بہت خوب آخر دلی والے ہو اہل زبان تو ہو یہی جواب آپ کا ہونا چاہئے تھا۔"

"میں آپ کو نواب واجد علی شاہ کے زمانے میں لے جاتا ہوں یہ وہ زمانہ ہے جب نواب واجد علی کے والد زندہ تھے اور واجد علی جانشین تھے اس وقت ان کے ٹھاٹ بہت نرالے تھے۔"

اور پھر رولو کا نے سروری بیگم عرف ارم لکھنوی اور اس کی ماں کی پوری تفصیل بیان کردی۔

اس کی تین اولادوں کا ذکر بھی کردیا جو کہ نواب کے نطفے سے تھیں۔ پھر نواب کے پاس سے اس کی جدائی اور نواب کی تباہی کا ذکر کردیا۔ اس کے بعد ارم کی امروہہ کی زندگی اور موت تک کے حالات بیان کردیئے اور پھر کہا۔

"یہ تو حالات اس کی زندگی کے تھے مرنے کے بعد اپنی

اولاد کی وجہ سے اس کی روح آسمانوں پر نہیں گئی اور زمین پر ہی رہی مگر اس کے ساتھ یہ تماشہ ہوا کہ وہ نواب کی بربادی کے بعد چالیس سال زندہ رہی اور اس دوران خود کو چھپائے رہی ظاہر ہے ان چالیس سالوں میں اس کے بچے اگر انگریزوں سے بچ گئے تھے تو وہ بوڑھے ہو گئے ہوں گے اس نے ان کو چالیس سال نہیں دیکھا ان کی شکلیں تک وہ بھول گئی مگر ماتا کی آگ تھی جو کہ روح میں بھی تھی اور آج بھی ہے۔ آج بھی اس کی بے چین روح ان کو تلاش کر رہی ہے مگر اس کے پاس ان کو تلاش کرنے کا کوئی سرا نہیں ملا ان کو شکل سے پہچاننے کا کوئی طریقہ وہ تلاش کر نہ سکی وہ ایک روح ہے جو بے وجہ دنیا میں موجود ہے اور بے چین ہے اس کے پاس صرف اپنے بچوں کو پہچاننے کا ایک ذریعہ ہے۔"

مرزا جلدی سے بولے۔"تو اس ذریعہ سے وہ ان کو شناخت کر لے۔"

"بہت آسان بات ہے مگر وہ بھی آسان نہیں ہے اس لئے کہ ہر آدمی سے کپڑے نہیں اتروائے جاسکتے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"مرزا بولے۔" کیا مطلب؟"

رولوکا بولا۔"نواب کی پیٹھ پر ایک کالا گول نشان تھا یہ شاید ان کا خاندانی ٹریڈ مارک تھا۔

ارم کے تینوں بچوں کی پیٹھ پر یہ نشان تھا یہ ان کے خالص نواب کی اولاد ہونے کی نشانی تھی۔

مرزا چونک کر بولے۔" آج پہلی دفعہ نواب مرحوم کی ایک اور خوبی کا پتہ چلا ہے ہو سکتا ہے یہ نشان ان کا خاندانی ہو، نواب کے بعد ان کے خاندان اور حکومتی ارکان پر انگریزوں نے بڑے ستم ڈھائے تھے۔ اگر یہ نشان کا ان کو پتہ ہو گیا ہوگا تو پھر نواب کی شاید ہی کوئی اولاد زندہ بچی ہو۔"

"ارم اس دور میں نصیر آباد میں تھی اس لئے بچ گئی مگر بچے تو پری خانہ میں تھے۔" رولوکا نے بتایا۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر ان بچوں میں سے کوئی بچ بھی گیا تھا تو اس کو اتنے عرصہ کے بعد تلاش کر کے دیکھا جائے مجھے تو کسی کے زندہ ہونے کی امید نہیں ہے اگر انگریزوں سے بچ بھی گیا تھا تو بھی اپنی عمر طبعی پوری کر کے مر گیا ہوگا۔" مرزا نے کہا۔

رولوکا بولا۔"تو پھر ارم کی بے چین روح کو کس طرح مطمئن کیا جائے؟"

مرزا بولے۔"یہ سوال بڑا اہم ہے۔" پھر ذرا سوچ کر بولے۔"میاں تم نے عجیب وغریب مگر نہایت دلچسپ معاملہ پیش کر دیا ہے میری خود کی دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے۔ نصیر آباد کے آگے ایک گاؤں ہے اس کا نام آم باغ ہے یہ نام اس لئے پڑا ہے کہ یہاں پر بے شمار آموں کے باغات ہیں کھیت بھی ہیں مگر آم کثرت سے پیدا ہوتا ہے اس لئے آم باغ نام پڑ گیا ہے۔ جب انگریزوں کے ظلم ستم نواب کے رشتہ داروں اور حکومتی ارکان پر شروع ہوئے کچھ لوگ آگے کیا ہونے والا ہے کو بھانپ کر خاموشی سے نکل گئے کچھ نصیر آباد اور اس کے اطراف کے گاؤں میں مزدوری کرنے لگے کہ ان پر شک نہ ہو آم باغ کی زیادہ آبادی کا ہندوؤں کی ہے یہ لوگ دوسرے ہندوؤں کے برعکس کشادہ دماغ کے ہیں زیادہ چھوت چھات پر یقین نہیں کرتے۔ اسی زمانے کے لوگ آج تک وہاں پر آباد ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ اسی گاؤں میں میری بھی سترا ایکڑ زمین ہے اور ایک مسلمان سبحان شاہ ہاری کرتا ہے پہلے اس کا باپ کرتا تھا اب وہ کرتا ہے میرا خیال ہے ایک کوشش اور ہو سکتی ہے آپ کو وہاں چلنا ہوگا۔"

رولوکا نے کہا۔" آپ جہاں کہیں میں بروقت چلنے کو تیار ہوں مگر میرا خیال ہے کہ ساتھ صاحب معاملہ کو بھی ساتھ لے کر چلیں تو اور زیادہ بہتر ہوگا۔"

مرزا بولے۔"صاحب معاملہ میں سمجھا نہیں۔"

رولوکا نے کہا۔"امیرن وہی صاحب معاملہ ہے کیونکہ اس کے ساتھ ہی سروری بیگم عرف ارم لکھنوی کی روح رہتی ہے اگر وہ خود ہوگی تو ہم سے زیادہ آسانی سے شناخت کر سکے گی۔"

مرزا بولے۔"اس کا مطلب ہوا کہ ہمارا یہ سفر ایک

روح کے ساتھ ہوگا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"رولوکا واپس امیرن کے پاس آیا اور بولا۔" امیرن یا سروری بیگم اب تم کو میرے ساتھ کچھ سفر کرنا ہے میرا کام نہیں ہے تمہارے بچوں کی تلاش کرنے کی ایک کوشش ہے۔"

امیرن نے کہا۔" آپ حکم کریں۔ میں تیار ہوں۔"

"تم کو امیرن کے روپ میں جانا ہوگا، زیادہ دور جگہ نہیں ہے تم شاید زندگی میں اس طرف گئی ہوں گی۔ نصیر آباد کے پاس ایک گاؤں ہے اس کا نام آم باغ ہے۔"

امیرن بولی۔" جہاں پر ہر طرف آم کے باغات ہیں۔"

رولوکا نے جواب دیا۔" تم نے دیکھا ہے وہ گاؤں۔"

امیرن نے کہا۔" رکی نہیں تھی مگر جاتے وقت دیکھا تھا۔ اس گاؤں میں نواب کے زوال کے وقت لوگ بھاگ کر گئے تھے اور اب تک وہاں پر رہتے ہیں۔ شاید تمہارے بچوں کو بھی کوئی لے گیا ہو اور وہ یا ان کی کوئی اولاد وہاں پر ہو۔" رولوکا نے کہا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہوا ہو، وہ نہ ہوں گے تو ان کا کوئی تو ہوگا۔" امیرن جذباتی انداز میں بولی۔

"امید رکھو اور کل سویرے میرے ساتھ چلو۔"

دوسرے روز ایک تانگے میں یہ لوگ آم باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ نصیر آباد کے بعد ایک گاؤں آیا تو وہ بولی۔" یہ وہی گاؤں ہے جہاں پر میں رہی تھی۔" تانگہ چلتا رہا ایک گھنٹے کے بعد آم باغ گاؤں آ گیا۔ سبحان شاہ کے گھر پر تانگہ روکا گیا سبحان شاہ موجود تھا باہر آ کر اس نے مرزا صاحب اور ہم دونوں کا استقبال کیا اور ایک صاف کمرے میں بٹھایا۔

مرزا نے رولوکا کا تعارف کرایا اور پھر امیرن کے بارے میں بتایا کہ اصل میں ہم ان کے کام سے آئے ہیں اور پھر مختصر انداز میں آنے کی وجہ بیان کر کے کہا۔" اب تم ہماری مدد کرو۔"

مرزا کے بیان کو سن کر سبحان شاہ رونے لگا اس کی سفید داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی۔ کمرے میں صرف چار فرد تھے جن میں امیرن بھی تھی۔

بڑی دیر کے بعد سبحان شاہ کی بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"مرزا صاحب میں آپ کو نہ جانتا ہوتا تو مر کر بھی تسلیم نہ کرتا کہ میرا باپ نواب واجد علی شاہ کی اولاد تھا اور ماں ایک طوائف تھی۔ باپ کا نام شاکر شاہ تھا وہ تین بھائیوں میں سب سے بڑا تھا نواب کے حالات خراب ہوئے تو محلات میں بھگدڑ مچی اور اس کو ایک باندی جو کہ اس گاؤں کی تھی وہاں سے لے بھاگی وہ بے اولاد تھی اس نے ماں بن کر اس کی پرورش کی اور پھر جوان ہونے پر شادی کر دی اور مر گئی۔ اس کے دو چھوٹے بھائیوں کا کیا بنا کسی کو خبر نہیں ہے۔ میں شاکر شاہ کی اولاد ہوں میرا دادا نواب واجد علی شاہ تھا آج پہلی بار میں یہ اعتراف کر رہا ہوں کیونکہ میں اور میرا باپ آپ کو ایک زمانے سے جانتے ہیں۔ دوسرے اب حالات بھی بدل گئے ہیں۔

سبحان شاہ کا بیان ختم ہی ہوا تھا کہ امیرن میرے لال کہہ کر اس سے لپٹ گئی بہت دیر تک دونوں طرف سے آنسوؤں کی برسات ہوتی رہی رولوکا اور مرزا نے ان کو نہیں روکا۔

پھر دونوں الگ الگ بیٹھ گئے تو رولوکا بولا۔" سروری بیگم تم نے اپنے پوتے کو دیکھ لیا اس نشانی کو بھی دیکھ لو۔" اور پھر رولوکا نے سبحان شاہ کی پیٹھ اس کی طرف کر دی اور کرتا اوپر کر دیا۔

پیٹھ کے درمیان میں ایک گول کالا نشان بہت نمایاں موجود تھا امیرن پھر رونے لگی۔

اور بولی۔" ہاں یہی ہے میری نشانی، یہ نواب واجد علی شاہ کی اولاد ہے اگر نواب کا زمانہ ہوتا تو......؟"

رولوکا بولا۔" تم نے اپنی مراد پا لی ہے۔"

سبحان شاہ حیرت کے سمندر میں ڈوبا ہوا تھا بولا۔" یہ کون خاتون ہیں جو مجھے اپنا پوتا کہتی ہیں جبکہ ان کی عمر تو مجھ سے بھی کم نظر آتی ہے۔"

رولوکا نے کہا۔ "یہ تمہاری دادی ہیں اور جھوٹ نہیں حقیقی دادی ہیں مگر تم اس چکر میں نہ پڑو۔"

امیرن بولی۔ "اب میرا وقت ختم ہوا میں نے تیرے لئے کچھ سوغات نواب کے زمانے کی رکھی ہے اور اسی دن کے لئے رکھی تھی وہ تجھے مل جائے گی۔" پھر رولوکا اور مرزا کو مخاطب کر کے بولی۔

"میرے مہربان دوستو! آپ دونوں نے میرا وہ کام کیا ہے کہ میں اس کا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتی۔ آپ دونوں کو بھی نواب واجد علی شاہ کا تحفہ ملے گا انکار ہرگز نہ کرنا۔ اب میں مطمئن ہوں خوش ہوں اب میں رخصت ہوتی ہوں۔"

اور چند منٹ کے بعد امیرن بولی۔ "یہ کونسی جگہ ہے۔"

رولوکا بولا۔ "یہ دیکھو ارم لکھنوی کا پوتا تمہارے سامنے ہے ارم چلی گئی اور اب تم بھی دلی جانے کی تیاری کرو، وہ موٹر مکینک تمہارا انتظار کر رہا ہے۔" یہ سن کر امیرن شرما گئی اور مرزا صاحب زور سے ہنس پڑے۔

☆......☆......☆

لوگ کہتے ہیں وقت بدلتا رہتا ہے۔ وقت ایک سا نہیں رہتا۔ لیکن حقیقت ہے کہ وقت نہیں بدلتا، ہزاروں سال سے سورج اپنے وقت پر نکل رہا ہے اور غروب ہو رہا ہے ہر موسم اپنے وقت پر آ رہا ہے۔ پھل درختوں پر اپنے وقت پر پیدا ہو رہے ہیں۔ زمین اپنے وقت پر سیراب ہو رہی ہے اور انسان کی ضرورت کا اناج پیدا ہو رہا ہے کس چیز میں تبدیلی آئی ہے پھر یہ کہنا کہ وقت بدل رہا ہے کیا معنی رکھتا ہے۔ قدرت کا یہ قانون ہے کہ ہر عروج کو زوال کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

دنیا میں ہزاروں تہذیبیں آئیں ان کو عروج ملا اور آج ان کے بارے میں کوئی نہیں جانتا بابل، یونان اور مصر کے فرعون خدائی دعویٰ کرنے والے ہزاروں لوگ اب کہاں ہیں دولت کے پہاڑ جمع کرنے والا قارون اور اس کی دولت کہاں ہے؟ اس زمانے میں بھی سورج اسی طرح نکلتا تھا اور غروب ہوتا تھا۔ موسم اسی طرح بدلتے تھے۔ پھر وقت کہاں بدلا۔ ہاں یہ کہا جائے کہ انسان بدلتا رہتا ہے تو یہ درست ہوگا۔

ہندوستان پر بے شمار بادشاہوں نے حکومت کی اور بڑے کر و فر اور شان کے بادشاہ اس سرزمین پر حملہ آور ہوئے کوئی چند سال کے بعد زوال پذیر ہوا اور کوئی سینکڑوں سال رہا۔ اس کے خاندان نے حکومت کی مگر زوال تو لازمی ہوتا ہی ہے تو اس کے اسباب خود بخود پیدا ہوتے ہیں اور پھر ان کے نام تاریخ کے اوراق میں نظر آتے ہیں۔

حکیم وقار کے مطب میں اعظم گڑھ سے ایک مریضہ کو لایا گیا۔ اس مریضہ کی ذہنی کیفیت بہتر نہ تھی اس عورت کا نام زیبا بیگم تھا وہ جوان تھی اور چالیس کے درمیان عمر کی تھی، اس کا رنگ گورا اور نقش اچھے تھے قد بھی نہایت مناسب تھا۔ چہرے پر خود اعتمادی تھی مگر بھولپن اور معصومیت بھی نظر آتی تھی۔

پوچھنے پر وہ بولی۔ "ہاں میں زیبا ہوں وہی زیبا جو ہزاروں سال سے اس دنیا میں موجود ہے۔ میں نے مہاراجہ سمراٹ کی حکومت بھی دیکھی ہے میں نے ہندوستان پر حملہ آور دیکھے ہیں میں نے شیر شاہ سوری کی حکومت اور اس کی اصلاحات بھی دیکھی ہیں اور مغلوں کی سیاسی سوجھ بوجھ کو بھی پرکھا ہے اور ان کی آپس کی لڑائیاں بھی خوب دیکھی ہیں، میں ایک مکمل وجود ہوں۔ جس طرح تم ہو میں بھی انسان ہوں میں ہمیشہ جاگتی ہوں میں سوتی نہیں ہوں۔ میں سینکڑوں سال سے جاگ رہی ہوں اگر میں سو جاؤں تو موت مجھے نگل جائے گی۔ میں نے جاگنا سیکھ لیا ہے۔ میں یہودی نہیں ہوں کہ جو کہتے ہیں انسان مرتا نہیں صرف فرار لیتا ہے میں مسلمان ہوں میں جانتی ہوں کہ انسان ایک دفعہ مرا تو دوبارہ دنیا میں وہ نہیں آ سکتا اس کا جسم فنا ہو جاتا ہے اور روح جو زندگی کی علامت ہے ایک مخصوص جگہ واپس چلی جاتی ہے مگر میں نے زندگی کے راز کو پا لیا ہے تاریخ میں سینکڑوں سال کیا معنی رکھتے ہیں، سورج، چاند، پہاڑ، ہزاروں سال سے ہیں پھر میں کیوں نہیں رہ سکتی۔

میں سینکڑوں سال سے ناکام و نامراد ہوں، میں بڑی بدنصیب ہوں مجھ پر رحم کرو اور میری تلاش کو سرخرو کرو میں تمہاری احسان مند ہوں گی۔"

پاکستان ورچوئل لائبریری

اور پھر اس کی آواز بند ہو گئی اور وہ بستر پر گر کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگی جیسے وہ دور سے دوڑتی آئی ہو اور تھک کر گر پڑی ہو اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آنکھیں خلاؤں میں دیکھ رہی تھیں۔

رولوکا نے حکیم وقار کو اشارہ کیا اور دونوں کمرے سے باہر آ گئے۔ باہر آ کر حکیم وقار نے کہا۔ "کیا معاملہ ہے میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آیا؟"

رولوکا نے کہا۔ "ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ اپنی نوعیت کا نرالا کیس ہے۔"

حکیم وقار نے جواب دیا۔ "مجھے پہلے تو وہ ذرا خطرناک سی لگی تھی۔ مگر بعد میں اس کی شخصیت کا نرم و گداز پہلو بھی سامنے آ گیا اخروٹ اوپر سے سخت ہوتا ہے مگر اس کے اندر نہایت نرم اور ذائقہ دار گودا ہوتا ہے یہی حال انسانی شخصیت کا بھی ہے۔"

"آپ نے درست کہا انسان آرزوؤں کی آغوش میں جاگتا ہے اور مایوسیوں کے اندھیروں میں جا سوتا ہے۔ یہ ہے زندگی کی کہانی کتنی مختصر اور کتنی بھیانک ہے۔ اس مختصر زندگی میں وہ کیا کیا خواب نہیں دیکھتا ان خوابوں کی تعبیر کسی کسی کو مل جاتی ہے مگر اکثر خواب ادھورے سے رہ جاتے ہیں ان ادھورے خوابوں کی بدولت انسانی عقل انسان کا ساتھ چھوڑ سکتی ہے اور وہ خود کلامی کر کے خود کو مطمئن کرتا ہے اس کے مقابل کوئی نہیں ہوتا اور وہ کسی نادیدہ ہستی سے ہم کلام ہوتا ہے اس پر غصہ کرتا ہے ناراض ہوتا ہے یا اپنی روداد بڑے پیار سے بیان کرتا ہے یہ سارے کارنامے عقل کرتی ہے عقل کا ایک پرزہ بھی کم یا زیادہ ہو جائے تو انسان وہ نہیں رہتا جو ہوتا ہے۔" رولوکا نے بات ختم کی تو حکیم وقار نے کہا۔

"اس کا مطلب ہوا کہ اس عورت کے دماغ میں بھی کچھ خلل واقع ہوا ہے یا کیا گیا ہے۔"

رولوکا نے جواب دیا۔ "ایسا ہو سکتا ہے اس لئے سب سے پہلے ہم کو یہ دیکھنا ہوگا کہ یہ جہاں سے آئی ہے۔ اس جگہ کا ماحول کیا ہے؟ اس کے گھر کا ماحول کیا ہے؟ یہ کہاں پیدا ہوئی؟ اس کے ماں باپ کیسے تھے؟ اور پرورش کس طرح ہوئی؟ ان باتوں کے جاننے کے بعد ہی کوئی طریقہ علاج اپنایا جائے گا ابھی تو آپ اس کو صرف آرام اور سکون پہنچانے والی دوائیں دیں۔"

رولوکا اعظم گڑھ روانہ ہوا اور زیبا کے مکان پر پہنچ گیا۔ زیبا کا مکان ایک غریب محلے میں تھا وہ اکیلی اس مکان میں رہتی تھی اس نے شادی نہیں کی تھی اس لئے اس کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ محلے کے کچھ ہمدردوں نے اس کو دلی پہنچایا تھا۔ رولوکا تو معلومات کرنے گیا تھا اس لے لازمی تھا کہ وہ کسی سے ملے تو اس نے اس مکان کے قریب ترین مکان کے مالک رستم خان سے ملاقات کی اور پوچھا۔ "یہ زیبا بیگم آپ کے پڑوس میں کب سے آباد ہیں؟"

رستم خان ذرا شکی مزاج کے آدمی تھے بولے۔ "آپ کو کیا غرض کہ وہ کب سے ہیں۔"

رولوکا بولا۔ "میں دلی سے آیا ہوں اور ہمارے ہی مطب میں وہ زیر علاج ہیں اس لئے یہ معلومات ضروری ہیں مریض کا پس منظر جاننا ضروری ہوتا ہے ان کا مرض بھی اس نوعیت کا ہے کہ کچھ نہ کچھ ان کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔"

رستم خان بولے۔ "بات اب سمجھ میں آئی ہے۔ تو عرض ہے کہ یہ زیبا بیگم اعظم گڑھ کی نہیں ہیں اور جب آئی تھیں اور یہ مکان خریدا تھا اس وقت وہ ٹھیک تھیں ہاں کبھی کبھی کچھ ایسی باتیں ضرور کرتی تھیں کہ سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا۔ کبھی وہ خود کو اکبر اعظم کی رشتہ دار بتاتی تھیں یا کہتی تھیں میری رگوں میں مغل خون دوڑ رہا ہے۔ مگر ایک بات تھی کہ ان کا رہنا، کھانا پینا اور لباس بڑا پروقار ہوا کرتا تھا اور یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان کا شاہانہ خرچ کون پورا کرتا تھا۔ ہر پیر کو وہ محلے کے بچوں کی دعوت کیا کرتی تھیں اور بڑے عمدہ کھانے کھلاتی تھیں۔ وہ بچوں سے بہت محبت کرتی تھیں ان کے ادب آداب میں شاہانہ پن نظر آتا تھا اور اخراجات میں بھی یہی بات تھی۔"

"ان کے پاس ان کے اخراجات دینے کوئی تو آتا

ہی ہوگا۔‘‘ رولو کا نے پوچھا۔

’’آپ کی یہ بات درست ہے مگر ہم نے کبھی کسی نئے آدمی کو ان کے پاس آتے نہیں دیکھا۔‘‘ رستم خاں بولے۔

’’محلے میں ان کے عورتوں سے تو تعلقات ہوں گے۔‘‘ رولو کا نے سوال کیا۔

’’بہت کم وہ کسی کے گھر جاتی تھیں اور اسی طرح عورتیں بھی کبھی کبھی آتی تھیں البتہ بچے اکثر ان کے پاس آتے تھے۔‘‘

رستم نے جواب دیا تو رولو کا بولا۔’’انہوں نے خود کو کہاں کا بتایا تھا جب آئیں تھیں۔‘‘

’’وہ خود کو آگرہ کی بتاتی تھیں اور میرا خیال ہے ان کا تعلق کسی زمانے میں مغلوں سے ضرور ہوگا کیونکہ لب ولہجہ رہن سہن یہ بات ثابت کرتے تھے۔‘‘ رستم خان بولے۔’’کبھی انہوں نے اپنے بارے میں کھل کر کسی سے بات کی تھی۔‘‘ رولو کا بولا۔

’’وہ بہت کم گفتگو کرتی تھیں اور بات کرتے کرتے دماغی طور پر بہک جاتی تھیں اور وہ بے معنی اور نہ سمجھ میں آنے والی باتیں کرنے لگتی تھیں اس لئے کسی بات کا سر پیر پتہ نہیں چلتا تھا۔‘‘

’’بہت بہت شکریہ رستم خان صاحب اب آخری سوال کا جواب اور دے دیں۔‘‘

رستم خان بولے۔’’فرمائیں کیا پوچھنا ہے؟‘‘

’’آپ سے ان کے تعلقات کیسے تھے۔کبھی انہوں نے آپ سے کوئی خدمت لی۔‘‘ رولو کا نے پوچھا۔

’’اچھے تھے مگر وہ کسی سے خدمت نہیں لیتی تھیں خود خدمت کر دیا کرتی تھیں ان کے پاس قدیم زمانے کے سونے چاندی کے زیورات تھے اور وہ ان کو فروخت کر کے ہی اپنا خرچ چلاتی تھیں کبھی انہوں نے کسی سے قرض ادھار نہیں لیا۔یہ زیورات ان کے پاس کون لاتا تھا یا ان کے پاس ہی تھے اس کے بارے میں پتہ نہیں چلا ہاں ایک دفعہ ایسا ہوا تھا کہ ان کے گھر میں چور آ گیا تھا مگر وہ کچھ لے کر نہیں جاسکا تھا اپنی جوتیاں اور اوزار چھوڑ کر بھاگ گیا حالانکہ وہ گھر میں تنہا تھیں۔‘‘

’’یہ آپ نے ایک نئی بات بتائی۔‘‘ رولو کا نے کہا۔

’’اس کے بعد ان کے بارے میں کئی کہانیاں محلے میں سنائی دیں مگر ہم نے ان پر یقین نہیں کیا۔اب ان کا گھر بند ہے مگر کسی کی مجال نہیں کہ کوئی اس طرف دیکھے۔‘‘ رستم خان بولے۔

’’اچھا رستم صاحب آپ کا پھر میں شکریہ ادا کرتا ہوں آپ نے میری بہت مدد کی اگر کبھی دلی آنا ہو تو حکیم وقار کے مطب میں ضرور آئیں میں وہیں پر ہوتا ہوں۔‘‘

دلی واپس آ کر حکیم وقار کو پورے حالات رولو کا نے بتائے تو وہ بولے۔

’’دو تین باتیں غور طلب ہیں ایک تو یہ کہ زیبا بیگم کے اخراجات وہ بھی شاہانہ انداز کے کون پورے کرتا ہے۔ دوسرے ان کا تعلق شاہی خاندان سے کیا واقعی ہے اور وہ نوادرات جو ان کے پاس ہیں یا کوئی دیتا ہے وہ کس کے ہیں۔اب تم اپنا پروگرام بتاؤ کیس ذرا الجھا ہوا سا لگتا ہے۔‘‘

’’بہت زیادہ الجھا ہوا ہے مجھے آگرہ زیبا بیگم کو لے کر جانا ہوگا۔اب ان کا کیا حال ہے۔‘‘ رولو کا بولا۔

’’بظاہر تو ٹھیک ہے مگر کبھی کبھی بے معنی اور بے سر پیر کی گفتگو کرنے لگتی ہیں۔‘‘ حکیم وقار بولے۔

’’آج رات میں ان پر تجربہ کروں گا وہی پروفیسر ہمدانی والا۔‘‘ رولو کا بولا۔

’’یعنی مصنوعی نیند ان پر طاری کرو گے۔‘‘ حکیم وقار بولے۔

’’ہاں! کچھ سوال کروں گا شاید کوئی سرا ہاتھ آ جائے۔‘‘ رولو کا نے جواب دیا۔

اور پھر حسب پروگرام زیبا بیگم کے کمرے میں دونوں پہنچ گئے۔زیبا جاگ رہی تھی اور ٹھیک تھی۔ بولی۔’’حکیم صاحب آپ آج رات کو کیوں آ گئے؟ میں صبح آ جاتی، خیر فرمائیں کیسے زحمت کی۔‘‘

رولو کا نے آگے بڑھ کر کہا۔’’تم لیٹ جاؤ کیونکہ تم کو

ندآ رہی ہے میں سلانے آیا ہوں پرسکون ہو کر سو جاؤ۔"
زیبا بیگم بولی۔ "ہاں میری آنکھیں بوجھل ہو رہی
ں میں سونا چاہتی ہوں اور چند منٹ میں وہ سو رہی تھی۔
ولوکا اس کے سرہانے کھڑا تھا دوسری طرف حکیم وقار موجود
تھے۔ رولوکا نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تم کون
وخاتون؟" چند منٹ خاموشی رہی پھر زیبا نے جواب دیا۔
"میں زیبا بیگم ہوں۔"
"تم کہاں کی رہنے والی ہو۔" رولوکا کا یہ دوسرا سوال تھا۔
"میں آگرہ چھم چھم گلی کی ہوں میرے گھر کا نام
ویلی گلاب خان ہے۔"
"تم نے حویلی گلاب خان کیوں چھوڑ دی اور اعظم
گڑھ کیوں چلی گئیں۔" رولوکا نے پھر پوچھا۔
"میں کیا کرتی وہاں کے مکینوں نے میرا رہنا مشکل
کر دیا تھا۔ میرے عزیز سب وہاں سے چلے گئے تھے۔"
رولوکا نے کہا۔ "بس اب تم اٹھ جاؤ نیند پوری
وگئی۔" اور چند منٹ کے بعد رولوکا کے کہنے کے مطابق
یبا بیگم اٹھ گئی تو رولوکا بولا۔ "تم میرے ساتھ آگرہ چلو۔"
وہ اٹھ کر بیٹھ گئی بولی۔ "معاف کرنا حکیم صاحب،
ں وہاں نہیں جاؤں گی ہرگز نہیں جاؤں گی۔"
"تمہارے نہ جانے کی وجہ میں پوچھ سکتا ہوں۔"
ولوکا بولا۔
"میں شہزادی ہوں مغلیہ خاندان کی ہوں میں اس
قام پر ہرگز نہ جاؤں گی یہاں پر میرا احترام نہ ہو وہ لوگ
س قابل نہیں کہ میں ان کے قریب جاؤں یہ میری شان
کے خلاف ہے۔"
رولوکا بولا۔ "شہزادی زیبا بیگم میں آپ کے ساتھ
وں میں آپ کا احترام ان سے کراؤں گا وہاں پر میرا جانا
ضروری ہے۔"
تو پھر آپ وہاں تشریف لے جائیں مگر میں آگرہ
ہیں جاؤں گی، ہرگز نہیں۔"
رولوکا نے حکیم صاحب کو اشارہ کیا اور دونوں کمرے
سے باہر آ گئے۔

"اب کیا کرو گے وہ تو شاید آگرہ نہ جائے۔" حکیم
وقار بولے۔
"تو پھر میں اکیلا ہی جاؤں گا اگر وہ جاتی تو زیادہ
بہتر تھا۔" رولوکا بولا۔
دوسرے دن رولوکا آگرہ کے لئے روانہ ہوا چھم چھم
گلی مشہور محلہ تھا اور اس میں حویلی گلاب خان مشہور چیز تھی
بڑی آسانی سے وہ پہنچ گیا۔ یہ محلہ شاید آگرہ کا سب سے
اونچا محلہ ہے۔ حویلی گلاب خان ایک ٹیکری پر بنی ہے اور
اس طرح بنی ہے کہ بنانے والے نے ٹیکری کو میدان اور
اس پر کئی منزلہ مکان بنا دیا۔ اس حویلی کے دروازے کے
عین سامنے کوئی سواری نہیں جاتی نیچے رہتی ہے اور
سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جانا پڑتا ہے۔ پتھر کو تراش کر سیڑھیاں
بنائی گئی ہیں اور پھر حویلی کا بڑا پھاٹک ہے نہ معلوم کون سی
لکڑی کا یہ بڑا سا پھاٹک آج تک پرانا نہیں ہوا۔
پیتل کی بڑی بڑی کیلیں ضرور اپنا رنگ بدل چکی ہیں
اس بڑے پھاٹک میں ایک چھوٹا دروازہ بھی ہے وہی اندر
جانے آنے کا راستہ ہے۔ اس چھوٹے دروازے کے اوپر
دو لوہے کے بڑے بڑے کڑے پڑے ہیں گویا اسے بجانے پر
اندر والوں کو خبر ہوتی ہے کہ دروازے پر کوئی ہے رولوکا نے
چند منٹ پھاٹک کے پاس کھڑے ہو کر اطراف کا بغور
جائزہ لیا اور پھر دونوں کڑوں کو آپس میں ٹکرا دیا چند منٹ
کے بعد دروازہ کھلا اور ایک عمر رسیدہ شخص نے دروازہ کھول
کر پوچھا۔ "فرمایئے کس سے ملنا ہے؟"
رولوکا نے جواب دیا۔ "میرا نام حکیم کامل ہے اور
میں دلی سے آیا ہوں۔"
"باریش شخص بولا۔ "بہت خوب آیئے، اندر
آ جایئے۔"
دروازے سے ملی ہوئی ایک چھوٹی سی بارہ دری نما
بیٹھک تھی اس میں مونڈھے پڑے تھے بیٹھنے پر وہ باریش
شخص بولا۔ "میرا نام امام دین ہے میرا خاندان اسی حویلی
میں رہتا ہے اب آپ فرمائیں آپ نے کیسے زحمت کی
آنے میں؟"

رولوکا بولا۔ ''میں کچھ معلومات کرنے آیا ہوں اگر آپ برا نہ مانیں تو میں سوال کروں۔''

''ضرور فرمائیں میں اپنی معلومات کے مطابق ضرور جواب دوں گا۔'' امام دین نے کہا۔

''آپ اس حویلی میں کب سے آباد ہیں؟'' رولوکا نے پوچھا۔

میرے والد مرحوم نے یہ حویلی ایک ہندو سے خریدی تھی اور نہایت ہی سستی مل گئی تھی اس زمانے کے حساب سے بھی میں سستی ہی کہوں گا۔'' امام دین نے جواب دیا۔

''یہ کتنے دنوں کی بات ہے اور اس کے سستا ہونے کی کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔'' رولوکا نے کہا۔

''میری عمر اس وقت بیس سال ہوگی اور آج میں ستر سال کا ہوں تو پچاس سال گزر گئے اور سستی ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس ہندو نے اس حویلی میں آباد ہونے کی بڑی کوشش کی تھی مگر اس کے ساتھ بڑے عجیب عجیب واقعات پیش آتے رہے وہ ہندو بھی بڑا ضدی تھا اس نے اپنے مذہب کے حساب سے پنڈتوں کو بلایا ہون کرائے جادو ٹونے بھی کئے مگر ہوا یہ کہ اس کا اور اس کے خاندان کا رہنا مشکل ہوگیا پہلے صرف تنگ کرنے کو سامان ادھر ادھر ہوتا تھا مگر جب اس نے پنڈتوں کو بلایا اور منتر پڑھوائے تو اس کے لئے اور مشکلات پیدا ہونے لگیں بڑے بڑے نقصانات ہونے لگے اس پر بھی وہ نہ مانا تو اس کی بیوی پر پاگل پن کے دورے پڑنے لگے اور وہ گھر سے باہر بھاگنے لگی اور آخر اس کو پاگل قرار دے دیا گیا کوئی حکیم وید اس کا علاج نہ کرسکا۔ اب وہ ہندو ہار گیا اور اس نے حویلی خالی کردی اور فروخت کرنے پر راضی ہوگیا مگر اس حویلی کے بارے میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ اس میں سخت قسم کا آسیب ہے تو کوئی خریدار نہیں آتا تھا میرے والد کا آبائی مکان کٹڑے میں تھا ان کا کاروبار لوہار منڈی میں تھا۔ ان کو پتہ چلا کہ یہ حویلی فروخت کے لئے ہے تو وہ اس ہندو سے ملے تو اس نے وہی قیمت بتائی جو اس نے ادا کی تھی میرے والد بھی کاروباری آدمی تھے۔ وہ سمجھ چکے تھے کہ یہ ہندو اس حویلی کو فروخت ضرور کرے گا اس خیال سے وہ بولے۔

''لالہ یہ قیمت تو تم بھول جاؤ اب کوئی اتنی قیمت تم کو کون دے گا۔ آگرہ کے بچے بچے کو پتہ ہے کہ یہ حویلی خطرناک ہے اب قیمت بتاؤ تو بات آگے چلے۔''

لالہ بولا۔ ''میاں جی یہ بات تو آپ کی درست ہے کوئی خریدار آتا ہی نہیں میں تو پھنس چکا ہوں۔ اب تم ہی فیصلہ کرلو اور جو مناسب خیال کرو اس کی خود قیمت مقرر کردو۔'' اور اس طرح والد صاحب نے اپنی پسند کی قیمت دے کر اس حویلی کو حاصل کیا۔ اس کے بعد انہوں نے اس کی صفائی کروائی اور ہندو کی ساری نشانیاں ختم کردی گئیں رہائش سے پہلے قرآن خوانی کرائی اور فاتحہ خوانی کرائی اور فاتحہ کرانے کے بعد ہم لوگ آگئے۔ ہمارے آنے کے بعد کچھ نہ ہوا۔ یہ اتنی بڑی حویلی تھی کہ ہم لوگ جس مکان میں رہتے تھے اس کے برابر کئی مکان اس حویلی کی چار دیواری میں اور موجود تھے وہ خالی پڑے تھے ان کو آباد کرنا ضروری تھا کرائے کا رواج زیادہ نہ تھا مگر دو مکان ماہانہ کرائے پر اٹھ گئے مقصد مکانات کو آباد کرنا تھا۔ ایک میرے ماموں علی گڑھ سے آگئے وہ رہنے لگے اور اس طرح پوری حویلی آباد ہوگئی ایک کنواں پانی کے لئے تھا۔ اس کا پانی آج تک استعمال ہورہا ہے اور کبھی پانی کم نہیں ہو حالانکہ یہ کنواں ایک طرح سے پہاڑ پر ہے اس کی گہرائی عام کنوؤں سے بہت زیادہ ہے۔ ہمارے آباد ہونے کے بعد یہاں پر کوئی واردات نہ ہوئی ہم لوگ سمجھ گئے کہ اب یہاں پر کچھ نہیں ہے۔ مگر ایسا نہ تھا۔

اس حویلی کے آخری سرے پر یا یوں سمجھ لیں کہ سب سے اونچی جگہ پر ایک برجی بنی ہوئی تھی۔ بنانے والے نے یہ برجی کس مقصد سے بنائی تھی کسی کو پتہ نہ تھا میرے والد کا خیال تھا کہ یہ حویلی جس زمانے میں اس ٹیکری پر بنی تھی اس وقت یہ غیر آباد جگہ تھی دور دور آبادی نہ تھی تو ظاہر ہے اس کے بنانے والے نے یہ اونچی برجی اس لئے بنائی کہ حویلی

کے چاروں طرف وہ دیکھ سکے اور کوئی مصرف تو اس برجی کا سمجھ نہیں آتا تھا۔ اس برجی پر حویلی کے آباد ہونے کے بعد بھی کوئی نہیں جاتا تھا وجہ یہ تھی کہ ایک تو مکانات سے یہ ہٹ کر تھی دوسرے نہ معلوم عجیب سی وحشت اور ڈر اس طرف محسوس تھا۔ کسی کے نہ جانے کی وجہ سے خودرو جھاڑیاں اور ببول کے درخت پیدا ہو گئے تھے او برجی کی دیوار تک یہ موجود تھے۔ اس حویلی کو آباد ہوئے کئی سال گزر گئے تھے میری شادی بھی اس حویلی میں ہی ہوئی میری بیوی علی گڑھ کی ہے شادی کے بعد میرا سالا شرافت علی اکثر میرے پاس آیا کرتا تھا ایک دن وہ بولا۔ ”دولہا بھائی حویلی تو آپ کی بہت شاندار ہے مگر آپ لوگوں نے اس کو ویران کر رکھا ہے کوئی صفائی وغیرہ نہیں کراتے۔“

”میں نے کہا۔ ”میاں جتنی ضرورت ہے کراتے ہیں۔“

وہ بولا۔ ”ادھر برجی کی طرف آپ نے دیکھا کتنی گندگی ہے۔“

”وہ گندگی نہیں ہے بس جھاڑیاں ہیں اس طرف کوئی نہیں جاتا ہے۔“ میں نے کہا۔

شرافت بولا۔ ”میں ادھر گیا تھا مگر برجی تک نہ جا سکا۔ ببول کے درخت ہیں کانٹے بہت ہیں۔“

میں نے کہا۔ ”ادھر جانے کی کوشش نہ کرنا کوئی نہیں جاتا ادھر۔“

”کیوں کوئی پابندی ہے یا کوئی بھوت چڑیل ہے، میں ان باتوں پر اعتبار نہیں کرتا۔ میں برجی کو دیکھنا چاہتا ہوں بڑا مزا آئے گا، قلعہ، اور تاج محل تک اس برجی سے نظر آ جائیں گے ایمان سے، بہت اونچی جگہ ہے پورا شہر اور جمنا بھی دکھے گا۔“ وہ بولا۔

”دیکھو میاں شرافت اس طرف کوئی نہیں جاتا تم بھی نہ جانا۔ تم کو پتہ نہیں کہ اس حویلی کے بارے میں ہمارے آنے سے پہلے کیا کیا مشہور تھا اب تم چھیڑ خانی نہ کرو، ابا کا کہنا ہے کہ جو کچھ تھا وہ برجی کی طرف اب بھی ہے اسی لئے وہاں پر وحشت اور خوف آج بھی محسوس ہوتا ہے۔“

”ارے دولہا بھائی کس وہم میں پڑے ہیں انسان خود ایک بہت خطرناک بھوت ہے۔“ شرافت بولا۔

شرافت کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ نوجوانی کا گرم خون اس کو اکساتا رہا کہ وہ برجی پر جائے اور آخر وہ اپنے تجسس سے مجبور ہو کر ایک دن دوپہر کو برجی کی طرف چلا گیا۔ ایک تو اس طرف کوئی جاتا نہ تھا۔ دوسرے دوپہر کا وقت اور گرمی کا موسم سب ہی اپنے اپنے گھروں میں تھے اور برجی کی طرف سناٹا چھایا ہوا تھا اونچی جگہ ہونے کی وجہ سے ہوا بھی اس طرف زیادہ تھی۔ ببول کے درخت جھوم رہے تھے اور شرافت ان درختوں میں سے راستہ بناتا آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا۔ کسی درخت پر کوئی پرندہ نہ تھا ہوا کی تیزی کی وجہ سے درختوں کی شاخیں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں اور ان سے آواز پیدا ہو رہی تھی۔ اب برجی اس کے سامنے تھی اور وہ برجی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کالی کالی بدشکل چمگادڑیں لٹک رہی تھیں ان میں زیادہ تر چھوٹی تھیں مگر کوئی کوئی بڑی بھی تھی۔

برجی کی چھت کے نیچے جانے کے لئے اوپر سات سیڑھیاں چڑھنا پڑتی تھیں۔ یہ سیڑھیاں صاف تھیں۔ ابھی تک شرافت کے دل میں کسی قسم کا خوف نہیں تھا۔ دن کا وقت تھا تیز دھوپ تھی۔ مگر برجی کے اندر اور سیڑھیاں دیکھ کر شرافت کو حیرت ہو رہی تھی۔ برجی بالکل صاف تھی اور سیڑھیاں بھی ایسا لگتا تھا جیسے ان پر روز جھاڑو دی جاتی ہو۔ شرافت کچھ پریشان تو ہوا مگر پھر خیال آیا یہاں پر ہوا تیز ہے اس وجہ سے دھول مٹی اڑ جاتی ہو گی اور اس نے سیڑھی پر قدم رکھ دیا اس کے قدم رکھتے ہی دروں پر لٹکتی چمگادڑیں پھڑ پھڑا کر اڑ گئیں مگر آسمان پر نہیں گئیں۔ ببول کے درختوں میں غائب ہو گئیں۔ شرافت نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھ دیا اور برجی پر پہنچ گیا۔ برجی کا فرش صاف تھا مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ برجی کے عین درمیان سے ایک بھاری پتھر کی سل اپنی جگہ ہٹی ہوئی تھی اور وہ سل فرش پر موجود تھی۔ شرافت نے اس جگہ پر نظر ڈالی جہاں پر سل کے ہٹنے سے خلا پیدا ہو گیا تھا وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ ایک

زینہ تھا اور نیچے جا رہا تھا اور جو سل زینہ کا ڈھکن تھی اس کی موٹائی چھ انچ کے قریب تھی لمبائی چوڑائی چھ سات فٹ سے کم نہ تھی اس کو اٹھانے کو اس پر کسی قسم کا کنڈا نہ تھا۔ جب اس زینے پر یہ رکھ دی جاتی ہوگی تو زینے کے اوپر والا تو اس کو اٹھا ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ فرش کے سانچے میں فٹ آجاتی ہوگی اور نیچے والا اتنی بھاری سل کو کس طرح اٹھا سکتا ہوگا۔ دھوپ کی روشنی زینے کے اندر تک جاری تھی اس روشنی میں زینہ صاف ستھرا نظر آ رہا تھا۔ اندر سے کسی قسم کی بدبو بھی نہیں آ رہی تھی۔ شرافت اپنی دلیری کے زوم میں برجی تک آ گیا تھا۔ مگر یہ دیکھ کر وہ واپس جانے کے بارے میں غور کر رہا تھا اور پھر اس نے واپس جانے کا فیصلہ کر لیا اور برجی کی سیڑھیاں اتر کر واپس چلا اس کے واپس مڑتے ہی اس کے کانوں میں ایسی آوازیں آئیں۔

جیسے کوئی اس بھاری سل کو کھسکا کر زینے کے منہ پر لا رہا ہو مگر شرافت نے پلٹ کر نہ دیکھا اب اس کے اندر کا ڈر پوری طرح بیدار ہو چکا تھا اور وہ جلد از جلد برجی سے دور ہو رہا تھا وہ اتنی تیزی سے قدم بڑھا رہا تھا کہ اس کے بدن کے کپڑے کانٹوں میں الجھ کر پھٹ رہے تھے اور جسم پر بھی کانٹوں کی خراشیں پڑ رہی تھیں اور اس کا بدن خون آلود ہو رہا تھا۔

آخر وہ ان جھاڑیوں سے باہر آ گیا مگر اس کے اوسان پھر بھی بحال نہ تھے سانس تیزی سے چل رہی تھی اور چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں وہ دوڑتا ہوا گھر میں داخل ہوا اس وقت میں نے اس کو دیکھا اور اس کی طرف بڑھا وہ چارپائی پر زور سے گرا اور بولا۔ ”دولہا بھائی پانی۔“ میں نے اس کو پانی پلایا اس کے کپڑے تار تار تھے جب ذرا اس کے اوسان بحال ہوئے تو میں نے ماجرہ پوچھا تو وہ بولا۔ ”میں برجی پر گیا تھا۔“

”اچھا پھر کیا ہوا۔“ میں نے پوچھا۔

”اس برجی کے اوپر ایک زینہ ہے اور وہ زینہ زمین کی طرف گہرائی میں جا رہا ہے۔ اس پر ایک پتھر کی بہت بھاری سل رکھی ہے مگر میں جب گیا اس وقت وہ سل زینے کے دروازے پر نہ تھی اور زینہ صاف نظر آ رہا تھا یہ دیکھ کر میں ڈر گیا اور واپس ہوا تو مجھے زینے پر سل رکھنے کی آواز آئی، میں نے ڈر کے مارے پلٹ کر نہیں دیکھا اور بھاگا میرے کپڑے کانٹوں نے پھاڑ دیئے آپ نے وہ زینہ کبھی دیکھا ہے۔“

”میں کبھی اس طرف گیا ہی نہیں، میں نے تم کو بھی منع کر دیا تھا مگر تم جوانی کے جوش میں چلے گئے اور اب ہانپتے کانپتے کپڑے پھاڑ کر آ رہے ہو۔ میاں تم اپنے گھر جاؤ پھر کوئی الٹی سیدھی حرکت کرو گے تو بدنامی میری ہوگی۔“ میں نے کہا۔

وہ بولا۔ ”دولہا بھائی بے شک میں ڈر گیا تھا مگر میں نے ہمت نہیں ہاری ہے آخر یہ کیا چکر ہے پتہ تو کرنا پڑے گا۔“

”بس کرو میاں تم یہاں کے ٹھیکیدار نہیں ہو۔ جو کچھ ہے رہنے دو اور پھر اس طرف نہ جانا۔“

”آپ نے ٹھیکیدار کہہ کر مجھے یاد دلا دیا کہ میرا ایک دوست علی گڑھ میں ہے اس کے والد ٹھیکیدار ہیں جنگلات سے ان کا واسطہ ہے جنگلات میں جوگی، سنیاسی، سادھو اکثر ان کو ملتے ہیں۔ وہ لوگ ان پراسرار باتوں کے ماہر ہوتے ہیں میں ان سے ذکر کروں گا، وہ ضرور اس راز کو کھول دیں گے اب شرافت کے اوسان پوری طرح بحال تھے۔“ وہ بولا۔

”مگر تم کو یہ سب کرنے کی ضرورت کیوں ہے۔ مجھے یہ بتاؤ۔“ میں نے کہا۔

”ضرورت تو ہے دولہا بھائی یہاں پر صرف آپ ہی تو نہیں ہیں اور بھی بال بچوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ اگر وہ یا ان کا کوئی بچہ اس طرف چلا گیا اور کوئی حادثہ ہو گیا تو ذمہ داری تو آپ پر ہی آئے گی۔“ وہ بولا۔

”آنے دو میں نے سب کو اس طرف جانے سے منع کر رکھا ہے۔ بس اب تم اپنے گھر جانے کی تیاری کرو میں تمہاری ذمہ داری نہیں اٹھا سکتا۔“

میں نے اپنی بیوی سے اس کے کارنامہ کے بارے میں بتایا تو اس نے بھی میرے خیال کی تائید کی اور شرافت

لی چلے گئے۔ جانے کے بعد ان کے پیٹ میں کھولن ور ہی تھی وہ چین سے کب بیٹھنے والے تھے انہوں نے پنے دوست کے والد ٹھیکیدار بشیر خان سے ملاقات کی اور ارا ماجرہ بیان کر دیا۔ بشیر خان میرے خیال میں کوئی شیخی ورے آدمی تھے۔ انہوں نے شرافت کو یقین دلایا کہ میں یا آدمی تم کو لا کر دوں گا کہ وہ سب راز کھول دے گا، تو کیم صاحب ایک ماہ کے بعد شرافت پھر آ گئے ان کے اتھ ایک سادھو بھی تھا۔

وہ بولے۔ ”دولہا بھائی یہ بندرہ بن کے جنگلات ں بیس سال سے تپسیا کر رہے تھے ٹھیکیدار کی منت ساجت کے بعد آئے ہیں بڑے زبردست آدمی ہیں کسی قسم کا سیب، بھوت پریت، جن ان کے سامنے ٹک نہیں سکتا۔“

میرے منع کرنے کے باوجود وہ نہ مانے اور برجی کی رف چلے گئے کچھ دیر میں شرافت تو واپس آ گئے اور سادھو ہاراج برجی پر رک گئے یہ دن کا وقت تھا۔ رات کو بھی وہ پس نہ آئے دوسرے دن بھی ان کا پتہ نہ چلا اور پھر کئی روز ک وہ نہ آئے تو شرافت بھاگے، علی گڑھ اور ساری روداد ھیکیدار سے بیان کر دی مگر سادھو مہاراج برجی پر ایسے گئے کہ واپس نہ پلٹے۔ اس کے بعد شرافت کئی لوگوں کو لے کر ئے۔ ٹھیکیدار بشیر خان بھی آئے مگر برجی کا راز نہ کھلا کئی ی گرامی لوگ بھی کوشش کرتے رہے کچھ اپنا دماغی توازن ہاں پر چھوڑ گئے اور کئی ایسے غائب ہوئے کہ نشان نہ ملا۔ ر ایک رات میرے کمرے میں نہ معلوم کس طرح ایک ایت حسین و جمیل عورت آ گئی اور بولی۔

”ہم شہزادی ہیں تو نے ہمارے آرام میں خلل ڈالا ہے۔ تیری سزا تو یہ ہونی چاہئے کہ تجھے ہاتھی کے پیروں ں ڈال دیا جائے مگر ہم نے تجھے معاف کر دیا ہے اس لئے ہ تو نے ہمیشہ کھوج نکالنے کی مخالفت کی ہے۔ اب ارے لئے یہ جگہ ٹھیک نہیں ہے ہم عنقریب چلے جائیں ئے مگر کچھ ضروری کام کرنا ہیں وہ پہلے کریں گے۔“

میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ ”آپ کون سی ہزادی ہیں؟“

وہ غصے سے بولی۔ ”اس کی تم کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے ہم مغلیہ بادشاہ کی بیٹی ہیں یہ حویلی ہمارے باپ نے ہمارے لئے بنائی تھی۔ اور ہم شادی کے بعد یہاں پر آ گئے تھے۔ ہماری بات یاد رکھنا برجی کی طرف کوئی نہ جائے اور جو جائے گا اس کا نقصان ہو گا۔“

”تم نے اس شہزادی کا نام بھی نہیں پوچھا تھا۔ “رولوکا نے سوال کیا۔

”میں کیا پوچھتا اس کا رعب اور انداز اس قدر متاثر کن تھا کہ میں واقعی خود کو مغلیہ دور میں سمجھ رہا تھا۔“ امام دین نے جواب دیا۔

”شکریہ امام دین آپ نے بڑے کام کی باتیں بتائی ہیں مگر پھر ان میں ادھورا پن لگتا ہے بہر حال میں پھر بھی آپ کا شکر گزار ہوں۔ ہاں ایک آخری بات یہ بتاؤ شہزادی کے جانے کے بعد کوئی برجی کی طرف گیا اور اگر گیا تو کچھ ہوا۔“

”نہیں جی کوئی واقعہ نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی اس طرف گیا۔“ امام دین بولا۔

”تم کو پتہ ہے کہ شہزادی اب کہاں ہے۔“ رولوکا نے پوچھا۔

”نہیں مجھے نہیں پتہ اور میں پتہ کرنا بھی نہیں چاہتا۔“ امام دین نے جواب دیا۔

”امام دین میں اگر شہزادی کو تلاش کر کے لے آؤں تمہارے پاس تو پھر تم اس سے ملاقات کرو گے۔“ رولوکا نے ہنس کر سوال کیا۔

امام دین کان پکڑ کر بولا۔ ”ایسا غضب نہ کرنا مفت میں مارا جاؤں گا۔“

”میں مذاق کر رہا تھا تم بے فکر رہو اب وہ یہاں نہیں آئے گی اور اگر آئی تو میں اس کے ساتھ رہوں گا۔“

”یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ اگر وہ مغلیہ شہزادی ہے تو وہ صرف روح ہو گی مگر میرے پاس وہ مکمل جسم کے ساتھ آئی تھی اور اس نے زندہ انسانوں کی طرح مجھ سے کلام کیا تھا۔“ امام دین بولا۔

''اس کے بارے میں ابھی میں کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ ابھی میں خود معاملے کو پوری طرح سمجھ نہیں سکا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ تعاون کرو گے تو سب کچھ تمہارے علم میں رہے گا۔'' رولوکا نے کہا۔

''میں تو آپ سے پورا تعاون کروں گا۔'' امام دین بولا۔

''بات یہ ہے کہ تم اس حویلی کے مالک ہو اور یہی بنیادی چیز ہے شہزادی کی روح جہاں پر ہو اس کا رابطہ اس کی حویلی سے ضرور ہے وہ یہاں پر ضرور آتی ہوگی یہ بات دوسری ہے کہ اس نے تم کو یا یہاں کے کسی مکین کو پریشان نہیں کیا صرف ان کو سزا دی جو برجی کی طرف جاتے رہے۔''

رولوکا واپس دلی آ گیا اور سارے حالات حکیم صاحب کو بتائے تو وہ بولے۔ ''یہ جو ہمارے مطب میں ہے اگر یہ شہزادی ہے تو پھر اس کی عمر سینکڑوں سال ہے کیونکہ وہ مردہ نہیں زندہ ہے پہلے تو یہ طے کرنا ہے کہ کیا یہ وہی شہزادی ہے اگر یہ وہی ہے تو پھر معاملہ بہت گہرا ہے۔''

رولوکا بولا۔ وہ تو ہو نہیں سکتی انسانی جسم کی ایک عمر ہوتی ہے اس کے بعد اس کی ٹوٹ پھوٹ شروع ہو جاتی ہے اور آخر میں وہ مٹی ہو جاتا ہے اور اس عورت کا جسم ابھی جوان ہے جسم میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔''

''آج رات پھر اس سے اس کے حالات پتہ کرو مصنوعی نیند کے ذریعہ۔'' حکیم وقار نے کہا۔

''یہ تو کرنا پڑے گا کیونکہ آگے کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا۔ میرے لئے یہ مسئلہ ہے کہ زیادہ دیر میں اس نیند کو قائم نہیں رکھ سکتا کیونکہ اس میں دوسرے خطرے ہیں۔'' رولوکا بولا۔ رات کو رولوکا نے زیبا بیگم پر مصنوعی نیند طاری کر دی اور پھر سوال کیا۔

''تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے؟''

''میں زیبا بیگم مغلیہ شہزادی ہوں۔''

''تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟'' رولوکا نے سوال کیا۔

''میرے باپ کا نام ہمایوں شہنشاہ ہند ہے۔ میری پیدائش دلی شہر کی ہے۔''

''تمہاری موت کس طرح واقع ہوئی شہزادی۔'' رولوکا بولا۔

''میرے ساتھ بہت برا ہوا تھا آگرہ کے قلعہ پر کابل کے درندوں نے قبضہ کر لیا اور وہ پورے کو برباد کرنے لگے میری حویلی میں پچاس عورتیں اور دس بارہ مرد تھے۔ عورتوں کا ان درندوں نے بہت برا حشر کیا اور مردوں کو قتل کر دیا۔ میرے ساتھ بھی انہوں نے انسانیت سوز سلوک کیا اور مجھے مار کر میری لاش برجی پر ڈال دی۔ میری لاش کو نہ کفن ملا نہ قبر نصیب ہوئی، شہنشاہ فرار ہو گیا اور کابل کے درندے تخت شاہی پر بیٹھ گئے۔ میں بے جسم اس حویلی میں رہی اور پوری سلطنت میں پھرتی رہی میرے ساتھ جو عورتیں قتل ہوئی تھیں ان کا بھی برا حال تھا ان کو بھی کفن اور قبر نہ ملی تھی۔'' اور پھر زیبا کی آواز بند ہو گئی اور کچھ دیر میں وہ اٹھ گئی اور بولی۔ ''تم کب آئے مجھے جگا دیتے میں تو تمہارا انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی تم کو پتہ ہے میں سوتی نہیں ہوں کیوں کہ سونے والوں کی عمر کم ہو جاتی ہے۔''

وہ اور نہ جانے کیا کیا کہتی رہی اور رولوکا کمرے سے باہر آ گیا۔ باہر آ کر حکیم وقار بولے۔ ''بات ذرا سی آگے بڑھی ہے یہ تو پتہ چلا کہ شہنشاہ ہمایوں کی بیٹی ہے۔ ہمایوں پر شیر شاہ سوری نے حملہ کیا تھا اور ہمایوں ایران کی طرف فرار ہو گیا تھا۔ اس وقت یہ شادی شدہ تھی اور اس حویلی میں رہتی تھی پھر اس حویلی پر کابلی فوج نے حملہ کر دیا اور عورتوں کو بے عزت کیا۔ قتل کر دیا ان سب کی لاشیں بے گور و کفن یہاں پڑی سڑتی رہیں اور ان کی روحیں بھٹکتی رہیں۔''

رولوکا بولا۔ ''آپ نے درست کہا۔ ابھی گاڑی اتنی ہی چلی ہے۔''

''مگر یہ اچانک بولتے بولتے خاموش ہو گئی اور پھر ہوش میں آ گئی۔'' حکیم وقار بولے۔

''زیادہ دیر اس کے دماغ پر گرفت نہیں ہو رہی وجہ کچھ ہو میں خود بھی اس کے جسم پر زیادہ وزن نہیں ڈالنا چاہتا اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ جسم اس کا اپنا نہیں ہے۔ ہاں روح وہی ہے اور وہی بیان کرتی ہے مگر جسم نقلی ہے اگر زیادہ وزن ڈالا گیا تو اس کے بکھر جانے کا خطرہ ہو سکتا

پاکستان ورچوئل لائبریری

ہے جب یہ جسم بکھرنے لگے گا تو زیادہ دیر اس کے مٹی ہونے میں نہیں لگے گی۔ اس لئے میں نہایت احتیاط کر رہا ہوں۔ اگر شہزادی کی روح اس جسم سے آزاد ہو گئی تو وہ غائب ہو سکتی ہے پھر اس کو تلاش کرنا ہو گا ابھی تو وہ اس نقلی جسم میں ہے پھر نہ جانے کہاں ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو پھر کسی جسم کی تلاش ہو جائے اور وہ کسی نئے جسم پر قبضہ کر لے ہمارے لئے پھر نئے سرے سے تلاش کا دروازہ کھل جائے اس لئے کام کی رفتار سست رکھنا پڑ رہی ہے۔" رولوکا نے بتایا۔

"اب آگے کیا ارادہ ہے؟" حکیم وقار بولے۔

"وہ حویلی بڑی اہم جگہ ہے اور اس کی سرنگ جو برجی سے کہیں جاتی ہے وہ بھی اہم ہے۔ اس کو چیک کرنا پڑے گا۔ میرا خیال ہے اس حویلی میں ان عورتوں کی روحیں آج بھی موجود ہیں جن کو بے عزت کر کے وہاں پر قتل کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ شہزادی زیبا کے زیورات اور دولت جو اس کے شہنشاہ باپ نے اس کو جہیز میں دی وہ بھی موجود ہے۔ اعظم گڑھ شہزادی چلی گئی تو ہے مگر اس کا تعلق اس حویلی سے پوری طرح موجود ہے۔" رولوکا نے بات آگے بڑھائی۔

"اس حویلی کی آبادی تمہارے کام میں رکاوٹ تو نہ ہو گی۔" حکیم صاحب بولے۔

"نہیں میرا کام زیادہ تر رات کو ہو گا کیونکہ ایسے کاموں کے لئے رات ہی مناسب ہوتی ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔ رات کو رولوکا حویلی کے اندر تھا اس وقت زیادہ رات نہ تھی حویلی کا چھوٹا دروازہ کھلا تھا اور لوگ اندر جا آ رہے تھے۔ رولوکا کچھ دیر دروازے پر رکا پھر امام دین کے گھر میں چلا گیا۔ رولوکا چونکہ روپوشی کی پوزیشن میں تھا اس لئے اس کے دیکھے جانے کے امکانات نہیں تھے۔ امام دین اور اس کی بیوی آنگن میں ایک چارپائی پر بیٹھے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ رولوکا ان کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ امام دین کہہ رہا تھا۔

"بچوں کو برجی کی طرف نہ جانے دینا۔"

"میں نے تو تاکید کر دی ہے تم بھی ذرا ڈانٹ ڈپٹ کر دیا کرو۔" بیوی بولی۔

"میرا تو خیال ہے اگر کوئی معقول خریدار مل جائے تو اس حویلی کو فروخت کر دوں۔" امام دین نے کہا۔

"میں نے جب کہا تھا تو تم غصہ کرنے لگے تھے اب کیا ہوا۔" بیوی بولی۔

"ارے ایک پخ اور آ گئی ہے دلی کے کوئی کلیم ہیں وہ اکھاڑ پچھاڑ کرنے کے چکر میں ہیں ان کی اس اکھاڑ پچھاڑ میں ہم لوگ نہ پس جائیں یہ بات تو طے ہے کہ برجی پر اثر تو ہے مگر اب تو بہت دنوں سے کچھ نہیں ہوا یہ حکیم صاحب کرید کریں گے تو پھر کچھ نہ کچھ ہو گا ضرور میں بری طرح پھنس گیا ہوں نہ کھا سکتا ہوں نہ اگل سکتا ہوں لگتا ہے کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔" امام دین نے کہا۔

"تم کیوں ڈرتے ہو کچھ نہیں کر رہے اور اگر ہے تو مردانہ وار مقابلہ کرو۔" بیوی بولی۔

"مردانہ وار مقابلہ کروں مروا دے بے موت مجھے، اری نیک بخت مقابلہ ان دیکھی غیر مرئی چیزوں سے کون کرتا ہے۔ ارے معاملہ کسی انسان سے ہو تو آدمی پینترے بازی کرتا ہے تو بھلا روحوں سے کون لڑ سکتا ہے۔" امام دین بولا۔

"تو پھر ایسا کرو حکیم دلی والے کو منع کر دو کہ وہ یہاں پر چھیڑ خانی نہ کرے۔" بیوی بولی۔

"اب وہ نہیں مانے گا کیونکہ میں نے خود شرافت والی بات اور اس کے بعد کے حالات اس کو بتائے ہیں۔ مجھے تو ڈر ہے یہ حکیم بھی برجی پر جا کر غائب نہ ہو جائے۔ آدمی اچھا ہے میں نہیں چاہتا کہ اس کو کوئی نقصان اٹھانا پڑے۔ پر میں منع بھی نہیں کر سکتا۔" امام دین بولا۔

اب رولوکا کا رخ برجی کی طرف تھا۔ برجی کی طرف بالکل سناٹا تھا برجی کے اوپر چھوٹی بڑی چمگادڑیں گردش کر رہی تھیں۔ برجی تک کانٹے دار جھاڑیاں اور ببول کے درخت اسی طرح موجود تھے رولوکا نے جھاڑیوں کا راستہ اختیار نہ کیا وہ دیوار کے جڑ کے پاس گیا اور ایک ذرا سے اشارے پر دیوار کے اوپر تھا اور پھر دیوار کے اوپر اوپر ہی

برجی پر آ گیا ایسا کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا، کوئی انسان اس طرح برجی پر نہیں آ سکتا کیونکہ دیوار بیس فٹ اونچی تھی اور اس کی موٹائی دو فٹ تو ضرور رہی ہوگی۔

برجی سرخ پتھر کی بنی ہوئی تھی اور زینے کا بھاری پتھر برجی کے فرش پر اس طرح رکھا تھا کہ وہ فرش کا ہی حصہ لگتا تھا۔ اس پتھر کو اٹھانے کے لئے کوئی کنڈا یا کوئی پکڑ نہیں تھی اس کا مطلب تھا اس کے لئے کسی اور ہی ٹیکنک سے اٹھایا جاتا ہے۔ رولوکا چند منٹ اس پر غور کرتا رہا اس دوران کئی چمگادڑیں اس کے قریب آ کر آوازیں پیدا کرتی رہیں برجی کے ہر در میں تاق بنے ہوئے تھے اور ان تاقوں میں کوئی نہ کوئی مورتی رکھی تھی۔ بظاہر یہ ایک معمولی بات تھی مگر رولوکا کے لئے غیر معمولی تھی اس نے ایک طاق کے پتلے کو ہلانا چاہا مگر وہ جام تھا اس کے بعد وہ ہر تاق پر زور آزمائی کرتا گیا مگر سارے پتلے جام تھے آخری پتلے کو وہ ہلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کو لگا جیسے اس کے پیر کے نیچے جو سل ہے وہ ہل رہی ہے اس نے پیر اس پر سے ہٹایا اور پھر پتلے کو ہلایا تو وہ سل اوپر ہو گئی مگر پوری طرح نہیں، رولوکا وہیں پر بیٹھ گیا اور اس سل پر زور آزمائی کرنے لگا وہ سل پوری طرح کھڑی ہو گئی اس کے کھڑا ہوتے ہی ایک گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ زینے پر رکھی چھ فٹ لمبائی چوڑائی اور چھ انچ سرخ پتھر کی وزنی سل اپنی جگہ سے ہٹ گئی اور زینے کا دروازہ کھل گیا۔ اندر اندھیرا تھا۔ مگر اندر سے کسی قسم کی بدبو نہیں آ رہی تھی جیسا کہ ہوتا ہے۔

نہ کسی قسم کی آواز آ رہی تھی۔ چند منٹ رولوکا اس دروازے پر کھڑا رہا اور ہاتھ سے کچھ اشارے بھی کرتا رہا اور پھر اس نے زینے کی سیڑھی پر قدم رکھا۔

یہ ایک بہت ہی خطرناک حرکت تھی کیونکہ سرنگ کے بند کرنے اور کھولنے کا میکنزم باہر تھا اگر اس کو بند کر دیا جائے تو اندر سے اس کو کھولنا ناممکن تھا۔ مگر رولوکا ایسے مرحلوں سے بارہا نبرد آزما ہو چکا تھا ڈر اور خوف اس کے نزدیک کوئی چیز نہ تھی۔

ہر سیڑھی کی اونچائی ایک فٹ تو ضرور تھی کچھ دور تک تو نہایت معمولی روشنی رہی مگر چند سیڑھیاں اترنے کے بعد گھپ اندھیرا ہو گیا۔ رولوکا نے دیوار کا سہارا لے رکھا تھا اور نہایت احتیاط سے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ مگر زینہ تھا کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ کافی دیر کے بعد اس اندھیرے راستہ میں ذرا سی روشنی نظر آئی مگر بہت معمولی، زینہ اس روشنی کی کرن کے پاس ختم ہو گیا اور ایک بند دروازہ رولوکا کے سامنے آ گیا اس کے کواڑوں کی جھریوں سے ہی روشنی کی کرن نظر آ رہی تھی۔

رولوکا نے دروازے پر ہاتھ رکھ کر ذرا زور ڈالا تو پتہ چلا کہ وہ کھلا ہوا تھا اس کے دونوں کواڑ ذرا سی چرچراہٹ کے ساتھ کھل گئے اور باہر کی روشنی اندر آنے لگی رولوکا دروازے کے باہر آ گیا تو اس نے خود کو ایک بہت بڑے ہال میں پایا۔

اس ہال کے دیواروں پر مورتیاں بنی ہوئی تھیں اور نقش نگار بھی یہ ظاہر کرتے تھے کہ یہ ہال کسی مندر کا حصہ ہے مگر یہ کسی بڑی مورتی سے خالی تھا گویا یہ پوجا کا کمرہ نہ تھا۔

رولوکا جس دروازے سے آیا تھا اسی طرح کئی اور دروازے بھی نظر آ رہے تھے نہ معلوم کتنی سرنگوں کا یہ اسٹیشن تھا۔ ہال میں کوئی جان دار وجود نہ تھا۔ رات کا سفر جاری تھا رولوکا اس دروازے سے باہر آ گیا جس پر روشنی نظر آ رہی تھی۔ باہر کھلا میدان تھا مگر زیادہ بڑا نہ تھا اس میدان کے سامنے مندر تھا اس کا اونچا کلس صاف بتا رہا تھا کہ وہ کالی مائی کا مندر ہے۔ اب وہ مندر کی طرف چلا مگر مندر کا دروازہ بند تھا اور رولوکا کو بھی پتہ تھا کہ اندر کیا ہوگا وہ مین دروازے کی طرف چل دیا اور اس سے باہر آ گیا اب تک اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی تھی یا ڈالی نہیں گئی تھی۔ اس کو پرکھا جا رہا تھا کہ وہ کہاں تک جا سکتا ہے اور کیا کر سکتا ہے۔

رولوکا کی سمجھ میں یہ بات تو آ گئی تھی کہ یہ سرنگ ایک خفیہ راستہ تھی جو اس حویلی کے مکینوں کی حفاظت کے لئے بنائی گئی تھی مگر یہ سرنگ ان کو نہ بچا سکی۔ یہ مندر ایک بازار میں تھا اور حویلی سے بہت نیچے تھا اگر وہاں سے دوبارہ دوسرے راستے سے حویلی کی طرف جایا جائے تو بہت چکر کے بعد جانا ہوگا۔ سرنگ نہایت بہتر حالت میں

تھی اور سیڑھیاں پتھر کو تراش کر بنائی گئی تھیں ہوا کا گزر اس بڑے ہال کے ذریعہ اس میں تھا۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ یہ زیر استعمال بھی ہو۔

رولوکا کے سامنے کسی قسم کی رکاوٹ اس لئے نہیں آئی کہ وہ روپوشی کی حالت میں سرنگ پار کر گیا مگر ابھی بہت کچھ باقی تھا اور رات بھی باقی تھی۔ وہ بازار کے راستے پھر حویلی پہنچ گیا۔ اور برجی پر اس نے دیکھا کہ سرنگ کا راستہ بند تھا اور بھاری سل فرش پر جمی ہوئی تھی۔ اب اس نے اپنی روپوشی ختم کر دی اور برجی کے اسی سل پر بیٹھ گیا۔

روپوشی ختم ہوتے ہی اس کے گرد چمگادڑوں کے غول منڈلانے لگے اور جو بڑی تیزی سے قریب بھی آنے لگیں۔ مگر رولوکا نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی وہ جانتا تھا کہ یہ کون ہیں اور ان کی طاقت کتنی ہے وہ ایک انجان اور بے وقوف آدمی کا پارٹ اس وقت پلے کر رہا تھا اور اس خفیہ طاقت کو دعوت دے رہا تھا جس کا اس مندر سے ضرور تعلق تھا۔ اب تک یہ بات ثابت نہیں ہوئی تھی مگر رولوکا کا اندازہ یہی تھا۔

رولوکا کے اندازے ان معاملات میں کبھی غلط نہیں ہوتے تھے برجی پر وہ بے وقوف بن کر ضرور بیٹھا تھا مگر اس کے چاروں طرف اس کے کارندے اس طرح موجود تھے کہ کسی کو ذرا گمان نہیں ہوسکتا تھا۔

رات کا آخری پہر بھی گزر گیا اور اس کے سامنے کوئی نہیں آیا اس کا مطلب تھا کہ یا تو دشمن اتنا ہوشیار ہے کہ اس کو بے وقوف نظر آنے والے کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ یہ کیا چیز ہے؟ اس نے کوئی کارروائی بھی نہیں کی ہے جبکہ اس سے پہلے آنے والوں نے آتے ہی کام دکھایا تھا اور پھر ان کا پتہ نہ چلا کہ کہاں گئے۔

اس کیس میں رولوکا نے اپنے کام کرنے کے انداز میں بہت تبدیلی کی تھی۔ اس دفعہ وہ اپنی ماورائی طاقت کا کم سے کم استعمال کر رہا تھا اور اپنی فطری طاقت کو زیادہ بروئے کار لا رہا تھا۔ اس طرح کرنے سے اس کو لطف آ رہا تھا حالانکہ کیس کی طوالت بڑھ رہی تھی۔ صبح کے آثار نظر آتے ہی وہ برجی پر سے اتر کر کانٹوں سے دامن بچاتا ہوا امام دین کے دروازے پر موجود تھا۔

امام دین دروازہ کھول کر باہر جانے والا تھا کہ اس کی نظر رولوکا پر پڑی اور وہ حیران رہ گیا۔ رولوکا کو دیکھ کر بولا۔

”ارے حکیم صاحب اتنی سویرے آپ؟“

رولوکا مسکرا کر بولا۔ ”ناشتہ کرنے آیا ہوں برجی پر تو کوئی انتظام نہیں ہوسکتا تھا“

امام دین حیرت سے بولا۔

”برجی پر آپ کیا کر رہے تھے، حکیم صاحب؟“

”رات بھر انتظار کرتا رہا کسی نے نہ کھانے کو پوچھا نہ پانی کو تمہارے یہاں کے بھوت بھی اچھے میزبان نہیں ہیں۔“ رولوکا نے کہا۔

”حکیم صاحب بڑا خوفناک مذاق کرتے ہیں۔ رات بھر برجی پر آپ رہے یہ تو بڑی خطرناک بات ہے میں تو سوچ کر ہی ڈر رہا ہوں، آیئے اندر آیئے اس برجی پر تو جو گیا وہ گیا پھر نہ آیا۔“ امام دین بولا۔

”اور میں رات بھر بھوکا پیاسا بیٹھا رہا کسی بھوت چڑیل کو میرا خیال نہ آیا۔“

”وہ حکیم صاحب آپ کی باتیں بہت نرالی ہیں اور کام بھی نرالے ہیں۔“ امام دین نے ہنس کر کہا۔

”میں ابھی چند روز کے لئے جا رہا ہوں پھر عنقریب آ جاؤں گا اس دوران اگر کچھ گڑ بڑ ہو تو آپ گھبرائیں نہیں۔“ اور رولوکا واپس دلی روانہ ہوا حکیم صاحب کو حالات بتائے۔

حکیم وقار بولے۔ ”زیبا بیگم میں کچھ کچھ تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔ وہ کئی دفعہ پوچھ چکی ہے کہ وہ کہاں ہے مگر اب تک اس کے سوال کا جواب کسی نے نہیں دیا۔“

”آج رات کو اس کے ہر سوال کا جواب میں دوں گا۔“ رولوکا نے جواب دیا۔

رات کو دونوں زیبا کے کمرے میں گئے تو وہ بولی۔

”آپ لوگ کون ہیں؟ اور اس طرح کسی عورت کے کمرے میں کیونکہ گھس آئے ہیں۔“

رولوکا نے کہا۔ ''معزز خاتون آپ فکر نہ کرو ہم کسی برے ارادے سے نہیں آئے تم زیر علاج ہو اور ہم دونوں آپ کے معالج ہیں آپ کا معائنہ کریں گے۔''

''میں ٹھیک ہوں مجھے کسی علاج کی ضرورت نہیں ہے۔'' زیبا بولی۔

''ہے اور آپ کو سخت نیند آ رہی ہے آپ کی آنکھیں بند ہو رہی ہیں آپ پر نیند غلبہ پا رہی ہے آپ سو نے جا رہی ہیں، آپ سو رہی ہیں۔'' رولوکا کے آخری الفاظ کے ساتھ ہی زیبا بستر پر بے سدھ پڑی سو رہی تھی۔ رولوکا اس کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور بولا۔ ''تم کون ہو؟''

''میں اختری ہوں۔'' عورت بولی۔ ''رولوکا بولا۔

''کہاں سے آئی ہو؟''

''میں بلند شہر کی ہوں۔''

رولوکا بولا۔ ''تم کسی زیبا بیگم کو جانتی ہو۔''

''نہیں میں اس نام کی کسی عورت سے واقف نہیں ہوں۔''

''تم کتنے دن سے گھر سے دور ہو تم کو پتہ ہے۔''

''مجھے کچھ اندازہ نہیں ہے میں کچھ نہیں جانتی۔''

رولوکا نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور حکیم وقار کو شارہ کیا اور کمرے سے باہر آ گئے۔ باہر آ کر رولوکا نے لہا۔ ''زیبا بیگم اس کا جسم چھوڑ گئی ہے، اس نے اس عورت نتری کا جسم جب تک ضرورت تھی استعمال کیا اور اب شاید ں کو اس کی ضرورت نہ رہی یا وہ کسی کے اشارے پر اس سم کو چھوڑ گئی اختری کا دماغ اب آزاد ہے وہ واقعی اب مل عورت ہے۔''

''اس کا تو مطلب ہوا کہ زیبا نے اختری کے جسم اور ماغ کو اپنے قبضے میں کیا ہوا تھا۔''

حکیم وقار بولے۔

رولوکا نے جواب دیا۔ ''ہاں ایسا ہی تھا۔''

''کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی روح کسی زندہ انسان کے سم پر اس طرح قابض ہو جائے۔'' حکیم صاحب بولے۔

''عام حالات میں روح میں اتنی صلاحیت نہیں ہوتی۔ مگر خاص حالات میں کسی کی مدد سے وہ ایسا کر سکتی ہے مگر زیادہ عرصہ وہ ایسا نہیں کر سکتی وہ ایک وقت مقررہ کے لئے ایسا کرتی ہے اور پھر خود بخود وہ اس جسم کو چھوڑنے پر مجبور ہو جاتی ہے اختری بیگم کے دماغ پر زیبا کی روح نے قبضہ کیا اور پھر چھوڑ دیا اس کی وجہ ایک تو یہی ہے جو میں نے بتائی مگر دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اب شاید اس کو زندہ جسم کی ضرورت نہ رہی ہو اور اس نے خود اختری کا جسم چھوڑ دیا۔ جب ضرورت ہو گی تو وہ پھر کسی بیرونی امداد سے کسی اور جسم پر قابض ہو جائے گی۔'' رولوکا نے بتایا۔

''اور اس جسم کی روح کہاں جائے گی۔'' حکیم صاحب بولے۔

''وہ بھی اندر ہی رہے گی مگر اس کی کیفیت بیماروں والی ہو گی وہ کچھ نہ کر سکے گی۔'' رولوکا بولا۔

''اس کا مطلب تو ہوا کہ ہر روح کسی بھی جسم پر قابض ہو سکتی ہے۔'' حکیم وقار بولے۔

''نہیں ایسا نہیں ہو سکتا ایک بیرونی مضبوط امداد اور دوسرے اس جسم کی کمزور روح ہے تو قبضہ ہو سکتا ہے وہ بھی عارضی اگر جسم کی روح طاقت ور ہے پرہیز گار ہے گناہوں سے دور ہے نیکی کی طرف مائل ہے تو بڑی سے بڑی بیرونی امداد بھی اس پر قابض نہیں ہو سکتی۔

''اچھا یہ اختری کا کیا کرو گے؟'' حکیم وقار نے پوچھا۔

''اختری کو علاج کی ضرورت ہے اس کو کم از کم ایک ماہ یہاں رکھنا ہو گا۔ رولوکا نے جواب دیا۔

''اس نے بتایا ہے کہ وہ بلند شہر کی ہے اس کے گھر بار کے بارے میں پتہ کر کے ان کے حوالے کر دیں گے اگر وہ جانا چاہے گی تو۔'' حکیم وقار بولے۔

''ابھی اس کے دماغ پر ذرا سا بھی وزن ڈالنا بہتر نہیں ہے ابھی اس کو سکون کی ضرورت ہے۔ ایک ہفتہ کے بعد میں اس کی زندگی کے بارے میں پتہ کروں گا۔'' رولوکا بولا۔

''اور ایک ہفتہ تم زیبا بیگم کو تلاش کرو گے۔'' حکیم

Pakistanipoint Waqar Azeem
پاکستانی پوائنٹ وقار عظیم

ر نے کہا۔

"تلاش تو کرنا ہے مگر مجھے کچھ اندازہ ہے وہ اتنی دور
ں ہے۔" حکیم صاحب نے کہا۔

"بات یہ ہے حکیم صاحب کہ اب معاملہ صرف زیبا
م تک نہیں ہے اس نے اب تک جو کیا وہ کسی بیرونی
۔کے بغیر ناممکن تھا۔ وہ زندہ عورت کی طرح اختری کے
م کے ساتھ رہی یہ کام اتنا آسان نہیں تھا۔ اب مجھے
رادی کی تلاش تو ہے مگر زیادہ اس بیرونی امداد کی ہے جو
ں کی پشت پر ہے۔ میرا کام ذرا لمبا ہوگیا ہے۔ اب صرف
یلی گلاب خان تک نہیں ہے۔ شاید آگے بھی ہے۔"

رولوکا حویلی گلاب خان اور اس برجی والی سرنگ کی
رانی کرتا رہا مگر وہاں کچھ نہ تھا اور اگر تھا تو وہ کنارہ کش
لیا تھا اس کی وجہ کیا تھی۔ رولوکا کے بارے میں اس
ت کو پتہ چل گیا تھا یا وہاں کچھ نہ تھا تو پھر برجی کا راستہ
ن بند کرتا اور کھولتا تھا وارداتیں کون کرتا تھا؟

جو تھا وہ بہت ہوشیار تھا خود کو سامنے لانا نہیں چاہتا
۔وہ شاید رولوکا کو سامنے لانا چاہتا تھا اس نے یہ تو سمجھ لیا
کہ جو سرنگ پار کر کے مندر آ گیا وہ کوئی معمولی نہ ہوگا اب
۔ واقعات میں رلووکا کے سامنے کوئی نہیں آیا تھا۔ زیبا
ابھی نہایت ہوشیاری سے دامن بچا کر بھاگ گئی تھی۔

برجی کی سرنگ جس ہال میں ختم ہوتی تھی۔ اس ہال
ئی دروازے اسی طرز کے موجود تھے۔ رولوکا روپوشی کی
ت میں اس ہال میں موجود تھا۔ اس نے دیکھا کہ ہر
ازہ بند تھا اور ہال میں کوئی نہ تھا ایک دروازہ ذرا سا کھلا
تھا یہ دروازہ اتنا بھاری تھا کہ خود بخود ہوا سے نہیں کھل سکتا
رولوکا اس کے قریب تھا، وہ دروازہ کوئی اتنی آہستگی سے
ل رہا تھا کہ ذرا سی آواز نہیں آ رہی تھی مگر رولوکا دیکھ چکا
کہ دروازہ کھل رہا ہے، ایک بالشت کی جھری اس میں بن
تھی، اندر والا باہر اس جھری میں سے ہال کے اندر
انی سے دیکھ سکتا تھا۔ اندر اندھیرا تھا اس لئے باہر والا
والے کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

جب اندر والے کو یقین ہوگیا کہ ہال میں کوئی نہیں
ہے تو اس نے پورا دروازہ کھول دیا۔ اب دروازے کے
کھلنے سے چرچراہٹ کی آواز پیدا ہوئی۔ مگر فوراً کوئی باہر نہ
آیا۔ رولوکا آنے والے کا انتظار کر رہا تھا مگر اندر سے کوئی
انسان باہر نہ آیا۔

ایک بھیانک شکل سانپ دروازے کی چوکھٹ پر
پھن پھیلائے لہرا رہا تھا اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور
منہ سے پھنکار کی آوازیں بھی آ رہی تھیں۔ وہ پورے ہال
میں گردن گھما گھما کر دیکھ رہا تھا۔ مگر چوکھٹ سے اتر کر ہال
میں نہیں آ رہا تھا۔ رولوکا اس کے سامنے ہی تھا مگر وہ اس کو
نہیں دیکھ پا رہا تھا۔

اس کی زبان بار بار باہر آ رہی تھی دوشاخی کالی زبان
بہت خوفناک تھی اور اس کی گول گول سرخ آنکھیں کسی بھی
انسان کو بے سدھ کرنے کی پوری صلاحیت رکھتی تھیں۔
رولوکا اس کی ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا تھا۔ سانپ کی بے
چینی اس کے انداز سے ظاہر ہو رہی تھی۔ اس نے کئی دفعہ
پھن نیچے کیا اور باہر آنے کا ارادہ کیا مگر پھر رک گیا۔ غالباً
اس کو بھی خطرے کا احساس ہو چکا تھا۔ آخر وہ پلٹ کر
دوبارہ چوکھٹ کے اندر چلا گیا اور دروازہ پھر بند ہوگیا۔
رولوکا سمجھ گیا کہ اب یہ باہر نہیں آئے گا کیونکہ اس نے ہال
میں ضرور کوئی نئی بات محسوس کر لی ہے۔

رولوکا دروازے کے پاس گیا اور اس کو دھکا دے کر
کھولنا چاہا مگر دروازہ اندر سے بند تھا۔ قریب سے دیکھنے پر
اندازہ ہوا کہ دروازہ گو کہ بہت پرانا تھا مگر نہ معلوم کون سی
لکڑی کا تھا کہ اب تک مضبوط نظر آتا تھا اس کے کواڑوں پر
مہا کالی کی تصویر لکڑی کو کھود کر بنائی گئی تھی اور اس میں کالا
رنگ بھرا گیا تھا۔ کالی کی ہر مورتی میں یہ خصوصیت ہوتی ہے
کہ اس کے اعضاء کو بہت نمایاں کیا جاتا ہے اور چہرے کو
خوفناک بنایا جاتا ہے۔

رولوکا نے دروازے پر زیادہ زور آزمائی نہیں کی
کیونکہ ابھی اس کا ارادہ اندر جانے کا نہ تھا مگر وہ سمجھ چکا تھا
کہ یہ دروازے بے وجہ نہیں ہیں، یہ بھی ہو سکتا تھا کہ کچھ
بے وجہ بھی ہوں۔ وہ ہال سے باہر آ گیا، ہال کے اوپر

جانے کا زینہ برابر ہی تھا وہ اس زینے پر چڑھ کر اوپر آ گیا اوپر عجیب طرز کے کمرے تھے۔ کوئی کمرہ گول تھا تو کوئی چوکور کچھ تکونے اور کچھ لمبوترے دالان بھی تھے۔ بنانے والے نے اپنے ہنر کا خوب کمال دکھایا تھا۔ لال پتھر کو تراش کر اس کی چنائی اور اس پر میناکاری کی گئی تھی کالی دیوی کی مورتیاں ہر کمرے میں موجود تھیں اور اس خوبی سے ان کو بنایا گیا تھا کہ اتنی مدت گزرنے پر بھی ان کی چمک دمک اور رعب ڈر و خوف میں کمی نہیں آئی تھی۔ ہر کمرہ صاف ستھرا تھا۔ کہیں پر دھول مٹی اور گندگی کا نشان نہ تھا۔ اس ہال کے اوپر اتنی حیرت انگیز عمارت اس کا گمان نہیں ہوتا تھا۔

رولوکا بے وجہ یہاں وقت برباد نہیں کر رہا تھا اس کو پورا یقین تھا کہ زیبا بیگم اور اس کی پشت پناہی کرنے والے کا تعلق اس مندر سے ضرور ہے مگر جو بھی ہے وہ اب تک خود کو چھپائے ہوئے ہے اور بہت ہوشیار ہے خود کو آشکار کرنے کے بجائے وہ اس انجانی طاقت کو آشکار کرنا چاہتا ہے جو اس نے محسوس تو کر لی ہے مگر اس کی نظروں سے اوجھل ہے۔ دونوں طرف کھیل ایک ہی نوعیت کا تھا، فرق صرف یہ تھا کہ رولوکا اس کے سامنے ہونے پر بھی اس کو نظر نہیں آتا تھا اور اس کو روپ بدلنا پڑتے تھے۔ روپوشی کا اس طرح کا علم ہر کسی کے پاس نہیں تھا۔ بڑے بڑے جادوگر، پنڈت اور علم والے اس علم سے کورے تھے۔ اس طرح کا علم ہر کسی کے پاس نہ تھا۔ رولوکا کی روپوشی لامحدود وقت کے لئے تھی۔ یہی وہ بات تھی جو سامنے والے دشمن کو چکر میں ڈال دیتی تھی۔

رولوکا مندر کے اس ہال میں چلا گیا یہاں پر کالی کا سب سے بڑا بت تھا اور یہی کالی پوجا کا مرکزی ہال تھا۔ ہال کے دروازے پر ایک ننگ دھڑنگ پجاری کھڑا تھا۔ اس کے بدن پر صرف ایک لنگوٹی تھی اور توند اس سے ایک قدم آگے تھی وہ کسی کو آواز دے رہا تھا۔ "ارے او گوبردھن، کہاں مر گیا۔"

پھر دور سے گوبردھن کی آواز آئی۔ "ابھی آیا۔ پجاری جی۔" اور پھر بھاگتا ہوا اس کے پاس آ گیا۔

"ابے تو بڑا کام چور ہو گیا ہے، کچھ شرم کر، دیوی کے استھان پر بھی تیری یہ حالت ہے ابے کبھی شراب کے چکر میں پھنس گیا تو بہت بری ہو گی۔" پجاری بولا۔

"گوبردھن گردن جھکا کر بولا۔" کام ہی تو کر رہا تھا۔"

"ہاں پتہ ہے تو ہی تو سارے کام کرتا ہے۔ کل پوجا کی رات ہے پتہ ہے تو نے سب تیاری کر لی ہے ایسا نہ ہو کہ عین وقت پر پتہ چلے کہ کوئی ضرورت کی چیز نہیں ہے۔ ساری چیزیں یاد کر کے پوری کرنا اور اگر کچھ کم ہوا تو سمجھ لے کالی معاف کرنے والی نہیں ہے۔"

اور پھر پجاری مندر کے دائیں طرف بنی اپنی کوٹھری میں چلا۔

اور رولوکا واپس امام دین کے پاس آ گیا۔

دوسرے دن رولوکا پھر مندر چلا گیا حالانکہ پوجا کا وقت رات کا تھا۔ دن میں مندر کے لوگ رات کی پوجا کی تیاری کر رہے تھے رولوکا ہال کی طرف چلا گیا ہال کے سارے دروازے بند تھے اور وہاں پر کوئی نہ تھا۔ یہ ہال مندر کے پچھلی طرف تھا اس طرف کوئی نہیں آتا تھا۔ پجاریوں کا کہنا تھا کہ دیوی نے یہاں آنے سے منع کیا ہے دوسری وجہ کسی کے نہ آنے کی یہ تھی کہ یہاں پر کچھ خوف اور وحشت بھی تھی رات تو رات دن میں بھی اس طرف کوئی نہیں آتا تھا۔ رولوکا نے ہر دروازے کو دھکیل کر کھولنے کی کوشش کی مگر وہ اندر سے بند تھے۔ رولوکا جانتا تھا کہ ان کے کھولنے کا کوئی باہر سے کوئی طریقہ ضرور ہو گا مگر اس وقت اس کو اندر جانے کی ضرورت نہ تھی اس لئے اس نے اس پر زیادہ زور نہ دیا۔

رولوکا رات دس بجے پھر مندر میں تھا۔ کالی کے بھیانک بت کے چاروں طرف سرخ خون پھیلا ہوا تھا۔ کالی کا مجسمہ پتھر کا تھا مگر اس طرح سجایا گیا تھا کہ پتھر کا معلوم نہیں ہوتا تھا اس کے جسم کے حصوں پر سیندور سے سجاوٹ کی گئی تھی آنکھیں انگارہ تھیں اور اس کے چاروں ہاتھ ہوا میں بلند تھے آج کالی پوجا کی رات تھی۔ کالی کے بت کے گرد

جلتے ہوئے گھی کے چراغوں کی روشنی بھی عجیب طرح کی تھی۔ پتھر کے چبوترے کے گرد بیٹھے ہوئے پجاری اشلوک پڑھنے میں مشغول تھے۔ بت کے دائیں اور بائیں دو پتھر کے ستون تھے۔ دائیں طرف کے ستون کے ساتھ ایک دروازہ تھا وہاں سے موسیقی کی آوازیں آرہی تھیں۔ پورے ہال میں لوبان اور دوسری خوشبوؤں کا دھواں پھیلا ہوا تھا۔ نئے آنے والے دیوی کے چرنوں میں سجدہ کرتے تھے۔

رات آگے بڑھ رہی تھی اور پوجا کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ موسیقی کی آواز میں طبلے اور جانجھر کی دھمک سے پورا مندر گونج رہا تھا۔ پجاری اشلوک پڑھ رہے تھے اور مندر کے اندر گوشت کی دعوت اڑائی جارہی تھی پھر اس پر ہی بات ختم نہ ہوئی پجاری اپنے آپے میں نہ رہے اور وہ کھیل جاری ہوا کہ انسانیت اس کو دیکھ کر پانی پانی ہوجائے، اب یہاں پر رولوکا کے لئے رکنا ناممکن تھا وہ مندر سے باہر آگیا۔ موسیقی کی آواز اب تک آرہی تھی۔

اختری بیگم اب تندرست تھی اس کی دماغی اور جسمانی حالت نارمل تھی اور رولوکا اس کے پاس تھا رولوکا بولا۔ "اختری بیگم تم کو شاید پتہ نہ ہو کہ تم کن حالات میں یہاں آئی تھیں۔ مگر اب تم کو بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لئے بتلائے دیتا ہوں کہ تمہارے جسم پر ایک قوی روح زیبا بیگم کا قبضہ تھا وہ خود کو مغلیہ شہزادی کہتی تھی اور کبھی کبھی بڑے اوٹ پٹانگ گفتگو کرتی تھی۔ تمہاری روح شاید اتنی کمزور تھی کہ وہ اس کا کچھ نہ کرسکی اور وہ تمہارے دماغ اور جسم پر حکومت کرتی رہی اس نے ایسا ضرور کسی کی مدد سے ہی کیا ہوگا۔ مگر اب وہ لاپتہ ہے میں اس کی تلاش میں ہوں۔ اب تم بتاؤ تم کون ہو اور بلند شہر میں تمہاری رہائش تھی تو تم کس کے ساتھ رہتی تھیں؟"

اختری بیگم چند منٹ خاموش رہی پھر ایک ٹھنڈی آہ بھر کر بولی۔

"میرا تعلق اس خاندان سے ہے جو نیک نام نہیں ہوتے۔ ان کے مرد رات کو سوتے ہیں اور عورتیں جاگتی ہیں دن میں عورتیں سوتی اور مرد ان کے پیر دباتے اور کھانا بناتے ہیں۔ آپ نے درست کہا۔ ہم لوگوں کی روحیں بیمار اور کمزور ہوتی ہیں کیونکہ ہماری کوئی مرضی کوئی منشا نہیں ہوتی ہم ایک مشین کی مانند ہوتی ہیں ایک ایسی مشین جس کو ہر کوئی چلا سکتا ہے اگر اس کے پاس نقدی کی چابی ہے۔ میں رات تین بجے تھک کر سوگئی تھی اور میرے ساتھ جو مرد تھا وہ جاچکا تھا۔ اس کے بعد میں آپ کے مطب میں جاگی ہوں کتنا عرصہ میں سوئی مجھے اس کا اندازہ نہیں ہے۔"

"اب تم اپنے گھر بلند شہر جانا پسند کروگی۔" رولوکا نے پوچھا۔

وہ آہ بھر کر بولی۔ "بھیڑ کہیں جائے مونڈھی جاتی ہے، اکیلی عورت کی زندگی کٹی پتنگ کی مانند ہوتی ہے۔ ہر کوئی لوٹنا چاہتا ہے ہاتھ آگئی تو ٹھیک نہ آئی تو پرزے پرزے کردیئے۔ میں نے جو زندگی گزاری ہے اب پھر اس زندگی کو از سر نو شروع کرنا نہیں چاہتی وہاں پر میری ماں ہے بہن ہے اور نام کا ایک آدمی ہے مگر اس سے میرا نکاح نہیں ہوا ہے بس زبردستی کا میرا آدمی ہے آپ اندازہ لگائیں کون اس جہنم میں جانا چاہے گا۔"

رولوکا اس کی کہانی سے متاثر ہوا اور بولا۔ "ٹھیک ہے تم یہاں پر رہو اور بلند شہر کو بھول جاؤ مگر اس معاشرے میں ضروری ہے کہ تم کسی کا سہارا پکڑ لو ابھی جلدی نہیں ہے سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔" حکیم وقار کو رولوکا نے اختری کے حالات بتائے تو وہ بولے۔

"اس کا ایک ہی حل ہے کہ اس کا کسی سے عقد کروا دیا جائے۔"

رولوکا نے کہا۔ "ابھی اس کو سوچنے کا موقع دو اور کسی معقول آدمی کی تلاش بھی جاری رکھو۔ یہ کام آپ سے بہتر کون کرسکتا ہے میں تو آپ کو پتہ ہے زیبا بیگم کے چکر میں پھنسا ہوا ہوں۔"

حکیم وقار ہنس کر بولے۔ "میاں عورت کا چکر ہی برا ہے تم کیا سب ہی اس چکر میں پریشان ہیں۔"

"مگر میں مردہ عورت کی تلاش میں پریشان ہوں لوگ تو زندہ کے لئے پریشان ہوتے ہیں۔" رولوکا بولا۔

’’عورت زندہ ہو تو پریشانی اور مردہ ہو تو بھی پریشانی یہ بڑی عجیب بات ہے۔‘‘ حکیم وقار نے کہا۔

’’مگر اس دنیا کو حسین اور مرد کے لئے پر کشش بنانے والی بھی عورت ہی ہوتی ہے۔‘‘ رولوکا نے جواب دیا۔

حکیم وقار ہنس کر بولے۔ ’’تمہاری دلیل بڑی وزنی ہے۔‘‘

مندر کے اس مرکزی ہال کی طرف کوئی نہیں آتا تھا رولوکا نے پوری طرح سمجھ لیا تھا کہ اس طرف کسی کے نہ آنے کی وجہ کیا تھی اس ہال کے اندر اور باہر کچھ بیر تھے جو آنے والوں کو خوف زدہ کرتے تھے ان کا کام صرف یہی تھا اور کہا یہ جاتا تھا کہ کالی دیوی کا حکم ہے وہ کسی کو نہیں آنے دیتی۔ رولوکا کو کون روک سکتا تھا اس نے ان بیروں کو کچھ نہیں کہا کیونکہ وہ اس کے لئے بے ضرر تھے اور ان کو چھیڑ کر وہ اصل آدمی کو ہوشیار کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ یہ بات تو وہ سمجھ چکا تھا کہ جو بھی ہے وہ اپنے گردوپیش سے بے خبر نہیں ہے۔

رولوکا بڑے صبر اور تحمل سے اس کا انتظار کر رہا تھا وقت رات کا تھا اور رولوکا اس اندھیرے ہال میں عین دروازوں کے سامنے والی دیوار کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کے کارندے اس کے ساتھ تھے زینہ ہال کے دروازے کے باہر تھا۔ اس نے دیکھا کہ زینہ پر کوئی ہے زینے کی آخری سیڑھی پر ایک عورت کھڑی تھی وہ سفید غرارہ اور اسی رنگ کی قمیص پہنے تھی۔ پیروں میں نہایت نفیس کام کی جوتی تھی اور جوتی پر کڑھائی کا کام ہوا تھا۔ اس کے سر پر کامدار دوپٹہ تھا اور اس کا کام اندھیرے میں بھی چمک رہا تھا۔ اس عورت کی نگاہیں ہال کے دروازے کی طرف تھیں مگر وہ رولوکا کو نہیں دیکھ پا رہی تھی۔ وہ آخر سیڑھی سے نیچے اتر آئی اور ہال کے اندر آ گئی اب اس کا رخ اس دروازے کی طرف تھا جو برجی کو جاتا تھا۔ وہ دروازے کے قریب گئی اور اپنی انگلی ایک سوراخ میں ڈالی اور دروازہ ذرا سی آواز کے ساتھ کھل گیا اور وہ اس زینے پر چلی گئی جس کا آخری سرا برجی تھی۔ زینے کا دروازہ کھلا تھا رولوکا بھی اس میں داخل ہوا اور چند سیڑھی کا فاصلہ رکھ کر اس کے ساتھ اوپر چڑھنے لگا۔ عورت کی رفتار تیز تھی اور وہ اس طرح زینہ چڑھ رہی تھی جیسے ہوا میں اڑ رہی ہو۔ اس کی رفتار کا پوری طرح رولوکا ساتھ دے رہا تھا۔ برجی پر پہنچتے ہی وہ جھاڑیوں کی طرف جانا چاہتی تھی کہ رولوکا نے ایک مخصوص اشارہ کسی کو کیا اور وہ عورت جھاڑیاں پار نہ کر سکی اور ایک نظر نہ آنے والا روحوں کو قید کرنے والا جال اس کے اوپر پڑا اور عورت نے پلٹ کر اس جال سے نکلنا چاہا مگر جال چاروں طرف سے کس چکا تھا اور اس کے فرار کے سارے راستے بند تھے۔ وہ جال میں قید ہو گئی تھی اور حیرت سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی اس کی سمجھ میں شاید کچھ نہیں آ رہا تھا۔ رولوکا اس کے سامنے تھا اور وہ اس کو دیکھنے سے قاصر تھی۔ رولوکا اس کے اور قریب چلا گیا اور بولا۔

’’شہزادی صاحبہ کیا حال ہیں؟‘‘ عورت آواز سن کر چونکی مگر بولی نہیں۔

رولوکا پھر بولا۔ ’’میں نے آپ کا حال پوچھا ہے۔‘‘

وہ بولی۔ ’’تو کون ہے گستاخ اور تجھے مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت کیونکر ہوئی؟ تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں؟‘‘

رولوکا نے کہا۔ ’’آپ ہی بتا دیں تو بہتر ہے۔‘‘

’’تو سامنے آ کر بات کر چھپا ہوا کیوں ہے میں تیرے سامنے آنے کے بعد بتاؤں گی۔‘‘ وہ بولی۔

’’مجھ پر وہ داؤ نہ آزماؤ شہزادی جو بہت قدیم ہے تم کو میرے ہر سوال کا جواب دینا ہے تم سوال کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہو تم کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے۔‘‘ رولوکا نے آواز میں رعب پیدا کر کے کہا۔

’’اور اگر میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہ دوں تو پھر۔‘‘ وہ بولی۔

’’تو پھر میرے پاس ایک قید خانہ بھی ہے جہاں پر روحیں قید ہوتی ہیں۔‘‘ رولوکا بولا۔

’’تو مجھے کیا قید کرے گا میری طاقت کو جانتا نہیں۔‘‘ وہ بولی۔

’’کسی مغلیہ شہزادی کو ایسی گھٹیا زبان استعمال نہیں

کرنی چاہئے۔" رولوکا نے کہا۔

"میں آدمی کے مراتب کے اعتبار سے زبان استعمال کرتی ہوں۔" وہ بولی۔

"میں بھی پھر آپ کے مرتبے اور شان کے مطابق آپ سے سلوک کروں گا اور مجھے کوئی روک نہیں سکے گا تم اب میری قیدی ہو اس وقت تمہارا مرتبہ ایک قیدی کا ہے اور تمہارے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو تمہارے شہنشاہ بزرگ قیدیوں کے ساتھ کیا کرتے تھے یہ تم بھی جانتی ہو کہ مغل شہنشاہ قیدیوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے تھے۔"

"وہ شہنشاہ تھے تم کون ہو تمہاری کیا حیثیت ہے کہ تم ان کی برابری کرنے چلے ہو؟" شہزادی بولی۔

"درست کہا آپ نے تو پھر میں اپنی حیثیت کے مطابق تم سے سلوک کروں گا۔" رولوکا بولا۔

"پچھتاؤ گے تم نے ایک غلطی کر لی ہے اور نہ کرو۔" شہزادی بولی۔

"تم جس کو غلطی کہتی ہو میرے نزدیک غلطی نہیں ہے۔ تمہارا اس دنیا میں سینکڑوں سال تک رکنے کا اور زندہ انسانوں کو پریشان کرنے کا کیا حق ہے تم نے اپنی طبعی عمر پوری کر لی پھر اس دنیا کو کیوں نہیں چھوڑا تم نے کتنی عورتوں کے جسموں کو اپنی مرضی سے استعمال کیا ہوگا۔" رولوکا بولا۔

"ہاں میں نے کیا مگر میرے جسم کے ساتھ کابل کے درندوں نے کیا کیا تھا تم کو پتہ ہے وہ بھوکے بھیڑیے کی طرح مغلوں کے محلات میں گھس گئے تھے میری حویلی کی ہر عورت ان کا نشانہ بنی انہوں نے کسی کا لحاظ نہیں کیا اور پھر سب کو گاجر مولی کی طرح کاٹ ڈالا۔ نہ ہماری قبر بنی نہ کفن ملا۔ نہ فاتحہ نہ نماز، میں ہی اکیلی اس حویلی میں نہیں ہوں تمام عورتوں کی روحیں موجود ہیں، تو ان سب کو قید کرے گا یہ نہیں کر سکتا، اس لئے اب ہم کسی کے شرن میں ہیں کوئی ہمارے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے ہم اس کے کام کرتے ہیں اس کا حکم مانتے ہیں اور وہ ہماری حفاظت کرتا ہے اس کی شکتی اپرم پار ہے وہ بہت قدیم ہے اس کے سامنے تیری کوئی حیثیت نہیں۔" شہزادی بولی۔

"شہزادی زیادہ نہ بول تیرے [illegible] ہے تو اپنے محافظ کی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگا [illegible] قید ہو گئی اور وہ محافظ سو رہا ہے اس کی اپرم پار شکتی نے اس کو تیرا حال نہیں بتایا تیرے ساتھ کچھ گزر جائے تجھے پتہ ہوگا مگر تیرا وہ محافظ بے خبر ہی رہے گا...... میں وہ نہیں جو پامال کرتے ہیں میں کابل سے نہیں آیا میں افریقہ سے آیا ہوں میں تم کو سینکڑوں سال کی اذیت سے نجات دلانا چاہتا ہوں روح کو جسم صرف ایک بار ملتا ہے اس کے فنا ہونے کے بعد اس کو واپس اپنے رب کے پاس جانا ہوتا ہے دوسرا جسم حاصل کرنے کی آس لا حاصل ہوتی ہے اور اگر کسی طرح وہ روح دوسرا جسم حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو وہ بھی عارضی ہوتا ہے اور وہ اس دنیا میں بھٹکتی رہتی ہے ان کو استعمال کرنے والے ان کو استعمال کرتے ہیں۔

تم آج قیدی نہیں بنی ہو تم اس دن قیدی ہو گئی تھی جس دن کو محافظ ملا تھا اس نے تم کو اپنے قرب میں مبتلا کر کے تم کو یہ باور کرا دیا تھا کہ وہ تمہارا محافظ ہے حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ اس نے تم کو اپنا غلام بنایا تھا اور تم اس کے حکم پر چلنے پر مجبور تھیں۔ وہ تم کو کبھی تمہارے رب کے پاس نہیں جانے دے گا مگر میں ایسا نہیں کرتا میں تم کو اور ان تمام عورتوں کی ارواح کو ان کی آخری منزل پر پہنچا دوں گا تم میری قیدی نہیں ہو میں نے تم کو حقیقت سے آگاہ کرنے کو روکا ہے تم میری باتوں پر غور کرو مجھے جلدی نہیں ہے اس برجی پر رہو تمہارے نزدیک کوئی نہیں آنے والا اور پھر اپنے فیصلے سے آگاہ کرو اس کے بعد آگے کی بات ہوگی......"

رولوکا کے کارندے موجود اور رولوکا امام دین کے گھر چلا گیا۔

امام دین رولوکا کو دیکھ کر خوش ہوا اور بولا۔ "حکیم صاحب آپ کو دن رات بڑی محنت کرنا پڑ رہی ہے میں شرمندہ ہوں آپ سے کہ آپ کی کوئی خدمت نہیں کر پا رہا ہوں۔"

رولوکا نے کہا۔ "تم کو شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ میں اپنی ڈیوٹی پوری کر رہا ہوں کسی پر

احسان نہیں کر رہا۔“

امام دین نے پوچھا۔”بات کہاں تک پہنچی؟“

”بات بہت دور تک چلی گئی ہے اگر صرف ایک دو تک ہوتی تو معاملہ آج ہی ختم ہو جاتا مگر ایسا نہیں ہے اس حویلی میں کسی زمانے میں بری خون ریزی ہوئی ہے یہاں پر ایک شہزادی رہتی تھی اس کے باپ نے جو کہ شہنشاہ ہند تھا یہ حویلی اس کے لئے بنوائی تھی اور یہ برجی جو تم کو نظر آتی ہے اس میں سے ایک زینہ زمین کے اندر جاتا ہے یہ حویلی ایک ٹیلے پر ہے وہ زینہ سرنگ کی شکل میں ہے نیچے جانے کے ساتھ مغرب کی طرف بھی جاتا ہے اور اس کا خاتمہ ایک مندر کے بہت بڑے ہال میں ہوتا ہے میرے خیال میں یہ ایک خفیہ راستہ تھا جو کہ حویلی کے رہنے والوں کے لئے بنایا گیا تھا مگر شاید اس راستے کو استعمال کرنے کا موقع یہاں کے مکینوں کو نہیں ملا جہاں پر یہ زینہ ختم ہوتا ہے وہ ایک بہت بڑا مندر ہے کالی کا مندر۔ جہاں پر یہ زینہ ختم ہوا ہے وہ جگہ بڑی ڈراؤنی لگتی ہے اس لئے کوئی ادھر نہیں جاتا۔ اسی ہال میں جس ہال میں یہ زینہ ختم ہوا اسی طرز کے اور بھی دروازے ہیں ان میں کیا ہے یہ بھی راز ہے شہزادی کو اس کے باپ نے بڑے قیمتی زیورات ہیرے وغیرہ دیئے تھے ان ہی کو زیبا بیگم خوب خرچ کرتی تھی میرا خیال ہے وہیں کسی دروازے میں یہ خزانہ بھی ہے اور یہ راز کسی طرح شہزادی نے کسی کو بتا دیا ہے اور اس نے شہزادی کی روح کو یہ یقین دلایا ہے کہ وہ ان کی حفاظت کرے گا اور کچھ ماورائی طاقت اس کو دی ہے اس ماورائی طاقت سے وہ کسی بھی عورت کے جسم پر قبضہ کرتی ہے جس طرح اس نے اختری کے جسم پر قبضہ کر لیا تھا۔ وہ محافظ اس خزانے کے راز سے واقف ہو چکا ہے اور اسی کے لالچ میں اس نے شہزادی پر ہاتھ ڈالا ہے۔“ رولوکا نے بتایا۔

”یہ تو بہت لمبی بات ہو گئی اور خطرناک بھی اب نہ صرف یہ کہ اس روح کا خطرہ ہے بلکہ اس کے محافظ کا بھی ہے کیونکہ وہ اس روح کی اس لئے پشت پناہی کرے گا کہ اس کو خزانہ حاصل کرنا ہے۔“ امام دین بولا۔

”تم نے درست اندازہ لگایا ہے۔ بالکل یہی ہوگا میں بھی اندازے لگا رہا ہوں کچھ عملی کام زیادہ نہیں کیا ہے۔“ رولوکا نے جواب دیا۔

”شہزادی زیبا کی پشت پناہی کرنے والا کون اس کا پتہ چلا؟“ امام دین نے پوچھا۔

”نہیں وہ ابھی پردے میں ہے ایسا لگتا ہے کہ وہ بہت زیادہ احتیاط پسند ہے خود کو آشکار کرنا نہیں چاہتا۔ مگر کب تک، میں اس کے ساتھ ہوں اس کھیل میں مجھے مزا آ رہا ہے۔“ رولوکا نے کہا۔

امام دین بولا۔”اتنا خطرناک یہ کھیل ہے اور سینکڑوں سال سے جاری ہے میں تو سوچ کر ہی ڈر رہا ہوں اور آپ کو مزا آ رہا ہے۔ حیرت ہے۔“

”تم بے فکر رہو تمہاری طرف کسی کی نظر نہیں ہے اور اگر ہوئی تو میں اسی حویلی میں موجود ہوں تم تک کوئی نہیں آئے گا۔“ رولوکا نے جواب دیا۔

رات کو رولوکا اپنی شکار گاہ یعنی اسی ہال میں موجود تھا۔ اندھیری رات تھی ہر طرف ہو کا عالم دور دور کسی انسان کیا جانور تک کا نشان نہ تھا دیوی کے مندر اور اس کے اطراف کے احاطے بنے کمرے جن میں پجاری اور خدمت گار مرد عورتیں رہتی تھیں سونا پڑا تھا۔ ہال کے اوپر بنی عجیب عمارت اور اس کے زینے پر بھی سناٹا تھا اس ڈراؤنے ماحول میں کسی کا اس مقام پر رہنا غیر معمولی بات تھی۔ محافظ کے بیر موجود تھے۔ وہ ہال کے اندر اور باہر گردش کر رہے تھے رولوکا کے کارندے اپنی اپنی جگہ چوکس تھے۔

بارہ بجے کے بعد رولوکا نے کچھ اشارے کئے اور وہ ایک دروازے کے پاس چلا گیا۔ اس نے دیوار کو ٹٹولا تو اس کو ایک سوراخ مل گیا صرف اتنا بڑا کہ اس میں انگلی اندر چلی جائے۔ رولوکا نے انگلی اندر ڈالی اور زور ڈالا تو ایک کڑک کی آواز پیدا ہوئی اور دروازہ ذرا سا کھلا رولوکا نے اندر کی طرف دبایا تو پورا کھل گیا مگر دروازے کے سامنے کوئی راستہ نہ تھا سیدھی پتھر کی دیوار تھی اندھیرا تھا مگر رولوکا پھر بھی دیکھ اور سمجھ سکتا تھا وہ چوکھٹ سے باہر آ گیا اور پھر

دروازہ بند کردیا۔ گویا یہ کسی طرف کا راستہ نہ تھا۔ صرف دھوکا دینے کو یہ دروازہ بنایا گیا تھا۔ پرانے زمانے کی یہ ٹیکنک تھی سی ٹیکنیکل سے یہ بھول بھلیاں طرز کی عمارتیں بناتے تھے ور انسان ایک سے دروازے ایک سی غلام گردشوں میں چکرا کررہ جاتا تھا۔ دلی میں بہت پرانے زمانے کا ایک باغ ہے س کا نام جنتر منتر ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے اس غ کی زمین پر کچھ چار دیواریاں گول چوکور مینار کی شکل میں ر دائروں کی شکل میں بنی ہوئی ہیں اس کے ذریعہ وقت دن اریخ دیکھی جاتی تھی اور قمری سال کا بھی پتہ چلتا تھا۔ اس کے علاوہ دنیا کے ہر خطے کا وقت بھی پتہ چل جاتا تھا۔ مگر آج لوئی نہیں ہے جو اس فارمولے سے واقف ہو کہ اس جنتر نتر کے ذریعہ اتنی معلومات حاصل کرسکے۔

رات گزر رہی تھی رولوکا دوسرے دروازے کے ریب گیا اور اس نے دیوار پر ہاتھ پھیرا اس کی انگلی پھر لب سوراخ میں گئی اور رولوکا نے اس پر دباؤ ڈالا تو دروازہ را سا کھلا اور پھر رولوکا نے اس کو پورا کھول دیا وہ چوکھٹ ے اندر گیا یہاں پر دیوار نہ تھی اور دروازے کے دائیں رف ایک بغیر کواڑ کا دروازہ تھا صرف دو تین قدم کے صلے پر رولوکا اس دروازے کے اندر چلا گیا۔ یہ ایک کمرہ ا اور اس میں سیلن کی بدبو آرہی تھی۔ جس دروازے سے لوکا اندر آیا تھا اس کے علاوہ اس سیلن زدہ کمرے میں کوئی وازہ کوئی کھڑکی نہ تھی۔ گویا وہ بھی ایک دھوکا تھا۔

”سارے دروازے دھوکا فریب تو نہ ہوں گے دیکھنا ہوگا۔“ رولوکا نے دل میں سوچا۔

رولوکا باہر آگیا اور پھر اس نے کچھ اشارے کسی رندے کو کئے اور واپس آگیا۔

سویرے ناشتہ کرنے کے بعد وہ برجی کی طرف گیا ں پر شہزادی موجود تھی مگر اس طرح کے اس کے چاروں ف ایک نظر نہ آنے والا حصار تھی اس حصار کو نہ تو کوئی سکتا تھا نہ اس کے اندر جاسکتا تھا۔ حصار کے باہر رولوکا کا ۔ نہایت طاقتور کارندہ موجود تھا۔ رولوکا بھی حصار کے ب نہ گیا اور برجی کا پتھر ہٹا کر زینے سے اتر کر ہال میں آگیا۔ اس کا کارندہ موجود تھا اور دو بیر بھی گردش میں تھے ۔ رولوکا ان کو دیکھ سکتا تھا اور وہ رولوکا کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ سارے دروازے دن کی روشنی میں نظر آرہے تھے جن دو کو وہ دیکھ چکا تھا ان کو چھوڑ کو وہ تیسرے پر گیا اور سوراخ میں انگلی ڈالی۔ دروازہ ذرا چرچرایا اور کھلا رولوکا نے دھکا دے کر پورا کھول لیا اور اندر قدم رکھا یہاں پر اس کے سامنے کوئی دروازہ نہ تھا اور بائیں طرف ایک راستہ تھا اور چند قدم کے بعد بے کواڑ کا ایک بہت چوڑا دروازہ تھا۔ رولوکا اس کے اندر چلا گیا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ ایک ویسا ہی ہال تھا جیسے میں سے وہ آیا تھا اس میں کئی دروازے کواڑ والے موجود تھے۔ چھت دیوار اور فرش ہو بہو ایک جیسا یہاں پر ذرا بھی سیلن کی بدبو نہ تھی اور ہوا برابر اندر آرہی تھی۔ اس ہال کی لمبائی چوڑائی اتنی ہی تھی جتنی پہلے والے کی تھی۔ یہاں پر دروازوں کو کھولنے کی ٹیکنک وہی تھی رولوکا نے ایک دروازہ کھولا مگر وہ دھوکا دینے والا تھا پھر اس نے دوسرے کو کھولا تو اس کے بھی بائیں طرف راستہ تھا اور بے کواڑ کا ایک چوڑا دروازہ موجود تھا رولوکا اس کے اندر چلا گیا اور ایک دفعہ پھر وہ حیران رہ گیا کہ ویسا ہی ہال یہ بھی تھا۔ اتنا ہی بڑا اور بالکل پہلے والے کی طرح ہو بہو کاپی۔ اس میں بھی کئی دروازے موجود تھے اور ہر دروازے کے کھولنے کی وہی ٹیکنک تھی۔

اتنی عمارتیں نظر تو نہیں آتی تھیں یہ کیا گورکھ دھندہ ہے اور ایک منٹ سے بھی کم وقت میں اس کی سمجھ میں یہ گورکھ دھندہ آگیا اور پھر ایک دروازے سے اندر چلا گیا اس طرح وہ سات ہالوں تک پہنچ گیا۔ ساتویں ہال میں پہنچ کر اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور پتھر کی بڑی بڑی سلوں سے بنی چھت تھی چند منٹ گزرے تھے کہ وہ پتھر کی سلیں ہوا میں دھواں بن کر اڑنے لگیں اور چند منٹ کے بعد رولوکا ایک میدان میں کھڑا تھا جو کہ اصلی ہال کے بالکل قریب تھا۔ طلسم ختم ہوچکا تھا چکر میں ڈالنے والا ہتھیار ٹوٹ چکا تھا دشمن کی چال ناکام ہوچکی تھی۔ مندر کی طرف کچھ لوگ نظر آرہے تھے۔ پوجا شروع تھی کالی کے سنگی بت

پر پھول چڑھائے جارہے تھے۔ پجاری مصروف تھے اور جوان کنیائیں دیوی کے سامنے اس کی طاقت اور عظمت اور شان کے گیت گارہی تھیں مرد ڈھولک اور ہارمونیم سے اپنی مخصوص لے میں موسیقی پیدا کررہے تھے۔ صبح کے وقت دیوی کے مندر میں بہت رونق ہوتی تھی پجاریوں کی روٹی روزی صبح ہی آتی تھی۔ یہ مندر اس آبادی کا بڑا مندر تھا کالی کے ماننے والے سب یہاں روز عبادت کرنے آتے تھے۔ اور خاص طور سے عورتوں کو پروہت اور پجاری اپنی لچھے دار باتوں سے خوب بے وقوف بناتے تھے اور کوئی شعبدہ دکھا کر متاثر کرکے خوب لوٹتے تھے۔ یہ ان کا کاروبار تھا اور وہ اپنے دھندے کے ماہر تھے۔

رولوکا ان کو دیکھتا ہوا کالی کے بڑے بت کے پاس چلا گیا جہاں پر ایک بہت موٹا پجاری دیوی کے چرنوں میں بے حس و حرکت بیٹھا تھا اس کے ہاتھ میں بڑے بڑے دانوں کی مالا تھی۔ چہرے پر بھبوت ملا ہوا تھا اور ماتھے پر سرخ رنگ کی کچھ آڑی ترچھی لکیریں تھیں یہ ایک پجاری خاص قسم کا تھا اسی لئے کالی کے اتنے قریب اس کو آنے کی اجازت ملی۔ اس کا چہرہ بالکل گول تھا سر سے گنجا تھا سر بھی گول تھا ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے کسی فٹ بال پر ناک منہ اور آنکھیں بنادی ہیں۔ رولوکا اس کے قریب تھا مگر وہ اور دوسرے پجاری اس کی موجودگی سے بے خبر اپنی کمائی میں مصروف تھے اور گول مٹول پجاری سب سے بے خبر آنکھیں بند کئے نہ جانے کن دھیان میں مصروف تھے دیوی کے چاروں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی ایک میں ایک انسانی سر جو اس نے بالوں سے پکڑے ہوئے تھا سر کی گردن سے خون ٹپکتا ہوا لگتا تھا۔

تیسرے ہاتھ کی انگلی کسی طرف اشارہ کرتی محسوس ہوتی تھی اور ایک ہاتھ میں ایک لوہے کا بنا ہوا چکر تھا وہ چکر اس کی بھی انگلی پر اٹکا ہوا تھا اور بھاری تھا دیوی کی آنکھیں سرخ انگارہ ہورہی تھیں ان آنکھوں کو بنانے والے نے قہر آلود بنانے کی پوری کوشش کی تھی۔

موٹا پجاری دیوی کے چرنوں میں عین اس مقام پر تھا جہاں اوپر وہ چکر تھا۔ رولوکا نے اوپر ہاتھ اٹھا کر وہ چکر دیوی کی انگلی سے کھسکایا انگلی ختم ہوئی اور وہ لوہے کا چکر تیزی سے زمین کی طرف آیا۔ زمین پر موٹا پجاری موجود تھا اس لئے وہ چکر اس کے اوپر گرا پہلے سر سے ٹکرایا اور پھر کندھے پر مار کرتا زمین پر لڑھکتا ہوا دوسرے پجاری کی پیٹھ پر زور سے لگا اور وہ وہیں لیٹ گیا۔

پجاری کا سر پھٹ گیا اور اس میں سے بھل بھل خون بہنے لگا۔ پورے پوجا ہال میں کھلبلی مچ گئی۔ دوسرے پجاری دوڑے اور دونوں پجاریوں کو اٹھایا مگر دونوں ہی بے ہوش تھے لوہے کے چکر پر ان کا خون لگا ہوا تھا اور پجاری کا خون تو دیوی کے چرنوں میں پڑا تھا۔

سب حیران تھے یہ کیا ہوا دیوی ناراض ہوگئی ایسا تو آج تک نہیں ہوا۔ دونوں پجاریوں کا علاج کرنے کو فوراً وید آگئے اور سارے مندر کے پجاری سر جوڑ کو بیٹھ گئے اور غور کرنے لگے کہ ایسا کیوں ہوا؟

ایک بولا۔ ''دیوی سخت ناراض ہوگئی ہے اسی لئے اس نے یہ سزا دی ہے۔''

دوسرا بولا۔ ''دیوی بڑی پجاری جی سے ہی ناراض ہے۔''

تیسرا بولا۔ ''یہ تو سب ٹھیک جانتے ہیں کہ ناراض ہے اب اس کو راضی کرنے کا اپائے کرنا ہے۔''

پھر ایک بولا۔ ''میرے خیال میں بھینٹ ہی اس کا اچھا طریقہ ہے اور بھینٹ بھی وہ جو دیوی سب سے زیادہ من بھاتی ہو۔ اگر اس کی پسند کی بھینٹ نہ ہوئی تو اور ناراض ہوگی...... اور اس بھینٹ کا پربند جلد کرنا ہوگا۔''

پہلا بولا۔ ''یہ تم نے ٹھیک کہا جلد پربند کرنا ہوگا اگر دیر ہوئی تو دیوی کا غصہ اور بڑھے گا اور ہم سب شراپ میں گھر جائیں گے۔''

دوسرا بولا۔ ''تو پھر پہلے طے کرو کہ کیا بھینٹ کہ جائے۔''

پہلا بولا۔ ''دیوی کو کنواری کنیا کی بھینٹ سب سے اچھی لگتی ہے۔''

دوسرا بولا۔ ”ارے تو اس میں کیا مشکل ہے مندر میں بہت ہیں۔“

پھر ایک پجاری نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو خاموش کیا اور بولا۔ ”سجنو! میری بات غور سے سنو۔“ ہم سب کو دھوکہ دے سکتے ہیں پر دیوی جانتی ہے کہ مندر میں کنواری کنیا کوئی نہیں یا ان کو غیر شادی شدہ کنیا کہہ لو مگر وہ کوئی بھی دیوی کی بھینٹ کے قابل نہیں ہے۔ اس لئے بھینٹ کے لئے کوئی اور ہی بندوبست کرنا ہوگا بولو میری بات ٹھیک ہے کہ نہیں۔“

سب نے ہاں میں ہاں ملائی۔ ”آپ نے درست کہا ہے باہر سے پر بند کرنا پڑے گا۔“

رولوکا ان کی باتیں سن رہا تھا اس نے دل میں سوچا یہ پھر کسی بے گناہ کی جان لینے کی کوشش کریں گے ان سب نے یہ طے کر لیا کہ وہ کالی دیوی کو کسی کنواری لڑکی کی بھینٹ دیں گے۔

دونوں پجاری اب ٹھیک تھے جس کی کمر میں چکر لگا تھا وہ تو چلنے پھرنے لگا تھا مگر موٹا اب تک بستر پر تھا اور خاموش تھا وہ کسی سے بات نہیں کرتا تھا اس کے پاس عیادت کو جو پجاری آتے تھے وہ ان سے بھی اشاروں میں بات کرتا تھا۔ مگر رولوکا جانتا تھا کہ وہ گونگا نہیں تھا رولوکا نے وید سے باتیں کرتے اس کو دیکھ لیا تھا۔ مگر وہ اتنی آہستہ باتیں کر رہا تھا کہ اس کی آواز رولوکا تک نہیں آ رہی تھی۔ یہ بھی راز کی بات تھی کہ وہ اپنی آواز کو کیوں چھپا رہا تھا۔ اب رولوکا کو کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا کہ یہی ہے جو زیبا بیگم کے پشت پر تھا۔ اگر یہی ہے تو یہ جو نظر آ رہا ہے وہ نہیں ہے اور اس کا جسم جو نظروں کے سامنے ہے وہ بھی شاید اصلی نہ ہو جو اتنی شکتی رکھتا ہے کہ کسی روح کو جسم حاصل کرنے کے قابل بنا دے وہ خود اپنا جسم بھی بدل سکتا ہے اگر یہ وہی ہے تو بہت گہرا آدمی ہے اس کو قابو کرنے کو بڑی احتیاط کی ضرورت ہوگی اور رولوکا نے طے کر لیا کہ اس کو خود آشکار نہیں کرنا ہے اور اس کو ہرگز یہ احساس نہیں کرنا ہے کہ اس کا مقابل کون اور کہاں ہے اور وہ اپنے مقابل کو تلاش کرے گا اور اندھیرے میں تیر چلائے گا اور یہی رولوکا کی کامیابی ہوگی۔

برجی پر شہزادی زیبا بیگم موجود تھی مگر بے بس اس کی مدد کو ابھی تک کوئی نہیں آیا تھا اس کا خیال تھا اس کے محافظ گرو کو اس کے بارے میں پتہ ہوگا اور وہ آئے گا مگر اب وہ مایوس ہو رہی تھی۔ اس کے گرد جو حصار تھا وہ اس قسم کا تھا کہ اس کے باہر والوں کو کچھ نظر آتا ہی نہ تھا اور اس حصار میں کسی کا باہر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ کسی پنڈت پجاری جادوگر کا کنڈل نہیں تھا یہ رولوکا کا حصار تھا اس حصار کے پشت پر سینکڑوں سال کی محنت اور افریقہ کے عظیم لوگوں کی محنت تھی۔ وہ لوگ انسانیت کی خدمت کرنے والے تھے ان سب کی محنت کا نچوڑ رولوکا تھا جوان کے مشن کو پورا کر رہا تھا۔ مگر اس دفعہ مشن بھی نیا تھا تو رولوکا کا طریقہ کار بھی بدل رہا تھا۔ دونوں طرف جنگ کا طبل تو بج چکا تھا مگر فوجیں آمنے سامنے نہیں تھیں رولوکا نے بلی کو تھیلے سے باہر لانے کو چکر اس کے سر پر گرایا تھا۔ مگر اتنا گہرا زخم آنے پر بھی اس کے منہ سے ذرا آواز نہیں نکلی تھی جبکہ دوسرا اس سے کم چوٹ پر کراہ کر بے ہوش ہو گیا تھا۔

رولوکا کے شک کی بہت سی وجوہات تھیں مگر پردہ اب بھی صاف نہیں ہوا تھا۔ مگر فوجیں آمنے سامنے نہیں تھیں رولوکا نے بلی کو تھیلے سے باہر لانے کو چکر اس کے سر پر گرایا تھا۔ مگر اتنا گہر زخم آنے پر بھی اس کے منہ سے ذرا آواز نہیں نکلی تھی جبکہ دوسرا اس سے کم چوٹ پر کراہ کر بے ہوش ہو گیا تھا۔

رولوکا کے شک کی بہت سی وجوہات تھیں مگر پردہ اب بھی صاف نہیں ہوا تھا ادھر دشمن نے بھی صرف اندازوں کے سہارے رولوکا کو بھول بھلیوں میں ڈالنا چاہا تھا کسی حد تک اس کا اندازہ درست تھا وہ چاہتا تھا رولوکا شاید کسی گھبراہٹ کا شکار ہو کر خود کوئی آواز نکالے گا یا آشکار ہو جائے گا مگر دونوں باتیں نہ ہوئیں اور وہ کالی دیوی کے چرنوں میں آ گیا مگر اپنے نقلی وجود کے ساتھ وجود اصلی ہوتا تو تکلیف سے اس کی چیخ ضرور نکل جاتی مگر اس کو کچھ نہ ہوا۔

اور پھر اچانک لوگوں کو پتہ چلا کہ بڑے پجاری بھاری چکر کی چوٹ سے مرگئے۔ یہ اس مندر کی تاریخ میں

پہلی دفعہ ہوا کہ کوئی پجاری اس طرح مرا ہو۔ مگر کسی بھی مندر کے پجاری نے اس بڑے پجاری کی موت پر رنج نہ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی موت کی ذمہ دار دیوی خود تھی اور سب دیوی کی خوشی میں خوش تھے۔ مگر رولوکا جانتا تھا کہ اصل معاملہ کچھ اور تھا۔ پجاری نے چولا بدلا تھا اب وہ کسی اور روپ میں سامنے آئے گا۔

اس بڑے پجاری کے مرنے کے بعد اس کی جگہ خالی نہیں رہ سکتی تھی ہر پجاری کی کوشش تھی کہ وہ بڑے پجاری کی جگہ حاصل کرے آپس میں صلاح مشورے ہو رہے تھے مگر ہر کوئی خود کو اس کا اہل ثابت کر رہا تھا مگر دیوی کی طرف سے کوئی اشارہ نہیں مل رہا تھا۔ رولوکا اس مندر کی سیاست کو سمجھ رہا تھا اور خود بھی یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ دیوی کیا اشارہ کرتی ہے۔ اس طرح آٹھ روز گزر گئے اس چکر میں دیوی کی بھینٹ کے بارے میں بھی کوئی تیاری نہ ہو سکی۔ رولوکا کسی نئی بات کا منتظر تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بڑا پجاری کہیں اور نہیں گیا وہ کسی نہ کسی شکل میں مندر کے قریب ہے اور اس کی طرف سے کوئی نہ کوئی حرکت ضرور ہوگی۔ وہ اپنے کسی پسند کے آدمی کے لئے ضرور کچھ کرے گا اور ثابت کرے گا کہ وہ دیوی کا حکم ہے اور سب اس کو مان لیں گے اس لئے رولوکا بھی مندر میں ہر وقت موجود رہتا تھا اور اس کی نظر ہر چیز پر تھی۔ ابھی تک کسی کو بڑے پجاری کے منصب پر نہیں لگایا گیا تھا۔

صبح کا وقت تھا اور مندر کا پوجا ہال پوجا کرنے والوں سے بھرا تھا۔ لوبان کی خوشبو پورے ہال میں بھری تھی موسیقی اپنے جوبن پر تھی کنواری کنیائیں دیوی کے حضور ناچ گا کر اس کو خوش کر رہی تھیں پجاری چڑھاوے وصول کر رہے تھے اور پرساد دے رہے تھے۔ گیندے کے پھول دیوی کے چرنوں میں بکھرے ہوئے تھے اچانک موسیقی کی آواز بند ہو گئی اور رقاصاؤں کے پیر تھم گئے اور ایک نہایت بھاری آواز ہال میں سنائی دی یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ آواز باہر سے آ رہی تھی یا دیوی کے بت میں سے آ رہی تھی اور الفاظ بھی کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے یہ کیفیت چند منٹ رہی اور پھر موسیقی کی آواز آنے لگی۔ رقاصاؤں کے پیر حرکت میں آ گئے عبادت کرنے آنے والوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ پجاری بھی گومگوں کی کیفیت میں تھے کہ ایک پجاری تیزی سے دیوی کے چرنوں میں آ کر کھڑا ہو گیا پھر سناٹا چھا گیا۔ ایک گیندے کے پھولوں کی مالا اڑتی ہوئی آئی اور اس کے گلے میں پڑ گئی اس نے زوردار آواز میں اعلان کر دیا کہ اس کو دیوی نے بڑا پجاری بنا دیا ہے جن حالات میں اور جس طریقہ پر اس کو بنایا گیا تھا اس وجہ سے کس میں جرأت تھی کہ اس کو بڑا نہ مانے۔

رولوکا نے پوری طرح سمجھ لیا کہ بڑا پجاری مندر کے اندر ہی موجود ہے مگر اس طرح ہے کہ اس کی شناخت نہیں ہو رہی رولوکا کے ہرکارے ہر طرف تلاش میں تھے وہ اتنا ہوشیار تھا کہ کسی کی نظر میں نہیں آ رہا تھا۔ اب نیا بڑا پجاری ہر دیو ناتھ تھا اور سارے احکامات وہی دے رہا تھا پرانے پجاری کے بارے میں تو رولوکا کو پتہ نہ تھا کہ اس کا طریقہ کار کیا تھا وہ مندر کا انتظام کس طرح چلاتا تھا مگر ہر دیو ناتھ کا طریقہ اس کے سامنے تھا ہر دیو ناتھ کے پاس ہر وقت کوئی نہ کوئی کنیا رہتی تھی اور وہ اس کی خدمت کرتی تھی۔ وہ روزانہ سویرے ہی مندر میں آ جاتا تھا اور پوجا کا پورا حساب رکھتا تھا ہر دیو ناتھ ایک لالچی آدمی تھا روپے پیسے کا پورا حساب رکھتا تھا اور مندر کے اخراجات کرنے میں کنجوسی کرتا تھا اس کی ان عادتوں سے دوسرے پجاری بیزار ہوتے جا رہے تھے۔

مگر وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ رولوکا اس کے قریب ہوا تا کہ اس کے اندر کا حال دیکھ لے ہر دیو ناتھ اندر سے خالی تھا اس کے پاس کچھ نہیں تھا مگر وہ خود کو ظاہر اس کے برعکس کرتا تھا اور کبھی کبھی کچھ ایسا کر دیا کرتا تھا کہ دوسرے پجاری اس سے ڈرتے تھے۔ یہی وہ چیز تھی جس نے رولوکا کو اس کی طرف سے شک میں ڈالا اور اس کے چاروں طرف رولوکا نے پہرہ سخت کر دیا۔ ہر دیو ناتھ جو شعبدے بازی کر دیا کرتا تھا وہ نہیں کرتا تھا۔ اس کی پشت پر بڑا پجاری تھا۔ وہ کرتا تھا اور نام ہر دیو کا ہوتا تھا۔

رولوکا کے ہرکارے اس کے اردگرد آئے تو وہ اکیلا

رہ گیا بڑا پجاری اس تک نہ آ سکا دوسری طرف دوسرے پجاریوں نے دیوی کی بھینٹ کا مطالبہ کر دیا۔ ہردیو ناتھ کی تو کوئی حیثیت ہی نہ تھی وہ تو اس بڑے پجاری کا غلام تھا جو اب کسی کو نظر نہیں آتا تھا۔ ہردیو نے بہت ٹال مٹول کیا کہ ابھی بھینٹ کی بات نہ کریں دیوی کا حکم ہوگا تو بتایا جائے گا مگر دوسرے تمام پجاری شراپ سے ڈرے ہوئے جلد از جلد دیوی کو راضی کرنا چاہتے تھے۔

بھینٹ کنواری کنیا کی دی جاتی تھی اور اس کا انتظام بڑے پجاری کے ذمہ ہوتا تھا اس لئے ہردیو ناتھ کو کنواری لڑکی تلاش کرنی اور مندر تک لانی تھی یوں تو مندر میں بہت لڑکیاں تھیں اور وہ کنواری کنیائیں ہی کہلاتی تھیں مگر مندر کے ہر شخص کو پتہ تھا کہ وہ برائے نام ہی تھیں۔ ہردیو ناتھ بھی خوب جانتا تھا کسی کو کچھ کہنے کی ضرورت نہ تھی ہردیو ناتھ پریشان تھا یہ ایک بھاری ذمہ داری تھی اور اس کو پورا کرنا اس کا کام تھا اس کے ہاتھ یہ کام نہایت خفیہ انداز میں ہونا تھا۔ مگر ہردیو ناتھ اس کام کا اہل نہ تھا یہ کام کوئی ہنر مند ہی کرتا ہے اور اس طرح کرتا ہے کہ لڑکی خود کو اس کے حوالے کر دیتی ہے اس کے دماغ کو کنٹرول کرنا پڑتا ہے اور اس قسم کا ماحول بنانا پڑتا ہے کہ لڑکی کے گھر والے اور دوسرے خود لڑکی کو مندر کے حوالے کرتے ہیں ان کو دیوی کا چمتکار اور خود اپنا کوئی شعبدہ دکھا کر متاثر کرنا ہوتا ہے۔ بہت محنت اور خطرناک کھیل ہے ہردیو ناتھ کے شریر میں اگر بڑے پجاری کی آتما آ پاتی تو وہ اس کام کے کرنے کا بیڑہ اٹھا لیتا مگر اب ایسا ممکن نہیں تھا۔

بڑے پجاری کے اکیلا چھوڑ دینے کی وجہ سے ہر دیو ناتھ نے اس کام سے ہاتھ اٹھا لیا اور سارے پجاریوں کے بیچ کہہ دیا کہ دیوی کا حکم سر آنکھوں پر یہ کام میرے بس سے باہر ہے یہ سنتے ہی سارے پجاری بپھر گئے اور فوراً سب کی رائے سے ہردیو کو اس منصب سے ہٹا دیا گیا بڑے پجاری کی یہ خواہش کہ ہردیو ناتھ اس کی جگہ ہو اور اس کے اندر وہ خود موجود ہو پوری نہ ہوئی اور ہردیو ناتھ کو مندر چھوڑنا پڑا۔

اب اس پر زیادہ سخت پہرے کی ضرورت نہیں تھی مگر اتنا پہرہ تو رکھنا تھا کہ رولوکا کا دشمن اب ہردیو کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ اس تک آتا ہے کہ کوئی اور شریر تلاش کرتا ہے۔ جب تک یہ پتہ نہ چلے کہ وہ کدھر ہے اس وقت تک اس تک جانا مشکل تھا۔ اس نے خود کو روپوش کیا ہوا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کچھ علم ضرور رکھتا ہے ورنہ اتنے دن چوہے بلی والا کھیل رولوکا کھیلنا پسند نہیں کرتا۔ اتنا چوکس اور خود کو چھپائے رکھنے والا دشمن بھی رولوکا کو پہلی بار ٹکرایا تھا نہ خود وار کرتا تھا نہ خود پر وار کرنے کا موقعہ دے رہا تھا اور رولوکا کے صبر کا امتحان لے رہا تھا۔

جنگ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ دشمن کو جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر کے اس سے غلطی کروائی جائے مگر اس کا واسطہ رولوکا سے تھا رولوکا ٹھنڈا لوہا تھا اس کو بھٹی کی طرف کوئی نہیں لے جا سکتا تھا۔

دونوں طرف خاموشی تھی ایک بھی فائر کسی طرف سے نہیں ہو رہا تھا۔ یہ جنگ بندی نہیں تھی کسی بڑے حملے کا پیش خیمہ بھی ہو سکتا تھا دونوں فریق بڑی ہوشیاری سے اپنی ترتیب بدل رہے تھے۔ رولوکا شہزادی زیبا کے پاس تھا۔

”شہزادی زیبا بیگم اب تو مان لو کہ میں تمہارا ہمدرد ہوں دشمن نہیں ہوں۔“ رولوکا نے روپوشی کی حالت میں بولا۔ رات کا وقت تھا شہزادی اداس برجی کی منڈیر پر بیٹھی تھی۔

چونک کر پلٹی اور بولی۔ ”تم نے میری ہمدردی کا کیا کام کیا ہے۔ میری آزادی تک چھین لی ہے۔“

”یہ بھی تمہاری ہمدردی میں کیا گیا ہے۔ تم کو در بدر پھرنے سے بچایا ہے۔“

”مجھے کوئی آفت نہیں آنے والی تھی میں آزاد تھی اپنی مرضی کے بدن بدلتی تھی اور زندہ انسانوں میں رہتی تھی اور نئے نئے خواب دیکھتی تھی اور بیان کرتی تھی۔ میں خوش تھی تم نے مجھے قید کر دیا۔ تم کون ہو اور کیوں تم نے قید کیا ہے یہ تو بتاؤ اور دولت کی ضرورت ہے تو بولو۔“ زیبا بولی۔

”مجھے تم سے کچھ لینا دینا نہیں ہے تم شہزادی ہوگی تمہارے پاس خزانہ ہوگا مگر میرا اس سے تعلق نہیں ہے میں اس پردے وار کی تلاش میں ہوں جس نے تم کو شریر بدلنے

کی شکتی دی ہے تم اس کے بارے میں بتاؤ پھر میں تمہاری رہائی کے بارے میں بتاؤں گا۔'' رولوکا نے پوچھا۔

''میں کیا بتاؤں میں نے اس کو دیکھا نہیں ہے صرف آواز سنی ہے۔ وہ مہان شکتی رکھتا ہے تم اس سے ٹکرانے کی غلطی نہ کرو اگر اس کو پتہ چل گیا کہ تم نے مجھے قید کرلیا ہے تو وہ آندھی وطوفان کی طرح آئے گا اور سب کچھ نیست و نابود کردے گا۔'' شہزادی بولی۔

''تم اس سے خوف زدہ ہو مگر اس کی شکتی کا اندازہ تم خود لگاؤ وہ آج تک تمہاری گمشدگی کو نہیں سمجھ سکا اور تم کو تلاش نہ کرسکا جبکہ وہ ضرور اس طرف آیا ہوگا میں جانتا ہوں اس برجی میں ایک خزانہ موجود ہے جو کہ تمہارے باپ نے تم کو دیا تھا وہ اس کو نہیں بھولا مگر تمہاری یہاں موجودگی کو ذرا محسوس نہ کرسکا اس کی یہ کمزوری میں نے بتائی دوسری اور کمزوریوں پر تم خود غور کرو وہ تم کو کبھی آزاد نہیں کرائے گا اس کی دلچسپی صرف اس خزانے تک ہے تمہاری اس کو اب ضرورت نہیں ہے۔ کام کرنے کو اس کے پاس بہت سی حویلی کی آتمائیں ہیں۔'' رولوکا نے کہا۔

''تم کو خزانے کے بارے میں کس نے بتایا ہے۔'' شہزادی بولی۔

''میں نے پہلی دفعہ ہی اندازہ کرلیا تھا میں کسی کی بتائی بات پر کم یقین کرتا ہوں میں کون ہوں تم کو اس کا اندازہ نہیں ہے کچھ دن اور اس برجی پر رہو تم کو اندازہ ہوجائے گا۔'' رولوکا بولا۔

شہزادی زیبا بیگم بولی۔ ''تم مجھے قید کرکے کیا حاصل کرنا چاہتے ہو بتاؤ اگر خزانے کو حاصل کرنا ہے تو میں تم کو خود دے دیتی ہوں اس کے علاوہ اور زیادہ کی تلاش ہے تو آگرہ شہر میں ایک خزانہ نہیں ہے کئی جگہ پر ہے اور میں جانتی ہوں تم اس زمانے کے امیر ترین آدمی بن سکتے ہو۔''

رولوکا نے جواب دیا۔ ''شہزادی تم نے میرے بارے میں غلط اندازے لگائے ہیں۔ مجھے کسی خزانے کی تلاش نہیں ہے انسانوں کو بھٹکانے والوں کو میں تلاش کرتا ہوں تم کو بھٹکانے والا بھی ایک شیطان ہے تم یہ تسلیم کرلو کہ تمہاری دنیاوی زندگی اس دن ختم ہوگئی تھی جس روز تم کو قتل کردیا گیا تھا تم نے جذبہ انتقام کی وجہ سے یا تمہاری دنیوی معلومات پوری نہ ہونے کی وجہ سے تم نے دنیا میں رہنے کا فیصلہ کیا تمہارے ساتھ ساتھ تمہاری کنیزوں اور حویلی کی عورتیں بھی اس حویلی میں رہیں اور تم ایک شیطان کے زیر اثر آگئیں ایسا تو ہونا تھا میں نہیں جانتا کہ تم نے اس کے کہنے پر نہ معلوم کتنے ایسے کام کئے ہوں گے جو تم کو نہیں کرنا تھے۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہاری آخری رسومات پوری ادا کروں گا اور اسی حویلی میں تمہاری قبر عین اسی مقام پر بنواؤں گا جہاں پر تم کو مارا گیا تھا تمہاری فاتحہ کراؤں گا اور دعا بھی، تم بڑے سکون سے اپنے رب کے پاس جاؤ گی۔

اس طرح تم اگر ہزار سال بھی دنیا میں رہو گی تو کچھ ملنے والا نہیں ہے تم کو ہر حالت میں پیدا کرنے والے کے سامنے جواب دینا ہے اپنے گناہوں میں تم یہاں رہ کر صرف اضافہ کرو گی اس دنیا میں جو جتنا کم رہتا ہے اتنا ہی کم حساب اس کو دینا ہوتا ہے زیادہ رہنے والے گھاٹے میں ہیں۔''

شہزادی نے بڑے غور سے رولوکا کی بات سنی اور پھر بولی ''اے میرے اجنبی مہربان میں تجھے اپنا دشمن خیال کرتی تھی مگر ایسا نہیں تھا تم نے جو راہ مجھے دکھائی ہے وہی درست ہے میں نے زندگی جتنی عیش وعشرت وشاہانہ انداز میں گزاری تھی مرنے کے بعد میں عذاب میں تھی اور یوں میری روح کو سکون نہیں تھا پھر مجھے ایک سہارا ملا اور میں سمجھی کہ اس میں میرا سکون مجھے ملے گا مگر ایسا پھر بھی نہ ہوا اور میں محکوم ہوگئی میرے ساتھ بہت سی روحیں جن کو میرے ساتھ بے گناہ قتل کیا گیا تھا وہ بھی اس نئے عذاب میں مبتلا ہوگئیں میں تم کو کس نام سے پکاروں میرے محسن تم نے سیدھی اور سچی راہ دکھائی ہے۔''

رولوکا نے کہا۔ ''نیکی کو کسی نام سے پکارو فرق نہیں پڑتا۔ انسان زندگی میں تو خسارے میں رہتا ہے مگر بعض دفعہ مرنے کے بعد بھی اس کا خسارہ کم نہیں ہوتا تمہارے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔''

شہزادی بولی۔ ''اب تم نے ایک سیدھی راہ دکھائی ہے تو پھر دیر نہ کرو۔''
رولوکا نے کہا۔ ''میں نے جو کہا ہے وہی میں کروں گا تم یہ بتاؤ حویلی کے کس مقام پر تمہاری قبر بنائی جائے۔''
شہزادی نے کہا۔ ''میری قبر نہیں بنے گی۔ ایک چھوٹا سا قبرستان بنے گا ان درختوں کو صاف کروا کر برجی کے پاس بہتر رہے گا اس سے اس حویلی کے رہنے والوں کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔''
''میں انتظامات کرتا ہوں تم اطمینان رکھو۔'' رولوکا نے کہا۔
امام دین حیرت سے بولا۔ ''برجی کے پاس قبرستان وہاں کون دفن ہوگا؟''
رولوکا بولا۔ ''تم جانتے ہو اس برجی کے اطراف میں ارواح رہتی ہیں ان ارواح کو نہ قبر ملی ہے نہ کسی نے نماز جنازہ پڑھی نہ دعا و درود ہوا۔ ان سب کو اس قبرستان میں دفن کرنا ہے اور ہر ایک کی قبر بنانی ہے۔''
''مگر یہ کس طرح ہوگا میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔'' امام دین بولا۔
''اس کے لئے ہمیں کسی عالم دین کی خدمات لینی ہوں گی وہی اس کا حل بتائے گا میں بھی تمہاری طرح ہوں اور پھر ببول کے درخت اور کانٹے دار جھاڑیاں کاٹ دی گئیں اور ایک رات میں بہت سی قبریں بن گئیں سب کی نماز ہوئی، دعا ہوئی اور شہزادی کی روح پرواز کر گئی۔ ایک رات میں قبرستان کے وجود پر حیرت تو سب کو ہوئی مگر حویلی کے حالات سے کچھ نہ کچھ سب ہی واقف تھے۔ اس لئے بات حویلی سے باہر نہ گئی اور امام دین نے سکھ کا سانس لیا۔
دوسرے دن وہ بولا۔ ''اب تو شہزادی اور روحوں کا معاملہ ختم ہو گیا ہے۔''
رولوکا بولا۔ ''مگر کام اب بھی ادھورا ہے ابھی وہ شخص باقی ہے جو شہزادی کے پشت پر تھا۔ وہ آج بھی شہزادی کی تلاش میں ہے تم کو سن کر خوشی ہوگی کہ اس برجی میں ایک خزانہ موجود ہے اور وہ شخص اس کو ضرور حاصل کرنا چاہے گا مگر اس پر اس کا کوئی حق نہیں ہے اگر اس پر کسی کا حق بنتا ہے تو وہ تم ہو اس لئے اس وقت تم اس حویلی کے مالک ہو تم نے خراب حالات میں بھی اس کو آباد رکھا ہے۔''
امام دین یہ سن کر بہت خوش ہوا بولا۔ ''مگر وہ آدمی مجھے کب اس خزانے کا مالک بننے دے گا۔''
''تم اس کی فکر نہ کرو میں اس کی تلاش میں ہوں کچھ نہ کچھ بہتر ہی ہوگا۔''
برجی پر جاگتے الو کی پہرے داری تھی رولوکا کا یہ ایک ایسا تیر تھا جو ہمیشہ نشانے پر لگتا تھا رولوکا جانتا تھا کہ شہزادی کی تلاش سے مایوس ہونے کے بعد وہ ضرور ادھر ہی آئے گا کیونکہ اس کو خزانے کا پتہ ہے وہ ہر حالت میں خزانے کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔
اور یہی ہوا۔ تین راتوں کے بعد ایک نہایت بھیانک شکل کا سانپ برجی کے قریب آ گیا اور چاہتا تھا کہ برجی پر جائے رات چاندنی تھی اس کی ہر حرکت جاگتے الو کی نظریں تھی مگر پھر سانپ نے اوپر جانے کا ارادہ ختم کیا اور قبرستان کی طرف چلا اب الو اس کے اوپر تھا اور کسی لمحے اس کو اپنے پنجوں میں دبا کر لے جانے والا تھا کہ سانپ کا روپ بدلا اور وہ ایک بہت چھوٹی چوہیا کی شکل میں ایک بل میں گھس گیا۔ الو اس کے قریب تھا مگر چوہیا بل کے اندر دور تک چلی گئی اور وہ بل میں سے برجی کے پاس نکلی اور پھر سانپ کی شکل میں تیزی سے حویلی سے دور ہو گیا۔
رولوکا پوری طرح جانتا تھا کہ دشمن ہوشیار ہے اور اس میں کتنی بھی شیطانی طاقت ہو مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے وہ بہروپ بدلنے پر ضرور عبور رکھتا ہے اور اس کے بل پر اب تک خود کو بچائے ہوئے ہے اب رولوکا نے اپنا طریقہ کار بدلا اور خزانے سے پہرے داری ختم کر کے ہال میں بڑھا دی۔ اس کی یہ چال کامیاب رہی اور دشمن برجی پر پھنس گیا۔ اس نے برجی کے خزانے کا بھاری پتھر سرکا دیا تھا اور اس برجی پر موجود تھا اس کی روپوشی کے دوران ہی رولوکا نے اس کے راستے بند کر دیئے تھے۔ مگر جب اس کو اندازہ ہوا کہ وہ برجی پر پھنس گیا ہے تو اس نے اندھیری رات کا فائدہ یوں

اٹھایا کہ ایک سخت قسم کی آندھی آئی ہوا اس قدر تیز کہ زمین پر قدم ٹکانے دشوار چند لمحوں میں اس نے سب کچھ اڑا کر رکھ دیا اور جب آندھی پر کنٹرول رولوکا نے کیا تو برجی خالی تھی اور دشمن جا چکا تھا۔ مگر خزانہ لے جانے کا موقعہ نہیں ملا تھا وہ پتھر کی سل کے نیچے پورا کا پورا موجود تھا۔ یہ آندھی اتنی تیز اور اتنی جلدی آئی کہ وہ کامیاب ہو گیا۔

آندھی کے بند ہوتے ہی ہر طرف گھمبیر خاموشی چھا گئی اور پھر اس خاموشی کی چادر کو چیرتی ایک بھاری آواز رولوکا کے کانوں میں آئی۔

"تیری آشا پوری نہیں ہو گی تو مورکھ ہے ہوا کو قید کرنے چلا ہے۔ میں ہوا ہوں میرے کہیں جانے آنے پر کون روک ٹوک کرے گا یہ بات تیری سمجھ میں آ جائے تو اچھا ہے اور اگر نہ آئی تو بھی تو میرا کیا کرے گا اپنا ہی نقصان کرتا رہے گا۔"

"تو جو ہے مگر تیرے کام ایسے ہیں کہ تیرا وجود انسانوں کے لئے اچھا نہیں ہے تو شیطان کا چیلا ہے شیطان کا مشن دنیا والوں کے لئے کبھی اچھا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں تجھے آزاد نہیں چھوڑ سکتا غور سے سن لے تو کہیں پر بھی ہو گا میں تیرے سر پر رہوں گا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تو دیوانہ لگتا ہے ارے بے وقوف پکڑی وہ چیز جاتی ہے جو ٹھوس ہو میں ہوا ہوں میں شریر کا محتاج نہیں ہوں۔ میرے لئے شریر ایک بے معنی چیز ہے چند دن میں یہ مٹی ہونے والی ہے۔ جو چیز رہنے والی نہیں اس کے پیچھے بھاگنے والے میری نظر میں بے وقوف ہوتے ہیں میں ان تمام باتوں سے اوپر ہوں میرے لئے نہ شریروں کی کمی ہے نہ میں کبھی ایک شریر میں رہتا ہوں تو مجھے کہاں کہاں تلاش کرے گا۔"

رولوکا نے کہا۔ "تو میری نظر میں ایک احمق آدمی ہے تیری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ دنیا میں جو کچھ ہے اس کی ایک عمر ہے ہر چیز کو فنا ہے تجھے اگر یہاں رہنے کا موقع دیا جا رہا ہے تو صرف اس لئے کہ تو شاید خود کو سنبھال لے اپنی اصلاح کر لے اور تو سمجھ رہا ہے کہ میں اس دنیا میں ہمیشہ رہوں گا۔ تو بے شریر ہے مگر تیرا لالچ اب بھی زندہ ہے تجھے اب بھی دولت کا لالچ ہے تو آج بھی خزانے کو حاصل کرنا چاہتا ہے تیرا یہ لالچ تجھے تباہ کرے گا۔"

"میں بے شریر ہوں پر میرے ساتھ اور بھی ہیں ان کو خزانے کی ضرورت ہے مجھے ان کو زندہ رکھنا ہے ان کو آگے لانا ہے میرے گرو کے مشن کو آگے بڑھانا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کو ان کے اخراجات دلائے جائیں تب ہی تو وہ میرا کام آگے بڑھائیں گے اور تو بھی سن لے میرا پیچھا مت کر کچھ نہیں ملے گا میں وہ ہوں جو آج تک اس دھرتی پر نہیں تھا۔ میں ایک جگہ نہیں ہوں میں ایک نہیں میں انیک ہوں میں تجھے ہر جگہ ملوں گا۔ دھرتی کے چپے چپے پر میرا وجود ہے۔"

رولوکا نے کہا۔ "تیرے وجود کے دشمن بھی زمین کے ہر موڑ پر موجود ہیں۔ اسی لئے تو آج تک اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہوا۔ دنیا میں میرے جیسے کتنے ہیں جو تیرے وجود کے خلاف اپنا کام کر رہے ہیں اور تجھے شکست سے دو چار کر رہے ہیں اس لئے تیرا کام پورا نہیں ہو رہا۔ اللہ کے پاس سپاہی اپنی ڈیوٹی پوری کر رہے ہیں یہ ہزاروں سال سے ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا تیرے نصیب میں کامیابی نہیں ہے تو کبھی کامیاب ہیں گا؟"

"تو مجھے بھٹکانے کی کوشش مت کر میری شکل کو جانتا نہیں۔" اور آواز آئی۔

رولوکا۔ "اسی لئے چھپا ہوا ہے کہ تیری پول نہ کھل جائے۔"

آسمان پر بجلی چمکی اور زور دار تڑاخہ ہوا اور کالی گھٹائیں آنے لگیں۔ رولوکا نے کہا یہ شعبدے بند کر، ان سے کچھ ہونے والا نہیں ہے۔

"تو نے میرے چند کبوتر اڑا دیئے تو سمجھتا ہے کہ میرے خلاف جیت گیا۔ ارے میرے پاس ابھی بہت کچھ ہے تو دیکھتا جا۔ تیرے لئے میرے ترکش میں بہت تیر ہیں۔"

"تو پھر تو پہلے سارے تیر آزمالے میں جب لڑوں گا
تو بتا کر لڑوں گا مردانہ لڑائی ہوگی۔"

آسمان پر بادل گڑگڑاتے رہے بجلی بھی چمکتی رہی مگر نہ بادل ایک بوند پانی گرا سکے نہ بجلی زمین تک آسکی اور رات گزر گئی۔

حویلی کے رہنے والوں کو ذرا احساس نہیں تھا کہ رات یہاں پر کچھ ہوا۔ اب رولوکا پوری طرح ہوشیار تھا اور دشمن کے داؤ اور اس کی صلاحیت کے بارے میں اندازے لگا رہا تھا کیونکہ یہ ایک ایسا دشمن ملا تھا جو کہ سامنے نہیں تھا مگر اس کے قریب تھا۔ رولوکا کو یہ فائدہ حاصل تھا کہ وہ رولوکا کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا تھا۔ رولوکا بھی اس کے بارے میں پوری طرح واقفیت نہیں رکھتا تھا مگر اس کے انداز اور صلاحیت کو سمجھ رہا تھا دشمن کے پاس اس کی بڑی صلاحیت خود کو چھپانے کی صلاحیت تھی اور اب تک وہ اس کا مظاہرہ کئی بار کر چکا تھا۔ دوسرے وہ بے شریر تھا اس کا مادی وجود نہیں تھا۔

وہ کسی کے بھی جسم کو پہن لیتا تھا وہ جانور ہو سانپ ہو یا کیڑا۔

اس کے بیر زمین سے زیادہ اور پر طاقتور ہیں۔ اس لئے اس نے اب تک زمین پر کوئی حملہ نہیں کیا ہے۔ یہ سب حساب کی باتیں تھیں جو کہ رولوکا سمجھ رہا تھا۔ یہ ایک نئی طرز کا دشمن ٹکرایا تھا اس لئے نظر اور طاقت کو بیلنس کرنا ضروری تھا بھول چوک کی گنجائش کم تھی۔ ہر مہرے کو اتنا مضبوط اور ایسے خانے میں رکھنا ضروری تھا کہ وہ مار بھی کرے اور دفاع بھی کرے۔

مندر کے بڑے ہال کے تمام دروازے ابھی تک رولوکا نے نہیں دیکھے تھے ایک دروازے نے اس کے ساتھ فریب کیا تھا ہال میں اندھیرا تھا اور کسی قسم کی آواز نہیں آرہی تھی۔ رات کا وقت تھا رولوکا کو شبہ تھا کہ ان دروازوں میں ابھی اور بھی راز ہے۔ جو دروازے وہ دیکھ چکا ہے ان کو چھوڑ کر وہ اس کے آگے والے دروازے پر گیا اور اسی ٹیکنیک سے دروازہ کھولا اور چوکھٹ کے اندر قدم رکھا۔ اس دروازے کے آگے دیوار نہ تھی اس کا مطلب تھا کہ یہ دھوکا نہیں تھا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا مگر رولوکا کو بائیں طرف ایک دروازہ اور نظر آرہا تھا۔ وہ اس کی طرف بڑھا اور اس کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک گلی نما راستہ تھا جس کی چوڑائی دو ڈھائی گز سے زیادہ نہ تھی مگر اس راستے پر اتنا گہرہ اندھیرا بھی نہ تھا جیسا کہ دروازے کے پاس تھا کچھ روشنی کی کرنیں اس راستے پر کہیں سے آرہی تھیں۔ رولوکا اور آگے بڑھا تو روشنی کچھ اور تیز ہوگئی تھی رولوکا آگے بڑھ رہا تھا اور اندازے قائم کر رہا تھا کہ وہ کس طرف جا رہا ہے آدھے گھنٹے کی چڑھائی کے بعد اس کے سامنے وسیع و عریض دالان تھا۔ پتھروں سے بنے ہوئے لاتعداد ستون نظر آرہے تھے۔ یہ سرخ پتھروں سے بنی انتہائی قدیم عمارت تھی طرز تعمیر خالص ہندوانہ تھا دیواروں پر جا بجا مورتی ابھری نظر آرہی تھیں۔ دالان سے آگے ایک وسیع صحن نظر آرہا تھا۔ یہ صحن گولائی شکل کا تھا اس گولائی کے انتہائی آخری سرے پر سرخ پتھر کی اونچی دیوار تھی۔ صحن کے آخری سرے پر ایک دروازہ نظر آرہا تھا۔ اس دروازے سے دودھیا روشنی باہر آرہی تھی اور بڑی مدھر دل و دماغ پر چھا جانے والی موسیقی کی آواز آرہی تھی۔ کوئی ماہر استاد بڑے خوب صورت انداز میں ستار کے تاروں سے یہ دھن بجا رہا تھا۔ رولوکا اس دروازے کی طرف بڑھا تو موسیقی کی آواز اور تیز ہوگئی مگر اتنی کہ کانوں کو بھلی لگے اور انسان اس کی طرف خود بخود بڑھے۔

رولوکا پر اس میوزک کا اثر نہ تھا وہ اس طلسم کو سمجھ رہا تھا اور اس نئے جال کی حقیقت بھی جانتا تھا۔ رولوکا دروازے کے اندر داخل ہو گیا اس کو کسی نے نہیں دیکھا مگر وہ سب کو دیکھ رہا تھا۔

اندر ایک بہت بڑا خوب صورت ہال تھا فرش پر دریاں اور چاندنیاں بچھی ہوئی تھیں اور ان پر کچھ عجیب چہرے والے لوگ بیٹھے تھے اور ایک تخت پر سازندے موسیقی پیدا کر رہے تھے۔

ہال میں پھر سناٹا چھا گیا۔ رولوکا سازندوں کے پاس گیا اور ہر ایک کو گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور کسی کے حوالے

کر دیا اور وہ سازندہ غائب ہو گیا اس طرح سارے ساز اور سازندے غائب ہو گئے۔ ہال میں جو عجیب چہرے والے تھے ان کو ایک ایک کر کے گرفتار کر لیا اب ہال میں اکیلا رولوکا موجود تھا پھر اچانک پورا ہال تاریکی میں ڈوب گیا چھت پر ایک تڑاخہ ہوا اور ایک شعلہ رولوکا کی طرف گرا مگر وہاں پر رولوکا نہیں تھا شعلہ زمین میں دھنس گیا۔ اس کے بعد ان شعلوں کی گویا برسات ہونے لگی اور پھر پہلے سے بھی زیادہ تیز روشنی ہال میں پھیل گئی۔ اس روشنی کے ہوتے ہی شعلوں کی برسات رک گئی اور نئی آوازیں سرسراہٹ اور آہٹیں پھرنے کی آئیں رولوکا ایک ستون کی آڑ میں موجود تھا۔ تیز روشنی میں پورا ہال نظر آ رہا تھا ہال میں کوئی جاندار چیز نظر نہ آتی تھی گہری خاموشی تھی کہ ایک سیٹی نما آواز ابھری وہ آواز اتنی ناگوار تھی کہ آدمی چند لمحوں میں بے زار ہو جائے اس آواز کے سوتی اثرات کانوں سے اندر جاتے تھے اور دل و دماغ کو مفلوج کر دیتے تھے یہ کس چیز کی آواز تھی۔ اس کا اندازہ نہیں ہوتا تھا رولوکا اپنی جگہ پر تھا اور آواز پورے ماحول پر مسلط تھی۔ اگر کوئی حیات وہاں ہوتی تو یہ آواز اس کو بے چین کر کے باہر لے آتی اور شاید اس کا مقصد بھی یہی تھا۔ مگر اس ہال میں سوائے رولوکا کے کوئی نہ تھا۔ آواز کچھ ہی دیر کے بعد بند ہو گئی اور رولوکا ستون کی آڑ سے کھلی جگہ آ گیا اور دروازے سے باہر آ گیا اس کے باہر آتے ہی روشنی بند ہو گئی۔

دشمن اپنی فوج کو گرفتار کرانے کے بعد فرار ہو گیا اور رولوکا نے یہ دیکھنے کو کہ کوئی ہے کہ نہیں وہ آواز پیدا کی تھی اس سے حملہ کرنا مقصد نہیں تھا تلاشی مقصد تھا۔

رولوکا نے جن کالے علم کے ہیروں کو گرفتار کیا تھا ان سب کو سمندر برد کر دیا گیا تھا۔ دشمن کی آدھی طاقت اس مقابلے میں کام آ گئی تھی اور اس کو راہ فرار کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

سویرے کے آثار نظر آتے ہی رولوکا امام دین کی طرف روانہ ہوا۔ امام دین نماز پڑھ کر واپس آیا ہی تھا کہ رولوکا اس کے سامنے تھا وہ رولوکا کو دیکھ کر بولا......

''حکیم صاحب لگتا ہے رات کو مصروف رہے حکیم صاحب میں بہت شرمندہ ہوں میری وجہ سے آپ کتنی پریشانیاں اٹھا رہے ہیں اور میں آپ کی کوئی خدمت بھی نہیں کر پا رہا ہوں۔''

رولوکا زور سے ہنس پڑا اور بولا۔ ''تم نے کسی پھل دار درخت کو دیکھا ہے۔ وہ موسم کی سختی، نرمی برداشت کرتا ہے اور پھل پیدا کرتا ہے اس پھل کو کون کھاتا ہے اس سے اس کو غرض نہیں ہوتی وہ اپنا کام کرتا ہے اسی طرح ہم لوگ ہیں ہم کو اپنا اپنا کام کرنا چاہئے یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ اس کام کا فائدہ کہاں کہاں اور کس کس کو جا رہا ہے۔ میرے بارے میں کبھی یہ نہ سوچنا کہ میں تمہارا کوئی کام کر رہا ہوں میں اپنا کام کر رہا ہوں آدمی اپنا کام کرتا ہے تو اس کا احسان خود پر ہوتا ہے کسی اور پر نہیں ہوتا۔''

امام دین نے رولوکا کی بات غور سے سنی اور پھر بولا۔ ''حکیم صاحب آپ کا فلسفہ حیات ایک نرالی چیز ہے۔ میں نے اب تک جو دیکھا اور سنا تھا یہ فلسفہ تو اس سے بالکل الگ ہے مگر آپ کی بات دل کو لگتی ہے میں آپ کی بات کا قائل ہو گیا ہوں میں نے بہت کم عرصہ میں آپ سے بہت کچھ حاصل کر لیا ہے۔''

''مگر تم نے ناشتہ نہیں کرایا۔'' رولوکا نے ماحول کی سنجیدگی کو کم کرنے کو ہنس کر کہا۔

دونوں ناشتہ کے بعد بیٹھے رہے امام دین سوچ کر بولا۔ ''حکیم صاحب یہ روح کیا ہے۔ انسان کے مرنے کے بعد بھی یہ دنیا میں رہتی ہے اور حرکت میں رہتی ہے؟''

''یہ سوال بہت بڑا ہے اور اس کا جواب بھی بہت طویل ہے مگر تم نے یہ سوال کر ہی دیا تو میں نہایت مختصر کر کے تم کو جواب دینے کی کوشش کروں گا۔''

''انسان جب تخلیقی عمل سے گزر رہا ہوتا ہے اور شکم مادر میں جب اس کی عمر چھ ماہ ہوتی ہے تو اس کے جسم میں روح آ جاتی ہے یعنی زندگی آ جاتی ہے۔ یہ روح ہی انسانی زندگی ہے یہ روح جب تک اس کے جسم میں رہے گی انسان زندہ رہے گا یہ جسم کو چھوڑ دے تو موت واقع

ہو جائے گی۔اس روح کے جسم میں داخل ہونے کے بعد تین ماہ اس کے جسم کو مستحکم کرنے کو اوردیئے جاتے ہیں۔

اس کے بعد وہ دنیا میں آتا ہے اور اس روح کی بدولت وہ زندہ رہتا ہے اور زندگی گزارتا ہے۔اس کا جسم جب تک طاقتور رہتا ہے روح اس کے اندر رہتی ہے جسم کے فنا ہونے کے بعد روح اس کا ساتھ چھوڑ جاتی ہے ہم سب اس کو موت کہتے ہیں مگر مذہب میں اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی کا تصور پیش کیا گیا ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ روح فنا نہیں ہوتی۔“

امام دین بولا۔”حکیم صاحب پھر یہ روحیں انسان کے مرنے کے بعد بھی دنیا میں کیوں بھٹکتی ہیں؟“

”تمہارا سوال اچھا ہے اور بروقت بھی ہے تم اس طرح سمجھو کہ جسم سے نکلنے کے بعد روح عالم برزخ میں جاتی ہے۔ان روحوں کو ان کے جسمانی خدو خال کے مطابق ہی رکھا جاتا ہے تاکہ روز قیامت ان کی پہچان رہے وہاں پر ان روحوں کے درجات ہوتے ہیں جن روحوں کے جسموں نے احکام کی پابندی نہیں کی ہوتی ان کو سب سے کم درجے میں رکھا جاتا ہے۔

اور ان سے بھی نہایت کم تر درجے کی روحیں فضا میں بھٹکتی رہتی ہیں۔ان ہی روحوں کو دنیا والے قابو کرتے ہیں ان روحوں کو قابو کرنے کا ہر مذہب میں کوئی نہ کوئی طریقہ ہے مگر ہر روح کو واپس تو جانا ہی ہے۔“

کالی کے مندر میں بڑی پوجا کی تیاریاں زوروں پر تھیں اور نیا بڑا پجاری جس کا نام گردھاری لال تھا بہت مصروف تھا وہ سارے سارے دن مندر سے غائب رہا کرتا تھا۔رولو کا جانتا تھا کہ وہ کیوں غائب رہتا ہے دیوی کے نام پر وہ ایک کنواری کنیا کی تلاش میں تھا مگر اس کو اب تک کامیابی نہیں ہوئی مگر وہ جانتا تھا کہ دنیا میں بہت بے وقوف ہیں غربت اور لالچ بھی عام ہے وہ ضرور کامیاب ہوگا۔

آگرہ شہر سے قریب ہی ایک قصبہ ہے اس کا نام باندی کوٹی ہے۔یہاں پر بھی ایک مندر کالی مائی کا ہے اس مندر کا ایک سیوک جس کا نام کالی ناتھ ہے وہ کالی کا بھگت ہے گردھاری لال نے اپنی مشکل اس کے سامنے رکھی تو کالی ناتھ بولا۔”میری ایک دور کے رشتے کی پھوپی ہے اس کے پاس ایک اناتھ کنیا رہتی تو ہے اس کی عمر کم ہے بہت ہوئی تو بارہ تیرہ کی ہوگی میں اس کنیا کو لا سکتا ہوں پھوپی خود غریب ہے بڑی خوشی سے مجھے دے دے گی۔ اس کو پتہ ہے میں کالی کا سیوک ہوں یہاں پر آ کر وہ خوش ہوگی مگر گروجی ابھی عمر کم ہے اور تم نے بھینٹ کی تیاریاں کر رکھی ہیں مہا کالی تمہاری اس بھینٹ کو سویئکار تو نہیں کرے گی اور لڑکی بھی جائے گی۔“

گردھاری لال ذرا سوچ میں پڑ گیا اور پھر بولا۔

”میرے ساتھ تو پجاریوں کی ایک برات ہے ان کے سامنے میں بھینٹ رکھ دوں گا تو ان کو صبر آ جائے گا کہ جب لڑکی بالغ ہو جائے گی تو بھینٹ وہ کر سکیں گے تو ان کے منہ بند ہو جائیں گے اور وہ بھینٹ کو کچھ عرصہ کو ملتوی کر دیں گے تم ایسا کرو کہ باندی کوٹی جاؤ اور لڑکی کو لے کر آگرہ آ جاؤ وہ وہاں پر رہے گی اس کی خدمت کریں گے اچھا کھلائیں گے تو وہ بھی خوش ہوگی اور دیوی بھی اور گردھاری لال خوش خوش آ گیا اور سب پجاریوں کو یہ خوش خبری دے دی کہ کنیا کا بندوبست کر لیا ہے وہ آنے والی ہے اس کا سواگت اور سیوا کرو چھوٹی ہے مگر جوان تو آخر ہوگی اس وقت بھینٹ کے قابل ہوگی سب جانتے تھے کہ یہ راز کی بات ہے کیونکہ ہندوؤں میں بھی بہت لوگ اس قسم کی بھینٹ کے خلاف تھے اور اس کو سراسر ظلم کہتے تھے دوسرے مذاہب کے لوگ تو تھے ہی خلاف۔

اس قسم کی ظالمانہ اور غیر انسانی رسمیں کالی مائی کے مندروں ہی میں ہوتی تھیں اور ہزاروں سال سے یہ سلسلہ جاری تھا کسی زمانے میں کھلم کھلا یہ سب ہوتا تھا مگر اب ایسا نہیں تھا مگر کبھی کبھی اب بھی یہ لوگ ایسا کرتے تھے اس تقریب میں صرف ان کے منتخب کردہ لوگ شریک ہوتے تھے اور نہایت خفیہ رات میں وہ غیر انسانی رسم اور گندی رسم ادا کی جاتی تھی رولو کا کو پتہ تھا کہ یہ رسم ہونے والی ہے رولو کا اس رسم کو روکنا اور ہمیشہ کے لئے ختم کرنا چاہتا تھا۔

پندرہ دن کے بعد کالی ناتھ ایک بارہ تیرہ سال کی لڑکی کو لے کر آگیا اس کا سواگت بڑا شاندار ہوا لڑکی نہایت معصوم بھولی بھالی تھی اس کی سب خاطرین کرر ہے تھے اور وہ حیران تھی کہ یہ سب کیوں ایسا کرر ہے ہیں وہ اب تک دوسروں کے بچے ٹکڑوں پر پلی تھی اس نے محبت کے بول نہیں سنے تھے۔اس نے کبھی اچھا بھوجن نہیں کھایا تھا مگر یہاں پر وہ سب کی پیاری بن گئی تھی۔

رولوکا پجاریوں کی مکاری دیکھ رہا تھا۔ پھر ایک دن سب کی بیٹھک رات کو کالی کے پوجا ہال میں ہوئی اس میں اس لڑکی جس کا نام بھان متی تھا کی عمر کا تعین کیا گیا اور اس کو تیرہ سال کا تسلیم کرلیا اس کا مطلب تھا کہ پورے ایک سال کے بعد جھینٹ ہوسکتی تھی اس سے پہلے دیوی بھینٹ سویکار نہیں کرے گی اس ایک سال میں اس کنیا کی خوب خدمت کرنا تھی اس کو اچھا کھلانا اور خوش رکھنا تھا۔ دیوی کے نام پر ایک سال اسے زندہ رہنا تھا اس کے بعد دیوی کے چرنوں میں اس کا خون بہنا تھا۔

رولوکا کو ایک سال مل گیا تھا اس دوران بہت سے کام کرنا تھے سب سے بڑا کام تو اس بھگوڑے کو تلاش کرنا تھا جو اپنی آدھی فوج قید کروا کر فرار ہوا تھا۔ دور دور اس کی موجودگی کے آثار نہیں تھے۔ رولوکا اس کے طریقہ واردات کو اور اس کے بیروں کی طاقت سمجھ رہا تھا۔ اس کے بیر زمین سے کم اور اوپر سے زیادہ حملہ آور ہوتے تھے وہ آکاش وانی جادوگر تھا اس قسم کے جادوگر بہت کم ہوتے ہیں ان کے بیر اور وہ خود زمین سے اوپر ہوتے ہیں اور وار کر کے پھر اوپر ہی جاتے ہیں زمین پر ان کی طاقت اتنی زیادہ نہیں ہوتی مگر اوپر سے وہ قیامت برپا کرسکتے ہیں آندھی طوفان اور بگولے پیدا کرنا ان کے لئے آسان ہے مگر زمین پر اتار لیا جائے تو وہ چوہے کے مانند ہیں۔ یہی حال ان کے گرو کا بھی ہوتا ہے وہ بے شریر ہوا میں اڑتا ہے اور وقت اور فاصلہ اس کے لئے بے معنی ہوتا ہے مگر کسی شریر میں ہو تو اس کو بچانا بھی مشکل ہوتا ہے اگر وہ کسی شریر میں ہو تو اس کو وہ شریر فوراً چھوڑنا پڑتا ہے۔ اگر نہ چھوڑے تو پھنس جاتا ہے مگر اس بدبخت کے پاس اتنا علم ضرور تھا کہ وہ جتنی جلدی جسم پر قابض ہوتا تھا اس سے بھی کم وقت میں اس جسم کو چھوڑ دیتا تھا۔

رولوکا نے اس کے بارے میں پورے اندازے لگائے تھے یہ لڑائی بڑی توجہ طلب تھی اس میں آنکھ کان اور دماغ سب کو اپنا اپنا کام پورا پورا کرنا تھا۔ ذرا سی چوک بہت بڑے نقصان کا باعث ہوسکتی تھی۔ ناپ تول اور حساب کے ہر فارمولے پر آزمائش کرنا تھی۔ یہ لڑائی نئے طرز کی تھی دونوں فریق نقاب میں تھے رولوکا کو اس پر یہ برتری حاصل تھی کہ رولوکا نے خود کو بہت کم آشکار کیا تھا اور وہ رولوکا کے طریقہ کار کے بارے میں صرف اندازوں پر ہوگا جبکہ رولوکا نے اس کے بارے میں پورا حساب لگالیا تھا رولوکا زمین اور اس کے اوپر دونوں طرح کی تیاری پر تھا جبکہ وہ صرف فضا کا بادشاہ تھا بے شک اس کے وار آسمانی بہت بھیانک اور خطرناک تھے مگر جو پہلے سے ان واروں کے بارے میں جانتا ہو اور اس کی کاٹ بھی اس کے پاس ہو تو وہ کاٹ کرسکتا ہے۔

رولوکا نے جتنا ہوم ورک اس کے خلاف کیا اتنا اس نے اس سے پہلے کسی کے لئے نہیں کیا تھا دشمن کی نفسیات اور طریقہ کار کو جو سمجھ جاتا ہے وہ بہت حد تک جنگ جیت جاتا ہے۔ یوں تو ہر کام کرنے سے پہلے ہوم ورک اور تیاری کی ضرورت ہوتی ہے یہ تو نہایت باریک بینی تھی دشمن کی ذراسی حرکت بھی ایک معنی رکھتی تھی اس لئے رولوکا نے اس کی ذرا ذراسی بات پر غور کیا اور اس کے ذریعہ اپنا پروگرام ترتیب دیا کس کو کہاں اور اس سے کیا کام لینا ہے ہدایات دیں۔ حالانکہ اس کے کارندے خود کار تھے ذرا سے اشارے کو بھی جانتے تھے اور خود بھی بڑا کام کرتے تھے۔

نئے طریقہ کار کے تحت رولوکا نے امام دین کے گھر ناشتہ بھی کرنا بند کردیا اور خود مکمل طور پر ایسا ہوگیا جیسے وہ وہاں پر ہے ہی نہیں اس کے کارندے متحرک تھے اور پل پل کی خبریں اس تک آرہی تھیں۔ چھ ماہ گزر چکے تھے۔ کالی کے مندر کے پجاری بڑے جوش اور جذبے سے اندرونی

طور پر تیاریاں کر رہے تھے۔ اس موقع پر کالی کا سب سے بڑا سیوک نہ آئے ایسا نہیں ہوسکتا تھا۔ بھان متی کو اچھی خوراک اور آزادی نے بہت جلد بڑا کر دیا تھا اس کے چہرے پر تندرستی اور جوانی کے پورے آثار نمایاں ہوگئے تھے سارے پجاری اس کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے وہ ان کے لئے ایک انمول تحفہ تھی وہ ان کی دیوی کو راضی کرنے کا ذریعہ تھی بہت دن کے بعد یہ وقت آرہا تھا۔

رولوکا بھی اندرونی طور پر ایک کام کر رہا تھا۔ وہ کام یہ تھا کہ کالی کا بت بہت بڑا تھا اور ٹھوس پتھر کا یہ بت تھا اسکو جس نے بھی بتایا تھا وہ کہیں اور بنا کر مندر میں نہیں لایا گیا ہوگا اس لئے کہ اس زمانے میں اتنے بھاری بت کو یہاں لانا ممکن نہ تھا اس بت کو یہاں پر ہی تراشہ گیا ہوگا یہیں پر اس کے نقش نگار ابھارے گئے ہوں گے اس کے بعد یہ پوجا کا کمرہ بنایا گیا ہوگا۔ اس کے بنانے والے نے اس کی شکل کو اتنا ڈراؤنا اور خوفناک بنایا تھا کہ اس پر نظر ڈالنا بھی مشکل تھا اس کے بعد سیندور اور آنکھوں کے رنگ نے اور زیادہ اثر انگیز کر دیا تھا۔ دیوی کے پتھر کے اعضاء بڑے موٹے موٹے تھے چاروں ہاتھ بہت بھاری ٹانگیں لمبی لمبی اور بہت بھاری تھیں۔ زنانے اعضاء کو نہایت نمایاں اور خطرناک حد تک مسخر کرنے کی صلاحیت سے بھرا گیا تھا۔

رولوکا نے اس کے چاروں ہاتھوں کو اس کے جسم سے الگ کر دیا تھا صرف ذرا سے جڑے ہوئے تھے اسی طرح گردن کو کاٹ دیا تھا مگر وہ اپنی جگہ تھی ذرا سے اشارے سے الگ ہوسکتی تھی وہ اس طرح دیوی کا وہ رعب اور خوف ختم کرنا چاہتا تھا اس کے ایسا کرنے میں اس کو ذرا پریشانی نہیں ہوئی تھی لوگوں کے دلوں پر دیوی کی جو ہیبت تھی اس کا خاتمہ ضروری تھا پجاریوں کی خود ساختہ کہانیوں کو جھٹلانا ضروری تھا اس طرح شاید یہ گندی رسم ختم ہوجائے اور بھینٹ کا گھناؤنا کھیل بند ہوجائے اور لوگ دیوی کے خوف اور ڈر سے نکل آئیں یہ ایک بہت مشکل اور خطرناک کام تھا ذرا سی غلطی دو مذاہب کے درمیان دشمنی کی گہری بنیاد ڈال سکتی تھی کام اس طرح کرنا تھا کہ اس میں کسی انسانی دخل کا شبہ بھی نہ ہو۔

بھینٹ کے دن قریب آرہے تھے مگر ابھی تک دن تاریخ کا اعلان نہیں ہوا تھا۔ رولوکا پجاریوں کے قریب تھا ان کے سارے پروگراموں کا اس کو پتہ تھا۔ آخر ایک رات کی میٹنگ ہونا قرار پائی۔

گردھاری لال نے بات شروع کی اور کہا۔

''سجنو! اب کنیا بھینٹ کے قابل ہے اب تم تیاری پکڑو اور پورا دھیان رکھو کہ کوئی ایسا آدمی نہ آنے پائے جو اس بات کو مندر سے باہر لے جائے۔ کالی ناتھ کو ضرور بلواؤ اور کالی کے ان تمام پریمیوں کو بلاؤ جو بہت دنوں سے ایسے بھینٹ کے انتظار میں تھے۔ مگر کام اتنا خفیہ ہو کہ ذرا بھی کسی کو بھنک نہ لگے۔ تم سب کو پتہ ہے انگریز سرکار نے ہمارے کاموں پر سخت بندش لگائی ہے۔ ذرا سی بھی بھنک لگ گئی تو سب کو پولیس گرفتار کر لے گی اور بھینٹ بھی کھٹائی میں پڑ جائے گی۔''

مانک چند پجاری بولا۔ ''تو پھر پہلے سے اس کا طریقہ کار طے کرلو کہ خبر کس طرح دینی ہے۔''

گردھاری بولا۔ ''اول تو تم کو کسی کے پاس جانے کی ذرا سی بھی ضرورت نہیں جس کے بارے میں تم نہ جانتے ہو اور جس کے بارے میں پوری طرح جانتے ہو اس کے بارے میں بھی چھان بین کرلو۔ جب سب ٹھیک ملے تو اس کو ایک سفید رومال پیش کر دو زبان سے کچھ نہ کہو وہ اس رومال پر اپنا خون ٹپکائے گا چاہے ایک بوند ہو تو سمجھ لو کہ وہ کالی دیوی کا پکا بھگت ہے یہی بلاوہ ہے اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے جو کالی کا بھگت ہوگا وہ جان تو دے گا پر راز نہیں کھولے گا۔''

یہ انوکھا طریقہ بلاوہ دینے کا اور پراتاں کرنے کا رولوکا نے سنا اور اس کے بعد گردھاری بولا۔ ''اگلی اماوس کی رات جو کہ ٹھیک بھادوں میں آئے گی وہ بھینٹ کے لیے ٹھیک رہے گی کیونکہ برسات اگر ہوگئی تو مندر کے دور دور کوئی نظر نہیں آئے گا اور اگر نہ ہوئی تو بھی آکاش پر گھنگور گھٹائیں ہوں گی اور گھپ اندھیرا ہوگا رات جتنی شانت

ہوگی ہمارا کام اتنا ہی اچھا ہوگا، پوجا ڈٹ کے ہوگی اور دیوی خوش ہوگئی تو سب کا کلیان ہو جائے گا۔

سارے پجاری گردن جھکا کر اس کی بات سن رہے تھے اور خاموش تھے۔ بڑا پجاری پھر بولا۔

تمہارے اور میرے سو بھاگ کہ اس پوجا کا پربدن ہم کریں گے پر یہ کام جوکھم کا بھی ہے پر پھر بھی ہم کریں گے اس کام میں کالی کے بھگت جو ہم سب کو نظر نہیں آتے ہمارے ساتھ ہوں گے اس کا وسواس مجھے خوب ہے۔ اس جملے پر رولوکا کے کان کھڑے ہوئے اس کا مطلب تھا کہ اس کا رابطہ اس گردھاری سے ضرور ہے۔

اسی نے یہ اتنے بھروسے سے کہہ رہا ہے۔

اب رولوکا کے سامنے بہت کچھ واضح تھا اور اس نے اپنے طور پر بھی انتظامات کرنے تھے۔

کچھ نئے کارندے جن کو کبھی بلایا نہیں گیا ان کی ضرورت پڑی تھی ان کو بھی کام سونپ دیئے تھے آسان کی رات خاص توجہ طلب تھی آکاش وانی کے بیروں پر خاص توجہ دی گئی تھی۔ روپ بہروپ کے کھیل کے روکنے کو بھی اہمیت دی تھی مگر یہ سب اس طرح ہوا تھا کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں لگی تھی اور پوجا کے انتظامات میں کسی قسم کی رکاوٹ بھی نہیں آئی تھی سب پجاری نہایت خفیہ انداز میں اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔ مندر کے اطراف میں دور دور تک آبادی نہیں تھی پھر اس مندر کی چار دیواری بہت بڑی تھی اور مندر کا پوجا ہال جہاں پر کالی مائی کی مورتی تھی اس چار دیواری کے درمیان تھا اس طرح سڑک سے اس کا فاصلہ بہت بڑھ گیا تھا۔ اماوس کی رات آنے میں چار دنوں کا فرق تھا۔ اور ان چار راتوں میں رولوکا کو بہت کچھ کرنا تھا گردھاری کے بارے میں تو پتہ تھا کہ گردھاری کا رابطہ چھپے دشمن سے ہے مگر وہ کس روپ میں اس کے پاس آتا ہے یہ پتہ کرنا تھا۔ اس لئے رولوکا گردھاری کا سایہ بن گیا۔ گردھاری اپنی کٹیا میں زمین پر بیٹھا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک مٹی کی پلیٹ رکھی ہے اور اس پلیٹ میں سفید رنگ کا حلوہ بھرا ہے گردھاری تھوڑے تھوڑے وقفے سے اس حلوے سے انگلی بھر کر کھا رہا تھا اور رولوکا اس کے اتنا قریب تھا کہ اس کی سانس کی آواز تک سن سکتا تھا۔

کمرے میں خاموشی تھی مگر اچانک ایک آواز سن کر گردھاری چونک کر اٹھ گیا اور رولوکا بھی چوکنا ہو گیا۔

"سب تیاری ہوگئی ہے۔" آواز آئی رولوکا نے اس آواز کو پہچان لیا۔

گردھاری بولا۔ "ہاں گرو سب ٹھیک ہے سب کام پورے ہیں۔"

تیرے لیے پورے ہیں مگر ایسا نہیں ہے وہ مورکھ مندر میں موجود ہے تجھ کو پتہ ہے آواز آئی۔

"گرو مندر میں کسی کی مجال ہے کہ آئے یہاں پر سب اپنے بھروسے کے آدمی ہیں۔" گردھاری بولا۔

"تو نہیں جانتا پر میں شکتی کے بل پر سمجھ سکتا ہوں پر دیکھ میں بھی نہیں سکتا اس مورکھ کی شکتی سمجھ میں نہیں آ رہی وہ کیا چاہتا ہے اور کیوں یہاں پر ہے اب تک پتہ نہیں چلا۔ پر تو فکر نہ کر دیوی کی کرپا سے بھینٹ تو ہوگی دیوی جاگے گی تو سارے دلدر دور ہو جائے گے پھر میں اس مورکھ کو دیکھ پاؤں گا۔

رولوکا نے آواز کی سمت کا اندازہ کیا اور وہ سمجھ گیا کہ آواز اس طرف سے آ رہی تھی جس طرف دیوار پر ایک چھپکلی موجود تھی۔ ابھی وہ کچھ کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ چھپکلی غائب تھی اور آواز آنا بند ہوگئی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی گردھاری آواز کا انتظار کرتا رہا اور پھر لیٹ گیا رولوکا باہر آ گیا اور ہر طرف سے اطمینان کرنے کے بعد پھر کٹیا میں چلا گیا گردھاری لیٹا تھا۔

رولوکا کی آواز کمرے میں آئی۔ "گردھاری لال تیری بھینٹ کالی اس وقت تک منظور نہیں کرے گی جب تک اس مندر میں ایک بھی منش ایسا ہوگا جو دیوی سیوک یا بھگت نہیں ہوگا میں دیکھ رہا ہوں تیرے بہت سے متروں سے دیوی کے بھگت نہیں صرف کھانے کمانے کو مندر میں موجود ہیں تو ذرا اپنے چاروں طرف نظر کر اور ایسے بگلا بھگت پجاریوں کو الگ کر دے۔"

گردھاری بولا۔ "یہ کام تو بہت مشکل ہے گرو سب پرانے سیوک ہیں میں کس پر شک کروں۔"

"تو پھر تو نہ کر میں کر دوں گا تماشہ دیکھ۔" رولوکا باہر آیا اور ایک دوسرے پجاری کے کمرے میں داخل ہو گیا اس پجاری کی حالت خراب ہو گئی بولا۔ "دیوی کیا غلطی ہو گئی شراپ مت دو۔"

تیری مکتی اس میں ہے کہ ابھی مندر سے باہر چلا جا اور پھر کبھی مندر میں نہ آنا۔" پجاری کٹیا سے نکلا اور بھاگتا ہوا مندر سے باہر چلا گیا۔

رولوکا نے یہ کام صرف تجرباتی طور پر کیا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ چھپے دشمن کے اثرات مندر پر اگر ہیں تو وہ اس پجاری کی مدد کو آئے گا مگر کوئی مدد نہ آئی۔ اس کا مطلب تھا دشمن بری طرح ڈرا ہوا ہے۔ اس کی سمجھ میں اب تک رولوکا کا توڑ نہیں آیا ہے اور وہ قطعی طور پر کالی دیوی پر تکیہ کئے ہوئے ہے اور رولوکا کوئی خانہ خالی نہیں چھوڑ رہا تھا اس دفعہ دو کام کرنے تھے کالی دیوی کے دبدبے اور خوف کو ختم کرنا اور دشمن کو زیر کرنا۔

سویرے گردھاری کو پتہ چلا کہ چنی لال پجاری رات پاگلوں کی طرح مندر سے نکل کر ایسا بھاگا کہ اس کا دور دور تک پتہ نہیں ہے۔ گردھاری سمجھ گیا کہ وہی پاکھنڈی تھا اچھا ہوا کہ بھاگ گیا اس نے دوسرے پجاریوں کو بھی بات بتائی اور سب دیوی کے چرنوں میں گر پڑے۔ اس کے بعد پجاریوں کے ساتھ کچھ اور کرنے کی ضرورت نہیں تھی مگر گردھاری پر اس کی پوری نظر تھی بھینٹ کی تیاریاں مکمل تھیں بلائے گئے خاص خاص آدمی بھی بڑے غیر محسوس انداز میں آ رہے تھے کسی کو ذرا بھنک نہیں تھی کہ مندر میں کیا ہونے والا ہے۔

مندر کے اندر اور باہر رولوکا کے ہرکارے موجود تھے اور ایک ایک آدمی پر ان کی نظر تھی رولوکا کو جس کا انتظار تھا وہ نہیں آیا تھا۔ شام ہو رہی تھی اور اماوس کی کالی رات آنے کو تھی آسمان پر بادلوں کا گھیراؤ تھا۔ بجلی تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد چمک رہی تھی۔ لوگ جلدی جلدی گھروں کی طرف جا رہے تھے امکان بارش کا تھا۔ مندر کے اندر کا حال صرف وہ لوگ جانتے تھے جو اندر تھے باہر والے تو دیکھ رہے تھے کہ مندر کا بڑا دروازہ بند تھا اور مندر میں کہیں روشنی نہیں تھی مگر ایسا نہیں تھا پوجا ہال میں لوگ موجود تھے ان کے چہروں پر ڈر اور خوف کے ساتھ یہ خوشی بھی تھی کہ وہ انسانی بھینٹ دیوی پر چڑھاتے دیکھ سکیں گے ان میں اکثر نے ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔

آج دیوی کے روپ سنگھار کو اور سنوارا گیا تھا۔ آنکھیں ایسی تھیں جیسے وہ زندہ ہوں۔

پورے پوجا ہال میں بڑی مدھم روشنی تھی دیوی اور اس کے چرنوں میں البتہ روشنی تیز تھی اس وجہ سے دیوی کے بت کے قریب کی ہر چیز صاف نظر آ رہی تھی دیوی کا بت چبوترے پر تھا اور باقی ہال اس چبوترے سے نیچے تھا ابھی پوجا شروع نہیں ہوئی تھی رولوکا دیوی کے بت کے بہت قریب تھا۔

گردھاری کے اشارے پر طبلے پر تھاپ پڑی اس کے ساتھ ہی جھانجھر کی دھمک سے پورا پوجا ہال گونج گیا۔ پروہتوں نے مدھیا اور میتھونا کے اشلوک پڑھنا شروع کر دیئے۔ ہال میں لوبان اور دوسری خوشبوؤں کا دھواں پھیلا ہوا تھا اب پوجا شروع ہو گئی تھی ہر آنے والا دیوی کے چرنوں میں سجدہ کرتا تھا اور اپنی بھینٹ پجاری کے حوالے کر دیتا تھا۔ اب ہال میں کنیائیں بھی آ رہی تھیں۔ ہال کا منظر پرسحر ہوتا جا رہا تھا۔ کنیاؤں کے ہاتھوں میں کانسی کی تھالیاں تھیں اور ان میں گھی کے چراغ جل رہے تھے اور پوجا کے پھول اور پرساد رکھا تھا۔ وہ حسین لڑکیاں ایک قطار میں کھڑی تھیں ان کے چہرے جگمگا رہے تھے ان کا لباس ان کو اور زیادہ فتنہ پرور بنا رہا تھا۔ ان سب کے بدن بڑی پر بڑی مختصر چولی اور گھاگرہ تھا ان کے پیٹ کا زیادہ تر بدن برہنہ تھا اور اس بدن پر کوئی چمک دار چیز ملی ہوئی تھی اس کی چمک لوگوں کے چہروں پر بھی چمک پیدا کر رہی تھی۔ ڈھولک کے ساتھ اب دوسرے ساز بھی تیز لے میں بج رہے تھے۔

کنیاؤں کے پیر تھر کے اور ان کا ہیجان انگیز رقص شروع ہو چکا تھا۔ کنیاؤں کے بدن لچک لچک کر مردوں کو لبھا رہے تھے اس کے ساتھ ہی شراب اور گانجھے کا دور شروع ہوا اور سب ہی اس دور میں شامل ہو گئے۔ کنیائیں ان کے قریب ہی رقص کرتی رہیں رات ٹھیک بارہ بجے اچانک سازوں کی آواز بند ہو گئی اور گہری خاموشی ہر طرف چھا گئی ہر شخص جانتا تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ کنیائیں دیوی کے چرنوں میں گر پڑیں اور ہال میں موجود ہر شخص دیوی کے چرنوں میں سجدے کی حالت میں پڑا تھا اور ایک بھیانک آواز سب کو سنائی دے رہی تھی یہ آواز اسی دشمن کی تھی جس کی رولوکا کو تلاش تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''دیوی کے دیوانوں آج تم نے دیوی کی پسند کی بھینٹ کا پربند کر کے دیوی کی خوشی کا سامان کر دیا ہے دیوی کی شکتی اپرم پار ہے تم اس کے غلام بن کر خوش نصیب ہو کنیا کو لایا جائے۔''

اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ ایک معصوم صورت نوجوان لڑکی جس کا سنگھار بڑی محنت سے کیا گیا تھا۔ اس کے بال بال میں موتی پروئے گئے تھے اس کا چہرہ گھی کے چراغوں کی روشنی میں دمک رہا تھا اس کے لباس پر جڑے ستارے جگمگ جگمگ کر رہے تھے۔ اس کنیا کے چہرے پر کسی قسم کا تاثر نہ تھا نہ خوشی کا نہ ڈر کا اس کو پتہ ہی نہیں تھا کہ اس کے ساتھ چند منٹ کے بعد کیا ہونے والا ہے اس کے علاوہ موجود ہر ایک کو پتہ تھا کہ اس کی زندگی ختم ہونے والی ہے۔ اور دیوی کی اِچھا پوری ہونے والی ہے۔

کنیا کو دیوی کے چرنوں میں چبوترے کے قریب لایا گیا وہ عجیب کیفیت میں تھی چبوترے کے ایک کنارے پر ایک بہت تگڑا جوان کھڑا تھا اس کے برابر میں بڑے چوڑے پھل کا ایک تلوار نما اوزار تھا اس کی دھار کو خوب چمکایا گیا تھا یہ جوان نہایت تگڑا تھا اس کی آنکھیں سرخ تھیں شاید اس کو اس قدر شراب پلائی گئی تھی وہ اپنے ہوش و حواس میں پوری طرح نہ تھا۔

اب اس کو دیوی کے چرنوں میں سجدہ کرنا تھا اور اس سجدے کے دوران اس پر وہ بھاری تلوار نما اوزار گرنا تھا اور اس کا سرتن سے جدا ہونا تھا مگر ایسا نہ ہو سکا وہ مدہوش جوان کے عین سر پر گرا اور وہ بغیر آواز نکالے دیوی کے قدموں میں دھپ سے گر پڑا پجاری جو دیوی کے چرنوں میں موجود تھا اس نے حیرت سے اوپر دیکھا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دیوی کا ایک ہاتھ زمین پر اس کے برابر پڑا تھا مگر قربانی کی رسم تو پوری کرنا تھی اس نے خود اوزار پکڑا اور کنیا کو سجدہ میں کرنے کا انتظار کیا مگر پھر دوسرا ہاتھ اس کے سر پر گرا اور وہ ہائے کرتا دیوی کے چرنوں میں لیٹ گیا۔

یہ دیکھ کر گردھاری کو آگے آنا پڑا دیوی کی سخت ناراضگی ظاہر ہو رہی تھی اگر بھینٹ کی رسم نہ ہوئی تو دیوی سب کو برباد کر دے گی گردھاری نے اوزار اٹھایا اور کنیا کو سجدہ کرنے کا کہا اور پھر ایک پجاری نے اس کا سر چبوترے پر جھکا بھی دیا مگر وہ اوزار نہ اٹھا سکا وہ اس کے وزن کو محسوس کر کے حیران رہ گیا اور پھر ایک غضب یہ ہوا کہ دیوی کا سر گردھاری پر اس طرح گرا کہ وہ ڈھیر ہو گیا۔

اب پورے ہال میں ابتری پھیل گئی تھی دیوی کی ناراضگی پوری طرح نمایاں ہو گئی تھی۔ دیوی کے باقی تین ہاتھ بھی زمین پر پڑے تھے۔ پوجا ہال کے لوگ جو نظارہ دیکھنے آئے تھے وہ یہ تو نہ تھا ہر کوئی اس ہال سے باہر جانے کی کوشش میں تھا مگر دروازہ بند ہو چکا تھا۔ جو دروازے کے قریب جاتا تھا وہ خوف زدہ ہو کر پھر اپنی جگہ آجاتا تھا۔ کنیائیں زمین پر سجدے کی حالت میں پڑی تھیں اور ان کا مختصر لباس ان کی ستر پوشی نہیں کر رہا تھا مگر اب ان کے بدن کے جلوے دیکھنے کی کسی کو فرصت نہیں تھی سب اپنی اپنی جانیں بچانے کے چکر میں تھے۔

رولوکا کے کارندوں نے سب کو باندھ کر رکھ دیا تھا۔ اس ہال میں کسی کے کچھ کرنے کی گنجائش نہیں تھی آکاش والی دشمن کے ہیرا اوپر موجود تھے مگر ان کو ایک حد تک ہی آنے کی اجازت تھی ان کے حملے ہوتے وہ فضا میں ہوتے زمین پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا۔

پھر ایک آواز پوجا ہال میں گونجی۔ ''ارے آکاش والی تیری شکتی اب بے بس ہے تو جس روپ میں اس ہال

میں ہے میرے سامنے آ جا۔ تیرے بار بار شریر بدلنے کی شکتی اس ہال میں ختم ہوگئی ہے اس ہال سے تو باہر نہیں جائے گا اور تیری کوئی مدد نہیں کرے گا تو اس پتھر پر بھروسہ کرتا تھا تو نے دیکھ لیا کہ اس کے ہاتھ پیر سر ٹوٹے پڑے ہیں۔ اے لوگو تم اس پتھر کے بت سے ڈرتے تھے تم نے دیکھا کہ اس نے اپنے بھگت کی کیا مدد کی اب آ جا آ کاش وانی تجھ کو بڑا غرور تھا اپنی شکتی پر، سن اے آ کاش وانی صرف ایک منٹ اور ہے تیرے پاس باہر آ جا۔"

اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ ایک کالا چوہا کود کر اس چبوترے پر آ گیا۔ جس پر لڑکی بے ہوش پڑی تھی رولو کا پھر بولا۔ "تو اور تیرے جیسے بے وقوف اس پتھر کی مورت کو خوش کرنے کو ایک جوان لڑکی کی زندگی چھین رہے تھے تم کو کیا حق ہے کسی کی زندگی لینے کا۔ سن اے اس دھرتی کے سب سے بڑے بے وقوف تو اب اپنا روپ نہیں بدل سکتا تیری ساری شکتی آ کاش میں اڑ گئی تیری تپیا سب بھنگ ہوگئی تو صرف ایک چوہا ہے اور اسی طرح تجھے زندہ رہنا ہے۔ اے لوگو تم گواہ رہنا کہ میں نے کسی کو کشٹ نہیں دیا۔ اس لڑکی کو اس کے گھر پہنچا دینا اور جو لڑکیاں دوسری ہیں ان کو گھر پہنچانا تم جو دیکھنے آئے تھے اس سے بڑھ کر تم نے تماشہ دیکھ لیا۔ اب تم سب اپنے اپنے گھروں کو جاؤ اور یاد رکھو کسی کو دکھ دینے والے کبھی سکھ میں نہیں رہتے۔ ان کی پکڑ ہوتی ہے اور جب ان کی پکڑ ہوتی ہے تو پھر ان کے پاس کوئی راستہ بھاگنے کا نہیں ہوتا۔"

رولو کا کی آواز بند ہوئی اور لوگ مندر سے باہر جانے لگے اماوس کی کالی رات نے ان کو سیاہ چادر میں چھپا لیا آسمان پر زور کی بجلی چمکی رولو کا بھی مندر سے باہر آ گیا اور پھر قہر خداوندی نازل ہوا اور ایک زوردار کڑا کے کے ساتھ آسمانی بجلی مندر پر گری اور کئی بار اس کی شعلہ زبانی نے مندر کو چاٹا اور مندر جل کر کوئلہ ہوگیا جہاں پر ایک بڑا مندر تھا اب وہاں پر راکھ کا ڈھیر پڑا تھا۔

☆......☆......☆

حکیم وقار کے پاس جو پہلا مریض آیا وہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت اور اس کا شوہر تھا۔ مرد بولا۔ "حکیم صاحب ہم لوگ علی گڑھ کے قریب ایک گاؤں ہے سنت نگر وہاں سے آئے ہیں میرا نام رسول خان ہے اور یہ میری بیوی ہے۔ میری کہانی ذرا لمبی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں بیان کروں۔"

حکیم وقار نے کہا۔ "چند منٹ انتظار کریں میرے ساتھی حکیم کامل آ جائیں تو بیان کریں۔"

کچھ ہی دیر میں رولو کا کمرے میں داخل ہوا تو حکیم وقار نے رسول خان سے کہا۔ "ہاں اب آپ اپنا بیان شروع کردیں مگر ایک بات کا خیال رکھیں کہ اس بیان میں وہی بات شامل ہو جو سچ ہو جھوٹ آپ کے کیس کو خراب کردے گا اور علاج کرنے میں ہمیں بھی دشواری ہوگی۔"

رسول خان بولا۔ "میں خیال رکھوں گا۔"

"حکیم صاحب جس مکان میں کسی زمانے میں میری رہائش تھی وہ مکان میرے والد نے خریدا تھا۔ اس مکان میں ہی میری شادی ہوئی، میری شادی کے دوران اکثر ایسا ہوا کہ مہمانوں کے لئے کھانا بنایا گیا اور وہ کھانا نہ معلوم کون کھا گیا اور مہمانوں کے لئے دوبارہ کھانا بنایا گیا۔

اور اکثر جوان لڑکیوں نے دبی زبان سے یہ شکایت کی کہ کوئی ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتا ہے۔ مگر بات صرف چھیڑ چھاڑ تک ہی تھی کوئی سنگین قسم کی بات نہ تھی میں اور ابا مرحوم بھی اس بات کو پھیلانا نہیں چاہتے تھے اس لئے یہ بات دب گئی اور شادی کے دن قریب آتے گئے اور دور دراز کے مہمانوں کی آمد بھی جاری رہی مکان اتنا بڑا تھا کہ سب مہمان آرام سے رہتے تھے چاروں طرف کمرے اور دالان تھا اور درمیان میں کھلا میدان تھا یہاں پر ہی سب کا کھانا پکتا تھا اور سب دالان میں بیٹھ کر کھاتے تھے۔ سارے مہمان مسلمان تھے ان کے لئے روزانہ ایک بکرہ ذبح ہوتا تھا اور پکتا تھا پکانے والا ہمارا خاندانی نائی تھا۔ وہی ذبحہ کرتا تھا گوشت بناتا تھا۔

ایک دن اس نے والد صاحب سے شکایت کی۔ "سرکار نہ معلوم کون ہے کہ بکرے کی کلیجی لے جاتا ہے اور

اتنی صفائی سے لے جاتا ہے کہ مجھے پتہ ہی نہیں چلتا۔"

والد صاحب نے جواب دیا۔"تو اب بوڑھا ہوگیا ہے۔اب کوئی کتا تاک میں ہوتا ہوگا وہی تیری نظر بچتے ہی لے جاتا ہوگا۔" اور بات آئی گئی ہوگئی۔میری شادی کے دوران اسی قسم کے چھوٹے موٹے واقعات ہوئے کئی مہمانوں کے کپڑے غائب ہوئے کئی عورتوں کے زیور چوری ہوئے اور کئی لڑکیوں نے چھیڑ چھاڑ کی شکایت کی مگر ایسا کچھ نہ ہوا کہ جس سے شادی میں کوئی رکاوٹ ہو میرے والد نے ان چھوٹے موٹے واقعات پر توجہ نہ کی اور شادی ہوگئی۔

شادی کے بعد میرے ساتھ صرف یہ ہوا کہ میں دلہن کے کمرے میں گیا تو مجھے ایسی آواز آئی جیسے کئی لڑکیاں مجھے دیکھ کر ہنس رہی ہیں اور پھر خاموشی چھا گئی۔میں سمجھا کہ شاید یہ آواز باہر سے آئی ہے کمرے میں چلا گیا کمرے میں پوری طرح روشنی تھی اور پورا کمرہ ایک نئی قسم کی خوشبو سے بھرا ہوا تھا۔یہ ایک الگ ہی قسم کی خوشبو تھی ایسی خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی تھی۔

دلہن نے بتایا۔"ابھی کچھ دیر پہلے دو لڑکیاں آئی تھیں،انہوں نے یہ خوشبو لگائی تھی۔"

مگر باہر تو کسی لڑکی نے یہ خوشبو نہیں لگائی تھی وہ لڑکیاں کون تھیں۔شاید پڑوس کی ہوں گی۔میں نے اس پر زیادہ غور نہیں کیا۔

شادی کے بعد مہمانوں کے جانے کا سلسلہ شروع ہوا اور ایک دو کر کے سب چلے گئے۔ان کے جانے کے بعد اتنا بڑا گھر خالی خالی سا لگنے لگا۔ہم لوگ زیادہ نفر نہ تھے۔والد والدہ اور میری چھوٹی بہن جو کہ ابھی سات آٹھ سال کی تھی۔میری والدہ ہمیشہ سے بڑی کمزور سی تھیں اس لئے گھر کے کام کرنے کو ایک ملازمہ مستقل رہتی تھی اور باہر کے کام کرنے کو ایک گوالہ تھا وہ جانوروں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔خاندانی زمین اتنی تھی کہ ہم سب کا گزارہ اچھی طرح ہوتا تھا۔یہ مکان والد صاحب نے کسی ہندو سے خریدا تھا یہ اتنا بڑا تھا کہ اوپر کا حصہ تو خالی ہی پڑا رہتا تھا۔اس ہندو نے یہ مکان بڑے کم داموں میں فروخت کر دیا تھا۔وہ کہتا تھا کہ یہ اتنا بڑا ہے مجھے اس میں رہتے ہوئے ڈر لگتا ہے مگر ڈرنے کی وجہ اس نے نہیں بتائی تھی۔

شادی کے پندرہ دن کے بعد قصائی والد صاحب کے پاس آیا اور بولا۔"سرکار میں تو مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔" والد نے پوچھا۔"کیا مصیبت آگئی؟"

وہ بولا۔"رات کو روز میرے پاس ایک آدمی آتا ہے اور کہتا ہے کلیجی کھلا۔"

میں نے کہا۔"میں کہاں سے کھلاؤں۔" وہ بولا۔"پہلے تو کھلاتا تھا میرے بچے کلیجی کھا کے خوش ہوتے ہیں تو کلیجی دے۔" میں نے کہا۔"اب کوئی جانور ذبح کروں گا تو کھلاؤں گا۔" مگر وہ روز آتا ہے اب تو کہتا ہے۔"اگر تو نہیں کھلائے گا تو میں خود چھری سے تیری کلیجی نکالوں گا تو مجھے چھری دے۔" اب کیا کروں اس کے روز روز سے تنگ آ کر میں نے بڑی دور سے سائیکل پر جا کر کلیجی لا کر اس کو دے دی وہ خوش ہوا اور آٹھ روز نہیں آیا۔مگر اب پھر آ رہا ہے یہ تو اچھی مصیبت میرے گلے پڑ گئی میں چار کوس جاؤں اور کلیجی لا کر دوں۔"

یہ سن کر والد صاحب کے کان کھڑے ہوئے۔"یہ کیا مصیبت ہے؟" وہ بولے۔"اب کے اگر وہ آئے تو تو کہنا کہ وہ مجھ سے ملے میں اس کے لئے انتظام کر دوں گا۔"

مولو نے گردن ہلائی اور چلا گیا۔پندرہ دن کے بعد والد صاحب کے پاس ایک آدمی آ گیا۔وہ کالا کرتہ اور کالا ہی پاجامہ پہنے تھا اس کے چہرے پر داڑھی مونچھ کا نشان نہ تھا۔آنکھیں ذرا ترچھی سی تھیں اور کان بھی بڑے بڑے سے لگ رہے تھے۔ہاتھ پیر کا مضبوط لگتا تھا مگر ان سب سے نرالی بات اس کی آواز تھی اس جسامت کے اعتبار سے آواز زنانہ لگتی تھی۔مگر اس کو اس کا ذرا احساس نہ تھا۔اس نے آتے ہی کہا۔"مولو نے بتایا ہے کہ تمہارے پاس بہت کلیجی ہے مجھے دے دو میرے بچے شوق سے کھاتے ہیں۔"

والد صاحب نے کہا۔"میاں تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آتے ہیں اور آتے ہی کلیجی کی بات کر دی؟"

وہ اپنی آواز میں بولا۔" آئیں گے کہاں ہم تو رہتے ہی یہاں پر ہیں۔"

والد نے کہا۔" واہ میاں واہ آپ میرے مکان میں اور مجھے پتہ ہی نہیں۔"

" ایسا نہ کہو میاں تم میرے مکان میں اور میں نے تم سے کچھ نہیں کہا ہے۔"

" میں نے یہ مکان خریدا ہے اس کی رسید میرے پاس ہے۔" والد بولے۔

" ہوگی رسید مگر تم پھر بھی اس کے مالک نہیں ہو۔ اس زمین پر سو سال سے میرا خاندان آباد ہے یہ مکان تو بعد میں بنایا گیا ہے مکان تو اس کا ہوا جس کی زمین ہے۔ مگر میں نے تم کو رہنے کو منع تو نہیں کیا اب بچے بڑے ہو گئے ہیں تو وہ باہر آنے لگے ہیں مگر تم کو کچھ کہتے تو نہیں ہاں اب وہ کلیجی مانگتے ہیں۔ تم اس کا بندوبست کردو اور رہو آرام سے۔"

والد صاحب بولے۔" بات یہ ہے میاں کہ یہ آبادی ہندو آبادی ہے یہ لوگ گوشت نہیں کھاتے یہاں سے چار کوس پر مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی آبادی ہے وہاں پر گوشت ہوتا ہے اور وہاں پر کلیجی ملتی ہے روزانہ وہاں پر جانا اور آنا آسان نہیں ہے تم میرے ساتھ چلو میں تم کو وہ جگہ دکھائے دیتا ہوں تم کو روزانہ گوشت کلیجی وہاں سے مل سکتا ہے۔"

" یہ کام بھی میاں جی تم کو کرنا ہوگا اس لئے میرے گھر میں سب زنانی ہیں میں ہی ہوں مرد میری بیوی ایسے کام نہیں کرتی اور میں وہاں پر جا کر نہیں لا سکتا تم میرے بارے میں نہیں جانتے صرف اتنا سمجھ لو کہ اس مکان کے اندر میرا یہ روپ ہے باہر میں ایسا نہیں ہوں کیوں ایسا ہے یہ ہرگز نہ پوچھنا۔ اس لئے جو خرچ ہو میں کروں مگر تم روزانہ کلیجی کا انتظام کرادو۔"

والد صاحب بولے۔" پتہ نہیں تم نے کیا کہا ہے سمجھ میں کچھ نہیں آیا ہے مگر خیر میں تمہارا یہ کام کردوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ دوسرے دن والد صاحب نے ایک آدمی مقرر کردیا وہ روزانہ سویرے سائیکل پر جاتا اور کلیجی خرید کر لے آتا اس کے بارے میں کسی کو پتہ نہ تھا مگر مجھے والد صاحب نے بتادیا تھا۔" بیٹا میرے بعد تم یہ سلسلہ بند نہ کرنا اس لئے کہ وہ کون ہے اور کیا کر سکتا ہے کچھ پتہ نہیں ہے؟ اس مکان میں رہنے کی شرط یہی ہے۔"

والد صاحب کی وفات کے بعد میں اس شرط کو پوری نہ کر سکا اور میرے خلاف مجھے ڈرانے اور مکان چھوڑنے کو اس قسم کے ہتھکنڈے ہوئے کہ میں نے وہ مکان چھوڑ دیا۔

اب وہ مکان ویران پڑا ہے اور میں کرائے کے مکان میں رہتا ہوں مگر اب بچے بڑے ہو گئے ہیں گزارہ نہیں ہوتا۔"

رولوکا نے کہا۔" تم کو صرف مکان چاہئے اس نے تمہارا کوئی نقصان تو نہیں کیا ہے۔"

" نہیں کوئی بھاری نقصان نہیں ہوا مگر مکان چھن گیا یہی میرے لئے بڑا نقصان ہے۔"

رولوکا نے کہا۔" تم جاؤ میں پتہ کرتا ہوں۔"

اس کے جانے کے بعد حکیم وقار نے کہا۔

" یہ تو کسی جن کی شرارت ہے۔"

رولوکا نے جواب دیا۔" ابھی اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا مگر لگتا کچھ ایسا ہی ہے۔ مگر جنات کی غذا تو ہڈی اور کوئلہ ہوتی ہے پھر یہ کلیجی کا کیا معاملہ درمیان میں آ گیا۔"

" غذا تو جو آپ نے بتائی ہے وہی ہے مگر یہ لوگ اور بھی کچھ کھاتے ہیں۔ مثلاً ان کو مٹھائی بہت پسند ہے آگرہ شہر کا ایک پورا بازار مٹھائی کا ہے اور مغرب کے بعد اس کو سجایا جاتا ہے۔" حکیم وقار نے کہا۔

ہر دکاندار صاف ستھرا ہو کر بیٹھتا ہے اور پوری رات دکانداری کرتا ہے پیٹھے کی مٹھائی روزانہ ٹرکوں کے حساب سے دن بھر بنتی ہے اور رات کو بک جاتی ہے اس شہر کے لوگ تو نہیں کھاتے ہوں گے مگر ساری بک جاتی ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے۔" یہ سب خریدار انسان نہیں ہوتے شاید ٹھیک ہی کہتے ہیں۔"

حکیم وقار بولے۔" بات غور طلب تو ہے۔"

" کل میں علی گڑھ کے گاؤں سنت نگر جاؤں اور حالات دیکھوں گا۔"

سنت نگر زیادہ بڑا گاؤں نہ تھا سارے لوگ زراعت

کے کام کرتے تھے نہایت سادا اور سیدھے لوگ تھے آبادی زیادہ تر ہندوؤں کی تھی اور صبح کے وقت یہاں پر پوجا بھی ہوتی تھی۔ دو چار گھر مسلمانوں کے تھے یہ لوگ ایک زمانے سے ہندوؤں کے ساتھ رہ رہے تھے مگر آپس میں کسی قسم کا لڑائی جھگڑا نہ تھا۔

رہن سہن اور لباس سب ایک جیسا تھا اور زبان بھی سب کی ایک ہی تھی۔ مگر مسلمانوں کا کھانا ان سے ضرور الگ تھا۔ ہندو گوشت نہیں کھاتے تھے اور مسلمان گوشت کے بغیر رہ نہیں سکتے تھے جو مسلمان غریب تھے وہ جب علی گڑھ آتے تھے تو گوشت خرید کر لے جاتے تھے اور جن کے گھر بڑے تھے اور ہر طرف سے محفوظ تھے وہ گھر پر ہی بکرا ذبح کرلیا کرتے تھے۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر تو یہی ہوتا تھا اس کام کے لئے ان کا نائی تھا وہ بھی اس بہانے سری پائے کھالیا کرتا تھا اور کھال سکھا کر علی گڑھ میں دو چار روپے کی فروخت کر دیتا تھا۔

رولوکا نے سنت نگر کے اس مکان پر دو تین چکر لگائے مکان ویران نظر آتا تھا اس کے دروازے کے باہر گھاس اور خودرو پودے اگ رہے تھے اور دروازہ بند تھا اس مکان کے قریب جو مکان تھا اس کا بھی پچھواڑہ تھا اس لئے اس طرف لوگوں کی آمد کم تھی۔

رات کو رولوکا اس مکان کے اندر تھا اندر صحن ویران تھا اور یہاں پر بھی خودرو گھاس اگ رہی تھی مگر ایک نئی چیز صحن کے درمیان ضرور تھی وہ ایک درخت تھا جبکہ رسول خان نے اس درخت کا ذکر نہیں کیا تھا وہ درخت شہتوت کا تھا اور اس پر شہتوت بھی لگ رہے تھے اور ان کو لمبے رینگنے والے کیڑے کھا رہے تھے ان کیڑوں کے منہ لال اور پوری لمبائی پر سفید رنگ کے بال تھے۔ وہ زیادہ بڑے نہ تھے دو تین انچ کے تھے مگر ان کے منہ اور آنکھیں ڈراؤنی تھیں۔

رولوکا نے کسی کو پکڑنے یا چھیڑنے کی کوشش نہیں کی۔ پہلے ہر بات کو سمجھنے کی ضرورت تو ہوتی ہے معاملہ کتنا بھی غیر اہم ہو لا پرواہی غیر اہم کو بھی اہم بنا دیتی ہے اب رولوکا اندر کی طرف چلا دالان ویران تھا رولوکا روپوشی کی حالت میں تھا اس لئے اس کے دیکھے جانے کا ڈر نہ تھا۔

دالان کے بعد کمرے تھے ایک کمرے سے روشنی باہر آ رہی تھی رولوکا اس کے اندر چلا گیا۔

کمرے میں ایک گائے کھڑی تھی اور ایک آدمی اس گائے کو گرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر گائے تگڑی تھی اس کے قابو میں نہیں آ رہی تھی اس نے گائے کے پیر باندھ رکھے تھے مگر گائے پھر بھی گر نہیں رہی تھی۔ رولوکا ایک طرف کھڑا ہو کر تماشہ دیکھتا رہا پھر اس نے گائے کے پیر کھول دیئے۔

اب تو گائے اور بے قابو ہو گئی وہ آدمی اکیلا تھا اور گھبرا گیا وہ گائے کو اندر چھوڑ کر باہر آ گیا اور ایک طرف کو منہ کر کے نہ معلوم کس کو بولا۔ ”ارے بھیا یہ میرے بس کی نہ ہی ہے ارے میں کوئی قصائی تھوڑی ہوں ارے میں نائی ہوں میری جان چھوڑ دے۔“ چند منٹ نہیں گزرے تھے کہ ایک دوسرے کمرے میں سے ایک آدمی نکلا اس کا منہ ان کیڑوں جیسا تھا اور جسم پر بھی وہی بال تھے بدن پر کوئی لباس نہ تھا۔ مگر اس کے باقی سب اعضاء انسانوں جیسے تھے ہاتھ لمبے تھے اور ناک بھی ضرورت سے زیادہ لمبی تھی اور اس پر کالے بال تھے آنکھیں بلب کی طرح روشن تھیں اس نے نائی کو گردن سے پکڑا اور بولا۔

”تو ہی کاٹے گا اب تیرے سوا کون ہے جو یہ کام کرتا ہے چل میں پکڑتا ہوں تو کاٹ دے سارے بچے بھوکے ہیں۔“ وہ نائی کو لے کر پھر اندر چلا گیا رولوکا بھی ان دونوں کے ساتھ تھا اس نے گائے کو گردن سے پکڑا اور ایک جھٹکے میں زمین پر گرا دیا اور بولا۔ ”پھیر دے چھری۔“ مگر چھری کہاں تھی چھری تو رولوکا نے چھپا دی تھی نائی چھری تلاش کرتا رہا پھر چھری نہ ملی۔ اب تو اس دیونما کا غصے سے برا حال ہو گیا اس نے گائے کو چھوڑ دیا اور نائی کی طرف مارنے کو بڑھا مگر وہ اپنے ارادے کو عملہ جامہ نہ پہنا سکا کیونکہ درمیان میں گائے آ گئی تھی اس نے نائی کو پکڑنے کی پھر کوشش کی مگر ہر بار حیرت انگیز طور پر گائے اس کے آگے آتی رہی اس کا غصے سے برا حال تھا اس کے بڑے

بڑے دانت پورے نظر آرہے تھے اس نے مارے غصے کے گائے کی پیٹھ پر اپنے بڑے بڑے دانت گاڑنا چاہے پھر خود ہی اچھل کر گائے سے دور ہو گیا اور تھک کر بولا۔

"ابے نائی یہ کیسی گائے ہے؟" نائی کی حالت خراب تھی اس کے منہ سے کوئی آواز نہ آئی مگر رولوکا کی آواز دونوں نے سنی۔ "تو ایک گائے کا مقابلہ نہیں کرسکتا تو اپنی طاقت کا خود اندازہ کر تو نے اپنی غذا کو چھوڑ کر انسانوں کی غذا بچوں کو کھلانا شروع کر دی ہے وہ تو سب مر گئے ہیں جا کر دیکھ درخت پر۔" وہ گھبرا کر درخت کی طرف دوڑا درخت پر ایک بھی کیڑا نہ تھا سب زمین پر پڑے تھے وہ پھر کمرے میں آیا اور بولا۔ "تو کون ہے تو نے میرے سارے بچے مار دیئے میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔"

"پکڑ پائے گا تو چھوڑنے کی بات ہوگی پہلے پکڑ تو لے۔" رولوکا بولا۔

وہ پھر درخت کی طرف دوڑا اور پھر درخت پر چڑھ کر غائب ہو گیا۔

رولوکا نے نائی کو کہا۔ "گائے کو لے جا اور جس کی ہے اس کے حوالے کر دے نائی نے گائے کو ذرا اشارہ کیا تھا کہ گائے دوڑ کر گھر کے دروازے سے باہر چلی گئی نائی نے دروازہ پہلے ہی کھول دیا تھا اور خود بھی اس آسیبی مکان سے بھاگ کر دور ہو گیا۔ ان کے جانے کے بعد رولوکا نے گھر کی تلاشی لی مگر ایک بھی زندہ کیڑا نہ تھا۔ درخت پر شہتوت کا بھی ایک دانہ نہ تھا اور درخت مرجھا رہا تھا۔ رولوکا اس گھر سے باہر آ گیا اور ایک کارندہ مقرر کر دیا اور نائی کے گھر کی طرف چلا کیونکہ نائی خطرے میں تھا۔

رولوکا کا خیال درست تھا نائی سخت خطرے میں تھا کیونکہ وہ بدبخت ساری کارروائی نائی کی سمجھتا تھا۔ رولوکا نائی کے دروازے پر موجود تھا۔ مگر اس طرح کہ وہ بدمعاش اس کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ رولوکا پوری طرح ہوشیار تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ ضرور ادھر آئے گا اور ایسا ہی ہوا۔ اس کے جسم کے سارے بال تیر کی طرح کھڑے تھے بدن سرخ انگارہ ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے آگ برستی لگتی تھی۔ وہ اتنی خوفناک حالت میں تھا کہ اس کو دیکھ کر کسی آدمی کا بھی ڈر کے مارے دم نکل سکتا تھا۔ رولوکا اس کا ناپ تول کر چکا تھا وہ ایک آتش فشانی جن تھا اس کے جسم کی حدت بہت ہوتی ہے مگر اس کی بہت سی کمزوریاں بھی رولوکا جانتا تھا وہ آتش فشاؤں سے دور رہا تھا اس کا مزاج ایسا تھا کہ دوسرے جنات سے اس کی نہیں بنتی ہوگی اسی لئے وہ انسانی آبادی کے اندر رہتا تھا اس نے اور اس کے بچوں نے چرا کر کلیجی کھالی اور وہ اس پر لگ گئے مگر کلیجی کا حصول ان کے لئے مشکل تھا اس لئے کہ یہ چھری ہاتھ میں پکڑتے ڈرتے ہیں۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ کوئی انسان اس کی مدد کرے۔ نائی کو دیکھ چکا تھا کہ وہی کلیجی نکالتا ہے اس لئے وہ اس سے کام لیا کرتا تھا بکرے تو وہ کئی ذبح کر چکا تھا مگر گائے ذبحہ کرنے کا اس کا پہلا اتفاق تھا اور وہ اس میں پھنس گیا۔ یہ غذا اس کو آسانی سے دستیاب ہو رہی تھی اور وہ اس سے اپنے بچوں کی پرورش کر رہا تھا اس نے نائی کے گھر کے دو تین چکر لگائے وہ شاید موقع محل کا اندازہ کر رہا تھا اب وہ دروازے کی طرف چلا مگر دروازے پر رولوکا موجود تھا۔

رولوکا نے کہا۔ "رک جا اندر کہاں جاتا ہے۔" وہ آواز سن کر رک گیا اور بولا۔ "تو کون ہے؟"

رولوکا بولا۔ "میرے بارے میں جان کر تو کیا کرے گا۔ اپنے بارے میں بتا تو کون ہے اور انسانوں کی آبادی میں تو کیوں رہتا ہے؟"

"تجھے بتانے کا میں پابند نہیں ہوں جس نے میرے خاندان کو برباد کیا ہے میں اس کے خاندان کو نہیں چھوڑوں گا ایک ایک کو جلا کر راکھ کر دوں گا میری حدت کو تو نہیں جانتا۔"

"اور تو خود اپنا دشمن ہے تو نے اس مکان پر قبضہ کر لیا مالک کو ڈرا کر بھگا دیا پھر تو نے گاؤں کے جانور مارنے شروع کر دیئے تیرا کیا حق تھا ان پر اور اس مکان پر۔" رولوکا نے کہا۔

"تو کون ہے؟ مجھے روکنے والا اس زمین پر یہ گاؤں آباد نہ تھا میں اس وقت سے ہوں یہ میری زمین ہے میں

اس کا مالک ہوں میں نے ان سب کو آباد رہنے دیا یہ میری مہربانی تھی۔

رولوکا بولا۔ "مگر اب تیرا رہنا ناممکن ہے اس لئے کہ تو نے یہاں کے انسانوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا ہے تیرا اس زمین پر کوئی حق نہیں ہے تو اپنے مقام پر چلا جا یہ تیرے ساتھ رعایت ہے اور پھر اس طرف نہیں آئے گا اور نہ کسی انسانی آبادی میں اپنی رہائش کرے گا۔"

"اور اگر میں تیرا حکم نہ مانوں تو پھر تو میرا کیا کرے گا تو نے مجھے نہیں پہچانا۔" وہ بولا۔

"تو پھر تیرے لئے صرف ایک سزا ہے کہ تجھے سمندر برد کر دیا جائے۔"

اس نے خوفناک ہنسی کے بعد کہا۔ "تیری یہ بھول ہے۔"

"میں ہزاروں سال سے ہوں میں نے بہت زمانہ دیکھا ہے تو میرا کیا کرلے گا؟"

مگر اس کا یہ غرور اور تکبر اس کے لئے سخت مضر ثابت ہوا ایک بہت بھاری مگر نظر نہ آنے والا پنجرہ اس پر گرا اور وہ اس میں قید ہو گیا۔

رولوکا کی آواز آئی۔ "بڑا بول تو نے بولا تھا تو بھول گیا کہ تجھے جو ہزاروں سال کی زندگی دے سکتا ہے وہ لے بھی سکتا ہے تو نے اپنی روش تبدیل کرلی تو رب کائنات کو جلال آ گیا اب تیرا ٹھکانہ سمندر ہے تو وہاں پر کب تک رہے گا یہ کون بتائے گا؟"

وہ زور سے بولا۔ "معاف کر دے میں غلطی پر تھا میں چلا جاتا ہوں پھر کبھی انسانوں میں نہیں آؤں گا میرا وعدہ ہے۔"

"اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ تجھے ایک رعایت ملی تھی تو نے اپنے اندھے غرور میں اس کی قدر نہیں کی۔" اور پھر وہ بھاری پنجرہ اس کو لے کر آسمان کی طرف پرواز کر گیا۔

رات کے ختم ہوتے آثار نظر آنے لگے گاؤں والوں کو ذرا احساس نہ ہوا کہ یہاں پر رات کو کیا تماشہ ہوا اور رسول خان پھر اپنے گھر میں آباد ہو گیا۔

بریلی کا پاگل خانہ ہے اور حکیم کامل رولوکا ایک شخص کے پاس موجود ہیں۔ دونوں خاموش ہیں شاید اس انتظار میں ہیں کہ بولنے میں کون پہل کرتا ہے۔ رولوکا کو ہی پہل کرنا پڑی وہ بولا۔ "تمہارا نام گوپال شرما ہے اور تم روہتک کے رہنے والے ہو، بتانے والے نے مجھے زیادہ تفصیل نہیں بتائی میں اپنے بارے میں بتادوں کہ میں دلی کا ہوں اور حکمت کرتا ہوں۔ اب تم بتاؤ بہرحال اتنا تو میں جانتا ہوں کہ تم پاگل نہیں ہو، تمہارا چہرہ آنکھیں گواہی دے رہی ہیں کہ تم پاگل نہیں ہو دیکھو دوست! یہ وہ جگہ ہے کہ ہر صاحب عقل یہاں پر رہنا پسند نہیں کرتا۔"

رولوکا خاموش ہوا تو گوپال شرما نے نظریں اٹھا کر رولوکا کو دیکھا اور بولا۔ "میں پتہ نہیں پاگل ہوں کہ نہیں لوگ کہتے ہیں کہ ہوں لیکن حکیم صاحب آپ کا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟"

رولوکا مسکرایا اور بولا۔ "میرے دوست یہ دنیا ایک بہت بڑا پاگل خانہ ہے۔ اس میں ہر قسم کے پاگل رہتے ہیں۔ کوئی دولت کے لئے پاگل ہے۔ کوئی اقتدار کے لئے پاگل ہے۔ کوئی کسی عورت کے لئے، بھائی اپنے بھائی کو مار رہا ہے، طاقتور کمزوروں پر ستم کر رہا ہے، تم کو اس بڑے پاگل خانے سے چھوٹے پاگل خانے میں آنا پڑا ہے یہ بھی ایک جیل ہے تم اپنی مرضی سے یہاں پر کچھ نہیں کر سکتے۔ تم کسی سے بات نہیں کر سکتے کیونکہ یہاں پر جو لوگ ہیں وہ عقل سے بیگانہ ہیں ان کی دنیا ہی اور ہے تم خاموش کب تک رہو گے انسان ناطق حیوان ہے اس کا بولنا ضروری ہے اس ماحول میں تم کتنے دن خود کو سنبھال سکو گے۔ تمہارا بولنا ضروری ہے۔"

گوپال شرما نے رولوکا کو گہری نظروں سے دیکھا اور پھر بولا...... "ہاں میں پاگل نہیں ہوں۔"

مگر مجھے جب یہاں پر لایا گیا تو میں نے کوئی صدائے احتجاج بلند نہیں کی اگر میں یہ کہوں کہ میں خوش ہوا تھا تو وہ بھی غلط نہ تھا۔ مگر یہاں آنے کے بعد مجھے پتہ یہ چلا کہ یہ بھی جگہ میرے لئے کم سخت نہیں ہے مگر میری روح کو

جواذیت بڑے پاگل خانے میں ملی تھی اس کے مقابلے میں میرے لئے یہی جگہ بہتر تھی یہاں پر بہت کچھ نہیں تھا نہ غذا نہ آزادی نہ دوست یار مگر اس کے باوجود میرے لئے یہ جگہ بہتر تھی کہ یہاں پر مجھے روحانی اذیت نہیں تھی میرا پاگل بنے رہنا ہی میرے حق میں بہتر تھا میرے سارے دشمن خوش تھے کہ انہوں نے وہ سب پالیا جس کے لئے انہوں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا تھا۔ میں خوش ہوں کہ میری جان ان دونوں سے چھوٹ گئی ہے روحانی اور ذہنی اذیت ختم ہوگئی ہے اگر میں کچھ دن اور ان کے درمیان رہتا تو حقیقت میں پاگل ہی ہوجاتا۔"

گوپال شرما میں نے تم کو دوست کہا ہے اور دوست وہ ہوتا ہے جو دوست کے کام آتا ہے۔ تم مجھے اپنی زندگی کی کتاب کھول کر دکھاؤ شاید میں تمہارے کسی کام آسکوں ابھی وقت گیا نہیں ہے۔ یاد کرو غور کرو اور اپنی زندگی کے ہر ورق کو پڑھ کر سناؤ جہاں پر تم کو مشکل ہو پھر پڑھو اور اسے معمولی اور چھوٹی بات بھی فضول سمجھ کر نظر انداز نہ کرو۔ بہت معمولی باتیں بھی معمولی نہیں ہوتیں۔ انسان کے ہر فعل کی اہمیت ہے اس کا ہر قدم ایک نئی راہ دکھاتا ہے ہر کسی کے ساتھ ایسا ہوتا ہو مگر تم خود غیر معمولی حالات کے شکار ہو اس لئے تم کو یاد کرنا ہوگا پھر بولنا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"حکیم صاحب میری کہانی بڑی اذیت ناک اور حیرت انگیز ہے آپ میری ان درد ناک یادوں کو زندہ کر رہے ہیں جن کو میں بھولنا چاہتا ہوں مگر نہیں بھول پاتا مگر خیر میں آپ کو بتاؤں گا آپ بھی اپنا شوق پورا کرلیں جبکہ مجھے یقین ہے کہ میرے لئے یہ پاگل خانہ ہی محفوظ ترین مقام ہے مگر اس کام کے لئے آپ کو خاص اجازت لینا ہوگی دن میں یہاں پر ہڑبونگ ہوتی ہے رات کو آپ کو آنا ہوگا اور اس کے لئے بھی اجازت درکار ہوگی۔" گوپال بولا۔

رولوکا نے کہا۔"تم اس کی فکر نہ کرو میں بندوبست کرلوں گا۔"

رولوکا کے لئے یہ کام اتنا مشکل نہ تھا۔ دوسرے دن وہ رات کو کچھ فروٹ اور کھانے کا سامان لے کر گوپال کے پاس آ گیا۔ آج گوپال اس کو دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔"حکیم صاحب میں تو ان فروٹوں کا ذائقہ تک بھول گیا ہوں میرے لئے تو یہ نئی چیز ہیں۔"

رولوکا نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔"اور تم میرے لئے نئی چیز ہو۔"

گوپال شرما بولا۔"اب نئی چیز نہیں ہوں گا میرا دل کرتا ہے کہ اپنی زندگی کی پوری کتاب آپ کے سامنے کھول کر رکھ دوں شاید یہ اس لئے ہو کہ میں نے بہت عرصے کے بعد پر خلوص اور بے لوث الفاظ سنے ہیں یا شاید کوئی اور وجہ ہو مگر آپ کی طرف دل راغب ضرور ہوتا ہے۔

میں روہتک میں پیدا ہوا وہیں پر میں نے تعلیم حاصل کی میں زمیندار گھرانے کا فرد ہوں۔ میرا شوق مجھے بمبئی لے گیا۔ مجھے ہیرو بننے کا شوق نہ تھا دوسرے میری شکل وصورت بھی ایسی نہ تھی کہ میں ہیرو بننے کی خواہش کرتا مجھے فلم بنانے کا شوق تھا۔ اچھوتی اور انوکھی فلم! میں بمبئی پہنچ گیا۔ اس زمانے میں فلم بنانے کو زیادہ سرمائے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی مگر پھر بھی اتنا سرمایہ ضرور لگتا تھا کہ ہر فنانسر کسی نئے آدمی پر بھروسہ نہیں کرتا تھا۔ میں بمبئی ٹاکیز میں ملازم ہوگیا کیونکہ یہی ادارہ ایسا تھا جو نئے لوگوں کو کام دیا کرتا تھا۔ ایک سال کی محنت کے بعد میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہوگیا۔ اس زمانے میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر کو ڈائریکٹر سے زیادہ کام کرنا پڑتا تھا۔ اس کو کاسٹیوم میک اپ اور آؤٹ ڈور شوٹنگ سب کے انتظامات کرنے پڑتے تھے۔ شوٹنگ کے وقت ڈائریکٹرز کو شارٹ تیار کر کے اور ضرورت کی ہر چیز مہیا کر کے دینا ہوتی تھی ہیرو ہیروئن کی کنٹی نیوٹی کا بھی خیال رکھنا پڑتا تھا۔ اسسٹنٹ ہونا ڈائریکٹر سے مشکل کام تھا مگر یہ سب کر کے آدمی ماہر ضرور ہوجاتا تھا اور اس کے بعد جب اس کو کوئی چانس ملتا تھا تو وہ اپنا کام اچھی طرح کرتا تھا۔

میں تین سال یہ مشقت کرتا رہا صرف اپنے شوق کی خاطر تب جا کر مجھے مدراس کی ایک پارٹی نے مجھے فلم بنانے کی آفر کی اور میں راضی ہوگیا میں نے بمبئی ٹاکیز کی نوکری

چھوڑ دی اور بسنت ٹاکیز اسٹوڈیو میں دفتر قائم کر کے فلم کی تیاریاں کرنے لگا فلم کی کہانی پارٹی کے پاس پہلے سے تھی اور وہ اسی کہانی کو فلمانا چاہتے تھے۔ ہیروئن مدراس کی تھی ہیرو بمبئی سے لینا تھا میں نے کہانی پڑھی یہ کہانی جادوئی کہانی تھی مجھے اس کہانی میں کوئی خاص بات نظر نہ آئی مگر فنانسر کا اسرار تھا کہ کہانی یہی ہوگی کیونکہ اس کی ایک جادوئی کہانی پہلے کامیاب ہو چکی تھی۔

میرا پہلا چانس تھا میں زیادہ زور نہیں دے سکتا تھا میں نے کچھ جدت اپنی طرف سے ضرور کی اس کے ہیرو کا معاملہ تھا۔ میں موتی لال کو لینا چاہتا تھا کیونکہ وہ اس زمانے کا ہارٹ کیک تھا۔

مگر اس کا ریٹ بہت تھا اور نخرے بھی زیادہ تھے فلم کو ایک مہینے میں شوٹ ہونا تھا سرکٹ والوں کی مانگ تھی اور موتی لال مصروف تھا اس کے ساتھ ایک ماہ میں شوٹنگ مکمل کرنا ہی مشکل تھا اس کے بعد دوسرے کام بھی کرنا تھے۔

فلم بین، میں نے اس فلم پر بڑی محنت کی مگر پھر بھی اتنی کامیاب نہ ہوئی مگر فنانسر کو نقصان نہ ہوا اب میرا نام اسسٹنٹ کی لسٹ سے نکل گیا تھا یہ فائدہ مجھے ضرور ہوا۔

اس کے بعد میں نے اور بھی کئی فلمیں ڈائریکٹ کیں مگر ان سب میں، میں اپنی مرضی اور آزادی سے کام نہ کر سکا پروڈیوسر حضرات اپنی مرضی کی فلم بنواتے تھے اور میں ان کی مجبوری کو سمجھ کر ایسی گرم فلم بنا دیتا تھا کہ ان کے دام کھرے ہو جائیں مگر میں خود اپنے کام سے خوش نہ تھا۔ میں جو کرنا چاہتا تھا وہ یہ لوگ کرنے نہیں دیتے تھے۔ پانچ سالوں میں لوگ مجھے جاننے لگے تھے۔ مگر میرے کریڈٹ پر کوئی دھماکہ خیز فلم نہ تھی سب اوسط درجے کی فلمیں تھیں۔

پھر میں نے خود ایک فلم بنانے کا اعلان کر دیا۔ اس فلم کی کہانی شوشل لکھوائی اور ایک نہایت ہی مانے ہوئے فلم کار نے کہانی اور ڈائیلاگ لکھ دیئے میں نے پڑھی پسند آئی۔ اس کے بعد ایک نئے مگر ابھرتے ہوئے میوزک ڈائریکٹر سے بات کی اس کی بھی پہلی بڑی فلم تھی اس نے بھی تیاریاں شروع کر دیں۔ میرے پاس اتنا سرمایہ نہیں تھا کہ ہیرو ہیروئن کو سائن کرتا کہانی کے معیار کے مطابق موتی لال ہی فٹ آتا تھا مگر وہ ایڈوانس لیتا تھا۔ ہیروئن کے لئے کانن بالا درست تھی مگر اس کے بھی نخرے اور ایڈوانس کا چکر تھا میں اس سے کم درجے کی کاسٹ پر فلم بنانا نہیں چاہتا تھا لازمی تھا کہ فنانسر کو تلاش کرنا پڑا مگر ان کی اپنی شرائط تھیں۔ مگر میں نے کسی کی کوئی شرط نہ مانی ایک سال تک یہ کام رکا رہا۔ اس دوران میں دوسروں کے کام کرتا رہا۔

اس سال ایک نہایت ہی کمزور فلم نے ایسا کاروبار کیا کہ اس کا فنانسر میری فلم پر روپیہ لگانے پر راضی ہو گیا اور میری مرضی پر میں نے موتی لال اور کانن بالا کو لے کر فلم کی شوٹنگ کا آغاز کر دیا اور چھ مہینے میں فلم شوٹ ہو گئی موتی لال اور کانن بالا کی جوڑی پہلی بار اسکرین پر میں نے پیش کی اس فلم کے اشتہارات ایک سال سے چھپ رہے تھے اس کے باوجود بھی ہر اسکرپٹ میں نے زبردست قسم کی پبلسٹی کرائی دیواروں پر اشتہارات لکھوائے اور جن سینماؤں پر فلم ریلیز ہونا تھی ان کو ڈائریکٹوریٹ کروایا گیا ہر شہر میں، میں نے خود جا کر دیکھا۔ ریلوے اسٹیشنوں پر پوسٹر لگائے گئے اور فلم پونم کی رات کی دھوم مچا دی اس سے پہلے اتنی بھرپور پبلسٹی کسی اور فلم کی نہیں ہوئی اگر میں یہ کہوں کہ اس کا رواج ہی نہ تھا تو بھی درست ہے۔ عوام کے پاس تفریح کے مواقع کم تھے تھیٹر کا زمانہ ختم ہو گیا تھا اور بولتی فلم کا آغاز ہی تھا۔

اس ماحول میں فلم پونم کی رات ریلیز ہوئی اور پورے ہندوستان میں اس نے دھوم مچا دی۔ ایک تو فلم اس زمانے کے لحاظ سے بے داغ تھی کہانی بھی طوطا مینا کی نہیں تھی اس میں بھی جدت تھی اور میوزک بھی نئے طرز کا تھا پکے راگ راگنیاں نہ تھے۔

حکیم صاحب اس ایک فلم نے مجھے آسمان پر پہنچا دیا اور میرا نام اتنا چلا کہ میں خود اپنا اسٹوڈیو بنانے کے قابل ہو گیا ہر کاروبار کے قریب اور حاسد تو ہوتے ہیں۔ مگر فلم کے کاروبار میں یہ کچھ زیادہ ہی ہے دوستی کا نام بھرنے والے بھی دوست نہیں ہوتے اس نگری میں کسی پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ میرے آگے پیچھے لوگ تھے میرے حکم پر

چلتے تھے مگر میں ان سے بھی ہوشیار رہا کرتا تھا۔

دس سال میں میں نے بڑا نام اور پیسہ کمایا۔ میں جانتا تھا کہ میرے دشمن میری تاک میں ہیں موقع ملتے ہی داؤ مارنے ہیں میں ہوشیار رہا کرتا تھا۔ لیکن انسان تو تھا میں بھی کہیں نہ کہیں غلطی تو کر سکتا تھا۔

حکیم صاحب شاید میں نے کوئی غلطی کر دی تھی مگر میں آج تک نہیں سمجھ سکا کہ میں نے ایسی کیا بڑی غلطی کی تھی کہ جس کی سزا اتنی بھیانک اور اتنی زیادہ مجھے ملی میں نے محنت کی کوشش کی اور دوسروں سے آگے نکل گیا اگر یہ غلطی ہے تو پھر میں تسلیم کرتا ہوں اپنی غلطی کو۔"

رولوکا نے کہا۔ "گوپال شرما ایسا ہوتا ہے انسان کچھ ایسے کام کر گزرتا ہے جس کا اس کو احساس تک نہیں ہوتا اور اس کی پکڑ شروع ہو جاتی ہے تم آگے بیان کرو۔"

"میں اس رات ایک پارٹی میں ایک مشہور ہیروئن کے ساتھ تھا۔ وہاں پر انڈسٹری کے سب ہی بڑے موجود تھے اور پینے پلانے کا بڑا اچھا انتظام تھا میری پارٹنر ہیروئن نے مجھے ٹن کر دیا تھا اور میں اسی مدہوشی کے عالم میں شاید سو گیا تھا یا مدہوشی اتنی تھی کہ مجھے اپنے اطراف کا ذرا ہوش نہ تھا۔ پتہ نہیں میری یہ نیند یا نشہ کتنے گھنٹے کے بعد ختم ہوا اور میں نے خود کو ایک ایسی سڑک پر پایا جو بھیگی ہوئی تھی میرے کپڑے بھی بھیگے ہوئے تھے شاید میں رات بھر یہاں ہی پڑا رہا تھا اور بارش میں بھیگتا رہا تھا ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی یہ کون سی جگہ تھی بمبئی میں تو ایسی ویران سی بستی کوئی نہیں تھی جہاں پر دن کی روشنی میں دور دور تک کوئی نظر نہ آتا تھا۔

مکانات بھی بہت قدیم طرز کے تھے ان کے دروازے اور کھڑکیاں بھی پرانے طرز کی تھیں ان پر کوئی رنگ روغن بھی نہیں کیا گیا تھا۔

دھوپ تھی مگر اتنی کمزور کے بدن میں ذرا بھی گرمی نہیں پیدا کر رہی تھی۔ سردی بدن میں سوراخ کیے دے رہی تھی ہوائیں سائیں سائیں کر رہی تھیں شاید ایسی سردی کی وجہ سے لوگ گھروں میں دبکے پڑے تھے دور دور کسی دکان کا وجود نہ تھا۔ ہر مکان الگ الگ تھا اور درمیان میں درخت تھے جو سردی سے ٹھٹھر رہے تھے کوئی جانور چرند پرند کتا بلی تک نظر نہ آتا تھا۔ میں حیران تھا یہ کون سی جگہ تھی اور اس کی آبادی کیسی تھی ارے کوئی تو نظر آئے۔

میں ہمت کر کے اٹھا میرے پیروں نے سیدھے ہونے سے انکار کر دیا وہ اکڑ گئے تھے مگر مجھے کھڑا تو ہونا تھا سردی سے میرے دانت بج رہے تھے اور بھوک سے میرا برا حال تھا رات کو پارٹی میں صرف شراب پی تھی کھانا تو کھایا ہی نہ تھا مجھے ناشتے اور ایک پیگ برانڈی کی سخت ضرورت تھی میرے ہاتھ پیروں کی توانائی کم ہو رہی تھی پیٹ خالی ہو تو ہر کمزوری آدمی کو دوڑ کر پکڑتی ہے مگر یہاں تو کوئی ہے ہی نہیں کیا یہاں کے لوگ مر گئے ہیں یا کسی وبا کے ڈر سے بھاگ گئے ہیں۔ مگر میں کس طرح یہاں آ گیا ہوں۔ میرا دماغ اس سے آگے نہیں چل رہا تھا۔ بھوک بڑھ رہی تھی اور جسم کی طاقت گھٹ رہی تھی مجھے اندازہ تھا کہ اگر یہی حالت رہی تو میں گر پڑوں گا اور سردی مجھے اکڑا دے گی اور بھوک مار ڈالے گی اس وقت کے آنے سے پہلے مجھے کچھ کرنا پڑے گا۔ مجھے خود ان مردوں کو جگانا ہو گا اور کسی گھر میں پناہ لینی ہو گی مجھے آگ اور روٹی کی ضرورت ہے اور میں ایک نئے جذبے کے ساتھ قریبی مکان کی طرف بڑھا۔ دروازہ نہ معلوم کس لکڑی کا تھا اور ایسا بند تھا کہ ذرا سا جنبش بھی نہ کر سکا بہت ہاتھ مارے مگر ذرا بھی آواز اس میں نہ ہوئی۔

یہاں سے مایوس ہونے کے بعد میں اس گول سی کھڑکی کی طرف چلا۔ کھڑکی میرے قد سے اونچی تھی مگر میں نے کوشش جاری رکھی اور اچھل اچھل کر اس پر لگی گرل کو پکڑنے کی کوشش کرتا رہا اور آخر میں کامیاب ہوا پھر میں نے دونوں ٹانگیں بھی ادھر کر لیں اور اندر نظر ڈالی اندر اندھیرا تھا۔ کمرہ کتنا بڑا تھا اس کا بھی اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ کھڑکی اتنی بڑی تھی کہ میں اندر کود سکتا تھا مگر اس کے لئے ضروری تھا کہ پہلے گرل کی رکاوٹ دور کی جائے میرے پاس کوئی اوزار نہ تھا میں پھر سڑک پر آ گیا اور چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا کہ شاید کوئی چیز ایسی مل جائے جس سے ضرب لگائی جا سکے اس تلاش میں، میں کچھ آگے بڑھ گیا

اور مجھے ایک لوہے کا پرانا سریا مل گیا یہ بھی سی کھڑکی کا ہی لگتا تھا مگر زنگ آلود تھا اس کو پا کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ کیا بیان کروں۔ میں پھر کھڑکی پر چڑھ گیا اور اچھل کر اوپر چلا گیا اور سریے سے گرل پر چوٹ لگانے لگا بڑے زور کی آواز پیدا ہوئی مگر کسی نے نہیں پوچھا کہ بھئی کیوں کھڑکی توڑ رہے ہو اس گھر کے اندر شاید کوئی تھا ہی نہیں میرے لئے یہ صورت حال بھی بہتر تھی۔ کم از کم سردی سے تو بچاؤ ہوگا اور کچھ نہ کچھ سامان ہوا تو شاید کوئی کمبل وغیرہ بھی مل جائے کچھ کھانے کا آسرا بھی ہو جائے۔ میرے لئے اس وقت ان ہی چیزوں کی ضرورت تھی۔ میں کہ فلم انڈسٹری کا مشہور ڈائریکٹر اور اسٹوڈیو آنر ایک روٹی اور کمبل کی تلاش میں تھا۔ گرل ٹوٹ گئی میں نے سریے کی مدد سے اس کو اتنا موڑ دیا کہ میں اندر جا سکوں اور میں اندر کود گیا تو مجھے پتہ چلا کہ سڑک سے یہ کھڑکی جتنی اونچی تھی اندر سے اور زیادہ اونچی تھی سردی سے اکڑے بدن پر چوٹ تو لگی مگر میں جو محنت کھڑکی توڑنے پر کر رہا تھا اس سے بدن میں گرمی بھر گئی تھی اس لئے برداشت کر گیا۔

کمرے میں اندھیرا تھا اور جو معمولی روشنی کھڑکی کے ذریعہ اندر آ رہی تھی وہ کمرے کے اندھیرے کو دور کرنے کے لئے کافی تھی۔ کمرے میں کسی قسم کا کوئی فرنیچر نہ تھا ہاں مگر فرش پر قالین پڑا تھا کمرہ گرم تھا شاید اس لئے ایسا تھا کہ باہر کی ٹھنڈی ہوائیں یہاں نہیں تھیں اور میں ہواؤں سے یہاں آیا تھا۔ میں جہاں گرا تھا وہیں پر بیٹھا تھا یہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ مجھے اندازہ یہاں کے ماحول کا ہو جائے اس کے بعد دوسرا کام یعنی روٹی حاصل کرنے کا کیا جائے۔

شاید منزل قریب آنے کی وجہ سے پیٹ میں اور زیادہ مروڑ اٹھ رہی تھی اور ایسی بھوک میں نے اپنی زندگی میں کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ کتنی بری بلا ہے یہ بھوک انسان کو پاگل کر دیتی ہے انسان حیوان سے بدتر ہو جاتا ہے اس کی نظر میں اچھے برے کی پہچان ختم ہو جاتی ہے بھوک میں اس کو محبوبہ دلنواز بھی روٹی نظر آتی ہے حسین چاندنی میں چاند بھی روٹی نظر آتا ہے۔

مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ اس گھر کے مکین نہیں ہیں اگر ہوتے تو ان کو اٹھ جانا چاہئے تھا میں کھڑا ہو گیا اور اندازے سے دیوار کے سہارے آگے بڑھا میرا اندازہ تھا کہ اس کمرے کا گھر کے اندر جانے کا کوئی دروازہ بھی ضرور ہوگا شاید گھر میں کوئی کام کی چیز ہاتھ لگ جائے میں چور نہیں تھا میں نے اپنی محنت اور لگن سے اپنی زندگی بنائی تھی مگر کیسا عجیب اتفاق تھا کہ میں کسی کے مکان میں چوری کرنے جا رہا تھا اور وہ بھی صرف روٹی، اگر غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ دنیا کا ہر چور صرف روٹی ہی چراتا ہے تو میں اس حساب سے کوئی نرالا چور نہیں تھا مگر دل کے بہلانے کو میں خود کو سمجھا رہا تھا کہ میں تو صرف بھوک میں روٹی تلاش کر رہا ہوں۔ میں چوری نہیں کر رہا ہوں۔

دیوار ختم ہوئی اور ایک دروازے کو میں نے محسوس کیا اور اس کا کنڈا تلاش کر کے کھول دیا۔ دروازہ کھولا تو کچھ روشنی کمرے میں بھی آئی۔ صحن پر چھت نہ تھی اور روشنی اندر آ رہی تھی اس کمرے کے سامنے دو دروازے دائیں طرف اور دو بائیں طرف نظر آ رہے تھے اندر سے گھر کی کنڈیشن اتنی خراب نہ تھی ہاں مگر ایسا ضرور لگتا تھا کہ یہاں پر صفائی نہیں ہوئی ہے فرش پتھر کا تھا اور بہت مضبوط نظر آتا تھا دیواروں پر کسی زمانے میں نیلا کلر کیا گیا ہوگا مگر اس وقت اس کے بہت کم آثار نظر آتے تھے۔ کئی جگہ پر تصویروں کے فریم دیوار پر لٹک رہے تھے مگر تصویریں دھندلا گئی تھیں ایک کھونٹی کپڑے ٹانگنے کی لگی تھی اور اس پر کچھ کپڑے بھی لٹکے ہوئے تھے کپڑے دیکھ کر مجھے اپنے بھیگے کپڑوں سے نجات حاصل کرنے کا خیال آیا۔ اور میں کھونٹی کے قریب گیا اور ایک کپڑا اتارا وہ شاید نائٹ سوٹ کا پاجامہ تھا میں نے اس کو جھاڑا اور فوراً ہی اپنی پتلون اتار کر پہن لیا حیرت کی بات تھی کہ وہ بالکل میرے ناپ کا ہی تھا اس کے بعد میں نے اپنی بھیگی شرٹ بھی اتار دی اور نائٹ سوٹ کی شرٹ پہن لی یہ بھی میرے ناپ کی تھی بھیگے کپڑے اترے تو کچھ سردی کا احساس کم ہوا۔ اس کے بعد میں بائیں

طرف کے دروازے کی طرف چلا اور اس کو بھی کھول دیا۔

یہ باورچی خانہ تھا میں خوش ہوا یہاں پر ضرور کچھ نہ کچھ کھانے کو ہوگا۔ اس میں دیوار کے ساتھ کچھ سامان رکھنے کے ریک بنے ہوئے تھے۔ چبوترے پر چولہے بنائے گئے تھے اور اس کے پاس ہی لکڑیاں رکھنے کو جگہ تھی اور دھواں باہر جانے کا سوراخ تھا۔

ریک کے اوپر کئی ڈبے مرتبان اور برتن رکھے تھے ایک ڈلیا میں انڈے رکھے تھے میں جانتا تھا یہ تو بے کار ہی ہوں گے نہ معلوم کب سے اسی طرح رکھے ہیں۔ باورچی خانے کی ہر چیز پر مٹی کی تہہ جمی تھی میں بڑا مایوس ہوا مگر نا امید نہ ہوا میں نے چولہے پر لکڑیاں رکھ کر ماچس تلاش کی اور وہ بھی مل گئی اور میں نے آگ جلا دی اور باورچی خانے سے باہر آ گیا اور اس کے برابر کے کمرے کا دروازہ کھولا۔

یہ اسٹور روم تھا اور اس میں بہت سامان تھا مگر کھانے کے قابل کچھ نہ تھا۔ یہ بڑی خراب صورت حال تھی۔ مگر بستر اور کمبل میرے کام کی چیز تھے میں نے دو کمبل اور دو تکیے نکال کر ان کو جھاڑا اور ایک طرف رکھ دیا۔ اب میں دائیں طرف چلا اور پہلا دروازہ کھول دیا یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا اس میں آتش دان بھی تھا اور اس کی کھڑکیاں بھی تھیں میں کمرے کے اندر گیا تو پتہ چلا کہ یہاں پر بھی نہایت دبیز قالین فرش پر پڑا تھا وہ ایک وسیع و عریض ڈرائنگ روم تھا۔ اس کی ہر چیز سے امارت ٹپک رہی تھی۔

بہت ہی اعلیٰ معیار کا قدیم طرز کا فرنیچر نہایت قاعدے سے رکھا تھا اور اس پر موی کپڑا پڑا تھا۔ اس کپڑے پر مٹی جمی ہوئی تھی میں نے دونوں کھڑکیاں کھول دیں حالانکہ ان کے کھولنے میں مجھے بڑی محنت کرنا پڑی کھڑکیوں کے کھلتے ہی کمرے میں تیز روشنی ہو گئی مگر اس کے ساتھ ساتھ ٹھنڈی ہوا بھی اندر آنے لگی روشنی آنے کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ کمرہ کسی صاحب ذوق نے ڈیکوریٹ کروایا ہے بڑی قدیم زمانے کی تصویریں نہایت قیمتی فریموں میں دیواروں پر موجود تھیں مگر ان تصویروں کو صاف کرنے کی ضرورت تھی۔

میں بڑی میز کی طرف بڑھا اور اس کی درازیں کھولیں سب درازیں جام تھیں ان میں پرانے کاغذات بھرے تھے کسی کسی میں زنانے استعمال کی کوئی چیز تھی ایک چھوٹی سی دراز میں جو کہ بڑی مشکل سے کھلی تھی کیونکہ اس میں تالا لگا ہوا تھا ایک تانبے کا چھ انچ لمبا ایک بت تھا وہ مجھے تو کوئی کھلونا ہی لگا تھا حیرت کی بات یہ تھی کہ یہ بہت چمکدار تھا، روئی کے درمیان اس پر کوئی میل مٹی نہیں تھی۔ وہ بت کس کا تھا کچھ سمجھ نہیں آتا تھا شکل انسانوں سے ملتی جلتی ضرور بنائی گئی تھی میں نے ذہن پر زور ڈالا تھا جن بتوں کو لوگ پوجتے ہیں ان کی یہ شکل ہے مگر وہ بت تو نرالا ہی تھا۔ میں نے اس کو صرف ایک بار ہاتھ میں اٹھایا تھا اور پھر فوراً وہیں پر رکھ کر دراز بند کر دی۔

بت کے اٹھاتے ہی میرے بدن میں عجیب طرح کی بے چینی پیدا ہوئی تھی میں اس کو سردی اور بھوک کی کارستانی سمجھا تھا۔ اس کمرے میں کسی کھانے کی چیز کا تصور ہی فضول تھا۔ میں نے کھڑکیوں سے باہر جھانکا تو پتہ چلا کہ کھڑکیاں سڑک سے بہت اونچی تھیں اس گھر کے نزدیک کوئی مکان نہ تھا۔ سڑک ویران تھی اور سورج کی روشنی نہایت مرجھائی ہوئی تھی اور سرد ہوائیں سائیں سائیں کر رہی تھیں میرے دماغ میں پھر یہ خیال آیا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ میں بمبئی میں نہیں یہ بات تو میں سمجھ گیا تھا۔ شاید یہ کوئی سمندری جزیرہ ہے۔ مگر سمندری جزیرے پر تو اتنی سردی نہیں ہوتی یہ ضرور کوئی ہل اسپارٹ ہے اور میں سطح زمین سے بہت اوپر ہوں مگر میں نے یہاں پر کسی پہاڑی چوٹی کو نہیں دیکھا۔ پھر یہ کیا ہے کہاں ہے جہاں بھی ہے یہ مکانات انسانوں نے ہی تو بنائے ہوں گے ان میں انسان بھی تو رہتے ہوں گے۔

وہ سب کہاں ہیں ایسی ویرانی ایسی وحشت یہاں پر چھائی ہے کسی انسان کا وجود نظر نہیں آتا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اس گھر میں تو کچھ کھانے کو نہیں ملے گا میں اس کے علاوہ باہر تلاش کرتا ہوں میں نے کمبل بدن پر لپیٹا اور دروازہ کھول کر باہر آ گیا میرا اندازہ تھا کہ اس وقت بارہ یا ایک کا

وقت تھا مردار دھوپ تھی اور ہواؤں کا وہی زور تھا۔
سڑک ویران تھی اور ہر گھر پر نحوست نظر آتی تھی کوئی دروازہ کھلا نہ تھا۔ نہ کسی جاندار کا وجود نظر آتا تھا میں آگے بڑھتا گیا ایک مقام پر مجھے ایسا لگا جیسے یہ بازار ہے دکانیں کھلی تھیں مگر ان میں نہ دکاندار تھے نہ خریدار میں ایک دکان میں اندر چلا گیا اس دکان میں کچھ بکس رکھے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ یہ دکان گوشت وغیرہ کی ہے۔ میں نے ایک بکس کا ڈھکن اٹھایا اور میری آنکھیں چمک گئیں اس میں گوشت کے بڑے بڑے پارچے بھرے تھے میں نے اندر ہاتھ ڈال کر ایک پارچہ اٹھالیا میں نے سونگھا اس میں کسی قسم کی بدبو نہ تھی نہ معلوم وہ کس جانور کا گوشت تھا اور نہ معلوم کب سے اس بکس میں بند تھا مگر خراب نہیں ہوا تھا اس لئے کہ یہاں پر درجہ حرارت بہت کم تھا۔ یہ بات میرے لئے حوصلہ مندی تھی اب زندہ رہنے کا کچھ آسرا نظر آرہا تھا میں نے دو پارچے اٹھالئے اور واپس روانہ ہوا غذا دیکھ کر بھوک اور چمک گئی تھی میں دروازہ کھلا چھوڑ کر گیا۔ وہ اسی طرح کھلا تھا میں سیدھا باورچی خانے میں آگیا آگ روشنی تھی اور باورچی خانہ گرم تھا میں نے کمبل ایک طرف رکھ دیا۔

اور گوشت پکانے کے طریقہ پر غور کرنے لگا۔ میں نے اس سے پہلے کبھی کھانا نہیں پکایا تھا میری سمجھ میں صرف یہ آیا کہ گوشت جمع ہوا ہے پہلے اس کو صحیح پوزیشن پر لانا ہوگا اس کے لئے مجھے باورچی خانے میں ہی کباب بنانے کی سلاخیں مل گئیں اور میں نے بڑی مشکل سے ان سلاخوں کو پارچے کے آر پار پرو دیا اور سہارا دے کر چولہے کے اوپر رکھ دیا۔ چند منٹ کے بعد پارچوں سے پانی ٹپکنے لگا یہ سلسلہ کافی دیر قائم رہا۔ اس کے بعد گوشت اپنی اصل شکل میں نظر آنے لگا اور اس کے پکنے کی خوشبو اڑنے لگی۔ اب مجھے نمک وغیرہ کی تلاش ہوئی تو صرف نمک مل گیا یہ ایک کانچ کی برنی میں تھا دوسرے مصالحے بھی تھے مگر وہ سب اپنی عمر کی میعاد پوری کر چکے تھے اس لئے میں نے ان کو چھوڑ دیا۔ گوشت میں چربی کی مقدار اچھی تھی میں سلاخوں کو گھماتا جارہا تھا گوشت گلتا جارہا تھا اور اس کی خوشبو میری بھوک کو اور بڑھا رہی تھی۔

میں نے ایک سلاخ پر سے گوشت نوچ کر دیکھا وہ گل گیا تھا پھر میں نے وہ نوچا ہوا نوالہ منہ میں رکھ لیا اف وہ نمک لگا گوشت کتنا لذیذ تھا زندگی میں اس سے زیادہ لذیذ گوشت میں نے نہیں کھایا میں نے سلاخ آگ سے اتار لی اور پوری کھا گیا یہ سلاخ آدھا سیر گوشت کی تو تھی پھر دوسری کو نمک لگا کر اور مزے لے کر کھاتا رہا۔

مجھے ایسا لگا جیسے میں نے زندگی میں پہلی بار پیٹ بھر کر کچھ کھایا ہے میں صدیوں سے بھوکا تھا پیٹ بھر گیا اور باورچی خانے کی گرم ہوا نے میرے بدن میں زندگی دوڑا دی۔ میں جو خود کو بہت کمزور اور ناتواں سمجھ رہا تھا میرے دماغ نے پوری طرح کام کرنا شروع کر دیا۔ ابھی دن کا بہت حصہ باقی تھا اور مجھے یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ اس منحوس مکان اور اس ویران جگہ پر کب تک رہنا ہے تو کیوں نا پیٹ بھرنے کا انتظام کرلیا جائے اور روشنی کا بھی بندوبست ضروری ہے اندھیرے میں تو یہ گھر بھوت گھر لگتا ہے روشنی ہوگی تو کچھ نظر آئے گا میں پلٹ کر پھر دروازے سے باہر آ گیا۔ اس دفعہ میں نے کمبل لینے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی۔

باہر آ کر میرا رخ بازار کی طرف تھا بازار آتے ہی میں ایک دکان کے اندر تھا۔ اس دکان میں ضرورت زندگی کی بہت سی اشیاء الماریوں میں بھری پڑی تھیں۔ بڑی تلاش کے بعد مجھے بڑی بڑی موم بتیاں مل گئیں اور میں نے کئی موم بتیاں اٹھالیں وہ اتنی بڑی تھیں کہ کئی گھنٹے کے لئے ایک کافی تھی۔ اس کے بعد ماچس بھی مل گئی ایک بڑی سی چھری بھی مل گئی وہ میں نے گوشت کاٹنے کے خیال سے اٹھالی۔

سب سے گرم جگہ اس مکان میں اس وقت باورچی خانہ تھی۔ میں سیدھا ادھر ہی آیا اور بڑے اطمینان سے اسٹول پر بیٹھ کر کچھ دیر آرام کیا اور پھر واپس اس گوشت کی دکان پر گیا جہاں گوشت بکسوں میں بھرا رکھا تھا۔ میں جس قدر پارچے اٹھا سکتا تھا وہ لے کر واپس آ گیا پھر دوبارہ جا کر پہلی والی دکان سے پانی کی بوتلیں جو کہ جمی ہوئی تھیں

پاکستان ورچوئل لائبریری

لے آیا اوران کو آگ کے قریب رکھ دیا۔اب مجھے کھانے پینے کی طرف کی فکر نہیں تھی باورچی خانے کی گرم ہوا نے فوراً مجھ پر نیند طاری کر دی اور میں فرش پر ہی لیٹ گیا اور سو گیا۔ میری آنکھ جب کھلی اس وقت شاید شام کے سات بجے تھے۔گھر میں اندھیرا تھا مگر باورچی خانے میں آگ کی روشنی تھی بڑی پرسکون نیند آئی تھی۔

میں نے ایک سلاخ پر ایک پارچہ پرو دیا اور آگ پر رکھ دیا اور ایک موم بتی بھی جلا دی اندھیرا پوری طرح پھیل گیا تھا اس گھر میں شاید مدت کے بعد چراغ جلا تھا۔ باورچی خانے کے علاوہ پورا گھر آسیبی یا بھوتوں کا مسکن لگتا تھا روشنی ضرورتھی میں نے ایک اور موم بتی جلائی اور ڈرائنگ روم کی طرف چلا دروازہ کھلا تھا میں اندر چلا گیا اور موم بتی ایک میز پر رکھ دی مگر اس کمرے کے لئے ناکافی تھی مگر پھر بھی اس کمرے کی دہشت اور ویرانی میں فرق تو پڑا۔مگر میں نے باورچی خانے میں سونے کا فیصلہ ہی کیا۔

گوشت کا پارچہ پوری طرح گل چکا تھا اور بوتل میں پانی نظر آرہا تھا گویا میرے ڈنر کا پورا انتظام ہو گیا تھا میں فرش پر ہی بیٹھ گیا اور اطمینان سے نمک لگا کر گوشت کھانے لگا اس گوشت میں ہڈی نہ تھی اور سکنے کے بعد بڑا خستہ اور مزیدار ہو گیا تھا میں پورا پارچہ کھا گیا اور بوتل سے پانی پی کر زمین پر ہی لیٹ گیا موم بتی اور آگ کی روشنی تھی ہر چیز جو باورچی خانے میں صاف نظر آرہی تھی اور میری آنکھیں نیند اور غذا کے خمار سے بند ہو رہی تھیں۔

اچانک میں چونک پڑا کوئی آواز تھی جس نے مجھے چونکایا تھا وہ کس قسم کی آواز تھی یہ سمجھ میں نہیں آیا میں اٹھ کر بیٹھ گیا اس کا مطلب تھا کہ میرے علاوہ بھی کوئی اس مکان میں ہے۔مگر میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا تھا چند منٹ کے بعد آواز پھر آئی اب میں پوری طرح جاگ رہا تھا۔ یہ عجیب قسم کی آواز تھی۔ یہ انسانی لگتی تھی نہ کسی جانور کی مگر اب یہ آواز مسلسل آرہی تھی اس آواز نے مجھے بے چین کر دیا اب میری آنکھوں میں نیند دور دور نہیں تھی۔آخر میں مجبور ہو گیا اور اس آواز کی سمت چلا۔میں نے جلتی ہوئی موم بتی ہاتھ میں پکڑی آواز اس کمرے کی طرف سے آرہی تھی جس کی کھڑکی توڑ کر میں اندر آیا تھا۔

اس کمرے میں گھپ اندھیرا تھا اور میں جس وقت آیا تھا اس وقت بھی اندھیرا تھا اس لئے میں بھی کچھ نہیں دیکھ سکا تھا صرف مجھے یہ پتا تھا کہ اس کمرے میں قالین پڑا ہے ایک کھڑکی اور ایک دروازہ ہے وہی دروازہ کھلا ہوا تھا میں روشنی کے ساتھ اس کمرے میں گیا تو میں نے دیکھا اس کمرے میں ایک جگہ بستروں کا ڈھیر پڑا ہے کئی کمبل اوپر نیچے ایک کونے میں رکھے ہیں۔یکایک مجھے احساس ہوا کہ میں کمرے میں اکیلا نہ تھا۔وہاں پر کوئی اور بھی تھا۔ بظاہر کمرے میں کوئی غیر معمولی بات نظر نہ آتی تھی تاہم مجھے شدت سے کسی وجود کا احساس ہو رہا تھا۔مجھے اب کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔لیکن میری حس مجھے بتا رہی تھی کہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے کوئی ان دیکھی پر اسرار ہستی نے میری نقل و حرکت پر نظر رکھی ہوئی ہے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ کمرے میں میرے ساتھ کون تھا مگر میں یہ محسوس کر رہا تھا جیسے کوئی ان دیکھی اور انجانی مگر زبردست قوت نے میرے دماغ کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔حکیم صاحب میری باتوں پر شاید یقین نہ کر رہے ہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ میں ایک دم سے بے بس ہو گیا تھا کسی نے میری ساری قوت کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔کوئی مجھ پر مسلط ہو گیا تھا اور میں کسی کا فرمانبردار اور غلام بن گیا تھا۔ اس وقت میں نے ایک ایسی سنسنی محسوس کی جیسی پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی شدید خوف اور ناقابل بیان خوف کی سنسنی ......میں جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا میرے پیر زمین پر گڑ گئے نہ میں قدم آگے بڑھا سکتا تھا نہ پلٹ کر بھاگ سکتا تھا۔حد تو یہ ہے کہ میں سانس لیتے بھی ڈر رہا تھا پھر مجھے احساس ہوا کہ وہ پر اسرار چیز جو اس کمرے میں تھی کوئی شیطانی قوت تھی۔حکیم صاحب اس وقت کی کیفیت بیان کرنے میں مجھے آج بھی ڈر محسوس ہو رہا ہے۔“

رولوکا نے کہا۔”ڈر بیرونی چیز نہیں ہے یہ تو انسان کے اندر ہی ہوتا ہے تمہارا اندرونی ڈر تمہارے دماغ پر

چھا گیا تھا اس لئے تم اس وقت کسی بھی معمولی حرکت سے ڈر سکتے تھے۔"

گوپال شرما بولا۔ "شاید ایسا ہی ہوا ہو۔ میں نہیں جانتا کہ میں کتنی دیر تک مسحور کھڑا رہا تھا شاید گھنٹہ یا اور زیادہ ......میں نے حرکت نہ کی۔ کوئی چیز نظر نہ آئی کوئی آواز سنائی نہ دی کچھ نہ ہوا میں نے خود کو بزدل کہا مگر کچھ نہ ہوا میں بزدل نہیں ہوں مگر اس وقت میں واقعی بزدل بن گیا تھا یا اس ماحول نے مجھے بزدل بنا دیا تھا۔ میں ایک پتے کی طرح کانپ رہا تھا حالانکہ میرے خیال میں کمرے میں کوئی نہیں ہو سکتا تھا وہاں کوئی نہیں تھا اگر کمرے میں کوئی ہوتا تو میں کھڑکی کی توڑ کر کس طرح اندر آ سکتا تھا۔

پھر ایک خیال یہ بھی آیا کہ اگر کوئی اس کمرے میں ہے تو وہ مجھ سے زیادہ بزدل ہے۔ میں گرل توڑ کر اندر آ گیا اور وہ مجھے للکار کر روک نہیں سکا۔ اگر اب میں بغیر کسی مداخلت کے آ گیا تھا تو وہ میرا کیا کرے گا اس خیال نے مجھے ذرا ہمت بڑھائی۔ میرے آنے میں مداخلت نہ ہوئی تو جانے میں کون کرے گا اس خیال کے آتے ہی میرا جی چاہا کہ میں باہر چلا جاؤں اس کمرے سے بھاگ جانے کی خواہش بڑی شدید تھی۔

لیکن بڑی کوشش کے بعد اپنے جسم کا پورا زور لگانے کے بعد میں صرف یہ کر سکا کہ صرف اپنے سر کو حرکت دے سکوں لیکن کسی انجانے ہاتھ نے میرا سر پکڑ کر اس کا رخ سامنے کی طرف کر دیا۔ وہ جو بھی تھا وہ چاہتا تھا کہ میں صرف سامنے ہی دیکھوں مگر یہ حقیقت ہے کہ کوئی مجھے روک تو رہا تھا۔ میں اس کے آگے بے بس تھا اور مغلوب تھا وہ مجھ پر غالب تھا۔ ان حالات میں میرا دل میرے قابو میں نہ تھا۔ وہ بڑی زور سے دھڑک رہا تھا۔ نا قابل بیان خوف مجھ پر مسلط تھا۔ خوف کا بے پناہ سیلاب میرے ہوش و حواس کو بہا کر لے گیا۔ میری آنکھیں خوف سے پھٹ رہی تھیں اور میں سامنے دیکھ رہا تھا یا یوں کہوں دیکھنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ میری قوت سامع بہت تیز ہوگئی تھی مگر تکلیف بہت تیز تھی اس وقت میں بہت معمولی سی آواز بھی سن سکتا تھا۔

بات یہاں پر ہی ختم نہیں ہوئی پھر کچھ ہوا۔ کسی چیز نے حرکت کی ہلکی سی آواز میرے کانوں کے پردے سے ٹکرائی وہ آواز اتنی مدھم اور غیر مرئی سی تھی کہ میرے علاوہ کسی اور کے کان نہیں سن سکتے تھے۔ لیکن میرے کانوں نے وہ آواز سن لی۔ میں اسی طرف دیکھ رہا تھا جس طرف کسی چیز نے حرکت کی تھی اور اسی طرف سے آواز بھی آئی تھی۔

میرے دیکھتے ہی دیکھتے اندھیرے کی چادر میں دو روشنی کے سوراخ ہو گئے ایک لمحہ پہلے وہ وہاں پر نہ تھے میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ وہ وہاں پر نہ تھے وہ سوراخ نہ تھے وہ آنکھیں تھیں اندھیرے میں بلی کی آنکھیں چمکتی ہیں میں نے خود کو تسلی دی کہ یہ بلی کی آنکھیں ہیں۔

میں خود کو بہلا رہا تھا۔ اپنے آپ کو دھوکا دے رہا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ یہ آنکھیں بلی کی نہیں تھیں۔ تو پھر کس کی آنکھیں تھیں میں کچھ نہ کہہ سکا اور نہ اس کے متعلق سوچنے کی جرأت کر سکا۔ روشنی کے دونوں داغ آگے بڑھے جس کی وہ آنکھیں تھیں وہ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ مجھ سے قریب ہوتا جا رہا تھا میں نے بھاگنے کی پوری کوشش کر ڈالی لیکن ایک عضو بھی میرے اختیار میں نہ تھا مجھے ایسا لگتا تھا کہ میرے اعضا بھی میرے اپنے نہ تھے۔

وہ چمکتی آنکھیں آگے آتی رہیں وہ آنکھیں فرش سے دو تین انچ اوپر فٹ تھیں اور پھر وہ آنکھیں اچانک غائب ہو گئیں اور جان میں جان آئی مگر میرے اعصاب اب بھی میرے نہ تھے۔

موم بتی کی روشنی پورے کمرے کو روشن نہیں کر رہی تھی میں اپنی حالت پر غور کر رہا تھا کہ اچانک ایک آواز آئی۔ "بس اب بھاگنے کی کوشش بند کر۔" اس آواز میں ضرور خاص بات تھی جسے میں الفاظوں میں بیان نہیں کر سکتا لہجہ تو خیر ایک تحکمانہ لیکن آواز غیر عارضی سی لگتی تھی بڑی ہی عجیب واہیات اور ڈراؤنی سی۔

یہ آواز کسی مرد کی اور نہ کسی عورت کی لگتی تھی مگر انداز بلیوں کا سا تھا ایسی نا خوشگوار تلخ اور عجیب آواز بھی کسی نے نہیں سنی ہوگی۔

آواز جتنی عجیب تھی اتنا ہی عجیب اس کا اثر تھا جب اس نے کہا۔ ”رک جاؤ؟“ تو میں سچ مچ بت سا بن گیا۔ گویا میں اس کے علاوہ کچھ اور نہیں کر سکتا تھا۔

پھر آواز آئی۔ ”گھوم جاؤ اس طرف۔“ اور میں بڑے میکانیکی انداز میں گھوم گیا۔

یہ فرمانبرداری بڑی خطرناک تھی اور میں نہیں جانتا تھا میں نے اپنے آپ کو روکنے کی بڑی کوشش بھی کی تھی لیکن اس پراسرار کمرے میں داخل ہونے کے بعد اپنے آپ پر میرا اختیار نہ تھا۔ میں خود سے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں کسی کا ملازم بن گیا تھا۔ وہ جو چاہتا تھا مجھ سے کروالیا کرتا تھا۔ اس لئے میں اس کے کہنے کے مطابق اس طرف گھوم گیا جدھر اس نے کہا تھا۔

اب میں بستروں کے اس ڈھیر کی طرف منہ کرکے کھڑا تھا۔ بستر میں کوئی لیٹا ہوا تھا اور حیرت تھی کہ اتنی روشنی کے باوجود میں نے وہ سب کچھ دیکھ لیا یا کاش کہ نہ دیکھا ہوتا!! میں یہ فیصلہ نہ کرسکا کہ وہ عورت تھی کہ مرد اگر میں یہ کہوں کہ ابتدا میں وہ مجھے کوئی غیر ارضی مخلوق معلوم ہوئی کوئی بھٹکی ہوئی روح لیکن رفتہ رفتہ مجھے یقین ہوگیا کہ وہ کوئی روح نہیں بلکہ انسان اور عورت نہیں مرد ہے۔ میرے خیال میں کوئی صنف نازک ایسی بھیانک ہو ہی نہیں سکتی۔

وہ بستر پر لیٹا ہوا تھا اور ایک کمبل اس طرح اوڑھے ہوئے تھا کہ اس کا صرف چہرہ نظر آرہا تھا یوں کہیے کہ بستر اور کمبل کے درمیان سے اس کا چہرہ باہر نکلا ہوا تھا کہ اس کا صرف چہرہ نظر آرہا تھا۔ بقیہ جسم ٹھوڑی سے لے کر پیروں کی انگلیوں کی پوروں تک بستر میں دفن تھا۔ اس کا ایک اتھ سر کے نیچے تھا اور وہ کروٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ وہ بے حس و حرکت مجھے گھور رہا تھا۔ جیسے میری روح میں جھانک رہا ہو میرا خیال تھا وہ واقعی میری روح میں جھانک رہا تھا۔

ں کے چہرے اور آنکھوں سے میں اس کی عمر کا اندازہ نہ کرسکا اور شاید کوئی نہیں کرسکتا اگر وہ یہ کہتا کہ وہ صدیوں سے جی رہا ہے تو اس کے چہرے کو دیکھ کر ہر کوئی اس کی ت کا یقین کر لیتا اس کے چہرے پر گزرے ہوئے سال اپنے انمٹ اثرات چھوڑ گئے تھے اس کے باوجود میں نے محسوس کیا کہ وہ اتنا معمر نہ تھا جتنا کہ نظر آرہا تھا۔

کئی دفعہ تو وہ مجھے اپنا ہم عمر سا بھی لگا کیونکہ اس کی آنکھوں میں حیات کی چمک تھی چونکا دینے والی چمک غالباً وہ کسی موذی مرض میں مبتلا تھا جس نے اس کے چہرے کو بگاڑ کر بھیانک بنا دیا تھا۔ اس کے چہرے اور سر پر ایک بل نہ تھا لیکن بالوں کی کمی کو ان گنت گہری جھریوں نے پوری کردی تھی اور اس کی زردی مائل زعفرانی جلد پر جھریوں کا پیچ در پیچ اور الجھا ہوا جالا سا تنا ہوا تھا۔ اس کی کھوپڑی غیر معمولی طور پر چھوٹی تھی جو انسان کے بجائے کسی بندر کی معلوم ہوتی تھی۔ اس کے مقابلے میں اس کی ناک غیر معمولی طور پر بڑی تھی اور کسی شکاری پرندے کی چونچ معلوم ہوتی تھی۔

دیکھنے والوں کو بے چین و حیرت زدہ کردینے والی ناک کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس بھیانک آدمی کے عین منہ تک چلی گئی تھی ناک کے عین نیچے اس کی مڑی ہوئی نوک سے جڑے اس کے ہونٹ تھے جو باہر کی طرف ابھرے ہوئے تھے۔ اب رہی ٹھوڑی تو وہ تھی ہی نہیں اس کے نہ ہونے سے شکل کی ہیبت ناکی میں اضافہ ہوگیا تھا اور اس کی آنکھیں اسے حد درجے ہیبت ناک بننے کے لئے بہت تھیں یہ اس چہرے کی سب سے زیادہ نمایاں چیز تھیں۔

اس کی آنکھیں ہماری آپ کی آنکھوں کے برخلاف بہت زیادہ پھیلی ہوئی تھیں گویا پیشانی میں گڑھی ہوئی تھیں اس کی آنکھیں حلقوں میں بہت اندر تک دھنسی ہوئی تھیں اور کسی باطنی حرارت کی وجہ سے چمک رہی تھیں۔

اگر میں کہوں کہ سلگ رہی تھیں تو بھی درست ہوگا۔

ان روشن بتیوں کی طرح جو رات میناروں پر سلگا دی جاتی ہیں۔ میں ان آنکھوں کے اثر کو دور نہ کرسکتا تھا۔ میں اس بھیانک آدمی کی نظر سے اپنے آپ کو دور نہ کرسکتا تھا اس کی جلتی سلگتی ہوئی آنکھیں مجھ پر اثر انداز نہیں تھیں۔ میں ان کے زیر اثر تھا اور میں زیادہ سے زیادہ بے بس ہوتا جارہا تھا۔ اس رات مجھے پہلی دفعہ احساس ہوا کہ آنکھوں میں کتنی

چمک اور نظر میں کیسا مفلوج کن اثر ہوتا ہے۔ان آنکھوں نے مجھے جکڑ لیا تھا بے بس کر دیا تھا اور مسحور کر دیا تھا مجھے احساس ہوا کہ وہ آنکھیں جو چاہیں مجھ سے کروا سکتی ہیں۔

وہ آنکھیں مجھ پر گڑی رہیں۔اس عرصہ میں پلک تک جھپکی نہیں تھی میں کہتا ہوں کہ وہ اسی طرح پلک جھپکے بغیر کئی گھنٹوں تک مجھے گھور سکتا تھا۔میری زبان تو گنگ ہوگئی تھی چنانچہ اس بھیانک آدمی نے خاموشی توڑی۔

''کھڑکی بند کر دو۔''اس نے پہلا حکم جاری کیا۔

میں نے اس کے حکم کی تعمیل کر دی۔

''اب گھوم جاؤ میری طرف۔''حکم ہوا۔

میں بڑی فرمانبرداری سے اس کی طرف گھوم گیا۔

''کیا نام ہے تمہارا؟''پوچھا گیا۔

پھر میری زبان کا تالا کھلا اور میں بولا۔''میرا نام گوپال شرما ہے۔''

''کیا کرتے ہو؟''سوال ہوا۔

''میں فلم ڈائریکٹر ہوں......بمبئی میں فلمیں بناتا ہوں۔''میں نے جواب دیا۔حیرت کی بات تھی کہ میری قوت ارادی سے جو الفاظ میرے منہ سے نکل رہے تھے یہ میں نہ تھا جو بول رہا تھا اس کے سوال کا جواب دے رہا تھا وہ پراسرار شخص مجھے بلوا رہا تھا۔چنانچہ میں اپنی مرضی سے نہیں بول رہا تھا۔وہ مجھے بلواتا اور اپنے سوال کا جواب لے رہا تھا۔وہ جو چاہتا تھا مجھ سے کہلواتا تھا اور میں وہی کہہ رہا تھا میں انسان نہ تھا میری انسانیت اس پراسرار آدمی میں مدغم ہوگئی تھی۔

میں اس کا فرمانبردار تھا اس کا بندہ تھا پوری طرح اس کے اختیار میں تھا میری ساری قوتوں کی باگ اس کے ہاتھ میں تھی۔

آواز آئی۔''تم فلم ڈائریکٹر ہو تم نے آج تک کوئی ایسی فلم بنائی ہے جس میں تم بذات خود کسی کے غلام ہو اور اس مالک کے حکم کے خلاف کچھ نہ کرسکو۔''

''نہیں میں نے ایسی فلم نہیں بنائی اور نہ میں ہیرو ہوں۔''میں نے کہا۔

''تم ڈائریکٹر کم اور چور زیادہ ہو بولو کہ میں نے درست کہا۔''

''یہ درست ہے کہ میں چور ہوں مگر میری چوری میری ضرورت تھی میں موت کے قریب تھا۔میں نے کہا۔

''چوری تو چوری ہے تم تسلیم کرو۔''حکم ہوا۔

''ہاں میں نے تسلیم کیا۔''میں نے جواب دیا۔

''تو پھر تم میرے غلام ہوئے مجھے سزا دینے کا اختیار حاصل ہے۔''وہ بولا۔

میرے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔میں خاموش رہا تو وہ پھر بولا۔''اب تجھے وہ کرنا ہے جو میں کہوں گا تو سن رہا ہے گوپال شرما۔''وہ بولا۔

''ہاں سن رہا ہوں۔''میں نے جواب دیا۔

''اس مکان کے کسی کمرے میں ایک چیز رکھی ہے میری بات غور سے سن میں اس کے قریب نہیں جاسکتا تو اس چیز کو میرے پاس لے آ اور میری نظروں کے سامنے رکھ دے۔میں اپنا کھویا ہوا جسم پالوں گا۔''

میں نے کہا۔''وہ کیا چیز ہے اور تیرا جسم کہاں کھو گیا ہے اور اب نظر آرہا ہے وہ کیا ہے؟''

''تو نے دو سوال کئے ہیں پہلے کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک مورتی ہے،دوسرا جواب یہ ہے کہ مجھے بد دعا ملی ہے۔دیوی کی اس نے میرا جسم مجھ سے چھین لیا ہے میرا جسم وہی واپس کرسکتی ہے۔میں اس کو مناؤں گا۔''

''میں نے ہمت کر کے کہا۔''میں تیرا کام اس وقت کروں گا جب تو وعدہ کرے گا کہ مجھے آزاد کر دے گا تو نے میرا بدن اور دماغ مفلوج کر دیا ہے اس طرح میں کوئی کام کرنے کے قابل کہاں ہوں۔''

وہ بولا''فلم ڈائریکٹر گوپال شرما یہ کسی فلم کی پچویشن نہیں ہے کہ تو اپنی مرضی سے تبدیل کر لے گا اور تو کسی فلم کے سیٹ پر ہے تو اس مقام پر ہے جہاں دنیا والوں کی نظریں کبھی نہیں آئیں گی یہ مقام اور میرا جسم جو نظر آتا ہے سب تیری نظر کا دھوکا ہے ایک فریب ہے تو اس فریب میں زندگی بھر بھٹکتا رہے گا اور آخر میرا کام کرنے پر راضی

ہو جائے گا۔ تیرے سوا یہاں پر کون ہے؟ تجھے ہی کرنا ہے یہ سارا کارخانہ جو نظر آتا ہے وہ بھی میری وجہ سے ہے۔ مجھے دیوی کو منانا ہے پھر میں تیرے بارے میں فیصلہ کروں گا کہ تجھے راجہ اندر بناؤں کہ راجہ بھوج۔“

اتنی دیر باتیں کر کے میری ہمت بڑھ گئی تھی اور میرے دماغ پر اس کی گرفت ڈھیلی تھی میں نے کہا۔ ”تو بے بدن ہے میں ایک تندرست جسم رکھتا ہوں تو کب تک مجھے باندھے گا اور اگر باندھے گا تو تیرا کام بھی نہیں ہوگا زیادہ سے زیدہ تو مجھے ذہنی طور پر مفلوج کر کے رکھ دے گا مگر پھر بھی تو وہ حاصل نہ کر سکے گا جو تیرے لئے ضروری ہے تجھے میری بات ماننا ہوگی یہ میری ضرورت بھی ہے اور تیری بھی۔“

اس نے بڑے غور سے میری بات سنی اور پھر بولا۔

”تیری بات کسی حد تک درست ہے تجھے صرف اتنی آزادی مل سکتی ہے کہ تو اس مقام تک رہے گا اپنے کھانے پینے کا انتظام کرے گا اس کے آگے تیری موت ہے۔“

میں نے اتنی آزادی کو بھی غنیمت جانا اور ہاں کردی۔ شاید یہ میری جلد بازی تھی۔

”شاباش تو آدمی موقعہ شناس ہے خود کو ہر پچویشن میں ڈھالنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔“ وہ بولا۔

”کچھ سوالات اب بھی میرے لئے پریشان کن ہیں۔ پوچھوں۔“ میں نے کہا۔

”انسان کے لئے زیادہ کرید اکثر نقصان کے باعث ہو جاتی ہے۔“ وہ بولا۔

”زیادہ نہیں دو تین باتیں ہیں۔“ میں نے کہا۔

”تو آدمی ضدی ہے میں اتنی ضد پسند نہیں کرتا مگر تو پوچھ۔“ وہ بولا۔

”پہلا سوال یہ ہے کہ یہ دیوی کون ہے اور تو کون ہے؟“

کچھ دیر خاموشی رہی اور پھر وہ بولا۔ ”تیرے سوال کا جواب بہت مشکل ہے میں اس کا جواب دینے سے قاصر ہوں۔“

میں نے ہمت کر کے کہا۔ ”تو پھر سن لے میں مر جاؤں گا مگر دیوی کے اس بت کو تیرے قریب نہیں لاؤں گا تو اسی طرح بے بدن پڑا رہے گا اور سزا بھگتتا رہے گا میں بھی اذیت میں اور تو بھی اذیت میں۔“

”تو ایسا نہیں کرے گا۔“ وہ تیز آواز میں بولا۔

”میں ایسا ہی کروں گا۔“ میں نے کہا۔

”تو سن تو دیوی رینی سس کے بارے میں پوچھ رہا ہے اس دیوی کے بارے میں جس کی پوجا بھی اندھیرے میں ہوتی تھی اس کی مذہبی رسومات اور وہ ماحول جن کی پابندی مہنتوں کو کرنا لازمی تھی وہ کیا تھے اس کے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا دیوی دیوتاؤں کی خاص قربان گاہ ہیکل کے آخری اور اندھیرے کمرے میں ہوتی تھی۔ یہاں دیوی دیوتاؤں کے خاص مہنتوں کے علاوہ کسی اور کو جانے کی اجازت نہ تھی وہاں وہ کیا کرتے تھے دیوی دیوتا کے حضور کیا پیش کرتے تھے اور وہاں کون سی مذہبی رسومات ادا کی جاتی تھیں یہ کسی کو معلوم نہیں کیونکہ وہ رسومات وغیرہ کی تفصیل مندر کی دیواروں پر کندہ نہیں کی گئی تھی کیونکہ اس زمانے میں بھی یہ ایک راز ہی تھا اور اب تک راز ہی ہے جس طرح فراعنہ نے اپنی فتوحات اور کارناموں کی تفصیل اہرام اور مندروں کی دیواروں پر کندہ کردی تھی۔ اسی طرح دیگر مہنتوں نے مذہبی رسومات اور اپنے عقائد اور ان کی تفصیل بھی ہیکلوں کی دیواروں پر کندہ کردی ہوتی تو میں تمہارے سوال کا جواب دے سکتا تھا۔

مطلب یہ کہ دیوی رینی سس کے خاص مہنت بہت سی رسومات خفیہ طور پر ادا کرتے تھے اور اپنے بہت سے عقائد کو اپنے تک رکھتے تھے اس کے باوجود حیرت انگیز باتیں صرف روایت نہیں ہیں ان حیرت انگیز باتوں میں ایک بات یہ کہ دیوی رینی سس کے مہنت مافوق الفطرت قوموں کے مالک ہوتے تھے اس زمانے میں جادو کا بہت زور تھا۔ فرعون کے دربار میں ایک سے بڑھ کر ایک جادوگر، ہوا کرتا تھا ان کے علاوہ نہ صرف مہنت بلکہ کوئی بھی مافوق الفطرت قوتوں کا ملک ہوسکتا تھا اس کی قوت کے حساب سے اس کو رتبہ ملا کرتا تھا۔ موسیٰ کے مقابلے کے لئے فرعون

کے دربار میں جو جادوگر جمع ہوئے تھے وہ بھی ظاہر ہے کہ مافوق الفطرت قوتوں کے تو مالک ہی تھے۔"

میں نے کہا۔"اس دیوی کی پوجا اس زمانے میں خفیہ ہوتی تھی تو ظاہر ہے اس کے ماننے والے بھی زیادہ نہیں ہوں گے اس کے باوجود ہزاروں سال گزر جانے کے بعد تو اس کا ماننے والا کوئی نہ ہوگا۔"

"تم نے یہ بات درست کہی ہے دیوی رینی سس کی پرستش صدیوں سے ختم ہو چکی ہے اور صدیوں سے اس کا ایک بھی باقاعدہ پجاری نہیں ہے مگر یہ کہنا کہ اس کی پوجا کسی زمانے میں بھی بند ہوئی درست نہیں ہے، دیوی رینی سس کی پوجا ہر زمانے میں ہوتی رہی ہے اس کے ماننے والوں کے پاس حیرت انگیز قوتیں رہی ہیں اور آج بھی یہ قوتیں ان کے پاس ہیں۔"

گوپال شرما نے اپنی بات ختم کی تو رولوکا نے کہا۔

"میں نے ایک قدیم مصری دیوتا کا نام سنا ہے اس کے اثرات دنیا کے دوسرے ملکوں میں واضح نہیں ہیں اور کوئی اس کے نام سے واقف نہیں ہے مگر اندرونی افریقہ میں ایک دیوی کی پوجا عام ہوتی ہے مگر اس کا نام رینی سس نہیں ہے میرا خیال ہے اس کا نام ایلا مانس ہے۔ یہ دیوی ایلا مانس افریقہ کے ان علاقوں میں پوجی جاتی ہے جہاں پر ابھی تہذیب اور علم کی روشنی دور دور نہیں ہے اور اکثر قبیلوں میں آدم خوری ہوتی ہے وہ لوگ اپنے مردوں کو اور خاص طور سے بڑی عمر کے مردوں کو تبرک سمجھ کر کھاتے ہیں اور ان کی ہڈیاں اپنے جسموں پر سجاتے ہیں۔" رولوکا نے کہا۔

"تو اس سے ظاہر ہوا کہ ہزاروں سال سے دیوی رینی سس کی پوجا ہو رہی ہے میں جان چکا تھا میرا دشمن میرے بغیر خود سے اس مورتی تک نہیں جا سکتا تھا اگر میں نے وہ مورتی اس کے سامنے کر دی تو پتہ نہیں وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اس لئے میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ میں مورتی ہرگز اس کے قریب نہیں کروں گا مگر مورتی لانے سے انکار بھی نہیں کروں گا وہ مجھے ذہنی طور پر ضرور ہلکان کرے گا مگر مارے گا نہیں مجھ سے اس کی ایک امید بندھی ہے۔" رولوکا گوپال کی بات کاٹ کر بولا۔"تم نے اس کو خوب سمجھ لیا تھا۔"

گوپال نے کہا۔"میری زندگی اور موت کا معاملہ تھا اس لئے میں نے ہر پہلو پر خوب کیا تھا اور پھر فیصلہ کیا تھا میرا فیصلہ کامیاب ہوا اور میرا ذہن اور جسم آزاد ہو گیا۔ اب میں زیادہ بہتر انداز میں سوچ سکتا تھا۔ اس منحوس گھر کے علاوہ میں ہر جگہ جا سکتا تھا۔ روک ٹوک نہیں تھی مگر میرا احساس مجھے بتا رہا تھا وہ آنکھیں دن ہو یا رات میرے ساتھ چلتی تھیں۔

سارا علاقہ سخت سرد تھا اطراف میں پہاڑیاں اگر وہ واقعی پہاڑیاں تھیں یا میری نظر کا دھوکا تھا سب سفید تھیں نہ کوئی درخت نہ کسی جاندار کا نام و نشان کسی کیڑے مکوڑے کو بھی میں نے نہیں دیکھا۔ یہ تو میں بھی سمجھ چکا تھا کہ یہ جگہ فریب نظر ہے شاید اس کا وجود کہیں نہیں ہے اور یہ بات اس نے بھی بتا دی تھی۔ مجھ پر یہ پابندی تو تھی کہ آخر رہنا اسی مکان میں ہے کیوں کہ یہاں پر دیوی کی مورتی تھی اور اس مورتی کے حصول کی خاطر مجھے رکھا گیا تھا میں اس شیطان کی ضرورت تھا یہ آزادی جتنی بھی دی تھی اپنی مجبوری سے دی تھی میری خوشی کے لئے نہیں دی تھی یہ بات میں سمجھ رہا تھا۔

رات میں اسی کمرے میں تھا اس کا پورا بدن اگر کچھ تھا تو کمبلوں میں دفن تھا اور آنکھیں روشن تھیں اور مجھ پر گڑی ہوئی تھیں اس نے نہایت ملائم آواز میں کہا۔" آج مجھے دیوی سے ملوا دے ہزاروں سال سے اس کے دیدار کو ترس رہا ہوں۔"

میں اس کی عیاری سے بھرپور آواز کو سمجھ رہا تھا۔ سختی سے کام نہ بنا تو اس نے پینترا بدلا تھا۔

میں نے کہا۔" کر دوں گا تیرا کام تو کیوں پریشان ہے؟ ہزاروں سال سے بے چین نہ تھا اب تجھ سے ذرا صبر نہیں ہو رہا میری تسلی ہو جائے تو تیرا کام ہوگا۔"

"میں تیرے ہر سوال کا جواب دے رہا ہوں۔" وہ بولا۔

میں نے پوچھا۔" رینی سس دیوی اس زمانے میں پوجی جاتی ہے۔"

وہ بولا۔ ”اس دیوی کی پوجا کسی زمانے میں بند نہیں ہوئی مگر ظاہری طور پر اس کے پجاری نظر نہیں آتے یہ پوجا شروع سے خفیہ ہوتی آئی ہے اور آج بھی خفیہ ہی ہے۔ افریقہ ایک تاریک براعظم ہے جس کے اکثر خطوں کا اب تک کھوج نہیں لگایا گیا۔ افریقہ کے کئی تاریک علاقوں میں دیوی رینی سس کے عقیدت مند موجود ہیں وہاں پر یہ دیوی اسی طرح پوجی جاتی ہے جس طرح کئی ہزار سال پہلے مصر میں پوجی جاتی تھی۔“

میں نے پھر سوال کیا۔ ”میری سمجھ میں اب تک یہ نہیں آیا اس دیوی کے پجاری یا عقیدت منداس سے کس بنا پر عقیدت رکھتے تھے اس سے کیا حاصل ان کو ہوتا تھا۔“

وہ میرا سوال سن کر بولا۔ ”تو بڑا بے وقوف ہے آج اور ہر زمانے میں طاقت کا حصول انسان کی خواہش رہا ہے یہ دیوی مافوق الفطرت کا سرچشمہ مانی جاتی ہے اس کے پجاری بہت بڑی طاقت کے مالک ہوتے ہیں وہ اپنی زندگی صدیوں قائم رکھنے پر عبور حاصل کر لیتے ہیں وہ جو چاہتے ہیں ان کو ملتا ہے۔“

میں نے کہا۔ ”پھر اس دنیا پر صرف اس دیوی کے پجاریوں کی عمل داری قائم ہونا چاہئے تھی مگر ایسا تو نظر نہیں آتا۔“

وہ مایوسی سے بولا۔ ”یہ بھی حقیقت ہے مگر پھر بھی یہ دیوی طاقت کا سرچشمہ مانی جاتی ہے اس کی طاقت کا اندازہ تم خود لگا سکتے ہو میں بے بدن ہوں میری آنکھیں آزاد ہیں مگر میں دیوی کے اس پتلے کو نہیں دیکھ سکتا ہاں اگر میری مدد کوئی انسان کر دے اور اس کو میرے قریب لے آئے تو میں دیکھ سکتا ہوں اور دیوی کی منت کر سکتا ہوں خطاؤں کی معافی مانگ سکتا ہوں۔“

میں نے کہا۔ ”تم اس کے بعد کیا کرو گے؟“

”ابھی میں اس کے بارے میں کچھ بتلا نہیں سکتا۔“ وہ بولا۔

اسی لئے میں فوری طور پر تمہاری مدد نہیں کروں گا مجھے اندازہ تو ہو کہ تم کیا کرو گے؟“ میں نے کہا۔

وہ بولا۔ ”دیوی کے راز ہیں میں آشکار نہیں کر سکتا۔“

میں نے کہا۔ ”اس زمانے میں بھی تم دیوی کے رازوں کی بات کرتے ہو یہ ہزاروں سال بعد کا زمانہ ہے اب کسی راز کا راز رہنا ناممکن ہے۔“

وہ بولا۔ ”ایسا نہیں ہے دیوی کی شکتی اور اس کا جادو آج بھی زندہ ہے نہ صرف افریقہ میں بلکہ ہر جگہ تم کو یہ تو ماننا ہوگا کہ میں کب سے زندہ ہوں یا صرف یہ سمجھ کر زندہ رکھا گیا ہوں کیا یہ کسی شکتی کے بغیر ممکن ہے تم لاکھ ترقی کر لو مگر مافوق الفطرت اور جادوئی چیزوں کو جھٹلا تو نہیں سکتے۔“

میرے پاس اس کی بات کا جواب نہ تھا اس لئے کہ جادو تو آج بھی تھا۔

رولوکا نے کہا۔ ”تم نے درست کہا۔ جادو آج بھی ہے اور اس کے کرنے والے بھی ہیں۔ مگر زمانہ بدل گیا ہے حالات بدل گئے ہیں اس لئے اس کے ماننے والے کم نظر آتے ہیں یہ دیوی اصل میں ایک شیطانی شکل ہے ہر زمانے میں شیطان تو رہا ہے اس کی طاقت بھی ہر زمانے میں دنیا میں موجود رہی ہے مگر اس طاقت کے سر پر رب کائنات کی عظیم طاقت بھی سوار رہی ہے اس قسم کی دیوی اور دیوتا دنیا کو غلط راہ پر ڈالنے کا کام کر رہے ہیں مگر ان کو کامیابی نہیں ملی تم خود اندازہ کرو کہ یہ دیوی ہزاروں سال سے انسانوں کو بھٹکا رہی ہے اپنا جادو ان کو دے رہی ہے مگر کچھ نہیں ہوتا۔“

گوپال بولا۔ ”آپ نے درست کہا۔ مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آپ اس جگہ کس طرح آئے جبکہ وہ جگہ سحر زدہ تھی اور اس کی حدود میں کوئی جاندار نہیں آ سکتا تھا دوسری بات یہ کہ وہ ایسا مقام تھا کہ یہاں پر انسان کا گزر تھا ہی نہیں اور وہ کسی انسان کو نظر بھی نہیں آتی تھی یہ باتیں مجھے اس شیطان نے بتائی تھیں۔“

”گوپال شرما میں اتفاق سے اس صحرا میں نہیں پہنچ گیا تھا میں پروگرام بنا کر گیا تھا۔ بیکانیر کے جنوب میں ایک بہت چھوٹا سا گاؤں ہے یہاں کے باشندوں کی زندگی بہت سخت ہے یہ لوگ گرمیوں میں نقل مکانی کر کے بیکانیر

آ جاتے ہیں اسی گاؤں کے ایک آدمی سے میری ملاقات ہوگئی تھی اس نے بتایا کہ ہمارے گاؤں سے ذرا دور دو پہاڑوں کے درمیان ایک جگہ ہے یہ پہاڑ پتھر کی طرح اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں یہ حیرت کی بات ہے ریگستان میں ریت کے پہاڑ ہوائیں بناتی ہیں اور پھر ان کو دوسری جگہ بھی ہوائیں پہنچا دیتی ہیں یہ سلسلہ جاری رہتا ہے وہاں کے رہنے والے یہ بات خوب جانتے ہیں مگر یہ پہلی بار ہوا کہ کئی سالوں سے یہ پہاڑ پتھر بن گئے ہیں۔ ان پہاڑوں کے قریب ایک دو آبادیاں جو تھیں وہ بھی ویران ہوگئی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے جانور ہر روز غائب ہوجاتے تھے اور ان پہاڑوں کے نزدیک جانے پر سخت خوف لگتا تھا عجیب سی ویرانی اور خوفناک آوازیں آتی تھیں نظر تو وہ پہاڑ ہی آتے تھے مگر ایسا لگا تھا کہ کچھ اور بھی ہے جو نظر نہیں آتا۔ یہاں پر پانی کی بھی سخت تکلیف تھی میلوں پانی کا نام و نشان مٹ گیا تھا۔ سب قریب کے لوگ چلے گئے۔ اس آدمی نے اس طرح بتایا کہ میں اس طرف جانے پر مجبور ہوا۔“ رولوکا نے بتایا۔

”یہاں تک درست ہے مگر آپ اس سحر زدہ جگہ پر اندر کس طرح آئے۔“ گوپال بولا۔

رولوکا نے جواب دیا۔ ”گوپال سحر کا جواب سحر ہے میں نے دور سے ہی سمجھ لیا تھا کہ یہاں پر بڑا زبردست قسم کا سحر پھونکا گیا ہے اور اس ریگستان کو اس کی خاصیت سے ہٹا دیا گیا ہے اس کی حد بندی کر دی ہے اس کے اندر تو اندر اطراف میں بھی انسان اور جانور نہیں جا سکتے۔“

میں نے دور رہ کر اس پر غور کیا اور واپس آ گیا۔ اس لئے کہ اس دائرے کا توڑنا آسان نہ تھا مگر میں بے فکر ہو کر بیٹھا نہیں رہا۔“

حکیم وقار نے سوال کیا۔ ”اور پھر اچانک ایک مہینے کے لئے چلے گئے تھے۔“

رولوکا بولا۔ ”آپ نے درست کہا میرا جانا ضروری تھا جس دائرے میں یہ بستی بنائی گئی تھی وہ علم صرف ایک جگہ تھا اور وہ جگہ افریقہ میں تھی کسی کام میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ضروری ہے آدمی خود اپنے اوپر نظر کرے اپنی صلاحیت اور طاقت کا اندازہ کرے اگر میں بے سوچے اس دائرے کے اندر جانے کی کوشش کرتا تو کامیاب نہیں ہو سکتا تھا اس لئے میں نے پہلے اس دائرے کی اصلیت کا اندازہ کیا اور میں افریقہ چلا گیا۔

افریقہ میں ایک نہایت ہی گھنا اور خطرناک جنگل ہے یہ کالاہاری کا علاقہ ہے مگر کالاہاری میں بھی اس علاقے کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں یہاں کے قدیم باشندے اس مقام کا نام سن کر کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں وہ علاقہ جہاں مجھے جانا تھا وہ کالاہاری کے اندرونی علاقے میں تھا یہاں پر تہذیب و تمدن کی ذرا بھی روشنی نہیں گئی تھی اگر کوئی سیاح بھول کے پہنچ گیا تو اس کو وہاں کے وحشی لوگ کچا ہی کھا گئے اس طرف کوئی افریقی بھی نہیں جاتا۔ یہ اصل میں تاریک دنیا ہے انسان اور جانور میں ذرا فرق نہیں ہے وہاں پر دیوی دیوتاؤں کی خوب پوجا ہوتی ہے۔

اور یہ دیوی رینی سس یہاں پر ہی پوجی جاتی ہے اس کے جادو کا یہاں پر بہت زور ہے کئی میل دور آتے انسان کے بارے میں یہاں کے لوگ پہلے سے جان جاتے ہیں۔

میں ان کے بارے میں جانتا ہوں مگر ساتھ ان کی کمزوریاں بھی میری نظر میں ہیں۔ مجھے اس طرف سفر کرنے سے کئی قبیلوں نے منع کیا مگر میرا مقصد تو ادھر ہی حاصل ہونا تھا میں ان کے جادو اور اس کا توڑ جانتا تھا مگر میرے بہت سے ہتھیاروں کے بارے میں وہاں کے کسی جادوگر کو علم نہ تھا وہ اس کا توڑ نہیں کر سکتے اس لئے مجھے ان پر برتری حاصل تھی میرے بارے میں ان کو ان کے علم نے بتا دیا تھا کہ میں آ رہا ہوں مگر کس سمت اور کس طرح آ رہا ہوں اس کا اندازہ ان کو ذرا نہ تھا۔ وجہ یہ تھی کہ میں نے خود کو پوری طرح روپوش کیا ہوا تھا روپوشی کا علم وہ جانتے ہیں مگر روپوشی کو دیکھنے کے علم سے ناواقف ہیں اور ان کی روپوشی ایک محدود وعدے کے مطابق ہوتی ہے اور وہ وعدہ صرف ایک دن کا ہو سکتا ہے اس کے بعد ان کی روپوشی ختم ہو جاتی ہے میرے علاقے کے علم اور وسعت ان میں نہیں ہے مگر اس

کے برعکس ان میں بربریت اور سفاکی بہت ہے گوشت کھانے کے شوقین ہیں یہاں تک کہ اگر ان کو دو تین دن گوشت نہ ملے تو وہ اپنے بچوں کو بھی ہڑپ کر جاتے ہیں اور اس کو وہ برا خیال نہیں کرتے شاید اسی لئے ان کی آبادی ایک محدود دائرے میں ہے اسی قسم کا کوئی ایک قبیلہ نہیں ہے کئی ہیں اور ان سب میں دیوی رینی سس کی پوجا ہوتی ہے مگر حیرت اس بات پر ہے کہ ہر قبیلے کے رسم و رواج الگ الگ ہیں صرف ایک بات ان میں مشترک ہے وہ ظلم اور سفاکی ان کے نزدیک کوئی رشتہ نہیں ہے عورت صرف عورت ہے نہ کوئی ماں ہے نہ بیٹی رشتوں کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے ان کو ان کے وچ ڈاکٹروں نے کچھ نہیں بتایا وہ بتائیں گے کیا جبکہ انہوں نے خود کسی بیرونی آدمی کی شکل نہیں دیکھی۔

میرے بارے میں ان کے وچ ڈاکٹروں نے پیشن گوئی کردی تھی اور سمت وغیرہ کے بارے میں صرف اندازے تھے وہ سمت کا بھی پتہ چلا لیتے اور وہاں پر میرے لئے کچھ مشکلات کھڑی کرتے اس لئے میں نے اپنے اطراف میں ایسا بندوبست کرلیا تھا کہ ان جادوگروں کے تیر بے بس تھے۔

دیوی کے ان چیلوں کی یہ بہت بڑی کمزوری تھی کہ وہ مقابلوں سے ڈرتے تھے اور دشمن کو دھوکے سے ختم کرکے خوش ہوتے ان کے یہ ہتھیار عام انسانوں پر تو کامیاب تھے اسی لئے وہ اس کے عادی ہوگئے افریقہ کے بہت سے علاقوں میں جادو کا زور ہے مگر ریاکاری اور مکر فریب میں یہ فیصلہ بہت آگے ہے شاید ان کی دیوی نے ان کو یہی تعلیم کیا ہے۔

یوں تو یہاں پر قدم قدم پر موت ہے جس علاقے میں سورج کی روشنی کا گزر ہو گھنے جنگلات اور دلدل قدم قدم پر ہوں ہر درخت پر حشرات الارض موت کی صورت میں موجود ہوں اس علاقے میں انسان کس طرح سفر کرسکتا ہے اور پھر اسی علاقے میں انسانوں کی آبادی ہو تو اندازہ لگائیں وہ خود کتنے خطرناک ہوں گے۔ میں ان ہی خطرناک رستوں سے گزر رہا تھا مگر میرا گزرنا ایسا ہی تھا کہ جیسے ہوا کا گزرنا میرے اطراف ایک قسم کا خطرہ نہ تھا میرا ہر قدم موت کی طرف تھا اور پھر میں ایک میدانی علاقے میں پہنچ گیا اس علاقے کو درخت کاٹ کر میدانی بنایا گیا تھا۔ میدان میں ان کے عجیب وضع کے مکانات تھے ان کی عورتیں اور بچے میدان میں نظر آرہے تھے ان کے بدن پر کسی قسم کا لباس نہ تھا۔ عورتوں کے بدن سرخی مائل کالے تھے جسم تنے ہوئے تھے اور نہایت ہی تندرست تھے مگر ان میں جاذبیت زیادہ تھی ان کے بدن کسی کو بھی اپنی طرف مائل کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے ان کو اپنی برہنگی کا ذرا بھی احساس نہ تھا۔

میں ان کو دیکھ رہا تھا مگر وہ میری موجودگی سے لاعلم تھیں ابھی تک کوئی مرد نظر نہیں آیا تھا۔ زیادہ بڑی بستی نہ تھی زیادہ سے زیادہ پچاس مکانات تھے میں نے ان کو مکان کہہ دیا ہے حالانکہ ان میں مکانیت نام کی کوئی چیز نہ تھی وہ زمین دوز جھونپڑے تھے جن کی اونچائی زیادہ نہ تھی مگر گہرائی تھی میں ہر گھر کے سامنے رکا عورتیں اپنے اپنے کاموں میں لگی تھیں ان کے خاص کاموں میں بچوں کی دیکھ بھال تھی ان کے چہروں پر مختلف رنگوں کی لکیریں تھیں جسم کے اور بھی بہت حصوں پر سجاوٹ کو رنگ لگایا گیا تھا ان کے جسموں پر کپڑے نہیں تھے مگر انہوں نے رنگوں کی مدد سے خود کو سنوارنے کی کوشش ضرور کی تھی۔ حیرت کی بات میرے لئے یہ تھی کہ اس بستی میں میں نے ایک بھی بوڑھی عورت یا مرد نہیں دیکھا اس کی وجہ شاید وہی تھی کہ یہ لوگ بوڑھوں کو کھا جاتے تھے۔

شام ہونے کو تھی اب مردوں کا آنا شروع ہوگیا تھا ان کے مرد بہت لمبے اور جسمانی طور پر نہایت قوی تھے ان کے جسم محنت مشقت نے خوب صورت بنادیے تھے ان کے ہاتھوں میں ان کے شکار تھے۔ وہ اپنے اپنے گھروں کی طرف آرہے تھے بچے ان کو دیکھ کر خوش تھے اور ان کی عورتیں ان کے شکار کئے جانور ان سے لے رہی تھیں اور کھلے عام وہ کچھ ہو رہا تھا جس کا تصور ہی گھناؤنا ہے۔

میں نے ان کو ان کے حال پر چھوڑا اور اس طرف چلا جہاں پر ایک بڑا جھونپڑا تھا اور اس کے ساتھ ہی دو تین بڑے جھونپڑے تھے ان کے دروازوں پر کئی رنگ تھے ایک دروازے پر بہت سے پر اور بڑی بڑی ہڈیوں کی مالائیں بھی لٹک رہی تھیں۔ یہ ہڈیاں پتہ نہیں انسانوں کی تھیں یا کسی جانور کی میرے خیال میں تو یہ انسانوں کی ہی تھیں۔ یہ دروازہ چوڑا تھا اور کسی قسم کے کباڑ اس میں نہ تھے میں نے اندر جانے سے پہلے ان ہڈیوں کی مالاؤں کو اتار کر زمین پر ڈال دیا اور ان پر پیر رکھ کر دروازے کے اندر چلا گیا۔ ابھی حالانکہ رات نہیں تھی مگر اندر باہر کی نسبت اندھیرا تھا مگر مجھے سب نظر آ رہا تھا اندر زمین پر ایک بہت لمبا چوڑا مرد زمین پر لیٹا تھا اس کے چہرے پر کئی رنگ تھے اور اس کے چاروں طرف اس کے کئی بیر پہرہ دے رہے تھے میں نے اشارہ کیا اور ان بیروں کو میرے کارندے نے باہر نکال دیا اب وہ اکیلا تھا میں نے ایک لات اس کے بھاری بدن پر ماری تو اس کے منہ سے خراٹوں کی مشین رک گئی اور وہ ہڑ بڑا کر اٹھ گیا اور چاروں طرف حیرت سے دیکھنے لگا مگر مجھے دیکھنے سے قاصر رہا تو اس نے گنجے سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر لیٹ گیا۔ اس دفعہ میری لات اس کے سر پر پڑی اور وہ بلبلا کر بیٹھ گیا اور اس نے اپنی زبان میں پوچھا کون ہے؟ ذرا سامنے تو آ۔"

میں نے روپوشی کی حالت برقرار رکھی اور کہا۔
"تیرے علم نے تجھے نہیں بتایا کہ میں تیری موت ہوں۔" وہ زور سے ہنس پڑا اور بولا۔ "میری موت میں دیوی ایلا مانس کا چیلا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "تیرا اور تیری دیوی ایلا مانس کا برا وقت آ گیا ہے۔"

وہ اطمینان سے بولا۔ "تو کون ہے اور اس زمین پر کیوں آیا ہے؟ یہ سرزمین پر دیوی کا راج ہے وہ تجھے نیست و نابود کر سکتی ہے۔"

"مگر کرے گی نہیں اس لئے کہ اس کا بس مجھ پر نہیں چلے گا میں تیری دیوی اور تجھے جانتا ہوں تو اس قبیلے کا سردار بھی ہے اور وچ بھی ہے تو دیوی کا چیلا ہے اور میرے بس میں ہے تیرا کوئی جادو نہیں چلے گا اس لئے کہ تیرے بیر باہر ہیں اور کوئی اندر نہیں آئے گا تیری دیوی اس دروازے سے دور رہے گی مصر کی دیوی افریقہ میں اپنی ریاست قائم کر بیٹھی ہے اور اس کو تم جیسے بے وقوف خوب بھینٹ دے رہے ہیں تم اس کے من پسند کام کر رہے ہو مگر غور سے سن اے افریقہ کے گدھے میرا نام رولوکا ہے اسی سرزمین کا بیٹا ہوں تجھے اور دیوی دونوں کو جانتا ہوں۔"

رولوکا کا نام سن کر اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی اس کے ہاتھوں پیروں میں سنسناہٹ ہونے لگی اور اس کی زبان سے بڑی مشکل سے نکلا۔ "وہ...... رولوکا تم یہاں پر...... تم تو افریقہ سے چلے گئے تھے، پھر کیوں آئے ہو؟"

"اس لئے کہ تم نے دیوی کے اشارے سے انسانوں پر ظلم کرنا شروع کر دیا ہے تم انسانوں کو کھا جاتے ہو تم وہ کام کرتے ہیں جو جانور بھی نہیں کرتے اور وہ شیطانی دیوی تمہاری حوصلہ افزائی کرتی ہے اور تم اور زیادہ زور و شور سے یہ سب کرنے لگتے ہو، تم انسان نہیں بلکہ جانور ہو۔"

"وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "اور نہ کریں تو دیوی ناراض ہو جائے گی اور ہم کو برباد کر دے گی۔"

"تمہارے اس بدنام قبیلے کے علاوہ بھی ہزاروں لوگ ہیں جو یہاں رہتے ہیں۔ ان سب کا دیوی نے کیا کر لیا ہے تم ڈرتے ہو اور اس کا کہا کرتے ہو۔"

ڈرتے تو ہیں تم دیوی ایلانس کو نہیں جانتے وہ کسی کو نہیں بخشتی میں نے تمہارا نام سنا ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ دیوی ایلانس سے تم مقابلہ کر سکو گے کہ نہیں مگر پھر بھی میں تم سے نہیں لڑ سکتا تم اس سرزمین کے بہت بڑے نام ہو۔" سردار بولا۔

"آج اور ابھی تم اعلان کرو کہ دیوی ایلانس کے تم چیلے نہیں رہے اب کوئی کسی انسان کو نہیں کھائے گا کوئی کسی کمزور پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔" رولوکا نے حکم دیا۔

"مگر دیوی تو اس سے سخت ناراض ہو جائے گی اور پورے قبیلے پر اس کا قہر نازل ہو جائے گا۔ میں ایسا نہیں

کروں گا۔" سردار بولا۔

"تو پھر میں خود اعلان کردوں گا تم باہر میرے ساتھ آؤ اور سب مرد عورتوں کو جمع کرو۔" رولوکا نے کہا۔

"ہاں یہ درست ہے میں ایسا کر سکتا ہوں۔" دونوں باہر آئے اور سردار کی پاٹ دار آواز نے سب مردوں اور عورتوں کو جھونپڑے کے سامنے جمع کرلیا۔ رولوکا کے حیرت انگیز اور خطرناک کارندے ان تمام لوگوں کے چاروں طرف پھیل گئے۔

پھر رولوکا کی تیز آواز ان کے کانوں میں پڑی۔

"اے افریقہ کے بدنام ترین لوگو! میری بات سنو سب مرد اور عورتیں آسمان کی طرف دیکھنے لگیں ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آواز کہاں سے آرہی ہے۔ تم اس لئے سب سے برے ہو کہ تم دیوی ایلانس کی پوجا کرتے ہو یہ کوئی دیوی نہیں ہے یہ ایک شیطان ہے جس نے تم کو غلط راہ پر ڈال دیا ہے دنیا میں کہیں پر کوئی اپنی اولاد کو نہیں کھاتا کوئی اپنے بزرگوں کو نہیں کھاتا کوئی اپنی لڑکی سے خراب کام نہیں کرتا۔ مگر تم کرتے ہو تم پر ہر کوئی لعنت بھیجتا ہے اور گندے نام سے یاد کرتا ہے آج کے بعد کوئی اس کی پوجا نہیں کرے اس کو خوش کرنے والے گندے کام نہیں کرے گا یہ میرا حکم ہے اور یہ ہی تمہارے سردار کا حکم ہے۔"

سردار نے اقرار کیا کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ ہی درست ہے ہم نے اب تک جو کیا وہ غلط تھا۔ اب تم جاؤ اور سب لوگ واپس چلے گئے ان کے جاتے ہی سرد ہوائیں آنے لگیں اتنی سرد کہ بدن کانپنے لگے۔ مگر چند منٹ کے بعد یہ ہوائیں بند ہوگئیں اور ایک زوردار تڑاخہ آسمان پر ہوا اور کالے بادل آگئے رولوکا نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا۔

"یہ سب شعبدے بازی بند کر ان سے کچھ نہیں ہوگا۔ میں جانتا ہوں تو کون ہے؟ صرف شیطان کو اتنی عمر ملی ہے اور تو دیوی کے بھیس میں شیطان ہے تجھے مصریوں نے بھگا دیا تو ہندوستان چلا گیا وہاں پر تیری نہیں چلی تو افریقہ آگیا مگر یاد رکھ یہاں پر بھی تیرا ٹھکانا نہیں ہے تجھے جانا ہوگا۔"

آسمان پر بجلیاں چمکنے لگیں اور بہت زور زور کے دھماکے ہونے لگے۔ مگر پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہ آیا بہت دیر یہ کیفیت رہی زمین پر لرزش ہوئی کئی جگہ سے شگاف پیدا ہوئے مگر رولوکا اپنی جگہ کھڑا رہا شیطانی حربے اس کو ہلا نہ سکے اور پھر آسمان پر پٹاخے پھوٹنے لگے اور رولوکا کے کارندے اپنا کام کرنے لگے اور کچھ دیر میں سناٹا چھا گیا۔

رولوکا نے اعلان کیا۔ "اے سردار تو نے دیکھ لیا کہ دیوی ایلانس کتنی طاقت رکھتی ہے۔ وہ بھاگ گئی ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں گئی ہے اب ادھر نہیں آئے گی اگر آئے تو بھی تم اس کے غلام نہ بن جانا وہی کرنا جو میں نے کہا ہے میں زیادہ نہیں رک سکتا کیونکہ مجھے اس شیطان کے پیچھے جانا ہے۔"

اور میں تیزی سے پلٹ کر بیکانیر کی طرف روانہ ہوا میری امید کے مطابق دیوی یہاں پر اپنی طلسمی نگری میں موجود تھی میں بھی ڈور ڈال کر بیٹھ گیا اور کانٹے میں چارہ لگا دیا کیونکہ میں جانتا تھا اس کو باہر آنا ہے میں دو مہینے اس کے انتظار میں رہا اور شیطان اسی بت میں اندر رہا جس کو تم نے بھی دیکھا تھا۔ مگر وہ اس کے چیلے کے روبرو نہیں آیا جو کہ دوسرے کمرے میں موجود تھا وہ تم سے درخواست کرتا رہا کہ تم اس پتلے کو اس کے روبرو کرو مگر تم نے اپنی ہوشیاری کی اور اس پتلے کے قریب بھی نہیں گئے۔

اس شیطان کے سارے پر نہیں جھڑے تھے وہ جانتا تھا کہ اس کے باہر آتے ہی اس کا طلسم ٹوٹ جائے گا اور ریگستان پھر ریگستان بن جائے گا اس کے بعد اس کو پھر کوئی نیا ٹھکانہ بنانا ہوگا نئے سرے سے سب کچھ کرنا ہوگا افریقہ میں چوٹ کھائی ہے مصریوں نے دوڑایا ہے اور ہندوستان کے دروازے بھی بند ہوگئے تو پھر کوئی نئی دنیا آباد کرنا ہوگی اور یہ کام اتنا آسان نہ ہوگا۔ وہ میرے جانے کا انتظار کر رہا تھا اور میں اس کے باہر آنے کا دونوں اپنے اپنے داؤ میں تھے۔ اس کو پتہ تھا کہ میں اس کی طلسم نگری میں داخل نہیں ہوں گا اس لئے وہ اطمینان سے اندر تھا یہ نگری انسانوں کی آنکھ سے اوجھل تھی مگر آنکھ والے کو نظر آتی تھی گرم ہوائیں یہاں پر سرد ہو جایا کرتی تھیں۔"

گوپال شرما نے پوچھا۔ ''میری سمجھ میں یہ اب تک نہیں آیا کہ میں بمبئی سے صرف ایک رات میں اس نگری میں اتنی دور کس طرح آ گیا اور قیدی بن گیا۔''

رولوکا بولا۔ ''ہاں یہ سوال تم نے اچھا کیا۔'' شیطان کے چیلے تو ہر جگہ ہیں ہندوستان میں بھی ہیں۔ کوئی ایسا ضرور تمہارے نزدیک ہوگا جو دیوی رینی سس یا ایلا مانسں کو مانتا ہو اس کا رابطہ ضرور ان آنکھوں سے یا دیوی سے ہوگا اس نے تم کو اس نگری میں پہنچا دیا ہے اب ایک کام اور بڑھ گیا اس کالی بھیڑ کو تلاش کرنا ہوگا جو تمہارے نزدیک ضرور تھی۔ مگر اس سے پہلے اس نگری کو ختم کرنا اور دیوی کو گرفتار کرنا یا ہندوستان سے فرار کرانا تھا اس کی موجودگی اس سر زمین پر فتنے پیدا کرے گی۔''

اور ایک سال گزر گیا اور طلسم کی میعاد پوری ہوئی میں یہ بات جانتا تھا اس قسم کے طلسم جس زمین پر قائم ہوتے ہیں ان کو قائم کرنے سے پہلے زمین سے اجازت لینی اور میعاد مقرر کرنا ہوتی ہے زمین بے جان چیز نہیں ہے اس کے بھی کچھ کام رب کائنات نے مقرر کر دیئے ہیں اور وہ ان پر کاربند ہے مگر اس کی میعاد ختم ہوتے ہی بر فیلی ہوائیں ختم ہو گئیں اور نظر آتے مکانات ریت کے ٹیلے بن گئے اور ان میں بے جسم کی آنکھیں پتھرا گئیں اور ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں دیوی کو بھاگنے کی فکر ہو گئی۔ میرے انتظامات پورے تھے۔ شیطان نے مدد حاصل کی اور راہ فرار اختیار کر گیا اس کا ارادہ یورپ کی طرف تھا ہندوستان اور ایشیا میں لوگ اس کے ڈرامے کو سمجھ چکے تھے۔

چند گھنٹوں میں جہاں پر یہ جادو نگری تھی ریت کے میدان تھے اور تم ایک ریت کے ٹیلے پر موجود تھے مگر تمہاری دماغی کیفیت بگڑی ہوئی تھی بے شک تم پاگل نہیں تھے مگر پھر بھی تم کو علاج کی ضرورت تو تھی۔ اب تم اپنے ہوش وحواس میں پوری طرح ہو اب تم مجھے اپنے ساتھ بمبئی لے کر چلو وہاں پر میں دیکھتا ہوں کہ دیوی ایلانسں کا کون پجاری ہے شیطان کی ذریات بھی کم خطرناک نہیں ہوتی ٹڈی دل کو پورا ختم نہ کیا جائے تو ٹڈی کے آنے کا خطرہ کسان کو ہر وقت پریشان رکھتا ہے۔''

گوپال شرما بولا۔ ''آپ نے درست کہا۔ وہاں پر کوئی ایسا ضرور ہے جس نے ان آنکھوں کی مدد کی تھی اس کا کسی طرح بھی ان آنکھوں سے تعلق ضرور تھا ان آنکھوں کا مالک ضرور کوئی بڑی قوت تھا۔ مگر پھر بھی ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ دیوی اس کے روبرو آخر وقت تک نہیں آئی۔ کیوں نہیں آئی؟''

'''' تمہارا سوال اہم ہے اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ دیوی نے ہی اس کو سزا دی ہو دوسری وجہ یہ کہ دیوی کو اس پر بھروسہ نہ رہا ہو یا وہ دیوی کے مقابلے پر آ رہا ہو۔ دیوی کو شیطان نے بڑا رتبہ دے رکھا ہے اس کے اور بھی چیلے ہوں گے صرف ایک دیوی تو نہیں ہے دیوی کے دل میں اس آنکھوں والے سے حسد پیدا ہوا ہو اور وہ دیوی کے پھندے میں پھنس گیا ہو۔ کچھ بھی ہو یہ صرف اندازے ہیں مگر یہ طے ہے کہ دیوی اس کی دوست نہیں تھی اس لئے اس نے آخری وقت تک اس کی مدد نہیں کی۔''

گوپال شرما نے کہا۔ ''تو پھر آپ میرے ساتھ بمبئی کب چلیں گے؟''

پہلے ایک چکر دلی کا لگائیں گے مطب میں بڑے حکیم صاحب سے بہت دن ہوئے ملاقات نہیں ہوئی اس کے بعد بمبئی چلیں گے۔'' اور پھر دونوں اسی دن دلی آ گئے سویرے مطب میں حکیم وقار رولوکا کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بولے اب کے تم نے بہت دن لگائے۔

رولوکا نے مسکرا کر کہا۔ ''حکیم صاحب کام لمبا ہو گیا تھا اور ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا اور آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ اب بھی ہاتھی نکل گیا ہے اور دم ٹونٹی میں اٹک رہی ہے۔''

حکیم وقار بولے۔ ''کیا مطلب ہوا اس کا؟''

'''' بمبئی میں کون ہے جس نے ان صاحب کے ساتھ ظلم کیا تھا ان کو ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا تھا کہ یہ اس میں پھنس گئے تھے مجھے اب ان صاحب کا پتہ چلانا ہے۔ اگر ان کا پتہ نہ چلایا تو وہ پھر کچھ کریں گے۔'' رولوکا کی بات

ختم ہوئی تو گوپال شرما بولا۔

''حکیم صاحب بات یہ ہے کہ وہ جو بھی ہے آستین کا سانپ ہے اور یہ سانپ زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔'' دو دن کے بعد رولوکا اور گوپال شرما بمبئی روانہ ہو گئے۔

بمبئی میں اچانک گوپال شرما کی آمد سے سب حیران ہو گئے اس لئے جس انداز سے گوپال غائب ہوا تھا وہ سب کے لئے حیران کن تھا اور اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ اس کو اغوا کے بعد قتل کر دیا گیا ہے اس کا دفتر بند تھا اسٹوڈیو میں کام ہو رہا تھا اور منیجر ہی مالک بنا ہوا تھا اس کی آمد کے ساتھ ہی ایک بھونچال سا آ گیا اور وہ اسٹوڈیو پہنچے اس کے ساتھ ایک سفید پاجامہ اور کرتہ پہنے ہوئے ایک صاحب تھے نہایت سادہ اور معصوم شکل صورت کے وہ حکیم کامل یعنی رولوکا تھا۔

اسٹوڈیو میں بہت کچھ تبدیل کر دیا گیا پرانے سیٹوں پر نئے بنائے گئے تھے ورکر بھی نئے تھے وہ اصل مالک کو نہیں جانتے تھے لیبوٹری میں بھی نئے لوگ تھے۔ منیجر پرانا تھا اس کے پاس نئی گاڑی تھی وہ بڑے کروفر اور ٹھاٹ سے دفتر میں داخل ہوا اور گوپال شرما کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس کے منہ سے بڑی مشکل سے نکلا۔ ''آپ سر حیرت ہے۔'' گوپال شرما بولا۔ ''حیرت تو تم کو ضرور ہونی چاہئے کہ مردہ زندہ ہو گیا ہے۔''

منیجر بولا۔ ''نہیں سر میں نے ایسا نہیں سوچا تھا میں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے آپ کی غیر موجودگی میں بھی کام بند نہیں کیا اور بکنگ کرتا رہا اور اسٹوڈیو کو ویران نہیں ہونے دیا۔

گوپال بولا۔ ''اور اپنا پیٹ بھرتا رہا اور نئی نئی گاڑیاں اسٹوڈیو کی کمائی سے خریدتا رہا۔''

''سر اور کیا کرتا آپ نہیں تھے کچھ آپ کا بھرم اور اسٹوڈیو کی عزت بھی تو رکھنا تھی۔'' منیجر بولا۔

رولوکا نے غور کیا۔ ''آدمی چرب زبان اور چلتا پرزہ ہے بات کو نبھانا جانتا ہے۔ مگر اس کے اندر اور کچھ نہیں ہے اس نے گوپال کی غیر موجودگی کا فائدہ مالی طور پر ضرور اٹھایا ہے مگر اس کا ہاتھ گوپال کی گمشدگی میں نہیں ہو سکتا۔

گوپال کہہ رہا تھا۔ ''ایک ہفتہ میں آمدن اور خرچ کے گوشوارے میرے سامنے پیش کرو اور نئے آدمی کو میرے سامنے پیش کرو میں تم کو موقع دے رہا ہوں جو کچھ ہوا وہ اب نہیں کرنا ایمانداری سے ہر چیز کے بارے میں رپورٹ کرو اور میرا شہر کا دفتر صاف کرواؤ میرے یہ مہمان ہیں۔'' اس نے رولوکا کی طرف اشارہ کیا۔ ''ان کے لئے کسی اچھے ہوٹل میں کمرہ بک کراؤ میری چیک بک میرے دفتر میں پہنچاؤ تم سرکٹوں کی رپورٹ تیار کرواؤ اور بتاؤ کہ ان سے کتنی رقم آئی کتنی باقی ہے۔ یہ سب کام تم کرو گے چاہو تو اپنی مدد کو کسی کو رکھ لو......''

منیجر نے گردن ہلا کر کہا۔ ''یس سر میں کرتا ہوں۔''

''پہلے کمرے کا بندوبست اور باقی کام بعد میں۔'' گوپال بولا۔

''بہتر سر، ابھی کمرہ بک ہوا جاتا ہے۔'' منیجر بولا۔

''اب کتنی فلموں کی شوٹنگ اسٹوڈیو میں چل رہی ہے۔'' گوپال بولا۔

''تین سیٹ بک ہیں اور تین انتظار میں ہیں یہ تین شفٹ کی بکنگ ہے اس کے بعد دوسری کا نمبر ہو گا۔''

منیجر کے جانے کے بعد رولوکا بولا۔ ''اب تم اپنا کاروبار دیکھو اور میں اپنا کام شروع کرتا ہوں اس منیجر کی بھی نگرانی کی ضرورت تو ہے مگر تم ابھی اس پر اتنی سختی نہ کرنا کہ بھاگ جائے اگر یہ بھاگ گیا تو پھر اس کو بھی تلاش کرنا ہو گا۔''

''حکیم صاحب یہ فلمی دنیا ہے یہاں انسان کے بدلنے میں ذرا دیر نہیں لگتی ہر بندہ مطلب کا بندہ ہے نہ کوئی کسی کا دوست ہے نہ ہمدرد چڑھتے سورج کو سلام کرتے ہیں۔ میں اس پر سختی نہیں کروں گا مگر میں جانتا ہوں کہ اس نے ایمانداری سے حساب کتاب نہیں رکھا ہے۔'' گوپال بولا۔

''وہ سب کھایا پیا اگل دے گا مگر ابھی کچھ نہ کہو۔'' رولوکا بولا۔

رولوکا ایک ایک آدمی کو چیک کر رہا تھا۔ شوٹنگ پر آنے والوں پر بھی نظر تھی۔ مگر یہ سب وہ نہیں تھے جس کی

تلاش تھی۔

منیجر سریندر ناتھ پر رولوکا کی خاص نظر تھی اور اس پر ایک جاسوس رولوکا نے چھوڑا ہوا تھا۔ وہ دن بھر کیا کرتا ہے کہاں کہاں جاتا ہے کس کس سے ملاقات کرتا ہے۔ روزانہ کی رپورٹ اس کے پاس تھی سریندر ناتھ پریشان تھا کیونکہ جو کام اس کو بتائے گئے تھے اس نے پریشان کر دیا تھا۔ وہ کہیں جانا چاہتا تھا مگر کام کی زیادتی نے اس کو باندھ دیا تھا اگر نہ کرتا تو پورا شک اس پر جاتا اس نے بڑی ہنرمندی سے گوشوارے اور پورا حساب کتاب بنایا تھا۔ آمدن اور خرچ کا بیلنس کیا تھا اپنی کمزوریوں کو چھپانے کو اس نے اسٹوڈیو کے بہت اہم لوگوں کو اپنے ساتھ رکھا تھا۔

چھٹی لینے کا موقعہ نہیں تھا اور اس کا پونا جانا ضروری تھا ٹیلیفون پر کئی بار گرو سے بات ہو گئی تھی مگر گرو بمبئی آنے پر راضی نہ تھا رولوکا سمجھ گیا کہ یہ گرو ہی اصل خرابی کی جڑ ہے مگر اس کا بمبئی نہ آنا بھی معنی رکھتا ہے اس نے اپنی ودیا سے اندازہ کر لیا ہو کہ بمبئی اس کے لئے خطرناک جگہ ہے مگر ایسا ہے تو یہ ضرور کوئی گرو ہی ہے نرا دیوی کا پجاری یا عقیدت مند نہیں ہے پھر تو اس کے معیار کے مطابق ہی تیاری کرنا ہوگی اور اگر بمبئی آ گیا تو اسی انداز میں سواگت کرنا ہوگا اور اپنے اوپر غلاف چڑھانا ہوگا کہ وہ اندر کی اصلیت نہ سمجھ سکے۔

مگر گرو نے بمبئی آنے سے صاف انکار کر دیا اب سریندر ناتھ اور پریشان ہوا۔ پونا سے پتہ چلا کہ گرو چلے گئے بری دوبار کا کہہ کر گئے ہیں مگر کیا پتہ وہاں گئے ہیں کہ کہیں اور اب تو سریندر ناتھ بالکل بے چھت کا مکان بن گیا۔ مگر اپنے کام کرتا رہا اگر نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔

رولوکا سمجھ چکا تھا کہ سریندر ناتھ ہی وہ آدمی ہے جس نے گوپال کی محنت کو اپنے نام کرنے کے لئے یہ چکر چلایا تھا مگر وہ بذات خود کچھ نہیں تھا۔

دو ہفتہ کے بعد گوپال شرما کے پاس سارے حسابات آ گئے اور اس کی سمجھ میں فوراً سریندر ناتھ کی چالاکی کا ثبوت آ گیا مگر اس نے سریندر ناتھ سے کچھ نہ پوچھا سریندر ناتھ یہ سمجھا کہ گوپال اس کے لفظوں اور ہندسوں کے گورکھ دھندوں کو نہیں سمجھ سکا ہے۔

اب سریندر ناتھ خود کو اس پوزیشن میں سمجھتا تھا کہ وہ کچھ دن کی چھٹی طلب کر سکے اس کا ارادہ پونا جانے کا تھا اس کا خیال تھا کہ گرو پونا میں ہی ہے اس کے بار بار فون کرنے اور بمبئی بلانے کے اسرار سے بچنے کے لئے اس نے بہانہ کیا ہے۔ کیوں کہ گرو نے کبھی کسی یاترا پر جانے کا ذکر تک نہیں کیا تھا اور وہ گرو کو ناستک سمجھتا تھا۔ پھر اس صورت میں اچانک گرو کا بری دوبار یا متھرا جانے کا اس کو کہا گیا یہ بات اس کے حلق سے نہیں اتر رہی تھی۔

منیجر پونا جانا چاہتا تھا اور اس نے پندرہ دن کی چھٹی کی درخواست گوپال کو پیش کر دی اور گوپال نے رولوکا کے اشارے پر اس کی درخواست قبول کر لی دوسرے دن سریندر ناتھ پونا کے لئے روانہ ہوا مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ بے ضرر نظر آنے والا مہمان یعنی رولوکا بھی اس کے ساتھ تھا پونا میں سریندر ناتھ گاڑی سے اتر کر بس اسٹینڈ پر گیا اور ایک بس میں بیٹھ گیا۔

رولوکا بھی اس بس میں ایک دیہاتی کے روپ میں موجود تھا اور سریندر ناتھ کے عین پیچھے سیٹ پر موجود تھا اس نے اتنی ہی رقم کا ٹکٹ لیا جتنی رقم کا سریندر ناتھ نے لیا تھا۔

تین گھنٹے بس چلتی رہی اور سریندر ناتھ ایک گاؤں میں اترا اس کے ساتھ رولوکا بھی اترا۔

سریندر ناتھ ایک طرف چل دیا اور رولوکا وہیں کھڑا رہا سریندر ناتھ ذرا دور ہوا تو رولوکا روپوشی کی حالت میں پھر اس کے قریب تھا۔

گاؤں کے آخری سرے پر نہایت ٹوٹے پھوٹے ایک مٹی کے مکان پر سریندر ناتھ نے آواز لگائی۔ ”سری ناتھ او سری ناتھ۔“ دو تین آوازوں کے بعد ایک بوڑھا آدمی باہر آیا اور بولا۔ ”کون ہے کیوں پکار مچائی ہے؟“

سری ناتھ اس کے قریب گیا اور بولا۔ ”میں ہوں سریندر ناتھ کیا پہچانا نہیں؟ بمبئی سے آیا ہوں۔“

بوڑھے سریندر نے اور قریب ہو کر آنکھوں پر ہاتھ کا چھجا بنا کر دیکھا اور بولا۔ ”اچھا تم ہو۔ کیسے آنا ہوا

کچھ کام ہے کا؟"

سریندر ناتھ بولا۔ "گرو کا پتہ کرنا تھا وہ کہاں ہیں؟"

بوڑھا سری ناتھ بولا۔ "اپنے ٹھکانے پر ہوں گے میں تو بہت دن سے گیا نہیں جوڑوں میں درد پھر ہوا ہے کیسے جاتا؟ تم چلے جاؤ وہیں ملیں گے۔"

سریندر ناتھ بولا۔ "میں نے بمبئی سے فون پر پتہ کیا تھا تو پتہ چلا تھا کہ گرو ہری دوار گئے ہیں یہ بات تو میرے حلق کے اندر گئی نہیں میں اب جاؤں تو پھر میرا ان کے پھر یہی جواب آیا تو میرا آنا تو بیکار گیا نا تم اپنے طور پر پتہ کرلو میں دور کھڑا رہوں گا۔ میری حالت اچھی نہیں ہے چلت پھرت کے قابل نہیں رہا میرا جانا بڑا مشکل ہے۔" وہ بولا۔

"ارے میں تانگے میں اڈے تک لے جاؤں گا اس کے بعد بس میں اور پھر سواری کرلوں گا اور اسی طرح چھوڑ جاؤں گا تم فکر نہ کرو اور یہ رکھو خرچ کو جب کہو تانگہ لے کر آ جاؤں۔" سریندر ناتھ بولا۔

نوٹ ہاتھ میں آتے ہی سری ناتھ کے بدن میں کرنٹ سا دوڑ گیا بولا۔ "کل سویرے آ جانا تیرا کام ہے تو کرنا تو پڑے گا۔"

دوسرے دن سری ناتھ اور سریندر واپس پونا کی طرف آ رہے تھے۔ گھنی آبادی کے درمیان ایک مکان کے سامنے سری ناتھ نے تانگہ رکوا دیا۔ سریندر اس سے پہلا اتر پڑا تانگے والے کو کرایہ ادا کیا اور بولا۔ "میں اس پہاڑ کی اوٹ میں کھڑا ہوں تم آواز دو۔" اور وہ ایک طرف چل دیا۔

سری ناتھ نے دروازے کی کنڈی بجائی تو چند منٹ کے بعد ایک جوان عورت نے دروازہ کھولا وہ عورت نہایت بھڑکیلے لال رنگ کی ساڑھی باندھے تھی اس کا بدن بھرا ابھرا اور اس کی چولی بھی سرخ تھی ماتھے پر بندیا اور ہاتھوں میں سرخ رنگ کی چوڑیاں تھیں عورت کیا تھی لال مرچ تھی دیکھنے والا دیکھتے ہی سی سی کرا اٹھے۔ مگر سری ناتھ پر اس کا زیادہ اثر نہ ہوا۔ اس کی عمر نے اس کے خون کی گردش کو مدھم کر دیا تھا اور نظر کی کمزوری نے بھی اس کو کچھ نیک بنا دیا تھا یہ مجبوری تھی اس کی خواہش نہ تھی۔ ہاتھوں کا چھجا بنا کر اس نے عورت کو دیکھا اور بولا۔

"گرو کرشن لال جی کے پاس آیا ہوں۔"

عورت بولی۔ "کا کام ہے؟ رات بھر تپسیا کری ہے سو رہے ہیں۔" عورت کی آواز بھی لال مرچ تھی اور وہ اندر جانے لگی۔

"ارے رکو تو۔" سری ناتھ بولا۔ عورت رک گئی تو سری ناتھ بولا۔

"آج پہلی بار تم کو دیکھا ہے تم کون ہو ذرا بتلاؤ تو؟"

عورت نے ناک پر ایک ادا سے انگلی رکھی اور بولی۔

"داسی ہوں گرو کی۔"

"اور وہ جو پہلے تھی چمپا اس کا نام تھا وہ کہاں گئی؟"

میں بھی چمپا ہوں گورو کی ہر داسی چمپا ہوتی ہے۔ وہ چلی گئی اس کا سے ختم ہوا میں آ گئی اور کچھ۔"

سری ناتھ اس کو باتوں میں لگائے رکھنا چاہتا تھا بولا۔ "تم اس سے زیادہ سندر ہو، بڑھیا ہو۔"

عورت تعریف سن کر خوش ہوتی ہے اس کو یہ غرض نہیں ہوتی ہے کہ تعریف کون کر رہا ہے؟ چمپا مسکرائی اور بولی۔ "گرو سے کا ضروری کام ہے تو اندر آ جاؤ اور بیٹھ جاؤ میں تو چوکا برتن کروں گی رسوئی میں۔"

سری ناتھ بولا۔ "تم یہ بتلائے دیو کہ گرو کب اٹھیں گے میں پھر آ جاؤں گا۔"

"تو پھر تم شام چھ بجے دن موڑھے سے ذرا پہلے آ جاؤ گرو مل جاویں گے۔"

اور سری ناتھ پلٹ کر چل دیا دروازہ بند ہو گیا۔ سری ناتھ پیاؤ کے پاس رکا نہیں سریندر کے سامنے سے اس کو دیکھتا ہوا آگے بڑھ گیا اور سریندر اس کے پیچھے چلتا رہا کچھ دور چل کر سری ناتھ رک گیا اور بولا۔ "لے بھئی تیری اچھا پوری ہوئی گورو گھر میں ہے اور سنجا کو ملے گا اب تیرا کام تو میں نے کر دیا سنجا کو جا کے مل لینا اور میں اب چلا گاؤں لا کرایہ دے۔"

سریندر بولا۔ "دروازے پر کون آیا تھا خود آئے تھے کیا؟"

"ارے نہیں وہ رات پر تپسیا کرتے رہے ہیں سو رہے ہیں ان کی ایک نئی داسی نے بتلایا ہے ارے کا بتلائے داسی کیا تھی لال مرچ لگتی تھی دیکھنے سے آدمی کا منہ جل جائے بھگوان سوں۔" سری ناتھ اپنی ترنگ میں کہہ گیا۔

سریندر بولا۔ "اچھا ٹھیک ہے تو جا اور لے یہ کرایہ سری ناتھ نوٹ ہاتھ میں آتے ہی ہوا ہو گیا۔

اب شام تک کا وقت سریندر کو کاٹنا تھا وہ ایک ہوٹل میں گھس گیا۔

شام کو ٹھیک چھ بجے اس نے گرو کرشن لال کی کنڈی بجادی اس کی امید کے مطابق اسی سرخ مرچ نے دروازہ کھولا اور بولی۔ "کا بات ہے؟"

سریندر بولا۔ "ضروری کام پڑ گیا ہے گرو سے ملاقات کرنی ہے۔"

"ذرا رکو پوچھ کے آتی ہوں۔" اور وہ پلٹ گئی اس کے بھرے بھرے کولہے سریندر کے سامنے آئے تو اس کو بمبئی یاد آ گئی ایسی تو کوئی ڈانسر بھی نہیں ہے۔

چند منٹ کے بعد وہ آ گئی اور بولی۔ "اندر آ جاؤ ابھی آتے ہیں تم بیٹھک میں بیٹھو کہو تو پانی پتا کروں۔"

سریندر بولا۔ "نہیں اس کی ضرورت نہیں میں بیٹھا ہوں۔"

کچھ ہی دیر میں گرو کرشن لال آ گیا اور آتے ہی بولا۔ "تم نے جان نہیں چھوڑی دوپہر کو بھی آئے تھے۔"

سریندر بولا۔ "نہیں دوپہر کو میں نہیں آیا تھا۔"

"اچھا خیر تو بتلا کیوں بولائے ہوئے ہے؟"

"گرو حالات بہت خراب ہیں گوپال شرما زندہ سلامت آ گیا ہے اور سارا حساب کتاب مانگ رہا ہے میں نے بڑی مشکل سے بنا کر اس کو دیدیا ہے کہا تو اس نے کچھ نہیں ہے پر ایسا لگتا ہے کہ اندر اندر کچھ وہ کر تو رہا ہے کیا کر رہا ہے یہ پتہ نہیں ہے میں اسی کارن تم کو بلا رہا تھا کہ تم اپنی شکتی سے پتہ کرو ایسا نہ ہو کہ اندر اندر میرا دھڑن تختہ ہو جائے۔"

گرو بولا۔ "تیری بات تیرے مطلب کی ہے، میرا حساب بتاتا ہے کہ بمبئی میرے لئے خطرناک جگہ ہے میں اپنی زمین نہیں چھوڑ سکتا میرے ستارے سخت منحوس مقام پر ہیں میں نے اپنی جگہ چھوڑی اور پڑا جنجال میں، میں نے دیوی سے رابطہ کرنے کی کوشش کی ہے مگر اس طرف سے بھی جواب نہیں ہے میرے اپنے ستارے خرابی میں پڑے ہیں اس لئے میں کچھ نہیں کروں گا۔"

"گرو آپ کے پاس تو بہت کچھ ہے دوسری شکتی کو آواز دے لو۔" سریندر بولا۔

"اور کیا کر رہا ہوں مگر ہر طرف سے یہ جواب آ رہا ہے کہ ابھی شانت رہو کچھ نہ کرو برا وقت اپنے استھان پر گزارو باہر گئے اور آئے چکر میں۔"

سریندر بولا۔ "یہ تو تم نے بری خبر سنائی اب میں کیا کروں۔"

"تو اپنا کام کرتا رہ چنتا نہ کر دھیرج رکھ اگر تیرے خلاف کچھ ہوا بھی تو میں بعد میں سنبھال لوں گا۔ برا وقت تو گزارنا ہے۔" گرو نے کہا۔

"اور اگر میری رپورٹ ہو گئی تو جیل چلا جاؤں گا پھر کیا ہوگا؟" سریندر بولا۔

"تو کچھ دن گزار لینا میرا اسم ہمیشہ تو نہیں بگڑا رہے گا تو فکر کیوں کرتا ہے۔" گرو بولا۔

"پر کچھ اندازہ تو ہو کہ کتنا وقت لگے گا۔" سریندر بولا۔

"اس کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ میرے حساب سے بمبئی میرے لئے سخت خطرناک جگہ ہے میں اپنے استھان پر ہی محفوظ ہوں اور تجھے بتلائے دوں کہ میں گھر سے باہر نہیں جاتا اس کارن کے خطرہ اب بمبئی سے پونا کی طرف آ گیا ہے یہ میری ودیا ہے پر یہ سمجھ نہیں آ رہا کہ وہ کیا بلا ہے کہ میں توڑ کروں دیوی الگ خاموش ہے اور حیرت اس پر ہے کہ دیوی کا قیدی آ کیسے گیا۔ کھوپڑی کام نہیں کر رہی اس لئے اندر بیٹھا ہوں ذرا دماغ ٹھکانے پر آئے تو کچھ کروں۔" گرو بولا۔

سریندر مایوسی سے بولا۔ "واقعی برا وقت ہے میں تو تم سے آس لگا کر آیا تھا۔ پر تم خود گھنتاتیوں میں پڑے ہو اب کہاں جاؤں ٹھیک ہے مگر میرے نصیب اس وقت سو

رہے ہیں میں بمبئی جاتا ہوں پر تم یہ وعدہ کرو گرو کہ جب تم حالات پر قابو پالو تو میرے پاس آؤ گے۔

"ہاں یہ میرا وعدہ ہے تو فکر نہ کر پر یہ خیال رکھنا کہ میرے بارے میں کسی کو نہ بتلانا۔"

اور سریندر ناتھ مایوسی کے عالم میں بمبئی آ گیا۔

گوپال شرما نے دو نئی فلموں کا اعلان کر دیا تھا اور کام بہت بڑھ گیا تھا۔ اسٹاف میں بھی اضافہ کر دیا تھا اور کہانیوں پر زور و شور سے کام ہو رہا تھا۔ میوزک تیار ہو رہا تھا ابھی ریکارڈنگ کا وقت نہیں آیا تھا اس کے باوجود سریندر کو ذرا فرصت نہ تھی۔

گرو کرشن لال سخت پریشان تھا۔ اس کی شکتی نے اس کو یہ تو بتلا دیا تھا کہ وہ خطرے میں ہے پر اس خطرے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا وہ ہر رات نئے جاپ کرتا اور اس خطرے کے اپائے تلاش کرتا مگر اب تک وہ اپنے مقصد میں ناکام تھا۔ اس کی خدمت کو وہ سرخ مرچ موجود تھی گھر کے اندر کھانے پینے کی اشیاء ابھری تھیں سبزی ترکاری داسی سرخ مرچ لے آتی تھی۔ پتہ نہیں گرو کا حکم تھا کہ یا وہ خود سرخ رنگ پسند کرتی تھی اس پر یہ رنگ خوب اپنا رنگ جماتا تھا۔

پندرہ دن گزر گئے رولوکا نے اس کے اطراف کا خوب اچھی طرح جائزہ لے لیا۔ گرو کے مکان کے چاروں طرف اس کے بیر پہرے پر تھے اور وہ مکان پورا کا پورا کنڈل کے اندر تھا اس کے اندر جانا ناممکن لگتا تھا کوئی پرندہ بھی اس کی دیوار پر نہیں آتا تھا۔ اس کے گھر کسی کا آنا جانا نہ تھا وہ جو کچھ کرتا تھا یہاں کے لوگ واقف نہ تھے وہ ایک مہاپرش کے طور پر مشہور تھا اس کا سارا کاروبار بمبئی کی فلمی دنیا میں تھا وہ وہاں پر رقابت کے جذبوں والے فلمی لوگوں سے ان کے کہنے کے مطابق کام کرتا تھا۔ اچھی بھلی فلم کو فلاپ کراتا تھا اور گھٹیا درجے کی فلم کو پاس کراتا تھا اس کام میں وہ اپنے شعبدے دکھاتا تھا۔ اسی قسم کے اور بہت کام وہ کرتا تھا۔ اس کے پاس اس قسم کے شعبدے تھے بڑی طاقت تھی صرف دیوی ایلا مانس کی تھی مگر اس کے باوجود وہ اپنا دفاع خوب کرنا جانتا تھا۔ مقابلے پر آنا اس کے بس کا نہیں تھا یہ وہ خوب جانتا تھا اسی لئے برے وقت گزار رہا تھا سریندر کی وہ کیا مدد کرتا اس کی اپنی حالت خراب تھی۔

رولوکا اس کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا اس نے کنڈل کے اندر جانے کی کوشش نہیں کی یہ بات اس کے اصول کے خلاف تھی کہ وہ کسی بھی شکتی کے کنڈل کو توڑے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کنڈل ہمیشہ نہیں رہتا ایک وقت آتا ہے وہ خود بخود ٹوٹ جاتا ہے اور از سر نو پھر قائم کرنا پڑتا ہے۔ پراسرار دنیا کے بھی کچھ قاعدے ہیں ان پر ہر جادوگر کو لازمی چلنا پڑتا ہے بہت سے بیر کام کرنے کے فوراً بعد اپنی بھینٹ طلب کرتے ہیں اور ان کو وہ بھینٹ دینا پڑتی ہے اگر ان کو بھینٹ نہ ملے تو وہ بیر، بیر والے کے لئے بھی سخت خطرناک ہو جاتے ہیں جادو گندہ علم ہے اس کے بیر بھی گندگی کی پیداوار ہیں ان پر قابو کرنے والے بھی گندے ہوتے ہیں اس لئے ان کے رویے بھی گندے ہوتے ہیں۔ ان سے ہزار کام گندے کروائے جا سکتے ہیں مگر ایک کام اچھا نہیں کریں گے کسی مریض کو دوا نہیں دیں گے ہاں اگر مریض کی دوا میں زہر ملانے کو کہو تو ملا دیں گے۔ یہ سب شیطانی بیر ہیں وہی کام کرتے ہیں جن سے شیطان خوش ہوتا ہے اور شیطان کا مشن اس خوب صورت دنیا کو برباد کرنا اور بندوں کو جہنم کا ایندھن بنانا ہے دنیا کے ہر مذہب میں شیطان کو برا کہا گیا ہے اور مذہب کے اصولوں کے مطابق اس سے بچنے کے طریقے بھی بتائے گئے ہیں مگر ہر مذہب کے لوگ اس کے شکنجے میں پھنس جاتے ہیں اور شیطان کی مرضی کرتے ہیں ایک ملک کو دوسرے ملک سے لڑوانے والا بھی شیطان ہی ہوتا ہے۔ خطرناک ہتھیار بنوانے والا بھی شیطان ہے اور پھر ان کو استعمال کروانے والا بھی شیطان ہے۔ چھوٹے اور کمزور ممالک پر فوج کشی کے بہانے تلاش کرنے والا بھی شیطان ہے اس کے آلہ کار اس کے نام پر ہی بے گناہ انسانوں کو خون میں نہلاتے ہیں اور پھر خود کو بے قصور بھی گردانواتے ہیں۔ یہ ہے شیطان کا کام۔

پندرہ دن کے بعد گرو کرشن لال کو یہ احساس ہونے

لگا کہ اب کسی وقت بھی اس کا قائم کردہ مضبوط قلعہ کمزور ہوسکتا ہے کنڈل کے پہرے دار بیر اپنا پیر بدلی کریں گے اور وہی وقت اس کے لئے سخت ہوگا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کا دشمن گیا نہیں ہے اس نے اس وقت کے آنے سے پہلے بندوبست کرنا چاہا مگر یہ کام اتنا آسان نہ تھا۔ اس کے بیر اتنے نہ تھے کہ کنڈل پر کنڈل بنا پائیں۔

اور پھر عین دروازے کے سامنے اس نظر نہ آنے والے قلعہ میں شگاف پڑا اور پھر یہ شگاف بڑھتا گیا رولوکا کے کارندے اپنی پوزیشن مضبوط کرتے گئے ایک دن اور ایک رات میں کنڈل تمام ہوا اور وہ بیر جو کنڈل کو قائم رکھتے ہیں بھاگ گئے اب گھر میں گروکرشن لال تنہا تھا مگر اس کے کچھ بیر جو شعبدے بازی کرنے کی طاقت رکھتے تھے وہ موجود تھے اور گرو دیوی ایلا مانس کو بلانے کی سرتوڑ کوشش کررہا تھا۔

رولوکا اس وقت ایکشن میں آیا اور گھر کے اندر داخل ہوا۔ پورا گھر سنسان پڑا تھا رسوئی سے سرخ مرچ کی آواز آرہی تھی اور اس کو ذرا احساس نہ تھا کہ حالات کیا سے کیا ہوگئے ہیں۔ شام ہورہی تھی کسی کمرے میں روشنی نظر نہ آتی تھی رسوئی سے لال بھبوکا وہ نکلی اور خود سے بولی۔

"ارے اندھیرا ہونے کو ہے اور پتہ ہی نہ چلا جی تو جلا دو اندھیرا گرو دیکھیں گے تو بگڑ جائیں گے۔" اور اس نے خانوں پر رکھے چراغ جلانے شروع کردیئے۔ چراغوں کی روشنی میں بھی اس گھر کی نحوست اور ویرانی ختم نہ ہوئی پھر وہ ایک کمرے میں چلی گئی اور چند منٹ میں اندر روشنی نظر آنے لگی۔

رولوکا اس روشن کمرے کے اندر چلا گیا اندر زیادہ فرنیچر نہیں تھا زمین پر دری پڑی تھی ایک تخت دیوار کے سہارے پڑا تھا اس پر سرخ رنگ کی چادر پڑی تھی اور تکیہ کے غلافوں پر بھی سرخ رنگ کے غلاف چڑھے تھے ایک چوکی کمرے کے درمیان رکھی تھی اس پر دیوی کی مورتی رکھی تھی ایک برتن میں لوبان سلگ رہا تھا اور اس کی خوشبو پورے کمرے میں موجود تھی۔ چوکی کے اوپر کچھ اور بھی سامان تھا کئی ہڈیاں اور ایک انسانی کھوپڑی اس کھوپڑی کے اوپر ایک چراغ رکھا تھا اور گرو اس کے سامنے آسن جمائے بیٹھا تھا۔

رولوکا سمجھ گیا کہ چوکی کے چاروں طرف اس نے ضرور کنڈل بنایا ہوگا اس تک جانے کے لئے انتظار کرنا ہو۔ چوکی کے سامان سے اس نے اندازہ کرلیا کہ یہ دیوی ایلا مانس کی طرف دھیان لگائے ہے مگر وہ شیطان جس کو یہ دیوی کہتا ہے شاید پھر مصر کی طرف یا مغرب کی طرف بھاگ گیا ہے وہ کس کا ہوا ہے خود کو بچانے کو وہ کوئی بھی بلی دے سکتا ہے ایشیا میں اس کے مہرے پٹ رہے تھے اس لئے شاید وہ یورپ چلا گیا ہے اور بعد کے حالات نے رولوکا کا خیال سچ ثابت کردیا وہاں کے لوگوں کے دلوں میں ایشیائی لوگوں کے لئے نفرت پیدا ہونے لگی اور ان کی نظریں بدل گئیں۔

گرو اس کو بلا رہا تھا اپنی مدد کے لئے مگر اس شیطان نے نہ معلوم کتنے اپنے چاہنے والوں کو چھوڑ دیا تھا اب اس کو ان کی ضرورت نہیں تھی وہ کیوں آتا یہی تو شیطانیت ہے۔ بگڑے وقت میں شیطان اپنے کسی پیارے سے پیارے کے پاس نہیں آتا۔ دیوی کا سارا طلسم ختم ہوچکا تھا اور دیوی کے بھیس میں شیطان فرار ہوچکا تھا مگر یہ نادان اس کا دیوانہ اس کو پکارے جا رہا تھا۔

یہ کنڈل ایسا نہ تھا جس کو رولوکا نہ توڑ سکے مگر اصولوں کی وجہ سے وہ انتظار کررہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ گرو کی ضروریات اس کو باہر لائیں گی اور چوکی سے وہ اتر کر اپنی ضروریات پوری کرے گا۔ رات کے بارہ کے بعد گرو چوکی سے اترا اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور پورے حالات کو سمجھ گیا۔ چوکی سے اترتے ہی وہ زمین پر سجدے کی حالت میں گر گیا اور بولا۔

"میں ہار گیا! میں نے تیری شکتی کو تسلیم کرلیا۔ مجھ پر دیا کر۔"

رولوکا اس کی حالت دیکھ رہا تھا مگر گرو کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور ندامت یا مکاری کے آنسو اس کی آنکھوں سے رواں تھے۔ پھر رولوکا کی آواز کمرے میں

گونجی اس نے کہا۔

''میں سمجھ سکتا ہوں کہ تیرے آنسو سچے ہیں کہ جھوٹے، تو جس دیوی کے بھروسے یہ سارے انسانیت سے گرے کام کرتا تھا وہ کوئی دیوی نہیں وہ ایک شیطان تھا اس نے مصر میں سینکڑوں سال لوگوں کو بے وقوف بنایا پھر نا معلوم کس کس ملک میں اس نے پیر جمانے کی کوشش کی۔ ہندوستان میں بھی تم جیسے لوگ اس نے پالے اور اپنا مکرو کام جاری کردیا۔ مگر چور اور شیطان کے پیر نہیں ہوتے وہ بھاگ گیا جس طرح مصر سے بھاگا تھا۔

وہ جہاں جائے گا وہاں پر انسانیت کے خلاف کام کرے گا مگر کہیں پر وہ کامیاب نہیں ہوگا۔ ہر مقام پر اس کو بھگانے والے پیدا ہو جائیں گے وہ پوری دنیا میں ذلیل و خوار ہوتا رہے گا۔ تو نے اس کے کام کئے ہیں اس کی سزا تو ملے گی یہ سزا تیری موت بھی ہوسکتی تھی مگر تو نے تسلیم کرلیا کہ تو بے بس ہے تیرے سارے بیر اور تیرا جنتر منتر سب ہوا میں اڑ گیا تو اس وقت خالی ڈھول ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی رہے گا اگر تو نے پھر ہاتھ پیر نکالنے کی کوشش کی تو پھر کوئی معافی کی گنجائش نہیں رہے گی۔ یاد رکھ یہ کائنات جس نے بنائی ہے۔ وہ اس کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دیوی دیوتا اس کائنات کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

گرو ہکا بکا یہ آواز سنتا رہا اس کی زبان تالو سے لگی رہی اور رولوکا اس کے گھر سے باہر نکل گیا۔

گوتم بدھ نے کہا دنیا کے دکھوں سے نجات خواہشوں سے چھٹکارا حاصل کرنے میں ہے۔ یوں تو انسان کی ہر خواہش ایسی ہے کہ ہر خواہش پہ دم نکلتا ہے۔ مگر ایک شہزادے نے اپنی سلطنت راج پاٹ اقتدار کو لات ماردی اور اپنی حسین بیوی کو چھوڑ کر سنیاس لے لیا صرف اس لیے کہ یہ حقیقت اس پر آشکار ہوگئی تھی کہ زندگی کیا ہے اس کی تعلیمات بتاتی ہیں کہ زندگی اصل میں دکھ جھیلنا ہے دکھ وہ جو کہ ہماری خواہش کی حصول سے پیدا ہوتا ہے۔

عقل اور فکر انسان کی راہنمائی کرتے ہیں انسان راہ نمائی اس وقت طلب کرتا ہے جب اس کی راہ مسدود ہو جاتی ہے وہ اس مخمصے سے نکلنا چاہتا ہے ضروری تو نہیں کہ ہر شخص فلسفی ہو۔ ایک عام واقعہ کسی انسان کو حیران و پریشان کردیتا ہے اس کے لیے سوچ و فکر کے دروازے کھول دیتا ہے مگر کسی دوسرے کے لیے کچھ نہ ہو۔ گوتم بدھ کے لیے فکرو سوچ کے جو دروازے وا ہوئے وہ دروازے اس زمانے کے کروڑوں انسانوں کو محسوس تک نہیں ہوئے صرف ایک گوتم بدھ نروان کی تلاش میں گھر سے دکھ اٹھانے کو سنیاس لے بیٹھا۔ یہ انسانی سوچ کی ایک مثال ہے۔

حکیم وقار نے رولوکا کی پوری بات سن کر کہا۔

''تم ثابت کرنا چاہتے ہو کہ دنیا میں ہزاروں بلکہ کروڑوں انسان ہیں مگر ان کی فکر الگ الگ ہوتی ہے''

رولوکا بولا۔ ''آپ نے درست سمجھا ہے انسان کی مشکلات ایک دوسرے سے ملتی جلتی آپ کو نظر آجائیں گی مگر سوچ میں ایسا نہیں ہوگا ہر آدمی کا اپنا الگ سوچ کا انداز ہوگا۔ آپ سے وہ کسی بات پر متفق بھی ہوگا تو بھی اس کے نقطہ نظر میں فرق ضرور ملے گا۔ یہ بالکل ہاتھ کی لکیریوں والا معاملہ ہے کیونکہ سب کی لکیریں الگ الگ ہوتی ہیں اسی لئے ہر اہم دستاویز پر دستخط کے علاوہ انگوٹھا یا پورے ہاتھ کا عکس لیا جاتا ہے۔''

حکیم وقار اور رولوکا فرصت میں ہوتے تھے تو اسی قسم کی باتیں کیا کرتے ہیں مگر یہ فرصت ان کو کم نصیب ہوتی تھی اور آج بھی یہی ہوا کہ ایک مریض کے آنے کے بارے میں اطلاع ملی اور اس کو اندر بلالیا گیا۔

آنے والا سفید کرتا اور علی گڑھ پاجامہ زیب تن کئے تھا۔ چہرہ داڑھی سے بے نیاز تھا مگر باریک باریک مونچھیں گورے رنگ پر اچھی لگ رہی تھیں قد لمبا تھا مگر جسم بھرا ہونے کی وجہ سے بے ڈول نہیں تھا اس نے ادب سے سلام کیا اور سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔

حکیم وقار نے اس کا سرسری جائزہ لیا اور کہا ''فرمائیے کیسے آنا ہوا''؟

آنے والا بولا۔ ''میرا نام مرزا احمد قدوائی ہے، میں رہنے والا آگرہ کا ہوں مگر اب علی گڑھ میں رہتا ہوں آگرہ

پاکستانی وقار عظیم چوہدری ڈاٹ کام

میں میرے بہت عزیز ہیں۔ دلی صرف آپ سے ملاقات کرنے آیا ہوں"۔

حکیم وقار نے کہا "فرمائیں میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

احمد قدوائی نے کہا "حکیم صاحب ڈرتا ہوں، آپ بھی میرا مذاق نہ بنائیں میں نے کسی دوست احباب کو اپنی پریشانی بتائی تو مذاق ہی اڑایا گیا ہے"

حکیم وقار نے جواب دیا۔ "ہمارے پاس جو آتا ہے وہ ہمارا مریض ہوتا ہے ہم اس کی بیماری کا سن کر مذاق کیوں اڑانے لگے"۔

مرزا! حکیم صاحب کی بات سن کر بولا۔ "مجھے کوئی جسمانی روگ نہیں ہے میری بیماری الگ ہی نوعیت کا ہے۔"

اب رولوکا نے دخل دیا۔ "پریشانی کسی قسم کی ہو بیان کریں ہم کوشش کریں گے کہ آپ اس پریشانی سے نجات حاصل کر سکیں۔"

مرزا کچھ دیر خاموش رہا جیسے اپنی بات کا سرا تلاش کر رہا ہو۔ پھر بولا۔ "سوچ رہا ہوں کہاں سے شروع کروں"۔

حکیم وقار نے کہا "جہاں سے یاد آئے بیان کرنا شروع کریں۔"

"واقعہ آج سے پانچ سال پہلے کا ہے گرمیوں کا زمانہ تھا اور میں اپنی چھت پر سو رہا تھا نہیں معلوم وقت کیا تھا اچانک میری آنکھ کھل گئی یا شاید جگایا گیا تھا۔ میرے سامنے ایک ایسا وجود تھا جس کو میں وجود نہیں کہہ سکتا ایک شفاف کانچ کا سا ہیولہ ہوا میں لہراتا ہوا۔ میں ڈر گیا کہ یہ کیا ہے مگر اس وجود میں سے نہایت صاف آواز آتی "ڈرمت مرزا احمد میں تیرا دشمن نہیں ہوں تیرا دوست ہوں۔

میں ہر زمانے میں آتا جاتا رہتا ہوں ہر زمانے کے آدمی سے رابطہ کرتا ہوں میں کسی ذات برادری مذہب و ملت کو نہیں دیکھتا جو میرے سامنے آیا اس سے ملتا ہوں نہ کسی کو نقصان پہنچاتا ہوں نا فائدہ مگر صدیوں کے اس سفر میں اپنی تشفی کے لیے ملاقات کرتا ہوں"

میں نے پوچھا۔ "آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔"

"میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں ہے تم صرف یہ سمجھ لو کہ میں اکبر بادشاہ کے بہت قریب کا آدمی ہوں میں نے اس کا پورا دور دیکھا ہے اور اس کے دربار میں میری بڑی اہمیت تھی۔ زندگی میں عہد مغلیہ کے قریب رہا اور اب بھی میں دلی اور آگرہ کو چھوڑ نہیں سکتا۔"

میں نے پوچھا۔ "میرے پاس آنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"ہاں یہ سوال اچھا ہے! تو عرض ہے کہ میرا نام کئی مقامات پر تاریخ میں اچھے الفاظ میں نہیں آیا ہے میرے بارے میں کہا گیا کہ میں نے اکبر کو بگاڑا اسلام سے دور کیا ہندومت کی طرف راغب کیا وغیرہ وغیرہ حالانکہ ایسا نہ تھا اس زمانے کی ضرورت جو تھی اکبر نے وہی کیا تھا اس کے نظریات کو ہم نے نہیں وقت کی ضرورت نے تبدیل کیا تھا اس کے نظریات سیاسی دباؤ اور آئے دن کی شورشوں کی وجہ سے تبدیل ہوئے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو مغلیہ دور حکومت اسی پر ہی ختم ہو جاتا۔

اس کے سامنے اس کے دادا کی امور سلطنت چلانے کی بہت اہم دستاویز تھیں وہ ان کو روز سنتا تھا اور اپنا راستہ بناتا تھا۔ میں اور میرے ساتھی جو کہ اکبر کے قریب تھے اکبر کی باتیں سنتے تھے وہ کہتا کسی دین اور مذہب میں کوئی خصوصیت نہیں ہے ایک ہی دلاویز حسن ہے جو مختلف طریقوں پر جلوہ آرائی کر رہا ہے ہر کوئی اپنے اپنے عقائد کو پھیلاتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔

لیکن انسان جب ان عادات کو ترک کر دیتا ہے اور اس پر یک رنگی کی مہر انگیز شعاعیں پڑتی ہیں تو اس وقت اس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور تقلید کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ وہ اس کے آگے بھی نہ معلوم کتنی مشکل باتیں کرتا ہے جو میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔"

رولوکا نے کہا۔ "کیا تمہارے پاس روز آتا ہے اور کسی مخصوص مقام پر ہی آتا ہے۔"

حکیم صاحب اس کے آنے کا کوئی وقت اور دن مقرر نہیں ہے اور نہ مقام طے ہے وہ ہر مقام پر آجاتا ہے اور رات کے کسی پہر بھی آجاتا ہے کچھ دیر باتیں کرتا ہے اور چلا جاتا ہے اس نے مجھے نہ کوئی دکھ دیا نہ کوئی فائدہ مگر میں ذہنی طور پر شاید متاثر ضرور ہو رہا ہوں۔"

"اگر میں اس سے ملاقات کرنا چاہوں تو کیا وہ مان جائے گا" رولوکا نے سوال کیا۔

"یہ بات تو طے ہے کہ وہ ایک روح ہے اس کا کوئی ٹھوس وجود نہیں ہے اس لئے اس کے آنے جانے پر کوئی رکاوٹ نہیں اس کے بارے میں کوئی بات وثوق سے نہیں کہی جا سکتی میں نہیں کہہ سکتا کہ اب وہ آئے گا بھی کہ نہیں"

حکیم وقار نے کہا "تم کیا کاروبار کرتے ہو اگر تم یہاں پر رہو تو تمہارا نقصان تو نہ ہوگا۔"

"نقصان کی بات نہیں ہے زمینیں ہیں کام ہو رہا ہے اور میرے خاندان کو کسی قسم کی فکر معاش نہیں ہے۔" مرزا نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ ہمارے پاس قیام کریں دلی کی سیر کریں اور یہاں رہیں آپ کے کھانے پینے کی ذمہ داری ہماری ہے اور حکیم کامل آپ کے ہر وقت قریب ہوں گے"

حکیم وقار نے رائے دی۔

"وہ رات کو آتا ہے آپ کو اس کے آنے کی خبر کس طرح ہوگی۔" مرزا نے پوچھا۔

رولوکا نے جواب دیا۔ "آپ اس کی فکر نہ کریں میرے اپنے ذرائع ہیں۔"

اور مرزا دو خانے کے ایک کمرے میں رک گیا۔ دو دن کے بعد رولوکا کو اطلاع مل گئی کہ مرزا کے پاس کوئی ہے، رولوکا نے چند ضروری بندشیں کیں اور مرزا کے پاس آگیا۔

اس کے آتے ہی لرزتے کانچ کے سائے نے کہا۔

"زیادہ نہ ہوشیار بن تو نے میری راہ روکنے کی کوشش کی ہے مگر یہ قدم تو نے کیوں اٹھایا؟ ذرا یہ تو بتا جبکہ میں نے کوئی کام ایسا نہیں کیا ہے کہ تو مجھ سے ناراض ہو۔"

رولوکا بولا "تو نے درست کہا ہے مگر تیرا آنا بے وجہ بھی تو نہیں لگتا تو نے اب تک اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا یہ پتہ کرنا بھی ضروری ہے۔"

"میرے بارے میں جان کر تو کیا کرے گا اکبر بادشاہ کے ساتھ میرا نام جڑا ہوا ہے تاریخ نے مجھے امر بنا دیا ہے تو اگر جان بھی گیا تو کیا ہوگا۔" سائے نے جواب دیا۔

"اکبر کے ساتھ اس کے سات رتنوں کے نام جڑے ہیں، تو کون ہے یہ بتا؟"

"آدمی تو عقلمند ہے اور تاریخ کو بھی جانتا ہے میں بھی ایک رتن ہوں۔" جواب ملا۔

"ان رتنوں میں مسلمان اور ہندو سب تھے مسلمان مرنے کے بعد دنیا میں رہنا نہیں چاہتے ان کی روحیں اپنے مالک کے حضور چلی جاتی ہیں۔ مگر ہندوؤں کا دل اس دنیا سے نہیں بھرتا وہ کسی نہ کسی خواہش کو دل میں پال کر رکھتا ہے اور دنیا میں رہ جاتا ہے حالانکہ اس کی خواہش پھر بھی پوری نہیں ہوتی۔"

"تیرے اندازے درست ہیں تجھ سے خود کو چھپانا میرے لیے مشکل ہوگا اس لیے بتلائے دیتا ہوں کہ میرا نام میرے ماں باپ نے ٹوڈرل رکھا دربار اکبری میں میرا نام بیربل ہو گیا اور میں اکبر کا خاص وزیر تھا میری بات اکبر دھیان سے سنتا تھا اور اکثر اس پر عمل بھی کرتا تھا۔"

"اس کا مطلب ہوا تیری ترغیب نے اکبر کا رجحان دین اسلام کی طرف سے ڈگمگا دیا تھا۔" رولوکا بولا۔

سارا الزام مجھ پر نہ ڈالو۔ تم کو پتہ ہے کہ اکبر بادشاہ ایک بے پڑھا لکھا آدمی تھا۔ مگر اپنے وقت کا بہترین سیاست دان بھی تھا۔ اس کی دور بین نگاہ سیاسی بصیرت اور بیدار ذہن نے وقت کے تقاضے کو سمجھ لیا تھا مغلیہ سلطنت کی جڑوں کو ہندوستان کی سرزمین میں مضبوط کرنے کی دلی خواہش نے اس کو مجبور کر دیا کہ وہ ان تمام باتوں کو دور کرے جو اس مقصد کی تکمیل میں حائل ہو سکتی تھیں اور وہ اس بات کو اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر مذہبی اختلافات باقی رہے تو اس کی حکومت کا شیرازہ ایک نہ ایک دن بکھر جائے گا۔ اس لیے اس نے خاص طور پر سے مذہبی اختلافات کو

دور کرنے کی طرف پوری توجہ سے کام لیا اس کے علاوہ اکبر کو اپنے دادا بابر بادشاہ کی وصیت بھی یاد تھی جو اس نے اپنے بیٹے ہمایوں کو کی تھی۔"

بابر نے کہا تھا۔ "تمہیں اپنے دماغ کو مذہبی تعصب سے متاثر نہیں ہونے دینا چاہیے۔ بلا تعصب انصاف کرنا چاہیے اور ساتھ ساتھ ہر طبقے کے لوگوں کے مذہبی رسم و رواج کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے خاص طور سے گئوکشی سے پرہیز کرنا چاہیے جو تمہیں ہندوستان کے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کرنے میں معاون ہوگی اس طرح تم اس سرزمین کے لوگوں کو شکر گزاری کے رشتہ سے باندھ دو گے۔ تمہیں کسی فرقے کی عبادت گاہوں کو بھی مسمار اور برباد نہیں کرنا چاہیے اور ہمیشہ انصاف پسند ہونا چاہیے تا کہ بادشاہ اور اس کی رعایا کے درمیان خوشگوار تعلقات رہیں اور جس سے ملک میں اطمینان اور امن کا بول بالا ہو۔ اشاعت اسلام کا کام ظلم اور سختی کے بجائے محبت اور عہد و پیماں سے بخوبی ہوگا اپنی رعایا کی مختلف خصوصیات کا اس طرح خیال رکھو جس طرح کہ ایک سال کے مختلف موسموں کا تا کہ سیاسی جسم مرض سے بری رہے۔"

"تم نے اس کے عملی قدامات کی حوصلہ افزائی کی ہوگی۔" رولوکا نے کہا۔

"یہ بات تو تم خود سمجھ سکتے ہو کہ میں ٹوڈرمل ہوں۔ مجھ پر بادشاہ کی عنایات تھیں میری زندگی کا مقصد ہی تھا کہ میں اکبر کو اس کے دین سے دور کروں اور اس کام میں مجھے زیادہ محنت اس لیے نہیں کرنا پڑی کہ اس وقت کے حالات سیاست میرے حق میں تھی اور حالات خود بخود اس طرف آتے گئے جہاں پر میری قوم کا فائدہ تھا۔"

آگے بابر نے کہا۔ "ہندوستان میں مختلف مذہبوں کے لوگ رہتے ہیں خدا کا شکر ہے کہ خدا نے اس ملک کی حکومت تمہارے سپرد کر دی ہے۔"

ہمایوں نے بھی ایسے ہی قدم باپ کی وصیت کے مطابق اٹھائے تھے مثلاً اس نے رانی کرناتی کی بھیجی ہوئی راکھی قبول کر لی تھی اور آگے یہ رشتہ یعنی بہن کا ناطہ استوار ہو گیا تھا۔ میں نے اکبر کو کچھ نہیں کہا تھا مگر اس پر رشتہ یگانگی کو مضبوط کرنے اور حکومت کو مستقل بنیادوں پر قائم کرنے کا بھوت سوار تھا۔"

"اور تم نے کچھ نہیں کیا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔" رولوکا نے کہا۔

"میں نے اس کے خیالات کو بڑھاوا ضرور دیا اس کی حوصلہ افزائی کی اس کے پروگرام کو آگے ضرور بڑھایا یہ کام میں ہی نہیں اور بھی شاہ کی خوشنودی کے لیے کر رہے تھے ان میں سب ہندو نہ تھے مسلمان بھی تھے اس نے اپنی رعایا کے مذہبی اور سماجی اختلافات اور تفریق کو نظر انداز کر دیا۔

اور سب کے لیے نوکریوں کے دروازے کھول دیے اور تمام مذاہب کے لوگوں کو ایک رشتہ اتحاد و اخوت میں منسلک کر کے ہندوستان کی مذہبی اور سماجی تحریک میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا۔ اس سے پہلے اس تحریک کے پیشوا اور علمبردار مسلم صوفیا و مشائخ اور ہندو سادھو سنت تھے لیکن اکبر بادشاہ کے عہد سے بادشاہ وقت نے بھی اس کام میں دلچسپی لینا اپنا نصب العین بنایا۔ اس تحریک کو بہت تقویت حاصل ہوئی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہادر شاہ ظفر کے زمانے تک پہنچتے پہنچتے ہندوستان کے مغلوں اور دوسرے مسلمانوں کی رگوں میں ایران و توران سے زیادہ ہندوستانی خون جوش مار رہا تھا اور وہ یہاں کی مقامی تہذیب و معاشرت میں پوری طرح رنگے جا چکے تھے۔" بیربل نے جواب دیا۔

"مگر اسلام کو جو نقصان ہوا اس کا اندازہ تم کو نہیں ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تم نے جو کچھ کہا اس میں ہندو ذہنیت کی تصویر نظر آتی ہے۔" رولوکا بولا۔ "اس کی ضرورت تو بادشاہ کو ہونی تھی وہ خود مذہب پسند نہ تھا تم اس کو مسلمان کہو مگر اور کتنے ہیں جو اس کو مسلمان مانتے ہیں صرف نام سے تو مذہب نہیں بنتا۔" بیربل بولا۔

"آئے گی مگر اور آگے بڑھو اور دیکھو اس زمانے کے حالات کیا تھے پھر اندازے قائم کرنا ابھی سے فیصلہ نہ کرو اکبر بادشاہ نے ان تمام پابندیوں کو ختم کر دیا جو مذہبی

اختلافات کی بنا پر ہندوؤں کو بعض حقوق سے محروم کرنے والی ہوسکتی تھیں مثلاً جزیہ معاف کر دیا۔ نئے مندر تعمیر کرائے اور کسی مزاحمت کے مذہبی رسوم ادا کرنے کی عام اجازت دی گئی اور ہندوستانی رعایا کو ایک شہری کے حقوق سے سرفراز کیا گیا۔ بات اور آگے چلی ہندو گھرانوں سے شادی بیاہ کے رشتہ قائم کر کے اکبر نے دونوں مذہبوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے اور تہذیب و معاشرت کے رسوم کے احترام اور پسندیدگی کا جذبہ پیدا کیا۔ محل کے اندر بھی یہی ماحول تھا ہندو باندیاں اپنے رسم و رواج کے مطابق عبادت کرتی تھیں۔ محلوں میں اذان اور ناقوس کی آوازیں ایک ساتھ سنائی دیتی تھیں۔ کوئی کسی پر اعتراض نہیں کرتا تھا۔

بادشاہ بہت زیادہ ہر دل عزیز ہو گیا ایک گڑھا ایسا تھا جو کہ بادشاہ کے درشن کئے بنا کھانا نہیں کھاتا اسی طرح جھرد کا درشن کا رواج ہوا۔ اکبر نے ایک کام یہ کیا کہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کو پڑھنے اور ان کو سمجھنے کے لیے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی اور سنسکرت کی اہم کتابوں مہابھارت اور رامائن وغیرہ کو فارسی زبان میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا اس سے مسلمانوں کو ہندو مذہب کی روح کو سمجھنے میں بڑی مدد ملی اور یہ سلسلہ دور مغلیہ میں دور تک چلتا رہا۔" بیربل نے بات ختم کی۔

رولوکا بولا۔ "اس کے باوجود ملک میں راجپوتوں کی شورشیں برابر جاری رہیں۔"

بیربل نے جواب دیا۔ "یہ راجپوتوں کی ایک سیاسی چال تھی وہ حکومت میں حصہ دار بننا چاہتے تھے۔ اور دل سے کسی مسلمان کو دلی کے تخت پر دیکھنا ان کو گوارہ نہ تھا اس کے لئے وہ ہر جتن شاہ کے خلاف کر رہے تھے مگر اکبر کے سامنے ان کی چل نہیں رہی تھی۔ اس کی بڑی وجہ شاہ کی طرف ایک بڑی طاقت تھی اور وہ طاقت شودر کی تھی بڑی ذات کے لوگ ان سے کم تھے اور شودر شاہ پسند تھے مرہٹوں کے ہر حربے کو شاہ نے برداشت کیا اور معقول جواب دیا۔ جب انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ آگے ان کا بس نہیں چل سکتا تو پھر ایک نئی چال کے ساتھ سامنے آئے اور دوستی کا ہاتھ شاہ کی طرف بڑھا دیا اور ایک نئی خوبصورت کنیا کا تحفہ شاہ کی نظر کر دیا۔ وہ رانی جودھا بائی کے نام سے مشہور ہوگئی اور اس کی کوکھ سے مغلیہ سلطنت آگے بڑھی دربار میں مرہٹوں کا اثر رسوخ زیادہ ہوا اور ان کو بہت زیادہ مراعات ملیں۔"

"مگر تاریخ بتاتی ہے کہ ہندو قوم کے دل میں مسلمانوں کے لیے جو نفرت اور تعصب تھا وہ پھر بھی ختم نہیں ہوا اور آج تک اس کی جھلک ہر روز نظر آتی ہے اس کی کیا وجہ تھی؟" رولوکا نے پوچھا۔

"میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ شاہ نے سیاسی طور پر ہندوستان کے عوام پر فتح پالی تھی ان کو اپنا ہمدرد بنا لیا تھا مگر ہندو دانشور اس کو قبول نہیں کرتا تھا وہ شاہ کی سیاسی بازی گری سمجھتا تھا وہ کہتا تھا کہ یہ سب کچھ حکومت کرنے اور رعایا کو اپنی طرف کرنے کے سیاسی طریقے ہیں اصل کچھ دور ہے۔"

"مگر میں کہتا ہوں اسلام اور ہندو مذہب دو قطعی الگ الگ چیز ہیں ان کا ملاپ کہیں پر نہیں ہے۔ اکبر نے حکومت کرنے کے لیے ہر طریقہ اپنایا تھا اس نے اس طریقہ پر باون سال حکومت چلائی ان باون سالوں میں اس کے ساتھ بیرم خان جیسے وفادار نہ ہوتے تو اس کی حکومت نہیں چل سکتی تھی۔ اس نے تاریخ میں اپنا نام درج تو ضرور کرا لیا ہے مگر ایک مسلمان اس کو میں تسلیم نہیں کرتا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

بیربل بگڑ کر بولا۔ "تم نہ مانو اور نہیں مانو گے تو کیا فرق پڑنے والا ہے دنیا اکبر کے دور کو مغلوں کا سنہری دور کہتی ہے شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے ہر ہندو خوش تھا ہر مسلمان خوش تھا پیداوار خوب تھی شہر آباد تھے اور آزادی کے فضا میں سانس لیتے تھے انصاف کا دور تھا کسی مذہب کا ہو اس کے ساتھ انصاف ہوتا تھا۔"

رولوکا بولا "اس کے باوجود بھی ہندو شک و شبہ میں پڑا تھا اس کے دل میں مسلمان کے لیے نفرت بھرا تھا۔ اور آج تک ہے جب موقع ملتا ہے وہ اپنا کام کر جاتا ہے۔"

بیربل بولا "ان کا شک و شبہ درست تھا بعد کے شاہوں نے یہ ثابت کردیا کہ اکبر کی سیاسی چال تھی مسلمان کا اصل چہرہ دوسرے شاہوں کے زمانے میں سامنے آیا مگر اس وقت ہندو بھی اتنا کمزور نہ تھا اندرونی طور پر وہ کام کر دیا تھا دوسرے مغلوں نے خود بھی کوئی زیادہ کوشش حکومت بچانے کی نہ کی ان کے مشغلے بدل گئے وفاداروں سے انہوں نے منہ موڑ لیے محلوں میں سازشیں ہونے لگیں اس کے لیے ہماری قوم نے بڑا کام کیا اور اس طرح مغل کمزور ہوتے گئے اور وہی ہوا جس کی ہم امید لگائے بیٹھے تھے۔ ہر عروج کو زوال تو لازمی ہے۔"

"تیری باتوں سے صاف ظاہر ہوا کہ تو شاہ کا وفادار نہ تھا۔" رولوکا بولا

"شاہ کا کون وفادار تھا۔" بیربل بولا۔ "راجپوت کیا وفادار تھے ہندو کا رندے وفادار تھے سب شاہ کی سیاست کو جانتے تھے اور اپنا الو جی حضوری کے ذریعہ سیدھا کر رہے تھے۔"

"تم نے زندگی بھر نمک حرامی کی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"تو کیا ہوا؟" بیربل بولا۔ "گردن پیاری نہ ہوتی تو ایسا نہ کرتا۔ میرے گرو کا کہنا تھا کہ ضرورت کے مطابق خود کو ڈھال لو ایسا نہیں کرو گے تو مٹ جاؤ گے میں آگرہ کا نہیں ہوں مودے کا ہوں ایک غیر اہم اور چھوٹے سے علاقے کا میں نہ ہوتا تو شاید اس جگہ کو کوئی نہ جانتا گرو نے مجھے اس کارن آگرہ بھیجا تھا کہ دربار میں رسائی حاصل کروں میں نے کس طرح دربار اکبری میں اپنی قابلیت دکھائی یہ بھی کہانی ہے میرے گرو نے ہر جگہ میری رہبری کی اور آج سیکڑوں سال کے بعد بھی میں جب چاہوں مدد لیتا ہوں گروں کی آتما آج بھی میری مدد کرتی ہے تم کیا سمجھتے ہو تم نے میرے راستے بند کر دیے ہیں۔ سیکڑوں سال اس دھرتی پر میں نے گزارے ہیں گرو نے تو نہ جانے کتنے یگ گزارے ہیں۔"

رولوکا نے کہا "تو اپنے زمانے کا ہنر رکھتا ہے مگر اب وقت بدل گیا ہے حالات بدل رہے ہیں اب تیرا کام اس دنیا بھی کیا رہ گیا ہے تو چلا جا، چھوڑ اس دنیا کو، تو نے اب تک کیا حاصل کیا ہے رہ کر۔"

"یہ تو میں جانتا ہوں کہ میں نے کیا پایا ہے اور آگے میں کیا کروں گا پر تو کسی دھوکے میں مت رہنا میں صرف ایک خالی آتما نہیں اور پھر میرا گرو میرے سر پر موجود ہے۔" بیربل بولا

رولوکا نے جواب دیا۔ "تو نے کیسے سمجھ لیا کہ میں نے تجھے کشٹ دینے کو روکا ہے۔"

"میرے ساتھ سینکڑوں سال کا تجربہ ہے تو نے میرا راستہ بند کر دیا اس کا مطلب کیا ہوا۔ پر میری بات یاد رکھنا اتو کوئی ہوا اپنی شکتی کو اپنے پاس رکھ میں کھرا برہمن ہوں اکبر کے دربار میں بھی برہمن رہا ہوں میں نے اپنا دھرم نشٹ نہیں ہونے دیا۔ یہ بات ہر درباری کو پتہ تھی ابوالفضل مجھے اس پر چڑاتا بھی تھا مجھ پر اکبر کے اپدیش کا اثر نہ تھا۔ میں اس کی ہر بات مانتا تھا پر کسی کے ہاتھ کا دیا کھاتا نہ تھا میری ماں ایک دیہاتی عورت تھی مگر خالص براہمن تھی اس نے کہا تھا۔ "بیٹا دھرم کا پالن کرنا چھری گلے پر کوئی رکھ دے تو بھی تو کوئی ایسا کام نہ کرنا جو ہماری ذات کے خلاف ہو تو اونچا ہے اونچا ہی رہنا۔" تو میں آج تک اونچا ہوں۔ بیربل نے فخریہ انداز میں کہا۔

رولوکا سکون سے بولا۔ "انسان کو غرور زیب نہیں دیتا۔ تو نے کچھ زیادہ غرور کی بات کر دی ہے۔"

بیربل نے جواب دیا۔ "انسان ایسی بات کرے جو اس کے بس کی نہ ہو تو غرور ہے اور جو بس کی ہو اس کے بتانے میں غرور نہیں اطلاع ہوتا ہے میں نے تجھے بتا دیا ہے مجھ سے چھیڑ نہ کرنا تو اپنا کام کر اور مجھے بھی کرنے دے یہی دونوں کے لیے بہتر ہے۔"

"تو مرزا احمد قدوائی کے قریب کیوں آیا یہ بتا؟" رولوکا نے پوچھا۔

"مرزا کے پرکھوں کا تعلق بہادر شاہ ظفر سے ہے اور یہ اس کی نسل کا آخری چراغ ہے اکبر کے بعد اس کی نسل کے شاہوں نے ہندو جاتی کے خلاف ہی کام کیا ہے ہم بھی

تماشائی نہیں رہے کچھ تو ہمیں بھی کرنا ہی تھا مغلیہ خاندان کی نسل کو نا پیدا کرنا بھی اس میں شامل ہے۔"
"بڑی کوشش کے بعد یہ ملا تھا اور میں نے کام شروع ہی کیا تھا کہ تو درمیان میں ٹپک پڑا" بیربل نے جواب دیا۔
"بڑی حیرت ہے کہ تو اکبر بادشاہ کا رتن تھا تو ظاہر ہے پڑھا لکھا ہوگا مگر زبان ایسی نہیں ہے جس سے تیری قابلیت ظاہر ہوتی ہو" رولوکا نے کہا۔
"میری زبان کی طرف نہ جا! اے جدید دور کے آدمی میری مادری زبان تو ایسی ہے کہ سن کر تو کہے گا کہ میں گالیاں دے رہا ہوں میرا تعلق اب انسانوں سے کب ہے میں دوسری دنیا کا ہوں میرا شریر آگ میں جل چکا ہے اس کی راکھ جمنا میں بہہ گئی، میں صرف آتما ہوں جو کسی کی پابند نہیں ہے ہاں میں صرف اپنے گرو کے حکم کی پابندی ضرور کرتا ہوں۔"
"مگر اب تجھے میرا حکم بھی ماننا ہوگا کیونکہ تو میری قید میں ہے تیرا گرو بھی تجھے نہیں چھڑا پائے گا اگر میری بات کا یقین نہ ہو تو جانے کی کوشش تو کر کے دیکھ لے۔" رولوکا نے کہا۔
"زیادہ بڑی بات نہ کر" بیربل تلملا کر بولا
"یہ بڑی بات نہیں ہے حقیقت تیرے سامنے ہے" رولوکا نے جواب دیا۔
"بہت بول رہا ہے میں مہادے کا ٹوڈرل بیربل جس نے اکبر کو اپنی مرضی پر چلایا پورے ہندوستان میں میرے نام کا ڈنکا بجتا تھا۔ تو مجھے روک لے گا، دیکھ میں جاتا ہوں۔"
کانچ کے ہیولے میں حرکت ہوئی زمین سے اوپر اٹھا اور پھر نیچے آ گیا۔ پھر اٹھا اور نیچے آ گیا تین بار وہ ناکام ہوا تو بولا۔ "تو نے اوپر یہ کیسا جال پھیلا رکھا ہے۔"
"ہاں میں نے یہ کیا ہے اس لئے کہ تو جانہ پائے تو نے سیکڑوں سال مسلمانوں کے ساتھ غداری کی ہے وفاداری کی آڑ میں دشمنی کرتا رہا ہے اب اور زیادہ تجھے ڈھیل نہیں دی جا سکتی تو میرا قیدی ہے" رولوکا نے جواب دیا۔
"تو بھول کر رہا ہے مجھے قید نہ رکھ سکے گا تو میری شکتی اور گرو کی شکتی کو نہیں جانتا میرے پاس سیکڑوں سال کی شکتی ہے اور گرو کے پاس ہزاروں سال کی شکتی ہے تو اس سے دشمنی نہ کر بہت پچھتائے گا" بیربل بولا۔
"تیری شکتی تو دیکھ لی کتنے آرام سے جال میں پھنس گیا تیرے گرو کو بھی دیکھوں گا" رولوکا نے جواب دیا۔
بیربل بھنا کر بولا۔ "دیکھ یہ تیرے لیے اچھا ہے۔"
رولوکا مسکرا کر بولا۔ "مجھے پرانی چیزیں دیکھنے کا بہت شوق ہے۔"
"یہ شوق بہت مہنگا پڑ سکتا ہے۔" بیربل بولا
"جب خریدار کی جیب میں مال ہو تو وہ سستا مہنگا کب دیکھتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔
"تو بہت ضدی ہے لگتا ہے بات میری حد تک ہے میں برداشت کرلوں گا گرو کو ہوا تک نہیں لگنے دوں گا مجھے جانے دے اس میں تیری بھلائی ہے"۔ بیربل نے پینترا بدلہ۔
"تجھ سے کسی بھلائی کی امید رکھنا کتنی عجیب بات ہے تو مان چکا ہے کہ تو نے اکبر کو وہ راستہ دکھایا جس سے دین اسلام کمزور اور ہندومت ترقی کرتا گیا تو نے ہی دین الٰہی نام کا مذہب ایجاد کرایا ہوگا۔"
"نہیں یہ غلط ہے دین الٰہی اکبر کی خود پیدا کردہ تھا اس وقت کے سیاسی حالات نے اس کو مجبور کر دیا تھا اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ہندو رعایا اور شورش پسند مرہٹے اس کی حکومت ختم کر دیتے" بیربل نے جواب دیا۔
"تو نے اس نئے دین کی مخالفت کی تھی۔" رولوکا نے پوچھا۔
"اگر کرتا تو کیا اکبر مان جاتا اس کی نظریں صرف اپنی حکومت کو مستحکم کرنے میں تھیں اس کا ساتھ مسلمان درباری دے رہے تھے سارے رتن واہ واہ کر رہے تھے وہ ہندوؤں میں دیوتا بن رہا تھا اس کے درشن کو روزانہ ہزاروں لوگ جھروکوں میں نظریں گاڑے رکھتے تھے۔"
"تیرے پاس ہر بات کا جواب ہے مگر تو نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا تو نے مخالفت اس دین کی کی تھی۔"

رولوکا نے پھر پوچھا۔

''نہیں میری ہمت نہ تھی کہ مخالفت کروں۔ اگر کرتا تو سارے درباری میری مخالفت کرتے اور میں شاہ کی نظروں سے گر جاتا۔''

''اب تو یہ بتا تیرا گرو کہاں ملتا ہے۔ اس کا کوئی ٹھکانہ ہے۔'' رولوکا نے پوچھا۔

''گرو کے کسی ٹھکانے کے بارے میں کسی کو پتہ نہیں ہے وہ ہر جگہ پہنچ جاتا ہے ویسے بھی آتما کو کسی سواری کی ضرورت نہیں ہوتی گرو تو پھر مہان شکتی کا مالک ہے۔''

بیربل نے جواب دیا۔

''میں جانتا تھا کہ تو نہیں بتائے گا میں خود اس کو تلاش کروں گا اور تو اس وقت تک میری قید میں رہے گا میری بات یاد رکھنا زیادہ زور دکھانے کی کوشش نہ کرنا ورنہ سخت اذیت میں مبتلا ہو جائے گا تو اور تیری چالبازیاں بہت پرانی ہیں آج دور دوسرا ہے انسان بہت آگے جا چکا ہے جانور پر سفر کرنے والے نہیں رہے تیز رفتاری عام ہے ہر چیز کا مزاج بدل رہا ہے۔''

اور بیربل کو قید کر دیا گیا۔

رولوکا گرو کی آتما کی تلاش میں روانہ ہوا۔ یہ آسان کام نہ تھا کسی انسان کا بے پتہ تلاش کرنا دشوار ہوتا ہے یہ تو ایک آتما تھی جس کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا جس کا کوئی چہرہ نہیں ہوتا کوئی گھر نہیں کوئی عزیز نہیں صدیوں سے اپنے والی اس روح کے بارے میں کون جان سکتا تھا۔

رولوکا نے اپنی تلاش کا آغاز دلی سے ہی کیا اور ہر اس مقام پر تلاش کیا جہاں اس کے ہونے کا امکان ہو سکتا تھا ہر اس آدمی کو ٹٹولا ان کی جاسوسی کی جن کا کسی بھی آتما سے واسطہ ہو سکتا تھا۔

ان میں وہی لوگ تھے جو ہندوستان کی سرزمین پر اپنا ناپاک دھندہ پھیلائے ہوئے تھے ان میں جادو کرنے والے سفلی اور کالے جادو کرنے والے تھے۔ ان ہی لوگوں کے رابطے آتماؤں سے ہوتے ہیں رولوکا ایک ایک کو چیک کر رہا تھا مگر کسی کی نظر میں نہیں آ رہا تھا اس کا ان سے ٹکراؤ نہ تھا وہ اس جڑ کی طرف بڑھ رہا تھا جو سیکڑوں سال سے تھی اس کا صرف ایک چیلا تو نہ ہوگا بیربل جیسے نہ جانے اور کتنے ہوں گے جو مخلوق خدا کو نقصان اور خاص طور سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے ہوں گے۔

بیربل کے کردار نے رولوکا کے دل میں اس کے خلاف نفرت بھر دی تھی اس نے دوست بن کر دشمنی کی تھی۔ اور ایک مسلمان بادشاہ کے چہرے پر کالا داغ لگا دیا تھا اور تاریخ نے اس داغ کو نمایاں کر دیا تھا۔ اس داغ نے اکبر کی بہت سی اچھی باتوں کو بھی داغ دار کر دیا تھا۔

یہ ہو سکتا ہے کہ تمام تر قصور شاہ کا نہ ہو اس کے مشیروں نے یہ کام کیا ہو ان میں بیربل بھی تھا۔ اس نے بھی اس کو غلط کام کرنے دیا قصوروار اور بھی ہوں گے مگر میرے سامنے تو بیربل ہے اور اس کا گرو ہے جس کے کہنے پر بیربل چلتا تھا۔

چھ ماہ گزر گئے رولوکا کی تلاش جاری رہی آخر وہ راجستھان کے ایک شہر بیکانیر پہنچ گیا اور وہاں پر ایک سادھو کے روپ میں سڑکوں پر پھرنے لگا یہاں پر بھی آبادی زیادہ تر ہندوؤں کی تھی اور یہ لوگ سیتا دیوی کے پجاری تھے رولوکا مندر میں چلا گیا اور پجاری سے ملا بولا۔ ''میں بڑے لمبے سفر سے آیا ہوں اگر تم اجازت دو تو دو چار دن رک جاؤں۔''

پجاری نے جواب دیا۔ ''اس مندر میں رات کو کوئی نہیں رکتا بس اجازت نہیں ہے تم کوئی اور ٹھکانا ڈھونڈ لو۔''

رولوکا بولا۔ ''کسی کی اجازت نہیں ہے میں مسافر ہوں کسی کو نہیں جانتا کہاں جاؤں۔''

''یہ تو تم کو خود دیکھنا ہے کہ کہاں جاؤ گے بات یہ ہے کہ رات کو اس مندر میں ریگستان کی آتمائیں آتی ہیں ان کی صبا ہوتی ہے ان کی اجازت نہیں ہے تیری بھلائی اس میں ہے کہ رات میں نہ ٹھہر کیونکہ آتماؤں کی اجازت نہیں ہے۔'' پجاری نے سمجھایا تو رولوکا بولا۔

''تم میری فکر نہ کرو میں خود ان آتماؤں سے نمٹ لوں گا مر جاؤں تو تم کو قصوروار نہیں کہوں گا۔''

پجاری حیرت سے بولا۔ ''ارے کا بات کرو ہو ارے

Pakistanipoint
Waqar Azeem

تو مارا گیا تو میں کا بچوں گا۔"

رولوکا نے کہا۔ "دیکھو پجاری کچھ نہیں ہوگا میں سویرے تم کو یہاں پر ہی ملوں گا۔"

"ارے پر میں کا ہے اتنا بڑا جوکھم اٹھاؤں، لے خود تو مرے مجھے بھی مارے گا خوامخواہ۔" پجاری بولا۔

رولوکا نے آواز میں رعب پیدا کر کے کہا۔ "میں نے پوچھنا تھا پوچھ لیا تو کچھ کہہ میں جاؤں گا نہیں اب تو میں ان آتماؤں سے ضرور ملاقات کروں گا تو یہ بتا یہ کب سے آ رہی ہیں اس مندر میں۔"

"ارے میں کیا جانو کب سے آ رہی ہیں میرے باپ دادا کو بھی پتہ نہ ہو۔" پجاری بولا۔

"ان آتماؤں کے آنے کا کچھ فائدہ نقصان ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"فائدہ یہ ہے کہ مندر میں آمدنی ہوتی ہے نقصان یہ ہے کہ رات کو دور دور مندر آدمی کیا جانور نہیں ہوتا۔ کتے بھی قریب نہیں آتے مجھے بھی دور سے آنا پڑتا ہے پر کیا کروں ہمیشہ سے ایسا ہی ہو رہا ہے۔ عادت سی پڑ گئی ہے اب تو۔" پجاری نے بتایا۔

رولوکا بولا۔ "تیرا فائدہ کس بات میں ہے۔"

"ارے بس سویرے کی پوجا ہو جائے ذرا زیادہ لوگ آئیں امن چین ہو ڈر خوف دور ہو۔" پجاری بولا۔

"تو پھر تو جا آج رات میں مندر میں رہوں گا۔" رولوکا بولا۔

"میں پھر کہہ دوں ساری ذمہ داری تیری ہے۔" پجاری بولا۔

"ہاں ٹھیک ہے تو جا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

پجاری گردن ہلاتا چلا گیا۔ سورج غروب ہوتے ہی مندر کے دور دور کسی انسان کا وجود نہ رہا یوں بھی آبادی گنجان نہ تھی مگر سورج ڈوبتے ہی ایسا لگتا تھا کہ یہ بیابان جنگل ہے مگر یہ کیسا بیابان جنگل تھا کہ کسی جانور کی آواز بھی نہیں آتی تھی۔

مندر کی چار دیواری نہ تھی ایک پوجا کا کمرہ تھا جہاں پر سیتا دیوی کا بت کھڑا تھا۔

اس کے پشت پر ایک بڑا کمرہ تھا جو کسی قسم کے سامان سے بھرا تھا مگر صاف ستھرا تھا اور کوئی جگہ اس مندر میں قابل ذکر نہ تھی۔

رولوکا اس بڑے کمرے کے دروازے سے ہٹ کر بیٹھ گیا تا کہ آنے والوں کو رکاوٹ نہ ہو۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا ہاتھ کو ہاتھ نظر نہ آتا تھا۔

رات گیارہ بجے کے لگ بھگ رولوکا کو اندازہ ہوا کہ کچھ آمد ہو رہی ہے آنے والے نہایت خاموشی سے آ رہے تھے اور بڑے کمرے میں جا رہے تھے بارہ بجے کے قریب ان کی آمد بند ہو گئی اور ایک آواز رولوکا نے سنی آواز نہایت بھاری اور رعب دار تھی۔

"یہ آج نئی بات کیسی ہے بے شریروں میں شریر والا کون آ گیا ہے؟"

رولوکا دروازے کے اندر گیا اور بولا۔ "شریر والا تیرے سامنے ہے۔"

"تو نہیں جانتا کہ یہ صبا ہماری ہے کوئی ادھر آتا ہے نہیں اور جو آتا ہے نقصان اٹھاتا ہے۔" آواز آئی۔ رولوکا بولا۔ "تو کون ہے اور اس جگہ کہاں سے اور کیوں آتا ہے؟"

"تو نہیں جانتا میں روپ چند ہوں اور یہ سب میری ساتھی آتمائیں ہیں اور آتے اس لئے ہیں کہ یہاں پر ہمارے گرو کے آنے کی آدیشکتا ہے روز اس لئے آتے ہیں کہ نہ معلوم کس رات وہ آ جائیں ان کا سواگت کرنے آتے ہیں۔ پر تو نے تو آ کر بہت بڑی بھول کر دی ہے اس بھول کی سزا تیری موت ہوگی۔"

رولوکا نے اطمینان سے کہا۔ "موت اور زندگی تیرے ہاتھ نہیں ہے مگر تو سن کہ آج کے بعد تم سب یہاں نہیں آنا آؤ گے تو کشٹ بھوگنا ہوگا۔"

"ارے کشٹ دینے والے اپنی خیر کر تیری زندگی کی یہ آخری رات ہے سویرے تیرا یہ گوشت پوست کا شریر ریگستان میں سڑ رہا ہوگا اور پھر ساری آتمائیں اس کی طرف بڑھیں مگر اس سے کچھ دور ایک فاصلے پر آ کر رک گئیں

آواز آئی آگے بڑھو مگر کوئی آگے نہ بڑھا تو ایک بہت طویل سایہ سا قریب آیا مگر وہ بھی اس حد تک آ کر رک گیا اور بولا۔"ارے یہ دیوار کیسی ہے؟"

"رولوکا نے کہا۔"تم سب اس دیوار کے اس طرف قید ہو اور جب تک گرو نہ آئے قید رہو گے۔"

"ارے جا بڑا آیا قید کرنے والا۔ ہم آزاد آتمائیں ہیں تو قید کرے گا۔"

رولوکا بولا۔"روپ چند اب دنیا بہت آگے چلی گئی ہے تیری شکتی پرانی ہو گئی ہے زیادہ کوشش کرے گا تو بھی کچھ نہ ہو گا یہ شکتی تیری سمجھ میں آنے والی نہیں ہے تجھ سے میرا بیر نہیں ہے نہ تجھ سے کوئی شکایت ہے تو یہ بتا تیرے گرو کا نام کیا ہے اور وہ کب سے ہے؟"

"تو کیوں اس کے بارے میں پوچھتا ہے؟" سایہ بولا۔

"اس لئے کہ مجھے اس سے ہی کام ہے تم سے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

"یہ بتانا تو میرے لئے مشکل ہے اس لئے کہ گرو کے بارے میں کوئی نہیں بتاتا جو بتاتا ہے گرو اس کو کشٹ دیتے ہیں اس کا کشٹ بڑا خوفناک ہوتا ہے۔"

"اچھا دوسرا سوال کرتا ہوں تو یاد رکھ کہ میں تجھ سے بلا کسی سختی کے پوچھ رہا ہوں تو بیربل کو جانتا ہے۔"

سایہ چونکا اور پھر بولا۔"تم ٹوڈرمل کی بات کرتے ہو۔"

رولوکا نے کہا۔"ہاں اسی ٹوڈرمل کی جو شاہی دربار میں بیربل کے نام سے مشہور ہوا تھا۔"

"ہاں میں نے نام سنا ہے ٹوڈرمل کے پاس ہی آگرہ میں گرو قیام کرتے تھے اور اس کو راج نیتی کا اپدیش دیا کرتے تھے ان کے اشارے پر ہی بیربل سب کام کرتا تھا۔" سایہ بولا۔

"دیکھ روپ چند تیرا میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے اب تو نام بتا دے مجھے جس کی تلاش ہے وہی گرو ہے۔" رولوکا نے کہا۔

اور مجھے گرو کے کشٹ سے کون بچائے گا۔" روپ چند نے جواب دیا۔

"تجھے کوئی کشٹ نہیں ہو گا اور تو اور تیرے ساتھی جو اذیت گرو کے انتظار میں گزار رہے ہیں اس سے بھی نجات مل جائے گی جب انسان کا شریر اس کا ساتھ چھوڑ دے تو آتما کو واپس جانا پڑتا ہے اور جو کسی وجہ سے نہیں جاتیں وہ ایک بہت بڑے عذاب میں پڑی رہتی ہیں۔ تم کچھ کہو مگر میں اندازہ کر سکتا ہوں کہ تم سب کو گرو نے ایک عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے تم سب کو واپس جانا ہے۔ یہ دنیا اب تمہارے لئے نہیں ہے یہ زندہ لوگوں کے لئے ان کا حق ہے تم نے اپنی عمر گزاری ہے مگر تم نہیں جا سکتے اس لئے کہ تم کو گرو نے باندھ رکھا ہے اس نے کیوں باندھا ہے کب وہ تم سے کام لے گا اور کیا کام لے گا صرف وہ جانتا ہے تم اس کے غلام ہو مگر میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہاری یہ غلامی ختم کروا دوں گا تم صرف میرا ذرا ساتھ دو اس کا نام بتاؤ اور اگر جانتے ہو کہ اس کا ٹھکانا کہاں ہے یا ہو گا تو بتاؤ۔" رولوکا نے کہا۔

روپ چند کا سایہ کچھ دیر ہوا میں لہراتا رہا خاموش رہا پھر بولا۔

"میں تیری بات پر اعتبار کرتا ہوں کیونکہ ہم اپنی مرضی سے یہاں پر نہیں ہیں ہم کو واقعی اس صحرا میں باندھا گیا ہے گرو کا نام پربھو دیال پنڈت ہے وہ ذات کا پنڈت یعنی برہمن ہے یہ نہیں پتہ کہ وہ کب سے دنیا میں ہے مگر یہ پتہ ہے کہ اکبر کے زمانے میں زندہ تھا اس کی کوشش اور چمتکار سے بیربل رتن بنا تھا اس نے اکبر کو بھی بڑے چمتکار دکھائے تھے اور ہندومت کی طرف راغب کیا تھا کہتے ہیں وہ ہوا میں پرواز کرتا تھا آگرہ کے لال قلعہ میں اس نے ہون کیا تھا اور ہزاروں لوگوں کے سامنے زمین سے اڑ گیا تھا، بادشاہ بہت متاثر ہوا تھا۔ یہ میری آنکھ دیکھی حقیقت نہیں ہے مگر سنی ضرور ہے کہتے ہیں گرو بڑی شکتی دان تھا ہر شکتی سے وہ واقف تھا اس کا شریر اس کے اشارے پر تھا کئی کئی سال برف میں دبا پڑا رہتا تھا اور اس کی صرف آتما متحرک رہتی تھی۔ ہم میں سے کسی نے اس کی شکل نہیں دیکھی صرف آواز سنی ہے۔" روپ چند کی آواز بند ہوئی تو

رولوکا نے کہا۔
"اس کا ٹھکانا تم جانتے ہو۔"
"اس کا کوئی ایک ٹھکانا نہیں ہے پوری دنیا میں وہ پھرتا ہے اور سالوں اس کا پتہ نہیں ہوتا ہمارے پاس اسّی سال سے نہیں آیا اور پتہ نہیں کب آئے گا نسل در نسل یہی چکر چلتا رہے گا۔ ہم اس مندر میں آتے رہیں گے یہ ایک ریت بن گئی ہے زندہ لوگ اس طرف رات کو نہیں آتے اس لئے کہ ہم ان کو مار ڈالتے ہیں کیونکہ یہی گرو کا حکم ہے۔"
رولوکا بولا۔"تم اس کمرے میں قید ہو باہر ہرگز نہ جانا باہر تمہارے لئے خطرہ ہے اور جاؤ گے تو خود ذمہ دار ہوگے، میں آؤں گا اور تمہارا انتظام آ کر کروں گا اس بات کا یقین کرو وہ اچھا ہوگا۔"
رات گزر گئی دن نکل آیا سورج کے نکلتے ہی پجاری آ گیا اور رولوکا کو دیکھ کر حیرت سے بولا۔
"میری زندگی کا یہ پہلا واقعہ ہے کہ کوئی آدمی رات گزار کر یہاں پر زندہ ملا ہو۔"
رولوکا نے جواب دیا۔"تو نے ابھی بہت کچھ نہیں دیکھا میں جا رہا ہوں اس بڑے کمرے میں کبھی نہ جانا اور نہ کسی کو جانے دینا اگر میری نہیں مانے گا تو نقصان اٹھائے گا میں واپس بیکانیر آؤں گا پھر یہ دروازہ کھولوں گا۔" اور رولوکا پجاری کو حیرت زدہ چھوڑ کر مندر سے باہر آ گیا۔
اب رولوکا کا سفر کلکتہ شہر تھا بنگال کا نہایت گنجان آباد شہر اس شہر میں اکثر آبادی بنگالی زبان بولتی ہے مگر آبادی ملی جلی ہے ہر جگہ کا آدمی اس شہر میں رہتا ہے اس شہر کے چپے چپے پر آبادی ہے۔ رولوکا شہر کی سیر کرتا رہا اور پھر ایک سادھو کے بھیس میں ایک کالی کے مندر میں گھس گیا۔ کالی کے مندر یہاں پر زیادہ ہیں اور کالی کے نام پر لوگ جادو کرتے ہیں۔ یہ مندر ایک بہت بڑی بستی سونا گاچھی میں تھا سونا گاچھی بستی یہاں کی بدنام ترین بستی ہے یہاں پر گانے بجانے اور عیاشی کے اڈے ہیں اس بازار میں پورے ہندوستان کی عورت دستیاب ہے یہاں پر پورے ملک کے جرائم پیشہ اور نامی گرامی بدمعاش قیام کرتے ہیں۔ لوٹ مار کا مال یہاں پیشہ ور عورتوں پر خرچ کرتے ہیں اور عیش کرتے ہیں مگر کالی یہاں پر بھی ہے یہ سب بدمعاشیاں اس کی سرپرستی میں ہوتی ہیں یہاں کی عورتیں اپنی حرام کمائی میں سے مندر کا حصہ ضرور ادا کرتی ہیں مندر میں بڑے خوشحال پجاری رہتے ہیں اور وہ بھی وہی کرتے ہیں جو اس بازار میں ہر جگہ ہوتا ہے۔
سونا گاچھی بازار پورے شہر سے مہنگا بازار ہے عام شریف آدمی اس کے قریب سے نہیں گزرتا مگر پھر بھی شام ہوتے ہی اس کی رونق اور گہما گہمی دیکھنے والی ہوتی ہے دکانیں، ہوٹل، پان، سگریٹ اور پھل، مٹھائیاں فروخت کرنے والی دکانیں کھل جاتی ہیں ہر طرف سے گانے بجانے کی صدائیں آنے لگتی ہیں دروازوں پر چلمنوں کے اوٹ میں چمکیلے چہرے نظر آنے لگتے ہیں اور لوگ ان کے دیدار کو اُمڈ آتے ہیں سودا ہونے لگتا ہے مال کی خرید و فروخت شروع ہو جاتی ہے۔
رولوکا اس بازار میں آتے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہاں پر کون سا کاروبار ہوتا ہے؟
مندر کے تندرست پجاری نے رولوکا پر ایک نظر ڈالی اور بولا۔"اوئے سادھو تیرا گزارہ یہاں پر نہ ہوگا۔ کوئی اور مندر دیکھ مفت کی روٹیاں کھانے والے یہاں پہلے سے بہت ہیں۔"
رولوکا مسکین صورت بنا کر بولا۔"میں تم سے روٹی تو نہیں مانگ رہا ہوں۔"
پجاری بولا۔"سب جانتا ہوں بیس سال سے اس بازار کے اس مندر میں دیوی کی سیوا کر رہا ہوں۔ نہ جانے روز کتنے بنے سادھو آتے ہیں چل آگے بڑھ۔"
سادھو بنا رولوکا بولا۔"تو نے ابھی تک کسی سادھو کو دیکھا ہی کب ہے ارے مورکھ دیکھ پاتا تو ایسی بات کبھی نہ کرتا۔"
موٹا پجاری جس کے بدن پر چربی چڑھی اور دماغ میں مایا کا زور تھا ایک دم بھڑک گیا اور زور سے بولا۔
"ابے دو کوڑی کے سادھو تو نے مجھے مورکھ کہہ دیا چل باہر نکل۔" اور اس نے کسی کو آواز دی اس کی آواز پر دو

نہایت تنومند بدمعاش ٹائپ کے آدمی آ گئے اور بولے۔
"کیا حکم مہاراج؟"
"ارے اس بدمعاش کو دیکھو مجھے مورکھ کہہ رہا ہے میری بے عزتی کر رہا ہے۔ اس کو نکال باہر کرو۔" وہ دونوں رولوکا کی طرف بڑھے مگر قریب آ کر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

پجاری نے جب یہ منظر دیکھا تو چیخ کر بولا۔
"ارے سور کی اولاد تم نکال رہے ہو کہ پرنام کر رہے ہو۔"
مگر دونوں کچھ نہ بولے اور رولوکا کے قدموں میں بیٹھ گئے۔

اب تو پجاری کا پارہ ایک دم آسمان پر پہنچ گیا۔ اور وہ خود آگے بڑھا اس کا ہاتھ اٹھا ہوا تھا۔

وہ رولوکا کو مارنا چاہتا تھا تندرست تھا جسم میں جان تھی اور دیوی کا آشیرباد تھا۔ سارا کچھ اس کے حق میں تھا مگر رولوکا کے قریب آتے ہی سب کچھ ہوا بن کر اڑ گیا اور وہ بھی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

رولوکا نے کہا۔ "کیا ہوا پجاری مہاراج مارا نہیں تم نے؟"
پجاری کے تو بدن میں جان نہ تھی مگر پھر بھی ہمت کر کے بولا۔ "بھول ہو گئی مہاراج معاف کر دو۔"
"ارے مورکھ۔" رولوکا بولا۔ "ہر دفعہ بھول کرے گا اور معافی چاہے گا ایسا کبھی ہوا ہے کہ ہر بھول کی معافی مل جائے اور سزا نہ ملے تو کیا سمجھتا ہے تیری بھول معاف ہوتی رہے گی ارے تیری دیوی بھی کچھ نہیں کرے گی۔"
پجاری کی حالت خراب تھی اس کے بدن میں کپکپی طاری تھی گڑگڑا کر بولا۔ "اب اور معاف کر دو میری آنکھ دھوکا کھا گئی۔"
رولوکا بولا۔ "اس لئے دھوکا کھا گئی کہ تیری آنکھوں پر حرام کا مال کھا کھا کر چربی چڑھ گئی ہے۔ تیری چربی اتارنے کی ضرورت ہے اب پجاری تھر تھر کانپ رہا تھا اس کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ سادھو میں کیا بات تھی اس سے ڈر لگ رہا تھا شکل وہی تھی حلیہ وہی تھا پھر ڈر کیا تھا۔"
رولوکا نے کہا۔ "چل تیری بھول کو میں بھول جاتا ہوں پر اب آگے کا خیال کرنا اب کوئی بات ایسی نہ کرنا کہ بھگتان دینا پڑے۔"
پجاری کی جان میں جان آ گئی۔ "نہیں ہو گی ایسی بات، حکم کرو میں کیا سیوا کروں۔"
رولوکا نے کہا۔ "انسان کو انسان ہی رہنا چاہئے تیری انسانیت پر چربی چڑھ گئی تھی پر اب کسی سے ایسا سلوک نہ کرنا جا اور میرے رہنے کا پربند کرا اور سن دیوی کو بتا دے کہ میں مندر میں ہوں۔"
پجاری حیرت سے بولا۔ "دیوی کو کیوں؟"
"ارے مورکھ یہ مندر اس کا ہی تو ہے تو اور کسی کو بتائے گا۔"
پجاری گردن ہلا کر بولا۔ "یہ بات تو ٹھیک ہے پر اس کی سمجھ میں آیا کچھ نہیں۔"
یہ مندر جس جگہ واقع تھا اس بازار کا ماحول تو تھا ہی خراب، یہاں پر جو لوگ آتے تھے وہ وہیں کے تھے، یہ وہ لوگ تھے جن کی کمائیاں حرام کی تھیں ان ہی حرام مال سے وہ مندر کو دان دکھشنا دیا کرتے تھے اور خوب دیتے تھے۔
مندر میں آنے والے کم اور آنے والیاں زیادہ تھیں ان کے آنے کا کوئی وقت نہ تھا ان کی پرارتھنائیں بھی دوسری تھیں پجاری ان کو تسلی دیتا تھا اور پرارتھنا کے پورا ہونے کی یقین دہانی کراتا اور مال بٹورتا تھا۔
شام ہوتے ہی وہ ایک تھال بھوجن کا سجا کر رولوکا کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا۔
"مہاراج بھوجن کر لو......وقت ہو گیا ہے۔"
رولوکا نے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "حرام کا مال ہے برے کام سے اس کو کمایا گیا ہے یہ صرف تو کھا سکتا ہے میں کسی غلط عورت کی کمائی نہیں کھاتا اب کبھی میرے پاس بھوجن لے کر نہ آنا۔"
پجاری نے حیرت سے رولوکا کو دیکھا اور آگے کچھ بولنے کی ہمت جواب دے گئی وہ پلٹ کر چلا گیا۔ رولوکا بظاہر بے کار اس شہر میں اور بازار میں پھرتا رہا مگر کچھ ہاتھ نہ آیا تو ایک ہفتہ کے بعد وہ پجاری سے بولا۔ "تو نے کبھی

پربھودیال پنڈت کا نام سنا ہے۔"

پجاری بولا۔ "مہاراج میں نے تو نہیں سنا یہ کون ہیں؟"

رولوکا بولا۔ "یہ بہت بڑے اور بڑے پرانے گیانی تھے۔"

"تو کیا دیہانت کر گئے پرانی بات لگتی ہے اس کارن میں نہیں جان پایا۔" پجاری بولا۔

"کوئی ایسا ہے جو اس کے بارے میں کچھ بتلائے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"میرا گرو ہے شاید وہ کچھ جانتا ہو پر وہ شہر سے دور ہے اور دریائے گنگا کے پرانے مندر کا پجاری ہے بہت بوڑھا ہے بنگال کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔"

رولوکا نے کہا۔ "کیا وہ مندر بھی کالی دیوی کا ہے؟"

پجاری بولا۔ "ہاں مہاراج وہ مندر بھی کالی دیوی کا ہے اور میرے گرو کا نام بھگندر ہے۔ میرا نام روندر کا حوالہ دو گے تو ضرور ملاقات کرے گا۔"

اور رولوکا بھگندر کی طرف روانہ ہوا وہ چاہتا تو اپنے ذرائع سے بہت جلد وہاں جا سکتا تھا مگر وہ گاؤں گاؤں سیر کرتا وہاں کے لوگوں کو پرکھتا بڑھ رہا تھا شام ہو گئی اور وہ دریا کے اس کنارے پر تھا ہر طرف سبزہ اور ہریالی تھی مچھیرے کاندھوں پر جال ڈالے اور ہاتھ میں شکار شدہ مچھلیوں کی ٹوکریاں لئے گھروں کو جا رہے تھے اور رولوکا دریا کے کنارے کھڑا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اندھیرا پھیل گیا۔ دریا کنارے اب کوئی نہ تھا رولوکا نے رات اسی کنارے گزارنے کا فیصلہ کیا اور ایک تناور درخت پر چڑھ گیا اس درخت پر اس کے علاوہ اللہ کی اور بھی مخلوق تھی ان میں دو بندر بھی تھے۔ بندر اس کو دیکھ کر ذرا تلملائے مگر رولوکا نے ان سے ذہنی رابطہ کیا اور ان کو تسلی کرا دی اور پھر سکون سے ایک موٹی شاخ پر بیٹھ گیا بہت دن ہو گئے تھے اور حکیم صاحب سے رابطہ نہیں ہوا اس کے دماغ میں حکیم صاحب کی شکل آئی اور وہ دلی میں حکیم صاحب کے دماغ میں تھا۔

حکیم صاحب ابھی مطب میں تھے۔ حکیم صاحب کے سامنے ایک مریض تھا اس کے جانے کے بعد رولوکا نے ان کو سلام کیا تو حکیم صاحب چونک کر بولے۔

"اوہو میرے دوست کیا بات ہے بہت مصروف ہو بہت دنوں سے رابطہ نہیں ہوا۔"

رولوکا نے کہا۔ "حکیم صاحب اب کیس عجیب نوعیت کا ہے اس کے سر پیر کا پتہ نہیں چل رہا ایسا کبھی نہیں ہوا بات مغلیہ دور سے شروع ہوتی ہے اکبر کا ایک رتن بیربل کسی پر آتا ہے بھر بل کا کہنا ہے کہ یہ شخص مغلیہ خاندان کا ہے اور بہادر شاہ کی اولادوں میں سے بیربل جو کہ مسلمانوں کا اندرونی طور پر دشمن تھا مگر اپنی چالاکی اور ہنر مندی سے ہمدرد بنا ہوا تھا اس کے دربار تک پہنچانے میں اس کے گرو نے اکبر کو چمتکار دکھائے اور ان کے نتیجہ میں اکبر کا رجحان ہندومت کی جانب ہوا تھا اس کے بعد حالات اور خاص طور سے سیاسی حالات بھی ہندو مرہٹوں نے خراب کئے روز روز کی لڑائیاں شورشیں بھی اکبر کو ہندوؤں کی طرف راغب کرنے کا بہانہ بنیں اور اس نے سیاسی طور پر ایک ہندو کی لڑکی کا ڈولا قبول کر لیا۔

اس عورت نے محل میں اپنا اثر و رسوخ بڑھایا راجپوتوں کی آمد و رفت بڑھی ہندوؤں کے پنڈتوں نے متاثر کرنا شروع کر دیا۔ مسلمان درباری دب گئے اور ہندوؤں والی بہت سی باتیں اکبر میں آ گئیں۔

حکیم صاحب بولے۔ "اس کے علاوہ رانی جودھا بائی نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اور وہ آخری دم تک ہندو تھی اس صورت میں وہ اکبر کی بیوی تو ہو نہیں سکتی تھی باندی اس کو کسی تاریخ دان نے نہیں لکھا بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ اکبر کی ایک بیوی مسلمان پہلے سے تھی اس کا نام مریم تھا تاریخ دانوں نے اس کو بھی نظر انداز کیا ہے مریم کا مزار بھی آگرہ میں اکبر کے مزار کے سامنے آج بھی موجود ہے اور اکبر کی لڑکیوں کے مزارات اکبر کے حرار کے ساتھ موجود ہیں ان پر ان کے نام بھی تحریر ہیں مگر کسی داماد کا ذکر کہیں نہیں ہے۔"

رولوکا نے کہا۔ ”درست کہا آپ نے مغل شاید اپنی لڑکیوں کی شادی نہیں کرتے تھے۔ آگے کا احوال یہ ہے کہ میں بیربل کی آتما تک پہنچ گیا اور اس کو پابند کر دیا۔ مگر وہ اپنے گرو کے بارے میں کچھ نہ بتا سکا اس نے صرف یہ بتایا کہ اکبر کے زمانے میں گرو زندہ تھا مگر اب بھی اس کی آتما زمین پر موجود ہے۔ بیربل تو مسلمانوں کا دشمن تھا ہی مگر اصل خرابی اس کا گروہ تھا اس نے نہ جانے اور کیا کیا خرابیاں مسلمانوں میں پیدا کی ہوں گی اور اب بھی ہے تو اور نہ جانے کیا کیا شیطانی کام کر رہا ہوگا۔ اس کو تلاش کر رہا ہوں مگر اب تک کوئی سرا ہاتھ آیا نہیں ہے وہ سیکڑوں سال سے ہے اور بڑے بڑے عرصہ تک غائب رہتا ہے۔ زمانہ بدل جاتا ہے لوگ اس کا نام تک نہیں جانتے پرانے مر جاتے ہیں۔“ رولوکا نے بات ختم کی۔

حکیم صاحب بولے۔ ”کام بہت مشکل ہے اللہ کرے جلد تم کامیاب ہو جاؤ۔“

”آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔“ رولوکا نے کہا۔

”اب تم کہاں ہو؟“ حکیم صاحب بولے۔

”میں دریائے بوڑھی گنگا کے کنارے ایک درخت پر ہوں میرے ساتھ دو بندر ہیں اور رات اندھیری ہے درخت کے نیچے مگرمچھ مٹر گشت کر رہے ہیں اور دریا پرسکون ہے اب اجازت دیں پھر حاضری دوں گا۔“ رولوکا کی نیند بھوک پیاس جب اس کے کنٹرول میں تھی اس لئے اس کو سونا تو نہیں تھا اس کے سارے کارندے اس کے چاروں طرف موجود تھے ان کو حکم دینے کی ضرورت نہیں خود اپنا کام کرتے تھے۔

رات گزر گئی مگرمچھ دریا کے اندر چلے گئے۔ مچھیروں کی آمد شروع ہوگئی اور دریا پر کشتیاں نظر آنے لگیں رولوکا درخت سے اتر آیا اور کنارے پر کھڑا ہو گیا۔ ایک مچھیرا اس کے قریب آیا اور بنگالی میں بولا۔ ”اس پار جانا ہے۔“

رولوکا اس کی بات نہ سمجھا تو اس نے اشارے سے یہی کہا۔

رولوکا نے بھی اشارے سے ہاں کہا تو مچھیرے نے انگلی کے اشارے سے رقم کرایہ بتائی اور رولوکا اس کی چھوٹی سی کشتی میں سوار ہو گیا اور کچھ ہی دیر میں دریا کے اس پار تھا۔

رولوکا نے اس کو کرایہ دیا اور ایک طرف چل دیا۔ اس کو نہیں پتہ تھا کہ یہاں کالی کا مندر کہاں ہے ہر طرف ہریالی تھی درختوں کا سایہ تھا وہ چلتا رہا اور اس کو ایک ٹیکری پر ایک مندر نظر آ گیا۔ مندر کے تین طرف دریا کا پانی بھرا تھا حالانکہ دریا وہاں سے دور تھا یہ پانی شاید اس وقت بھرا ہوگا جب دریا طغیانی پر ہوگا اور پانی چڑھا ہوگا مگر ایک طرف راستہ تھا کوئی سیڑھی نہ تھی بس ڈھلان تھی اس پر چڑھ کر جانا تھا۔

تعجب اس بات پر تھا دور دور تک آبادی نہیں پھر یہ مندر کیوں بنایا گیا ہے؟

مندر بہت قدیم تھا اور اس کی دیواروں پر کائی نظر آتی تھی اس کائی میں کہیں کہیں پر بیلیں بھی نظر آتی تھیں۔ مندر کا کلس گرنے کے قریب تھا وہ ایک طرف جھکا ہوا تھا دروازہ کھلا تھا بڑے دروازے پر کواڑ نہ تھے اور کالی دیوی کی مورتی اپنی پوری ہیبت کے ساتھ کھڑی تھی چھوٹے پرندے بیلوں پر اچھل کود کر رہے تھے۔ ایک عجیب طرح کا سناٹا تھا پورا مندر خالی تھا۔

رولوکا مورتی والے کمرے میں نہ گیا اور مندر کے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ مندر کے پچھواڑے تھوڑی سی زمین ہموار تھی اور اس میں سبزیاں اگی ہوئی تھیں اور ایک آدمی جس کے بدن پر صرف ایک لنگوٹی نما کپڑا تھا اس کا بدن بہت کمزور تھا، وہ کیاری بنا رہا تھا۔

رولوکا نہایت آہستگی سے اس کے قریب چلا گیا اس آدمی کو پتہ نہ چلا اور وہ کھرپی سے کام کرتا رہا۔ رولوکا اس کے عین پیچھے بیٹھ گیا اور اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد وہ بوڑھا آدمی جئے کالی کہتا ہوا کھڑا ہوا اور رولوکا کو دیکھ کر چونک پڑا اور بولا۔

”کون ہے تم ادھر کیسا آیا؟“ رولوکا نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور بولا۔

”ہم آدمی ہے اور پیر پر چل کر ادھر آیا ہے۔“

بوڑھا بولا۔ ”پتہ ہے ہم بولا ادھر کیوں آیا ہے؟“

رولوکا نے جواب دیا۔ "تم سے ملنے کو آیا ہے ضروری کام ہے۔"
"ہم کو ملنا ہے ہم کو کا ہے کو ملے گا ہم تو دنیا سے الگ پڑا ہے بے کار آدمی ہے۔" بوڑھا بولا۔
"کوئی بے کار نہیں ہوتا جب تک آدمی زمین پر چلتا ہے وہ کام کا ہی ہوتا ہے۔" رولوکا نے بولا۔
"تم اپنا وقت خراب کیا ہے۔ ادھر اتنی دور آیا ہے۔" بوڑھا بولا۔
"تمہارا نام بھکندر ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔
"بوڑھا بولا۔ "ہاں میرا نام یہی ہے۔" تو رولوکا بولا۔ "میں روندر کے پاس سے آیا ہوں اس نے بھیجا ہے۔"
"اچھا تو یہ بات ہے روندر بہت گڑبڑ کرتا ہے۔ خیر تم بولو کیوں آیا ہے؟" پجاری نے کہا۔
"بات یہ ہے کہ میں پرانے مندر اور پرانے لوگوں سے ملاقات کرنے کا شوقین ہوں اور دور دور تک جاتا ہوں اور ملاقات کرتا ہوں تو آپ کے پاس بھی آیا ہوں۔"
بوڑھا رولوکا کو دیکھ کر مسکرایا اور چند منٹ خاموش رہنے کے بعد بولا۔
"مخول کرتا ہے ہم سے ایسا نہ کر اور اصل بات بتا کیوں آیا ہے؟"
رولوکا نے بھی کچھ اندازے کرنے کو ہی کہا تھا بوڑھے نے وہی کہا جس کی امید رولوکا کو تھی رولوکا کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آ گئی اور وہ بولا۔ "تم نے درست کہا میں کسی اور ہی کام سے آیا ہوں۔"
بوڑھا بولا۔ "ہم ادھر جنگل میں پڑا ہے دنیا داری سے دور ہے پر دنیا پر نظر تو رکھتا ہے تم آدمی ہوشیار ہے تم نے ہم کو اندر سے دیکھا بھالا بھی ہے تم اکیلا بھی نہیں ہے ہم کو پتہ ہے تم بھاری پتھر ہے اتنا بھاری کہ ہم اس کا وزن برداشت نہیں کرسکتا مگر تمہارے بارے میں اندازے تو کرسکتا ہے بولو تم ادھر آنے کا کشٹ کیوں اٹھایا؟"
"بات یہ ہے کہ میں ایک ایسے آدمی کے بارے میں پتہ کرنے آیا ہوں جو دوڈھائی سو سال پہلے مر چکا ہے مگر اس کے باوجود وہ دنیا میں موجود ہے اس کا نام پربھو دیال پنڈت ہے۔" رولوکا نے بتایا۔
بوڑھا پجاری خاموش ہو گیا مگر اس کی خاموشی زیادہ دیر قائم نہ رہی۔" وہ بولا۔
"میں پربھو دیال پنڈت کا نام پہلی بار سن رہا ہوں میں نے کبھی کسی سے یہ نام نہیں سنا۔ یہاں میں ایک آدمی کو جانتا ہوں اگر میں یہ کہوں کہ میں نے اس کا نام سنا ہے تو زیادہ ٹھیک ہوگا وہ بھی اکبر کے زمانے میں زندہ تھا اس نے اس دور میں بہت کچھ اکبر کے خلاف کیا تھا مگر پھر اکبر کی نظر میں اچھا تھا اور پھر اکبر کی زندگی میں فتح پور سیکری کا ایک ملنگ آ گیا اور اس اکبر کے دشمن کی کوشش کے باوجود اکبر اولاد نرینہ پا گیا تو اس نے اکبر سے دوری اختیار کر لی تھی مگر اس کا ایک چیلا اکبر کے ساتھ رہا مگر وہ اکبر کا زیادہ کچھ نہ کرسکا رانی جودھا بائی کے آتے ہی راجپوتوں کی طرف سے اکبر بے فکر ہو گیا تھا۔ وہ شخص اکبر کی زندگی سے دور ہو گیا کہتے ہیں کہ مر گیا مگر اس کی آشا پوری نہیں ہوئی تھی اس کی آتما آسانوں پر نہیں گئی تھی وہ مغلیہ دور میں ہمیشہ ان کے خلاف کچھ نہ کچھ کرتا رہا اکبر کے ساتھ کچھ لوگ در پردہ ایسے ضرور تھے جو اس کے اثرات کو قائم نہیں رہنے دیتے تھے فتح والے فقیر کے علاوہ بھی آگرہ میں دوسرے اکبر کی مدد کرتے تھے۔"
"پجاری جی میں اس کی ہی تلاش میں ہوں میری اس کی کوئی لڑائی نہیں ہے بس ملاقات کرنا ہے اور کچھ ضروری باتیں پتہ کرنا ہیں۔"
پجاری مسکرایا پھر بولا۔ "تم پھر گڑبڑ کرے گا ہم کو پتہ ہے تم کو کیا کام ہے پر ہم تم کو بتا رہا ہے اس کا نام جو ہم پتہ چلا ہے وہ گوری ناتھ ہے ہم کو کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جس نے گوری ناتھ کو دیکھا ہو یا اس کے کسی بڑے نے دیکھا ہو صرف نام سب نے سنا ہے اور سب کو پتہ ہے کہ وہ صرف قوم مسلمان کے خلاف تھا یا ہے پتہ نہیں۔" بوڑھے پجاری نے بتایا۔
رولوکا نے کہا۔ "کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ ہر زمانے

میں اپنا نام بدلتا رہا ہو اور کام وہی کرتا رہا ہو۔"

پجاری بولا۔ "تم اپنی تلاش میں آگے بڑھو گے تو تم کو خود اندازہ ہوتا جائے گا کہ وہ ہر زمانے میں اپنا کام کرتا رہا ہے مغلیہ دور کے دوران تم خود غور کرو اس کے وجود کے نشانات نظر آتے ہیں۔"

رولوکا بولا۔ "پجاری جی میں نے آپ کے بارے میں جو اندازے لگائے تھے آپ اس کے برعکس ہو آپ نے ہر وہ بات بتادی جو آپ کو پتہ تھی۔"

میں نے تیرے بارے میں جو اندازے لگائے ان کی وجہ سے مجھے سب کچھ بتانا ہی تھا۔" پجاری بولا۔

"انسانی زندگی اندازوں پر ہی چلتی ہے جو جتنا درست اندازہ کرتا ہے وہ اتنا ہی کامیاب ہے دوسروں پر بھروسہ کر کے اندازے قائم کرنیوالے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

پجاری بولا۔ "میں تیری اور کیا سیوا کروں تو اس جگہ کا پانی بھی نہیں پئے گا۔"

"آپ نے میری سیوا کر دی ہے دنیا میں ہر قسم کے لوگ ہیں کوئی زبان سے سیوا کرتے ہیں کچھ ہاتھ پیر سے کرتے ہیں کچھ صرف کھانے پلانے کو سیوا کہتے ہیں اور کچھ کسی کو صرف راستہ بنا کر سیوا کر لیتے ہیں یہ دنیا ہے ہر آدمی کی اپنی سوچ ہے اپنا انداز ہے میں تم کو یاد رکھوں گا۔"

اور رولوکا مندر سے باہر آ گیا ڈھلوان اتر کر پھر دریا کے کنارے آ کھڑا ہوا۔ اس کی [illegible] میں ضرور اضافہ ہوا مگر بات آگے نہیں بڑھی اب گوری ناتھ آگے تھا اور پربھول دیال پنڈت دور چلا گیا تھا۔

رولوکا کلکتہ واپس آ گیا اور سونا گاچھی کے مندر کا موٹا پجاری رولوکا کو دیکھ کر جان نکل گئی مگر کہہ کچھ نہیں سکتا تھا چہرے پر مسکراہٹ سجا کر بولا۔ "پدھارو مہاراج خوب آئے۔"

رولوکا مسکرا کر بولا۔ "خوشی اندر نہیں لگتی صرف چہرے تک ہے۔"

"نہیں مہاراج میں خوش ہوں۔" پجاری بولا۔

"تیری دیوی تو ناراض نہیں ہو گی۔" یہ سوچ کر بول۔ رولوکا نے کہا۔

"دیوی خوش ہے ناراض ہوتی تو پہلے ہی ہوتی۔" پجاری نے کہا۔

رولوکا کا زیادہ دن اب شہر میں قیام کرنے کا پروگرام نہ تھا۔ بنگال بہت بڑا ہے آگے بڑھنے کا پروگرام تھا ڈھاکہ اور چٹا گانگ نواکھالی چندر گونہ اور اندرونی علاقے ان جگہوں پر بھی بھانت بھانت کے لوگ ہیں ایک سے بڑھ کر ایک گرو پڑا ہے۔ یہاں کی سرزمین پر بھی جادو ٹونے کا بڑا زور ہے یہاں کے جنگلات میں ایسے لوگ ہیں جو سالہا سال سے وہاں پر ہیں اور بڑے بڑے جاپ کر رہے ہیں یہاں کی الگ ہی ثقافت ہے الگ زبان ہے اور الگ ہی سوچ سوجھ بھی ہے۔ مگر عام آدمی محنت کش ہے اور محنت سے روزی کماتا ہے اس کی زندگی اور پورے ہندوستان کی زندگی میں صرف زبان اور لباس کا ذرا فرق ہے۔

رولوکا زیادہ دن مندر میں نہ رہا اور سندر بن کی طرف روانہ ہوا۔ وہ ہر گاؤں میں ایک دو دن رکتا اور آگے بڑھ جاتا اس کا روپ ایک سادھو کا تھا ہندو اس کی خدمت کرتے مگر وہ ان کے کھانے نہیں کھاتا تھا۔ آخر وہ سندر بن کے سرے کے گاؤں میں پہنچا اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ گاؤں کے سب سے بڑے سے گاؤں کے حالات کوئی ایسی بات پوچھتا جو ان کے خیال میں انوکھی ہوتی۔

سندر بن کے بہت قریب یہ گاؤں تھا اور اس کا نام رونی تھا۔ آبادی بڑی نہ تھی مگر پھر بھی ہزار بارہ سو نفر تو تھے ان سب کی روزی گاؤں کے چاروں طرف پانی کی جھیلیں تھیں یہ لوگ ان میں شکار کرتے اور چاول کاشت کیا کرتے تھے عورتیں دن بھر کھیتوں میں کام کرتی تھیں ان کے بچے بھی ان کے ساتھ کام کرتے تھے اور مرد مچھلی کا شکار کرتے تھے ان کا اس کے بغیر گزارہ نہ تھا۔

آبادی میں کثرت ہندوؤں کی تھی اور ایک مندر بھی بنا ہوا تھا مگر کچھ مسلمان اور بدھشٹ بھی آباد تھے مگر ان کا طرز زندگی الگ نہ تھا یوں تو یہاں اور جانوروں کا شکار بھی

تھا انڈے اور مرغی تھی مگر یہ لوگ شوق سے صرف مچھلی ہی کھاتے تھے۔

رولوکا کی روئی گاؤں میں سب سے پہلے ملاقات ایک مچھیرے سے ہوئی تو رولوکا نے پوچھا۔ ”یہ کون سا گاؤں ہے؟“

مچھیرا بولا۔ ”یہ روئی ہے ادھر آگے جنگل ہے پانی ہے ادھر نہ جانا بڑا ابڑا جانور ہے۔“

رولوکا بولا۔ ”مجھے ادھر ہی جانا ہے۔“

مچھیرا بولا۔ ”ادھر خطرنوک جانور ہے ادھر نہیں آنا تم ادھر رہو سادھو ادھر اچھا نہیں ہے۔“

رولوکا نے پوچھا۔ ”تمہارا کوئی بڑا کھیا ہے میری ملاقات اس سے کراؤ گے۔“

”بڑا ہے تم ہمارے ساتھ آؤ تم کو ہم بھات کھلائے گا۔“ مچھیرا بولا۔۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“ رولوکا نے کہا۔

”میرا نام اسلام ہے ہم مسلمان ہے دو گھر ادھر اور مسلمان کا ہے باقی سب ہندو ہے۔“

”میں تیرے گھر دعوت کھاؤں گا۔“ رولوکا نے جواب دیا۔

”آؤ میرے ساتھ سلام اس کو لے کر گاؤں میں آگیا اور پھر سیدھا اپنے گھر آیا اس کا گھر گھاس پھونس کا جھونپڑا تھا اس کے دو طرف پانی تھا اور ایک طرف کھلا میدان تھا اس میدان میں دو تین بکریاں کھڑی بنگالی کر رہی تھیں۔ سلام نے اپنی بیوی کو آواز دی سکینہ وہ بنگلہ میں بولا۔ ”دیکھ ایک مہمان آیا ہے۔“

سکینہ جلدی سے باہر آگئی اور ہاتھ اٹھا کر اس نے رولوکا کو سلام کیا۔

سلام بولا۔ ”یہ میری بیوی ہے یہ بھی مسلمان ہے اس کے ہاتھ کا سادھو مہاراج آپ کھائیں گے۔“

رولوکا مسکرا کر بولا۔ ”اس کے ہاتھ ہی کا تو کھائیں گے باقی پورے گاؤں کی عورتوں کے ہاتھ کا نہیں کھائیں گے۔“

سکینہ یہ سن کر خوش ہوگئی وہ ایک تندرست جوان عورت تھی اور اس نے بہت دن کے بعد کوئی باہر کا آدمی دیکھا تھا اور وہ بھی ایک سادھو اور مسلمان کے گھر یہ بات ذرا حیرت کی اس کے لئے تھی مگر اس نے کوئی سوال نہ کیا۔ سوچا سادھو سنت ہے اور اچھے وچار رکھتا ہے۔ دھرم کے بھیر بھاؤ سے اوپر ہے اس کے دل میں سادھو کی عزت بڑھ گئی۔

سلام نے ایک کھاٹ جھونپڑے میں ڈال دی ایک دری نما کوئی بچھونا ڈال دیا اور تکیہ رکھ دیا اور بولا۔ ”مہاراج آرام کرو ابھی کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔“

رولوکا چارپائی پر لیٹ گیا اس نے سوچا گاؤں کوئی بھی ہو وہاں کا انسان پر خلوص ہے انسان کی قدر کرنے والا ہے اور مہمان نوازی کرنے والا ہے۔

اس نے گاؤں پر ذہنی طور پر نظر ڈالی کوئی خاص بات نہ تھی نہایت سادہ لوگ تھے ان میں کوئی ریا کاری مکاری نہ تھی صاف ستھری جگہ تھی۔

رات ہوگئی اور سلام نے اس کو بڑی محبت سے کھانا کھلایا اور کہا۔ ”آپ آرام کرو سویرے کھیا کے پاس چلیں گے ذرا جلدی جانا ہوگا اس لئے کہ وہ ناؤ لے کر نکل گیا تو شام کو ہی آئے گا۔“

رولوکا کے سارے کارندے ہوشیار تھے رولوکا گہری نیند سو گیا اور سویرے سلام کی آواز پر اٹھ گیا۔

سلام نے کہا۔ ”آؤ سادھو مہاراج کھیا اپنی ناؤ کے پاس ہوگا۔“

دونوں روانہ ہوئے اور دریا کے کنارے پہنچ گئے۔

ایک آدمی ناؤ میں کچھ کر رہا تھا۔ سلام کو دیکھ کر بولا۔ ”ارے سویرے سویرے کیا بات کام ہے سلام۔“

سلام نے جواب دیا۔ ”کھیا جی میرا کام نہیں ہے یہ سادھو مہاراج رات کو آئے تھے میرے پاس ہی سوئے تھے ان کو تم سے ملنا تھا۔“

کھیا ناؤ سے باہر آگیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ”کہو مہاراج کیا کام ہے؟“

رولوکا نے کہا۔ ”کام تو کچھ نہیں ہے کچھ بات کرنا تھی مگر وہ اتنی جلدی کیا ہوگی شام کو تم فارغ ہو کر سلام کے

گھر آ جاؤ بیٹھ کر بات کریں گے۔"

مکھیا بولا۔ "یہ تو اور بڑھیا بات ہے میں آ جاؤں گا اور پھر سلام کو بولا مہاراج کی اچھی خدمت کرنا۔"

سلام بولا۔ "تم فکر نہ کرو یہ تو میرے مہمان ہیں کیوں نا کروں گا۔"

دونوں پھر واپس گھر آ گئے گھر آ کر سلام نے کہا۔

"مہاراج اجازت ہو تو دو چار جال پھینک آؤں کھانے بھر کا راشن ہو جائے گا سکینہ آپ کے بھوجن کا انتظام کر دے گی۔"

رولوکا نے کہا۔ "میری وجہ سے تو اپنے کسی کام کا حرج مت کر جا اللہ برکت دے گا۔"

سلام جال کندھے پر ڈال کر چلا گیا اور رولوکا پھر خیالات کے سمندر میں غرق ہو گیا۔ سکینہ کب آئی اور گرم گرم بھات مچھلی رکھ گئی پتہ نہ چلا اس آواز پر رولوکا نے دیکھا کہ کھانا اس کے پاس رکھا ہے اس نے سکینہ کو شاباشی دی اور کھانے لگا غریب کے گھر کا کھانا اس میں محبت کی شدت بہت نمایاں تھی رولوکا کو کھانا اچھا لگا۔

شام ہوتے ہی مکھیا اور اس کے ساتھ دو تین آدمی آ گئے۔ سلام نے زمین میں چٹائیاں ڈال کر ان کے بیٹھنے کا بندوبست کر دیا۔ رولوکا کے بیٹھتے ہی سب اس کے قریب قریب بیٹھ گئے۔ مکھیا نے بات شروع کی۔ "مہاراج بہت سال کے بعد کوئی سادھو سنت اس گاؤں میں آیا ہے۔ یہاں آنے کا راستہ نہیں ہے شاید اس کا کارن یہ ہے۔"

رولوکا نے کہا۔ "کوئی کارن آنے والے کے لئے رکاوٹ نہیں بنتا بات ہے ضرورت کی میری ضرورت تھی تو میں آ گیا ہوں اور جب ضرورت پوری ہو جائے چلا جاؤں گا۔"

مکھیا بولا۔ "مہاراج آپ کے آنے کا کیا کارن ہے؟"

رولوکا بولا۔ "بتا دوں گا اتنی جلدی کیا ہے تم اپنی سناؤ یہ گاؤں بڑا دور ہے ایسے گاؤں میں جو جنگل کے قریب ہوتے ہیں کچھ نہ کچھ تو ہوتا ہی رہتا ہے اور یہ گاؤں تو پانی میں گھرا سا ہے آس پاس دلدل اور جانور بھی بہت ہوں گے۔ ایسی جگہ تو کوئی نہ کوئی واردات ہو ہی جاتی ہے۔"

مکھیا بولا۔ "مہاراج ہم تو بہت عادی ہیں کچھ نہ کچھ تو ہوتا ہے مگر ہمارے نوکران کی پرواہ نہیں کرتے ہاں کبھی کوئی جادوگر ادھر آ نکلتا ہے تو اس سے ضرور ہوشیاری کرنی پڑتی ہے۔"

"جنگل سے آتا ہے جادوگر یا پانی سے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"اس کا کیا ہے کہیں سے بھی آ سکتا ہے۔" مکھیا نے جواب دیا۔

"آخری دفعہ کب آیا تھا۔" رولوکا نے پوچھا۔

"مہاراج بڑی حیرت اور نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے آج سے پندرہ بیس سال پہلے بات ہو گئی تھی جادوگر کوئی نہیں آیا تھا پر بات بڑی حیرت کی ہے۔" مکھیا نے کہا۔

"بتاؤ کیا بات ہو گئی تھی؟" رولوکا نے پوچھا۔

"گوگی مل کا چھورا مر گیا جوان لڑکا تھا گاؤں میں رہتا بھی نہ تھا سال کے سال کلکتہ سے آتا تھا اور جو کماتا باپ کو دے جاتا تھا اور پھر چلا جاتا تھا اس چھورے کا نا دھونی پرشاد تھا بڑا اکڑیل جوان تھا سانپ کے کاٹے سے مر گیا لو جی پورے رونی گاؤں کو اس کا صدمہ ہوا کیونکہ بڑا ملنسار اور سب کی عزت کرتا تھا میری عمر کا تھا اس میری اس سے دوستی تھی میرے لئے کچھ نہ کچھ ضرور لاتا تھا سارا گاؤں جمع ہو گیا اور اس کی کریا کرم کا بندوبس ہونے لگا۔ سب تیاریاں ہو گئیں۔ لکڑیا گھی اور سب ساما آ گیا مرنے کے آٹھ گھنٹے بعد مرا ہوا دھونی پرشاد اٹھ کر ہوا اور اس نے سب پر نظر ڈالی اس کی آنکھیں سرخ تھیں چہرہ کچھ بھاری ہو گیا تھا اور وہ جنگل کی طرف چلا گیا میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اس کو روکتا سب حیران کھڑے گئے یہ بات دور پھیل گئی مگر اس کے بعد وہ کسی گاؤں میں نہ آیا اور یہ پھر پلٹ کر گاؤں نہیں آیا۔ مگر اس سے بھی ز حیرت کی بات اس کے جانے کے کئی سال بعد سننے میں آئی کہ اس کو چٹاگانگ کی پہاڑیوں میں ایک گاؤں آدمی نے دیکھا وہ آدمی گاؤں کا تھا اور کسی کام سے د چلا گیا تھا اس نے بہت قریب سے اس کو دیکھا اور پہچان تھا اس سے غلطی یہ ہو گئی کہ وہ دھونی کہہ کر اس کی طرف تھا مگر دھونی نے اس سے بات نہ کی اور تیزی سے چلا گ

آدمی گاؤں آیا اور اس نے سب کو بتایا کہ دھونی کو چناگانگ میں اس نے دیکھا ہے اگر وہ نہ بتاتا تو اچھا تھا اسی رات اس پر دورا پڑا وہ کپڑے پھاڑتا جنگل کی طرف بھاگ گیا اور پھر کبھی نظر نہ آیا اب تو لوگ دھونی کو بھول گئے ہیں اگر کوئی دیکھ پاتا بھی ہوگا تو کچھ بتاتا نہیں ہے۔''

''دھونی شہر میں رہتا ہوگا اس نے فوٹو تو بنایا ہوگا۔'' رولوکا نے پوچھا۔

''گول کے پاس اس کا ایک فوٹو ہے گول اس کو دیکھ کر آج بھی روتا رہتا ہے۔'' کھیا بولا۔

رولوکا نے کہا۔ ''وہ فوٹو مجھے دکھاؤ، میں تو نگر نگر پھرتا ہوں شاید کہیں نظر آ گیا تو پکڑ کے گاؤں لے آؤں گا۔''

''یہ کون سی بڑی بات ہے گول کو بلوائے لیتا ہوں وہ فوٹو بھی لے آئے گا۔''

کچھ ہی دیر میں گول فوٹو لے کر آ گیا۔ رولوکا نے فوٹو کو دیکھا یہ ایک جوان لڑکے کا فوٹو تھا بال انگریزی طرز کے کٹے ہوئے تھے اور قمیض پہنا تھا۔ رولوکا غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر بولا۔ ''اس کے کان نظر نہیں آ رہے تھے۔''

گول نے جواب دیا۔ ''ہاں جی اس کے کان مڑے ہوئے تھے یہ پیدائشی تھے مگر سنتا تو تھا یہی ایک نشانی ایسی تھی جو اس کو شناخت کراتی تھی۔'' رولوکا نے فوٹو واپس کر دیا اور بولا۔ ''اگر یہ سانپ کے کاٹنے سے مرا نہیں تھا صرف سکتے کے عالم میں تھا پھر اس کا سکتہ ختم ہوا اور یہ ہوش میں آ گیا تھا تو اس نے تم سب سے بات کیوں نہ کی پہچانا کیوں نہیں اور جنگل کی طرف کیوں چلا گیا اور اگر سانپ کے زہر سے مر گیا تھا تو پھر اٹھ کھڑا کیسے ہوا۔ یہ کچھ اور ہی چکر ہے؟ اس کے شریر میں کوئی بھٹکی آتما آ گئی تھی وہ دھونی تھا ہی نہیں۔''

کھیا اور گول نے گردن ہلا کر اقرار کیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ پھر کھیا بولا۔ ''میں نے سنا ہے ایسا ہوتا ہے شریر کسی کا اور آتما کوئی اور وہ آتما جب تک اس کے اندر رہتی ہے شریر زندہ رہتا ہے اور جب وہ آتما نکل جاتی ہے شریر بڑی جلدی سڑ گل جاتا ہے۔''

رولوکا بولا۔ ''تم نے درست سنا ہے ایسا ہوتا ہے مگر ہر آتما کسی کے بدن پر قبضہ نہیں کر سکتی اگر ایسا ہوتا تو آئے دن ایسا ہی ہوتا رہتا جو آتمائیں شکتی رکھتی ہیں وہ ہی ایسا کرتی ہیں وہ اس شریر کو اپنی ضرورت تک استعمال کرتی ہیں اور پھر اس کو اپنی مرضی سے چھوڑ بھی دیتی ہیں۔ یہ آتمائیں ان لوگوں کی ہوتی ہیں جو بہت بڑے جادوگر ہوتے ہیں شریر اور آتما کو الگ الگ کرنے کی صلاحیت حاصل کر لیتے ہیں۔ کھیا بولا۔ ''اس طرح تو یہ جادوگر اس شریر سے کچھ کرا سکتے ہیں۔''

''ہاں کراتے ہیں سارے جرائم اور برے کام اس آدمی کے کھاتے میں جاتے ہیں اور اصل مجرم کی طرف کسی کا دھیان نہیں جاتا کام پورا ہونے کے بعد وہ آتما اس شریر کو چھوڑ دیتی ہے اور شریر پھر بے جان ہو جاتا ہے۔

کھیا حیرت سے بولا۔ ''یہ تو بہت خطرناک بات ہے اس کا مطلب ہوا کہ جب دھونی کو سانپ نے کاٹا تھا وہ شریر آتما گاؤں میں تھی اور اس نے موقعہ دیکھ کر دھونی کے پر قبضہ کر لیا مگر اتنی دیر میں کیوں قبضہ کیا۔''

''اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ سانپ بہت قسم کے ہیں کسی کا زہر انسان کو چند منٹ میں مار دیتا ہے اس کا دل اور دماغ فوراً مفلوج ہو کر بے جان ہو جاتے ہیں اور کسی سانپ کا زہر آہستہ آہستہ اثر کرتا ہے اگر ان کا علاج بر وقت ہو جائے تو وہ بچ بھی جاتے ہیں اور اگر علاج نہ ہو تو مر جاتے ہیں دھونی کو کسی ایسے سانپ نے کاٹا ہو جس کا زہر آٹھ دس گھنٹے میں آدمی کو مارتا ہو جب دھونی کی آتما جسم میں تھی اس جادوگر نے اس کے نکلنے کا انتظار کیا اور دھونی کی آتما جسم کے ناکارہ ہونے کے بعد نکل گئی تو اس شیطان کی آتما دھونی کے جسم میں داخل ہو گئی۔'' رولوکا بولا

کھیا ڈر کر بولا۔ ''یہ تو بہت خطرے کی بات ہے کہ وہ راکھشش آتما یا جادوگر ہمارا گاؤں دیکھ گیا ہے یہ گاؤں تو پہلے ہی اتنی دور ہے کہ کوئی امداد نہیں آتی ہے۔''

رولوکا نے کہا۔ ''تم نہ گھبراؤ دھونی تو مر گیا ہے اس کے آنے کا تو سوال ہی نہیں ہے رہا اس کا شریر تو وہ نہ اس گاؤں کا نام جانتا ہے نہ پہچانتا ہے اور رہی اس کے اندر کی

آتما کی تو کسی کو نہیں جانتی میرے خیال میں اس کے یہاں پر واپس آنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

رولوکا کلکتہ واپس آ گیا اور پھر اسی سونا گاچھی کے کالی کے مندر میں اس نے ڈیرہ ڈال دیا اگر دھونی کا شریر اس شہر میں ہے تو ضرور مل جائے گا۔ اس کے کارندے بھی اپنے کام میں لگے تھے رولوکا ہر اس جگہ اس کو تلاش کر رہا تھا جہاں پر اس کے ہونے کا ذرا بھی امکان ہو سکتا تھا۔ مگر ایسا لگتا تھا کہ دشمن بھی اس کے وجود سے واقف تھا اور اس نے بھی کچھ اپنے پوشیدہ رہنے کا بندوبست کیا ہوا ہے۔ کئی دفعہ کچھ اشارات رولوکا کو اس کے کارندوں نے اس کی موجودگی کے دیئے مگر لمحوں میں وہ اشارات ختم ہو گئے رولوکا نے اس سے اندازہ ضرور کیا کہ دھونی کا شریر اس شہر میں ہے تو مگر اس کے گرد کوئی حفاظتی دیوار بھی ہے ایسا لگتا تھا کہ دشمن باخبر تھا اور اس کی نظروں سے دور تھا رولوکا نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں اور اس دیوار کے پار جانے کا ایک آزمودہ اور بہت قدیم طریقہ اپنایا اور کارندوں کو ہر مقام پر ہوشیار کر دیا اور ایک مقام پر دھونی کا شریر اس کی نظروں کے سامنے آ گیا۔ اس کے کانوں نے اس کو شناخت کروا دیا مگر رولوکا کی کارروائی سے پہلے ہی وہ اچانک زمین پر گر پڑا اور بھرے بازار میں بے جان ہو گیا رولوکا دور کھڑا اس منظر کو دیکھتا رہا پھر لوگوں نے ایک حیرت انگیز منظر بھی دیکھا کہ دھونی کا تندرست بدن چند منٹ میں گلنا شروع ہو گیا اور اس میں سے سخت بدبو اڑنے لگی لوگ حیران رہ گئے اتنی جلدی کسی کے جسم کی یہ حالت کسی نے کب دیکھی تھی۔ بدبو اس قدر تھی کہ پورا بازار تعفن سے بھر گیا دکانیں بند ہو گئیں پورا بازار لوگوں سے خالی ہو گیا۔ یہ بات صرف رولوکا جانتا تھا کہ ایسا کیوں ہوا؟ دھونی کا شریر روح کی توانائی سے حرکت کر رہا تھا روح نکل گئی تو اس کا مٹی ہونا ضروری تھا رولوکا کو حیرت اس بات پر تھی کہ دشمن کتنی آسانی سے شریر چھوڑ کر بھاگ گیا اور کسی کارندے کو وہ نظر نہ آیا رولوکا کے لئے یہ ایک حیرت انگیز کیس تھا اس کے اندازے درست ثابت ہو رہے تھے کہ اس دفعہ دشمن بہت ہوشیار اور چوکنا ہے رولوکا اب تک پوشیدہ تھا مگر اس کے باوجود دشمن نے اس کی موجودگی کو پوری طرح محسوس کر لیا تھا اور اپنے حفاظتی انتظامات پورے کئے تھے۔

کوئی نہیں بتا سکتا کہ وہ آتما جو کہ دھونی کے شریر کو چھوڑ گئی ہے کہاں پر ہے اب اس کو تلاش کرنے کے لئے رولوکا کو کچھ اور انتظامات کرنے تھے اس لئے اس نے اپنے کارندوں کو جمع کیا اور واپس کالی کے مندر میں آ گیا اور سکون سے اپنی کوٹھری میں لیٹ گیا موجودہ حالات پر غور کرنے لگا اور اس نے دلی میں حکیم وقار سے رابطہ کیا۔ حکیم صاحب گھر پر تھے اور اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے۔

رولوکا نے سلام کیا اور کہا۔ "حکیم صاحب آپ خیریت سے ہیں۔"

حکیم وقار چونک کر بولے۔ "تم خیریت سے ہو سناؤ کیا حال ہیں؟"

"حکیم صاحب اب کے ایک ایسے دشمن سے واسطہ ہے جو سب آگے کی سوچتا ہے میں اس کے قریب کئی دفعہ ہوا مگر وہ ہر بار میرے ہاتھ نہیں آیا۔ اس کے پاس جسم بدلنے کی طاقت ہے وہ ضرورت کے مطابق کسی بھی جسم پر قبضہ کر لیتا ہے مگر مردہ جسم پر ہی قبضہ کر سکتا ہے کیونکہ جو آخری جسم چھوڑا ہے اس پر اس نے اس وقت قبضہ کیا تھا جب آدمی مر گیا تھا اور اس کی روح جسم چھوڑ کر چلی گئی تھی اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جسم کے اندر کی روح کی موجودگی میں اس کے جسم پر قبضہ نہیں کر سکتا تھا جب وہ جسم اس کا پہچانا گیا تو وہ اس کو چھوڑ گیا۔

اس کی چالاکی کا عالم یہ ہے کہ وہ کسی قسم کے بیر کی خدمت نہیں لے رہا کیونکہ اس کے اس عمل سے کوئی عام آدمی اس کی موجودگی محسوس کرے نہ کرے ایک عامل ضرور محسوس کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں کتا ایک جانور ہے مگر اس کی حس اتنی تیز ہے کہ وہ فوراً محسوس کر لیتا ہے اور آسمان کی طرف منہ کر کے آواز نکالتا ہے اور دور بھاگ جاتا ہے۔

مگر میں نے اب تک کسی بھی عمل کو محسوس نہیں کیا اس کا مطلب ہے کہ وہ اس سے پرہیز کرتا ہے اور پرہیز

اس لئے کرتا ہے کہ وہ خود بھی یہ سب جانتا ہے۔

یہ دشمن اکبر کے زمانے سے مصروف عمل ہے اور بڑے کام کر رہا ہے اس نے مغلیہ سلطنت کے شہزادے کو بکھیرنے، ان میں آپس میں اختلافات پیدا کرنے اور محلاتی سازشیں کرائی ہیں بیربل نے یہ قبول کیا ہے کہ ان سب سے صرف یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ہی کام کرتا ہے۔

اب مسلمانوں کی حکومت نہیں رہی اب وہ کیا کر رہا ہے وہ ایک نہایت چھپا ہوا اور خطرناک دشمن ہے بہت آہستہ اور غیر محسوس طریقہ پر کام کرتا ہے ہر دور میں اس کے نام بھی الگ الگ رہے ہیں مگر کام صرف ایک ہی رہا ہے وہ ہے مسلمان دشمن یہ دشمنی کیوں ہے اس کی بنیاد کیا ہے کچھ پتہ نہیں ہے۔ مگر یہ ثابت ہے کہ اس کی راہ میں ہر دور میں ایسے خدا کے بندے آتے رہے ہیں جنہوں نے اس کو کھل کر کام نہیں کرنے دیا بلکہ وہ ان کے ڈر سے روپوش ہو گیا اور طویل عرصہ روپوش رہا۔“

حکیم صاحب بولے۔ ”یہ نظام قدرت ہے کہ ہر زمانے میں اللہ کے سپاہی اپنی ڈیوٹی پر اپنا کام کرتے رہے ہیں اور شیطان کو بھگاتے رہے ہیں اگر یہ نہ ہوتا تو کتنی دفعہ شیطان نے دنیا کو تباہی کے کنارے پہنچایا اور دنیا پھر قائم رہی اور پہلے سے زیادہ ترقی کرتی رہی۔“

”آپ نے درست کہا۔ اب پھر میں اندھیرے میں ہوں نئے سرے سے تلاش کرنا ہوگا۔“ رولوکا بولا۔

”اور تم پھر اس کو تلاش کر لو گے اس لئے تمہارا قدم نیکی کی طرف ہے نیکی کی طرف قدم بڑھانے والے کی مدد اللہ خود کرتا ہے۔“ حکیم صاحب نے کہا۔

رولوکا بولا۔ ”میں مایوس نہیں ہوں مگر حیران ضرور ہوں کیونکہ یہ پہلا دشمن ہے جو کہ سامنے نہیں ہے مگر اس کے کام سامنے ہیں اور سینکڑوں سال سے خود کو بچاتا آ رہا ہے جب ہر طرف سے گھرا تو غائب اور جب دوبارہ وارد ہوا تو ایک نئے نام اور نئے پروگرام سے کام پورا کیا اور غائب اس طرح تو لگتا ہے اس کا پروگرام بہت لمبا ہے دنیا کو بہت دن پریشان کرے گا۔ آپ دعا کریں۔“

”میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں اور جب تم مشن پر ہوتے ہو تو میں خصوصی دعا کرتا ہوں۔“

حکیم صاحب ہنس کر بولے۔

”اور میں ان دعاؤں کی وجہ سے ضرور کامیاب ہو جاتا ہوں۔“ رولوکا نے کہا۔

”اپنا خیال رکھنا اس دفعہ دشمن چالاک ہے وہ وار بھی نہایت خفیہ طریقہ پر کر سکتا ہے۔“ حکیم صاحب نے کہا۔

میں دشمن کی نفسیات کو کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں اس کو اچھی طرح پڑھ کر سمجھ کر قدم اٹھا رہا ہوں میں نے خود بھی اس پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جو میں کر رہا ہوں وہ بھی یہی کر رہا ہو میرے بارے میں اندازے کر رہا ہو جس طرح میں کر رہا ہوں یہ اندھیرے کا تماشہ ہے جس کے انداز ے درست ہوں گے اس کا وار کارگر ہوگا۔“ رلوکا نے بتایا۔

حکیم صاحب بولے۔ ”انشاء اللہ تم کامیاب ہو گے اپنا خیال رکھنا اور مجھے اطلاع دینا۔“

ناگ پور بڑا شہر ہے یہاں پر رولوکا کا قیام ایک سرائے میں تھا اور اس کا بہروپ ایک ہندو کاروباری بنئے کا تھا جو ناگ پور اوراۓ پور سے مال خریدنے آیا تھا۔

سرائے کا مالک بھی ایک ہندو تھا اس کا نام بسنت رائے اور وہ بھی بنیا تھا۔ رولوکا کھانا سرائے میں نہیں کھاتا بسنت رائے روزہ ہی سویرے آ جاتا اور رولوکا سے شکایت کرتا۔

”ارے شری مان بھوجن بھی کر لیا کرو تم سے کوئی زیادہ تو نہیں لوں گا رائے اپنوں کو سب ہی فائدے دیتے ہیں۔“

رولوکا بولا۔ ”بھیا میں اپنا بھوجن ایسا کروں ہوں کہ میری جیب میں اثر نہ پڑے بیوپار کرنے آیا ہوں موج کرنے نہیں آیا سب کھا جاؤں گا تو فائدہ کیا ہووے گا۔“

بسنت رائے بولا۔ ”اچھا تم کم دے دیا کرنا۔“

”دیکھوں گا۔“ رولوکا نے جواب دیا۔ ”اچھا تم یہ بتاؤں یہ شہر میں کچھ دن پہلے کا گڑبڑ ہو گئی تھی۔ سنا ہے میں نے۔“ بسنت رائے سوچتے ہوئے بولا۔ ”گڑبڑ مجھے تو یاد نہ ہے۔“

رولوکا نے تو اندھیرے میں تیر چلایا تھا پھر ولا۔ "ارے تم تو اس شہر کے دائی ہو تم کو تو ناہی پتہ ہے۔"

"تم اسپتال والی تو بات نہیں کر رہے۔"

رولوکا بولا۔ "ہاں اور کیا کیا بات تھی وہ۔"

"ارے ہم کیا بتائیں بڑے بڑے ڈاکٹروں کی سمجھ میں نہ آئی اس نے بات دبا دی کہ ان کی بدنامی ہو رہی تھی۔" بسنت رائے نے جواب دیا۔

"ارے پر ہوا کیا تھا۔" رولوکا نے پوچھا۔

بڑی انوکھی نرالی بات ہو گئی تھی نہ سمجھ میں آنے والی اور تم جانو اسپتال میں تو آدمی مرتے ہی رہتے ہیں ان کا لاشیں مردہ خانے میں رکھی رہتی ہیں وارث آتے ہیں اور لے جاتے ہیں۔"

"تو بھیا ایک جوان آدمی پتہ نہیں کس پر طرح مر گیا پر سنا ہے تین دن اس کی لاش لینے کوئی نہ آیا ڈاکٹر سمجھے کہ یہ لاوارث ہے لاوارث لاش کے ساتھ ڈاکٹر برا سلوک کرتے ہیں خوب اس کی چیر پھاڑ کرتے ہیں اندر کی جس چیز کی ان کو ضرورت ہو گئی نکال بھی لیتے ہیں۔

اس لاوارث لاش کے ساتھ بھی یہی ہوا نئے اور اناڑی ڈاکٹروں نے اندر باہر سب دیکھ کر اور ضروری چیزوں گردے اور نہ جانے کیا کیا نکال کر پیٹا الٹا سیدھا سی دیا اور لاش رکھ دی۔

لو جی پھر یہ ہوا کی آٹھ روز کے بعد مرنے والے کا بڑا بھائی لاش لینے آ گیا۔ اب لاش کے تلاش ہوئیو مگر جس خانے میں لاش رکھی تھی وہاں پر لاش نہ تھی اب تو اس کے بھائی نے اسپتال سر پر اٹھا لیا۔ بڑی مشکل سے اس کے بھائی کو یقین دلایا کہ تیرا بھائی مر گیا تھا اس کا پوسٹ مارٹم بھی کیا گیا تھا چشم دید گواہیاں بھی اس کے سامنے پیش کیں تب وہ ذرا ٹھنڈا ہوا مگر لاش کا اس کو انتم کریا کرم کرنا تھا اب کیسے کرے سوال یہ تھا کہ کسی کو وہ لاش دی نہیں گئی مردہ خانے میں ہر وقت آدمی موجود پھر لاش گئی کہاں اور اس لاش کو لے جا کر کوئی کیا کرے گا۔ لاش خود تو جا نہیں سکتی بڑی مشکلوں کے بعد وہ مانا اور مایوس چلا گیا مگر اسپتال کی انتظامیہ نے تحقیقات کی تو ایک نئی بات ان کے سامنے آئی یہ بات اور حیرت انگیز تھی۔ مردہ خانے کے انچارج نے بتایا کہ رات میں جو شخص ڈیوٹی پر تھا سویرے بے ہوش پایا گیا۔ اس کا بیان تھا کہ اس نے دیکھا کہ جس ہال میں مردہ رکھنے کے خانے بنے ہوئے ہیں اس میں کچھ آوازیں آ رہی ہیں وہ یہ سمجھا کہ شاید نظر بچا کر کوئی بلی گھس گئی وہ اس ہال کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ ایک خانہ کھلا پڑا ہے اس خانے کی لاش کھڑی اس کو اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے اس کو گھور رہی ہے اس نے صرف اتنا ہی دیکھا اور غش کھا کر دروازے پر ہی گر گیا پھر اس کو سویرے ہی ہوش میں لایا گیا بعد میں پتہ چلا کہ یہ وہی لاش تھی جس کا وارث بعد میں آیا تھا اور اس لاش کے بہت سے اندرونی اعضاء اس میں نہیں تھے چوکیدار نے بھی گواہی دی کہ اس نے رات دو بجے اس کو جاتے دیکھا تھا مگر ڈر کے مارے وہ چھپ گیا تھا کسی کو اس نے نہیں بتایا، اس کی غلطی یہ تھی کہ اس نے اس کو جاتے ہوئے روکا کیوں نہیں۔ اسپتال نے بدنامی کے ڈر سے اس واقعہ کو بہت چھپایا ہے مگر پھر بھی ایک ایک بات کر کے سب پتہ چل گیا ہے کتنی تعجب کی بات ہے کہ لاش خود چل کر گئی اور لاش بھی وہ جس کا نہ دل تھا نہ گردے اور وہ زندہ تھی سب کو پتہ ہے کہ ضرور کوئی بہت گڑ بڑ کی بات ہے اس نے اس پر کوئی اپنی زبان نہیں کھولتا اس کے بعد لاش کو کہیں نہیں دیکھا گیا۔"

رولوکا بولا۔ "یہ تو بڑی حیرت کی بات تم نے بتائی۔"

اب رولوکا کے پاس ایک سرا ہاتھ آ گیا تھا، اسی روز اس اسپتال میں چلا گیا اور وہاں کے انچارج سے ملا اور اس نے اس غائب ہونے والی لاش کے بارے میں پوچھا۔

ڈاکٹر پرنام سنگھ کانوں کو ہاتھ لگا کر بولا۔ "بڑی مشکل سے وہ لاش ہمارے دماغ سے اتری اب یاد نہ دلاؤ بہت بدنامی ہماری ہوئی ہے، لوگوں نے نہ جانے ہمارے بارے میں کیا کیا سوچا ہے اب بات وہی ہے کہ آپ آ گئے ہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا آپ کوئی سوال نہ کریں۔"

رولوکا ڈاکٹر کے اس رویہ کے لئے ذہنی طور سے تیار تھا اس لئے بڑے سکون سے بولا۔

"دیکھئے ڈاکٹر میں آپ کی کیفیت سمجھ رہا ہوں آپ اچانک ایک ایسی پریشانی کی زد میں آگئے جس کے بارے میں آپ نے سوچا بھی نہیں ہوگا جہاں تک میں نے اس واقعہ کو سنا ہے وہ بات ہی ایسی ہے کہ اس کو انسانی دماغ قبول نہیں کرتا مگر ڈاکٹر صاحب اس دنیا میں ہزار ہا قسم کے اسرار ہیں کچھ انسانی سمجھ میں آتے ہیں اور کچھ سمجھ سے باہر ہیں۔ میڈیکل سائنس کی رو سے وہ جسم ایسا تھا کہ جو پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر نہ صرف کھڑا ہوا بلکہ چل کر بھی گیا۔ آپ کی سائنس اس کو توجیہہ نہیں کر سکتی مگر ایسا ہوا یہ تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا اس نے اس کی گواہی آپ کے تمام حواس نے دی ہے اور چشم دید گواہ موجود ہیں۔"

ڈاکٹر سنگھ نے کہا۔ "مگر میں اب پھر اس گزری بات کو یاد کرنا نہیں چاہوں گا۔"

میں آپ کو یاد نہیں کراتا آپ میری ذرا مدد کریں وہ یہ کہ آپ نے تو اس لاش کو دیکھا ہوگا آپ نے نہیں دیکھا تو جس ڈاکٹر نے اس لاش کو اچھی طرح دیکھا ہو اس سے میری ملاقات کروادیں میں اس لاش کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہوں آپ کو میں صرف اتنا بتادوں کہ اس مردہ جسم میں کسی راکھشش کی روح گھس گئی ہے اور وہ اس جسم کے ذریعہ نہ جانے کیا کیا کرے گا انسانیت کے ناطے میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ جو کچھ بھی اس لاش کے بارے میں جانتے ہیں اس کی کوئی نشان شکل صورت جسم کی بناوٹ اور کوئی خاص بات جس کے ذریعے اس کو شناخت کیا جا سکے۔"

ڈاکٹر سنگھ نے جواب دیا۔ "یہ بات تو میری سمجھ میں آگئی ہے کہ یہ معاملہ کچھ اور ہے اس لئے اس کو اب نہ چھیڑیں اس سے اور زیادہ آپ کے لئے اور ہمارے لئے الجھنیں پیدا ہوں گی۔"

رولوکا نے کہا۔ "آپ نے اس سے آگے نہیں سوچا کہ وہ مردہ جسم اس شیطان کے قبضہ میں رہے تو وہ اس کے ذریعہ انسانوں کو کتنا نقصان پہنچائے گا اس شیطان کا وجود کتنا خطرناک ہو سکتا ہے اس کی راہ تو روکنی ہوگی اگر اس کو آزاد چھوڑا گیا تو نہ جانے وہ کیا کرے۔"

"ہاں یہ بات آپ کی درست ہے میں آپ کی صرف اتنی مدد کر سکتا ہوں کہ اس ڈاکٹر سے ملوادیتا ہوں جس نے آفس کا پوسٹ مارٹم کیا تھا کیونکہ وہ شخص ایک حادثے میں زخمی ہو کر اسپتال لایا گیا تھا اس کے سر میں چوٹ تھی تفصیلی بات آپ کو ڈاکٹر برکت بتائیں گے مگر یہ ایک خفیہ مذاکرات ہوں گے ہم دوبارہ سے اس بات کو کسی کے روبرو نہیں لانا چاہتے۔"

ڈاکٹر برکت ایک جوان آدمی تھا ڈاکٹر سنگھ نے اس سے کہا۔ "آپ جو کچھ جانتے ہیں ان کو بتادیں۔"

ڈاکٹر برکت رولوکا کی پوری بات سن کر بولا۔

"وہ جب اسپتال آیا تھا زندہ تھا مگر آپریشن پر جانے سے پہلے ہی مر گیا تھا پولیس کیس تھا مجھے اس کے مرنے کی وجہ بتانی تھی اس لئے پوسٹ مارٹم کرنا پڑا۔ اس کی موت دماغی چوٹ تھی باقی تمام جسم کو کچھ نہیں ہوا تھا وہ ایک تندرست توانا آدمی تھا پورا بدن ٹھیک تھا۔ تین روز تک اس کے وارث نہ آئے تو نئے ڈاکٹروں نے اس کے بدن پر تجربات تو کرنا تھی یہ کوئی نئی اور انہونی بات نہیں اس لئے کہ یہ کورس کا حصہ ہے۔ لاوارث لاش کے اعضاء کا نکالنا بھی اس میں شامل ہے تو ایسا ہوا۔"

"آپ نے اس کی باڈی میں کوئی ایسی نشانی یا کوئی غیر معمولی بات پائی جس کے ذریعہ اس کی شناخت ممکن ہو۔" رولوکا نے سوال کیا۔

ڈاکٹر برکت کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔ "ہاں ایک چیز میں نے نوٹ کی تھی اس کے بائیں ہاتھ کی پہلی انگلی نہیں تھی اور ہاتھ اس طرح تھا کہ وہ کٹی ہوئی نہیں لگتی تھی اگر کٹی ہوتی تو صاف پتہ چلتا مگر جہاں پر پہلی انگلی ہوتی ہے وہاں ایسی جگہ بھی نہیں تھی کہ کہا جائے کٹ گئی ہوگی گویا یہ پیدائشی بناوٹ تھی اس کے علاوہ اس کا ماتھا بہت کم تھا اور بال بہت نیچے تک تھے اس سے پیشانی تنگ نظر آتی تھی چہرہ بھاری او

رہا تھ پیر مضبوط تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا کہ وہ کبھی پہلوانی کرتا رہا تھا۔ داڑھی اور مونچھیں صاف تھیں بال کالے تھے سخت اور موٹے تھے۔" رولوکا بولا۔ "اس کے علاوہ کچھ اور آپ کو یاد ہو۔"

رولوکا کھڑا ہو گیا اور بولا۔ "بہت بہت شکریہ ڈاکٹر آپ نے انسانیت کی خدمت کی ہے۔"

اب رولوکا کے سامنے ایک نقشہ تھا اس نقشے کے مطابق اس کو تلاش کرنا تھی۔

یہ تو صاف ظاہر تھا کہ ناگ پور میں اس کی تلاش بے سود تھی اس کو سی پی سے دور ہی ہونا چاہئے۔ اب رولوکا ریل کے ذریعے یو پی کی طرف روانہ ہوا اس کی نظریں ہر آدمی پر تھیں اور خاص طور سے وہ ہر ایک کے بائیں ہاتھ پر ضرور نظر کرتا تھا۔ دلی میں وہ گاڑی سے اترا اور حکیم صاحب سے ملاقات کر کے پھر روانہ ہوا اب اس کا سفر لاری سے تھا وہ دانستہ زیادہ سے زیادہ لوگوں پر نظر رکھنے کی وجہ سے رک رک کر سفر کر رہا تھا اور اس طرح لاریاں بدلتے بدلتے وہ یو پی کراس کر گیا گجرات کے شہر احمد آباد کے بعد وہ صورت میں رک گیا۔ صورت زیادہ بڑا شہر نہیں گجرات کے شہر احمد آباد جتنی آبادی اور کاروبار نہیں ہے مگر پھر بھی یہاں پر بڑی آبادی ہے یہاں پر گجراتی زبان بولی جاتی ہے ان کی ثقافت اور کلچر پورے ہندوستان سے الگ ہے عورتوں کا لباس ساڑھی یا بہت گھیر کی قمیض ہے اور اوڑھنی پاجامہ ہے یہاں پر زیادہ آبادی ہندوؤں کی ہے یہاں کے لوگ ممبئی میں زیادہ تر کاروبار کرتے ہیں مگر عورتیں ان کے ساتھ نہیں جاتیں ان کا رہن سہن بہت سادہ ہے اور یہ لوگ امن پسند ہیں لڑائی جھگڑوں سے دور رہتے ہیں۔

رولوکا کا قیام یہاں پر بھی ایک سرائے میں تھا اور اس کا روپ یو پی کے ایک جوئے کے بیوپاری کا تھا کیونکہ یہ سرائے بھی ایک ہندو کی تھی اور اس میں کھانے بھی ہندووانہ تھے پاپڑ، اچار، دال، سبزی رولوکا نے پہلے روز ہی کہہ دیا تھا کہ وہ کھانا نہیں کھائے گا۔ مالک بولا۔ "ارے اپن ایسا کیوں کریں گا ہم تم کو فسٹ کلاس کھانا دیگا نا۔"

رولوکا بولا۔ "میں پرہیزی کھانا کھاتا ہوں اور بہت چیزوں سے میرا پرہیز ہے اس لئے فروٹ دودھ انڈا کھا کر گزارا کرتا ہوں۔"

مالک بولا۔ "کوئی فکر نہیں ہم تم کو وہی دے گا پر اپنی خدمت کا چانس تو دو نا بابا۔"

رولوکا نے مسکرا کر کہا۔ "چلو ٹھیک ہے۔"

رولوکا کو اس کی پسند کی چیزیں ملنے لگیں سویرے چائے بسکٹ آنے لگے۔

سویرے سویرے چائے اور گرم بسکٹ مالک خود لے کر آتا تھا بولا۔ "ابھی صاحب ٹھیک ہے نا کوئی واندہ تو نہیں۔"

رولوکا بولا۔ "تم اتنا شریف آدمی ہے تو واندہ کیوں ہوگا؟"

"ارے ہم وری کیا شریف ہے تم لوگ کا خدمت کرتا ہے تو تم لوگ واپس بھی آتا ہے یہ دھندے کا بات ہے ابھی تم بولو تمہارے مال کو سودا ہوا کہ نہیں۔"

"کوئی فکر نہیں ۔نہیں ہوا تو احمد آباد میں تو ضرور ہو جائے گا۔" رولوکا بولا۔

مالک بولا۔ "یہ بات تو تمہاری ٹھیک ہے ادھر بڑا بڑا بیوپاری ہے۔"

"میں تو ایک آدمی کی کھوج میں ادھر آیا تھا۔" رولوکا نے پتہ پھینکا۔

"ہم کو بتاؤ پتہ ہوں گا تو ضرور بتائے گا۔" مالک بولا۔

"نام تو میں بھول گیا ہوں پر اس کی نشانی بتاتا ہوں۔ اس کے بائیں ہاتھ میں چار انگلیاں ہیں سر پر بہت گھنے بال ہیں ماتھا چھوٹا ہے چہرہ بڑا ہے اور بدن مضبوط ہے جیسا کوئی پہلوان کا ہوتا ہے اس نے مال لیا تھا پتہ جو دیا تھا وہ صورت کا تھا مگر ادھر تو وہ جگہ ہی نہیں مال ساتھ بکا کرا کرلایا تھا روکڑا ابھی ڈوب گیا۔"

سرائے کا مالک بولا۔ "او ہو یہ تو بہت گڑبڑ گھٹالا ہے پر ہم کو لگتا ہے ہم نے اس آدمی کو دیکھا ہے پر کدھر دیکھا ہے یاد نہیں آتا بہت دن ہوا ہم اپنا سسرال چکانی گاؤں گیا

تھا شاید ادھر دیکھا تھا۔ اچھا ہم یاد کرتا ہے ہمارا ساتھ واپس ہمارا بائیزی بھی آیا تھا ہم نے دیکھا ہوں تو شاید اس نے بھی ضرور دیکھا ہوں گا۔ ہم اس سے بات کر کے تم کو رپورٹ دیتا ہوں۔"

رولوکا بولا۔ "تمہارا بڑا مہربانی ہوگا ہمارا روکڑا مل گیا تو تم کو بھی خوش کرے گا۔"

سرائے کا مالک بولا۔ "اس کا ضرورت نہیں ہے ہم بات کرتا ہے شام کو بتائے گا۔"

رولوکا حسب عادت بازار میں نکل آیا اور دن بھر پھرتا رہا شام کو سرائے کا مالک کھانا لے کر آ گیا اور بولا "تمہارا کام کچھ ہوا ہے زیادہ بائیزی کو بھی یاد نہیں ہے۔"

رولوکا بولا۔ "جتنا یاد ہے وہی بتلاؤ۔"

"میں نے بائیزی کو پوچھا۔" وہ بولی۔ "بڑا خطرناک سا آدمی تھا سب لوگ اڈے پر روٹی کھاتا تھا اور وہ خالی بیٹھا تھا تم نے اس کو کھانے بولا تو وہ تم کو کیسا دیکھتا تھا اس کی آنکھ کتنی لال تھی۔ وہ تو ایک بھالو کے ماقف لگتا تھا اور ہاتھ بھی بڑا بڑا اور ایک ہاتھ تو مینڈک کے ہاتھ کے ماقف لگتا تھا سب لوگ بس میں آ گیا وہ ادھر اڈے پر ہی بیٹھا رہ گیا میرے کو تو اس سے بہت ڈر لگتا تھا۔"

رولوکا بولا۔ "وہ کس اڈے پر تم کو ملا تھا۔"

"ادھر سے چکانی گاؤں تیس میل دور ہے چکانی سے پہلے یہاں سے بیس میل پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اس کا نام ترکھا بھگت ہے اڈے پر تھوڑی بہت رونق ہے گاؤں تو زیادہ بڑا نہیں ہے سب کسان اور کھیت کھلیان کرنے والے رہتے ہیں بہت سیدھے لوگ ہیں۔"

پر ہم تم کو ایک بات بولتا ہے آدمی خطرناک لگتا ہے چھوڑو روکڑا کو۔" سرائے کے مالک نے رائے دی رولوکا بولا۔ "میں کوئی اس سے جھگڑا نہیں کروں گا دے گا تو لے لوں گا منع کرے گا تو واپس آ جاؤں گا۔"

سرائے کا ملک بولا۔ "یہ برابر ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا کب جائیں گا۔"

"لاری مل جائے تو آج ہی چلا جاتا ہوں رولوکا نے کہا۔"

"ابھی رات کو ادھر لاری نہیں جاتا اور اگر جاتا بھی تو بھی ٹھیک نہیں، سویرے پہلی لاری سویرے آٹھ بجے جاتا ہے وہ تم کو سیدھا گاؤں مرگالی بھگت بارہ بجے پہنچا دے گا۔"

"اتنی دیر میں کیوں؟" رولوکا نے پوچھا۔

"ایک تو راستہ خراب ہے دوسرا وہ سواری چھوڑتا چڑھاتا چلتا ہے اس واسطے ٹائم زیادہ لگتا ہے کام ہو جاوے تو شام چھ بجے تم کو واپس لاری ملے گا ادھر رات مت رکنا ٹھہرنے کا کوئی جگہ نہیں ہے رات کو اڈا ویران ہو جاتا ہے اور گاؤں والے گاؤں میں ہوتے ہیں اور ادھر کتے بھی بہت ہیں تم رات کو آ جانا ہم تمہارا بھوجن تیار رکھے گا فکر نہیں کرنا۔"

سرائے کے مالک کی بات مناسب تھی رولوکا نے مان لی اور سویرے لاری کے ذریعہ مرکھانی بھگت روانہ ہوا اور بارہ بجے اڈے پر اتر گیا۔ اس کے کارندے اس سے بہت دور دور تھے اور وہ ایک عام آدمی تھا اس حالت میں کوئی جادوگر وغیرہ اگر اس کی تلاشی لیتا تو وہ ایک خالی ڈبہ ہی سمجھتا یہ خطرہ اس نے اس لئے لیا کہ وہ خود کو قطعی آشکار کرنا نہیں چاہتا تھا۔ دشمن اس کی بو پر چل رہا تھا اس نے اپنی بو کو چھپایا تھا۔ بے شک یہ ایک خطرناک کھیل تھا مگر خطروں سے رولوکا کب ڈرتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کا یقین خدا کی ذات پر بہت زیادہ تھا۔

اڈے پر زیادہ بھیڑ نہ تھی چند دکانیں تھیں جن پر دیہاتیوں کی ضرورت کی چیزیں بک رہی تھیں رولوکا سفید دھوتی اور دھاری دار کپڑے کا سادہ کرتا پہنے تھا اور گجرات کے کسی شہر کا آدمی لگتا تھا ایک چبوترے پر ایک آدمی بیٹھا تھا ایک کیتلی اور چند ٹوٹے پھوٹے کپ اس کے سامنے رکھے تھے رولوکا اس کے پاس گیا اور بولا۔ "کیا چائے بناتے ہو؟"

اس آدمی کے پاس شاید آج کوئی گاہک نہیں آیا تھا اس لئے اس کا موڈ خراب تھا۔

"نہیں چائے کیوں بنائے ادھر چائے کا قدردان کون ہے ہم تو ادھر موج میلا کرنے کو بیٹھا ہے۔"

رہا تھ پیر مضبوط تھے۔اس سے ظاہر ہوتا کہ وہ کبھی پہلوانی کرتا رہا تھا۔داڑھی اور مونچھیں صاف تھیں بال کالے تھے سخت اور موٹے تھے۔" رولوکا بولا۔"اس کے علاوہ کچھ اور آپ کو یاد ہو۔"

رولوکا کھڑا ہو گیا اور بولا۔"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر آپ نے انسانیت کی خدمت کی ہے۔"

اب رولوکا کے سامنے ایک نقشہ تھا اس نقشے کے مطابق اس کو تلاش کرنا تھی۔

یہ تو صاف ظاہر تھا کہ ناگ پور میں اس کی تلاش بے سود تھی اس کو سی پی سے دور ہی ہونا چاہئے۔اب رولوکا ریل کے ذریعے یوپی کی طرف روانہ ہوا اس کی نظریں ہر آدمی پر تھیں اور خاص طور سے وہ ہر ایک کے بائیں ہاتھ پر ضرور نظر کرتا تھا۔دلی میں وہ گاڑی سے اترا اور حکیم صاحب سے ملاقات کر کے پھر روانہ ہوا اب اس کا سفر لاری سے تھا وہ دانستہ زیادہ سے زیادہ لوگوں پر نظر رکھنے کی وجہ سے رک رک کر سفر کر رہا تھا اور اس طرح لاریاں بدلتے بدلتے وہ یوپی کراس کر گیا گجرات کے شہر احمد آباد کے بعد وہ صورت میں رک گیا۔صورت زیادہ بڑا شہر نہیں گجرات کے شہر احمد آباد جتنی آبادی اور کاروبار نہیں ہے مگر پھر بھی یہاں پر بڑی آبادی ہے یہاں پر گجراتی زبان بولی جاتی ہے ان کی ثقافت اور کلچر پورے ہندوستان سے الگ ہے عورتوں کا لباس ساڑھی یا بہت گھیر کی قمیض ہے اور اوڑھنی پاجامہ ہے یہاں پر زیادہ آبادی ہندوؤں کی ہے یہاں کے لوگ ممبئی میں زیادہ تر کاروبار کرتے ہیں مگر عورتیں ان کے ساتھ نہیں جاتیں ان کا رہن سہن بہت سادہ ہے اور یہ لوگ امن پسند ہیں لڑائی جھگڑوں سے دور رہتے ہیں۔

رولوکا کا قیام یہاں پر بھی ایک سرائے میں تھا اور اس کا روپ یوپی کے ایک جوئے کے بیوپاری کا تھا کیونکہ یہ سرائے بھی ایک ہندو کی تھی اور اس میں کھانے بھی ہندووانہ تھے پاپڑ، اچار، دال، سبزی رولوکا نے پہلے روز ہی کہہ دیا تھا کہ وہ کھانا نہیں کھائے گا۔ مالک بولا۔"ارے اپن ایسا کیوں کریں گا ہم تم کو فسٹ کلاس کھانا دیگا نا۔"

رولوکا بولا۔"میں پرہیزی کھانا کھاتا ہوں اور بہت چیزوں سے میرا پرہیز ہے اس لئے فروٹ دودھ انڈا کھا کر گزارا کرتا ہوں۔"

مالک بولا۔"کوئی فکر نہیں ہم تم کو وہی دے گا پر اپنی خدمت کا چانس تو دونا بابا۔"

رولوکا نے مسکرا کر کہا۔"چلو ٹھیک ہے۔"

رولوکا کو اس کی پسند کی چیزیں ملنے لگیں سویرے چائے بسکٹ آنے لگے۔

سویرے سویرے چائے اور گرم بسکٹ مالک خود لے کر آتا تھا بولا۔"ابھی صاحب ٹھیک ہے نا کوئی واندہ تو نہیں۔"

رولوکا بولا۔"تم اتنا شریف آدمی ہے تو واندہ کیوں ہوگا؟"

"ارے ہم وری کیا شریف ہے تم لوگ کا خدمت کرتا ہے تو تم لوگ واپس بھی آتا ہے یہ دھندے کا بات ہے ابھی تم بولو تمہارے مال کو سودا ہوا کہ نہیں۔"

"کوئی فکر نہیں۔نہیں ہوا تو احمد آباد میں تو ضرور ہو جائے گا۔" رولوکا بولا۔

مالک بولا۔"یہ بات تو تمہاری ٹھیک ہے ادھر بڑا بڑا بیوپاری ہے۔"

"میں تو ایک آدمی کی کھوج میں ادھر آیا تھا۔" رولوکا نے پتہ پھینکا۔

"ہم کو بتاؤ پتہ ہوں گا تو ضرور بتائے گا۔" مالک بولا۔

"نام تو میں بھول گیا ہوں پر اس کی نشانی بتاتا ہوں۔اس کے بائیں ہاتھ میں چار انگلیاں ہیں سر پر بہت گھنے بال ہیں ماتھا چھوٹا ہے چہرہ بڑا ہے اور بدن مضبوط ہے جیسا کوئی پہلوان کا ہوتا ہے اس نے مال لیا تھا پتہ جو دیا تھا وہ صورت کا تھا مگر ادھر تو وہ جگہ ہی نہیں مال ساتھ بکا کرا کرلایا تھا روکڑا ابھی ڈوب گیا۔"

سرائے کا مالک بولا۔"اوہو یہ تو بہت گڑبڑ گھٹالا ہے پر ہم کو لگتا ہے ہم نے اس آدمی کو دیکھا ہے پر کدھر دیکھا ہے یاد نہیں آتا بہت دن ہوا ہم اپنا سسرال چکانی گاؤں گیا

تھا شاید ادھر دیکھا تھا۔ اچھا ہم یاد کرتا ہے ہمارا ساتھ واپس ہمارا بائیری بھی آیا تھا ہم نے دیکھا ہوں تو شاید اس نے بھی ضرور دیکھا ہوں گا۔ ہم اس سے بات کر کے تم کو رپورٹ دیتا ہوں۔"

رولوکا بولا۔ "تمہارا بڑا مہربانی ہوگا ہمارا روکڑا مل گیا تو تم کو بھی خوش کرے گا۔"

سرائے کا مالک بولا۔ "اس کا ضرورت نہیں ہے ہم بات کرتا ہے شام کو بتائے گا۔"

رولوکا حسب عادت بازار میں نکل آیا اور دن بھر پھرتا رہا شام کو سرائے کا مالک کھانا لے کر آ گیا اور بولا "تمہارا کام کچھ ہوا ہے زیادہ بائیری کو بھی یاد نہیں ہے۔"

رولوکا بولا۔ "جتنا یاد ہے وہی بتلاؤ۔"

"میں نے بائیری کو پوچھا۔" وہ بولی۔ "بڑا خطرناک سا آدمی تھا سب لوگ اڈے پر روٹی کھاتا تھا اور وہ خالی بیٹھا تھا تم نے اس کو کھانے بولا تو وہ تم کو کیسا دیکھتا تھا اس کی آنکھ کتنی لال تھی۔ وہ تو ایک بھالو کے مافق لگتا تھا اور ہاتھ بھی بڑا بڑا اور ایک ہاتھ تو مینڈک کے ہاتھ کے مافق لگتا تھا سب لوگ بس میں آ گیا وہ ادھر اڈے پر ہی بیٹھا رہ گیا میرے کو تو اس سے بہت ڈر لگتا تھا۔"

رولوکا بولا۔ "وہ کس اڈے پر تم کو ملا تھا۔"

"ادھر سے چکانی گاؤں تیس میل دور ہے چکانی سے پہلے یہاں سے بیس میل پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اس کا نام ترکھا بھگت ہے اڈے پر تھوڑی بہت رونق ہے گاؤں تو زیادہ بڑا نہیں ہے سب کسان اور کھیت کھلیان کرنے والے رہتے ہیں بہت سیدھے لوگ ہیں۔"

پر ہم تم کو ایک بات بولتا ہے آدمی خطرناک لگتا ہے چھوڑ دو روکڑا کو۔" سرائے کے مالک نے رائے دی رولوکا بولا۔ "میں کوئی اس سے جھگڑا نہیں کروں گا دے گا تو لے لوں گا منع کرے گا تو واپس آ جاؤں گا۔"

سرائے کا ملک بولا۔ "یہ برابر ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا کب جائیں گا۔"

"لاری مل جائے تو آج ہی چلا جاتا ہوں رولوکا نے کہا۔"

"ابھی رات کو ادھر لاری نہیں جاتا اور اگر جاتا بھی بھی ٹھیک نہیں، سویرے پہلی لاری سویرے آٹھ بجے جاتا ہے وہ تم کو سیدھا گاؤں مرگالی بھگت بارہ بجے پہنچا دے گا۔"

"اتنی دیر میں کیوں؟" رولوکا نے پوچھا۔

"ایک تو راستہ خراب ہے دوسرا وہ سواری چھوڑ چڑھاتا چلتا ہے اس واسطے ٹائم زیادہ لگتا ہے کام ہو جاوے تو شام چھ بجے تم کو واپس لاری ملے گا ادھر رات مت رکا ٹھہرنے کا کوئی جگہ نہیں ہے رات کو اڈا ویران ہو جاتا ہے اور گاؤں والے گاؤں میں ہوتے ہیں اور ادھر کتے بھی بہت ہیں تم رات کو آ جانا ہم تمہارا بھوجن تیار رکھے گا فکر نہیں کرنا۔"

سرائے کے مالک کی بات مناسب تھی رولوکا نے مان لی اور سویرے لاری کے ذریعہ مرکھانی بھگت روانہ ہوا اور بارہ بجے اڈے پر اتر گیا۔ اس کے کارندے اس سے بہت دور دور تھے اور وہ ایک عام آدمی تھا اس حالت میں کوئی جادوگر وغیرہ اگر اس کی تلاشی لیتا تو وہ ایک خالی ڈبہ ہی سمجھتا یہ خطرہ اس نے اس لئے لیا کہ وہ خود کو قطعی آشکار کرنا نہیں چاہتا تھا۔ دشمن اس کی بو پر چل رہا تھا اس نے اپنی بو چھپایا تھا۔ بے شک یہ ایک خطرناک کھیل تھا مگر خطروں سے رولوکا کب ڈرتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کا یقین خدا کی ذات پر بہت زیادہ تھا۔

اڈے پر زیادہ بھیڑ نہ تھی چند دکانیں تھیں جن پر دیہاتیوں کی ضرورت کی چیزیں بک رہی تھیں رولوکا سفید دھوتی اور دھاری دار کپڑے کا سادہ کرتا پہنے تھا اور گجرات کے کسی شہر کا آدمی لگتا تھا ایک چبوترے پر ایک آدمی بیٹھا تھا ایک کیتلی اور چند ٹوٹے پھوٹے کپ اس کے سامنے رکھے تھے رولوکا اس کے پاس گیا اور بولا۔ "کیا چائے بناتے ہو؟"

اس آدمی کے پاس شاید آج کوئی گاہک نہیں آیا تھا اس لئے اس کا موڈ خراب تھا۔

"نہیں چائے کیوں بنائے ادھر چائے کا قدر دان کون ہے ہم تو ادھر موج میلا کرنے کو بیٹھا ہے۔"

رولوکا سمجھ گیا کہ آدمی جلا بیٹھا ہے اس لئے سکون سے بولا۔ ''کوئی فکر نہیں تم موج کرو اور یہ رکھو تمہارا آج کا خرچ کچھ میرا کام کرو گے۔''

دو روپے چائے والے کی ہتھیلی پر آئے تو اس کا موڈ بدل گیا بولا۔ ''ارے ابھی تم اپن کو حکم کرو کیا کرنا ہے۔''

رولوکا مسکرا کر بولا۔ ''کرنا کچھ نہیں ہے جو پوچھتا ہوں تم اس کا جواب دو مگر بات جھوٹ نہ بولنا جو پتہ ہو وہی بتانا۔''

چائے والا بولا۔ ''برو بر بتائے گا۔''

''کچھ دن پہلے ادھر ایک آدمی آیا تھا اس کا نام تو پتہ نہیں پر نشان بتاتا ہوں۔ اس کے الٹے ہاتھ میں چار انگلی تھا کٹا ہوا نہیں پیدائشی چہرہ بڑا تھا آنکھ لال تھا سر پر بہت بال تھا اور ماتھا چھوٹا تھا وہ ایک خطرناک آدمی لگتا تھا تم نے ضرور دیکھا ہوگا۔''

چائے والا بولا۔ ''دیکھا تھا برو بر خوب دیکھا تھا وہ گونگا تھا۔ بولتا نہیں تھا بہت دن ادھر رہا تھا۔ رات کو بھی ادھر اڈے پر رہتا تھا خاص بات یہ تھا کہ وہ کھاتا کچھ نہ تھا۔ کوئی اس کے قریب نہیں جاتا تھا سب دور رہتے تھے۔ ڈرتے تھے ایک کسان نے بتایا کہ اس کو اس نے کھیت میں دیکھا تھا اور وہ ایک کتے کو کھا رہا تھا اس نے یہ بات صبح کو بتا دی اور وہ کسان تین روز کے بعد سانپ کے کاٹے سے مر گیا اور وہ آدمی چلا گیا یہ پتہ نہیں کہ کدھر گیا ہے۔''

اب وہ واقعی وہاں نہیں تھا۔ رولوکا آگے بڑھا اب وہ کسی لاری سے نہیں جا رہا تھا۔ آگے چکانی گاؤں تھا یہ ایک بڑا گاؤں یہاں آنے میں رولوکا کو زیادہ وقت نہ لگا۔

چکانی کا بس اڈا بڑا تھا اور رونق بھی زیادہ تھی ایک ہوٹل بھی بنا تھا اور دوسری دکانیں بھی کھلی تھیں رولوکا ہوٹل کی بنچ پر بیٹھ گیا اور چائے کا آرڈر دیا چند منٹ کے بعد اس کے سامنے چائے کا گلاس رکھا تھا رولوکا نے جو چائے لایا تھا اس کے ہاتھ پر ایک روپیہ رکھ دیا۔

وہ آدمی بولا۔ ''کوئی بات نہیں بعد میں دے دینا ورنہ دہ نہیں ہے۔''

رولوکا بولا۔ ''یہ چائے کا پیسہ نہیں ہے تم سے کچھ کام ہے بیٹھو میرے پاس۔''

وہ آدمی بولا۔ ''تمہارا کام ہم ضروری کریں گا پن اس ٹائم بانکڑے پر نہیں بیٹھ سکتا۔ دھندے کا ٹائم ہے تم تھوڑا ادھر ٹھہرو ہم آپ کے پاس تھوڑا دیر میں آتا ہوں۔'' اور روپیہ جیب میں ڈال لیا۔

رولوکا بنچ پر بیٹھ کر آرام سے گڑ اور اصلی دودھ کی چائے کے مزے لیتا رہا اور ارد گرد بھی دیکھتا رہا۔ ایک گھنٹے کے بعد چائے والا ہاتھ دھو کر آ گیا اور بولا۔ ''اجی مال ختم ہو گیا اب بولو کیا کرنا ہے؟''

رولوکلا نے کہا۔ ''کرنا کچھ نہیں ہے تم یہ بتاؤ اڈے پر جو آتا ہے تم تو اس کو دیکھتا ہے تم نے کوئی ایسا آدمی دیکھا ہے جس کے الٹے ہاتھ میں چار انگلیاں تھیں وہ پہلوان کی طرح تگڑا تھا اس کے سر پر بہت بال تھے اور ماتھا بہت کم تھا آنکھیں سرخ تھیں اور شکل ڈراؤنی تھی وہ بولتا نہیں تھا شاید گونگا تھا۔''

ہوٹل والے نے بڑے غور سے رولوکا کی بات سنی اور بولا۔ ''ہاں صاحب میں نے دیکھا تھا۔ میں اس کو دیکھ کر ڈر بھی گیا تھا اس کو دیکھ کر کتے بھاگ گئے تھے ایسا لگتا تھا کہ انہوں نے بہت خطرناک درندہ دیکھ لیا ہے میں تو جلدی دکان بند کر کے چلا گیا تھا کہتے ہیں رات کو کوئی اس بازار میں نہیں رکا تھا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا کچھ لوگ تو ضرور ہوتے ہیں مگر اس کی ہیبت ایسی تھی کہ سب بھاگ گئے سویرے وہ نہیں تھا شاید چلا گیا تھا۔ میں نے تو صاحب اس کی صرف ایک جھلک دیکھی تھی مگر ڈر اب تک لگ رہا ہے ایسا لگتا تھا جیسے کوئی مردہ میرے سامنے آ گیا ہو۔''

رولوکا نے پوچھا۔ ''اب تم کو اندازہ ہے کہ وہ کدھر گیا ہوگا؟''

''نہیں میں اس کے آگے کچھ نہیں جانتا آخر وہ کون تھا؟'' ہوٹل والا بولا۔

''تم اس کے بارے میں نہ جانو تو زیادہ بہتر ہے تم یہ بتاؤ آگے کون سی جگہ ہے؟''

ہوٹل والا بولا۔ ''آگے پانچ میل پر اس روڈ پر مگر لب

روڈ نہیں ذرا اندر جا کر ایک قصبہ ہے بڑی آبادی ہے اس کا نام بوڑھا مندر ہے اس کا نام یہ اس لئے ہے کہ وہاں پر ہزاروں سال پرانا ایک مندر ہوا کرتا تھا اب وہ تو نہیں رہا مگر ایک تالاب اور مندر کے کھنڈرات موجود ہیں مگر یہ مندر اور تالاب آبادی سے دور ہیں وہاں پر بہت کم آبادی ہے صرف وہی لوگ رہتے ہیں جو وہاں پر رہنے پر مجبور ہیں اس تالاب کے چاروں طرف کھیت ہیں مگر ان کے گاؤں دور ہیں قصبہ کے لوگ تو کم ہی تالاب کی طرف آتے ہیں صرف کسان دن میں کھیتوں میں کام کرتے نظر آتے ہیں۔"

رولوکا نے پوچھا۔"قصبہ میں آبادی کن کی ہے۔"

"وہاں پر تو زیادہ آبادی ہندوؤں کی ہے جو شیو بھگوان کی پوجا کرتے ہیں مگر مسلمان اور بدھسٹ بھی ہیں مگر آبادی زیادہ نہیں ہے۔ گاؤں میں تو شاید ہی کوئی مسلمان ہو۔"

گاؤں بوڑھا مند زیادہ بڑا گاؤں تو نہ تھا چاروں طرف اس کے کھیت تھے اور ان میں کاشت نظر آرہی تھی ہر گاؤں کی طرح یہاں پر بھی چھوٹا سا بازار تھا مگر رولوکا کی منزل تو وہ تالاب تھا اس نے کسی سے نہیں پوچھا اور گاؤں سے ایک فرلانگ دور تالاب پر پہنچ گیا۔

بہت بڑا تالاب تھا اس تالاب کے درمیان میں ایک ٹیکری تھی اور اس ٹیکری پر ایک مندر نما عمارت کھڑی تھی اس تک جانے کا کوئی راستہ نہ تھا چاروں طرف پانی تھا پانی پرانا لگتا تھا اس کے کناروں پر کائی نظر آتی تھی ایک طرف پتھروں کے ڈھیر پڑے تھے یہی وہ جگہ تھی جہاں پر مندر رہا کرتا تھا۔ مگر اب صرف پتھر پڑے تھے ایسا لگتا تھا کہ پانی کے درمیان جو عمارت مندر نما تھی وہ پہلے سے تھی اور تالاب بعد میں بنا پانی آنے کا ذریعہ صرف برسات ہی ہو سکتی تھی اس کے باوجود اس میں پانی ہونے کا مطلب تھا یہ بہت گہراہ ہے پورے سال پانی سوکھتا نہیں ہے حالانکہ اس علاقے میں شدید گرمی پڑتی ہے۔

رولوکا روپوشی کی حالت میں تھا تالاب کے آس پاس کوئی نہ تھا۔ ہر طرف سناٹا تھا شام ہونے کو تھی اردگرد کے کھیتوں میں بھی کسان نظر نہ آتے تھے شاید وہ اپنا اپنا کام جلد ختم کرنے کے عادی تھے اور اندھیرے سے پہلے چلے جاتے تھے اس کی کیا وجہ تھی ابھی یہ بات راز تھی۔

رولوکا نے تالاب کے چاروں طرف گھوم کر اس کی وسعت کا اندازہ کر لیا تھا۔

پانی گہرا تھا اور پرانا ہونے کی وجہ سے مگر مچھ وغیرہ کا بھی خطرہ تھا۔ اس کے درمیان میں بنی عمارت میں جانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ رولوکا نے خود کو اور محفوظ کیا اور روپوشی کی حالت میں عمارت تک آ گیا، اس عمارت کی بناوٹ باہر سے مندر نما ضرور تھی مگر وہ مندر نہ تھی بھول بھلیاں ٹائپ کی اس عمارت میں ہر طرف دروازے تھے ان میں پتھر کی چوکھٹیں تو تھیں مگر کسی پر کواڑ نہ تھے ہر دروازے سے جھانکنے پر ایک گہرا کنواں نظر آتا تھا کنوئیں میں اندھیرا تھا اور اس کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہوتا تھا اس کو کس مقصد سے اور کیوں بنایا گیا تھا پتہ نہیں چلتا تھا بڑی بڑی چمگادڑیں ان دروازوں سے اندر باہر آجا رہی تھیں۔ ایک عام آدمی کے لئے یہ جگہ نہایت ڈراؤنی تھی۔

رات ہوتے ہی کچھ اور پراسرار معلوم ہونے لگی تھی رولوکا نہایت چوکنا ایک دروازے میں روپوشی کی حالت میں کھڑا تھا کہ اچانک اس نے پیروں کی آہٹ سنی وہ دروازے کے کنارے ہو گیا۔ پھر اس نے دیکھا کہ وہی پہلوان نما مردہ اس کے سامنے تھا اس کے جسم پر اور سر پر بالوں کا جنگل تھا چہرہ بہت بڑا تھا مگر چہرہ چھپکلی کے پیٹ کی طرح پیلا تھا جسم میں زندگی کے کوئی آثار نہ تھے مگر پھر بھی وہ حرکت کر رہا تھا۔ وہ دروازے میں داخل ہوا۔ رولوکا نے اس کو نہیں روکا اور وہ کنواں میں کود گیا اس کے کودنے کے بعد اس کے گرنے کی آواز نہ آئی۔ رولوکا نے جھانک کر کنوئیں کے اندر دیکھا تو آواز آئی۔

"میں جانتا ہوں تو موجود ہے، مجھے تجھ سے ڈر نہیں ہے، یاد رکھ تو میرا کچھ نہ کر سکے گا میں تجھ سے کھیل رہا ہوں، جو تو نے دیکھا وہ میں نہیں ہوں، جا میرا پیچھا مت کر میرے کام بڑے ہیں تو بہت چھوٹا ہے میں کسی کمزور پر ہاتھ نہیں

ڈالتا بروبروالا کوئی ہے نہیں۔"

رولوکا خاموش تھا۔ آواز پھر آئی "بولتا کیوں نہیں؟ میں جانتا ہوں، تو ہے پر تو کیا بولے گا، میرے سامنے تو بڑے بڑے نہیں بولتے۔"

رولوکا اس کی لن ترانی سن رہا تھا اور اس کو موقع دے رہا تھا کہ وہ اپنے بارے میں اور بتائے اور سمجھے کہ میں اس سے متاثر ہوکر خاموش ہوں، جب دشمن یہ سمجھ لے کہ سامنے اس کا دشمن اس سے متاثر ہے تو اور زیادہ بولتا ہے اور اس میں اس کے منہ سے کچھ ایسی باتیں بھی نکل جاتی ہیں جو اس کے خلاف جاتی ہیں مگر اس کو اس کا احساس نہیں ہوتا، اسی لئے بڑوں کا کہنا ہے کہ جو کم بولتا ہے وہی فائدے میں رہتا ہے۔

وہ پھر بولا۔ "میں پھر کہتا ہوں میرا پیچھا مت کر کیونکہ تو نہیں جانتا کہ میں کون ہو، کس نسل کا ہوں اور میری شکتی کیا ہے؟ میں پاتال تک رسائی رکھتا ہوں، باقی چھ زمین کے حصہ بھی میری نظر سے دور نہیں ہیں۔ باقی چھ زمین جن کو تل تلاتل، مہاتل، رسائل، اتل اور پاتال میں پاتال تک رسائی رکھتا ہوں، میرا پیچھا کرنے والے بھی مجھے پکڑ نہ سکے۔ اس لئے تو بھی باز آجا اور اس مشکل کام میں وقت برباد نہ کر، میرا تجھ سے جھگڑا نہیں ہے، میرے کام دوسرے ہیں، میں جو کرتا ہوں اس کے لئے صدیوں کا پروگرام بناتا ہوں، تیری تو عمر بھی اتنی نہیں ہوگی، تو میرا مقابلہ کیا کرے گا، میں پاتال میں اتر جاؤں گا اور تیری عمر کی پونجی ختم ہوجائے گی، میں پھر آجاؤں گا، اس وقت کون مجھے جانے گا اور میرا پروگرام پھر شروع ہوجائے گا۔"

اور آواز بند ہوگئی اور پوری رات آواز نہ آئی پھر اچانک کنویں میں سے بدبو آنے لگی تو رولوکا سمجھ گیا کہ دشمن نے اپنا نقلی شریر چھوڑ دیا ہے، اور یہ بدبو اسی اسپتال کے مردے کے سڑنے کی آرہی ہے۔

رولوکا باہر آگیا، سویرے کا وقت تھا مگر اس وقت بھی چاروں طرف اندھیرا تھا۔ کسی قسم کی آواز نہ تھی اور ٹھنڈی ہوائیں آرہی تھیں اس کے چاروں طرف تالاب کا پانی تھا۔ یہ تو رولوکا سمجھ چکا تھا کہ یہ کنواں نہیں سرنگ کا راستہ تھا مگر بنانے والے نے اس طرح کیوں بنایا تھا کہ یہ دور سے مندر معلوم ہو۔ کیا یہ مندر کے کھنڈرات بھی مندر نہ تھے کوئی محل تھا اور ان لوگوں نے اپنے فرار کو یہ سرنگ بنائی تھی اس کا مطلب تھا ہزاروں سال پہلے بھی یہاں پر کوئی بڑی آبادی تھی اس کے درجہ یا جو کوئی ہو اس نے اپنے فرار کا یہ راستہ بنایا تھا یہ سرنگ کس طرف جاتی تھی اوپر سے اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل تھا۔

رولوکا کے سارے کارندے اوپر تھے اور دشمن سرنگ کے راستہ فرار ہوا۔ یہ بات تو بعد میں سمجھ آئی کہ یہ کنواں نہیں سرنگ ہے۔ رولوکا نے اپنے ایک نہایت آزمودہ جاسوس کارندے کو سرنگ میں روانہ کیا اور خود باہر ہی کھڑا رہا۔ کئی گھنٹوں کے بعد کارندے نے آکر بتایا کہ سرنگ کئی میل کے بعد بند ہوگئی ہے اندر سخت بدبو اور زہریلے کیڑے مکوڑے بھرے ہیں، سرنگ کی اونچائی صرف انسانی قد جتنی اور چوڑائی دو آدمیوں کے برابر چلنے کی جتنی ہے۔ اس کے علاوہ بے حساب روحیں اس میں قید ہیں، ان میں غلام اور مالک سب ہیں، راجہ، مہاراجہ اور ان کی بیویاں بھی ہیں، اندر جانا سخت خطرناک ہے اس لئے یہ سب قیدی روحیں سب کو اپنا دشمن سمجھتی ہیں۔

رولوکا سمجھ چکا تھا کہ دشمن اب اس کی دسترس سے بہت دور ہے اور اس کی واپسی بھی جلدی نہیں ہوگی، ہوسکتا ہے دو چار سال میں واپس آئے اور اس سے زیادہ سال بھی لگ جائیں۔

رولوکا نے دلی کا ارادہ کیا اور دلی آگیا۔

حکیم وقار نے پوچھا "کام ختم ہوا۔"

رولوکا بولا۔ "دشمن پاتال میں اتر گیا ہے اور اس کی واپسی بھی عنقریب نظر نہیں آتی۔ اور میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اس کا انتظار کروں گا۔"

"اور تم نے جن کو قید کیا ہے ان کا کیا کرو گے۔" حکیم صاحب بولے۔

"ہاں ان کا بندوبست بھی ضرور کروں گا۔" رولوکا

نے جواب دیا۔

"میرے خیال میں ان کا فیصلہ جلدی کرلو۔ ہوسکتا ہے کہ تم مصروف ہوجاؤ۔" حکیم وقار نے کہا۔

"یہ اتنا مشکل کام نہیں ہے میرا کوئی کارندہ بھی کرسکتا ہے۔ بیربل اور ریگستانی روحوں میں اتنا دم نہیں ہے کہ وہ مقابلہ کریں کچھ مزاحمت بیربل کرے تو کرے اور سب روحیں تو خود آزادی کے لئے تڑپ رہی ہیں۔"

اور رولوکا نے ایک سخت قسم کے کارندے کو یہ کام سونپ دیا۔ اور دلی میں ٹھہر گیا۔

رولوکا نے مرزا احمد قدوائی کو بتایا کہ "اب بیربل کی آتما تمہارے پاس نہیں آئے گی۔" اور وہ اپنے گھر چلا گیا۔

رولوکا روزمرہ کے کام مطب میں حکیم صاحب کے ساتھ کرنے لگا۔

ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ ایک جوڑا مطب آ گیا۔ دونوں میاں بیوی جوان تھے اور اچھے کھاتے پیتے خاندان کے معلوم ہوتے تھے مگر شہری نہیں تھے۔ علی گڑھ کے کسی دیہات سے ان کا تعلق تھا، زمیندار تھے۔

حکیم وقار نے کہا۔ "اپنا تعارف کرادیتے تو زیادہ بہتر تھا۔"

"معاف کیجیے۔ میں اپنی پریشانی میں ضروری بات بھی بھول گیا تھا۔ بہرحال میرا نام سلیم شاہ ہے۔ اور یہ میری بیوی حاجرہ ہے ساری پریشانی کی بنیادی وجہ یہی ہے۔"

حکیم وقار بولے۔ "ہوا کیا ہے؟ ذرا تفصیل سے بتایئے۔"

"حکیم صاحب زیادہ بڑی تفصیل نہیں ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ بدھ کی رات میری بیوی کی حالت بگڑ جاتی ہے آنکھیں سرخ ہوجاتی ہیں، چہرے پر جلال کی کیفیت نظر آتی ہے سردی ہو گرمی ہو یہ ٹھنڈے پانی سے خوب غسل کرتی ہے، خوشبو تیل لگاتی ہے اور نہایت اچھے صاف کپڑے پہن کر چھت پر دری چاندنی بچھا کر بیٹھ جاتی ہے اور جھوم جھوم کر نہ جانے کس زبان میں کچھ بڑبڑاتی ہے، اس کے پاس عورتیں آتی ہیں اور اپنی اپنی مرادیں کہتی ہیں اور یہ ہاتھ اٹھا کر ان کو تسلی دیتی ہے جن کی مراد پوری ہوتی ہے وہ ایک کالا مرغا اور عطر پھول اور مٹھائی لے کر آتی ہے اور نذر کرتی ہے، یہ تماشہ ہر بدھ کو ہوتا ہے میں زمیندار آدمی ہوں میرے گھر یہ تماشہ شروع ہوگیا ہے میں سخت پریشان ہوں۔"

رولوکا نے کہا۔ "آپ اپنا پتہ نوٹ کرادیں میں آپ کے پاس خود آؤں گا انشاءاللہ کچھ کریں گے۔"

سلیم شاہ نے شکریہ ادا کیا اور چلا گیا اس کے جانے کے بعد حکیم صاحب بولے۔

"کمزور عقیدے میں مردوں سے زیادہ عورتیں شامل ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق یہ سات لوگ شیخ سدو وغیرہ اور سات عورتیں ان کا عقیدہ ہے کہ یہ سات عورتیں ہی عورتوں کے معاملات بنانے اور بگاڑنے کی مختار ہیں۔

یہ جس پر مہربان ہوں وہ آرام سے رہتی ہے اور اگر ان کا عتاب نازل ہو تو اس کو بیماریاں پکڑ لیتی ہیں اور پھر وہ وقت بھی آتا ہے جب شب و روز غشی کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے ان کی مہربانی اور نامہربانی کا دارومدار ان کی نذر ادا کرنے پر ہے۔ اگر کسی عورت کے سر پر آجائیں یعنی اس کے جسم میں حلول کر جائیں تو عورتیں وہی کرتی ہیں جو ان کی مرضی ہوتی ہے۔

عورتوں کے جسم میں اکثر شیخ سدو کی روح حلول کرتی ہے اس سے خلاصی کے لئے بیٹھک ہوتی ہے مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں اور بکرے کی قربانی بھی کرنا لازمی سمجھا جاتا ہے۔ شیخ سدو کے علاوہ بھی کچھ نام اس زمرے میں آتے ہیں ان میں زین، ننھے خان، صدر جہان، چہل تن، شاہ دریا اور سکندر شاہ۔

اسی طرح کچھ عورتوں کے نام بھی ہیں جیسے لال پری، سبز پری، سیاہ پری، زرد پری، آسمان پری، دریا پری اور نور پری ان میں سے باری باری کسی عورت کے جسم میں حلول کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ بعض نسوانی اطوار رکھنے والے مرد بھی

ان چھ مرد و عورت میں سے کسی نہ کسی کو اپنے میں حلول کر لیتے ہیں ایسے مرد اکثر امیر زادے ہوتے ہیں وہ اس دن رنگین لباس پہنتے ہیں ان میں بھی درجہ بندی ہے شاہ دریا اور شاہ سکندر بلند مرتبہ کہے جاتے ہیں ان کے کئی نام اور بھی ہیں، ہر علاقے کے لوگ الگ الگ نام سے مانتے ہیں جیسے نوری شہزادہ ہے۔

یہ عقیدت نامعلوم کس زمانے سے اور کس نے ان کے دلوں میں ڈالی تھی اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا مگر زمانہ جاہلیت کی یہ نشانیاں آج بھی موجود ہیں ان کے نام کے میلے لگتے ہیں چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں مرادیں مانگی جاتی ہیں۔ آگرہ میں بہت بڑا میلا شیخ سدو کے نام پر آج بھی لگتا ہے اس میں جس مقام پر جہاں یہ میلا لگتا ہے اس جگہ بہت بڑا اور چوڑا کنواں ہے لوگ اس میں روپے ڈالتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔

میں نے جو عرض کیا ہے اس میں کتابوں اور سنی سنائی دونوں شامل ہیں۔ یہ بات تو طے ہے کہ ایسا ہوتا تھا اور آج ہو رہا ہے۔ ہندوستان میں جاہلیت پوری طرح ختم نہیں ہوئی تعلیم کی روشنی کے ساتھ یہ ضرور ہوا ہے کہ اس قسم کے واقعات کم ہوئے ہیں مگر ختم نہیں ہوئے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ ان کے نام کے میلوں میں ہندو مسلمان سب شرکت کرتے ہیں، مرادیں مانگتے ہیں کوئی کسی پر اعتراض نہیں کرتا۔

سلیم شاہ نے پوچھا۔ ”حکیم صاحب جن کے نام کے یہ میلے لگتے ہیں لوگ ان سے مرادیں مانگتے ہیں اس میں کچھ حقیقت بھی ہے کہ صرف ہوائی باتیں ہیں۔“

حکیم وقار نے جواب دیا۔ ”میرے خیال میں تو یہ سب خیالی کردار ہیں، ان کا حقیقت سے واسطہ نہیں ہے۔“

سلیم شاہ نے کہا۔ ”کچھ مقامات پر ایسا ہوا ہے کہ جس پر سواری آئی اس نے کچھ ایسے کام کر دیئے کہ لوگ ان کے قائل ہو گئے۔“

رولو کا نے کہا۔ ”اس میں شیطان کی کارستانی ہوتی ہے یا کوئی واقعی روح یہ کام کرتی ہے۔ میں آپ کی زوجہ سے سوال کرتا ہوں۔“ اور رولو کا سلیم شاہ کی بیوی حاجرہ سے مخاطب ہوا۔

”آپ کو اس تیاری جو کہ آپ کرتی ہیں کون حکم دیتا ہے۔“

حاجرہ نے پہلی بار زبان کھولی۔ ”حکم کوئی نہیں دیتا بس میرا دل کرتا ہے اور میں کرتی ہوں مگر ایسا ضرور لگتا ہے کہ یہ مجھے کرنا ہے اور میں کرتی جاتی ہوں۔ اور جب میں چھت پر پہنچ جاتی ہوں تو پھر میرا دماغ میرے بس میں نہیں ہوتا مجھے پتہ نہیں ہوتا کہ میں کیا کر رہی ہوں۔ جو عورتیں آتی ہیں ان کی باتیں سن کر اور ان کو مشورے دینا اچھا لگتا ہے۔ میں اس دوران جو کچھ کہتی ہوں کرتی ہوں وہ میری مرضی سے نہیں ہوتا مگر کرتی ہوں۔“

رولو کا نے پوچھا۔ ”تم کو یہ احساس ہوتا ہے کہ تم جو کر رہی ہو کسی اور کی مرضی سے کر رہی ہو۔“

”خوب احساس ہوتا ہے مگر میری زبان حرکات و سکنات میرے بس میں کچھ نہیں ہوتا۔“

رولو کا نے کہا۔ ”آپ لوگ جائیں آپ نے بدھ کا دن بتایا ہے۔ بس میں آپ کے پاس بدھ کو آ جاؤں گا اور پھر بتاؤں گا۔“

سلیم اور اس کی بیوی پتہ دیکر چلے گئے ان کے جانے کے بعد حکیم وقار نے پوچھا۔

”تم کو کیا لگتا ہے میرے خیال میں تو بناوٹی ہے؟“

”میں اس سے اختلاف کرتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ سلیم اور حاجرہ نہ غریب ہیں نہ غیر اہم اس لئے کہ یہ ایک زمیندار گھرانے کے ہیں ان کو یہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے ان کو چڑھاوے اور بکروں کی ضرورت نہیں ہے اور نہ کسی شہرت کی ضرورت ہے۔ یہ کام وہ عورتیں کرتی ہیں جو اپنے شوہروں یا عزیز داروں کی نظر میں بے کار فضول ہوتی ہے وہ اپنی اہمیت کو اجاگر کرنے کو ایسا ڈرامہ کرتی ہیں اس سے ان کی اہمیت اور آمدنی بڑھتی ہے جاہل عورتیں ان کی آمدنی کا ذریعہ ہوتی ہیں، حاجرہ کو تو ان سب چیزوں کی ضرورت ہوتی ہی نہیں پھر وہ یہ ڈرامہ کیوں کرے گی۔

پاکستانی وقار عظیم پروائیٹ ڈاٹ کام

اس نے جو کیفیت بیان کی ہے اس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں کچھ اور چکر ہے اصل بات بھی کچھ اور ہے۔"

حکیم وقار نے کہا "تمہارے دلائل مضبوط ہیں میری سمجھ میں بات آ گئی ہے۔"

بدھ کی صبح رولوکا سلیم شاہ کی حویلی میں تھا۔

سلیم شاہ نے کہا۔ "بہت شکریہ یہ حکیم صاحب کہ آپ حسب وعدہ تشریف لائے۔"

"آپ یہ کسی کو نہ بتائیں کہ میں آ گیا ہوں اپنی زوجہ کو بھی نہ بتائیں وہ اگر پوچھیں تو بھی نہ بتائیں مگر اس پر نظر رکھیں کہ ان کی تیاری کس وقت شروع ہوتی ہے جس وقت وہ تیاری شروع کریں مجھے بتا دیں۔"

سلیم شاہ نے کہا۔ "بہتر میں آپ کو بتاؤں گا۔"

ٹھیک بارہ بجے سلیم شاہ نے اطلاع دی کہ تیاری شروع کر دی گئی ہے۔ اور اس کے فوراً بعد رولوکا کے کارندے ایکشن میں آ گئے۔ اور انہوں نے اطلاع دی کہ حویلی میں کوئی ہے رولوکا روپوشی کی حالت میں گردش میں آیا اور اس کی نظر میں ایک روح گردش کرتی نظر آ گئی اور اس نے اس کو گرفتار کر لیا اور جس کمرے میں وہ رکا تھا وہاں لا کر ایک کارندے کے حوالے کر کے واپس حاجرہ کے کمرے میں چلا گیا اور اس کی حرکات و سکنات پر نظر رکھی۔

حاجرہ حسب عادت تیاری کر رہی تھی مگر اس میں وہ پہلے والا جوش اور شوق نہ تھا۔

تیاری مکمل کرنے کے بعد بھی اس نے چھت پر جانے کی جلدی نہ کی مگر کچھ دیر کے بعد وہ چھت پر چلی گئی۔ رولوکا واپس کمرے میں آ گیا اور اس روح سے مخاطب ہوا۔

"تو کون ہے اور کیوں آتی ہے؟"

روح نے جواب نہ دیا اور خود سوال کر دیا۔ "تو کون ہے مجھے یہاں پر روکنے والا تو نہیں جانتا میں کون ہوں؟ مجھے جانے دے ورنہ تیرا بہت برا حشر ہو گا۔"

رولوکا اطمینان سے بولا۔ "میرے سوال کا جواب دے ابھی تجھے سوال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"میں تیری غلام ہوں کہ تیرے سوال کا جواب دوں۔" وہ بولی

"تو پھر جا اور ان معصوم عورتوں کو بے وقوف بنا۔" رولوکا بولا۔

"دیکھ، میں پھر کہتی ہوں میں اتنی آسان نہیں کہ تو مجھے قید کر لے گا۔" روح بولی۔

"تیرے لئے اگر آسان ہے تو پھر جا۔" رولوکا نے کہا۔

"دیکھ میں آسمان پری ہوں۔ میں آزاد آتما ہوں تو یہ مت سمجھ کہ میں لاوارث ہوں میرے سر پر بھی کسی کا ہاتھ ہے۔ اور وہ تیرے جیسے نہ کتنوں کو ٹھکانے لگا چکا ہے۔"

"تیرا نام آسمان پری کب سے ہے زندگی میں تو تیرا نام یہ نہیں تھا......" رولوکا بولا۔

"زندگی میں میرا نام چاندنی بائی تھا میں مدارس کی رہنے والی تھی میری موت میرے ایک گاہک کے ہاتھ ہوئی تھی میں اس وقت نوجوان تھی میرے بہت چاہنے والے تھے قدردان تھے ان میں میری وجہ سے اکثر لڑائی ہوا کرتی تھی میں اپنی اہمیت سے خوش ہوتی تھی اور خوب مال کماتی تھی۔ مگر ان کے جھگڑوں میں ہی نشانہ بن گئی اور ماری گئی، میں کیا! کون اس چڑھتی عمر میں مرنا چاہے گا میری حسرتیں ناتمام رہیں میری خواہشات جوان تھیں میں جوان تھی کہ مر گئی اور میں دنیا میں رہی اور اسی گردش میں مجھے ایک گرو ملا جو کہ بہت شکتی والا تھا اس نے مجھے بڑے لاڈ سے اپنایا اور میرا نام آسمان پری رکھ دیا۔ میرا کام صرف یہ ہے کہ میں مسلمان ہندو یا کسی بھی قوم کی عورتوں کو ان کے مذہب سے دور کروں اس کا طریقہ بھی گرو نے بتا دیا، عورتوں کے ایمان کو کمزور کر دو تو ان کی نسل بھی کمزور ایمان ہو جاتی ہے۔ اور پھر گرو کو اپنا کام کرنے میں آسانی ہوتی ہے یہ بہت لمبا پروگرام ہے گرو کے پروگرام صدیوں تک چلتے ہیں میں بھی اس کے پروگرام کا ایک پرزہ ہوں صرف میں ہی یہ نہیں، اس کے اور بھی کارندے ہیں جو یہ کرتے ہیں آگے گرو جانے کہ وہ کیا کرنے جا رہا ہے۔"

"تو اب چاندنی بائی اپنے گرو کا نام بھی

بتلادے۔" رولوکا نے کہا۔

"تو مجھے جانے دے میں نے اپنے بارے میں بتادیا ہے۔" پری نے کہا۔

"اب تو جانے کی بات نہ کر میرے سوال کا جواب دے۔" رولوکا بولا۔

میں اس کا کیا نام بتاؤں اس کا کوئی ایک نام نہیں ہے۔ ہر کوئی الگ الگ نام سے اس کو جانتا ہے۔ ہر کسی کے لئے الگ الگ حکم ہے" پری نے جواب دیا۔

رولوکا بولا۔ "تجھے جو نام پتہ ہے وہ بتادے۔"

"مجھے تو اس کا نام گوپال ہری ناتھ پتہ ہے اس کا ہر یگ میں نیا نام ہوتا ہے۔" پری نے بتایا

"اس کا اس سے پہلے گوری ناتھ تھا۔ اس سے پہلے پربھودیال پنڈت تھا اس سے پہلے بھی کچھ اور ہوگا ہی ہے نا۔" رولوکا نے پوچھا۔

"اس کے بارے میں، میں کچھ نہیں جانتی۔" پری نے کہا۔

"تو چاندنی بائی یا آسمان پری اب تم تو اپنا سفر شروع کردے تو نے اپنی خواہشات کے حصول کے لئے دنیا میں رہنا چاہا ہے مگر تجھ کو تیری زندگی کی خواہشات نہیں ملی ہوں گی جو زندگی میں ملتا ہے وہ صرف زندگی کے لئے ہی ہوتا ہے مرنے کے بعد انسان کا کسی چیز پر حق نہیں ہوسکتا جو لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے وہ سینکڑوں سال دنیا میں ذلیل ہوتے ہیں اور حاصل پھر کچھ نہیں ہوتا اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ تو دنیا سے روانہ ہو جا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو پھر تو ایک نہ ختم ہونے والے عذاب میں مبتلا ہو جائے گی اس عذاب سے تجھ کو گرو بچانے آنے والا نہیں ہے وہ اس وقت تک تیرے ساتھ ہے جب تک تو اس کے لئے کارآمد ہے، اس کے کردار کو سب جانتے ہیں۔"

چاندنی بائی کی خاموشی ظاہر کرتی تھی کہ اس کو اپنے کیئے پر ندامت تھی۔ رولوکا نے پھر کہا۔

"میں تجھ کو آزاد کر دیتا ہوں تو اپنی منزل کی طرف پرواز کر جا، میں دیکھتا رہوں گا۔"

چھت پر حاجرہ اپنے پورے ہوش میں تھی اس نے سب عورتوں کو کہہ دیا وہ سب جائیں اور آئندہ نہ آئیں سب عورتیں مایوس ہو کر چلی گئیں اور حاجرہ واپس آ گئی۔ یہ تمام کارروائی صرف ایک گھنٹہ میں تمام ہوگئی اور رولوکا کمرے میں ہی رہا۔

حاجرہ کے نیچے آتے ہی سلیم شاہ دوڑ کر رولوکا کے پاس آیا اور بولا۔

حکیم صاحب آج تو بیگم بہت جلد اتر آئیں۔"

رولوکا نے کہا۔ "وہ آسمان پری آسمانوں میں چلی گئی۔ اب تمہاری بیگم ٹھیک ہیں مجھے اجازت دیں پھر ضرورت پڑے تو ضرور بتائیں۔"

"ارے حکیم صاحب اب ایسا بھی گیا گزرا نہیں ہوں کہ آپ کی کوئی خدمت نہ کروں۔" سلیم شاہ نے کہا۔

"سلیم صاحب میں کسی خدمت کی غرض سے یہ کام نہیں کرتا، اپنا فرض سمجھ کر کرتا ہوں اس لئے معذرت، مجھے اجازت دیں زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی آپ کا کام ختم ہوا مگر میرا کام ہنوز ختم نہیں ہوا۔ آپ کے پاس آنے سے مجھے ایک راستہ نظر آیا ہے مجھے اس پر جانا ہے۔"

رولوکا دلی واپس آ گیا حکیم صاحب نے پوچھا۔

"سب کام ہوگیا۔"

"کام آسان تھا اس کیس سے اندازہ ہوا کہ ہمار دشمن اس دفعہ گوپال ہری ناتھ کے نام سے پکارا جا رہا ہے اس کے کارندے یہ کام کر رہے ہے کہ لوگوں کے عقائ اور مذہب کو کمزور کریں نام اس کا ایسا ہے کہ ہندو معلو ہو مگر اس کا نشانہ ہندو مسلمان سب ہیں میں سمجھتا ہوں کہ و عورتوں کو خاص طور سے نشانہ بنارہا ہے ان کے عقائ کو کمزور کر رہا ہے تا کہ شیطانیت عام ہو جائے۔ اس کے آگے وہ کوئی بہت بڑا پروگرام رکھتا ہوگا۔" رولوکا نے بتایا۔

"اس کا تو مطلب ہوا کہ جن عورتوں پر سواری آ ہے وہ سب غلط نہیں ہیں" حکیم صاحب نے کہا۔

"سب کے بارے میں یہ کہنا غلط ہے ہاں ہوسکتا ہے کہ کچھ واقعی بناوٹی ڈھونگ کرتی ہوں مگر یہ جو

سدو وغیرہ کے کردار ہیں ان کو چیک کرنا لازمی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"ہاں یہ بات درست ہے میں جانتا ہوں کہ یوپی کے کچھ شہروں میں اس کا بہت زور ہے۔" حکیم صاحب بولے۔

"تو پھر میں ان مقامات پر جاتا ہوں اور وہاں کے حالات دیکھتا ہوں۔" رولوکا بولا۔

شیخ سدو کے میلے اور اس کے چڑھاوے چڑھانے والوں کا زور متھرا سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد آگرہ، علی گڑھ، بلند شہر، فیروز پور اور ان شہروں کے اطراف کے گاؤں قصبے اس کی لپیٹ میں تھے یہاں کے لوگ شیخ سدو پر چڑھاوے چڑھاتے تھے اور خاص طور سے عورتیں شیخ سدو سے خوفزدہ تھیں اس خوف کی وجہ الگ الگ بیان کی جاتی تھیں۔

آگرہ ہی متھرا کے بعد بڑا شہر تھا۔ گو کہ یہاں پر تعلیم یافتہ لوگ بھی بہت آباد تھے۔ اور مسلمان ہندوؤں کا کاروبار بھی معقول تھا اس کے باوجود جہالت تو ہم پرستی بھی بہت عام تھی اس کی شاید ایک وجہ تو اکبر کی ہندو نوازی اور دوسری وجہ تعلیم کا نہ ہونا تھی۔ پھر آگرہ کے اطراف میں بے شمار گاؤں بھی تھے ان گاؤں پر راجستھانی تہذیب کے اثرات زیادہ تھے اور تعلیم کا فقدان تھا یہاں کی زبان اکھڑ ہندی ملی جلی تھی شہر کے باہر صرف کسان رہتے تھے شہروں میں ان کا آنا کم تھا وجہ سواری کا نہ ہونا تھا۔ نام بھی کچھ اس قسم کے تھے جیسے بیری خان، باسو، سیتا، وغیرہ وغیرہ۔

آگرہ سے باہر ایک گاؤں تھا اس میں ایک بڑا میدان تھا۔ اور ایک کنواں بنا ہوا تھا اس کے ساتھ ایک کوٹھری سی بنی تھی اور اس کے چاروں طرف درخت تھے اس میدان میں سالانہ بڑا میلا شیخ سدو کے نام کا ہوا کرتا تھا اس میلے میں دور دور سے لوگ آتے تھے دکانیں جھولے سرکس اور ناچ گانے والیاں بھی آتی تھیں کہتے ہیں اس میلے میں دنیا جہاں کی خرافات ہوتی تھیں مگر بھی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا تھا۔

ایک سے ایک لٹھ بند گاؤں کے دیہاتی آتے تھے مگر شیخ سدو کے ڈر سے لڑائی جھگڑے نہیں کرتے تھے۔ تین دن یہ میدان گیس کی بتیوں سے جگ مگا تا رہتا تھا طرح طرح کے کھیل تماشے ہوتے تھے دیہاتیوں کے لئے یہ ایک بڑی زبردست تفریح تھا اس کے آنے کو وہ نئے رنگ برنگے جوڑے اور پگڑیاں خریدتے تھے اور چھیلا بن کر تین دن موج مستی کرتے شہری ان سے تفریح لیتے اور گاؤں کی مٹھیاروں سے دل بہلاتے تھے۔ کنواں بہت چوڑا تھا اس میں عورتیں منت کے بعد اور منت سے پہلے روپے پیسے ڈالا کرتی تھیں۔ کوئی تو زیور اتار کر ڈال دیا کرتی تھی یہ عقیدت کی بات تھی۔

رولوکا کو پتہ تھا کہ اس مقام پر ایک بڑا میلا لگتا ہے چند یوم کے بعد یہ شروع ہونے والا تھا میدان کی صفائی ہو رہی تھی اور رولوکا اس بڑے کنویں کے پاس کھڑا تھا اس نے سفید پاجامہ علی گڑھ کٹ اور سفید ہی کرتا پہنا تھا وہ شہری لباس میں تھا۔ میدان میں کوئی نہ تھا۔ رولوکا اور اس کے کارندے کنویں کے اندر تک دیکھ بھال کر رہے تھے مٹھ نما جو کوٹھری بنی تھی اس پر کسی نے چونا بھی کر دیا تھا اور ایک عجیب رنگ کا جھنڈا بھی لگا دیا تھا مگر دور دور تک کسی زندہ انسان یا کسی روح کا وجود نہ تھا۔ ساری تلاشی لینے کے بعد ایک کارندے کو وہ چھوڑ کر آگرہ آ گیا ایک ہفتہ کے بعد میلے میں لوگوں کا جانا شروع ہو گیا۔

اور رولوکا بھی اس میدان میں پہنچ گیا جہاں پر میلا لگا ہوا تھا۔ بیل گاڑیوں کی لائن لگی تھی نیلی پیلی پگڑیاں اور تیز سرخ رنگ کے آنچل ہر طرف نظر آ رہے تھے۔ راجستھان کی عورتیں تیز رنگ پسند کرتی ہیں اور مرد بھی رنگوں کے دیوانے ہیں ان کی بیل گاڑیوں پر بھی تیز کلر کے پردے لگے ہوئے تھے بیلوں پر بھی یہی کیفیت تھی دور سے آنے والے اپنے راشن ساتھ لائے تھے گاڑیوں کی اوٹ میں عارضی چولہے بنا کے کھانا بھی پک رہا تھا عورتوں کے لہنگے ہوا میں اڑ رہے تھے وہ بار بار ان کو درست کر رہی تھیں جو بچے والی تھیں وہ ان بچوں کو دودھ بھی پلا رہی تھیں

اور روٹی بھی توے پر ڈال رہی تھیں شہری ان کے ارد گرد منڈلا رہے تھے مگر ان کو اس بات کا احساس نہیں تھا کہ وہ کیوں آ جا رہے ہیں ان کے مرد ناچ دیکھنے میں مست تھے اور مستی میں نعرے لگا رہے تھے۔ رولو کا شہری لباس میں کنویں کے نزدیک ہی موجود تھا۔ کیونکہ کھیل تماشے والے وہاں سے دور تھے اور زیادہ بھیڑ اس طرف ہی تھی شام ہو رہی تھی گیس بتیاں روشن ہونے لگی تھیں مگر بھیڑ اور کھیل تماشوں کے علاوہ ابھی تک کوئی بات نہیں تھی۔ مٹھ اور کنواں خالی تھا شیخ سدو یا اس کے کسی چیلے کی آتما کا وجود دور تک نہیں تھا۔ لوگ مست تھے وہ اپنی تفریح کر رہے تھے سرکس اور ناچ گھروں کے باہر بھی گراموفون بج رہے تھے اور بڑے بڑے بھونپو آواز کو دور دور پھینک رہے تھے اس آواز پر گاؤں کے سادہ لوح دیہاتی جھوم رہے تھے سرکس کے باہر ہجڑے بے ڈھنگے پن سے کولہے مٹکا رہے تھے ان کے چہروں پر کیا گیا میک اپ پسینے سے اتر رہا تھا اور اندر سے اصلی شکلیں نظر آنے لگی تھیں ان کے گلے لوگوں کو پکار پکار کر پھٹ چکے تھے اب وہ ہاتھ کے اشاروں سے زیادہ کام لے رہے تھے دیہاتی دو آنے کا ٹکٹ خرید کر اندر جا رہے تھے ان کے ساتھ ان کی عورتیں اور بچے بھی تھے ان کے لئے یہ تفریح ہی بہت تھی۔ ان میں پتہ نہیں چلتا تھا کہ کون ہندو ہے کون مسلمان ان کے پاس رنگ روپ زبان سب کچھ ایک سا تھا اور سب شیخ سدو کے میلے میں عقیدت سے آئے تھے مگر اس سے بھی زیادہ وہ تفریح کرنے آئے تھے ان کے لئے تفریح کے مواقع بہت کم تھے کبھی کبھی ایسا موقع آ تا تھا اور وہ اس سے بھر پور فائدہ اٹھاتے تھے کیونکہ ان کی زندگی بہت کٹھن تھی صبح سے رات تک ان کے کام ختم نہیں ہوتے تھے مردوں کے ساتھ عورتیں بھی برابری سے کام کرتی تھیں کبھی کبھی تفریح ملتی تھی اور آرام ملتا تھا۔

میلے کا پہلا دن گزر گیا اور رات آ گئی۔ مگر سرکس اور ناچ گھروں میں پروگرام ہوتے رہے۔ درختوں کے نیچے بیل گاڑیوں میں عورتیں تھک کر لیٹ گئیں مرد بھی آرام کرنے لگے۔

اندھیرا ہوتے ہی کچھ اور کاروبار بھی شروع ہوا شہر کی طرف سے آنے والی گانے ناچنے والیاں اپنی دکان سجا کر بیٹھ گئیں اور گاؤں کے دیوانے جن کو اپنی عورتوں کے جسموں سے گوبر کی بدبو آتی تھی وہ ان کے گرد منڈلانے لگے۔ رولوکا کی نظریں ہر طرف تھیں مگر اس نے کسی کو نہیں چھیڑا وہ جس کی تلاش میں تھا وہ نہیں تھا۔ رات گزر گئی دن پھر اسی انداز میں گزرا۔

دوسری رات آ گئی مگر شیخ سدو تو کیا کوئی ادھر نہ آیا۔

اور تیسرا دن آ گیا اس دن کنویں پر رش زیادہ تھا کالے بکرے اور مرغے کاٹے جا رہے تھے۔ عورتیں اور مرد مٹھ پر چڑھاوے چڑھا رہے تھے کنویں میں پیسے ڈالے جا رہے تھے۔ ان کی عورتیں مٹھ کے دیواروں سے ہاتھ لگا کر چوم رہی تھیں...... اور رولوکا ان کی جہالت اور کم علمی پر کھڑا افسوس کر رہا تھا مٹی اور گارے کی دیوار کو نہ جانے کیا سمجھ رہے تھے۔

یہ آخری دن تھا آج رات یہ میلا ختم ہو جانے والا تھا۔ سویرے لوگوں کی واپسی ہو گی۔ مگر اب تک رولوکا کے کام کی کوئی نہیں تھی مگر وہ پھر بھی پوری طرح ہوشیار تھا۔

رات ہو گئی تفریح کرنے والے اور تفریح کا سامان کرنے والے سب تھک گئے اور ہر طرف سناٹا ہو گیا رولوکا کنویں کی منڈیر پر تھا۔ گیس بتیاں بھی مرجھا رہی تھیں۔

اچانک اس کی نظر مٹھ کے اوپر لہراتے ایک سائے پر پڑی اور وہ چونک گیا اور وہ خود کو روپوشی کی حالت میں بدل لیا۔ وہ سایہ مٹھ کی دیوار پر پھسلتا ہوا زمین پر آ گیا اور میلے میں چکر لگانے لگا اور رولوکا اس کے قریب رہا اس کے کارندوں نے سائے کو ہر طرف سے گھیر لیا مگر سائے کو اس کا احساس نہ تھا۔ وہ سوئے مردوں اور عورتوں کو دیکھ رہا تھا۔ سائے کا چہرہ نہ تھا صرف ایک ہیولہ سا تھا وہ ہیولہ سوتی عورتوں کے پاس رکتا ان پر اپنا ہاتھ بھی رکھتا اور خوشی سے جھومتا آگے بڑھ جاتا اس کی حرکات اور سکنات سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے رولوکا نے اس کو نہیں روکا

پوری تفریح کرنے کے بعد وہ پھر کنویں کی طرف آ گیا اور چاہتا تھا کہ کنویں کے اندر جائے مگر وہ ایسا نہ کر سکا اس کے قدم کنویں کی منڈیر کو نہ چھو سکے اور اس کی حرکت رک گئی رولوکا نے کہا "بس اب رک جا تو نے اپنے نام پر رچایا یہ کھیل تماشہ دیکھ لیا اب تیرا کام ختم ہوا۔"

سایہ ذرا تھرتھرایا اور اس میں نہایت بھاری اور رعب دار آواز برآمد ہوئی۔

"ارے تو کون ہے رے پاکھنڈی میری نگری میں مجھ پر ہی رعب، تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں؟"

رولوکا نے جواب دیا۔ "خوب جانتا ہوں اس لئے تیری تلاش میں آیا ہوں۔"

"تو میری شکتی کو نہیں جانتا۔" آواز آئی۔

"تیری شکتی صرف اتنی ہے کہ تو نے ہم زاد کو قابو کر لیا تھا اور اس کے ذریعہ گندے کام کرتا تھا۔"

"گندے کام کیا ہوتے ہیں ارے یہ دنیا جن کاموں سے قائم ہے وہی کرتا تھا۔"

"تیرا ذہن گندگی کو گندگی نہیں کہتا اس سے ظاہر ہوتا ہے تو گندگی کی آخری منزل پر پہنچ گیا تھا۔ تیرے لئے کوئی رشتہ پاکیزہ نہیں تھا تو نے جو کام کئے تھے میں ان کو جانتا ہوں اور مرنے کے بعد بھی تو نے وہی کیا ہے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تو میرے معاملات میں دخل دینے والا ہے کون۔" آواز آئی۔

"میں کون ہوں یہ بتانے کا میں پابند نہیں ہوں مگر تو میری بات کا جواب دینے کا پابند ہے۔"

"میں تیرا یہ ڈرامہ ختم کردوں گا یہ کنواں چڑھاوے اور تیرا مٹھ سب برباد کردوں گا آگ لگادوں گا۔" رولوکا نے کہا۔

آواز آئی "اس سے کیا ہوگا میرا نام ختم ہو جائے گا ارے یہ وہ لوگ ہیں جو چوہے بلی کی بھی پوجا کرتے ہیں یہ آگ پانی اور زہریلے کیڑے مکوڑوں کو سلام کرتے ہیں ان کے دلوں پر جو کچھ میں نے لکھ دیا ہے یہ کرتے رہیں گے اور صدیوں کریں گے۔"

"اور پھر ایک وقت آئے گا کہ ان کو عقل آ جائے گی۔" رولوکا نے کہا۔

"یہ صدیوں کا پھیر ہے میں تو رہوں گا۔" آواز آئی۔

"اب تیرا اس دنیا میں رہنا ممکن نہیں ہے تجھے جانا ہوگا اور اگر نہ گیا تو عذاب میں مبتلا ہو جائے گا تیری سزا یہی ہے۔"

"تو سزا دینے کی طاقت نہیں رکھتا میرا گرو بہت مہان ہے۔" آواز آئی۔

رولوکا بولا۔ "یہ کنواں تیرے نام پر ہے تو اسی کنویں میں قید ہوگا تیرا گرو اس کے قریب نہ آ پائے گا۔" اور پھر رولوکا کے کارندوں نے اس کو اس گہرے کنویں میں ڈال کر قید کر دیا۔ اس کی آواز کسی نے نہیں سنی تمام لوگ سوتے رہے۔

میلا ختم ہوا۔ شیخ سدو کی آتما قید ہوگئی مگر اسی مقام پر میلا اب بھی لگتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ اب وہ زور شور سے نہیں ہوتا لوگوں کو سمجھ آتی جا رہی ہے تفریح کے ذرائع بھی دوسرے آ گئے ہیں مگر دیہاتی اب بھی جاتے ہیں اور کنویں میں کچھ نہ کچھ ڈالتے ہیں۔ رولوکا کو یہ فائدہ ہوا کہ اس کو اندازہ ہو گیا کہ اس بے وقوف کا گرو بھی وہی ہے جواب تک پوشیدہ ہے۔

جے پور اور الور بھی بڑی قدیم ریاستیں ہیں اور ان پر انگریز حکومت میں بھی راجہ کا حکم چلتا رہا ہے یہاں پرانے محلات ہیں قلعہ ہیں مگر قلعہ صرف آثار قدیمہ بن کر رہ گئے ہیں ان میں کوئی رہتا نہیں ہے ان میں زمین دوز راستے ہیں جن کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس طرف جا رہے ہیں زمین دوز محلات جو کہ اب چمگادڑوں اور حشرات الارض سے بھرے پڑے ہیں ان میں کون جائے گا لوگ آتے ہیں اور راجہ کا رہائشی محل اور بربادیاں دیکھ کر چلے جاتے ہیں۔ جن مقامات پر انسان کا گزر نہیں ہوتا اور ویرانی ہوتی ہے وہاں پر غیر مرئی مخلوق آبادی کرتی ہے اس لئے وہ مقامات اور زیادہ بھیانک اور ڈراؤنی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔

ان قدیم محلات اور قلعوں میں لوگ ڈر کے مارے جاتے نہیں ہیں۔

مگر رولوکا کو ان مقامات میں جانے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ الورکا قلعہ زیادہ بڑا نہیں ہے اور قدیم زمانے کی لڑائیوں کی ضرورت کے مطابق تو تھا۔ اس میں رہائشی حصہ بھی زیادہ نہیں ہے زیادہ تر فوجی نقطہ نظر سے بنایا گیا ہے زمین دوز تہہ خانے سرنگیں فرار کے خفیہ راستے ہیں اس لئے یہاں پر لوگ بہت کم آتے ہیں۔ شہر سے دور بھی ہے، اس ویرانے میں کون آئے گا، چاروں طرف دھول اڑتی ہے اکثر مقامات کی دیواریں اور دروازے گر گئے ہیں اور جنگلی جانور رات کو اندر آ کر بسیرا کرتے ہیں، نامعلوم کتنے لوگوں کا یہاں پر قتل ہوا ہے، نامعلوم کتی بھٹکی روحیں ان کھنڈرات میں پھرتی ہیں۔"

انسانی عقل کے اعتبار سے یہ ایک خطرناک جگہ ہے دن میں بھی کوئی اس کے اندر نہیں آتا رات تو ہوتی ہی بھیانک ہے۔

رولوکا اکیلا اس کے دروازے پر کھڑا تھا دروازہ گرا ہوا تھا اس کے پتھر دور تک پھیلے ہوئے تھے اندر اور باہر دور دور کسی کا وجود نہ تھا علاقہ پتھریلا تھا اس لئے قلعہ کے اطراف کھیت بھی نہ تھے، اب اندھیرا پھیلنے لگا تھا اور جھینگروں کی آواز اس اندھیرے کو اور خوفناک بنا رہی تھی اس ڈراؤنی فضاء میں رولوکا قلعہ کے اندر جا رہا تھا اس کے اوپر ہر سائز کی چمگادڑیں پرواز کر رہی تھیں ان کے منہ سے جو آوازیں آ رہی تھیں، وہ کسی انسان کو ڈرانے کو بہت تھیں۔

رولوکا کے قدم آگے بڑھ رہے تھے کوئی اب باقاعدہ راستہ نہ تھا ہر طرف پتھر کوڑا کرکٹ بکھرا ہوا تھا اور اس میں سانپ اور زہریلے کیڑے مکوڑے سرسراتے محسوس ہو رہے تھے۔

رات اندھیری تھی آسمان پر چاند نہیں تھا اور رولوکا قلعہ کے رہائشی حصہ میں کھڑا تھا۔ ایک بہت بھاری ستون اس کے سامنے تھا اس ستون پر جو عمارت کبھی رہی ہوگی وہ گر چکی تھی کچھ محلات رہائشی حصہ کے سلامت کھڑے تھے ان میں ایک پتھر کا بہت بھاری تخت بھی نظر آ رہا تھا اس تخت کے برابر کئی پتھر کی ہی کشادہ کرسیاں تھیں۔

رات بارہ بجے ٹھیک اس ویران محل میں کسی طرف سے روشنی کی کرن نمودار ہوئی اور پھر یہ روشنی پورے اس رہائشی محل میں پھیل گئی رولوکا ستون کی آڑ میں خاموش کھڑا رہا۔

اب وہ کوڑے کرکٹ سے بھرا محل صاف نظر آنے لگا اور روشنی اتنی تھی کہ اندر کی ہر چیز صاف نظر آ رہی تھی ۔ چند منٹ گزرے تھے کہ تخت پر نہایت خوبصورت چادر نظر آنے لگی اور کرسیوں پر بھی گاؤ تکیئے اور چادر آ گئی اس کے بعد ایک کالا آدمی جس کی آنکھیں سرخ اور بڑی بڑی مونچھیں تھیں اس کا جسم بہت سیاہ تھا اور پہلوانی تھا ہاتھ میں مورچھل لئے تخت کے کنارے آ کھڑا ہوا اس کے آتے ہی لوگ آنے لگے ان کے لباس قدیم زمانے انگرکھے اور پاجامے نما دھوتیاں تھیں سروں پر رنگ برنگی پگڑیاں تھیں۔ ان کی قلمیں اتنی لمبی تھیں کہ مونچھوں کو چھو رہی تھیں کوئی کرسی اور تخت پر نہ بیٹھا مگر ایک لائن میں سب کھڑے ہو گئے اس کے بعد اسی لباس میں مگر کچھ بھڑکیلے انداز میں جتنی کرسیاں تھیں اتنے لوگ آ کر بیٹھ گئے سب کے آنے کے بعد ایک سنکھ کی آواز آئی اور نہایت کروفر اور زرق برق لباس میں ایک شخص آ گیا اس کے پہلو میں ایک نہایت نازک اندام حسینہ بھی آئی اس کی سج دھج بھی خوب تھی اس کا بدن سانچے میں ڈھلا ہوا تھا اس کا لباس اتنا ہیجان انگیز تھا کہ ہر شخص کی نظریں اس پر ہی تھیں۔

چند منٹ خاموشی رہی اس کے بعد تخت پر بیٹھے شخص نے چاروں طرف نظر ڈالی اس کے چہرے کے اثرات غصیلے ہو گئے اور وہ اچانک تخت سے اٹھ کھڑا ہوا اور غضب ناک دہاڑ کے ساتھ بولا۔

"سینا پتی تم کیا اندھے ہو گئے ہو تم کو کچھ نظر نہیں آتا"

کرسی سے ایک شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور بولا۔ "کیا ہوا مہاراج میں سمجھا نہیں۔؟"

"ہمارے خاص دربار میں کوئی آ گیا ہے ہم کو اس کا احساس ہو رہا ہے اور تم بے فکر ہو تم کو پتہ ہی نہیں۔" راجہ بولا۔

"مہاراجہ آپ کی سی شکتی کس کے پاس ہے میں
اس اپرادھی کو آپ کی خدمت میں ابھی پیش کرتا ہوں۔"
اب رولوکا کا ستون کی اوٹ میں رہنا بے کار تھا وہ
راجہ کے سامنے آ گیا۔
راجہ بولا...... "اے شخص کون ہے تو اور یہاں کیوں
آیا ہے؟ تو نہیں جانتا کہ یہ ہمارا خاص محل ہے۔
دوسو سال سے اس میں کسی زندہ آدمی نے قدم
نہیں رکھا اور جو آیا وہ واپس نہیں گیا کیا تو جانتا ہے۔"
رولوکا نے ایک قدم آگے بڑھایا اور بولا......
"صرف دوسو سال کی بات مت کر اس سے پہلے
کی بات کر، میں جانتا ہوں اس سرزمین پر بدھ مذہب کی
حکومت زیادہ رہی ہے تو نہیں جانتا کہ برہمن مذہب کو بدھ
مذہب نے درہم برہم کر دیا تھا۔ آریاؤں کا لایا ہوا مذہب
ختم ہو گیا تھا اور بدھ مذہب کی حکومت تھی تیرے بڑے
سب بدھشت تھے اور تو خود کو برہمن کہتا ہے، ہندوستان
میں بدھ مذہب نے ہندو مذہب کو ختم ہی کر دیا تھا۔ مہاراجہ
اشوک کے زمانے میں پھر برہمن مذہب نے سر اٹھایا تھا۔
اس کی وجہ بھی برہمن کی بہادری نہیں تھی۔ بدھوں میں گوتم
بدھ کی تعلیمات بگڑ کر دوسری شکل اختیار کر گئی تھیں اور ان
میں ہندوؤں کی بہت سی باتیں شامل ہو گئی تھیں، ان میں
بھی بت پرستی کا رواج ہو گیا تھا۔"
راجہ بولا۔ "مگر میری رگوں میں اصلی برہمن خون
گردش کرتا ہے۔ یہ میری رانی مالوہ کے خاص برہمن
خاندان کی راج کماری ہے۔"
"تم کچھ کہو برہمن آریائی تھے اور آریائی نہایت
ظالم لوگ تھے انہوں نے ہندوستان کے پرانے باشندوں کو
شودر بنا ڈالا اور اپنی خدمت کو خود سے کم درجے کی ذاتوں
میں تقسیم کر دیا اور خود اوپر بیٹھ کر مفت کی کھانے لگے اگر تم
برہمن خود کو کہتے ہو تو میں تم کو ظالم کہتا ہوں، تم نے ہی انسان
سے اس کی عظمت چھین کر اس کو زندہ در گور کر دیا تھا ان سے
جینے کے سارے حقوق چھین لئے تھے اور اب تم کتنے فخر
سے کہہ رہے ہو کہ تم برہمن ہو، تم کو یہ کہتے ہوئے شرم
آنچا ہے۔"
راجہ بگڑ کر بولا "چپ کر بدمعاش ہمارے دربار میں
ہماری بے عزتی کرتا ہے۔"
"جو حقیقت ہے اس سے منہ نہ موڑو، تم نے بھی
اپنی حکومت میں کم ظلم نہیں کئے ہیں۔ مسلمانوں نے
تمہارے ظلم کا خاتمہ کیا تھا، بھول گئے ان کی مار سے بھاگنے
کو راستہ بھی نہیں ملا تھا۔
اس قلعہ پر مان کرتے تھے مگر مغلوں کے سامنے یہ
ریت کی دیوار ثابت ہوا تھا۔" رولوکا نے کہا۔
"اب ہم آزاد اسی قلعہ میں ہیں اب ہمارا کوئی کچھ
نہیں کر سکتا شریر والوں کو شریر کی فکر ہوتی ہے ہم کو کوئی
فکر نہیں ہے اور سن اے آدمی کہ تیری زندگی صرف سویرے
تک ہے اس کے بعد تیری شریر چیل کوے کھا رہے ہوں
گے، ہماری طرف سے یہی سزا ہے۔" اور پھر رانی کی طرف
اشارہ کر کے بولا۔
"کہو رانی یہ سزا بہت ہے کہ نہیں۔"
رانی کی باریک سیٹی نما آواز آئی۔ "مہاراج آپ
کے فیصلے تو ہمیشہ اچھے ہوتے ہیں۔"
رولوکا بولا۔ "مگر اس دفعہ اس سے بھول ہو گئی ہے
یہ طاقت کے نشے میں آگے نہیں دیکھ رہا ہے۔"
راجہ بولا۔ "جے پور میں میرا رکھوالا موجود ہے تو کیا
کرے گا۔ اس کی شکتی تیرا ناس مار دے گی۔"
"تو نے اچھا کیا کہ بتا دیا کہ وہ جے پور میں ہے
اس کا نام بھی کچھ ہے۔"
"نام بھی سن لے اور اپنے کریا کرم کا بندوبست بھی
کر لے، اس کا نام شوکی مہاراج ہے۔"
رولوکا بولا۔ "تو نے بڑے بھروسے نام بتا دیا
دوسو سال پرانی آتما تو آج کے زندہ انسان کو کیسے جانتی
ہے۔"
"ہاں میں اور یہ سب دوسو سال پہلے مر چکے ہیں
اور شوکی مہاراج میرے دربار کا ہی ہے اس کی آتما بھی اتنی
ہی پرانی ہے جتنی کہ میری، میں موجود ہوں تو شوکی کیوں نہ

ہوگا؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ میرے پاس شریر نہیں اور اس کے پاس شریروں کی کمی نہیں ہے۔"

"تو اور تیری ساری آتمائیں اس جگہ رہیں گی میں پھر آؤں گا یاد رکھو کہ تم سب قید ہو زور دکھانے کی کوشش ہرگز نہ کرنا ورنہ کشٹ بھگتنا ہوگا۔"

رولوکا نے پہرہ لگا دیا اور قلعہ سے باہر آ گیا، اب اس کا رخ جے پور کی طرف تھا۔

ابھی صبح کی پوجا مندروں میں ہو رہی تھی کہ رولوکا ایک مندر کے سامنے کھڑا تھا۔

یہ محلہ موتی کٹرا تھا اور جہاں رولوکا کھڑا تھا وہ پربتی دیوی کا بہت بڑا مندر تھا، کچھ ہی دیر میں جو لوگ پوجا کو آئے تھے وہ سب چلے گئے اور اندر سناٹا ہو گیا۔ رولوکا مندر کے اندر چلا گیا ایک پجاری نما آدمی اس کے قریب آیا اور بولا۔ "بھایا دیر ہو گئی تم کو، بڑے پجاری پوجا ختم کر کے اپنے استھان پر چلے گئے۔"

رولوکا نے کہا۔ "مجھے پجاری جی سے کام ہے، ان سے ملوا دو کرپا ہوگی۔"

"بھائی یہ بہت مشکل ہے جب وہ اپنی کوٹھری میں چلے جاتے ہیں تو پھر شام تک نا ہی ملتے کسی سے اور اگر میں ان کے دھورے گیا اور آواز دی تو جانو میری خیر نہیں ہے۔" وہ بولا۔

"اچھا تم ایسا کرو، دور سے بتا دو کون سی ان کی کوٹھری ہے، میں خود چلا جاتا ہوں، تمہارا نام نہیں لوں گا، تم چنتا نہ کرو۔" رولوکا نے کہا۔

"بات ٹھیک ہے پر ڈر لاگت ہے آدمی غصہ دار ہیں۔" وہ پھر بولا۔

"تم فکر نہ کرو تمہارا نام نہیں آئے گا۔" رولوکا بولا۔

"چلو میں بتاتا ہوں۔" اور وہ آگے چلا تھوڑی دیر چلا تھا کہ ایک موڑ آ گیا اور وہ وہیں رک کر بولا۔

"وہ جو باڑ نظر آ رہی ہے مندی کی اس کے پار کوٹھریاں بنی ہیں لائن میں ان میں دیکھ لینا جس کے کواڑ پیلے رنگ کے ہیں وہی پجاری کی کوٹھری ہے۔" یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا۔

اور رولوکا آگے مندی کی باڑ کی طرف چلا چند قدم کے بعد ہی باڑ آ گئی وہ اس کے اندر چلا گیا سامنے ہی پیلے کواڑ نظر آ گئے اور اس نے دروازے پر دستک دی دی، دو تین دستکوں کے بعد بڑی زوردار آواز آئی۔ "ارے کون مورکھ آ مرا اس وقت۔"

رولوکا بولا۔ "دروازہ کھول دے پجاری اور زیادہ او نچا نہ بول۔"

دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور پجاری ننگے بدن غصہ میں بولا۔ "کون لاٹ صاحب ہے۔"

رولوکا نے اپنا ہاتھ اس کے پیٹ پر رکھ کر اس کو اندر دھکیلا اور کہا۔ "اندر چل"

پجاری اس اچانک دھکے کو تیار نہ تھا، اس نے لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچا، اس کا غصہ اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا چہرہ سرخ ہو گیا، منہ سے کف آنے لگا اور وہ بھن بھنا کر بولا۔

"ارے تو کون ہے پاکھنڈی تیرا تو میں ناس مار دوں گا۔؟"

رولوکا نے کہا "ابھی ٹھنڈا ہو جا آدمی غصہ میں غلطی کر دیتا ہے۔"

"ارے تو نے میری ڈٹ کے بے عزتی کر دی دھکا دے دیا میں پاربتی کا سیوک، ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا اور تو نے کتنی آسانی سے روند ڈالا۔"

رولوکا نے کہا "ابھی کچھ نہیں ہوا آگے کی سوچ زیادہ برا ہو سکتا ہے اس لئے دھیرج سے کام لے۔"

پجاری کی سمجھ میں شاید کچھ آ گیا وہ بھانپ کر بیٹھ گیا اور بولا۔ "تو کون ہے رے اور کیوں آیا ہے؟"

"میں کون ہوں یہ مت پوچھ میں جو سوال کروں اس کا جواب دے۔" رولوکا بولا۔

"یہ کون سا طریقہ ہے، ایک تو میری دوپہر کی تپسیا بھنگ کر دی، زبردستی اندر آ گیا اور پھر بتاتا بھی نہیں کہ کون ہے؟"

"تو کیا سمجھتا ہے ہم خالی ہاتھ بیٹھے ہیں ارے ہم پر بھی دیوی کا ہاتھ ہے۔" پجاری بولا۔

"اب زیادہ لاف گراف نہ کر جو پوچھتا ہوں جواب دے غلط جواب دیگا تو خود مارا جائے گا۔"

"یہ بتا تو کسی شوکی مہاراج کو جانتا ہے۔"

پجاری نے شوکی کا نام سن کر کانوں کو ہاتھ سے پکڑا اور بولا۔"ان کی نہ پوچھو مجھے جان پیاری ہے۔"

"تو نام لے گا اور مر جائے گا، ارے بزدل بتا کیا بات ہے تو نہیں مرے گا" رولوکا نے کہا۔

"میں تو دونوں طرف سے پھنس گیا، بتاؤں تو اور نہ بتاؤں تو۔" پجاری بولا۔

"نہیں بتائے گا تو ضرور پھنس جائے گا" رولوکا نے کہا۔

"بتاتا ہوں کیونکہ تو بھی کوئی چیز لگتا ہے شوکی مہاراج کا ٹھکانہ منگل پاڑے کے مندر میں ہے یہ مندر کالی دیوی کا ہے اور بہت مشہور ہے، بڑی خطرناک جگہ ہے، شوکی وہاں پر ہے۔" پجاری بولا۔

رولوکا بولا۔"شوکی کیا کرتا ہے اس سے تو اتنا کیوں ڈرتا ہے۔"

"ارے میں کیا سب ڈرتے ہیں پورے جے پور کے لوگ ڈرتے ہیں ارے راجہ کے آدمی بھی اس سے دور دور رہتے ہیں بڑا خطرناک آدمی ہے آدمی کو ایسا سراپ دیتا ہے کہ زندگی بھر کو بے کار کر دیتا ہے، غصہ اس کی ناک پر دھرا رہتا ہے رام رام۔"

رولوکا مندر سے باہر آ گیا اور منگل پاڑے کی طرف روانہ ہوا۔ منگل پاڑے میں صرف ہندوؤں کی آبادی تھی اور اکثر کالی دیوی کے پجاری تھے گو اس پورے علاقے پر کالی کا راج تھا۔ مندر بہت بڑا تھا مندر کے اندر بڑے بڑے اور پرانے آم اور جامن کے درخت تھے چار دیواری بہت بڑی تھی بہت بڑا ہال تھا اس میں چھت تک اونچی کالی دیوی کی کھڑی تھی اس کی شکل اس انداز کی بنائی تھی کہ نظر بھر کر آدمی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ رولوکا اس ہال کی طرف نہیں گیا کافی بڑی عمارت تھی اور اس عمارت کے پچھواڑے کچھ مکانات بنے ہوئے تھے اس طرف بھی درخت تھے ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا اس میں قاعدے سے گھاس کٹی ہوئی اور اس کے چاروں طرف پھولوں کے پودے لگے تھے اس گھاس کے درمیان ایک ننگا آدمی بیٹھا تھا اس نے آسن جما رکھا تھا اس کے قریب میں کوئی نہ تھا۔ رولوکا اس کی طرف چلا اور دور سے ہی اس نے اندازہ کر لیا کہ اس کے چاروں طرف حفاظتی کنڈل قائم ہے۔ رولوکا اس کنڈل سے دور رہا اور اس کے پیچھے بیٹھ گیا۔

وہ ننگا بغیر کسی حرکت کے شام تک بیٹھا رہا اور رولوکا اس انتظار میں رہا کہ وہ کب خود کنڈل سے باہر آتا ہے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے اس مورت میں حرکت ہوئی اور وہ کھڑا ہو گیا اس نے ایک انگڑائی لی اور نظر نہ آنے والے کنڈل سے باہر آ گیا، باہر آتے ہی اس کی نظر رولوکا پر پڑی اور وہ بولا۔"کون ہے تو؟"

رولوکا بولا۔"میں آدمی ہوں تیری تپیا کے ختم ہونے کے انتظار میں بیٹھا تھا۔"

وہ بولا"پر کاہے کو بیٹھا تھا۔"

رولوکا بولا۔"مجھے شوکی سے کام ہے تو شوکی ہے۔"

"تو نہیں جانتا کہ شوکی کیا ہے؟ اس لئے اس طرح بول رہا ہے۔" وہ بولا ......رولوکا نے کہا، ہاں میں نہیں جانتا، جاننے ہی تو آیا ہوں۔"

میں شوکی ہوں اب تو چلا جا، اس میں تیری بھلائی ہے۔"

رولوکا مسکرایا اور بولا۔"پر میں بھلائی کی امید تجھ سے کر کے نہیں آیا، تیری تعریف میں نے سنی ہے۔"

شوکی کے تاثرات میں ایک دم تبدیلی آ گئی چہرے پر غصے کی سرخی نظر آنے لگی اور وہ بولا"تو پھر میرا اصلی روپ دیکھ اور اس نے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا اس کے اشارے کے ساتھ ایک ریچھ جتنا بڑا خوفناک شکل کا بندر کود کر رولوکا کے سامنے آ گیا مگر وہ زیادہ دیر کھڑا نہ رہا اور زمین پر گر کر لوٹ لگانے لگا تھا وہ سخت تکلیف میں تھا۔

یہ دیکھ کر شوکی کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور وہ

بولا۔ "آدمی مقابلے کا لگتا ہے۔"

اور اس نے آسمان کی طرف نظر کی اور اوپر سے ایک جال رولوکا کے اوپر گرا مگر گرتے ہی کچے دھاگے کی طرح زمین پر بکھر گیا۔ رولوکا اپنی جگہ جما کھڑا تھا۔ یہ دیکھ کر توشوکی پر کچھ پریشانی کے آثار ہوئے مگر سنبھل کر پھر اس نے کالی کے مندر کی طرف دیکھا مگر کچھ نہ ہوا تو، رولوکا بولا۔

"بس کر تو نے اپنی سی کر لی ہے اور اگر دل کرے تو اور کر لے، میں نے تجھے چھوٹ دے رکھی ہے تاکہ تیری حسرت نہ رہے، میں تیری حد کے اندر ہوں، تیری دیوی تیرے سامنے ہے اس سے مدد مانگ لے مگر یہ ذہن میں رکھنا کہ تیرے بعد میرا نمبر ہوگا، اس وقت تیری کوئی مدد نہیں کرے گا۔ تیرے سارے جنتر منتر تجھ پر ہی الٹ جائیں گے۔"

شوکی بولا "ارے جا بڑا آیا توپ خان میرا گرو میری سہایتا کو موجود ہے۔"

"کون ہے تیرا گرو اور کہاں رہتا ہے ذرا یہ تو بتا۔" رولوکا بولا۔

"وہ کسی جگہ نہیں رہتا پر ہر جگہ آجاتا ہے وہ ہزاروں سال سے ہے اس نے نہ جانے کتنے جگ دیکھے ہیں۔ اور نہ جانے آگے کب تک رہے گا۔" شوکی فخریہ انداز میں بولا۔

رولوکا بولا۔ "اور اس کے نام ہر زمانے میں بدل جاتے ہیں، کبھی پربھودیال پنڈت ہوتا ہے اور اکبر بادشاہ کو بہکاتا ہے کبھی گوری ناتھ ہوتا ہے اور انسانوں کے شریروں پر قبضہ کرتا ہے پھر گوپال ہیری ناتھ کہلاتا ہے اور کسی شریر پر قابض ہو جاتا ہے تو اس کی بات کرتا ہے اب کے اس نے کون سا نام رکھا ہے۔"

شوکی حیرت سے بولا۔ "تجھے یہ سب کیسے پتہ ہے۔"

رولوکا نے کہا۔ "مجھے اس کے آگے کا بھی پتہ ہے کہ تیرا گرو اصل میں کون ہے؟ تو نہیں جانتا تو بتاتا ہوں کہ تو نے پرتھوی راج کا نام سنا ہے تو اس کی بیوی سنجوگتا کا نام ضرور سنا ہوگا سنجوگتا جے چند کی لڑکی تھی جو کہ قنوج کا راجہ تھا اور سنجوگتا اس کی بہت حسین لڑکی تھی جے چند کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ پرتھوی راج کا خالہ زاد بھائی تھا ہندوؤں میں خالہ زاد سے شادی بڑی معیوب بات تھی مگر پرتھوی راج تو سنجوگتا کو قنوج سے اٹھا کر لایا اور بیوی بنا لیا اس کی مدد، قنوج میں جس نے کی تھی وہ نہایت عیار اور چالاک تھا ایک طرف وہ جے چند کا وفادار تھا تو دوسری طرف پرتھوی راج کا بھی وفادار تھا اور اپنے زمانے کا بہت بڑا جادوگر سفلی اور کالے جادو کا ماہر تھا پرتھوی راج کو وہ بھی شکست سے نہ بچا سکا اور اس کی تباہی کے بعد فرار ہو گیا اور شہاب الدین غوری کے ہاتھ نہیں آیا، اس لئے اس کا پتہ نہ چلا دور ختم ہوا اور پھر مغلوں کے دور میں نمودار ہوا، وہ مسلمانوں کا دشمن تھا مگر وہ جانتا تھا کہ مسلمانوں کے پاس جو کچھ ہے اس کا توڑ طاقت نہیں ہے، عیاری مکاری اور دھوکا فریب کرتا رہا، اس نے وہی کیا اس کے بعد وہ بھاگتا رہا اور شریر بدلتا رہا اور اپنی سفلی طاقت کو بڑھاتا رہا اور ہر دور میں نام بدل بدل کر نمودار ہوتا رہا اور غائب ہوتا رہا ہے۔ اس کا کام انسانوں اور خاص طور سے مسلمانوں کو نقصان پہنچاتا رہا ہے۔

تو اس پر بھروسہ کرتا ہے وہ ایک بھگوڑا ہے، ہر دور میں بھگایا گیا ہے اس نے ڈٹ کر مقابلہ کبھی نہیں کیا، تو اس پر اگر بھروسہ کرتا ہے تو ضرور کر مگر تیرے برے وقت میں تیرے قریب ہرگز نہیں آئے گا۔"

شوکی نے حیرت سے رولوکا کی بات سنی اور بولا.....

"کیا تو بھی اسی زمانے کی آتما ہے؟"

"نہیں ایسا نہیں ہے ہماری معلومات کے ذرائع کچھ اور ہیں زیادہ وقت میرے پاس نہیں ہے۔ تجھے میں چھوڑ سکتا ہوں اگر تو میری شرط پوری کرے اور اگر نہیں کرتا تو تو ایک کیچوے کی زندگی بسر کرے گا...... تیرے جنتر منتر تو نے دیکھ لیا کسی کام نہیں آئیں گے۔"

شوکی بولا...... "تو شرط بتا مجھے زندگی عزیز ہے۔"

"تو گرو سے رابطہ کرے گا اور اس کو یہاں بلائے گا مگر میرے بارے میں کچھ اس کو نہیں بتائے گا اگر تو نے بتانے کی کوشش کی تو سمجھ لے تیرا وجود ایک کیچوے میں بدل

جائے گا اور تو زمین پر رینگتا ہی رہے گا۔"
شوکی نے کہا۔"میں تیرا حکم ماننے کو تیار ہوں پر میری مکتی اس پر بھی نہیں ہے۔ گرو اس کو میری غداری جانے گا اور میری شکتی اور ساری ودیا کو ختم کرے گا اور میں خالی ڈھول ہو جاؤں گا میری سالوں کی محنت برباد ہو جائے گی۔"
"پر تجھے وہ مار نہیں سکے گا زندگی کی فکر کر علم اور ودیا کے بغیر بھی انسان زندہ رہتا ہے اور زیادہ خوش رہتا ہے یاد رکھ کہ کم جاننے والے زیادہ خوش رہتے ہیں اور زیادہ علم اور آگہی والے فکروں میں مبتلا رہتے ہیں۔" رولوکا نے کہا۔
شوکی نے گردن ڈال دی اور بولا۔"تیرا حکم ماننا ہی پڑے گا۔"
"اس میں تیری بھلائی ہے تیرے چاروں طرف جو ہیں ان سے تیرا واسطہ نہیں پڑا ہو گا۔ میں نے تجھ پر وار نہیں کیا تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ میں نے تیرا وزن اس وقت کر لیا تھا جب تو کنڈل میں تھا تو خود کو جتنا بتاتا اتنا نہیں ہے تیرا درجہ بہت کم ہے تیرے بیر ابھی کمزور ہیں مگر تو نے اپنے رعب اور غصے سے لوگوں کو متاثر ضرور کیا ہے اب دیکھنا ہے کہ تیرا گرو بھی تیری سنتا ہے کہ نہیں اس کے آنے پر ہی تیری جان چھوٹے گی۔"
شوکی بولا۔"میں پوری کوشش کروں گا اور اگر وہ پر نہ آیا تو؟"
"تیری کوشش میرے سامنے ہوگی تجھے میرا کیا کرنا ہے ...... اور اس مندر سے باہر جانے کی کوشش ہرگز نہ کرنا۔"
شوکی کی آواز بند ہوگئی اور رولوکا باہر آ گیا۔
شوکی کے بارے میں اس نے جو اندازے قائم کئے تھے وہ ان سے بھی کم تھا۔ اس کو زیادہ محنت نہ کرنا پڑی اور کام آسانی سے ہو گیا اب شوکی کو اپنے بڑے گرو سے رابطہ کرنا تھا اور اپنے اوپر پڑی مصیبت کا بتانا تھا مگر ضروری نہیں تھا اس کے کہنے پر گرو اس کی مدد کو بھی پورا آ جائے؟
شیطان اور اس کے بڑے کارندے اپنے کسی کارندے کی مدد اس وقت کرتے ہیں جب وہ ان کی مرضی اور منشا کے مطابق کام کرتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے مگر جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کی وجہ سے وہ خود پھنس سکتے ہیں تو دور دور سے شاباشی تو دیتے ہیں مدد کے وعدے کرتے ہیں مگر دور رہتے ہیں۔ کمزوروں اور بے علم لوگوں پر ان کا زور خوب چلتا ہے۔
شوکی بھی وہی کرتا تھا اور اس کا استاد بھی وہی کرتا تھا۔ شوکی پھنس گیا تو گرو کو مدد کے لئے پکارتا رہا پر وہ نہ آیا رولوکا جانتا تھا کہ وہ آئے گا نہیں ایک ہفتہ گزر گیا تو رولوکا اس کے پاس گیا اور کہا۔"تیرے گرو نے تیری خبر نہیں لی۔"
شوکی نے کہا۔"گرو بھول گیا کہ اس کا ایک سیوک کتنی مصیبت میں ہے۔"
رولوکا بولا۔"ایسا نہیں ہے وہ جانتا ہے اس کو پتہ ہے پر وہ تیری مدد کو نہیں آیا۔ اس وقت آئے گا جب تو آزاد ہو گا اور تجھ پر کوئی مصیبت نہ ہوگی، اس سے تو خود اندازے کر لے کہ تیرا گرو تجھ سے کتنا مخلص ہے، میری بات تیری سمجھ میں آئے نہ آئے مگر میں کہتا ہوں کہ جو دوست مصیبت کے وقت ساتھ نہ دے وہ دوست نما دشمن ہوتا ہے، ایسے دوست سے دشمن ہزار درجے بہتر ہوتا ہے دشمن تو سامنے کی چیز ہے، اس سے ہوشیار آدمی رہتا ہے مگر دوست آستین میں بیٹھ کر ڈستا ہے اس کا توڑ ممکن نہیں ہوتا، انسان دشمنوں سے نقصان کم اور دوستوں سے زیادہ نقصان اٹھاتا ہے۔"
شوکی نے نہایت غور سے رولوکا کی بات سنی اور بولا۔"تیری بات سچی لاگت ہے۔"
"تو پھر سن! میں تجھ کو آزاد کر دیتا ہوں، تو پوری آزادی سے پھر اپنے کام کر تجھ پر کوئی پابندی نہیں ہوگی، جب تیرا گرو یہ اطمینان کر لے گا کہ تو آزاد ہے اور تجھ پر اب کوئی مصیبت نہیں ہے، تو وہ پھر تجھے کچھ کرنے کے احکامات دے گا، کچھ نئی شکتی تجھے اس کام کے کرنے کی دے گا اور تو اس کا کہا بھی کرے گا مگر پوری طرح اس کے ساتھ نہ ہوگا، تجھے اس کے اس برتاؤ کو یاد رکھنا ہوگا اور اگر تو پھر اس کے چکر میں پوری طرح آ گیا اور اس کی

مہربانیوں کے گرداب میں پھنس گیا، تو یاد رکھ اس سے بڑی اور زیادہ خوفناک مصیبتیں تیرے اوپر آ جائیں گی، اس وقت معافی کے سارے دروازے بند ہوں گے اور تیرا گرو پھر تجھے اکیلا چھوڑ کر فرار ہو جائے گا، تیری زندگی کا یہ آخری موقعہ تجھے مل رہا ہے، ایک بار اور دیکھ لے کہ تیرا گرو تیرے لئے کیا کرتا ہے۔“

شوکی بولا۔”میں نے دیکھ لیا اور ایک دفعہ پھر دیکھ لوں گا، پر میرا من اب اس کی طرف سے صاف نہیں ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اس کے بلانے کو جال ڈال رہے ہو کہ شاید وہ اس جال میں آ جائے میں اس میں تمہارا ساتھ دوں گا، ایک تو وجہ اس کی یہ ہے کہ میں نے گرو کو پرکھ لیا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ تم نے مجھ پر کوئی وار نہیں کیا، یہ اس لئے کہ میری تمہاری کوئی لڑائی نہیں ہے، میں نے تم کو مہان مان لیا ہے۔“

رولو کا بولا۔”میں مہان نہیں ہوں مہان صرف ایک ذات ہے، تو صرف وہ کرے گا جو میں نے کہا ہے میں تجھ سے دور نہیں ہوں تیری ہر بات ہر حرکت میری نظر میں ہوگی۔ گرو شریر کے بغیر رہتا ہے اور نظر نہیں آتا اس لئے کہ آتمائیں تو ہوا کی مانند ہوتی ہیں، وہ تیری ہر حرکت پر نظر رکھے گا اور جب پورا اطمینان کر لے گا تو خود کو تیرے سامنے آئے گا اور تجھے احکامات دے گا، میں تیرے ساتھ اس لئے رہوں گا کہ اس پر نظر رکھوں اور اس کی حرکتوں اور تجھ پر نظر رکھوں، میں اس سلسلے میں کسی پر اعتبار نہیں کرتا، میں تیرے بارے میں غور کروں گا، دھوکا فریب میرے نزدیک بہت گناہ ہے، اس لئے صاف بات میں نے کر دی ہے۔ تو ابھی اور اسی وقت سے آزاد ہے روزمرہ کے کام شروع کر سکتا ہے، میں جاتا ہوں۔“

اور رولو کا مندر سے باہر آ گیا مگر اس کا ایک نہایت ہوشیار جاسوس کارندہ مندر کی حدود میں ضرور رہا۔

شوکی کو اپنے اوپر کی پابندیوں کے ختم ہوتے ہی اندازہ ہو گیا کہ وہ آزاد ہے۔

اس کے ذہن میں فوراً اس سفید پوش انسان کا تصور آیا۔”کیسا تھا وہ، نہایت بے ضرر اور معصوم نظر آنے والا انسان جو اتنی شکتی کا مالک تھا کہ اس کے سامنے میری ساری شکتی بے کار ہو گئی اور اتنا مہربان کہ سب کچھ کر گزرنے کی شکتی رکھ کر بھی اس نے مجھے کتنی آسانی سے آزاد کر دیا دوسری طرف میرا گرو ہے دونوں میں کتنا صاف اور واضح فرق ہے۔ اور اس نے دل میں فیصلہ کر لیا اور کوٹھری سے باہر آ گیا۔ اتنے دنوں کے بعد اس کو کوٹھری سے باہر آتا دیکھ کر پجاری اس کی طرف دوڑے بڑا پجاری آگے بڑھ کر بولا۔”مہاراج تپسیا دونی ہو گئی اب کے تو۔“

بڑا پجاری بولا۔”ابھی لو مہاراج ابھی کرتا ہوں دیوی درشن کو نہیں جاؤ گے۔“

”کاہے نہیں جائیں گے۔“ اور وہ اس طرح بڑھا جدھر کالی کا بڑا بت تھا۔ مندر میں شوکی کے آتے ہی ہلچل زیادہ ہو گئی، ہر پجاری زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کو بے چین تھا اس لئے کہ سب شوکی کے غصے کو جانتے تھے، شام تک وہ کالی کے دربار میں حاضر رہا اور پھر باہر آ گیا اور ایک چھوٹے سے جلوس کی شکل میں اپنی کوٹھری تک گیا۔ اس نے کسی سے بات نہ کی اس کے سامنے بھوجن چن دیا گیا اور وہ خاموشی سے بھوجن کرنے کے بعد بولا۔”اب تم سب جاؤ میرے آرام کا وقت ہو رہا ہے اب کوئی میرے پاس نہ آئے۔“

سب نے بھوجن کے برتن اٹھائے، خاموشی سے صفائی کی اور باہر آ کر دروازہ بند کر دیا۔

رولو کا پندرہ دن شوکی کے سامنے نہ آیا مگر اس کے باوجود اس نے اس کے ارد گرد اور مندر کے ہر گوشے پر نظر رکھی، کوئی نئی بات اب تک اس کی نظر میں نہیں آئی، اس کا مطلب تھا کہ اب تک شوکی کے گرو نے شوکی پر اعتبار نہیں کیا تھا، وہ دور رہ کر اندازے قائم کر رہا تھا شوکی کی آزادی پر غور کر رہا تھا۔

شوکی نے آزاد ہو کر گرو کو خبر کر دی تھی اس پر جو گھٹنائی آئی تھی دور ہو گئی ہے۔ دیوی نے کرپا کر دی ہے۔ مگر گرو کی طرف سے کوئی اشارہ ایسا نہیں ملا تھا جس

سے اس کی کسی بات کا اندازہ ہوتا، وہ صدیوں انتظار کرنے والا شیطان تھا۔ دن مہینے اس کی نظر میں کیا حیثیت رکھتے تھے مگر ادھر رولوکا بھی بڑے صبر وسکون کے ساتھ اس کا انتظار کر رہا تھا۔

یہ جنگ اعصاب کی جنگ تھی صبر کی جنگ تھی حوصلہ اور خاموشی کی جنگ تھی دونوں طرف خاموشی تھی مگر دونوں طرف تیاری پوری لگتی تھی، شوکی برابر گرو سے رابطہ کر رہا تھا اس کو اپنی آزاد پوزیشن اور کسی خطرے کے نہ ہونے کا یقین دلا رہا تھا اور حقیقت بھی یہی تھی کہ اس پر کسی قسم کا دباؤ نہ تھا وہ اپنے ہر فعل میں آزاد کر دیا گیا تھا۔

گرو پھر بھی شوکی کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا مگر رولوکا کو یقین تھا کہ وہ حالات کا جائزہ لے رہا ہے اس کے نظر نہ آنے والے کارندے بھی ہمارے اردگرد گردش میں ہوں گے اور وہ پل پل کی خبریں دے رہے ہوں مگر مندر میں وہی پرانا ماحول تھا کوئی ذرا سی بھی تبدیلی نہ تھی۔

اور سال گزر گیا مندرجہ کے معمولات اور شوکی مہاراج کا غصہ اپنی جگہ رہا۔ رولوکا شوکی سے اور مندر سے دور رہا سب کچھ حسب معمول تھا شوکی بھی کبھی سوچتا کہ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا کیا خواب تھا اگر خواب تھا تو گرو کو خیر خبر کیوں نہیں تھی اور حقیقت تھی اب گرو کو میری طرف سے مطمئن ہو جانا تھا۔

اور رولوکا پہلے دن کی طرح چوکنا تھا اس کے جاسوس خود کار تھے ان کو صرف ایک دفعہ بتایا جاتا تھا۔

اور وہ پھر از خود بہت کچھ کر لیا کرتے تھے اور وہی کرتے تھے جو رولوکا ان سے کروانا چاہتا تھا۔

رولوکا کا یہ خود کا نظام تھا اور اس کی وجہ سے وہ کبھی ناکامی سے دوچار نہیں ہوتا تھا۔ کالی اور دوسرے علوم کے بیر اپنی من مانی بھی کرتے ہیں اور کام کے بعد اپنی بھینٹ بھی طلب کرتے ہیں مگر رولوکا کے کارندے صرف کام کرتے ہیں اور اپنی من مانی کبھی نہیں کرتے، یہ ایک ٹیم ورک کے انداز میں کام ہوتا ہے اور ان کو رولوکا کنٹرول کرتا ہے یہ اس کی کامیابی کی وجہ ہے۔

ایک سال کے بعد رولوکا کو خبر ملی کہ مندر کے اطراف میں کچھ نیا نیا ہے کچھ خاموش ہلچل ہے۔ رولوکا روپوشی کی حالت میں مندر میں آ گیا اس نے بھی یہ بات محسوس کر لی کہ شوکی کی کوٹھری کے اردگرد کچھ ہے مگر اس نے ان کے خلاف کچھ نہ کیا اور ان کو شوکی کے پاس جانے سے نہیں روکا۔ پوری رات حالات یہی رہے دن بھی گزر گیا اور گرو کے نمائندے حالات کا جائزہ قریب سے لیتے رہے اور پھر رات کو وہ شوکی کی کوٹھری میں چلے گئے ان کے فوراً بعد رولوکا بھی کوٹھری میں تھا شوکی کے سامنے ایک ہیولہ گردش میں تھا اور کہہ رہا تھا۔

"گرو آج رات تیرے پاس آنے والے ہیں اب یہ جگہ صاف ہے دشمن مایوس ہو کر جا چکا ہے تو اس کے سواگت کو تیار رہنا، بس یہی بتانے کا حکم تھا۔" اور وہ ہیولہ ہوا میں تحلیل ہو کر غائب ہو گیا۔

شوکی کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار تھے کہ رولوکا اس کے سامنے نمودار ہوا اور بولا۔

"تو کیوں فکر کرتا ہے تو اس کا چیلا بن کر ہی سواگت کرنا، جو تجھ پر بیتی ہے چاہے تو بتا بھی دینا مگر میرے بارے میں بات نہ کرنا وہ ضرور پوچھے گا مگر تو یہی بتائے گا کہ تو نے کچھ نہیں دیکھا، میں رات کو تیرے قریب ہی رہوں گا ڈرنا نہیں۔"

رولوکا دلاسا دے کر باہر آ گیا مگر گیا نہیں پھر روپوشی اختیار کر گیا اور رات کا انتظار کرنے لگا مگر رات آنے سے پہلے ہی آسمان پر کالے بادل اچانک آ گئے اور بڑے زور کی گڑگڑاہٹ ہونے لگی۔ رولوکا نے آسمان کی طرف دیکھا اور سمجھ گیا کہ اصل حقیقت کیا ہے؟ اس کے کارندے بادلوں کے قریب رہے۔ سورج ڈوبتے ہی بادلوں میں بہت زوردار گڑگڑاہٹ ہونے لگی، شوکی کی کوٹھری کے باہر رولوکا موجود تھا۔

اس نے دیکھا کہ شوکی کا دروازہ خود بخود کھل گیا مگر دروازے کے بند ہونے سے پہلے ہی رولوکا کوٹھری کے اندر تھا شوکی اکیلا تھا تھر تھر کانپ رہا تھا اور ایک نہایت

عجب دار آواز آ رہی تھی۔

"شوکی تو کیا جانتا ہے کہ مجھے جل دے دے گا تیرے کرتوت مجھے پتہ نہیں ہوں گے اور تو نالی کا کیڑا تجھے دیکھے استھان پر میں نے بٹھا دیا اور تو میری کاٹ کر رہا ہے کیا تو میری امر شکتی کو نہیں جانتا، میں سینکڑوں سال پرانی آتما ہوں میرے ہزاروں چیلے ہیں ایک تو نہ رہا تو کیا میرا کام رک جائے گا، اب مجھے تیری ضرورت نہیں ہے اس لئے تیری موت ضروری ہے اور ہی تیری آتما تو وہ بھی میری قیدی رہے گی، بڑی لمبی سزا تیری ہے۔" کوٹھری میں ایک شعلہ چمکا اور شوکی کی طرف بڑھا مگر اس کے قریب نہ پہنچ سکا اور زمین پر گر کر راکھ میں تبدیل ہو گیا۔

یہ ہوتے ہی آواز میں حیرت کے ساتھ چنگھاڑ پیدا ہو گئی۔ "تو کون ہے رے میرے کام میں دخل دینے والا؟"

رولوکا نے جواب دیا تو پھر آواز آئی۔ "اگر دودیا والا ہے تو سامنے آ اور مقابلہ کر چھپ کر کیا کرتا ہے۔"

رولوکا مسکرایا اور بولا۔ "خود چھپا ہے اور مجھے سامنے لانا چاہتا ہے ارے بے خوف تو نے سینکڑوں سال میں بھی کچھ نہیں سیکھا۔"

"میں صرف آتما ہوں میں سامنے آ کر بھی تیرے سامنے نہیں ہوں گے تو نہیں جانتا۔"

"جانتا ہوں تو نے جو جال جگہ جگہ پھیلایا ہوا ہے میں نے تجھے ہر جگہ پہچان لیا ہے تو نے سینکڑوں سال تک لوگوں کو بہکایا ہے تو نے اکبر سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک مسلمانوں کو خراب کیا ہے ان کو غلط راہ پر بھٹکایا ہے اور پھر جب تجھ پر مار پڑی تو بھاگا ہے اور موقعہ دیکھ کر پھر نمودار ہوا ہے۔ مگر اس دفعہ تجھے میں ایسا موقعہ نہیں دوں گا کہ تو فرار ہو جائے۔"

"بہت جانتا ہے تو یہ بھی جانتا ہوگا کہ میری شکتی کتنی ہے میں کیا کر سکتا ہوں ۔تو میرا کیا کرے گا ابھی یہ مندر اور اس میں جو ہے سب کچھ ہوا میں اڑ جائے گا اور تو میرا کچھ نہ کر سکے گا۔" آواز آئی۔

"تو پھر کوشش کر کے دیکھ لے۔" رولوکا بولا۔

ایک منٹ کے بعد ہی تیز آندھی کے آثار ہوئے اور تیز ہوائیں چلنے لگیں آسمان پر بجلیاں چمکنے لگیں درخت زمین پر گرنے لگے دھول مٹی اڑنے لگی لوگ پریشان ہو کر پناہ کی تلاش میں دوڑنے لگے مگر یہ کیفیت صرف چند منٹ رہی اور پھر حالات پہلے جیسے ہو گئے درخت اپنی جگہ کھڑے تھے دھول مٹی کا کہیں نشانہ نہ تھا۔ رولوکا بولا۔

"تیرا یہ نشانہ بھی خطا گیا۔" اس کا جواب اس کو نہ ملا مگر دروازے سے ایک خونخوار بہت زیادہ قد قامت کا ریچھ نما کوئی جانور اندر آیا۔

آواز آئی۔ "جوگو یہ تیری غذا ہے کر تلاش اور بھر لے اپنا پیٹ۔" مگر جوگو کس کو پکڑتا اس کا رخ شوکی کی طرف ہی تھا اور وہ اس کی طرف بڑھا مگر شوکی وہاں کب تھا وہ جھونک میں اس دیوار سے ٹکرایا جہاں شوکی تھا اور ٹکراتے ہی اس کی کھوپڑی کئی جگہ سے تربوز کی طرح پھٹ گئی اس کے گلے سے کئی بھیانک آوازیں نکلیں اور وہ ساکت ہوتے ہی غائب ہو گیا۔ اور شوکی اپنی جگہ موجود تھا گرو حملے پر حملے کر رہا تھا اور رولوکا صرف بچاؤ کر رہا تھا۔

جب متواتر اس کے حملے کارگر نہ ہوئے تو وہ فرار ہوا مگر رولوکا جانتا تھا وہ ضرور ایسا کرے گا۔ مگر اس کے راستوں کو بند نہیں کیا تھا اس کے جانے کے راستوں کو کھلا چھوڑا تھا رولوکا اس کے ٹھکانے تک جانے کا ارادہ رکھتا تھا اس کے اندازے سے بھی زیادہ تیز جاسوس اس کے ساتھ تھے یہ جاسوس اس قسم کے تھے کہ بڑے سے بڑا جادو سفلی کرنے والا بھی ان کی بو محسوس نہیں کرتا تھا۔ وہ زندہ انسان کے جسم کے اندر تک چلے جاتے تھے اور پتہ نہیں چلتا تھا۔ شیطانی علوم کے ماہر بھی ان کو تلاش نہیں کر پاتے تھے اور گندے بیران کے قریب نہیں آتے، لڑنے یا مقابلہ کیا کرتے۔

کوٹھری میں امن ہو گیا شیطان فرار ہوا تو رولوکا شوکی کے سامنے نمودار ہوا اور بولا۔

"تیرا گرو بھاگ گیا ہے مگر اس دفعہ پاتال میں جانے کا موقع اس کو نہیں ملے گا۔ میں نے پاتال کے

راستوں پر بھی نظر رکھی ہے، تو نے دیکھا کہ اس کے شیطانی علوم تیرا کچھ نہ بگاڑ سکے، میں نے تجھے بچانے کا وعدہ کیا تھا۔''

شوکی بولا۔''میں اب تک کڑی دھوپ میں تھا اس کا اندازہ مجھے آج ہوا ہے میں اس دھوپ سے تیری چھایا میں آنا چاہتا ہوں۔''

''اگر تو برے کام سے توبہ کرلے، انسانوں کے کام آئے، ان کو دکھ کی بجائے سکھ دے تو تو خود بخود سایہ میں آجائے گا، یہ کام اتنا مشکل نہیں ہے جتنا اب تک کرتا رہا ہے۔'' رولوکا نے کہا۔

''میں وعدہ کرتا ہوں وہی کروں گا جو تیرا حکم ہوگا۔''

رولوکا کے کارندے نے خبر دی کہ اس کا ٹھکانہ دور نہیں ہے مگر ایک ایسے مقام پر جس کے بارے میں کوئی سوچ نہیں سکتا۔ دریائے جمنا سے ایک نہر شاہراہ کی طرف نکلتی ہے اور کیلاش مندر تک جاتی ہے یہ کیلاش مندر دلی کے قریب ہے، اس کے دونوں کناروں پر کیکر کے درخت بکثرت ہیں ان درختوں کی پتلی پتلی ٹہنیاں نہر کے اوپر ہیں اور ان پتلی پتلی ٹہنیوں پر بیا پرندے کے بے شمار گھونسلے ہوا میں جھومتے رہتے ہیں ان میں سے ایک گھونسلہ اس شیطان کا ٹھکانہ ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ یہ ہوا میں بھی ساکت رہتا ہے جب کہ سب ہلتے رہتے ہیں اس گھونسلے کے چاروں طرف پیلی اور سرخ بریں اڑتی رہتی ہیں یہ بریں اصل میں اس کی حفاظت کو ہیں جو کہ نہایت خطرناک جادوئی بیر ہیں اس میں بھیروں اور مہا گنی کے بیر بھی ہیں۔ یہ انسان کو ایک منٹ میں نہر میں ڈبو کر مار دیتے ہیں ان کے قریب کوئی نہیں جاسکتا۔ شوکی کا شیطان گرو اس میں رہتا ہے پاتال کے بعد دنیا میں اس کا یہی ٹھکانہ ہے۔ رولوکا نے اس بیان کی جانچ پڑتال کی اور اس رپورٹ کو درست پایا۔

مگر اس نے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اس شیطان کی قوت کا اندازہ کرنا اور یہ ظاہر کرنا تھا جیسے وہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔

دونوں طرف آمنے سامنے فوجیں کھڑی ضرور تھیں مگر حملہ کسی طرف سے نہیں ہو رہا تھا، دونوں دشمن اپنی اپنی تیاریوں میں مصروف تھے، اندازہ لگا رہے تھے، ایک دوسرے کا وزن کر رہے تھے۔

اب کے جو دشمن رولوکا کے مقابل تھا وہ نہایت صبر والا تھا اس نے کہیں پر عجلت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا وہ وار کرنے سے پہلے بھاگنے کا راستہ پہلے بناتا تھا۔

بہت دیر پا پلاننگ کرتا تھا اور یہی راز تھا اس کی موجودگی کا وہ نہ معلوم کب سے دنیا میں فساد کر رہا تھا اس نے بادشاہوں کو بھٹکایا تھا اس نے حکومتوں کے نظام بدلوا دیئے تھے اس نے نامعلوم کتنوں کو اپنی گرفت میں لے کر ان کے ایمان خراب کر دیئے تھے اور وہ صرف نام کے مسلمان ہندو رہ گئے تھے انہوں نے اپنے اپنے نام کی قربانیاں شروع کروا دی تھیں گاؤں کے سادہ اور جاہل عوام غلط روش اختیار کر گئے تھے ایک ایسی ریت رواج پر چل پڑے تھے جس کی اجازت کسی مذہب نے نہیں دی تھی اس کی مثال شیخ سدو اور دوسرے نام بھی ہیں۔ لوگ ان سے ڈرتے تھے وہ خوف کے عالم میں وہ کام نہ کرتے تو ان پر مصیبت آجاتی تھی، ایمان کمزور ہو گئے تھے۔

یہ سب سینکڑوں سال سے یہی شیطان کر رہا تھا۔ رولوکا نے سب کچھ سمجھ لیا تھا وہ اس پر اوچھا ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا اس کے فرار کے راستوں کو اور ہر امکانی حرکت کو اس نے نظر میں رکھا تھا، تمام سابقہ اس کے ہتھکنڈوں کو یاد کر لیا تھا، اکبر کے زمانے میں وہ کس طرح بھاگا تھا اس کے بعد دوسرے دوروں میں اس نے کس طرح راہ فرار اختیار کیا اور واپس آنے کو اس نے ان بزرگوں کے وصال کا انتظار کیا اور روپ بدل کر پھر نمودار ہوا اس کام میں رولوکا کو بھی وقت کی ضرورت تو تھی وہ نہایت صبر کے ساتھ وقت کا انتظار کر رہا تھا اور اپنی پوری طاقت کو جمع کر رہا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے کچھ امداد اپنے بزرگوں سے حاصل بھی کر لی تھی اور کچھ نئی اور نہایت طاقتور کارندے اس کے پاس آگئے تھے، اس شیطان کے پاس ایک طاقت یہ تھی کہ وہ ہوا

پاکستانی پوائنٹ

میں پرواز کرنے میں خطرہ محسوس کرتا، تو زمین میں اتر جاتا تھا اور زمین اس کو راستہ دیا کرتی تھی اس طاقت کے بل پر وہ کئی دفعہ فرار ہو چکا تھا۔

رولوکا جانتا تھا اس کو زمین پر آنے سے روکنا ضروری تھا۔ زمین اور آسمان کے درمیان رکھنا ضروری تھا اس کے نئے کارندوں نے یہ کام کیا کہ اس کے اوپر نظر نہ آنے والی ایک ایسی دیوار کھڑی کر دی جو نظر نہیں آتی تھی مگر اتنی مضبوط تھی اور خطرناک تھی جو اس سے ٹکراتا تھا وہ اس سے چپک جاتا تھا۔

رولوکا آہستہ آہستہ گھیرا تنگ کر رہا تھا، دشمن بھی بے فکر تو نہ تھا مگر وہ رولوکا کے کام کرنے کے انداز کو سمجھ نہ سکا دوسرا اس کو اپنی آزمودہ طاقت سے زیادہ بھروسہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا آخری داؤ فرار ہے اور اس کو اس پر بھروسہ تھا اس کی وجہ کئی دفعہ کی کامیابی تھی مگر وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ وہ زمین پر آئے گا یا زمین کے اندر جا سکے گا۔ آسمان پر اس کے کاندرے موجود تھے اور زمین تک آنے کو اس کے نئے کارندوں نے روک دیا تھا۔ اب اس کو زمین اور آسمان کے درمیان رہ کر ہی اپنی شکتی کو استعمال کرنا تھا اس کی کمک کے راستے بھی بند تھے۔ رولوکا خود ہر محاذ کو چیک کر رہا تھا اس دفعہ وہ اس کو فرار سے روکنا ضروری سمجھتا تھا۔ بیا کا گھونسلہ اپنی جگہ ساکت تھا جبکہ سارے گھونسلے ہوا میں جھول رہے تھے۔

اس کے چاروں طرف سرخ اور پیلی بریں چکر لگا رہی تھیں کہ اچانک ایک برز مین پر گری مگر نظر نہ آنے والی دیوار سے چپک گئی دیوار سے ٹکراتے ہی اس کی اصل شکل نمودار ہو گئی جو کہ نہایت بھونڈی اور خوفناک تھی مگر اس کی آواز نہ نکلی اور نہ وہ طاقتور بیر زندہ رہا، حرکت کرتا رہا پر دیوار نے اس کو چھوڑا نہیں۔

یہ اتنی خاموشی اور راز داری سے ہوا کہ کسی اور کو پتہ ہی نہ چلا اس کے بعد ہر رات گھونسلے کے پہرے دار کم ہوتے گئے اور ایک وقت آیا کہ ایک بر بھی نہ رہی اور سب نہر کے اوپر نظر نہ آنے والی دیوار سے چپک کر بے بس ہو گئے اور گھونسلہ ہوا میں لہرانے لگا رولوکا جانتا تھا کہ ایسا ہوتے ہی گرو حرکت میں آئے گا اور ہو بہو اس کے اندازے ٹھیک ہوئے اور چھوٹے سے بیا کے گھونسلے میں سے ایک آگ کا گولہ برآمد ہوا اور ہوا میں تیزی سے گردش کرتے اس طرف پرواز کرنے لگا جدھر دہلی شہر تھا۔

اب وہ دہلی کے آسمان پر تھا مگر یہاں پر رولوکا کی مدد ہوئی اس گولے کے نیچے وہ دیوار تھی اوپر رولوکا کے کارندے موجود تھے آگ کے اس گولے کی چمک دہلی کے آسمان پر دھیمی ہوئی اور وہ پھر ایک طرف پرواز کرنے لگا کئی شہروں پر اس نے اترنے کی کوشش کی مگر وہ دیوار اس کے عین نیچے برابر ساتھ چلتی رہی اور وہ اجمیر شہر کے آسمانوں میں آ گیا اس کی چمک اور کم ہو گئی۔ اس طرح وہ ہندوستان کے ہر شہر گاؤں میں زمین پر آنے کی کوشش کرتا رہا اور ہر جگہ پر اللہ کے نیک بندوں نے رولوکا کی مدد کی اور شیطان کی قوت کم سے کم ہوتی گئی اس کے پرواز میں کمزوری ظاہر ہونے لگی۔ اور وہ پھر اسی بیا کے گھونسلے میں واپس آ گیا اب رولوکا سمجھ چکا تھا کہ دشمن نڈھال ہے کمزور ہے اس کے حملوں میں بھی جان نہیں ہو گی اس کے بیر اپنے ماسٹر کی کمزوری کو سمجھتے ہی فرار ہو گئے ہیں گندے علوم کے بیروں میں یہ سب سے بڑی خرابی ہوتی ہے کہ وہ اپنے آقا کے بھی نہیں ہوتے اس پر بھی حملہ کرتے ہیں اور بھینٹ لیتے ہیں اس کے بگڑے حالات میں اس کے بیر بھی وفادار نہ تھے۔

رولوکا بھی بیا کے اس مختصر گھونسلے میں داخل ہو گیا۔

اندر وہ گھونسلہ چھوٹا نہ تھا ایک کمزور ٹہنی پر لٹکا ہوا گھونسلہ اندر سے پورا مکان تھا۔

رولوکا روپوشی میں تھا اس کے سامنے کئی صدیوں پرانی آتما تھی اس کے چہرے پر تھکن کے آثار تھے۔

اس نے ذرا حرکت نہ کی اور بولا ......"تو کون ہے تو نے یہ کیا بندوبست کیا ہے؟"

رولوکا بولا۔"میں کیا کر سکتا ہوں میں کیا ہوں اس کائنات میں میری حیثیت کیا ہے کرنے والا تو وہی ہے۔ جو اس کائنات کا مالک ہے اس کی ایک نہایت معمولی

کارندہ ہوں۔"

"تو ہرگز وہ نہیں جو کہتا ہے میری حد یہ ہے کہ مجھے پتہ چل جائے کہ تو کون ہے؟" آواز آئی۔

"تو نے دنیا میں اپنے جیسے اور تیرے گرو نے تیرے جیسے ہزاروں اس دنیا کو فنا کرنے کے لئے پیدا کر دیئے مگر کوئی بھی کامیاب نہیں ہوا سب کا انجام وہی ہوا جو خالق کائنات نے چاہا تو صدیوں دنیا میں رہا اور تیری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ تو جو شکتی استعمال کرتا ہے جس پر غرور کرتا ہے اس کا موجد بھی خالق کائنات ہے تو اس سے لڑتا ہے جس کی بدولت تو اس دنیا میں سینکڑوں سال رہا اور اپنی من مانی کرتا رہا اور جو مالک تھا دیکھتا رہا اس نے تجھے موقعہ دیا کہ تجھے سمجھ آ جائے اور تو اپنے گناہوں سے توبہ کر لے، موقعہ دیا وقت دیا مگر شیطان نے تیری عقل پر اپنا قبضہ برقرار رکھا اور تو کچھ نہ کر سکا۔

آخری کھینچ لی گئی تیرا وقت ختم ہوا اب تیری آتما وہاں جائے گی جہاں پر قیامت تک تجھے اذیت برداشت کرنا ہے۔"

سینکڑوں سال پرانی گندی آتما نے گردن ڈال دی اور پھر چند سیکنڈ کے بعد وہ آتما وہاں نہ تھی اور رولوکا نہر کے کنارے کھڑا تھا، اس کے چاروں اطراف ہریالی تھی پھول تھے ...... کیکر کے درختوں کی پتلی پتلی شاخوں پر بیا پرندوں کے گھونسلے ہوا سے جھوم رہے تھے۔

رولوکا دلی روانہ ہوا اور حکیم وقار کے پاس آ گیا۔

حکیم وقار نے کہا۔"اس دفعہ بہت لمبا کیس لڑا تم نے۔"

"ہاں حکیم صاحب بہت لمبا، یہ کیس شاید اس وقت شروع ہوا جب ہندوستان میں پہلا مسلمان آیا تھا۔ اس شیطان نے ہر مسلمان بادشاہ کی حکومت میں کچھ ایسے عناصر شامل کروائے جوان کی بربادی کا باعث ہوئے مگر پھر بھی ان شاہوں نے حکومت کی ان کی بھی مدد کی گئی مگر آپس کی لڑائیوں نے ان کو بہت نقصان پہنچایا۔ ان میں اسی شیطان کا ہاتھ کارفرما رہا بابر سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک یہ یہی کرتا رہا، اللہ کے نیک بندوں نے اس کو بھگایا بھی مگر پھر آ موجود ہوا۔ مگر اب کے میں نے اس کے فرار کو ناممکن بنا دیا تھا اور میری مدد ہر مقام پر اللہ کے بندوں نے کی اور مجھے اس کام کے کرنے کا حوصلہ دیا۔ حالانکہ شیطان کی پوری طاقت اس کے ساتھ تھی انسان کچھ نہیں کرتا سب کچھ وہی کرتا ہے جس نے یہ دنیا بنائی ہے۔

ہر دور کے مسلمانوں پر الزام لگایا جاتا رہا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے مذہب کے خلاف کام کئے اور پھر بھی مسلمانی کا دعویٰ کیا۔ اس سلسلے میں بعض مسلمان سلاطین کی بداعتادیوں کا تذکرہ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ بطور ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔

مگر یہ ثبوت پیش کرنے والے ذرا اس بات پر غور نہیں کرتے کہ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں بنایا جا سکتا جس سے منسوب ہونے والا ہر شخص اس مذہب کی خلاف ورزی پر قادر نہ ہو سکے مجوسیوں، بدھوں، یہودیوں اور عیسائی کی تعداد آج بھی دنیا میں کروڑوں ہے کوئی شخص یہ ثابت کر سکتا ہے کہ سب اپنے اپنے مذاہب کے پوری طرح پابندی کرتے ہیں ان کی عملی زندگی اپنے اپنے مذاہب کے ایسا کامل نمونہ ہو کہ جس میں خلاف ورزی مذہب کا کوئی نشان ہو رسائی کمزوری، نادانی کا یہ نتیجہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ سے انسان کے قدم بھٹکتے رہے ہیں مگر یہ بھی سچ ہے کہ کسی مذہب کی تعلیمات کے اچھے یا برے نتائج کا فیصلہ کرنے کے لئے ہم کو اس مذہب کے ماننے والوں کی عملی و اخلاقی حالت پر ضرور غور کرنا ہوگا مگر ہماری نظر اتنی معمولی نہ ہو کہ اس کو کوئی تسلیم نہ کرے۔ اس لئے کہ یہ مذہب کے ماننے والوں میں ایک طبقہ نافرمانوں اور بداحتیاطوں کا ہوتا ہے لیکن ان سے اس مذہب یا جماعت کا مجموعی مزاج کو پتہ چلتا ہے۔"

حکیم وقار رولوکا کی بات سن کر بولے۔"اس کا مطلب ہوا کہ کسی فرد واحد کو دیکھ کر اس کے مذہب کے بارے میں رائے قائم کرنا نامناسب ہوگا۔"

رولوکا بولا۔"ہاں ٹھیک ٹھیک اندازہ تو پوری جانچ

پڑتال کے بعد ہی کرنا ہوگا اگر کوئی عیسائی ہے اور وہ سب کام کرتا ہے جو حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کے خلاف ہیں مگر کہتا عیسائی ہے تو اس کو دیکھ کر پوری حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں کے لئے ہم رائے قائم نہیں کر سکتے ہاں اس کو ذاتی حیثیت میں کچھ بھی تصور کرلیں۔ آج کے دور میں اس قسم کے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔"

ایک مریض کی آمد کے ساتھ ہی ان کی باتوں کا سلسلہ رک گیا۔ کمرے میں آنے والا شخص نہایت لحیم شحیم تن و توش کا مالک تھا، بڑے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں اس کے چہرے کو رعب دار بنا رہی تھی سر پر چھوٹے چھوٹے بال تھے تن پر چکن کا کرتا اور سفید ہی پاجامہ تھا اس نے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا اور حکیم وقار کے اشارے سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

رولوکا نے کہا۔"فرمائیے کیسے زحمت فرمائی؟"

آنے والا بولا۔"میں پٹنہ کا رہنے والا ہوں اور اب بھی وہیں پر میری رہائش ہے آپ کا نام سن کر حاضر ہوا۔"

رولوکا نے کہا۔"آپ اپنا تعارف کروا دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔"

وہ بولا۔"میرا نام تمیز الدین ہے میرا کاروبار پٹنہ میں ہے، کاروبار کی طرف سے بے فکری ہے، معاملہ کچھ اور ہے اگر آپ حکم کریں تو بیان کروں۔"

حکیم وقار نے کہا۔"یہ تو ضروری ہے، فرمائیے معاملہ کیا ہے؟ مگر ایک بات کا خیال کریں کہ جو کچھ بیان کریں اس میں اپنی پوزیشن بچانے کو بھی جھوٹ نہ بولیں جو سچ ہو، وہی بیان کریں اس میں ہی آپ کا فائدہ ہے۔"

تمیز الدین بولا۔"میں ہر بات وہی کروں گا جو ہے اور گزری ہے۔ مگر یہ وعدہ آپ کریں گے کہ پوری بات سنیں گے کہیں آپ درمیان میں آپ مجھے کہہ دیں کہ بس میاں جاؤ سن لی ہم نے اب جاؤ۔"

رولوکا نے کہا۔"آپ سنائیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔"

تمیز الدین نے کہا۔"پٹنہ میں میرا کاروبار اس نوعیت کا ہے کہ کسی شریف آدمی سے واسطہ نہیں پڑتا ایک سے ایک چھٹا ہوا بدمعاش چور ڈاکو اور اسی قسم کے لوگ میرے پاس آتے ہیں اور ان سے ہی میری کمائی ہے۔ پٹنہ میں میرے پاس کئی مکانات ہیں اور ان میں جوا کراتا ہوں، یہ بات علاقہ پولیس کو بھی پتہ ہے، میں برابر ان کا حصہ ان کو دیتا ہوں اور وہ لوگ چشم پوشی کرتے ہیں، آپ جانتے ہیں کہ ہر پیشے میں مقابلہ بازی ہوتی ہے، اپنے پاس آنے والوں کی میں حفاظت کرتا ہوں اور ان کا ہر طرح خیال رکھتا ہوں اگر معاملہ پولیس وغیرہ کا آجائے تو بھی ان کو نکال دیتا ہوں کیونکہ یہی لوگ میری آمدنی کا ذریعہ ہیں۔

اس کے باوجود کچھ دن سے میری آمدنی کم ہو رہی ہے پرانے پرانے کھلاڑی نہیں آرہے وہ چندن کے اڈے پر جانے لگے ہیں میری سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی کہ ہر طرح سہولیت دینے کے باوجود میرا اڈا کیوں اجڑتا جارہا ہے اور اب تو یہ حالت ہے کہ سب طرف سناٹا ہے اور میرے اڈے پر جوا کھیلنے والا ایک بھی نہیں ہے، میں نے اپنے طور پر بہت معلومات کی صرف ایک آدمی نے بتایا کہ تمہارے اڈے پر آتے ہی دل میں خوف بھر جاتا ہے۔ اور دل وہاں رکنے کو نہیں کرتا، ڈر ڈر سا لگتا ہے نہ معلوم یہ خوف کس چیز کا ہے پہلے ایسا نہیں تھا اور اچانک ایسا ہونے لگا ہے، میرے مقابلے پر چندن کا اڈا چمک گیا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ پتہ نہیں ایسا کیا ہوا کہ اچانک دھندا بند ہو گیا ہے۔"

حکیم وقار نے کہا۔"اور تم چاہتے ہو کہ ہم تمہارا وہ ناجائز دھندا پھر سے شروع کروا دیں تاکہ تم جرائم پیشہ افراد کی مدد کر سکو اور ان سے اپنا حصہ وصول کرتے رہو۔"

رولوکا نے کہا۔"میاں تمیز الدین تم سے کس نے کہا کہ ہم یہ کام کرتے ہیں تم خود غلط انداز میں روزی کماتے ہو اور اس میں ہم کو بھی شریک کرنا چاہتے ہو، تم غلط جگہ آگئے ہو اس سلسلے میں ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے تم کوئی اور دروازہ دیکھو۔"

تمیز الدین جو، اب تک نہایت مسکین صورت بنائے تھا چہرے کے تاثرات بدل گئے اور مونچھوں کو تاؤ دے کر بولا۔

"حکیم صاحب میں آدمی ذرا دوسری قسم کا ہوں گھی سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو ٹیڑھی کرنا بھی جانتا ہوں۔ یہاں دلی میں بھی میرے بہت دوست یار ہیں۔"

رولوکا نے جواب دیا۔ "آپ ہمارے پاس ایک کام سے آئے ہم سے وہ کام نہیں ہوا بات ختم ہوگئی آپ اتنا ناراض کیوں ہوئے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں کہ آپ یہ کام کر سکتے ہو پر نہیں کر رہے۔" تمیز الدین بولا۔

"یہ ہماری مرضی پر ہے ہم مظلوموں اور بے گناہوں کی مدد کرتے ہیں۔" رولوکا بولا۔

تمیز الدین غصے سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور فوراً باہر چلا گیا۔

اس کے باہر جانے کے بعد حکیم وقار نے کہا۔

"ہم لوگ جو بات کر رہے تھے کہ کسی ایک فرد کے چال چلن اور کردار سے کسی مذہب کے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے اب یہ شخص مسلمان ہے نام بھی مسلمان ہے اور حرام کی کمائی کھاتا ہے اور اس کمائی کو جاری رکھنا چاہتا ہے اس کو دیکھ کر ہر مسلمان کے بارے میں کوئی رائے قائم کرتا ہے تو وہ ٹھیک نہیں ہوگی اسلام کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے بارے میں پڑھا جائے سنا جائے اور پھر فیصلہ کیا جائے۔"

رولوکا نے کہا۔ "درست کہا آپ نے ہر مذہب میں اچھائیاں ہیں کوئی مذہب برائی نہیں سکھاتا اگر کسی مذہب میں خرابیاں نظر آتی ہیں تو لوگوں نے اس کو مذہب میں شامل کر دیا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ اسی مذہب کا حصہ معلوم ہونے لگیں ہیں۔"

پھر کسی کے آنے کی اطلاع ملی اور ایک نہایت کمزور اور بوڑھا آدمی کمرے میں داخل ہوا اور خاموشی سے سامنے کرسی پر بیٹھ کر ہانپنے لگا۔

حکیم وقار اور رولوکا نے اس سے کوئی سوال نہ کیا اور آواز دے کر ایک ملازم کو بلایا اور ٹھنڈا پانی منگوایا۔

بوڑھا آدمی ہانپ رہا تھا۔

"بڑے صاحب اس پانی کو پی لیں آپ کو آرام ملے گا۔"

بوڑھے نے ممنونیت بھری نظروں سے حکیم صاحب کو دیکھا اور پانی پی لیا چند منٹ میں اس کی سانس بحال ہوگئی اور وہ بولا۔ "حکیم صاحب جیسا سنا تھا آپ کو اس سے بڑھ کر پایا ہے آپ کے ٹھنڈے پانی نے میری طبیعت بحال کر دی ہے اب میں اپنا تعارف کراتا ہوں، میرا نام چرن لال ہے میں جھانسی سے آیا ہوں۔

آپ نے دیکھا کہ میں سانس کا مریض ہوں اور زیادہ چل پھر نہیں سکتا اگر بات صرف اتنی ہوتی تو بھی دلی تک کا سفر نہ کرتا میں اپنی بیماری کی وجہ سے نہیں آیا ہوں بلکہ بات دوسری ہے۔"

رولوکا نے کہا۔ "آپ فرمائیں کہ ایسا کیا کام آن پڑا کہ آپ نے بیماری میں سفر کیا۔"

چرن لال بولا۔ "حکیم صاحب مجھ بدنصیب کی کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے بھگوان نے چار بیٹیاں دی ہیں میں نے ان کے جوان ہوتے ہی سب کی باری باری شادی کر دی اور ان کو رخصت کر دیا۔ اس کے بعد میری گھر والی بھی بھگوان کے پاس چلی گئی لڑکیوں کی شادی کے بعد میں نے ایک لڑکا ایک آشرم سے گود لے لیا تھا میں نہیں جانتا کہ وہ لڑکا کس ذات برادری کا ہے، یہ بات آشرم والوں کو بھی پتہ نہ تھی مگر میں نے تو انسان بن کر انسان کے بچے کو گود لیا تھا اور یہ سوچ کر لیا تھا کہ کسی ایک لاوارث بچے کو پال پوس کر معاشرے کا اچھا انسان بناؤں اس کی ذات سے مجھے اور کیا دلچسپی ہو سکتی تھی میں نے بہت بہتر انداز میں اس کی پرورش کی تعلیم دلائی اور اپنا نام دیا اور اس نے بھی مجھے اپنا باپ ہی خیال کیا۔ میرے دکھ تکلیف میں میرے قریب رہا اور ساری رات میری خدمت کرتا رہا، میں اس کی خدمت گزاری سے بہت خوش تھا۔

مگر دوسری طرف میرے داماد جو کہ میری جائیداد اور کاروبار پر نظریں جمائے تھے ان کی نظر میں گوپال یعنی میرا لڑکا کھٹکتا تھا وہ جانتے تھے کہ اس کی موجودگی میں سب کچھ

اس کا ہی ہوگا حالانکہ میں نے لڑکیوں کو اتنا جہیز دیا تھا کہ وہ اور طلب نہ کریں مگر دامادوں کے بہکانے میں ان کے دل میں بھی لالچ آ گیا تھا اور وہ سب گوپال کے دشمن ہو گئے۔

پہلے انہوں نے دبی زبان سے اپنا مدعا بیان کا اس کے بعد لڑکیوں نے وہی بات مجھ تک پہنچائی تو میں نے ان سے کہا۔ "میری پوری جائیداد اور کاروبار کا مالک گوپال ہے وہ میرا بیٹا نہیں ہے مگر میں نے قانونی طریقہ پر اس کو اپنا بیٹا بنا کر پرورش کی ہے اس کو اپنا نام دیا تو وارث بھی وہی ہے، تم کو میں نے بہت دیا ہے اس پر بھی تم لوگ راضی نہیں ہو تو میں لڑکیوں کا جو بنتا ہے دے دوں گا مگر اس پر بھی کوئی راضی نہ ہوا، ان سب کو گوپال کھٹک رہا تھا۔"

گوپال نے وکالت کی ہے، پڑھا لکھا سلجھے دماغ کا لڑکا ہے اور سب سے اعلیٰ بات اس میں یہ تھی کہ اس کو میری جائیداد اور کاروبار کا قطعی لالچ نہیں وہ کہتا ہے باپو آپ نے مجھے اندھیرے سے نکال کر روشنی میں کھڑا کر دیا میرے لئے یہ بہت ہے بھگوان نے مجھے عقل دی آپ نے تعلیم دی میں خود اتنا تو کما سکتا ہوں کہ اپنا گزارہ کرلوں گا آپ ساری بیٹیوں کو جائیداد تقسیم کر دیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"مگر میں یہ ناانصافی نہیں کر سکتا میں نے اس کو اپنا بیٹا کہا ہے پالا ہے تو وہ میرا بیٹا ہے۔"

میرا جواب سن کر دامادوں کے چہرے اتر گئے لڑکیاں باغیانہ باتیں کرنے لگیں انسان کو روپے کا لالچ کتنا گرا دیتا ہے میں نے ان کے ساتھ جو کیا وہ سب ملیا میٹ ہو گیا اور گوپال اور میں ان کے دشمن ہو گئے کچھ دن کے بعد مجھے یہ سانس کی بیماری لگ گئی حالانکہ زندگی میں کبھی یہ بیماری نہ تھی پر اب ہے، گوپال بے چارہ بے قصور پھنس گیا اس کو نہ جانے کیا ہوا کہ وہ الٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگا جیسا کہ پاگل کرتے ہیں۔ میں نے کئی ڈاکٹروں کو دکھایا سب نے پاگل قرار دے دیا مجبوراً اس کو بریلی کے پاگل خانے میں داخل کرنا پڑا، میری حالت دن بدن بگڑتی جا رہی ہے اور لڑکیاں دھاوا بولنے کو تیار کھڑی ہیں، میں تو خیر مر جاؤں گا مگر انہوں نے گوپال کی زندگی بھی خراب کر دی ہے وہ پاگل نہیں ہے یہ مجھے پورا یقین ہے اس پر ضرور کوئی عمل کرایا گیا ہے کیونکہ وہی ان کی نظر میں سب سے بڑا کانٹا ہے میں نے سب جائیداد کاروبار مکان اس کے نام رجسٹر کر دیئے ہیں اگر وہ پاگل ہی رہا تو یہ سب لوگ برباد کر ڈالیں گے اور ان کو کچھ نہیں مل پائے گا۔"

حکیم وقار نے کہا۔ "بڑے صاحب کہانی وہی پرانی ہے دولت اور جائیداد نے آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے ان کو نظر نہیں آ رہا کہ وہ کس کے خلاف کیا کر رہے ہیں۔ رشتے ناطے سب ان کی نظر میں دھندلا گئے ہیں ان کو صرف آپ کی دولت نظر آ رہی ہے مگر اس دولت کو پا کر بھی وہ پرسکون نہیں ہوں گے کیونکہ یہ بے محنت کی دولت اور وہ بھی کسی کا دل دکھا کر لی ہوئی کسی کو سکھ نہیں دیتی۔" رولوکا نے کہا۔

"آیئے میں آپ کا معائنہ کرتا ہوں۔ آپ کی بیماری بھی اصلی نہیں لگتی۔"

رولوکا نے چرن لال کے ماتھے پر ہاتھ رکھ دیا اور ایک منٹ نہیں گزرا تھا چرن لال کو زوردار چھینک آئی۔ اور اس چھینک کے ساتھ ہی ایک رینگنے والا کیڑا زمین پر گر پڑا اور ادھر ادھر جانے کی کوشش کرنے لگا۔ رولوکا نے ایک بوتل منگوائی اس کو اٹھا کر اس میں ڈال دیا۔

اور چرن لال سے بولا۔ "لو چرن لال جی آپ کی بیماری تو اس بوتل میں آ گئی ہے۔

یہ ایک سفلی کا بیر ہے جو کہ لونا چماری کے تحت کام کرتا ہے یہ کام ہی دکھ دینے کے کرتا ہے پر کسی کی جان نہیں لے سکتا۔ گندے کام لونا چمارن کرتی ہے اور وہ خود نہیں کرتی اس کو بھی اس کا آقا حکم دیتا ہے جب کرتی ہے مگر آپ فکر نہ کریں آپ ٹھیک ہیں آپ جھانسی میں خود کو بیمار ہی ظاہر کریں گے یہ ایک ڈرامہ ہوگا جو چند روز آپ کو کرنا ہے میں آپ کے پاس بہت جلد آؤں گا۔"

چرن لال نے شکریہ ادا کیا اور جھانسی چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد حکیم وقار بولے۔

"تم نے کس طرح اندازہ کیا کہ چرن لال کی

پاکستان ورچوئل لائبریری عطیم ڈاٹ کام

بیماری اصلی نہیں ہے۔"

رولوکا بولا۔"اس کے چہرے پر بیماری کے آثار نہیں تھے مگر پھر بھی اس کی سانس رک رہی ہے اور وہ باتیں کرتے ہوئے اٹک رہا تھا میں اس کی باتیں بھی سن رہا تھا اور اس کی اندرونی کیفیت بھی دیکھ رہا تھا میں نے جب پوری طرح یقین کرلیا کہ اندر کچھ گڑبڑ ہے تو ہاتھ ڈالا اور بیر ایک جھٹکے میں باہر آ گیا۔

یہ نہایت معمولی چیز ہے اور گندی ہے مگر چونکہ چرن لال ہندو ہے اس لئے یہ اس کو دکھ دینے میں کامیاب ہوا اس کی جگہ اگر کوئی مسلمان ہوتا پاکی اور طہارت سے رہنے والا تو یہ اس کے قریب نہ جاتا۔"

"اب تم جھانسی جاؤ گے۔" حکیم وقار نے پوچھا۔

"نہیں میں بریلی گوپال کے پاس جاؤں گا اس کے بعد جھانسی جاؤں گا۔"

بریلی کا پاگل خانہ بہت بڑا ہے اس میں دور دور سے پاگل آتے ہیں اور علاج ہوتا ہے۔

گوپال کو تلاش کرنے میں رولوکا کو کوئی پریشانی نہ ہوئی۔

گوپال چوبیس سال کا نوجوان تھا مگر اس وقت اس کی حالت خراب تھی اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں نگاہیں ایک مقام پر نہیں رکتی تھیں زبان میں لکنت اور آنکھیں ویران ویران سی لگتی تھیں۔

رولوکا نے پوچھا۔"تم کون ہو، گوپال نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں وہ چھت کی طرف دیکھنے لگا۔"

رولوکا پھر بولا۔"تم کون ہو اور کیوں یہاں پر آئے ہو؟"

گوپال نے سرخ آنکھوں سے رولوکا کو دیکھا اور بولا۔"تو اپنا کام کر اور مجھے اپنا کام کرنے دے دیکھتا نہیں کہ میرے سامنے کتنا کام ہے۔"

"کام تو ہے، یہ تو بتا تو کون ہے، تو گوپال ہے۔"

"پھر وہی بات ارے مورکھ سمجھتا نہیں میں پورنیا چھوٹی کا سب سے بڑا بالک سومن ہوں میں انسان کے اندر خوش رہتا ہوں میں بڑے مزے میں ہوں تو جا کام کرنے دے۔"

"چھوٹی پورنیا کے بڑے بالک سومن پر اب تیرا وزن سومن نہیں رہے گا اب باہر آ جا بہت آنند کرلیا۔"

وہ رولوکا کی بات کاٹ کر بولا۔"ارے جا ماتا جی کی آ گیا کہ بغیر کیسے باہر آ جاؤں۔"

رولوکا بولا۔"تیری ماتا جی کو پتہ چلے گا تیرے باہر آنے کا۔"

"کاہے نا چلے گا خوب چلے گا پربھومہاراج کو بتائیں گے۔"

"تو نہ صرف عقل کا کمزور ہے بلکہ شریر کا بھی ہے، ارے تو نے تو سب کچھ بتا دیا۔" رولوکا بولا۔

"تو کیا ہوا میرے اوپر کتنے ہیں تو نہیں جانتا۔ چل ہٹ کام کرنے دے۔"

رولوکا بولا۔"جو کرنا تھا تو نے کرلیا اور باہر آ جا نہیں آئے گا تو اندر ہی دم گھٹی موت ماردوں گا۔ اور اس کا پتہ تیری چھوٹی ماتاری اور پربھومہاراج کو نہیں ہوگا۔"

"ارے جا ابھی تو اتنا نہیں کہ پربھومہاراج کے بیر کو کچھ کہہ سکے۔"

رولوکا نے جواب دیا۔"تیری بات ٹھیک لگی ہے میں جاتا ہوں اور رولوکا بیر کے باہر آ گیا اور ڈاکٹر شکلہ کے کمرے میں چلا گیا ڈاکٹر شکلہ نے پوچھا۔

"کیا ہوا حکیم صاحب آپ نے مریض کو دیکھ لیا۔"

رولوکا نے جواب دیا۔"دیکھ اور سمجھ بھی لیا، ڈاکٹر صاحب یہ مریض پاگل نہیں ہے مگر اس کے دماغ کو ایک سفلی کے بیر نے کنٹرول کیا ہوا ہے مریض خود کچھ نہیں کرتا بلکہ وہ بیر کرتا ہے، یہ ایک جائیداد کا معاملہ ہے کچھ لوگ اس کی جائیداد پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں ان میں سے کسی نے اس پر سفلی عمل کرایا ہے تاکہ یہ پاگل رہے اور وہ جائیداد کو حاصل کرلیں۔"

ڈاکٹر شکلہ نے کہا۔"میرے لئے تو اس کو ٹھیک کرنا ناممکن ہی ہے۔"

"یہ مریض آپ کا ہے بھی نہیں! میں چند چیزیں بتاتا ہوں وہ آپ کسی ملازم سے منگوالیں میں کل اس کا علاج آپ کے سامنے کروں گا۔"

کوئلہ کے ساتھ رولوکا نے چند چیزیں ڈاکٹر کو بتائیں اور کہا کسی بھی حکمت کی دکان پر یہ مل جائیں گی۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔"آپ کس وقت آئیں گے۔"

"میں بارہ اور گیارہ کے درمیان آجاؤں گا غیر ضروری کسی آدمی کو نہ آنے دیں تو اچھا ہے۔"

دوسرے روز رولوکا وقت مقررہ پر ڈاکٹر کے کمرے میں تھا، اس کی منگوائی چیزیں موجود تھیں۔ رولوکا نے چیک کیا اور ڈاکٹر سے کہا۔"علاج تو ان کے بغیر بھی ہوسکتا تھا مگر آپ کو کچھ نظر نہ آتا میں نے یہ تماشہ صرف آپ کے تجربے میں اضافہ کرنے کو کیا ہے اب آپ مریض کو یہاں بلوالیں۔" کچھ ہی دیر میں گوپال زوردار قہقہے لگاتا ایک ملازم کے ساتھ کمرے میں آگیا اس کو ایک کرسی پر بٹھادیا۔

رولوکا اس کے سامنے گیا اور بولا۔"لے آج تیری پیشی پھر ہوگئی۔"

گوپال بولا۔"تو کیا ہوا میں نے ماتہاری کو سب بتادیا ہے وہ بولی ڈٹارہ پربھومہاراج تیرے ساتھ ہیں اپنی جگہ پکڑے رکھنا۔"

رولوکا بولا۔"اچھی طرح جگہ پکڑ کے رکھنا۔" رولوکا کے اشارے پر دہکتے ہوئے کوئلے ایک لوہے کے برتن میں کمرے میں آگئے۔ اس میں رولوکا نے ایک پڑیا کھول کر انگاروں پر ڈال دی کثیف دھواں اس کے جلنے پر اٹھنے لگا اور رولوکا نے گوپال کی گردن کوئلوں کے اوپر کردی اور دھواں ناک اور منہ سے اندر جانے لگا گوپال نے بہت کوشش کی کہ اس دھوئیں سے خود کو بچائے۔ مگر رولوکا کی گرفت بہت سخت تھی وہ کھانسنے لگا اور کمزور پڑ گیا۔

دھواں کم ہوا تو رولوکا بولا۔"کچھ مزہ آیا۔"

گوپال چند منٹ خاموش رہا اور پھر بولا۔"اس سے کیا ہوگا پاگل۔"

دوسری پڑیا رولوکا نے آگ پر ڈال دی اس کے آگ پر ڈالتے ہی ایک عجیب قسم کی چراند پورے کمرے میں پھیل گئی اور گوپال سخت بے چینی سے اچھلنے کودنے لگا۔ اور کمرے میں جو لوگ تھے ان کو بھی یہ چراند سخت ناگوار لگ رہی تھی۔ چند منٹ کے بعد چراند کم ہوئی تو رولوکا بولا۔"اب بول اور تیری خاطر کروں۔"

گوپال بولا۔"نہیں اب کچھ نہ کرنا۔"

"تو پھر باہر آجا، اور اس کمرے سے باہر جانے کی کوشش نہ کرنا ورنہ تجھے بھیرو اور پربھومہاراج بھی نہ بچا سکیں گے۔"

"ارے واہ۔ گوپال تڑخ کر بولا۔"میں باہر کیوں آؤں گا۔"

"آنا تو پڑے گا۔" رولوکا نے کہا اور آخری پڑیا کوئلوں پر رکھ دی اس کے رکھتے ہی نہایت تیز قسم کی خوشبو کمرے میں بھر گئی اور گوپال زور سے چیخا۔"بند کردے اس کو میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

رولوکا بولا۔"باہر آتا ہے یا پھر......"

گوپال بولا۔"ہاں آتا ہوں۔" پر یہ بند کردے۔"

"تو باہر آجا۔" پھر کمرے کے لوگوں نے دیکھا کہ گوپال کے منہ کان اور ناک سے سفید رنگ کا دھواں نکلنا شروع ہوا اور کمرے میں گردش کرنے لگا اور پھر سب دھواں ایک جگہ اور چند منٹ میں ہی دھواں ایک ہولے کی شکل اختیار کرلیا مگر رہا فضا میں معلق۔

اور رولوکا نے کوئلوں پر پانی ڈال دیا گوپال اس دھوئیں کے خارج ہوتے ہی بے ہوش ہوگیا پھر اس نے ایک بڑی سی بوتل منگوا کر حکم دیا کہ اب تو اس میں اتر جا کیونکہ تیرے باہر جانے کے راستے بند ہیں اور تیری کوئی امداد آنے والی بھی نہیں ہے۔"

ہیولہ کے اندر سے آواز آئی۔"میرا کیا کرے گا۔"

"تیری ماتہاری اور پربھومہاراج کو تحفہ دوں گا تیرا۔"

"تو پھر تیری خیر نہ ہوگی ہیولہ بولا۔"

"تو اندر آجا زیادہ نہ بول کہ تیری شامت جلد آجائے۔"

بوتل میں پورا دھواں بھر گیا اور رولوکا نے اس پر ڈھکن کس کر بند کر دیا۔ اور ڈاکٹر سے بولا۔ ”آپ نے دیکھا طریقہ علاج اب گوپال کا ذہن آزاد ہے۔“

یہ سو رہا ہے نیند پوری ہوگی تو خود اٹھ جائے گا آپ اس کو کچھ نہیں بتائیں گے اور ایک ہفتہ اپنے پاس رکھیں گے مگر اس بارک میں نہیں کسی بہتر جگہ پر، ابھی میرا کچھ اور کام اس سلسلے میں ہے۔“

رولوکا جھانسی روانہ ہوا۔ چرن لال کے گھر پر اس کے چاروں داماد اور لڑکیاں قابض تھیں اور چرن لال بے بس اور مجبور بنا ہوا ایک کمرے میں موجود تھا۔

وہ رولوکا کو دیکھ کر خوش ہوا۔ اور بولا۔ ”آپ نے دیر لگا دی۔“

رولوکا نے کہا۔ ”میں گوپال کے پاس تھا پاگل خانے میں آپ خوش ہو جاؤ کہ گوپال اب ٹھیک ہے آپ کا کیا حال ہے؟“

چرن لال بولا۔ ”میں ٹھیک ہوں پر بیماری کا ڈرامہ آپ کے حکم کے مطابق کر رہا ہوں۔ ان چاروں کے علاوہ بھی ایک نام میرے سامنے آیا ہے اس کا نام پربھو مہاراج ہے۔“

”وہ کون ہے آپ اس کو جانتے ہو؟“ رولوکا نے پوچھا۔

”میں ایک پربھو مہاراج نام کے آدمی کو جانتا ہوں اب وہ پرانے قلعہ کے مندر میں رہتا ہے اور نہایت بدنام آدمی ہے، جادو ٹونہ ہی اس کا پیشہ ہے۔“

رولوکا بولا۔ ”وہی ہوگا اس نے ہی آپ کو بیمار ڈالا تھا اور اس نے ہی گوپال کو پاگل بنایا تھا میں اس کی خبر لیتا ہوں، یہاں کے حالات خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے۔“

رولوکا ایک ضرورت مند کے بھیس میں پربھو مہاراج سے ملا اس سے پہلے اس نے پربھو کے عمل اور ودیا کے بارے میں جانچ پڑتال کر لی تھی۔

پربھو مہاراج نہایت پیسے کا لوبھی شخص تھا اس سے پیسہ دے کر کچھ بھی کرایا جا سکتا تھا۔

”کاہے آیا۔“ اس نے پوچھا۔

رولوکا بولا۔ ”میرے کچھ دشمن ہیں ان کا بندوبست کرانا ہے۔“

”کتنے ہیں۔“ پربھو بولا۔

”چار ہیں۔“ رولوکا بولا۔

”کہاں رہتے ہیں ان کے نام اور پتے لکھوا دے اور فی دشمن ایک ہزار ڈھیلے کر دے اور یہ بھی بتا دے کہ کرنا کیا ہے؟“

رولوکا بولا۔ ”ان کو بیمار کرنا ہے مارنا نہیں ہے۔“

پربھو بولا۔ ”یہ کون سا مشکل ہے، تو رقم ڈھیلی کر اور جا۔“ رولوکا نے اس کو روپے دیئے اور کہا ”کام کب ہوگا یہ بھی بتا دے۔“

پربھولا بولا۔ ”کل سے کام شروع کر دوں گا۔“

دوسرے دن چرن لال کے بڑے داماد کے پیٹ میں درد شروع ہو گیا اور درد اتنا بڑھا کہ وہ اسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ دوسرے دن سب سے چھوٹے کے سر میں تکلیف ہوگئی۔

اس طرح چاروں بیمار پڑ گئے، رولوکا دیکھ رہا تھا اس نے ان ہی کے تیر سے ان کو نشانہ بنایا تھا۔

پربھو صرف چرن لال کے بڑے داماد کو جانتا تھا اور کسی کو نہیں جانتا تھا کیونکہ وہی اس کے پاس گیا تھا مگر ایک ہزار روپوں کیلئے پربھو پھر گیا اور اس پر بھی وار کر دیا۔

اب گھر کی حالت یہ تھی کہ چرن لال تندرست تھا اور چاروں داماد سخت اذیت میں تھے ان کی بیویاں پریشانی میں دوڑی پھر رہی تھیں اور چرن لال خاموش تماشائی تھا۔

پندرہ دن کے بعد رولوکا پربھو کے پاس گیا اور بولا۔ ”بس بہت تماشے ہوگئے تو اپنے بیر واپس بلا لے۔“

پربھو اکڑ کر بولا۔ ”ایسا کبھی ہوا ہے کہ اب ہوگا۔“

رولوکا بولا۔ ”جتنی سزا مجھے دینی تھی وہ ہوگئی۔ واپس تو بلانا ہوگا۔“

”اس کی فیس دگنی ہوتی ہے، بیر کو بلانا بھیجنے سے

زیادہ جوکھم کا کام ہے۔"

رولوکا بولا۔"اور تیرے پاس اس وقت کوئی بھینٹ بھی نہیں ہے تو ان کو کیا دیگا کہ تو آدمی سمجھ دار ہے تو کہتا ہے ایک ایک کر کے بلالوں گا پر اس کی فیس تو ہوگی۔ تو آدمی سمجھ دار نہیں ہے صرف لالچی ہے ذرا اپنے سامنے دیکھ کون کھڑا ہے۔"

یہ کہنا تھا کہ اس کے سامنے ایک دیوہیکل الو آنکھیں چمکا رہا تھا۔

پربھو اس کو دیکھ کر اچھل پڑا اور بڑی مشکل سے بولا۔"یہ کون ہے؟"

"یہ وہ الو ہے جس کو جگانے کی آرزوں تجھ سے پہلے ہزاروں لوگ کر چکے ہیں۔ تو دیکھ کہ یہ جاگ رہا ہے۔ یہ کبھی نہیں سوتا اور بڑے بڑے بیر اس کو دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں اب بول فیس ڈبل لے گا۔"

"میری مجال ہے کہ کچھ لوں میں ایسے ہی بلوا لوں گا پر اس کو یہاں سے دور کر دے۔"

"سب کو ابھی بلوانا ہوگا۔" رولوکا نے کہا۔

"ابھی میں کیا بھینٹ ان کی نظر کروں گا وہ مجھ پر حملہ کر دیں گے۔" پربھو بولا۔

"یہ تیرے سوچنے کی بات ہے تو اپنی فکر کر اور میرا کہا کر لیں۔" رولوکا بولا۔

پربھو نے کچھ پڑھنا شروع کیا اور چند منٹ کے بعد ایک ننگا کالا جس کے سر پر دو سینگ اور ایک چوٹی نظر آئی۔ پربھو کے سامنے آن کھڑا ہوا اور اس کی نہایت ڈراونی آواز آئی۔"میرا کام ختم میری بھینٹ دے۔"

پربھو کے پاس کچھ نہ تھا وہ تھر تھر کانپ رہا تھا وہ کالے نے تین دفعہ اپنا مطالبہ دہرایا اور پھر پربھو پر حملہ کر کے اس کا ایک بازو بڑی آسانی سے لیکر چلا گیا۔

پربھو درد سے بلبلا اٹھا تھا اور رولوکا کے قدموں میں پڑا تھا۔

رولوکا نے کہا۔"اور بلا ابھی تین اور ہیں۔" پربھو کی آنکھوں میں رحم کی درخواست تھی رولوکا نے کہا۔"تو نے کسی پر رحم کیا ہے، تو بے قصور انسانوں کو اذیت میں صرف روپے کے لئے مبتلا کیا ہے اب تیرا وقت ہے بلا دوسرے کو۔" اور اس کے بعد اس کا دوسرا بازو بھی جسم پر نہ رہا۔

پربھو کی حالت بہت خراب تھی وہ زمین پر پڑا تھا اور تڑپ رہا تھا، رولوکا بولا۔"بس دو کو میں خود دیکھ لوں گا۔"

"تیرا سفلی کا علم اور ساری شکتی تجھ سے منہ موڑ گئی ہے تیرے پاس کچھ نہیں ہے۔ تو اسی حالت میں زندہ رہے گا اور تڑپتا رہے گا۔"

انسانی خواہشات لامحدود ہیں، وہ ہر وقت یہی سوچتا ہے کہ مجھے یہ بھی مل جائے، وہ بھی مل جائے، اسے کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ یہ زندگی صرف ایک لمحے کی ہے، اگر یوں کہا جائے کہ یہ دنیا ہی صرف ایک لمحے کی ہے، پھر ہر طرف ہاتھ مارنا کیسا؟ شہرت کی خاطر، دولت کی خاطر، زمین کی خاطر، اقتدار کی خاطر، زندگی میں انسان کو سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ وہ فریب پر فریب کھاتا جاتا ہے، ہر طرف ہاتھ مارنا چاہتا ہے، اس کو دولت بھی چاہئے، اقتدار بھی چاہئے اور گھر میں حسین بیوی اور بچے بھی چاہئیں، وہ نہیں سمجھتا کہ اس کی نظر محدود ہے، اس کو صرف ایک حد تک ہی دیکھنے کی اجازت ہے، دماغ کی سوچیں محدود ہیں۔ سماعت محدود ہے، اسی طرح ہر مقام پر پابندی موجود ہے، ان پابندیوں کو ہم توڑ نہیں سکتے کچھ لوگ ان پابندیوں کا پاس تو نہیں کرتے، مگر پھر ہوتا یہ ہے کہ پابندیاں تو اپنے مقام پر ویسی ہی رہتی ہیں البتہ ان کے خلاف جانے والا خود نہیں ہوتا۔ نظام قدرت میں کوئی خلل نہیں ڈال سکا۔ لاکھوں سال سے چاند، سورج، اور ستارے اپنا اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں، ہر موسم اپنے وقت پر آ رہا ہے، زمین پر اکڑ کر چلنے والے خدائی کا دعویٰ کرنے والے سب کہاں ہیں؟

رولوکا کی حقیقت پر مبنی باتیں سن کر حکیم وقار بولے۔"بھئی تمہارا تجربہ، تمہاری روحانی قوت اور ہر قسم کی نیک و بد روحوں سے واسطہ اس کے علاوہ آئے دن پہنچے ہوئے لوگوں سے میل ملاقات سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں اس کے مقابلے میں میری معلومات نہ ہونے کے

برابر ہے اور پھر میں تو صرف مطب کا ہو کر رہ گیا ہوں جس میں چند جڑی بوٹیوں کی جانکاری سے بڑھ کر بلکہ یہ سمجھ لو کہ میری معلومات اور میرا ذہن کوزے میں بند ہے۔ میں اکثر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری روحانی قوت و طاقت اور بڑھائے تاکہ تم ضرورت مندوں اور پریشان حال لوگوں کو ماورائی مصیبت وخبیث بدروحوں سے نجات دلاؤ۔“

اتنے میں ایک ملازم اندر آیا اور اس نے اطلاع دی کہ ایک صاحب آئے ہیں جو کہ آپ لوگوں سے ملنا چاہتے ہیں۔“ یہ سن کر حکیم وقار بولے۔”انہیں اندر بھیج دو۔ یہ سن کر ملازم باہر چلا گیا، چند لمحے بعد ایک ادھیڑ عمر شخص اندر داخل ہوا، شکل سے حیران و پریشان لگتا تھا حالانکہ اس کا ڈیل ڈول اور شخصیت متاثر کن تھی اجازت سے وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

علیک سلیک کے بعد حکیم وقار نے کہا”جی جناب! آپ نے یہاں آنے کی زحمت کیسے کی اور ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔“

وہ شخص گویا ہوا۔”حکیم صاحب میرا نام جمال خان ہے، مجھے کوئی جسمانی بیماری نہیں ہے اور میں بہت پریشان حال ہوں، میرا دن کا چین اور رات کا سکون ختم ہو کر رہ گیا ہے۔“

اس شخص کی باتیں سن کر رولوکا بولا۔”جمال صاحب آپ پریشان نہ ہوں، سب بہتر ہو جائے گا۔“

حکیم وقار نے لقمہ دیا۔”جمال صاحب میں دراصل جسمانی بیماریوں کا علاج کرتا ہوں، اور یہ میرے بھائی حکیم کامل ہیں جو کہ روحانی علاج کرتے ہیں۔“

پھر رولوکا بولا۔”جمال صاحب جب تک آپ پوری تفصیل نہیں بتائیں گے تو میں تہہ تک نہیں پہنچ سکتا، آپ کسی بھی بات کو پوشیدہ نہ رکھئے گا چاہے اس میں آپ کی اپنی کوتاہی یا کمزوری یا غلطی کیوں نہ ہو، کیوں کہ اس قسم کے حالات بڑے حساس ہوتے ہیں لہٰذا مفصل تفصیل کے بغیر آگے بڑھنا مشکل اور دشوار ہوتا ہے۔ بہرحال میری کوشش ہوگی کہ آپ کی جان مصیبت و پریشانی سے چھوٹ جا۔ گھبرائیں نہیں بہت جلد خوشیاں آپ کے قدم چومیں گی۔“

رولوکا کی باتیں سن کر جمال خان نے ایک گہ سانس کھینچا اور خاموش رہا۔ لگتا تھا کہ وہ حالات کی کڑیاں اور وقت کے تانے بانے کو یکجا کر رہا ہے، کہاں سے شروعات کرے۔ رولوکا اور حکیم وقار اسے یک ٹک دیکھے جا رہے تھے، جمال خان کی آنکھیں بند تھیں، چند منٹ بعد اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور پھر حکیم وقار اور رولوکا کو بغور دیکھا، پھر ایک لمبا سانس لیا اور بولا۔

”اندھیری راتیں شروع ہوتے ہی اور خاص طور اماوس کی رات کو ایک بدروح مجھے ہلکان کرتی ہے اور رات میرے لئے قیامت خیز ہو جاتی ہے۔

حکیم صاحب۔

میری سوچ اور سمجھ بہت معمولی ہے کیونکہ میں خو بہت معمولی کسان گھرانے کا فرد ہوں، میرا نام جمال خان، ولد کمال خان ہے۔ ہم لوگ آفریدی پٹھان ہیں میرے دادا انگریزوں کی فوج میں تھے انہوں نے پہلی جنگ عظیم میں شرکت کی تھی جنگ ختم ہونے کے بعد واپس وہ اپنے وطن نہیں جا سکے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ بریلی کے قریب ایک گاؤں میں ان کو سرکار نے سوا ایکڑ زمین دے دی تھی اور وہ گاؤں کلاوتی میں بس گئے تھے۔ دوسری جنگ عظیم میں میرے والد نے شرکت کی مگر ان کو کوئی انعام نہیں تھا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد وہ پھر کسان بن گئے۔

میری تعلیم شہر بریلی میں ہوئی، میٹرک کے بعد میں علی گڑھ چلا گیا اور بی اے کر کے اپنے گاؤں کلاوتی واپس آ گیا۔ بی اے کے بعد مجھے ہل چلانا کچھ اچھا نہیں لگا اور میں سرکاری ملازمت کی تلاش میں لگ گیا۔ میرے والد بھی نہیں چاہتے تھے کہ میں پڑھ کر کسان ہی رہوں اس لئے انہوں نے مجھے اجازت دے دی، اس زمانے میں یعنی جنگ عظیم ختم ہونے کے بعد حالات بہت خراب تھے۔ آمدنی نہیں تھی اور مہنگائی بڑھتی جا رہی تھی۔ کھانے پینے کی چیزوں کی شدید قلت تھی مٹی کا تیل، راشن کارڈ سے

ملتا تھا، سوتی کپڑا ناپید تھا، لٹھا جو کہ مسلمانوں کو کفن کے لئے ضروری تھا، بڑی مشکل سے ملتا تھا۔ ہر شخص پریشان تھا صرف سرکاری ملازم ہی ایسا تھا جس کو وقت پر تنخواہ مل رہی تھی مگر یہ اس قدر قلیل تھا کہ گزارہ نہیں ہوتا تھا اس دور میں، میں سرکاری ملازمت تلاش کر رہا تھا۔

بڑی بھاگ دوڑ اور کوشش سے فاریسٹ گارڈ کی نوکری ملی۔

جنگلات کے محکمے کا بڑا افسر ایک انگریز تھا۔ میں نے اس کو اپنی بی اے کی ڈگری دکھائی اور اس سے انگریزی میں بات کی تو وہ کچھ متاثر ہوا اور مجھے فاریسٹ آفیسر کا اسسٹنٹ بنا دیا۔

فاریسٹ آفیسر ایک ہندو تھا اور عنقریب ریٹائر ہونے والا تھا۔ بوڑھا ہو گیا تھا۔ وہ جنگلات میں چکر نہیں لگا سکتا تھا اس طرح میں عملی طور پر فاریسٹ آفیسر تھا۔ وہ صرف میرے کہنے پر دستخط کر دیا کرتا تھا۔ اس کی رہائش بریلی میں تھی، اور ڈیوٹی ترکھان منڈی میں ترکھان منڈی سے جنگلات شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ جگہ بریلی سے بہت دور ہے فاریسٹ آفیسر کو ترکھان منڈی میں رہنا ضروری تھا مگر وہ نہیں رہتا تھا بلکہ سرکاری بنگلے میں رہتا تھا۔ سب لوگ مجھے ہی فاریسٹ آفیسر خیال کرتے تھے۔

ایک دن اچانک بڑا آفیسر آ گیا یہ انگریز تھا۔ اس نے فاریسٹ آفیسر کے بارے میں پتہ کیا تو لوگوں نے بتایا "سارا کام میں کرتا ہوں فاریسٹ آفیسر بریلی میں رہتا ہے، وہ بہت ناراض ہوا اور اس ہندو فاریسٹ آفیسر کو وقت سے پہلے ہی ریٹائر کر دیا گیا اور مجھے اس کی جگہ دے دی گئی۔"

ترکھان منڈی زیادہ بڑی جگہ نہیں ہے مگر اس کی اہمیت یوں زیادہ ہے کہ جنگل کے اندر کے گاؤں اور اطراف کے چھوٹے موٹے گاؤں سے لوگ یہاں پر مال خریدنے اور اپنا مال فروخت کرنے آتے ہیں۔ یہاں کے لوگ محنت کش ہیں اور بہادر بھی ہیں۔ زمین ذرخیز ہے مگر ہر وقت جان کا خطرہ رہتا ہے یہ آخری گاؤں ہے اس کے بعد گھنے جنگلات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ شام ہوتے ہی لوگ گھروں میں آ جاتے ہیں اور اپنی اور اپنے جانوروں کی حفاظت کرتے ہیں، جہاں جانور رکھے جاتے ہیں وہاں پر اونچی دیواریں بنا دی گئی ہیں اور دروازے بھی بہت مضبوط لگائے ہیں۔ اس کے باوجود آئے دن ایسا ہوتا ہے کہ ان دیواروں کو پھلانگ کر کوئی درندہ اندر آ جاتا ہے اور اپنی پسند کا جانور لے جاتا ہے۔

اس گاؤں میں بڑا آرام یہ ہے کہ یہاں پر دودھ مکھن، انڈے، گوشت خریدنا نہیں پڑتا۔ جنگل میں جنگلی مرغیاں بہت ہیں ان کے انڈے مل جاتے ہیں۔ جال لگا کر ان کو پکڑ لیتے ہیں، گوشت مل جاتا ہے، یہاں پر دودھ فروخت نہیں ہوتا۔ میں جس سرکاری مکان میں رہتا تھا وہ چار کمروں پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ اس کے چاروں طرف اونچی چار دیواری بھی تھی، جگہ اتنی بڑی تھی کہ اس میں سبزیاں کاشت ہو جاتی تھیں گاؤں کے لوگ خود ہی دیکھ بھال کر لیا کرتے تھے خود بھی کھاتے تھے اور مجھے بھی فائدہ ہوتا تھا۔ یہ کوارٹر بڑا مضبوط بنا ہوا تھا اور اس گاؤں کا یہ سب سے اچھا مکان تھا۔

یہاں کے لوگ نہایت سادہ طبیعت اور بھولے بھالے تھے۔ سرکاری آدمی کا بہت احترام کرتے تھے۔ میں پہلا آدمی تھا جو فاریسٹ آفیسر بن کر آیا تھا اور مسلمان تھا۔ زیادہ آبادی ہندوؤں کی تھی مگر مسلمان بھی بہت تھے میں نے کھانا پکانے اور گھر کے کام کرنے کو ایک مسلمان لڑکے کو رکھا ہوا تھا وہ لڑکا بہترین گھوڑ سوار تھا۔ مجھے سرکاری طور پر ایک گھوڑا بھی ملا ہوا تھا، وہ لڑکا اس گھوڑے کی بھی دیکھ بھال کرتا تھا۔

مجھے روزانہ ایک چکر جنگل کا لگانا پڑتا تھا کیونکہ لکڑی چور بہت تھے۔ درخت چوری کرنا عام تھا۔ ٹھیکیدار ان درختوں کو بھی کاٹ لیا کرتے تھے جن کو کاٹنا منع ہوتا تھا۔ یہ کام وہ سرکاری فاریسٹ گارڈ سے مل کر کرتے ہیں۔ میں کچھ روز تو حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کے بعد اپنے سارے آدمیوں کو تاکید کر دی کہ وہ ٹھیکیداروں سے دور

رہیں۔ ان ٹھیکیداروں نے جنگل کے اندر ٹھکانے بنائے ہوئے تھے اور وہاں پر قیام کرتے تھے رات بھی گزارتے تھے، وہ جب بھی رات وہاں جنگل میں گزارتے، مجھے دعوت ضرور دیتے تھے رات بھر وہ دادعیش دیا کرتے، ناچ گانا ہوتا، شرابیں پی جاتیں، مجھے یہ سب پتہ تھا مگر میں ان محفلوں میں شریک نہیں ہوتا تھا۔

ایک دن میں جنگل جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ ٹھیکیدار چمن لال آ گیا اور بولا۔ ”کہاں کی تیاری ہے سرکار؟“

میں نے جواب دیا۔ ”کہاں جاؤں گا تم نہیں جانتے کیا!“

”ہاں صاحب! جنگل ہی جائیں گے، مجھے پتہ ہے۔“

”تو پھر تمہارا پوچھنا بیکار ہے۔“

”بس سرکاری عادت سی پڑ گئی ہے، آج شام آپ کو کچھ کام تو نہیں ہے؟“

”نہیں مجھے کیا کام ہوگا؟“ میں نے کہا۔

”تو پھر رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیں، میں گاڑی بھیج دوں گا، کھانے کے بعد کچھ ناچ گانے کا پروگرام ہے بڑا زوردار پروگرام ہے، بریلی سے بھی کچھ دوست آئے ہوئے ہیں۔“ چمن لال نے کہا۔

”نہیں بھئی مجھے تو معاف کرو، میں ایسی محفلوں سے دور رہتا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”چلو ٹھیک ہے کم ازکم کھانا تو ہمارے ساتھ کھالینا۔ ہرن کے کباب خاص طور سے بنوائے جائیں گے۔“ چمن لال نے کہا۔

”اور یہ ہرن تم غیر قانونی طریقہ سے مارو گے۔“ میں نے کہا۔

”ایک دو ہرن سے کیا فرق پڑتا ہے، ہزاروں کی تعداد میں جنگل میں پھرتے ہیں۔“ چمن لال بے شرمی سے بولا۔

”بات ہے صرف قانون کی، ہرنوں کی تعداد کی نہیں ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

چمن لال نے پلٹا کھایا۔ ”آپ کے پاس اجازت کی خاطر تو حاضر ہوا ہوں۔“

”میں اگر منع کردوں گا تو بھی تم شکار کرو گے یہ بات مجھے پتہ ہے۔ اس لئے نا میں اجازت دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں۔ مگر میری ایک بات یاد رکھنا میں غیر قانونی کسی بھی کام کو پسند نہیں کرتا، رہی تمہاری دعوت تو میں کسی دعوت میں جانا پسند نہیں کرتا۔ اب تم جا سکتے ہو۔“

وہ گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل کو روانہ ہو گیا۔

یہ اسی رات کا واقعہ ہے گاؤں میں شور مچا ہوا تھا۔ سوامی داس کے تین سالہ لڑکے کو کوئی درندہ اٹھا کر لے گیا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس کے گھر کی چار دیواری اونچی تھی اور اس کے اندر بکریاں بندھی ہوئی تھیں وہ درندہ کسی بکری کی طرف نہیں گیا اور نہایت ہوشیاری سے اندر آنگن میں کود گیا اور اس کی بیوی کے پہلو میں سوتے بچے کو خاموشی سے اٹھا کر لے گیا دیوار پر کچھ خون کے نشانات تھے اور وہ نشانات جنگل کی طرف اشارہ کر رہے تھے میں فوراً موقعہ واردات پر پہنچا اور ان خون کے نشانات کی راہ نمائی میں دو چار آدمیوں کے ساتھ جنگل کی طرف چلا۔ زیادہ دور نہیں جانا پڑا، جھاڑیوں کے اندر بچے کی لاش پڑی ہوئی تھی بچے کے اندرونی اعضا کھائے گئے اور جسم پر کھرونچے پڑے ہوئے تھے یہ کام کسی بھیڑیئے کا معلوم ہوتا تھا۔ بچے کا باپ سوامی داس بھی ہمارے ساتھ تھا وہ لاش دیکھ کر چیخ مار کر رونے لگا۔ اس کا ایک ہی بچہ تھا، گاؤں کے لوگوں نے اس کو پکڑا اور بچے کی لاش پر کسی نے کپڑا ڈال دیا۔ اور لاش لے کر گاؤں آ گئے۔ میں نے اپنے ایک آدمی کو چندن پور پولیس چوکی پر خبر کرنے کے لئے دوڑایا، دوپہر کو پولیس آ گئی اور قانونی کارروائی کر کے چلی گئی۔ سب کے لئے ایک بات حیرت کی تھی، بھیڑیا دیوار پھلانگ کر اندر آ گیا اس کے سامنے اس کی من پسند غذا بکریاں موجود تھیں مگر اس نے پھر آنگن میں چھلانگ لگا دی اور بچہ اٹھا کر چار دیواری پھلانگ کر بچے

کو لے گیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ بھیڑیا بڑا اونچی چھلانگ لگاتا ہے مگر چاردیواری بھی اسی حساب سے بنائی گئی تھی کہ بھیڑیا نہ آسکے۔

لوگوں کا خیال تھا یہ ضرور ایسا درندہ تھا جس کے منہ کو انسانی خون لگ چکا ہے اس کا مطلب تھا بات یہاں پر ختم نہیں ہوئی۔ میں نے اپنی رپورٹ حکام کو بھیج دی۔

آدم خور بھیڑیے کی دوسری واردات کا میں انتظار کرتا رہا مگر ایک مہینہ گزر گیا دوسری واردات نہیں ہوئی گاؤں والوں کا خوف وہراس کم ہوگیا۔

ترکھان منڈی کے جنگل کے سرے پر گاؤں ہے اس کنارے کے دائیں طرف جنگل کے کنارے کنارے تین چار کوس چلیں تو لکھن پور گاؤں آجاتا ہے یہ بھی جنگل کے عین کنارے ہے اور یہاں کے حالات بھی بالکل وہی ہیں جو ترکھان منڈی کے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں کی آبادی ترکھان منڈی سے کم ہے اور یہ ایک کنارے پر ہے۔

ٹھیک ایک مہینہ اور آٹھ دن کے بعد وہی واردات لکھن پور گاؤں میں ہوئی مجھے جنگل میں ایک آدمی تلاش کرتا ملا اور اس نے بتایا تو میں فوراً لکھن پور روانہ ہوگیا۔ راستہ ایسا تھا کہ دو گھنٹہ کے بعد میں موقعہ واردات پر پہنچا لاش مل گئی تھی۔ یہ ایک بچی کی لاش تھی عمر یہی تین چار سال تھی اور اس کے بھی اندرونی اعضاء کھالئے گئے تھے۔ اس کے باپ کا نام ترپاٹھی تھا، وہ ایک کسان تھا دو لڑکے اس کے بڑے تھے یہ اکیلی لڑکی تھی اپنی ماں کے پاس سوئی ہوئی تھی اور اندر کمرے میں تھی، کمرے میں دروازہ نہیں تھا۔

مگر اس کی چاردیواری خاصی اونچی تھی ،درندہ چاردیواری کے اندر کود کر آیا اور اس نے پہلے کی طرح کسی جانور کو نہیں چھیڑا، سیدھا اندر گیا اور خاموشی سے اس بچی کو اٹھالیا، حیرت ہے اس کے کودنے اور اندر آنے تک کسی کی آنکھ نہیں کھلی بچی کے رونے پر ترپاٹھی کی آنکھ کھل گئی تھی مگر اس وقت درندہ دیوار کے پاس تھا اور پھر چھلانگ لگا کر باہر چلا گیا۔

ترپاٹھی نیند میں تھا مگر وہ بھیڑیئے اور اس کے منہ میں دبی بچی کو دیکھ چکا تھا۔ اس نے شور مچادیا۔ اس کے لڑکے اور بیوی بھی اٹھ گئے وہ فوراً دروازہ کھول کر باہر نکلا مگر دور دور تک بھیانک اندھیرا تھا اور بھیڑیئے کا نام ونشان نہیں تھا دو تین پڑوسی بھی آ گئے اور سب مل کر جنگل کی طرف چلے دو تین لال ٹین بھی ساتھ میں جلالیں تھیں مگر اندھیرا اس قدر زیادہ تھا کہ کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ جہاں تک تلاش کر سکتے تھے کیا اور پھر واپس آگئے اور صبح کا انتظار کرنے لگے۔

صبح ہونے پر پھر یہ لوگ جنگل گئے اور کچھ ہی دور لڑکی کی لاش ان کو مل گئی۔

بالکل اسی انداز میں اس لڑکی کو بھی مارا گیا تھا۔ اس کا مطلب تھا اس درندہ کا ٹھکانہ اور واردات کرنے ایریا یہی تھا۔ اس کے بعد چندن پور کا جنگل علاقہ لگتا ہے درندہ بڑا ہوشیار ہے اس نے ایک واردات ترکھان منڈی میں کی ،دوسری لکھن پور میں کی، ایک مہینہ اور دس دن کے بعد اس کا مطلب ہوا کہ اب یہ چندن پور کی طرف جائے گا مگر پھر میں نے جانے اس خیال کو رد کردیا۔ درندہ ہے جدھر منہ اٹھے گا اور اس کو انسانی خون کی طلب ہوگی وہ وہیں پر واردات کر گزرے گا، درندہ ہے اس میں اتنی عقل کہاں ہے۔

میں اکثر اکیلے ہی راؤنڈر پر جنگل میں نکل جایا کرتا تھا کئی دفعہ راستہ بھی بھولا کیونکہ یہ جنگل ایسا تھا کہ ہر جگہ ایک جیسی ہی نظر آتی تھی۔

ایک دو تجربات کے بعد مجھے اس بات کا احساس ہوگیا کہ کسی ایسے آدمی کو اپنے ساتھ رکھنا چاہئے جو جنگل سے واقف ہو۔

مان سنگھ فاریسٹ گارڈ میرے عملے میں شامل تھا نہایت چاک وچوبند جوان تھا وہ اسی علاقے کا رہنے والا تھا۔ میری نظر اس پر پڑی میں نے ایک دن اس کو کہا۔

”مان سنگھ تم یہاں کے ہی رہنے والے ہو؟“

”وہ بولا۔“ہاں جی! میں چندن پور کا ہوں۔“

”پھر تو تم جنگل سے خوب واقف ہوگے۔“ میں

نے پوچھا۔

"بس سرکار تھوڑا بہت جانت ہیں۔" وہ بولا۔

"تھوڑا بہت کیا مطلب ہوا؟" میں نے کہا۔

"سرکار پورا واقف تو کوئی نہیں یہ جنگل بہت بڑا ہے اندر جوں جوں جاؤ یہ سرا بڑھتا ہی جائے ہے۔" مان سنگھ بولا۔

"بات یہ ہے کہ میں تو ہوں نیا آدمی، جنگل سے کچھ واقف نہیں ہوں۔ تھوڑا بہت اندر گیا ہوں اگر کبھی بھٹک گیا تو پھنس جاؤں گا اس لئے میں چاہتا ہوں تم میرے ساتھ راؤنڈ پر چلا کرو۔ تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو دوسرے ایک سے دو اچھے ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"بہت بھلی سوچی آپ نے میں خود کہنے والا تھا۔ اس جنگل میں ایک خطرہ نہیں ہے۔ شیر بھکیر کا خطرہ تو ہے ہی دوپیر کے جانور بھی خوب کام دکھاویں ہیں۔ اس کے علاوہ بڑی خطرناک دلدل بھری پڑی ہیں، ارے میں خود دھوکہ کھا جاؤں ہوں اوپر سے زمین صاف اور ایسی خطرناک کہ ہاتھی کا بھی پتہ نہ ہی چلے اور کا بتاؤں سرکار۔" مان سنگھ بولا۔

"اسی لئے تو میں تم کو ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کل سے تم صبح آٹھ بجے آجایا کرو۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ گھوڑا صرف ایک ہے۔" میں نے کہا۔

"ارے اس کی فکر نہ کریں میں انتظام کرلوں گا۔" وہ بولا۔

دوسرے دن مان سنگھ صبح کے وقت میرے پاس آگیا۔ وہ ایک بڑی خوبصورت گھوڑی پر سوار تھا۔ میں نے پوچھا "مان سنگھ یہ گھوڑی کس کی لے آئے؟"

وہ بولا۔ "اپنی ہی ہے سرکار۔"

"اچھا جانور ہے۔" میں نے کہا۔

"سب سے اچھی بات یہ ہے کہ جنگل اور اس کے خطروں سے واقف ہے۔ دلدل کو تو سونگھ کر پہچان لیتی ہے اور اس طرف نہیں جاتی۔" وہ بولا۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔" میں نے کہا۔

اور ہم لوگ روانہ ہوگئے، آج میں نے مان سنگھ کو آگے رکھا اور اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتا رہا۔ میں کبھی اس طرف نہیں آیا تھا۔ جنگل دن کی روشنی میں بڑا اچھا لگ رہا تھا، ماحول پر ایک عجیب خوشبو طاری تھی میں نے زندگی میں جو درخت نہیں دیکھے وہ نظر آرہے تھے ان درختوں پر بھانت بھانت کے پھل بھی لگے ہوئے تھے۔ جنگل میں کوئی بھوکا نہیں رہ سکتا۔ اگر اس کو یہ پتہ ہو کہ کس درخت کے پھل کھاتے ہیں اور کس کے نہیں، جنگلی سیب اور بیروں کے لاتعداد درخت تھے اور ان پر پھل بھی موجود تھے درختوں پر بندر چھلانگیں لگارہے تھے، جنگلی مرغیاں بھی ان درختوں پر موجود تھیں، بندر ہم کو دیکھ کر شور کررہے تھے۔ جھاڑیوں میں بھی زندگی کے آثار تھے۔

مان سنگھ نے بتادیا تھا کہ خطرناک قسم کے سانپ ان جھاڑیوں کے اندر رہتے ہیں کہیں پر ٹھیکیدار کے آدمیوں سے بھی سامنا ہوا۔ انہوں نے ہم کو دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر سلام کئے ہم شام چار بجے واپس آگئے۔

ہمارے آنے کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ٹھیکیدار کو پتہ چل گیا کہ ہم لوگ ڈیوٹی پر ہیں۔

بھیڑیے کی واردات کو ایک مہینہ پندرہ دن گزر گئے، نئی واردات نہیں ہوئی لوگوں نے سکون کا سانس لیا۔ میں نے سوچا شاید بھڑیا کسی اور طرف نکل گیا ہے مگر میرا خیال غلط تھا۔ دوسرے ہی دن چندن پور میں بھیڑیا رات کو نمودار ہوا اور اس نے ایک چھ سالہ لڑکے کو لے جانے کی کوشش کی مگر لڑکا بڑا تیز تھا اور اس کا باپ بھی قریب ہی سو رہا تھا وہ اٹھ گیا اس نے بھیڑیے سے مقابلہ کیا اور بھیڑیا بچے کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ بچہ معمولی زخمی ہوا تھا۔ بچے کے باپ نے بتایا۔ باڑے میں چار بکریاں موجود تھیں، مگر بھیڑیا بچے کی طرف ہی آیا۔ مگر بچہ جاگ گیا اور بھاگا اس کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی میں نے دیکھا ایک بہت بھاری اور قدآور بھیڑیا بچے کی طرف بڑھ رہا ہے، میں نے اپنی لاٹھی اٹھائی اور اس پر پل پڑا اپنی پوری

طاقت سے میں نے لاٹھی بھیڑیئے کی کمر پر ماری مگر وہ پھر بھی بچے کی طرف بڑھا اتنا بھرپور وار اس پر میں نے کیا مگر اس کو کچھ نہیں ہوا۔ میں نے پھر لاٹھی اس کو دے ماری۔

لڑکا ہوشیار تھا وہ ایک جگہ نہیں رکا، بھیڑیا اس کے قریب جانا چاہتا تھا۔ میں اس پر وار پر وار کر رہا تھا میری بیوی شور مچا کر لوگوں کو اٹھا رہی تھی شاید اسی بات سے بھیڑیا گھبرا گیا اور دیوار پھاند کر چلا گیا۔ اتنا بڑا اور خوفناک بھیڑیا میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ لگتا تو بھیڑیا ہی تھا بھگوان جانے کیا تھا میں نے اتنی لاٹھیاں اس پر ماریں اور اس کو کچھ نہیں بگڑا۔

''اگر وہ بھیڑیا نہیں تھا تو پھر تمہارے خیال میں کیا تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''ارے ہم کا بتائیں پرکھے کہت رہے کہ آدمی بھی بھیڑیا بن جاتے ہیں۔'' وہ بولا۔

''تمہارے پرکھوں نے اور بھی کام کی باتیں بتائی ہوں گی وہ بھی ایک دو بتاؤ؟'' میں نے کہا۔

وہ دیہاتی ضرور تھا مگر میرے طنز کو سمجھ گیا اور بولا ''بابو تم شہری آدمی ہو اور جنگل میں آ گئے ہو، ای جگہ ایسی ہے کہ ہم کا بتائیں، بتا دیں گے تو تم مجاق کرو گے۔'' وہ بولا۔

میں اپنے طنز پر شرمندہ ہوا اور بولا۔ ''معاف کرنا بھائی انسان کی عقل جس بات کو نہیں مانتی وہ اس کا مذاق بنالیتا ہے۔ میرا مطلب تم کو یا تمہارے پرکھوں کو دکھ پہنچانا نہیں تھا۔''

شام کو چمن لال ٹھیکیدار آ گیا، سلام دعا کے بعد بولا۔ '' آج کل بڑے لمبے دورے ہو رہے ہیں سرکار کے۔''

''تم کو کس طرح پتہ چلا؟'' میں نے پوچھا

''ارے سرکار کی خبر گیری کی خاطر سب طرف کو آدمی رکھنا پڑتے ہیں پتہ نہیں کب ان کی ضرورت آپ کو پڑ جائے۔'' وہ خوشامدی لہجے میں بولا۔

''چمن لال تم نے جو کیا ٹھیک کیا ہے مگر تم میری فکر کرنا چھوڑ دو اپنی فکر کرو، جنگل کے اندر کیا ہو رہا ہے؟ اس کا اندازہ مجھے کچھ کچھ ہو رہا ہے اس لئے میرا مشورہ ہے کہ تم فضول کاموں سے اپنی توجہ کم کرو جنگل کے اندر رنگ رنگیلی مت بناؤ اس جنگل کے اندر بھی سرکار انگلش کا قانون چلتا ہے۔'' اسے میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''نہیں سرکار یہ بات نہیں ہے جنگل کے باہر تو چلتا ہے اندر تو صرف جنگل کا قانون ہے اور وہ قانون ہے جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔'' چمن لال بھی سنجیدگی سے بولا۔

''ٹھیک ہے چمن لال تم نے بڑی اچھی بات مجھے بتائی، تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں'' میں نے کہا۔

اور چمن لال مسکراتا ہوا چلا گیا۔

چمن لال یہ سمجھ کر گیا تھا کہ میں اس کی دھمکی سے متاثر ہو گیا ہوں اب اس کے خلاف کچھ نہیں کروں گا اس کی مسکراہٹ نے مجھے بہت کچھ سمجھا دیا تھا اب میرے طریقہ کار میں تبدیلی آ رہی تھی۔ میں جوش اور طاقت کے استعمال سے ہٹ رہا تھا اور دوسرا راستہ اختیار کر رہا تھا میرے بھی جاسوس کام کر رہے تھے۔

وہ جاسوس ٹھیکیداروں کے پسندیدہ آدمی تھے مگر میں نے ان کو اس طرح اپنی طرف کیا تھا کہ ان کی آمدنی میں بھی فرق نہیں پڑا تھا اور سرکاری کام بھی ہو رہا تھا۔ میں نے پوری معلومات حاصل کرنے کے بعد رپورٹ بنائی اور حکام بالا کو روانہ کر دی اور یہ بھی لکھ دیا کہ اس رپورٹ کو میں نے بنایا ہے مگر میرا نام نہیں نہ آئے اگر میرا نام آیا تو یہ رپورٹ زیادہ موثر نہیں ہو گی دوسرا مجھے بھی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑیں گے، جو کچھ کرنا ہے حکام بالا کو کرنا ہے، میں اور میرا عملہ اس سے لاتعلق رہیں گے۔ میرے اشارے اور میری منطق کو میرے آفیسر سمجھ گئے ایک انگریز آفیسر کو تنک پور بھیجا گیا اس کے پاس مکمل فورس تھی اور اس نے سب کو رنگے ہاتھوں گرفتار کر لیا ان میں چمن لال بھی تھا۔ میں اور میرا سارا عملہ اس آپریشن سے لاتعلق رہا۔

چمن لال اور تین دوسرے ٹھیکیداروں کے ٹھیکے ختم ہو گئے اور وہ لوگ جیل چلے گئے۔ ان کے جیل جاتے ہی بھیڑیئے کی وارداتیں بھی ختم ہو گئیں، لوگ بھیڑیے کو بھول

گئے، نئے ٹھیکیدار کام کریں لگے مگر وہ بہت محتاط تھے ہاتھ پیر بچا کر کام کر رہے تھے۔ کیونکہ چمن لال اور دوسرے ٹھیکیداروں کا وہ حشر دیکھ چکے تھے۔ مجھے ابھی تک ان کے کسی غیر قانونی کام کے بارے میں خبر نہیں ملی تھی۔ روز گشت پر مان کے ساتھ جاتا تھا۔ مان سنگھ کی اور بہت سی خوبیاں میرے سامنے آ چکی تھیں وہ ایک بہترین نشانہ باز تھا اور شیر اگر قریب ہوتو اس کو بو آ جاتی تھی سانپ کو دیکھ کر بتا دیا کرتا تھا کہ وہ زہریلا ہے یا نہیں اس نے مجھے یہ سب نہیں بتایا تھا مگر روز روز کے ساتھ نے یہ باتیں مجھے خود بخود بتا دی تھیں وہ چلتے چلتے اچانک راستہ بدل دیا کرتا اور پوچھنے پر بتاتا کہ ادھر شیر موجود ہے کوئی زہریلا سانپ موجود ہے یہ باتیں اکثر سچ ثابت ہوتی تھیں مان سنگھ کی اس خوبی نے مجھے اکثر بڑی پریشانیوں سے بچایا تھا۔

شام تک ہم لوگ جنگل میں رہتے تھے۔ بھوک اور پیاس دونوں جنگل ہی پوری کرتا تھا مان سنگھ نے مجھے ایسے ایسے جنگلی پھل کھلائے کہ میں ان کی لذت کو بھول نہیں سکتا۔

حکام بالا میری کارکردگی سے خوش تھے، انگلش گورنمنٹ جیسی بھی ہو مگر یہ خوبی اس میں ضرور تھی کہ وہ ایمانداری اور احساس ذمہ داری کی قدر کرتی تھی میرے کہنے پر میرا عملہ اور بڑھا دیا تھا اور اختیارات میں بھی اضافہ کر دیا گیا تھا ایک جیپ بھی دے دی گئی تھی اور ایک گھریلو ملازم بھی دے دیا گیا تھا مگر میں زیادہ تر گھوڑے پر ہی سفر کرتا تھا۔

میرے پاس جو لڑکا کام کرتا تھا اس کا نام روشن خان تھا وہ گھوڑے کی بھی دیکھ بھال کرتا تھا سرکاری آدمی آ جانے سے وہ فارغ ہو گیا مگر میں نے اس کو الگ نہیں کیا اب وہ میرے ساتھ دوروں پر جانے لگا۔ میں نے ایک گھوڑا خرید لیا اور وہ اس کو دے دیا سرکاری طور پر وہ ملازم نہیں تھا مگر سب اس کو بھی سرکاری ملازم ہی سمجھتے تھے میں نے اس کی سفارش اپنے افسران سے کی تو وہ مان گئے اور اس کو بھی فاریسٹ گارڈ بنا دیا گیا جب اس کو پتہ چلا تو وہ بہت خوش ہوا اس کا باپ مٹھائی لے کر میرے پاس آیا اس زمانے میں سرکاری ملازمت بہت بڑی بات تھی۔

مان سنگھ اور روشن خان میرے خاص آدمی تھے دونوں ہی اپنے کام کے ماہر تھے اور ایماندار تھے روشن خان تو میرا احسان مند تھا مگر مان میرے برتاؤ سے جان دینے پر تیار تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ میں راؤنڈ پر نہیں جاتا تھا دوسرے سرکاری کام آ جاتے تھے تو یہ دونوں ہی راؤنڈ پر چلے جاتے اور شام کو رپورٹ پیش کرتے اس کے علاوہ وہ سرکاری اہلکاروں کی کارروائیوں پر بھی نظر رکھتے تھے اور ہر ایک کے بارے میں بتاتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے میرا سارا عملہ ایک ٹیم کی شکل میں کام کرتا تھا۔ یہ سب رپورٹ حکام کو تھی اور وہ لوگ خوش تھے۔

ترنک پور منڈی بھی جنگل کے کنارے ایک بہت بڑا گاؤں ہے اس کی اہمیت یوں زیادہ ہے کہ یہاں تک ریل آتی ہے، یہ آخری اسٹیشن ہے یہاں سے مال گاڑی بھی چلتی ہے اور سواری گاڑیاں بھی، آبادی بھی اچھی ہے تنک پور سے آگے جنگل ہے۔

تین مہینے کے بعد بھیڑیئے نے یہاں پروارادات کی۔ رات کے اندھیرے میں وہ جنگل سے آیا اور ایک مکان کے باڑے کی دیوار پھاند کر اندر داخل ہوا اور عورت کے پہلو میں سوئی ہوئی بچی کو اٹھا کر چلا، بچی زور سے رو پڑی تو عورت کی آنکھ کھل گئی مگر بھیڑیا رکا نہیں اور دیوار پھاند کر اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ رات میں بہت تلاش کیا گیا مگر پتہ نہ چلا۔ دن میں تلاش کیا گیا تو جنگل کے بہت اندر کروندے کی جھاڑیوں میں بچی کی لاش دیکھی، اس کی حالت بھی وہی تھی جو اس سے پہلے والی لاشوں کی تھی، مجھے یقین تھا یہ کارروائی اسی بھیڑیئے کی ہے۔

مان سنگھ لاش دیکھ کر بولا۔ "مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ بھیڑیا بکری کا شوقین ہوتا ہے پھر وہ بکریاں چھوڑ کر بچی کی طرف کیوں آیا؟ اس کا پسندیدہ کھانا سامنے موجود تھا!"

"یہ حیرت مجھے بھی ہے" میں نے کہا۔

مان سنگھ بولا۔ "دو باتیں میری سمجھ میں آ رہی ہیں۔"

کون سی دو باتیں!'' میں نے پوچھا۔

''یہ بھیڑیا صرف بھیڑیا ناہی ہے۔ دوسری یہ کہ اگر یہ بھیڑیا ہی ہے تو اس کے منہ کو انسانی خون لگ گیا ہے کسی جناور کے منہ کو انسانی خون لگ جائے تو وہ بہت خطرناک اور چالاک ہو جاتا ہے۔''

''دوسری بات تو سمجھ میں آتی ہے، مگر پہلی بات سے تمہاری کیا مراد ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''بھگوان نے انسان بنایا اس کے اندر عقل ڈالی، وہ عقل سے انسان بنا اچھے اور برے کام کی پہچان ہو گئی اور وہ انسانوں میں رہنے لگا مگر انسانوں کے اندر رہ کر بھی اس کے اندر کا جناور اس کے اندر ہی رہتا ہے وہ جناور اس کو غلط راستہ دکھاتا ہے وہ انسانوں کا دل دکھاتا ہے ان کو پریشان کرتا ہے وہ قتل کرواتا ہے اور کبھی کبھی اس پر بھی اس کا دل نہیں بھرتا تو وہ خود باہر آ جاتا ہے اور انسان خود کو بھیڑیا سمجھنے لگتا ہے اور پھر وہی حرکت کرتا ہے جو ایک بھیڑیا کرتا ہے جب انسان ایسی منزل پر آ جائے تو بہت خطرناک ہو جاتا ہے اس وقت اس کو ختم کرنا ہی انسانی خدمت ہے کیونکہ وہ انسانوں میں رہ کر بھی انسانوں کا خون پیتا ہے۔ رات میں وہ بھیڑیا اور دن میں انسان ہوتا ہے۔'' مان سنگھ نے بات ختم کی۔

''دیکھو مان سنگھ یہ تمہاری دلیل میری تو سمجھ میں نہیں آئی، میں ان باتوں کو نہیں مانتا، ہاں تمہاری دوسری بات کہ آدم خوری کی عادت جس درندے میں پڑ جائے وہ نہیں جاتی اور آدم خوری کی عادت بھی درندے کی مجبوری ہوتی ہے۔ یا تو درندہ بوڑھا ہو چکا ہوتا ہے اس میں شکار کرنے کی طاقت نہیں ہوتی یا کسی طرح وہ زخمی ہوتا ہے کہ شکار نہیں کر سکتا۔ انسان چونکہ سب سے آسان شکار ہوتا ہے اس لئے وہ انسانوں کا شکار کرتا ہے۔'' میں نے اپنی بات ختم کی۔

''آپ میری بات نہ مانیں یہ آپ کی مرضی مگر میں نے آپ کو جو بتایا ہے وہ صرف میرا ہی تجربہ نہیں میرے باپ دادا نے بھی کچھ بتایا ہے۔'' مان سنگھ نے کہا۔

''میں تمہارے تجربے اور تمہارے باپ دادا کے تجربے کو غلط نہیں کہہ رہا مگر میں کیا کروں میں نے شہر میں آنکھ کھولی ہے اسکول اور کالج میں تعلیم حاصل کی ہے میری تعلیم اور عقل ان باتوں کو قبول نہیں کرتی۔'' میں نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے جی میں آپ کو مجبور نہیں کرتا، مگر شاید آگے چل کر آپ میری بات قبول کر لیں گے۔'' مان سنگھ نے کہا۔

''چلو ٹھیک ہے آگے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔'' میں نے کہا

چمن لال اور دوسرے اس کے ساتھیوں کو تین ماہ کی جیل ہوئی تھی۔ چمن لال باہر آ چکا تھا اور وہ تنک پور منڈی میں رہتا تھا مجھے یہ بات تنک پور میں ہی پتہ چلی تھی تین مہینہ تک علاقے میں کوئی واردات نہیں ہوئی اور چمن لال کے جیل سے باہر آتے ہی بھیڑئے والا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ مجھے ایسا لگا جیسے مان سنگھ کی بات درست ہو۔ مگر میں نے اس خیال کو جلدی ذہن سے نکال دیا یہ محض اتفاق ہے، چمن لال اچھی فطرت کا انسان نہیں ہے مگر اس کے بارے میں اور وارداتوں کے بارے میں ایک ساتھ سوچنا فضول سی بات ہے۔

اس واردات کے بعد پھر ایک طویل وقفہ ہوا میں نے چمن لال کے بارے میں پتہ کروایا تو پتہ چلا کہ وہ بنگال چلا گیا ہے بنگال کے سندر بن میں ٹھیکیداری حاصل کرنے کے چکر میں ہے۔

اس کے بعد جو واردات ہوئی وہ چار ماہ کے بعد ہوئی یہ واردات سونا پتی نامی گاؤں میں ہوئی یہ گاؤں چندن پور کے شمال میں اور جنگل سے چار کوس کی دوری پر تھا یہاں پر درندوں کا اتنا ڈر نہیں تھا اور نہ ہی کوئی درندہ اس طرف آتا تھا جنگل اور گاؤں کے درمیان ایک برساتی نالہ تھا جس میں ہر وقت پانی رہتا تھا اور یہ نالہ برسات کے موسم میں دریا بن جاتا تھا۔

گاؤں کی بھینس اس نالے میں نہاتی اور آرام کرتی تھیں نالے کے دونوں کناروں پر ہریالی تھی اور بڑے گھنے

اور سایہ دار درخت موجود تھے، گاؤں کے لوگ یہاں پر نہانے اور کپڑے دھونے روز ہی آتے تھے یہاں پر کسی قسم کا ڈر نہیں تھا، بچے بھی آ جاتے تھے اور سورج غروب ہونے تک رہا کرتے تھے یہ واردات اسی نالے پر ہوئی۔

شام ہو چلی تھی مگر سرسوتی کے کپڑے ابھی نہیں سوکھے تھے، اس کی گود میں ڈیڑھ سال کا بچہ تھا وہ اپنے کپڑے جمع کر رہی تھی ساری عورتیں جا چکی تھیں اور دور تک کوئی نظر نہیں آتا تھا سرسوتی بچے کو گود میں اٹھائے کپڑے جمع کر رہی تھی کہ اچانک ایک پیڑ کی آڑ سے ایک بہت بڑا بھیڑیا نکلا اور آندھی کی طرح اس کی طرف آیا، سرسوتی گھبرا گئی۔ بھیڑیے نے ایک ہی جھٹکے میں بچہ سرسوتی کے ہاتھ سے چھین لیا اور ہوا کی طرح بھاگ گیا کچھ دیر تو سرسوتی کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ یہ کیا ہوا اور پھر جب سمجھ میں آیا تو اس وقت تک بھیڑیا نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ پھر اس نے شور مچانا شروع کیا چند آدمی جو دور دور تھے وہ دوڑ کر آ گئے اور انہوں نے بھیڑیے کی تلاش شروع کر دی مگر اندھیرا پھیل رہا تھا اندھیرے میں تلاش مشکل تھی وہ گاؤں چلے گئے اور دوسرے دن بہت تلاش کے بعد لاش مل گئی لاش کی وہی حالت تھی۔ میں موقعہ واردات پر گیا اور میں نے اسی حالت میں لاش کو پایا۔

مان سنگھ نے بھی لاش دیکھی اور بولا "یہ واردات بھی اسی راکھشش کی ہے۔"

"تمہارا خیال درست ہے یہ اسی بھیڑیے کا کام ہے مگر چار ماہ تک یہ درندہ کیا بھوکا ہی رہا ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"نہیں سرکار یہ بھوکا نہیں رہا گزارہ تو کرتا رہا مگر نشہ اب پورا ہوا۔" مان سنگھ نے کہا۔

"نشے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جو نشے کے عادی ہوتے ہیں وہ کھانا تو کھاتے ہیں مگر بعد میں نشہ بھی کرتے ہیں یہ بھیڑیا اپنی غذا تو ضرور کھاتا ہوگا مگر یہ اس کا نشہ ہے۔ وقفہ اتنا زیادہ ہے کہ یقین نہیں آتا کہ یہ واردات اسی بھیڑیے کی ہے مگر جس انداز سے واردات ہوئی ہے اور جس طرح لاش کھائی گئی ہے وہ وہی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے یہ نشہ ہے اب بھیڑیے بھی نشہ کرنے لگے ہیں، مگر میں اب اور زیادہ برداشت نہیں کر سکتا میں کل ہی حکام بالا کو حالات سے آگاہ کر دوں گا۔"

اور میں نے حکام بالا کو لکھ کر رپورٹ دے دی اور ایک شکاری پارٹی طلب کی دو دن کے بعد مجھے جواب آ گیا کہ ایک ماہر شکاری کی سربراہی میں ایک پارٹی جلد آنے والی ہے میں نے گیسٹ ہاؤس میں ان کے رہنے کا بندوبست کر دیا۔ شکاری پارٹی نے کئی بھیڑیوں کو شکار کیا لیکن مطلوبہ بھیڑیا نہیں ملا اور وہ شکاری واپس چلے گئے۔

مان سنگھ ان کے جانے کے بعد بولا۔

"ایک بات کریں سرکار، ناراج نہ ہوویں تو۔"

"نہیں! کرو۔" میں نے جواب دیا۔

"سرکار ہم پھر کہت ہیں وہ بھیڑیا نا ہی ہے۔ وہ کچھ اور ہی لاگت ہے۔" مان سنگھ بولا۔

"تم اپنے دماغ سے بے کار باتیں نکال دو، وہ صرف ایک آدم خود بھیڑیا ہے، جو کسی ایک مقام پر نہیں رکتا، وہ شاید اکیلا ہو گیا ہے، ہوسکتا ہے اس کی مادہ مرگئی ہو یا لڑائی جھگڑے میں شکار کرنے کے قابل نہ ہو۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے سرکار ہمرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔" اور مان سنگھ چلا گیا۔

کبھی کبھی مجھے مان سنگھ سچا لگتا تھا۔ مگر میں عملی دنیا کا ایک تعلیم یافتہ آدمی تھا۔ ہر بار میں اس کو جھٹلا دیتا تھا وہ بے تعلیم تھا اس کے پاس اپنی بات کی دلیل نہیں تھی صرف جنگل کا تجربہ اور باپ دادا کی سنی سنائی کہانیاں تھیں وہ مجھے ان کہانیوں سے متاثر نہیں کر سکا تھا۔ مگر وارداتیں برابر ہو رہی تھیں۔ چندن پور کا علاقہ اس کا نشانہ زیادہ تھا یہاں پر تین حملوں میں بھیڑیا کامیاب ہوا دو میں کامیاب نہیں ہوا۔

علاقے کی پولیس سخت پریشان تھی سینکڑوں

بھیڑیئے مارے جا چکے تھے مگر چشم دید گواہوں کے مطابق وہ بھیڑیا نہیں مارا گیا تھا پورے جنگل کے بھیڑیوں کو تو نہیں مارا جا سکتا تھا اس لئے بھیڑیا مار مہم ختم کر دی گئی راتوں کو لوگ پہرے داری کرنے لگے پولیس کی نفری میں اضافہ کر دیا گیا، اور چندن پور میں وارداتیں بند ہو گئیں۔

دو مہینے تک کوئی واردات کی خبر نہیں آئی۔ چندن پور اور اطراف کے دیہات میں سکون رہا اس دوران میں نے مان سنگھ کو چمن لال کا پتہ کرنے کو چندن پور روانہ کیا اور تاکید کی کہ خاموشی سے یہ کام کرنا ہے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ چمن لال چندن پور میں ہے یا کہیں اور چلا گیا اور اگر کہیں اور چلا گیا ہے تو کہاں گیا ہے؟ دو دن کے بعد مان سنگھ واپس آیا اور اس نے بتایا کہ چمن لال دو مہینے پہلے چندن پور سے چلا گیا تھا کچھ بتا کر نہیں گیا تھا کسی کو پتہ نہیں کہ وہ کہاں گیا ہے؟

میں نے مان سنگھ کو چندن پور چمن لال کا پتہ کرنے کیوں بھیجا تھا؟ میری نظر میں چمن لال کیوں جما ہوا تھا؟ وہ تو ایک انسان ہے اور حملہ بھیڑیا کر رہا ہے، پھر میں چمن لال کا کھوج کیوں لگا رہوں؟ کیا میں مان سنگھ کے کے انداز میں نہیں سوچ رہا تھا؟

میں اپنی سوچ پر کچھ دیر حیران ہوتا رہا اس کے بعد میں نے بھیڑیئے کی وارداتوں پر غور کیا تو وہ مجھے بھیڑیا نظر نہیں آیا۔ اس کی چالاکی اور انداز بتاتا تھا کہ بڑی سوچ بچار کے بعد واردات کرتا ہے۔

میں نے حکام بالا کو بتا دیا تھا کہ مجھے کچھ شبہات ہیں اس لئے پولیس کو مطلع کر دیا جائے کہ وہ میرے ساتھ تعاون کرے مجھے اس کا جواب آ گیا تھا۔

موتی پور جنگل کے اندر ایک بہت ہی چھوٹا گاؤں ہے اس گاؤں کے لوگ اور خاص طور پر سے عورتیں بہت نڈر ہیں وہ ایسی خطرناک جگہ رہتے ہیں اور ذرا بھی نہیں گھبراتے انہوں نے گاؤں کے چاروں طرف ببول کے کانٹوں کی باڑ لگائی ہے اور یہ باڑ بارہ فٹ چوڑی ہے صرف ایک راستہ ہے۔ بارہ فٹ چوڑی باڑ اس قدر خطرناک ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا جانور بھی اس کو پار نہیں کر سکتا۔

ببول کے کانٹے سفید رنگ کے ہوتے ہیں ڈیڑھ سے دو انچ لمبے اور سخت ہوتے ہیں لوگوں کے گھر کچے مٹی کے بنے ہوئے ہیں مگر دیواریں موٹی اور اونچی ہیں ان کے بچے دن میں بھی باڑ سے باہر نہیں آتے۔ باڑ کے دروازے پر ہر وقت نظر رکھی جاتی ہے عورتیں تیر چلانا بھی جانتی ہیں اور اس سے خوب شکار کرتی ہیں یہ لوگ گوشت خور ہیں اور گوشت ان کو مفت ہی ملتا ہے یہ لوگ بڑے امن پسند ہیں عورتیں محنتی ہیں مرد قد آور ہیں، بہادر ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ درندے ان کی طرف نہیں آتے مگر چالاک بھیڑیا موتی پور میں بھی واردات کر گیا میں فوراً وہاں پہنچ گیا اس گاؤں کا محل وقوع اور حفاظتی انتظامات دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ بھیڑیا کس طرح اندر آ گیا۔ میں نے گاؤں کے مکھیا سے بات کی تو وہ بولا۔

”وہ سسرا اندر گاؤں ما آہی ناہی سکت ای تو بڑی اترج کی بات ہوگئی۔ وہ اندر آ گیا چھوری پکڑ کے بھاگ گیا۔“

میں نے پوچھا۔ ”مکھیا جی یہ بتاؤ کل کوئی مہمان گاؤں میں آیا تھا؟“

وہ بولا۔ ”ہمکا پتہ ناہی ذرا رکو ابھی بتاتے ہیں۔“

اس نے کہا۔ ”چھورا ذرا پیاری کو بلالا۔“ ایک بچہ دوڑ کر گیا اور ایک چالیس بیالیس سالہ صحت مند عورت کو بلا لایا۔

”اری او پیاری پتہ ہے کل گاؤں میں کون آیا تھا؟“ مکھیا نے عورت سے پوچھا۔

”کل تو بس گوپی چند کی چھوری آئی۔“ پیاری نے جواب دیا۔

”گوپی چند کی چھوری، اری وہ کتنی بڑی ہے؟“ مکھیا نے پوچھا۔

”خوب بڑی ہے بیاہی جوان چھوری ہے۔“

پیاری نے جواب دیا۔

”اور کوئی تو نہیں آیا؟“ وہ بولا۔

''اے لوکوئی آتا تو موئے خبر نہ ہوتی میرا تو کام ہی یہی ہے۔'' پیاری نے جواب دیا۔

میں نے پوچھا۔''گوپی چند کی چھوری اب کہاں ہے ذرا اس کو اور گوپی چند دونوں کو بلا کر لاؤ۔''

''ٹھیک! ابھی لائی۔'' اور وہ ایک طرف چل دی۔

کچھ ہی دیر کے بعد ایک ادھیڑ عمر کا آدمی پیاری کے ساتھ آتا نظر آیا۔ اس نے آتے ہی مکھیا کو رام رام کیا اور خاموش کھڑا ہو گیا۔

میں نے پوچھا۔''تمہارا نام کیا ہے؟''

وہ بولا۔''ہمرا نام گوپی ہے جی۔''

''گوپی تمہاری چھوری کہاں سے آئی تھی یا آئی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''چندن پور سے آئی ہے۔'' گوپی نے جواب دیا۔

''اب وہ میرا مطلب تمہاری چھوری کہاں ہے اس کو ساتھ کیوں نہیں لائے؟'' میں نے پوچھا۔

''اری سرکار وہ تو بہت سویرے ہی چلی گئی۔ ہم خود پریشان ہیں کوئی دانا پانی کھائے پیئے بغیر خاموشی سے چلی گئی۔'' گوپی نے جواب دیا۔

''جب گئی تھی تم اس وقت جاگ رہے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں ہم کا پتہ نہیں ہے کب گئی، پن لاگت ایسا ہی ہے کہ سویرے ہی گئی ہوگی رات ما تو یہاں سے جانا مشکل ہے۔''

میں نے مکھیا کو دیکھا اور پوچھا۔''کوئی ایسا آدمی ہے جس نے گوپی چند کی بیٹی کو جاتے دیکھا ہو؟''

''پتہ کرتے ہیں۔'' وہ بولا۔

کوئی ایک آدمی یا عورت ایسی نہیں ملی جس نے گوپی کی بیٹی کو جاتے دیکھا ہو۔ اور یہ واردات گوپی چند کے پڑوس میں ہی ہوئی تھی۔

''اب بتاؤ گوپی وہ کب گئی؟'' میں نے گوپی سے پوچھا۔

''لاگت ہے سرکار وہ بہت تڑکے چلی گئی بات ای یہ کہ اس کا گھر والا بڑا جالم ہے بات بات پر مارن لاگت ہے، بہت جلم کرے ہے ہمری بٹیا پر، اسی کارن وہ ڈر کے جلدی نکل گئی، باڑ کے دروازے سے نکل گئی۔''

میں نے مکھیا سے پوچھا۔''باڑ کا دروازہ رات کو بند ہوتا ہے تو صبح کب کھلتا ہے۔؟''

''یہ دروازہ ایسا ہے کہ اندر سے بند ہوتا ہے اندر سے ہی کھلتا ہے جو سویرے پہلے آتا ہے وہ کھول لیتا ہے کوئی پابندی نہیں کہ کون کھولے گا۔'' مکھیا نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے گوپی چند کی بیٹا دروازہ کھلا چھوڑ گئی ہوگی؟'' میں نے کہا۔

''تمرا خیال لاگت ہے او کے جان کے بعد وہ دوسرا بھیڑیا آ گیا اور چھوری لے گیا ہوگا؟'' مکھیا نے جواب دیا۔

''اس کی لاش کا پتہ چلا؟'' میں نے پوچھا۔

''لوگ گئے ہیں دیکھو کا خبر لاوت ہیں۔'' مکھیا نے جواب دیا۔ کچھ ہی دیر میں چھ سات آدمی آ گئے، ایک چادر میں بچی کی لاش بھی تھی۔ میں نے لاش دیکھی اس کی بھی وہی حالت تھی جیسی پہلے والی لاشوں کی، میں نے دیکھ رکھی تھی۔ میں نے مکھیا سے کہا۔'' مکھیا جی یہ عجیب طرح کا بھیڑیا ہے اس قدر زورآور اور اس قدر بڑا کہ دیکھنے والا بتاتا ہے کہ اتنا بڑا بھیڑیا اس نے کبھی نہیں دیکھا کیا یہ بات ماننے والی ہے۔''

بہر حال میں نے مکھیا سے اجازت لی اور کہا۔'' آج تو میں جا رہا ہوں دو دن کے بعد پھر آؤں گا تم یہ خیال رکھنا کہ گوپی کہیں جانے نہ پائے، جب میں آؤں تو وہ یہاں پر ہونا چاہئے۔ دوسرے آپ اپنے طور پر خاموشی سے پتہ کریں کہ گوپی کی چھوری کہاں ہے؟ مگر یہ کام خاموشی سے کرنا ہے گوپی کو بھی اس کا پتہ نہیں چلنا چاہئے۔'' اور میں موتی پور گاؤں سے اپنے ہیڈ کوارٹر کھان منڈی واپس چلا آیا۔

دوسرے دن میں نے پوری روداد لکھ کر حکام کروانہ کر دی اسی شام مجھے SP کا آرڈر ملا کہ میں اس سے ملاقات کروں۔ اس لئے میں اس کے پاس بریلی روانہ ہو گیا۔ موتی پور میں نے پیغام بھیج دیا کہ میں کل آؤں گا۔

بڑے آفیسر سارے انگریز تھے، SP بھی انگریز تھا اس کا نام ٹام تھا۔ اس نے میری رپورٹ سامنے رکھی ہوئی تھی میں نے پورے واقعات جس طرح پیش آئے لکھ دیئے تھے۔ ان سب نے میری رپورٹوں پر غور کیا اور میرا مذاق اڑایا۔ مسٹر ٹام نے کہا۔

”مسٹر جمال خان آفریدی قانون ثبوت مانگتا ہے ڈراؤنی کہانیوں سے متاثر نہیں ہوتا تمہارا ریکارڈ بہت اچھا ہے تم نے اپنے علاقہ پر اچھا کنٹرول رکھا ہے اس کے علاوہ تمہاری رپورٹ پر ایک کامیاب آپریشن بھی ہوا ہے اس لئے میں تم کو موقع دیتا ہوں کہ اپنی پوری توجہ اس طرف لگاؤ اور آدم خور بھیڑیا کو ختم کرو کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ تم کو ملے گی پولیس کو پہلے ہی ہدایت ہے کہ وہ تمہارے ساتھ تعاون کرے مگر کہانیاں نہیں عملی کام کرو تم کو کچھ کہنا ہے تو بولو؟“

”میں جس طرح یہ کام کروں کوئی اس میں دخل اندازی نہ کرے صرف یہ گزارش ہے۔“

”ویل مسٹر جمال ایسا ہی ہوگا۔“ مسٹر ٹام نے جواب دیا اور میٹنگ ختم ہوگئی مجھے افسوس تو تھا کہ میری رپورٹ پر غور کرنے کی بجائے مذاق اڑایا گیا مگر کیا کرتا وہ سب مجھ سے بڑے افسر تھے دوسرا میں خود بھی پہلے ان باتوں کو نہیں مانتا تھا۔

میں مکھیا اور مان سنگھ کی باتوں سے متاثر ہوگیا تھا اس لئے شرمندگی اٹھانا پڑی مگر میری تحقیقات کا رخ جس سمت ہوگیا تھا اس سے لوٹ نہیں سکتا تھا۔

دوسرے ہی روز میں موتی پور گاؤں پہنچ گیا۔ مکھیا میرا انتظار کر رہا تھا۔

میں جیپ پر گیا تھا میرے ساتھ مان سنگھ اور روشن خان دونوں تھے۔ اور ہم تینوں سرکاری وردی میں تھے اور ان دونوں کے پاس سرکاری بندوق اور میرے پاس پستول موجود تھا۔ میں نے جاتے ہی گوپی کو بلوایا اور مکھیا سے پوچھا۔

”ہاں مکھیا جی کیا خیر خبر ہے، کوئی کھوج ملا؟“

”میرے آدمی چندن پور گئے تھے، چھوری چندن پور میں موجود ہے۔“

سامنے سے گوپی آتا نظر آ گیا نمسکار کر کے کھڑا رہا، اس نے اشارے سے اس کو بیٹھنے کو کہا وہ جب بیٹھ گیا تو میں نے سلسلہ کلام جاری کیا۔

”تم تیار ہو جاؤ ہم لوگ تم کو چندن پور تمہاری چھوری کے گھر لے جا رہے ہیں۔“

”موئے کیوں سرکار۔“ وہ تعجب سے بولا۔

”اس لئے کہ چندن پور میں ہم نے اس کا گھر نہیں دیکھا ہے، تم گھر بتاؤ گے، اچھا ہے اس کے پاس ہماری بھی کچھ عزت بڑھ جائے گی۔ میں نے کہا۔

”شرمندہ کرت ہو سرکار۔“ گوپی نے جھینپ کر کہا۔

”نہیں ایسی بات نہیں ہے تم عزت سے ہمارے ساتھ جا رہے ہو عزت سے واپس آ جاؤ گے دوسرے تم سرکاری مدد کر رہے ہو۔“ میں نے کہا۔

میں نے اشارہ کیا اور مان سنگھ اور روشن اس کو ساتھ لے کر جیپ تک گئے میں نے مکھیا سے کہا۔ ”اپنا کام جاری رکھنا کچھ پتہ چلے تو مجھے ضرور بتانا۔“

اور ہم چندن پور روانہ ہو گئے تین بجے ہم چندن پور میں تھے۔ گوپی نے اپنے داماد دینالال کے گھر کا راستہ بتایا اور روشن نے جیپ دینالال کے دروازے پر کھڑی کر دی۔ میں نے گوپی کو کہا کہ وہ دینالال کو بلائے آواز دے۔ گوپی نے آواز دی تو اندر سے کسی نے پوچھا۔ ”کون ہے بھیا؟“ پھر گوپی نے اپنا نام بتایا، اندر سے جو شخص نکلا وہ سفید دھوتی اور سلوکا میں ملبوس تھا۔ ہاتھ پیر کا اچھا مضبوط آدمی تھا چہرے پر دیہاتی پن ٹپکتا تھا۔ مگر آنکھیں بتا رہی تھیں کہ آدمی ہوشیار ہے موقعہ محل کو سمجھتا ہے۔

اس نے جیپ دیکھی اور ہم تینوں کو دیکھا اس کے علاوہ اس کا سسر بھی ہمارے ساتھ تھا وہ کچھ اور ہی سمجھا گھبرا کر بولا۔

”کا بات ہے ددا کیسے آنا ہوا؟“

اس سے پہلے کہ گوپی جواب دیتا میں نے کہا۔ ”گوپی کو ہم لائے ہیں۔ اندر چلو بیٹھ کر بات کریں گے؟“

Pakistanipoint Waqar Azeem

وہ فوراً بولا۔ ”یہ ٹھیک ہے آؤ اندر آ جاؤ۔“
میں نے روشن کو اشارہ کیا کہ وہ جیپ پر رہے اور میں مان سنگھ کے ساتھ دروازے سے اندر چلا گیا اندر ایک بڑا سا کمرہ تھا اس میں چارپائیاں پڑی ہوئی تھیں۔
”آؤ داروغہ صاحب بیٹھو۔“ وہ بولا۔
میں اور مان ایک چارپائی پر بیٹھ گئے گوپی بھی ایک چارپائی پر ٹک گیا۔ میں نے کہا۔ ”تم اپنی گھر والی کو بلاؤ کام اس سے ہے تم سے نہیں ہے۔“
”کا کہہ رہے ہو داروغہ بابو اس سے کیا کام پڑ گیا؟“ دینالا بولا۔
”ہے کام بلاؤ اس کو میں نے پھر کہا۔
”وہ شاید اتنی جلدی ماننے والا آدمی نہیں تھا مگر وردی کا رعب اس پر پڑ چکا تھا۔
بولا۔ ”ٹھیک ہے بلاوت ہیں۔“
جانے کی بجائے اس نے وہیں سے آواز دی۔ ”
رام مورتی اری او رام مورتی۔“
اندر سے آواز آئی۔ ”آتی ہوں کا بات ہے۔“
”جلدی آ صاحب بلاوت ہیں۔“
اندر سے ایک جوان عورت ہاتھ پونچھتی باہر آئی۔
میں نے اس کو غور سے دیکھا۔ وہ ایک اچھی لمبی تڑنگی اور مضبوط ہاتھ پیر کی عورت تھی اس کا رنگ گندمی اور چہرہ گول تھا میں اگر مردانہ زبان میں کہوں تو یہ کہوں گا کہ وہ کسی بھی مرد کو پاگل کرنے کے سارے ہتھیار اپنے پاس رکھتی تھی۔
میرے غور سے دیکھنے پر وہ ذرا نروس ہو گئی میں نے کہا۔ ”بیٹھ جاؤ۔“
وہ ایک چارپائی پر بیٹھ گئی تو میں نے کہا۔
”تم اپنے باپ کے گھر موتی پور گئی تھیں؟“
وہ بولی۔ ”ہاں جی گئی تھی۔“
”وہاں سے تم رات کو کس وقت واپس آ گئیں؟“
میں نے پوچھا۔
”وقت تو مجھے اندازہ نہ ہی ہے بہت تڑکے چلی آئی تھی۔“ وہ بولی۔
”اتنی جلدی بغیر بتائے تم کو آنے کی کیا ضرورت تھی؟“ میں نے پوچھا۔
”بس جی گھر میں بہت کام رہت ہے اس لئے جلدی نکل پڑی تھی۔“ وہ بولی۔
”دیکھو رام مورتی جو بات کرو ٹھیک ٹھیک کرنا، ایک قتل ہو گیا ہے اگر ذرا بھی غلط بات کرو گی تو چکر میں پھنس جاؤں گی، یہ بتاؤ تم کو پتہ ہے کہ موتی پور کا راستہ خطرناک ہے، تم نے گاؤں کا پھاٹک کھولا ہو گا وہ پھاٹک صرف اندر سے بند ہوتا ہے تمہاری لاپرواہی سے ایک خونی آدم خور درندہ اندر آ گیا اور ایک جان چلی گئی۔ تم یہ بتاؤ اتنی جلدی کی کیا وجہ تھی؟“
”جی وہ میرا“ اور وہ چپ ہو گئی۔
میں نے کہا۔ ”صاف صاف بات کرو، بولو آگے بولو۔“
”میرا گھر والا بہت غصے والا ہے اس کی وجہ سے نکل پڑی۔“
میں نے دینالال کی طرف دیکھا تو وہ بولا۔
”میں کب کہا کہ آدھی رات ما چلی آئے مگر سرکار یہ تو دوپہر میں آئی تھی۔
میں نے رام مورتی کی طرف دیکھا۔ ”تم آدھی رات کو نکل کر دوپہر کو آئیں پھر تمہارا جلدی نکل پڑنے کا کیا فائدہ ہوا۔“
”جی میں کیا بتاؤں، ڈر گئی تھی ایک دو جگہ رکی رہی۔“ وہ بولی۔
”دن نکلنے کے بعد ڈرنے کی کیا بات تھی؟“ میں نے پوچھا۔
مگر وہ کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکی مجھے تو شبہ پہلے ہی تھا میں نے دینالال سے کہا۔ ”معاملہ بہت گڑبڑ ہے میں اس کو چوکی لے جا رہا ہوں آگے اور تحقیقات ہوں گی۔ مان سنگھ کو میں نے اشارہ کیا، وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
”آؤ میرے ساتھ میں نے رام مورتی سے کہا۔“
”کاہے چوکی لے جا رہے ہو؟“ وہ بڑی

پاکستانی ویب سائٹ عظیم پارٹ کام

معصومیت سے بولی۔

میں نے کہا "تھوڑی دیر کے بعد گھر آ جانا فکر نہ کرو۔"

دینا لال بولا۔ "میں بھی ساتھ چلوں صاحب۔"

"بند ہونے کا شوق ہے تو ضرور چلو، اس کو تو پوری تحقیقات کے بعد ہی چھوڑا جائے گا۔"

میرا جواب سن کر وہ کھڑا کا کھڑا رہ گیا اور مان سنگھ نے رام مورتی کو پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا۔ میں روشن کے ساتھ آگے بیٹھ گیا اور ہم چوکی پہنچ گئے۔

چندن پور کی پولیس چوکی اچھی بڑی چوکی ہے یہاں پر بہت اچھا لاک اپ بھی ہے اور نفری بھی ٹھیک ہے۔ ہم جب چوکی پہنچے تو اس وقت انچارج کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ میں نے اپنا تعارف کرایا تو وہ بولا۔

"آپ کے بارے میں مجھے انسٹرکشن آ گئی ہے۔ فرمائیں ہم آپ کی کیا مدد کریں؟"

میں نے کہا۔ "میں ایک مجرمہ کو لایا ہوں اس کو لاک اپ میں رکھو کسی قسم کا ٹارچر نہیں کرنا اس کے کھانے پینے کا خیال کرنا ہر وقت نگاہوں کے سامنے رکھنا۔ میں آگے کیس کو بڑھاتا ہوں تم بہت ہوشیاری سے اس کو رکھنا ذرا سی بھی غفلت ہم دونوں کے لئے مشکلات کھڑی کر دے گی۔"

"ارے خان صاحب آپ فکر ہی نہ کرو، شنکر کے لاک اپ میں سے ایک چڑیا بھی اڑ کر باہر نہیں گئی۔ یہ تو پھر اتنی لمبی چوڑی عورت ہے۔" وہ بولا۔

شنکر لال کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ زبان سے کم اور ڈنڈے سے زیادہ بات کرتا ہے اس لئے میں نے ٹارچر نہ کرنے کا کہہ دیا تھا۔ "تم شنکر اس کو صرف عورت مت جانو یہ کچھ اور بھی ہے احتیاط کرنا میں کل کسی بھی وقت آؤں گا اور حکام بالا کے نئے آرڈر لاؤں گا۔"

اور ہم تینوں واپس چل پڑے اور ترکھان منڈی واپس آ گئے۔

میں نے اس کی گرفتاری اس کے بیان اس کے آدمی کا بیان سب ریکارڈ کیا اور دوسرے دن کی تیاری کر لی۔

دوسرے دن جب ہم چندن پور چوکی پہنچے تو ایک ہنگامہ ہمارا انتظار کر رہا تھا چوکی کے اندر ایک بھگدڑ مچی ہوئی تھی میں تیزی کے ساتھ لاک اپ کی طرف گیا لاک اپ کے دروازے کے سامنے خون ہی خون پڑا تھا۔ ایک کانسٹیبل پڑا تھا اس پر ایک چادر پڑی تھی اس کی بندوق برابر میں پڑی تھی شنکر پریشان صورت لئے وہاں پر موجود تھا میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا ہوا شنکر یہ کون پڑا ہے؟"

شنکر میرے قریب آ گیا اور بولا۔

"ایک نئی کہانی شروع ہو گئی ہے۔" وہ بولا۔

"آخر ہوا کیا ہے؟" میں نے پھر پوچھا۔

"میں نے رات میں لاک اپ کے دروازے پر ایک کانسٹیبل کی ڈیوٹی لگائی تھی۔ دوسرا کانسٹیبل مین دروازے پر ہوتا ہے یہ تمہارے سامنے مرا پڑا ہے اس کا گلا بری طرح چبایا گیا ہے دوسرا جو دروازے پر تھا وہ بھی زخمی ہے اس کو میں نے میڈیکل ایڈ کے لئے اسپتال روانہ کر دیا ہے کیونکہ وہ کسی قسم کا بیان دینے کے قابل نہیں تھا وہ بہت زیادہ خوف زدہ ہے اور اس کا ایک کاندھا کسی درندے نے بھنبھوڑ ڈالا ہے خون اس کا بھی بہت نکل گیا ہے میں نے اس واردات کی خبر اوپر کر دی ہے۔

"ایس پی صاحب اور دوسرے اعلیٰ حکام آنے والے ہیں۔"

"تم کو اس کا پتہ کب چلا؟" میں نے پوچھا

"میرے پاس صبح ایک اہلکار دوڑا ہوا آیا تھا میں اس کے ساتھ ہی چلا آیا تھا۔" شنکر نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے یہ واردات رات کو اور شاید آخری پہر ہوئی ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ واقعہ کیا ہوا ہے اس کا پتہ تو زخمی اہلکار کے بیان سے ہی چلے گا۔" شنکر بولا۔

"لاک اپ کی کیا صورت ہے تالا وغیرہ لگے ہیں یا کھلے ہیں؟"

"حیرت تو اس بات پر ہے کہ تالا لگا ہوا ہے اور کسی

قسم کی توڑ پھوڑ کے آثار بھی نظر نہیں آتے ،وہ عورت نہیں ہے اگر وہ کسی کی مدد سے نکلی ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ کس طرح نکلی ہے بات بڑی حیرت انگیز ہے۔ SP ٹام صاحب کو کس طرح مطمئن کریں گے تم کو شاید پتہ نہ ہو کہ وہ قانونی آدمی ہے بغیر ثبوت گواہ کے کوئی بات نہیں مانتا مجھے تو اپنی پیٹی کی فکر پڑ گئی ہے۔'' شنکر مایوسی سے بولا۔

''تم فکر نہ کرو شنکر حالات کچھ اس قسم کے ہیں کہ ٹام صاحب بھی شاید چکر میں پڑ جائیں گے۔'' میں نے شنکر کو تسلی دی۔

''اب تو صرف اس زخمی کانسٹیبل کے بیان پر ہی سارا دارومدار ہے۔'' وہ بولا۔

بارہ بجے سارے افسران چوکی آ گئے۔ انہوں نے لاش کا معائنہ کیا اور پوسٹ مارٹم کیلئے روانہ کر دیا دوسرا کانسٹیبل بھی اسپتال سے آ گیا تھا مگر اس کا بیان نہیں ہوا تھا۔

اب اس کے ہوش وحواس درست تھے، بازو اور کاندھے پر پلاسٹر چڑھا ہوا تھا ابھی اس کو اسپتال میں رہنا تھا مگر شنکر نے صرف بیان لینے کی خاطر اس کو بلوالیا تھا وہ چاہتا تھا اس کا بیان سب کے سامنے ہو، وہ چوکی میں ایک پلنگ پر لیٹا تھا۔

ہم سب ٹام صاحب کے ساتھ اس کے قریب گئے اس کی خیریت دریافت کی۔ پھر شنکر نے پوچھا۔'' بھگوان داس رات کیا واقعہ ہوا، تم نے کیا دیکھا؟''

بھگوان داس کی آنکھوں میں خوف کے سائے لہرائے وہ بولا'' کچھ نہیں۔''

شنکر نے پھر کہا۔'' بھگوان داس گھبراؤ نہیں، تم ٹھیک ہو تمہارا کچھ نہیں ہوگا۔ بتاؤ۔''

''میں مین گیٹ پر ڈیوٹی پر تھا آپ کا حکم تھا کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد لاک اپ کی طرف بھی چکر لگاتا رہوں۔ تو میں لاک اپ کی طرف آ رہا تھا اندر آتے ہی سامنے لاک اپ کا دروازہ نظر آ جاتا ہے میں وہیں سے نظر ڈال کر واپس چلا جاتا رہا۔ رات کے تین ساڑھے تین بجے کا وقت ہوگا کہ میں اندر آنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک بلی کے بچے جیسا جانور سلاخوں سے باہر آ رہا ہے دروازے پر بیٹھا رمیش کانسٹیبل گود میں بندوق رکھے اونگھ رہا ہے وہ جانور باہر آتے ہی بڑا ہو گیا اور ایک خوفناک بھیڑیا بن گیا۔ اور اس نے رمیش کا گلا پکڑ لیا اور زور سے جھٹکے دینا شروع کر دیا۔ میں نے فوراً اس پر فائر کر دیا، مجھے یقین ہے اس کو میرا فائر لگا اور وہ پلٹ کر میری طرف بڑھا اس کے بہت بڑے بڑے دانت باہر نکلے ہوئے تھے۔ جبڑا پورا کھلا ہوا تھا، اس کے منہ سے خون ٹپک رہا تھا، میں نے گھبراہٹ میں ایک فائر اور کر دیا، پتہ نہیں وہ فائر اس کو لگا کہ نہیں وہ چھلانگ لگا کر میرے اوپر آیا اس کے منہ سے گڑگڑاہٹ اور سوں سوں کی آوازیں نکل رہی تھیں اس نے میرا بھی گلا پکڑنا چاہا مگر میں خود کو بچا گیا اس کے منہ میں میرا کاندھا آ گیا۔

باہر اور نفری بھی تھی وہ فائر کی آواز سن کر اندر کی طرف بھاگے اور بھیڑیا اندر کی طرف دوڑا اور بند دروازے سے نکل گیا سب نے دیکھا دروازہ بند تھا اس کے اوپر ہوا کے لئے روشن دان تھا اور اس میں بھی لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں وہ اتنی سی جگہ سے کس طرح نکل گیا مجھے نہیں پتہ میری بات کی تصدیق وہ کریں گے جو یہاں پر رات کو موجود تھے۔''

بھگوان داس کا پورا بیان لکھا گیا اس پر اس کے دستخط ہوئے۔

مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ ٹام صاحب اور کسی افسر نے اس کے بیان پر کچھ نہیں کہا۔

میں نے پوری رپورٹ پیش کر دی۔ رام مورتی کی گرفتاری اور میں نے کیوں گرفتار کیا، سب کچھ میں نے رپورٹ میں تحریر کر دیا۔ میرا خیال تھا ہماری شامت آنے والی ہے مگر کچھ حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ حکام بالا خود ہی سوچ بچار میں پڑ گئے شنکر خوش تھا کہ اس پر کوئی الزام نہیں آیا ۔بھگوان داس کا بیان اس کو صاف بچا گیا۔

اس کے علاوہ اس نے دوسرے چشم دید گواہوں کے بیان لئے اور رپورٹ مکمل کر کے روانہ کر دی۔ تین دن

کے بعد میری طلبی ہوگئی میں بریلی حاضری دینے چلا آیا یہاں آ کر مجھے پتہ چلا کہ ایک میٹنگ ہو رہی ہے اس میٹنگ میں ڈاکٹر اور دوسرے افسران بھی شریک ہیں ٹام صاحب نے یہ میٹنگ بلائی تھی میں تو چھوٹا افسر تھا مجھے کیوں بلایا گیا تھا میں اس پر حیران تھا۔ میرا تعلق پولیس سے بھی نہیں تھا میں تو محکمہ جنگلات میں تھا۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سب لوگ آ گئے اور ایک بہت بڑی میز کے گرد بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

ٹام صاحب نے بات شروع کی اور سب کو بتایا کہ جنگل کے اطراف کے گاؤں میں کیا کیا وارداتیں اب تک ہوئی ہیں۔ آخر میں انہوں نے آخری واردات کا ذکر کیا اور کہا جنگلات کے ایک آفیسر نے کچھ دن پہلے ایک ایسی رپورٹ دی تھی جس کو ہم نے من گھڑت کہانی قرار دیا تھا کیونکہ اس میں صرف شبہ اور اندیشے ظاہر کئے تے کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا۔

قانونی اعتبار سے وہ ایک بے کار رپورٹ تھی مگر اب مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ رپورٹ اہمیت رکھتی تھی۔ میں فاریسٹ آفیسر مسٹر خان سے معذرت کرتا ہوں کہ میں نے اس رپورٹ کا مذاق اڑایا تھا اور شاید پھر ایسا ہی ہوجاتا کیونکہ خان نے ایک عورت کو صرف شبہ میں گرفتار کیا تھا، اس وقت بھی کوئی ٹھوس ثبوت ان کے پاس نہیں تھا صرف اسکی تضاد بیانی ہی اس کی گرفتاری کی وجہ بنی تھی مگر وہ عورت رات کے اندھیرے میں لاک اپ سے فرار ہوگئی نہ صرف فرار ہوگئی بلکہ اس نے خون بھی کر دیا اور لاک اپ پر تالا پڑا رہا۔ چشم دید گواہوں نے دیکھا کہ وہ ایک معمولی جھری سے نکل گئی اور بھیڑیئے کی شکل میں بھاگ گئی۔ یہ سارا کیس میں نے آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ آپ لوگوں کی رائے بڑی اہمیت رکھتی ہے آئندہ کا پروگرام اس کی روشنی میں ترتیب دیا جائے گا۔

ایک بات اور میں نے محکمہ جنگلات سے درخواست کی ہے کہ مسٹر جمال خان آفریدی کی خدمات مجھے یعنی پولیس ڈپارٹمنٹ کو دے دی جائیں اس کی دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ سارا کیس ان کے سامنے اور ان کے علاقے میں ہوا ہے دوسرے ان کی تحقیقات کرنے کا انداز مجھے اچھا لگا ہے ہر بات یہ ریکارڈ پر رکھتے ہیں اب آپ اپنی رائے سے آگاہ کریں۔“

پولیس چیف جوزف نے کہا۔

”مجھے ایسا لگتا ہے اب یہ وارداتیں جنگل کے علاوہ شہر میں بھی ہوں گی ہم کو یہاں پر بھی ہوشیار رہنا ہوگا اب یہ بات تو صاف ہوگئی ہے کہ بھیڑیا اصل میں بھیڑیا نہیں ہے وہ انسان ہے اس کے پاس سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی ہے دوسرے اس پر گولی اثر نہیں کرتی اور وہ ہر طرح فرار ہوسکتا ہے ان سب باتوں کو مدنظر رکھ کر پروگرام بنانے پڑیں گے۔“

ڈاکٹر تھامس نے کہا۔

”میں یہ تو نہیں کہتا کہ رپورٹ جھوٹی ہے مگر چونکہ میرا تعلق میڈیکل کے شعبے سے ہے میں اسی دائرے میں رہ کر بات کروں گا، انسان انسان ہے وہ بھیڑیا نہیں بن سکتا اس کے جسم اور بھیڑیئے کے جسم میں بہت زیادہ فرق ہے انسانی خوراک اور درندے کی خوراک کا بھی فرق ہے اسی طرح دونوں کی جسمانی طاقت میں بھی فرق ہے بھیڑیا اونچی چھلانگ لگا سکتا ہے مگر انسان اس سے آدھی بھی نہیں لگا سکتا اگر مان لیا جائے کہ انسان بھیڑیا بن رہا ہے تو وہ جسمانی طاقت فوری طور پر کہاں سے حاصل کر رہا ہے، ہاں ایک بات میں مانتا ہوں کہ انسان بیمار ہوتا ہے اس کو کوئی مرض ہوجاتا ہے۔ ایک مرض میں جانتا ہوں اس مرض میں مبتلا آدمی دورہ پڑنے کے بعد اپنے آپ کو انسان کی بجائے کسی خونخوار بھیڑیا یا وحشی درندے کے روپ میں دیکھتا ہے اور درندے جیسی حرکتیں کر کے تسکین حاصل کرتا ہے، مرض شدت اختیار کرے تو وہ انسانوں پر بھی حملہ کرتا ہے طبی اصطلاح کے مطابق یہ لائی کن تھراپی (Lycan Thropy) کا مرض ہے۔ لائی کن تھراپی یا اپنے آپ کو بھیڑیا خیال کرنے والے مریض ہر دور میں پائے جاتے ہیں اب بھی ایسا لگتا ہے کہ ان کے ناپاک وجود سے دنیا

خالی نہیں ہے۔اس مرض کے مریض یورپی ملکوں میں بہت زیادہ پائے گئے ہیں۔

16ویں صدی میں یہ مرض وبا کی طرح شہروں، قصبوں میں پھیلا ہوا تھا اور ایک ہی خاندان کے کئی کئی لوگ اس مرض میں مبتلا پائے گئے تھے۔مرض کا حملہ جب شروع ہوتا تھا یہ لوگ جنگلوں میں چلے جاتے تھے اور وحشیوں کی طرح رہتے تھے ان کے بال اور ناخن بڑھ جاتے ہیں داڑھیاں بڑھ جاتی تھیں اور شکلیں خوفناک ہو جاتی تھیں یہ پورے درندے بن جاتے تھے انسانوں پر حملہ کرتے تھے اوران کو مار کر کھا جاتے تھے اسی قسم کے مرض کچھ اور بھی ہیں بعض اوقات جنسی طور پر انسان وحشی ہو جاتا ہے اس کی الگ تفصیل ہے۔'' ڈاکٹر نے اپنی بات ختم کی۔

ایس پی ٹام نے کہا۔'' ڈاکٹر اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ مجرم بے گناہ ہے وہ مریض ہے اس کو علاج کی ضرورت ہے؟''

''میں قانونی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' ڈاکٹر تھامس نے جواب دیا۔

ٹام صاحب نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔

''مسٹر خان تم کیا کہتے ہو کیونکہ تم ہی اس سارے کیس کو سب سے زیادہ جانتے ہو۔''

''سر ڈاکٹر صاحب نے جس مرض کا ذکر کیا ہے وہ ضرور ہوگا مگر ہمارا واسطہ جس مجرم سے ہے اس کو میں مریض نہیں مان سکتا وہ عورت ایک صحت مند جوان عورت ہے وہ دروازے کھولے بغیر ذرا سی جھری سے باہر آ جاتی ہے باہر آ کر خونخوار بھیڑئے کی شکل اختیار کرتی ہے ایک آدمی کو ہلاک کرتی ہے دوسرے پر وار کرتی ہے اس کو گولی ماردی جاتی ہے وہ اس پر اثر نہیں کرتی اور وہ ایک معمولی جھری سے نکل جاتی ہے اگر اس کو مریض کہہ کر چھٹکارا حاصل کرلیں تو جو وارداتیں اس نے کی ہیں ان کو کس کے کھاتے میں ڈالیں گے۔دوسرا ڈاکٹر صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ دورے کے دوران کیا اس پر گولی بھی اثر نہیں کرتی اور وہ چھوٹے سے سوراخ میں سے گزر جاتا ہے میرے خیال میں یہ مریض ہرگز نہیں ہے وہ ضرور کسی ماورائی طاقت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔'' میں نے بات مکمل کی تو ٹام صاحب نے کہا۔'' کچھ دن پہلے تم یہ بات کرتے تو شاید میں نہ مانتا مگر ان حالات میں، میں تمہاری بات کو تسلیم کرتا ہوں۔مسٹر خان تم مجھے جواب دہ ہو۔علاقے کے سارے تھانے اور چوکیاں تم سے تعاون کریں گی ،تم مجھے رپورٹ کروگے، تمہارا ہیڈ کوارٹر چندن پور ہوگا، ترکھان منڈی میں تمہاری جگہ دوسرا آدمی کام کرے گا اب تمہارا کام پہلا یہ ہے کہ تم اس عورت کا پتہ چلاؤ کہ وہ کہاں ہے؟'' اور میٹنگ ختم ہوگئی۔

میں سیدھا چندن پور گیا اور رام مورتی کی سسرال پہنچا۔مگر دروازے پر تالا پڑا تھا اور گھر میں کوئی نہیں تھا میں نے پڑوسیوں سے پوچھا تو پتہ چلا کہ دینا لال رات کو تالا لگا کر چلا گیا، کہاں گیا کچھ پتہ نہیں۔اس کی عورت کو پولیس لے گئی تھی وہ واپس نہیں آئی۔

میں نے فوراً ترکھان منڈی جانے کا فیصلہ کیا، ترکھان منڈی پہنچ کر میں نے مان سنگھ کو ساتھ لیا اور موتی پور چلا گیا مجھے ڈر تھا کہ ڈور کا آخری سرا گوپی تھا کہیں وہ بھی ہاتھ سے نہ نکل جائے موتی پور جاتے جاتے پانچ بج گئے، میں سیدھا مکھیا کے دروازے پر گیا اور گوپی کو بلوایا۔پتہ چلا گوپی پیلی بھیت اپنی موسی کے گھر گیا ہوا ہے۔آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا آخری سرا بھی ہاتھ سے نکل گیا مگر میں نے ہمت نہیں ہاری اور پیلی بھیت میں گوپی کی موسی کا پتہ معلوم کرنے کی کوشش شروع کردی۔مگر موتی پور میں کوئی آدمی ایسا نہیں ملا جو کہ پتہ بتا سکتا دوسری مصیبت یہ تھی کہ گوپی کی موسی کا نام کیا تھا اس کے کسی لڑکے وغیرہ کا نام بھی کسی کو پتہ نہیں تھا۔پیلی بھیت کوئی چھوٹی جگہ نہیں تھی کہ پتہ چل جاتا اچھا خاصہ شہر ہے آبادی میں بہت ہے۔

میں واپس ترکھان منڈی آ گیا،اب میرا کام یہاں نہیں تھا، مجھے چندن پور میں رہنا تھا۔

میں نے اپنے عملے کو بتادیا کہ میرا تبادلہ کردیا گیا ہے، میں چندن پور میں رہوں گا اور وہیں پر کام کروں

کا،اب میرا تعلق جنگلات سے نہیں رہا۔ نیو مان سنگھ اور
روشن خان یہ سن کر ملول ہو گئے، میں نے کہا۔ ''تم میرے
پاس آسکتے ہو، میری جب بھی تم کو ضرورت ہو آ جانا۔''

وہ دونوں میرے ساتھ جیپ میں میرا سامان لے کر چندن پور آئے۔ سرکاری کوارٹر میں سامان سیٹ کر کے چلے گئے۔ یہ سرکاری کوارٹر چندن پور تھانے کے حدود میں تھا۔ تھانے کا انچارج SHO شیو شنکر تھا۔ میرا تعلق تھانے سے صرف اس کیس کی حد تک تھا۔ اور صرف اس کیس کی حد تک شیو شنکر میری معاونت کرنے کا پابند تھا۔

میں نے دینا لال کے گھر کی نگرانی شروع کروادی تھی اور موتی پور میں گوپی کے لئے آدمی لگا دیئے تھے مکھیا کو پابند کر دیا تھا کہ وہ گوپی کے بارے میں کوئی خبر ملے تو فوراً مجھے بتائے ترکھان منڈی میں مان سنگھ اور روشن خان کے میرے ہی آدمی ہیں ان کو بھی پابند کر دیا تھا کہ دینا لال گوپی اور رام موری کے بارے میں ہوشیار رہیں اور روشن خان ہر روز رپورٹ کرے۔ یہ کام میں نے بڑی خاموشی سے کیا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ یہ لوگ قریب ہی ہیں اور روپوش ہو گئے ہیں۔ میں چمن لال کو بھی بھولا نہیں تھا۔ چمن لال بھی چندن پور سے غائب تھا حیرت کی بات یہ تھی کہ چمن لال کو چندن پور میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ بڑی مشکلوں سے پرانے ریکارڈ کے ذریعے اس کا پتہ ملا تھا مگر اس مکان کے مکین نے بتایا کہ یہاں پر چمن لال نام کا کوئی آدمی کبھی نہیں رہتا تھا، میں نے جس سے یہ مکان خریدا ہے اس کا نام ہری رام عرف ہریا تھا اور مکان خریدے ہوئے بس سال گزر چکے ہیں۔ اس کا مطلب ہوا چمن لال ہی ہریا تھا۔

پھر وہ نام بدل کر ٹھیکیداری کرتا تھا۔ اس کو اس کی کیا ضرورت تھی۔ معاملہ جتنا آگے بڑھ رہا تھا میرے لئے ایک سے بڑھ کر ایک نئی الجھن پیدا کر رہا تھا۔ اور میرا یہ حال تھا کہ ہزار کوشش کے بعد بھی سرا ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔

روشن خان روز شام کو میرے پاس آ رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ ''نیا فاریسٹ آفیسر آ گیا ہے۔ موتی پور میں ایک نیا آدمی جگن ناتھ کے گھر آیا ہے۔ وہ جگن ناتھ کا رشتہ دار ہے میں نے اس کو دو تین دفعہ جنگل کی طرف جاتے دیکھا ہے مگر وہ شام جڑے جنگل کی طرف جاتا ہے جیسے رفع حاجت کو جا رہا ہو۔ میں نے کوشش کی کہ دیکھوں واپس کب آتا ہے مگر نہیں دیکھ سکا۔''

''تم خاموشی سے اس کا پیچھا کرو، خیال رکھنا اس کو شبہ نہ ہونے پائے دوسرے اپنی حفاظت کا بندوبست ضرور کرنا اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تم اس آدمی کا پیچھا کرو اور ایک ہوشیار آدمی تمہاری نگرانی کرے اس کے لئے تم مان سنگھ سے کام لے سکتے ہو۔ میرا نام لو گے تو وہ فوراً جان جائے گا رات کا وقت ہو گا اپنے ساتھ ٹارچ اور بندوق ضرور رکھنا مان سنگھ کو بھی بتا دینا مجھے کل آکر رپورٹ کرو گے۔''

دوسرے دن روشن خان نے رپورٹ دی۔

''سر ہم دونوں الگ الگ جنگل کی طرف گئے میں پہلے گیا تھا، شام پڑتے ہی وہ آدمی جنگل کی طرف مجھے جاتا نظر آیا کچھ فاصلہ دے کر میں اس کا پیچھا کرنے لگا۔ پروگرام کے مطابق میرا پیچھا مان سنگھ کر رہا تھا وہ آدمی گھنے جنگل کی طرف بڑھ رہا تھا اس کا مطلب تھا کہ وہ رفع حاجت کے لئے نہیں آیا تھا۔ آپ کو تو پتہ ہے موتی پور گاؤں تو ہے جنگل کے اندر کچھ فاصلے پر دلدلی علاقہ شروع ہو جاتا ہے یہاں تو وہ لوگ دن میں نہیں جاتے یہ کون پاگل ہے کہ رات میں اس طرف جا رہا ہے اس کے چال اور انداز سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ ان خطرناک راستوں سے خوب واقفیت رکھتا ہے۔

جنگل میں ہر طرف اندھیرا تھا کبھی کبھی کسی درندے کی آواز آ جاتی تھی وہ ایک بہت گھنے درخت کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا وہ درخت ایک قدیم بڑ کا درخت تھا اس کا تنا بہت موٹا تھا۔ اس تنے میں ایک سوراخ تھا میرے قریب ہی کسی بھیڑیے نے زور کی چیخ ماری، اندھیرے میں مجھے صاف تو نہیں نظر آیا مگر آواز درخت کے تنے کے پاس سے ہی آئی تھی اور میرے قریب سے ایک بہت بڑا بھیڑیا

دوڑتا ہوا اس درخت کی جڑ تک گیا اور دونوں نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ میں دس پندرہ منٹ آہٹ لیتا رہا مگر خاموشی رہی پھر میں درخت کے تنے کے پاس چلا گیا وہاں کوئی نہیں تھا۔

میں نے ٹارچ جلا کر تنے کو دیکھا سوراخ اتنا بڑا تھا کہ اس کے اندر آدمی جھک کر داخل ہوسکتا تھا کچھ ہی دیر میں مان سنگھ بھی میرے قریب آ گیا، اور اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"کچھ نظر آیا۔"

"جڑ تک تو نظر آیا تھا اس کے بعد پتہ نہیں چلا۔"

"اس سوراخ میں تو اندر نہیں چلا گیا؟" مان سنگھ نے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔" میں نے جواب دیا اور ہم دونوں واپس آ گئے۔

"واپس اس لئے آئے کہ ایک تو یہ جگہ بہت خطرناک تھی دوسرے دونوں بھیڑیے اور وہ آدمی غائب ہوچکے تھے۔ رات کے اندھیرے میں ہم ٹارچ جلا کر بھی ان کو تلاش نہیں کرسکتے تھے۔" مان سنگھ نے بات ختم کی۔

"خیر تم نے اچھا کیا اس سے زیادہ اور تم کیا کرسکتے تھے۔ میرا خیال ہے وہ بڑ کا درخت بھی اہمیت رکھتا ہے تم دن میں وہاں جاسکتے ہو؟" میں نے مان سنگھ سے پوچھا۔

"ہاں بڑی آسانی سے جاسکتا ہوں۔" وہ بولا۔

"تو پھر تم کسی کو ساتھ لے کر جاؤ اور اس جگہ کو اچھی طرح دیکھو، خاص طور سے اس جگہ کو دیکھو جس سے کیا وہاں کسی کے رہنے کا شبہ ہوتا ہے۔ میری بات سمجھ رہے ہو نا؟" میں نے پوچھا۔

"میں سمجھ گیا۔" وہ بولا

"تو ٹھیک ہے تم جاؤ۔"

☆......☆......☆

اچانک ایک سیٹی نما عجیب وغریب آواز گونجی جو کہ صرف رولوکا کو سنائی دی، رولوکا سمجھ گیا کہ یہ آواز صرف اس کے لئے ہے۔ کبھی کبھار رولوکا کے لئے اس طرح کی آواز اس کے کسی خاص کارندہ کی طرف سے آتی تھی۔ رولوکا سمجھ جاتا تھا کہ اب اس آواز کی سمت توجہ دینی ہے، لہٰذا رولوکا سنبھل گیا اور اس نے جمال خان کو بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"جمال خان آپ بے فکر ہوکر آرام وسکون سے اپنے گھر تشریف لے جائیں، اور کاغذ پر اپنے گھر کا پتہ لکھ دیں، میں کسی وقت آپ کے گھر آ کر آپ سے رابطہ کروں گا، اب آپ یہ ذہن نشین کرلیں کہ آپ کی پریشانی عنقریب ختم ہوجائے گی ،بس آپ بے فکر ہوکر کھائیں پئیں اور خوش رہیں کسی قسم کی فکر وتردد کو دماغ میں جگہ نہ دیں ،میں آپ کی بقیہ داستان آپ کے گھر آ کر سنوں گا۔

یہ سنتے ہی جمال خان اٹھ گیا، مصافحہ کیا اور خدا حافظ کہہ کر مسکراتے ہوئے حکیم وقار کے مطب سے چلا گیا۔

جمال خان کے جاتے ہی حکیم وقار نے رولوکا سے پوچھا۔ "بھئی یہ اچانک تم نے اسے چلتا کیوں کردیا جبکہ اس کی داستان پوری نہیں سنیں۔"

رولوکا مسکراتے ہوئے گویا ہوا۔ "حکیم صاحب مجھے میرے ایک خاص کارندے نے ایک سیٹی نما آواز سے اشارہ دیا ہے کہ میں اس طرف توجہ کروں اور مجھے لگتا ہے کہ ضرور کوئی خاص بات ہے اور یہ آواز صرف میں ہی سن سکتا ہوں، لہٰذا میں نے جمال خان کو جانے کے لئے کہا ،میں کسی اور وقت جمال خان کے گھر جا کر بقیہ حالات سنوں گا اور ہر حال میں جمال خان کی مدد کروں گا۔"

یہ سن کر حکیم وقار بولے "میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر مشن میں کامیابی عطا کرے۔"

رولوکا نے مسکراتے ہوئے حکیم صاحب سے ہاتھ ملایا، اور اپنے مخصوص کمرے میں آ گیا اور پھر چند لمحے بعد ہی اپنے کارندہ سے غیبی رابطہ کرنے کے بعد خود بھی کمرے سے غائب ہوگیا۔

رات کا اندھیرا ہر طرف چھا چکا تھا۔ رولوکا ایک بڑے درخت کے پاس روپوشی کی حالت میں کھڑا تھا اس جگہ آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ دہک رہا تھا اور رولوکا کے کارندے بھی روپوشی کی حالت میں چوکس تھے آگ کے

قریب کوئی بھی وجود نظر نہیں آ رہا تھا۔ رولوکا کافی دیر کھڑا رہا ،اس نے سمجھ لیا کہ دشمن بہت چالاک ہے اور کسی صورت سامنے نہیں آئے گا۔

اچانک زوردار آندھی چلنے لگی، آندھی اتنی زور کی تھی کہ لگتا تھا جنگل کے سارے درخت اب اور تب اپنی جڑ سمیت اکھڑے مگر تعجب کی بات بھی تھی کہ دہکتی ہوئی آگ اپنی جگہ قائم و دائم تھی آگ پر آندھی کا کسی قسم کا بھی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

پھر اچانک آگ بھڑکنے لگی، شعلے بلند ہوتے گئے، اس کے ساتھ ہی آندھی یکدم ختم ہوگئی اور پھر ایسا لگا کہ یہاں پر چند منٹ پہلے طوفانی آندھی کا نام و نشان نہیں تھا کہ اچانک ایک گونجدار بارعب آواز سنائی دی۔

”مورکھ تو جمال خان کا مددگار بنے گا، میں تجھے بھی نشٹ کر کے رکھ دوں گا، تو کیا سمجھتا ہے کہ میں تجھ سے ڈر کر جمال خان کی جان چھوڑ دوں گا، ارے میں تو اسے ہلکان اور پریشان کر کے کسی قابل نہیں چھوڑوں گا، ایک وقت آئے گا کہ وہ موت کے لئے روئے گا گڑگڑائے گا لیکن کسی بھی حال سے اسے موت نہیں آئے گی اگر تو اپنا بھلا چاہتا ہے تو اس سے دور ہو جا اس میں تیری بھلائی ہے ۔دیکھتی آنکھوں نے دیکھا کہ مٹھ کے قریب میں نشٹ ہو گیا، ارے اس وقت دیکھنے والوں کی بھول تھی، میری شکتی کا تجھے بھی پتہ نہیں ہے، میں چاہتا تو اسی وقت مطب میں سب کو ختم کر دیتا مگر میں نے تم لوگوں کا خیال کیا اور چھوڑ دیا ،اب بھی وقت ہے کہ تو جمال خان کو اس کے حال پر چھوڑ دے ورنہ تو بہت پچھتائے گا، میری بات یاد رکھ اور ہٹ جا۔“ پھر آواز آنی بند ہوگئی۔

رولوکا کے کارندے چوکس تھے، رولوکا نے اپنی انگلی سے ایک قسم کا اشارہ کیا تو اچانک دیکھتے ہی دیکھتے بھڑکتے ہوئے شعلے ختم ہو گئے اور ساتھ ہی آگ بھی ناپید ہوگئی، ایسا لگتا تھا کہ اس جگہ آگ تھی ہی نہیں، کہ پھر ایک آواز گونجی گھبراہٹ کی حالت میں، آواز میں گھبراہٹ کے ساتھ کپکپاہٹ بھی تھی۔ ”مورکھ یہ تو نے کیا کر دیا، اب تو بھی میری نظر میں میرا دشمن ہے اور میں تجھے بھی اب نہیں چھوڑوں گا۔“ اچانک اس جگہ سے ایک بڑی سی چنگاری اوپر کو فضا میں اٹھی اور ایک طرف کو جاتے ہوئے غائب ہوگئی۔ چنگاری کے غائب ہوتے ہی رولوکا کی آواز سنائی دی۔ ”بھاگ گیا۔“

رولوکا واپس اپنے کمرے میں آ گیا اور صبح سویرے مطب میں حکیم صاحب کے سامنے موجود تھا حکیم وقار رولوکا سے بولے۔ ”تمہارے اچانک جانے پر میں سمجھ گیا تھا کہ کوئی خاص مسئلہ ہے۔“ یہ سن کر رولوکا بولا۔

”جی ہاں! جمال خان کا ہی مسئلہ تھا ایک روح جمال خان کو تنگ کر رہی ہے اور وہ اپنی ضد پر اڑی ہوئی ہے اس کا کہنا ہے کہ میں جمال خان کو کسی بھی صورت نہیں چھوڑوں گا اور مجھ سے اس کا کہنا ہے کہ تو جمال خان کی مدد نہیں کر، ورنہ نقصان اٹھائے گا۔ بہرحال اب میں جمال خان کے پاس جا رہا ہوں، حکیم صاحب اپنا خیال رکھیئے گا، میں آپ سے رابطہ کروں گا۔

☆......☆......☆

جمال خان کے گاؤں رولوکا پہنچ گیا۔ رولوکا کو دیکھ کر جمال خان الجھن میں پڑ گیا مصافحہ اور سلام کے بعد جمال خان بولا۔ ”حکیم صاحب آپ اطلاع کر دیتے میں آپ کو لینے خود اسٹیشن پہنچ جاتا اپنی گاڑی لے کر۔“

رولوکا بولا۔ ”اس کی ضرورت میں نے محسوس نہیں کی کہ آپ کو تکلیف دوں۔“

جمال خان رولوکا کو مہمان خانے میں لے گیا، اور دونوں آمنے سامنے صوفے پر بیٹھ گئے جمال خان نے پوچھا۔ ”حکیم صاحب بلاتکلف آپ کیا کھانا پینا پسند کریں گے۔“ رولوکا بولا۔ ”کسی چیز کی ضرورت نہیں، آپ کی خوشی کے لئے شربت پی لوں گا۔“ جمال خان نے فوراً سے پیشتر شربت پیش کر دیا، شربت پی کر رولوکا مسکرانے لگا اور بولا۔ ”جمال خان آپ اپنی آگے کی روداد شروع کریں۔“ جمال خان چند لمحے سوچنے کے بعد گویا ہوا۔

”میں نے اپنی تحقیقات کا دائرہ اور بڑھا دیا تھا پہلی

بھیت سے شاہ پور ساٹھ ستر میل ہے اور جنگل سے بھی دور ہے مگر میں اب کسی چیز کو بھی نظر انداز نہیں کر رہا تھا۔ بانس بریلی ،پیلی بھیت، تنک پور تر کھان منڈی ہر طرف میرے جاسوس موجود تھے مگر کسی بھی طرف سے کوئی خبر نہیں آ رہی تھی۔

دوسرے روز مان سنگھ اور روشن خان آ گئے۔ روشن خان نے آتے ہی کہا۔

”درخت کی جڑ کے پاس جلے ہوئے کوئلے ملے ہیں۔ ایسا لگتا ہے وہاں آگ جلائی گئی تھی اس کے علاوہ وہاں پر کوئی آثار نہیں ملے۔“

”تم دونوں ایسا کرو اس جگہ کی نگرانی کم از کم دن میں اچھی طرح کرو، اگر وہ بھیڑیا اس سوراخ میں رہتا ہے تو کبھی نہ کبھی تو ضرور نکلے گا۔“ میں نے کہا۔

”وہ ایک نہیں ہے سرجی جوڑا ہے۔“ مان سنگھ نے کہا۔

”میں ایسا کرتا ہوں موتی پورا جا کر پتہ کرتا ہوں۔“

اور میں موتی پور روانہ ہو گیا۔ مکھیا سے میں نے پوچھا ۔”تمہارے گاؤں میں ایک مہمان آیا تھا وہ کس کے گھر آیا تھا؟“

”جی ہاں میں نے بھی سنا تھا وہ جگن ناتھ کے گھر آیا تھا۔ اب تو شاید چلا گیا ہے۔“ مکھیا نے جواب دیا۔

”تم جگن ناتھ کو بلواؤ“ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے ابھی بلوائے دیتا ہوں۔“ وہ بولا۔

کچھ ہی دیر میں جگن ناتھ میرے سامنے تھا وہ ایک بوڑھا آدمی تھا مگر ہاتھ پیر کا مضبوط آدمی تھا میلی سی دھوتی اور بنڈی اس کا لباس تھا میں نے اس سے پوچھا۔” تمہارے گھر کون آیا تھا؟“

”وہ میرے لڑکے کرن کا سالا تھا جی۔“ وہ بولا۔

”اس کا نام کیا تھا؟“ میں نے پوچھا۔

”اس کا نام ہریا تھا جی۔“

”میں ہریا کے نام پر چونکا پھر پوچھا۔ کہاں سے آیا تھا؟“

”وہ شاہ جہان پور سے آیا تھا۔“ جگن ناتھ نے جواب دیا۔

”اس کا پورا نام ہری رام ہے کیا؟“ میں نے اندھیرے میں تیر چھوڑا۔

”ہاں جی اس کا نام ہری رام ہی ہے۔“ جگن ناتھ نے جواب دیا۔

”اور یہ شاہ جہاں پور سے نہیں چندن پور سے آیا تھا۔“ میں نے کہا۔

”یہ پتہ نہیں، کہتا وہ یہی تھا کہ شاہ جہان پور سے آیا ہوں۔“

”اچھا تم نے یہ تو ضرور پوچھا ہوگا کہ وہ کام کیا کرتے ہے؟“ میں نے کہا۔

”ہاں جی پوچھا تھا۔“ وہ بولا۔

”پھر اس نے کیا جواب دیا؟“ میں نے پھر پوچھا۔

”کہتا تھا ٹھیکیداری کرتا تھا مگر اب بیکار ہے پھر سے ٹھیکیداری لینے کی کوشش کر رہا ہے۔“ جگن ناتھ نے جواب دیا۔

اب مجھے یقین ہو چلا تھا کہ یہی چمن لال ہے میں نے پھر پوچھا۔”تم نے اس کو پہلے سے دیکھ رکھا تھا کہ ابھی جب آیا تو دیکھا تھا؟“

”میں نے تو پہلی بار دیکھا تھا۔ اور کرن نے بھی پہلی بار ہی دیکھا تھا۔ کہتا تھا کرن کی شادی پر وہ دلی گیا ہوا تھا اس کارن شادی میں شریک نہیں تھا۔“ جگن ناتھ نے جواب دیا۔

”یہ کرن کا سگا سالا ہے یا دور پرے کا ہے؟“

”سگا تو نا ہی ہے کرن کی جورو کی موسی کا چھورا ہے۔“

”وہ واپس کب گیا؟“ میں نے آخری سوال کیا۔

”کل شام سے غائب ہے بتا کر نہیں گیا چلا ہی گیا ہوگا۔“ وہ بولا۔

چمن لال کا پتہ چلا مگر وہ خود پھر اندھیرے میں چلا گیا۔ مگر یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہریا ہی چمن لال تھا اس کا مطلب تھا کہ چمن لال بھی میرے قریب ہی تھا۔

اور مجھے یہ بھی یقین تھا کہ رام مورتی دینا لال، یہ بھی میرے قریب ہی ہیں۔ مگر مالا کے جنگلات ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ جنگلات کے قریب رہنا ان کی مجبوری

ہے کیونکہ وہ یہاں پر آسانی سے روپوش ہو جاتے ہیں۔

مان سنگھ کا کہنا تھا کہ "یہ جوڑا ہے۔"

اس کا مطلب یہ تھا کہ کہ واردات نتیجے ایک سے زیادہ ہیں چمن لال یا ہریا دوسری رام مورتی اب دینا لال کو تلاش کرنا ہے کہ وہ بھی ان میں شامل ہے کہ نہیں۔

میں اپنی پوری کارروائی تحریری شکل میں ایس پی کو روانہ کرتا تھا میری ان رپورٹوں سے مجھے یہ فائدہ ہوا کہ قریب اور دور کے سارے پولیس ڈپارٹمنٹ کو میرے بارے میں اطلاع ہوگئی، اور ان کو میرے ساتھ تعاون کرنے کے احکامات بھی مل گئے۔ اس کے علاوہ اگر ان کو کسی قسم کی اطلاع ملی ہے تو وہ مجھے چندن پور ضرور اطلاع کریں گے۔

یوں سمجھ لیں کہ ایک طرح سے ایمرجنسی جیسا ماحول بنا ہوا تھا۔ میں ہر اس آدمی کو کھنگال رہا تھا جس کا ذرا سا بھی واسطہ رام مورتی یا ہریا سے بن رہا تھا۔

روزانہ مان سنگھ اور روشن خان آ رہے تھے، ہمارا جو دائرہ کار تھا ہم وہیں پر زور لگا رہے تھے۔

نئی واردات ہوئی کھٹیما گاؤں میں یہ گاؤں پیلی بھیت سے چھ کوس پر ہے، یہ گاؤں بھی جنگل سے زیادہ دور نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے دشمن چالاک ہے وہ جنگل کے اندر اندر آگے کی طرف بڑھ رہا ہے یہاں پر اس نے بڑی دیدہ دلیری سے ایک کسان عورت پر حملہ کیا اور ایک ہی حملے میں اس کو مار دیا اور گھسیٹ کر جنگل کے اندر لے گیا وہاں پر اس کے اندرونی اعضاء کے علاوہ اس کا گوشت بھی کھایا گیا ایسا لگتا تھا کہ یہ ایک بھیڑیے کا کام نہیں تھا شام کا وقت تھا بھیڑیے نے رات کا بھی انتظار نہیں کیا شاید وہ شدت بھوک سے مجبور تھا۔ کھیت سے عورت گھر آ رہی تھی اس کے سر پر وزن تھا کہ اچانک گاؤں سے کچھ فاصلے پر حملہ ہوا اور بڑی تیزی سے بھیڑیا اس کو لے کر جنگل میں چلا گیا اور دعوت اڑا کر پھر جنگل کے اندر روپوش ہو گیا۔

میں نے کھٹیما جا کر موقعہ واردات کو دیکھا لوگوں کے بیانات لئے چشم دید گواہ کوئی نہیں تھا۔ میں نے اپنے دو آدمی وہیں چھوڑ دیئے اور کارروائی پوری کر کے چلا آیا۔

یہ واردات تین مہینہ دس دن کے بعد ہوئی تھی چالاک دشمن سے واسطہ پڑا تھا وہ حالات کو دیکھ کر اپنا کام کر رہا تھا میں بھی اپنے کام میں مشغول تھا مگر کامیابی ابھی مجھ سے دور تھی۔ میں نے جو آدمی گوپی کی تلاش میں لگایا ہوا تھا وہ آ گیا اور آتے ہی بولا۔

"سر گوپی کی موسی کے گھر کا پتہ چل گیا ہے۔"

"یہ بتاؤ کریم خان کہ گوپی وہاں ہے کہ نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں سر یہ پتہ نہیں ہے، میں نے زیادہ کرید نے کی کوشش اس لئے نہیں کہ کہیں وہ وہاں سے فرار ہو نہ جائے میں بہت جلدی میں آپ کے پاس آیا ہوں۔"

میں نے ڈرائیور کو بلایا، جیپ تیار تھی۔ میں نے کہا۔ "آؤ کریم خان۔" وہ میرے ساتھ جیپ میں بیٹھ گیا زیادہ نفری میں اپنے ساتھ نہیں رکھتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی میرا دشمن تو کسی اور ہی نوعیت کا تھا دوسرا زیادہ آدمی ہوں تو کام کم اور شور زیادہ ہوتا ہے۔ ڈرائیور نے بڑی تیزی سے ڈھائی گھنٹے میں پیلی بھیت پہنچا دیا۔ محلہ کمہارواڑا کا راستہ کریم خان نے ڈرائیور کو بتایا اور جیپ ایک گھر کے دروازہ پر کھڑی ہوگئی۔ ڈرائیور نے اپنا اسلحہ لوڈ کر لیا اور گاڑی پر ہی رہا کریم خان نے دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے ایک زنانہ آواز آئی "کون آتی ہوں؟"

اور ایک جوان صحت مند عورت دروازے پر آ گئی۔ اس نے پولیس کو دیکھا تو گھبرا گئی واپس اندر جانا چاہا تو کریم خان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا کریم خان نے کہا۔ "زیادہ ہوشیاری مت دکھا سندری ہم پولیس والے ہیں۔ دیکھ لے۔"

"کا کام ہے یہ بتاؤ۔" وہ بولی۔

میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ "کام میں بتاتا ہوں، پہلے تم یہ بتاؤ کہ گوپی کہاں ہے؟"

وہ آنکھ مٹکا کر بولی۔ "گوپی؟ کون گوپی؟"

"اس کا انداز اور پہناوا دونوں ظاہر کر رہے تھے کہ وہ

شریف عورت نہیں۔" میں نے کہا۔" زیادہ پر نکالنے کی کوشش مت کرو، تھانہ تم نے دیکھا ہے کبھی نہیں دیکھا تو تم کو دکھادیں، یاد رکھو یہ ناز نخرے سب دھرے کے دھرے رہ جائیں آگے۔ اور تم کو وہ سب کچھ بتانا پڑے گا جو پوچھیں گے۔ اگر وہ سب یہاں پر بتادو تو تمہاری عزت اور چمڑی دونوں بچی رہیں گی میں ذرا دوسری قسم کا پولیس والا ہوں۔"

اس نے ایک بھرپور نظر مجھ پر ڈالی۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ آئی وہ ایک تجربہ کار عورت تھی حالات کی نزاکت کو میری تاڑ گئی اورا سنے وہی وار کیا جو ایک جوان عورت مرد پر کرتی ہے۔

"داروغہ بابو غصہ ہو گئے۔ آؤ اندر تو آؤ"

میں اس کے برستے رنگ کو خوب سمجھ رہا تھا میں نے کریم خان کو اشارہ کیا کہ وہ بھی اندر آجائے اندر ایک سجی سجائی بیٹھک تھی مونڈھے پڑے تھے ایک طرف ایک بڑا سا پلنگ پڑا تھا اس پر رنگ برنگی چادر پڑی تھی وہ اندر آ کر بولی۔" بیٹھو داروغہ بابو! تم بھی بیٹھو۔" وہ کریم خان سے بولی۔

"پہلے یہ بتاؤ کیا پیو گے ٹھنڈا یا گرم۔"

میں نے کہا" کچھ نہیں تم میرے چند سوالوں کے جواب دو۔"

"پوچھو جی میں تیار ہوں۔"

"گوپی تمہارا کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میرا گوپی سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔" وہ بولی

"وہ تمہارے پاس رہتا ہے کیوں رہتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میرے پاس تو کوئی بھی رہ سکتا ہے یہ دروازہ تو سب کے لئے کھلا ہے۔" وہ بولی۔

"تم پھر بات کو دوسرے رخ پر لے جانے کی کوشش کررہی ہوں۔ تم کو پتہ ہے گوپی کوئی سرمایہ دار آدمی نہیں ہے وہ گاؤں کا ایک کسان ہے وہ تمہارے پاس رہنے کی عیاشی نہیں کرسکتا۔ مگر پھر بھی تمہارے پاس رہتا تھا۔ خوب غور کرو اور اصل بات بتاؤ۔ اگر ذرا بھی ہوشیاری کرنے کی کوشش کی تو پھر عمر بھر پچھتاؤں گی۔"

"مجھے نہیں پتہ وہ کسان تھا یا زمیندار ہمارے پاس روپیہ چلتا ہے وہ اس کے پاس تھا اور میں اس کی خدمت کرتی تھی۔"

میں نے کریم کو اشارہ کیا کریم نے جیب سے سیٹی نکال کر بجادی اور ڈرائیور دوڑ کر اندر آگیا۔

میں نے زبان سے کچھ نہیں کہا اور اٹھ کر باہر آگیا میرے باہر آتے ہی کریم خان اور ڈرائیور اس عورت کو لیکر باہر آگئے۔

میں نے کریم کو اشارہ کیا وہ اندر گیا اور واپس آ کر بولا۔" کوئی نہیں ہے؟" عورت کو کہا کہ تالا لگادے۔

"میں بتا تو رہی ہوں مجھے مت لے جاؤ" وہ بولی

"اب تم تھانے میں چل کر بیان دو گی گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔"

مگر وہ گاڑی کے پاس کھڑی رہی تو میں نے کہا۔

"خود سے بیٹھ جاؤ تو اچھا ہے نہیں تو میں ہتھکڑی ڈال دوں گا اور تم کو پیدل لے جاؤں گا۔"

"اس سے کیا ہوگا تم خود اس کا اندازہ کرلو۔"

اس نے یہ سن کر برا سا منہ بنایا اور اچک کر جیپ میں بیٹھ گئی۔

میں اس کو لے کر سیدھا انچارج کے کمرے میں گیا وہ کمرے میں تھا مجھے دیکھ کر کھڑا ہوگیا میں نے اس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گیا وہ عورت کھڑی رہی اس کے پیچھے کریم خان کھڑا ہوا تھا۔

"ہاں بھئی اب بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میرا نام روپا ہے۔"

"اچھا روپا اب یہ بھی بتاؤ کہ تمہارے گھر والے کا کیا نام ہے؟"

"اس کا نام روہن ہے جی۔" وہ بولی۔

"وہ تمہارے پاس رہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں وہ مجھے چھوڑ کر تین سال ہوئے چلا گیا ہے لوٹ کر نہیں آیا۔"

"کیوں چلا گیا؟" میں نے پوچھا

"وہ خود تو کچھ کرتا نہیں تھا مجھے اس کو بھی کھلانا پڑتا تھا اور روز کی داتا کل کل ہوتی تھی۔" وہ بولی۔

"تم کس طرح کما کر اس کو کھلاتی تھیں؟" میں نے پھر پوچھا۔

"بس جی کچھ قدر دان تھے وہ پورا کرتے تھے۔" وہ بولی۔

"ان سب قدر دانوں کے نام تو بتاؤ۔"

سب سے پہلے اس نے جو نام لیا اس نے مجھے چونکا دیا وہ نام تھا چمن لال کا............

چمن لال کا نام پھر میرے سامنے تھا۔ چمن لال عرف ہریا اور رام مورتی کی جوڑی بن گئی تھی میں کچھ دیر خاموش رہا پھر کہا۔ "اچھا روپا یہ بتاؤ تم آخری مرتبہ کب چمن لال سے ملی تھیں؟"

"چھ سات مہینے پہلے وہ میرے پاس آیا تھا بہت پریشان نظر آتا تھا صرف ایک رات رہ کر چلا گیا تھا اس کے بعد نہیں آیا۔"

"دیکھو روپا میں بہت نرمی سے تم سے پوچھ رہا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں اگر تم نے مجھے ساری باتیں سچ بتائیں اور جھوٹ نہیں بولا تو میں تم کو چھوڑ دوں گا اگر ایک بات بھی جھوٹ نکلی تو پھر تمہارا بچنا مشکل ہے اب یہ بتاؤ تمہارا گھر والا کہاں ہے اور آخری بار تم سے کب ملا تھا۔؟"

"ایک مہینہ پہلے وہ میرے پاس آیا تھا" روپا بولی

"کیوں آیا تھا؟" میں نے پوچھا

"اس کو تو ہر وقت رقم کی ضرورت رہتی ہے نشہ کرنے کو روپیہ تو چاہئے خود حرام خور ہے محنت نہیں کرتا میری کمائی کھاتا ہے حرامی، اگر نہ دوں تو گالیاں دیتا ہے مارتا ہے دوں تو کچھ دن کے بعد پھر آ جاتا ہے۔"

"وہ رہتا کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ گوبندہ گاؤں میں سنا ہے رہتا ہے وہاں پر اس کا ایک بچپن کا یار ہے وہ اس کو روٹی کھلاتا ہے وہیں پڑا رہتا ہے۔"

"اس کے اس دوست کا نام تم کو پتہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں جی" اس کا نام اکبر خان ہے وہ گوبندہ کا ہی رہنے والا ہے۔" روپا بولی۔

"گوبندہ گاؤں کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"شاہ جہان پور کے قریب ہے میں تو کبھی گئی نہیں۔" وہ بولی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" میں نے کہا "دیکھنا یہ ہے کہ تم نے کتنا سچ بولا ہے۔ اب تم گھر جاؤ مگر ایک بات یاد رکھنا تمہاری نگرانی ہو رہی ہے کہیں جانے کی کوشش مت کرنا اور تم سے ملنے جو آئے اس سے مل سکتی ہو مگر اس کے جانے کے بعد تھانے میں اطلاع کرو گی کہ کون آیا تھا ایک ایک آدمی کا حساب رکھنا ورنہ پھر تم جانتی ہو۔"

میری گفتگو کے دوران انچارج خاموش تھا اس کے جانے کے بعد بولا۔

"اس کو جانے کیوں دیا؟ بند کر دیتے۔"

"دیکھنا یہ ہے کہ اس کے پاس کون کون آتا ہے؟ ہوسکتا ہے کہ کام کا شکار پنجرے میں آ جائے۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہ آئیڈیا بھی ٹھیک ہے۔" وہ بولا۔

"اب مجھے روہن اور اکبر خان کا پتہ کرنا ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کے لئے تم خود کیوں جاتے ہو کسی کو بھیج کر بلوا لو۔" وہ بولا

"ٹھیک ہے ایسا ہی کرتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں۔" میں نے کہا

کریم خان اور مان سنگھ کو میں نے جیپ کے ساتھ گوبندہ گاؤں روانہ کر دیا اور تاکید کر دی کہ دونوں کو یا جو بھی ملے اس کو ساتھ لے کر آ جائیں۔

دو دن کے بعد مان سنگھ اور کریم خان روہن اور اکبر خان کو لے کر آ گئے۔

روہن شکل سے نشہ باز نظر آتا تھا چہرہ سوکھا ہوا اور یہی حالت جسمانی بھی تھی دھوتی میلی تھی اور کرتہ پھٹا ہوا تھا پیروں سے ننگا تھا اس سے ذرا بہتر حالت اکبر خان کی تھی اس کے پیر میں پرانی کولہا پوری چپل تھی اور دھوتی بھی کچھ

صاف تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مان سنگھ اور کریم خان نے ان کو بڑی تیزی سے قابو کیا تھا۔

"تم میں سے روپا کا گھر والا کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

روہن نے کہا۔ "میں ہوں جی اور بے کار ہوں جی۔" وہ بولا۔

"کھاتے کہاں سے ہو تمہارا خرچ تو بہت ہے کہاں سے پورا ہوتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ میرا دوست ہے اس کے پاس رہتا ہوں۔" وہ بولا۔

"تمہارا گھر نہیں ہے جو اس کے پاس پڑے ہو؟" میں نے کہا۔

"میری گھر والی سے ٹنٹا ہو گیا تھا اس لئے اس کے پاس آ گیا ہوں۔" وہ بولا۔

"تمہاری گھر والی کا خرچ کس طرح چلتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے نہیں پتہ۔" وہ بولا۔

"بے غیرت تو اس سے نشہ کرنے کے لئے روپے لیتا ہے پھر کہتا ہے پتہ نہیں ہے۔ تجھے اس کے سارے یاروں کے بارے میں پتہ ہے جلدی سے بتا اس کا خاص یار کون ہے؟ میں جانتا ہوں تجھ سے اور تصدیق کرنا چاہتا ہوں اگر اڑنے کی کوشش کرے گا تو اندر کر دوں گا جلدی بول۔" میں نے رعب سے کہا۔

"میں کیا بتاؤں میں اس کے پاس رہتا ہی نہیں ہوں۔ بس دو چار کو ہی جانتا ہوں۔" وہ بولا۔

"چل ان دو چار کے نام لے۔" میں نے کہا۔

"ایک پرانا یار تو اس کا چمن لال ٹھیکیدار ہے، ایک بھگوریا ٹال والا ہے۔"

"بھگوریا کو بعد میں دیکھیں گے یہ بتا چمن لال کہاں ہے؟"

"دو دن پہلے تو گوبندہ میں تھا اس کے ساتھ ایک چھوری بھی تھی اس کو وہ اپنی جورو کہتا تھا۔"

"دو دن پہلے! اب کہاں گیا پتہ ہے؟" میں نے کہا۔

"نہیں جی کچھ پتہ نہیں ہے وہ تو چھلاوہ ہے ایک جگہ کہاں ٹکتا ہے۔"

"اکبر خان تم بتاؤ، تم چمن لال کو جانتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں جی میں نہیں جانتا مجھے تو روہن نے اس سے ملوایا تھا بڑا اکھڑ درا آدمی ہے۔"

ذرا ذرا سی بات پر لڑنے مرنے پر اتر آتا ہے زیادہ دن گاؤں میں نہیں ٹکا تھا۔" اکبر خان نے جواب دیا۔

"گاؤں میں وہ کس کے پاس ٹھہرا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"مہندر کے گھر رہتا تھا۔" اکبر خان نے جواب دیا۔

"یہ مہندر کون ہے؟ کیا کرتا ہے؟"

"مہندر بھی چمن لال کے پاس جنگل میں کام کرتا تھا وہ سیدھا اسی کے پاس آیا تھا۔"

"ٹھیک ہے! اکبر خان اور تم روہن واپس چلے جاؤ گاؤں مگر رہنا گاؤں میں ہی باہر مت جانا میرے آدمی آئیں گے تم ان کے ساتھ جا کر مہندر کا گھر بتاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو یاد رکھو تمہارے ساتھ بہت برا ہو گا۔"

میں نے ان دونوں کو چھوڑ دیا۔ دوسرے دن اور صبح ہی مان سنگھ اور کریم گوبندہ گاؤں روانہ ہو گئے دوپہر کے بعد وہ مہندرہ کو لے کر آ گئے۔

"کیا نام ہے تیرا؟"

"میرا نام مہندر سنگھ ہے جی۔"

"کام کیا کرتا ہے؟"

"کھیتی باڑی کرتا ہوں۔"

"پہلے کیا کرتا تھا؟"

"خاندانی کسان آدمی ہوں اور کیا کروں گا یہی کرتا تھا۔"

"چمن لال ٹھیکیدار کے پاس کون کام کرتا تھا؟"

"میں کرتا تھا بات یہ تھی کہ پورا سال تو زمین پر کام نہیں ہوتا فرصت میں جنگل میں لکڑی کٹائی کا کام کر لیتا تھا۔"

پاکستانی پوائنٹ وقار عظیم کام

''چمن لال کو کب سے جانتے ہو؟''
''جب سے وہ ٹھیکیدار بنا تھا میں جانتا ہوں۔''
''اس سے آخری بار کب ملے تھے۔''
''وہ مرے پاس چار پانچ دن پہلے رہ کر گیا ہے۔''
''اس کا ٹھیکہ تو ختم ہو گیا پھر وہ تمہارے پاس کیوں آیا تھا؟'' میں نے پوچھا
''وہ کہتا تھا اس کو ٹھیکہ ملنے والا ہے۔''
''وہ اکیلا آیا تھا؟''
''نہیں! کہتا تھا اس نے شادی کر لی ہے جورو اس کے ساتھ تھی۔''
''تم کو بتا کر گیا ہو گا کہ وہ کہاں جا رہا ہے؟''
''ایک دفعہ اس نے چندن پور کا ذکر کیا تھا، شاید وہیں گیا ہو گا۔''
''اس کی جورو کیسی تھی؟''
''بہت سندر تھی جی۔ مگر اس کی آنکھیں بڑی ڈراؤنی تھیں اور چمن لال بھی بہت بدلا بدلا سا لگتا تھا ذرا ذرا بات پر غصہ کرتا تھا میں کیا کرتا میرے گھر مہمان بن کر آیا تھا رکھنا تو تھا مگر وہ جب تک رہا میں ڈرتا رہا۔''
''تم نے کیا خاص بات بدلی ہوئی محسوس کی۔؟''
''بہت باتیں تھیں جی وہ بہت کم بات کرتا تھا اور جب کرتا تھا تو غراتا زیادہ تھا لال ساگ وہ کھاتا نہیں تھا صرف گوشت کھاتا تھا اس کی آنکھیں بڑی چمکدار ہو گئی تھیں۔ اس کی طرف دیکھنا بڑا مشکل تھا اور کیا بتاؤں جی میں تو بہت گھبرا گیا تھا۔''
''تم واپس گاؤں جاؤ مگر رہنا گاؤں میں میری تاکید ہے اگر چمن لال کا کچھ پتہ چلے تو مجھے ضرور بتانا، تم کو پتہ نہیں ہے کہ چمن لال کی تلاش سرکار کو ہے تم سرکار کی مدد کرو گے تو تم کو میں انعام دلواؤں گا اور اگر تم نے چمن لال کی مدد کی تو تمہارا نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ یاد رکھنا کہ چمن لال بہت بڑا مجرم ہے۔''
اور مہندر سنگھ چلا گیا۔
میں نے چندن پور اور اس کے اطراف میں خفیہ طور پر نفری بڑھا دی کچھ شکاری کتوں کا بھی بندوبست کر لیا اور جگہ جگہ مورچے بنا دیئے۔ چمن لال اور رام مورتی چندن پور میں اگر ہیں تو ضرور واردات کریں گے میں ان کو اسی واردات کے دوران گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ پورا بندوبست میں نے کر دیا تھا۔ مگر چندن پور میں واردات نہیں ہوئی۔ ایک مہینہ تک نہیں ہوئی سارے انتظامات دھرے کے دھرے رہ گئے اور مجرم نکل گیا یا وہیں روپوش تھا اس کا بھی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ پورے چندن پور میرے آدمی بو سونگھتے پھر رہے تھے مگر کسی طرف سے کوئی خبر نہیں آ رہی تھی۔ میں سخت مایوسی کے عالم میں تھا کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کیا جائے لاری اڈے اور آنے جانے کے راستوں کی سخت نگرانی ہو رہی تھی۔
SP صاحب ہر دوسرے روز طلب کرتے تھے مگر وہ جانتے تھے کہ واسطہ کس مجرم سے پڑا ہے۔ نظر آتے دشمن کو قابو کرنا مشکل نہیں مگر کسی مافوق الفطرت طاقت کو قابو کرنا آسان تو نہیں۔
میرے پاس ہتھیار تھے، گاڑیاں تھیں نفری تھی مگر یہ چیزیں سب بے کار تھیں میں اب کسی دوسرے رخ پر سوچ رہا تھا۔ میں نے مان سندھ کو بلایا اور اس سے کہا۔
''تم تو ایسے علاقے ہو کے ہو جہاں جنگلات لگتے ہیں۔''
''ہاں یہ ٹھیک ہے۔'' اس نے جواب دیا۔
''تم کسی ایسے آدمی کو جانتے ہو جو جنگلات کے اندر کا رہنے والا ہو؟''
''سر بہت دن پہلے مجھے ایک آدمی ملا تھا۔'' مان سنگھ نے بولا۔
''بہت دن سے تمہاری کیا مراد ہے؟'' میں نے پوچھا۔
''دو سال پہلے یا شاید اس سے کچھ زیادہ۔'' اس نے جواب دیا۔
''خون تھا وہ؟'' میں نے پوچھا۔
''وہ جنگل کے اندر جو جنگلی قبیلے آباد ہیں وہاں کا آدمی تھا۔'' مان سنگھ نے جواب دیا۔

پاکستان ورچوئل لائبریری

"جنگل کے باہر کیوں آیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ اپنے قبیلے کا باغی تھا اور جادوگر بھی تھا۔ اس کے خلاف سب ہو گئے تھے اور بڑا جادوگر بھی اس کے خلاف تھا مجھے وہ جنگل میں ملا تھا۔ اس کو جنگل سے باہر لے آیا تھا اور کچھ دن اپنے پاس رکھا بھی تھا وہ ایک لفظ بھی میرا نہیں سمجھتا تھا اس کے چہرے پر دونوں کنپٹیوں پر دو لکیریں بنی ہوئی تھیں اس نے بتایا کہ یہ اس کے قبیلے کا نشان ہے وہ کہیں جائے ان نشانات کی وجہ سے پہچانا جائے گا اس کا رنگ سیاہ کالا تھا میں نے کالک سے اس کے نشانات کو چھپا دیا تھا اس کے پاس سونا بہت تھا مجھے اس نے سونا دینا چاہا تھا مگر میں نے اس ڈر سے نہیں لیا کہ اگر یہ چوری چکاری کا ہوا تو میں بھی پھنس جاؤں گا وہ میرا بہت احسان مند تھا کیونکہ میں نے اس کی مدد کی تھی۔ میں نے کچھ سونا بریلی میں فروخت کیا اور اس کو دیا پھر وہ جبل پور چلا گیا وہاں پر میری ماسی رہتی ہے موسی بہت غریب تھی میں نے اس کو بہت روپے دیئے اور اس کو اپنی موسی کے گھر چھوڑ آیا موسی کو تاکید کر دی کہ وہ اپنے پاس رکھے گی خرچ کی فکر نہیں تھی۔ کیونکہ کولہنگا کے پاس بہت سونا تھا۔ موسی کے بھی خوشحالی کے دن شروع ہو گئے تھے میں واپس چلا آیا۔" مان سنگھ نے بات ختم کی۔

"تو اس کا نام کولہنگا تھا؟" میں نے کہا۔

"جی سر۔ یہی نام تھا۔"

"یہ دو سال پہلے کی بات ہے اس دو سال کے دوران تم کو اسکے بارے میں کچھ پتہ چلا کہ وہ وہیں پر ہے یا کہیں اور چل دیا؟" میں نے پوچھا۔

"ایک خط موسی کا آیا تھا۔ اس نے لکھا تھا تو نے بڑا بھاگوان آدمی میرے پاس چھوڑا ہے میرے تو سارے درد دور ہو گئے، میں بہت خوش ہوں۔"

"بس یہی ایک پتر آیا تھا۔" مان سنگھ نے کہا۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ اس خط کے وقت تک وہ وہیں تھا۔" میں نے کہا۔

"آپ کا اندازہ ٹھیک ہے۔" مان سنگھ نے جواب دیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے یہ آدمی اس بھیڑیے والے کیس میں ہماری مدد کر سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سر میں کیا اندازہ لگاؤں مجھے جب ملا تھا اس وقت ہم اشاروں میں بات کرتے تھے میں اس کی بات نہیں سمجھتا تھا اور وہ میری بات نہیں سمجھتا تھا۔ مگر اس میں کوئی بات ایسی ضرور تھی کہ میں اس کی مدد بغیر کسی لالچ کے کرنے پر راضی ہوا اور اس کو جبل پور تک پہنچا آیا۔" مان سنگھ نے جواب دیا۔

"اب میں تم کو کہوں کہ تم اس کو واپس لے آؤ تو کیا تم لے آؤ گے؟" میں نے پوچھا۔

"سر یہ اگر سرکاری آرڈر نہ بھی ہوا تو بھی میں اس کو لانے کی کوشش کروں گا۔" ہنومان سنگھ نے جواب دیا۔

"یہ سرکاری آرڈر نہیں ہے، یہ بات صرف تم کو اور مجھے پتہ ہونی چاہئے کہ تم کہاں جا رہے ہو اور کس مشن پر ہو؟ جو تمہارے ساتھ آئے گا وہ کون ہے؟ وہ میرا ذاتی مہمان ہوگا، نہایت خفیہ طریقہ پر یہ کام کرنا ہے۔ وہ مل جائے تو تار کرنا، لکھنا سب ٹھیک ہے، ساتھ لاؤ تو لکھنا مال روانہ ہے اتار لو۔" اور میں نے مان سنگھ کو جبل پور روانہ کر دیا۔

مان سنگھ کے جاتے ہی مجھے انتظار شروع ہو گیا۔ تین روز کے بعد اس کا تار آ گیا۔ "راشن موجود ہے۔" اس کا مطلب تھا کولہنگا اس کو مل گیا ہے۔ دو دن کے بعد تار آیا۔ "مال روانہ کر دیا ہے اتار لیں۔" اس کا مطلب تھا کہ وہ کولہنگا کو لے کر آ رہا ہے۔ اور ایک ہفتہ کے بعد مان سنگھ میرے سامنے تھا، اس کے ساتھ جو آدمی تھا اس کا قد چھ فٹ سے کسی طرح کم نہیں تھا رنگ اس کا بہت کالا تھا اور صرف آنکھیں چہرے پر چمکتی تھیں۔ اس نے پتلون اور شرٹ پہنی ہوئی تھی چہرے پر کسی قسم کی لکیریں نہیں تھیں۔ سر سے وہ گنجا تھا۔ پہلی نظر میں وہ کوئی پہلوان نظر آتا تھا۔ کیونکہ جسمانی ساخت ایسی تھی۔ میں نے بھرپور نظر سے اس کو دیکھا۔ اور کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ مان سنگھ اور وہ دونوں بیٹھ گئے تو میں نے کہا۔

"مسٹر کولہنگا تم حیران تو ہو گے کہ میں نے تم کو یہاں بلایا ہے۔ کیا تم میری بات سمجھ رہے ہو؟" اس نے گردن

ہلا کر اقرار کیا کہ وہ میری بات سمجھ گیا ہے۔

مان سنگھ نے کہا۔ ”سر یہ حیرت انگیز طریقہ پر اردو سمجھتا ہے اور خوب بولتا ہے۔“

”یہ بہت اچھا ہوا۔“ میں نے کہا۔

”بات یہ ہے میں نے سوچا ادھر رہنا ہے ادھر ادھر کا بات تو سیکھنا پڑے گا۔ تو سیکھ گیا۔“

”تم نے بہت اچھا کیا۔“ میں نے کہا۔ ”یہ بتاؤ شہر میں رہنا تم کو کیسا لگا؟“

”بہت اچھا ہم بہت آرام سے رہتا ہے ادھر کوئی تکلیف نہیں ہے۔“

”بات یہ ہے مسٹر کولہنگا کہ ہم کو تمہاری مدد کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ اسی واسطے ہم نے تم کو آنے کا تکلیف دیا ہے۔ اگر تم ہماری مدد کرو گے تو یہ مدد مجھ پر ذاتی طور پر اور سرکاری طور پر بھی ہوگی۔ ایک کیس ہمارے پاس ہے مگر ہم اس میں بری طرح ناکام ہیں کیونکہ مجرم انسان ہوتے ہوئے بھی انسان نہیں ہے۔ وہ ہمارے سامنے ہوتا ہے مگر ہم اس کو نہیں پہچانتے، اس کو گرفتار بھی کر لیا مگر وہ حوالات سے نکل گیا اور تالا لگا رہا۔ دیواریں، دروازے، تالے اس کو نہیں روک سکتے۔ وہ انسانی خون کا شوقین ہے، بچوں کا خون پیتا ہے اور ان کے اندرونی اعضاء کھاتا ہے، جنگل میں رہتا ہے۔ گاؤں اور شہر میں وارداتیں کرتا ہے۔ اس کو ختم کرنا ضروری ہے۔ وہ انسانوں کے لئے بہت بڑا خطرہ بن چکا ہے۔ مگر کوئی گولی اس پر اثر نہیں کرتی اس کو پکڑنا اور قید رکھنا ہمارے بس سے باہر ہے۔ پولیس کا محکمہ اور جنگلات کا نظام دونوں اس کی وجہ سے ابتری کا شکار ہیں۔ ہم پر سے لوگوں کا اعتبار اٹھتا جا رہا ہے میری جو سمجھ میں آیا ہے تم سے کہہ دیا ہے میں خود نہیں جانتا کہ میں نے تم سے جو کہا ہے وہ تم سمجھ سکو گے کہ نہیں۔ ذہنی طور پر میں بھی پریشان ہوں۔“

کولہنگا نے بڑے سکون کے ساتھ میری بات سنی اور بولا۔

”ایسا ہوتا ہے ہر دور میں، ہر جگہ ایسا ہوتا ہے۔ یہ نئی بات نہیں ہے۔ ہمیشہ سے نہیں رہتا، ختم ہونا ہے یہ بھی ختم ہوگا ہم سمجھ گیا یہ کیا ہے؟“

”مگر یہ کس طرح ختم ہوگا؟“ میں نے پوچھا۔

”کام کرنا پڑے گا، اس کو وہیں لے جانا پڑے گا جدھر سے یہ آیا ہے۔“ کولہنگا نے کہا۔

”یہ کدھر سے آیا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”یہ جنگل سے آیا ہے، ادھر جائے گا، پھر ختم ہو جائے گا۔“ کولہنگا نے جواب دیا۔

”پہلے تو یہ پتہ چلانا ہے کہ وہ کہاں ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”اس کا پتہ بھی چل جائے گا، تازہ خون اس نے کب کیا ہے؟“ کولہنگا نے پوچھا

”مہینہ سے زیادہ ہو گیا ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”تب تو اس کی نئی واردات کا انتظار کرنا پڑے گا کیونکہ اس کا بو، دو چار دن میں ختم ہو گیا ہوگا، میں اس کا پتہ نہیں چلا سکتا۔ تازہ واردات کے بعد اس کا پیچھا میں کروں گا۔“

ہریا اور رام مورتی ہی میری نظر میں تھے۔

”مہینہ گزر گیا۔ نئی واردات نہیں ہوئی۔ شاہ جہاں پور میں چمن لال یا ہریا کو دیکھا گیا میں فوراً پہنچا وہ لودھی پور محلے کے ایک گھر میں چھپا ہوا تھا۔“

میں نے بڑی آسانی سے اس کو گرفتار کر لیا۔ اور ہیڈ کوارٹر چندن پور لے آیا اور سخت انتظامات کر کے حوالات میں بند کر دیا۔

کولہنگا کو میں نے تھانے میں ہی ایک کوارٹر دلوا دیا تھا۔ اس کے کھانے پینے کا بھی انتظام کر دیا تھا۔ چمن لال کی گرفتاری میری نظر میں بہت بڑی کامیابی تھی۔ کیونکہ ہم سب اس کو ہی بڑا مجرم سمجھ رہے تھے۔ مگر یہ ہماری بھول تھی۔

میں نے رات کو کولہنگا کو بلایا اور کہا۔

”میں ایک بڑے مجرم کو پکڑ لایا ہوں۔ مگر حوالات میں وہ کب تک رہتا ہے یہ دیکھنا ہے کیونکہ رات میں وہ خود کو بدلتا ہے اس کی پراسرار طاقت رات میں اس کے پاس آتی

ہے اس لئے میں تم سے درخواست کروں گا کہ تم اس کے قریب رہو اور خود دیکھو کہ وہ کس طرح خود کو بدلتا ہے۔ اور فرار ہوتا ہے تم کو روکنا ہے کسی بھی حالت سے روکنا ہے۔"

کولہنگا نے کہا۔ "میں حوالات کے قریب ہی ہوں دیکھتا ہوں کہ وہ کس طرح خود کو بدلتا ہے۔"

رات کے ڈیوٹی والوں کو خصوصی ہدایت دی اور بتا دیا کہ صبح کو مجھے مجرم ملنا چاہئے۔ SP صاحب کو اطلاع کر دی گئی تھی کہ مجرم پکڑ لیا ہے۔ وہ بھی صبح آنے والے تھے۔ سارے انتظامات کر کے میں اپنے کوارٹر میں آ گیا۔

مجھے امید نہیں تھی کہ رات خیریت سے گزرے گی مگر گزر گئی۔ میں اٹھتے ہی جلدی جلدی تیار ہوا اور دفتر جانے سے پہلے حوالات کی طرف گیا اور دیکھا کہ ہریا گردن ڈالے سلاخوں کے اندر موجود ہے۔ مجھے ذرا حیرت تو ہوئی مگر خوشی بھی ہوئی میرا بندوبست کامیاب ہوا۔ کولہنگا حوالات کے باہر کرسی ڈالے بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"کہو کولہنگا رات خیریت رہی۔"

کولہنگا مسکرا کر بولا۔ "چوک ہو گئی آپ سے سر۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"سر یہ وہ نہیں ہے اس کے پاس کچھ نہیں یہ تو رات بھر ہائے ہائے کرتا رہا۔ کبھی چائے، کبھی روٹی مانگتا رہا۔ یہ وہ نہیں ہے۔"

"ہو سکتا یہ ہم سب کو دھوکا دینے کی کوشش کر رہا ہو؟" میں نے کہا۔

"نہیں سر ایسا نہیں ہے اس میں کوئی آثار ایسے نہیں ہیں۔" وہ بولا۔

"تم کس بنیاد پر ایسا کہہ رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں جس قبیلے کا آدمی ہوں وہ یہاں سے سینکڑوں میل جنگل کے اندر ہے۔ اس قبیلے کے سارے کام وحشیانہ اور اجڈ ہیں۔ مگر وہ بھی ایک آدمی کی بات مانتے ہیں اور وہ ہے ان کا گرو۔ سردار کو سرداری سے ہٹایا جا سکتا ہے مگر گرو کو نہیں ہٹایا جا سکتا اور گرو بھی خود کو منوانے کے لئے محنت کرتا ہے جنگل کی خاک چھانتا ہے۔ وہ ہر اس چیز کو تلاش کرتا ہے جو اس کے جادو میں کام آ سکے۔ کوئی پتھر کسی درخت کا پھل۔ گھاس، پتے کوئی انوکھا جانور ایسا نظر آ جائے جو اس کے جادو میں زیادہ زور پیدا کر دے۔ وہ بڑا جادوگر کہلائے لوگ اس سے ڈریں اور اگر کوئی چیز اس کے ہاتھ آ جائے تو وہ اس کو اپنے سینے کے اندر محفوظ کر لیتا ہے اور مرتے وقت تک کسی کو نہیں بتاتا۔ اور اگر بتاتا ہے تو صرف اس کو جو اس کا بیٹا یا بہت پیارا چیلا ہوتا ہے۔ میرا باپ بھی ایک گرو تھا۔ اس کی دھاک پورے قبیلے پر تھی زندگی میں اس کے سامنے کسی کی نہیں چلی۔ اس نے بہت کوشش کی کہ میں اس کا ہنر حاصل کروں اور اس کے بعد گرو بن جاؤں۔ مگر میں نے اس طرف کبھی توجہ نہیں دی۔ میری نگاہیں جنگل کے پار تھیں مجھے وہ زندگی اچھی ہی نہیں لگتی تھی۔ میری عقل بھی زیادہ روشن نہیں تھی۔ دنیا کے عجائبات کا مجھے کچھ پتہ نہیں تھا۔

مگر زندہ رہنے کے لئے اور وہ بھی جنگل میں زندہ رہنے کے لئے اس قدر آگاہی ضروری تھی کہ بڑے سے بڑے جانور کو آسانی سے کس طرح زیر کیا جا سکتا ہے۔ پتھر اور لکڑی کے ہتھیار کس طرح بنائے جاتے ہیں۔ جنگل میں رات کس طرح گزاری جائے۔

میرا باپ بھی گرو تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اپنے ہتھیار دوسروں سے چھپا کر رکھنا ضروری ہے اسی طرح اپنا جادو بھی چھپا کر رکھنا چاہئے۔ وقت آنے پر استعمال کرنا چاہئے جادو کے ٹونے ٹوٹکے کے علاوہ بھی گرو کا ایک ہتھیار زہریلی جڑی بوٹیاں زہریلے پھول اور پھل ہیں۔ گرو کو جانوروں کی بھی پہچان ضروری ہے ان سے زہر حاصل کرنا اور استعمال کرنا بھی بہت بڑا فن ہے۔ میرا باپ اپنے وقت کا بہت بڑا ماہر تھا دور دور کے قبیلوں میں اس کی دھوم تھی وہ مجھے سب باتیں بتایا کرتا تھا۔

اس نے مجھے یہ بھی بتا دیا تھا کہ انسان کے اندر کا جانور کب باہر آتا ہے۔ اور اس انسان کی کیا پہچان ہے۔ میں نے رات بھر اس کو دیکھا ہے اس میں کوئی آثار نہیں کہ یہ جانور بن سکتا ہے۔ اس کے پاس کوئی جادو نہیں ہے

یہ ہرگز اپنی جون نہیں بدل سکتا۔" کولہنگا خاموش ہو گیا۔
میں کولہنگا کی بات سن کر سکتے میں آ گیا۔
یہ کیا ہوا! میری ساری محنت پر پانی پھر گیا۔ میں جس کو نمبر 1 مجرم سمجھ رہا تھا وہ یہ نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا پھر ایک ناکامی میرا مقدر تھی۔
میں نے مایوسی سے کہا۔
"تم پھر ایک دفعہ غور کرو کولہنگا کہیں غلطی تو نہیں ہو رہی؟"
"نہیں مجھ سے غلطی نہیں ہو رہی۔ مگر اس شخص کا تعلق اس مجرم سے ضرور رہا ہے اس کے بدن سے وہی بو اٹھ رہی ہے۔ اور میں محسوس کر رہا ہوں۔ دوسری بات یہ کہ اگر یہ وہی مجرم ہوتا تو اس کو مدد ضرور آتی کیونکہ تم نے بتایا تھا کہ یہ جوڑا ہے۔"
"جوڑا تو وہ ہے مگر اس کے ساتھ جوڑا نہیں ہے۔"
"یہ ایک اور نئی بات سامنے آئی۔" میں نے حیرت سے کہا۔
"یہ کس طرح نئی ہے؟" کولہنگا نے پوچھا۔
"وہ عورت یا لڑکی اس کے ساتھ رہتی ہے اس کے ساتھ دیکھی گئی ہے اس نے جس جگہ قیام کیا اور بتایا کہ وہ اس کی جورو ہے۔ پھر جوڑا تو ہوا۔" میں نے کہا۔
تم ٹھیک بولا۔ "ایسا ہو سکتا ہے مگر پھر بھی جوڑا نہیں بنا۔"
"میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں آ رہی۔" میں نے کہا۔
"دن میں یہ انسانی جون میں ہوتے ہیں اگر اس وقت جوڑ کھاتے ہیں تو جوڑا نہیں بنا۔ اگر رات کو بھیڑیئے کی شکل میں جوڑ کھاتے ہیں تو جوڑا بنا یہ ضرور اس سے ملتا ہوگا مگر دن میں رات میں یہ اس کے قریب بھی نہیں جا سکتا۔" کولہنگا نے کہا۔
"اس کا مطلب ہے وہ عورت دن میں مکمل عورت ہی ہوتی ہے؟" میں نے پوچھا۔
"آپ کا اندازہ درست ہے۔" کولہنگا نے جواب دیا۔
"اب اس کا کیا کریں یہ بتاؤ؟" میں نے پوچھا۔
"اس کو رکھیں اپنے پاس۔ آگے ہو سکتا ہے اس کی ضرورت پڑے اور پھر یہ نہ ملے۔ اس لئے پاس رکھنا ہوگا۔" کولہنگا نے کہا۔
مجھے کولہنگا کی بات میں وزن محسوس ہوا۔ میں نے کہا۔ "اچھا کولہنگا تم کوارٹر میں جاؤ، آرام کرو، SP صاحب آنے والے ہیں۔ میں ان کو سنبھال لوں گا۔"
یہ بات طے ہوگئی کہ ہریا خونی نہیں تھا۔ پھر خونی کون ہے؟ اگر رام مورتی ہے تو اس کے ساتھ دوسرا کون ہے؟ اس کا گھر والا دینا لال وہ بھی گھر بند کر کے غائب تھا، اس کی تلاش ضروری ہے۔ SP صاحب کے جانے کے بعد میں چمن لال یا ہریا کے پاس حوالات میں چلا گیا۔
"کیا حال ہے، چمن لال؟ کیسی گزر رہی ہے؟" میں نے پوچھا۔
"حوالات میں کیسی گزرتی ہے آپ کو نہیں پتہ۔" وہ بولا۔
"اچھی نہیں گزرتی۔" میں نے کہا۔
"میں نے جو جرم کیا تھا اس کی سزا تو آپ نے دلوادی تھی پھر مجھے اب کس جرم میں بند کر کے رکھا ہے؟" ہریا نے پوچھا۔
"تم یہ بتاؤ چمن لال سے ہریا اور ہریا سے چمن کیوں بنتے ہو؟" میں نے پوچھا۔
"یہ میرا اتنا بڑا جرم نہیں ہے کہ آپ مجھے بند کر دیں۔" وہ بولا۔
"تم وجہ بتاؤ جرم کی لمبائی، چوڑائی تو ہم ناپیں گے۔" میں نے کہا۔
"میرا اصل نام تو ہرے رام ہریا ہی ہے۔ مگر چندن پور میں میری کچھ دشمنی چل رہی ہے ان لوگوں نے مجھے بدنام کر دیا تھا۔ اس لئے ٹھیکہ لینے کو اپنا نام چمن لال رکھ دیا تھا۔ مگر چندن پور میں لوگ ہریا ہی کہتے ہیں۔"
"دینا لال سے تمہارا کیا تعلق ہے؟" میں نے پوچھا۔
"دوستی ہے جی۔" وہ لاپرواہی سے بولا۔
"پورا جواب دو۔ یہ حوالات ہے تمہارے گھر کی

بیٹھک نہیں ہے کہ جو دل کرے بولو۔'' میں غصے سے کہا۔

ہریا کو بھی شاید احساس ہو گیا۔ بولا۔ ''بات یہ ہے جی کہ وہ بھی بوتل کا شوقین ہے اور میں بھی اسی بوتل کی دوستی ہے۔''

''مگر تمہاری دوستی بوتل سے بھی آگے کی ہے۔''

''یہ کا بات ہے؟'' وہ بولا۔

''تمہارے تعلقات اس کی جورو رام مورتی سے بھی ہے۔ دینا لال سے تو دوستی کا بہانہ ہے اصل دوستی تو رام مورتی سے ہے۔'' میں نے کہا۔

''یہ جھوٹ ہے جی۔'' وہ جلدی سے بولا۔

''تم نے کتنی باتیں غلط کی ہیں وہ بتاؤں۔'' میں نے کہا۔ ہریا خاموش رہا تو میں نے کہا۔

''میں نے تمہاری خدمت نہیں کی اس لئے تم نے جھوٹ سچ سب کہتے رہے اور میں سن رہا ہوں اگر کچھ کہو تو خدمت کروں پھر تم فراٹے سے سچ بولو گے۔'' میں نے کہا، ہریا خاموش تھا سب کچھ سمجھ رہا تھا۔ میرے بارے میں اس کے اندازے غلط ہو رہے تھے۔

''تمہارا تعلق اس عورت سے تھا۔ جس کا نام رام مورتی اور دینا لال کی گھر والی ہے۔''

وہ آہستہ سے بولا۔ ''ہاں جی تھا۔''

''رات میں تم اس کے پاس سوئے کبھی؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں رات میں نے اس کے پاس کبھی نہیں گزاری؟'' میں نے پوچھا۔

''کیوں؟ دن میں رنگ رلیاں مناتے تھے تو رات میں کیوں نہیں۔'' میں نے پوچھا۔

''وہ کہتی تھی دن میرا ہے جو بھی کروں مگر رات گھر والے کی ہے۔'' ہریا نے جواب دیا۔

''تم رات کو اس کے گھر گئے کبھی؟'' میں نے پوچھا۔

''کئی دفعہ گیا مگر وہ نہیں ملی۔ ایک دفعہ دینا لال ملا تھا مگر وہ بھی جلدی میں تھا۔ رات میں وہ مجھے کبھی نہیں ملی۔ دینا لال بھی نہیں ملتا تھا۔ بس ایک دفعہ ہی ملا تھا۔''

''اس کے بارے میں کوئی خاص بات۔'' میں نے پوچھا۔

''وہ بڑی حیرت انگیز عورت تھی جی۔'' ہریا بولا۔

''ایسی کیا حیرت کی بات تھی اس میں؟'' میں نے پوچھا۔

''آپ یقین نہیں کریں گے!'' وہ بولا۔

''بتاؤ تو۔'' میں نے کہا۔

''میں کیا بیان کروں وہ ہمیشہ نئی سی لگتی تھی اور جسمانی طلب اور بڑھ جاتی تھی دینا لال دن میں اس کو اکیلا چھوڑ دیا کرتا تھا مگر رات میں ساتھ رہتا تھا مگر اکثر گھر میں تالا پڑا رہتا تھا وہ دونوں کہاں جاتے، کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔''

''تمہارے خیال میں وہ لوگ کہاں جاتے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں جی مجھے بالکل پتہ نہیں ہے۔''

''تم گوبندہ گاؤں کیا کرنے گئے تھے۔ تمہارے ساتھ ایک عورت بھی تھی تم نے اس کو اپنی جورو بتایا تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''میں خود نہیں گیا تھا رام موتی مجھے لے کر گئی تھی اس کے مجبور کرنے پر ہی میں گوبندہ گاؤں میں دو چار دن رکا تھا۔'' چمن لال نے جواب دیا۔

''میں پوچھ رہا ہوں کیا کرنے گئے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''میرا تو کچھ کام نہیں تھا۔ رام مورتی نے کچھ بتایا نہیں۔'' وہ بولا۔

''وہ تمہاری گھر والی بن کر گئی تھی تو رات کو ساتھ رہی ہوگی؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں جی میرے ساتھ تو وہ ایک رات بھی نہیں رہی۔ شام پڑتے ہی چلی جاتی تھی اور سویرے آتی تھی۔'' میں نے پوچھا تو بولی۔ ''تیرا کام دن میں ہے رات کی بات کبھی مت پوچھنا نہیں تو دن کی ملاقات سے بھی جائے گا۔''

''اس کے بعد میں نے نہیں پوچھا۔''

''تم اس وقت تک حوالات میں رہو گے جب تک

وہ ہمارے ہاتھ نہیں آتی۔'' میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ایسا ظلم تو نہ کریں سرکار۔'' وہ بولا۔

''اس کا آدمی بھی مل جائے تو تم کو چھوڑ دوں گا۔'' میں نے کہا۔

''دونوں کا ملنا بہت مشکل ہے سرکار۔'' وہ بولا۔

''کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''ان کا ٹھکانہ آبادی میں کم اور جنگل میں زیادہ ہے۔'' وہ بولا۔

''میں جنگل میں تلاش کروں گا۔'' میں نے کہا۔

''مرضی ہے آپ کی، کام بہت مشکل ہے۔'' وہ بولا۔

''تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''میں خود جنگل کا باسی ہوں، جنگل کے دور تک کے علاقے کو خوب جانتا ہوں ایک ایک درخت کو پہچانتا ہوں اس کے اندر چھپے خطروں کو سونگھ سکتا ہوں مگر میں بھی ان دونوں سے دور رہا، وہ دونوں آدھی رات کو میرے ٹھکانے سے چندن پور چلے گئے جبکہ میں بھی رات میں ٹھکانے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔'' چمن لال نے کہا۔

''تم نے اس سے کیا اندازہ لگایا؟'' میں نے پوچھا۔

''بات بڑی خطرناک ہے زبان پر آتی نہیں اگر غلط ہوئی تو میری خیر نہیں ہوگی۔ اس لئے میں کہنا نہیں چاہتا۔'' وہ بولا۔

''اور ادھوری بات مجھے پسند نہیں پوری بات کرو۔'' میں نے کہا۔

''وہ دونوں رات میں انسان نہیں رہتے میرا یہ شبہ ہے۔'' چمن لال نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے وہ اپنا چولا بدل کر بھیڑیئے بن جاتے ہیں اور وارداتیں کرتے ہیں۔ تمہارا یہی مطلب ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''مطلب تو میرا یہی ہے مگر میرا نام کہیں نہ آئے۔'' وہ ڈرتے ڈرتے بولا۔

''اگر تم نے سرکار کی مدد کی تو میں تمہیں گواہ بنا لوں گا اور تم سزا سے بچ جاؤ گے۔'' میں نے کہا۔

''میں آپ کا خادم ہوں ہر طرح خدمت کروں گا۔'' وہ جلدی سے بولا۔

''تو پھر آرام کرو اور سرکاری روٹیاں کھاتے رہو جب ضرورت ہوگی بلاؤں گا۔''

اب یہ بات ثابت ہو رہی تھی کہ اصل مجرم رام مورتی اور اس کا گھر والا دینالال ہے۔ مگر وارداتیں بند تھیں، پولیس ہر جگہ چوکس تھی۔

ہریا چمن لال کا یہ کہنا کہ وہ شہر میں یعنی آبادی میں کم اور جنگل میں زیادہ رہتے ہیں پھر تو میرا شہر یا گاؤں میں ان کو تلاش کرنا بے کار تھا۔ مجھے اپنا رخ جنگل کی طرف کرنا پڑے گا۔ میں نے SP صاحب سے مشورہ کیا تو انہوں نے اجازت دے دی۔

میں نے اپنی ٹیم بنائی۔ فاریسٹ آفیسر سے میں نے مان سنگھ کو مانگ لیا۔ اکبر خان اور روشن خان کو لیا۔ اور ان سب کے اوپر کولہنگا کو رکھ دیا۔

ایک بہت ہی اچھی کنڈیشن کی جیپ حاصل کی تین جوان پولیس میں سے چھان لئے۔ اس طرح ہم آٹھ آدمی اس مشن پر جانے کو تیار ہوئے۔ دو تگڑے خچر بھی ساتھ رکھ لئے اور جدید قسم کا اسلحہ بھی ہمارے پاس تھا۔ اور فاضل راؤنڈ بھی بہت تھے۔

چندن پور سے آگے تنک پور پڑاؤ تھا۔ ہم سب شکاری لباس میں تھے۔ تنک پور سے ہمیں خچر بھی لینے تھے۔ تین بجے دن ہم تنک پور پہنچ گئے۔ اس سے آگے آخری گاؤں جو جنگل سے بہت ہی قریب تھا وہاں سے ہم کو دو خچر مل گئے۔ اور ہم آگے بڑھتے رہے جنگل کا علاقہ شروع ہو چکا تھا اور سورج اپنا سفر تمام کر کے جانے والا تھا۔ پرندوں کی ٹولیاں واپس آنے لگی تھیں درختوں پر چہل پہل بڑھ رہی تھی۔ جس کا جس درخت پر بسیرا تھا وہ اس کو آباد کر رہا تھا۔ بندروں کا شور بڑھتا جا رہا تھا۔

وہ ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگیں لگا رہے تھے۔

''میں نے کولہنگا سے کہا۔'' کہاں رات گزارو گے،

پاکستان ورچوئل لائبریری
عظیم ڈائجسٹ

کیاارادہ ہے۔؟"

"کوئی بہتر جگہ نظر آئے تو بتاؤں گا۔" وہ بولا۔

روشن خان بہت اچھا ڈرائیور تھا وہ بڑی مہارت اور ضرورت کے مطابق گاڑی چلا رہا تھا آخر کولہنگا نے روشن خان کو رکنے کا اشارہ کیا۔ روشن خان نے گاڑی ایک ٹیلے کے کنارے کھڑی کردی۔ یہاں پر بڑے درخت نہیں تھے ایک ذرا سا اونچا ٹیلا تھا۔ اور پھر ڈھلان تھی۔ ابھی رات نہیں ہوئی تھی۔ مگر اندھیرا پھیلنا شروع ہوگیا تھا۔

جنگل میں رات بہت تیزی سے آتی ہے اور اندھیرا بہت گہرا ہوتا ہے کیونکہ دور دور تک کسی قسم کی روشنی نہیں ہوتی۔ گاڑی رکتے ہی ہم سب اتر پڑے۔

کولہنگا نے اس ٹیلے کا ایک چکر لگایا اور بولا۔ "ہاں یہ جگہ ٹھیک ہے۔"

اور سب اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔ کچھ ہی دیر میں چھولداری لگ گئی۔ اور آگ جلالی گئی۔ ہر شخص اپنی ڈیوٹی جانتا تھا کیونکہ یہ پہلے ہی بتادیا گیا تھا کہ قیام کے دوران کس کی کیا ڈیوٹی ہوگی اور ڈیوٹیاں بدلی کس طرح جائیں گی۔

دوسرا دن نکلتے ہی ہمارا پروگرام شروع ہوگیا۔ سب سے پہلے ناشتہ ہوا اور پھر ہم چار چار کی ٹولیوں میں بٹ گئے۔ ہم سب کے پاس بہت تیز آواز کی سیٹیاں تھیں اگر ایک دوسرے سے رابطہ کرنے کی ضرورت ہو تو ان کو بجایا جائے۔ ایک ٹولی کیمپ میں رکے گی اور ایک ٹولی راؤنڈ کرے گی۔ دو دن اس کیمپ میں رک کر آگے چلا یا جائے گا۔ ایک ٹولی کولہنگا لیڈ کرے اور ایک کو مان سنگھ لیڈ کرے گا۔

اس جنگل کے مشن پر یہ دو لیڈر رہیں گے میں خود ان کی زیر ہدایت کام کروں گا۔ یہ بات تھی تو تعجب کی قانونی اور سرکاری طور پر بھی نہیں تھی۔ مگر میں خود کو کولہنگا اور مان سنگھ سے بہتر لیڈر نہیں سمجھتا تھا۔ یہ لوگ جنگل کو جس قدر جانتے تھے میں نہیں جانتا تھا دوسرا مجھے ان دونوں پر پورا بھروسہ تھا۔ یہ دونوں بھی انسانیت کا دکھ دل میں رکھتے تھے۔ میں صرف اپنی شان بڑھانے کو بڑا بننا نہیں چاہتا تھا۔

میں کولہنگا کے ساتھ تھا ہم لوگ پیدل ہی راؤنڈ پر تھے۔ دوسری ٹولی کیمپ میں تیار تھی۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی جنگل سے درندوں کی آوازیں برابر آرہی تھیں۔

ہم سب کے لباس موٹے کپڑے کے تھے اور سب لانگ بوٹ چڑھائے ہوئے تھے۔ اس کے باوجود ہمارے پاس ایمرجنسی دوائیں بھی موجود تھیں۔

"تمہارا قبیلہ یہاں سے کتنی دور ہے؟" میں نے کولہنگا سے پوچھا۔

"اگر ہم اسی رفتار سے چلتے رہے تو میرا خیال ہے پندرہ سولہ دن کے بعد ہم پہنچ جائیں گے۔" کولہنگا نے جواب دیا۔

"تم نے آخر کیوں اتنا لمبا سفر کیا اور وہاں سے نکل آئے؟" میں نے پوچھا۔

"ہمارے قبیلے میں ایک پارٹی آئی تھی۔ اس میں دو آدمی اور دو عورتیں تھیں۔ وہ سفید چمڑی کے لوگ تھے ان کے پاس بہت اچھے ہتھیار بھی تھے۔ ایسے ہتھیار کسی نے نہیں دیکھے تھے۔ وہ ان کو جادوئی ہتھیار کہتے تھے۔ اور بڑے زوردار دھماکے کرنے کے گولے ان کے پاس تھے۔ ان سے پورا قبیلہ ڈرتا تھا۔ ان کی طاقت کے سامنے ہمارے سارے ہتھیار بیکار تھے۔ ایک چھوٹی سی پستول سے کسی کو بھی ہلاک کردیتے تھے۔ اس چیز کا نام تو مجھے بہت بعد پتہ چلا عورتیں اور مرد سب ہم کو انسان نہیں سمجھتے تھے۔ میں اور میرا باپ دونوں ان سے ڈرتے تو نہیں تھے۔ مگر ان کے سامنے بغاوت بھی نہیں کرتے تھے میرا باپ قبیلے کا گرو تھا وہ اپنی اور اپنے قبیلے کی عزت بچانے کو اندر ہی اندر کارروائی کررہا تھا۔ ان کو دیکھ کر ہی مجھے یہ شوق ہوا کہ میں بھی ایسی دنیا دیکھوں جہاں سے یہ لوگ آئے ہیں میرا باپ اپنے وقت کا بہت بڑا ماہر سمیات تھا دیکھنے میں وہ ایک بے کار سا آدمی نظر آتا تھا مگر مہلک مرکبات بنانے میں بہت مہارت تھی۔ وہ سڑے ہوئے گوشت کو خون میں ملا کر ایک لکڑی کے برتن میں زہریلی بوٹیوں کے ساتھ ڈال دیا کرتا تھا۔

پھر ترتیب کے مطابق سانپوں کا پھن وغیرہ ڈال کر اس کو ہلاتا رہتا۔ آخر میں کسی پتھر کا سفوف شامل کر کے اتنا گھولتا کہ سب چیزیں ایک جان ہوجائیں۔ گلنے ،سڑنے میں مہینوں لگتے اور اس کے بعد وہ مرکب سریش کی صورت اختیار کر کے قابل استعمال ہوجاتا، یہ زہر عجیب ہوتا تیر یا بھالا اس میں ڈبو کر کسی جانور پر مارا جاتا تو زہر شکار کے خون میں شامل ہو کر سارے جسم کو مسموم کر دیتا تھا۔
اور وہ زخم کھاتے ہی مر جاتا۔ لیکن کمال کی بات یہ تھی کہ شکاری اس کا گوشت بلا تکلف کھاتے ان پر کوئی زہریلا اثر نہ ہوتا۔ زہر نہ جانے آگ میں جل جاتا، دھوئیں میں اڑ جاتا، کیا ہوتا؟ اس کا بھید کسی پر کبھی نہیں کھلا اور نہ اس راز کو میرے باپ نے کسی کو بتایا۔ اگر کوئی اور اس طرح کا مرکب بناتا تو شکار کا گوشت کھانے والا خود بھی فوراً مر جاتا۔ یہ راز تھا اور آج بھی راز ہی ہے۔ کولہنگا نے بات ختم کی تو میں نے پوچھا۔
''تمہارے باپ نے تم کو تو بتایا ہوگا؟''
وہ مجھے ضرور بتا دیتا مگر میرا رویہ اور شوق دیکھ کر اس نے نہیں بتایا۔'' کولہنگا نے جواب دیا۔
''کیوں تمہارا رویہ کیسا تھا؟'' میں نے پوچھا۔
''میں نے اپنی اس خواہش کا اظہار اس پر کر دیا تھا کہ میں اس جنگل کے پار جانا چاہتا ہوں جہاں کے لوگوں کے پاس جادوئی لاٹھیاں ہیں اور دھماکہ کرنے والے گولے ہیں۔
اس نے مجھے اس ارادے سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی۔ مگر میرا دل اب وہاں پر نہیں لگتا تھا۔ وہ گوری چمڑی والے ایک روز رات کو چلے گئے۔ ان کو کون روکتا ان کے پاس بڑے خطرناک ہتھیار تھے۔ سب نے دیوتاؤں کی روحوں کا شکریہ ادا کیا کہ ان کی جان چھوٹ گئی۔''
''تو تم نے اپنے باپ سے کوئی ہنر نہیں سیکھا؟'' میں نے سوال کیا۔
''نہیں ایسی بات بھی نہیں ہے اگر میں بے ہنر ہوتا تو تمہاری دنیا تک پہنچ ہی نہیں سکتا تھا۔''

کولہنگا ابھی یہ کہہ پایا تھا کہ ایک دم زمین پر بیٹھ گیا۔ چند منٹ مٹی کو اٹھا کر سونگھتا رہا اور پھر کھڑا ہو گیا اور بولا۔'' دیر ہوگئی سر ہم لوگ دیر میں آئے۔''
''صاف بات کرو، میں سمجھا نہیں؟'' میں نے کہا۔
''یہاں سے کوئی ایسا گزرا ہے جو جادو پر سفر کر رہا ہے۔'' وہ بولا۔
''میری سمجھ میں اب بھی کچھ نہیں آیا!'' میں نے کہا۔
''مطلب یہ ہے کہ کسی بھی بھیس میں ہو مگر وہ جادو کے زیر اثر ضرور تھا۔''
''تم نے اس کا اندازہ کس طرح لگایا؟'' میں نے پوچھا۔
''ابتدائی طور پر میرے والد نے مجھے یہ بتایا تھا۔ اس کی ایک مخصوص بو بھی بتائی تھی وہ بو میں اس مٹی میں پا رہا ہوں مگر بہت معمولی اس کا مطلب ہے وقت زیادہ گزر گیا ہے۔ میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا ہوں کہ وہ بو کدھر گئی ہے۔''
ہم لوگ وہیں کھڑے رہے اور کولہنگا چاروں طرف کی مٹی اٹھا کر سونگھتا رہا اور پھر بولا۔'' اس طرف جاتے محسوس ہوتا ہے۔'' اور وہ وہی سمت تھی جس طرف ہمارا کیمپ تھا اور ہم تیزی کے ساتھ کیمپ کی طرف واپس آنے لگے۔
ہم نے واپسی کا سفر بہت تیزی سے کیا۔ اور شام سے پہلے ہی واپس آ گئے۔
''پہرے دار ڈیوٹی پر موجود ہیں۔'' میں نے مان سنگھ سے پوچھا۔
''دن کیسا گزرا، خیریت تو رہی؟''
''ہاں سر سب ٹھیک ہے۔ مگر رات کو ہوشیار رہنا پڑے گا۔'' وہ بولا۔
''کیوں کوئی خاص بات ہے؟'' میں نے پوچھا۔
''میں نے ایک بہت بڑا غول بھیڑیوں کا ادھر منڈلاتے دیکھا ہے۔'' وہ بولا۔
''تو پھر رات گزارنے کے خصوصی انتظامات کیا کرو گے؟'' میں نے پوچھا۔

پاکستان ورچوئل لائبریری

"میں نے لکڑیوں کا انتظام کرلیا ہے ایک طرف تو آگ جلا کر محفوظ کریں۔ایک طرف تین پہرے دار رہیں گے۔ایک طرف گہری نالی قدرتی موجود ہے میں نے اچھی طرح اس کو دیکھا ہے اس کو پھلانگ کر کوئی بھیڑیا ہمارے پاس نہیں آ سکتا اور ایک طرف تین پہرے دار ہوں گے اس طرح چھ آدمی پہرے پر ہوں گے۔اور باقی بھی باری باری ڈیوٹیاں دیں گے۔بس یہ سمجھ لیں کہ یہ رات ایمرجنسی ڈیوٹیاں کرنی ہیں۔"

رات کا اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا آگ کے الاؤ جلا دیئے گئے تھے۔اور پہرے دار اپنی اپنی مقرر کردہ جگہوں پر موجود تھے۔موٹی لکڑیاں وغیرہ لگا کر مورچے بھی بنائے گئے تھے۔یہ جنگل تھا یہاں پر ریچھ اور شیر بھی آزادو شکاری کی تلاش میں پھرتے تھے۔مان سنگھ نے ہر بات کا خیال رکھا تھا وہ جنگلاتی زندگی اور اس کے خطروں سے خوب واقف تھا اس کے انتظامات پر کولہنگا بھی خوش تھا۔

رات کے اندھیرے میں الاؤ کی روشنی بہت تھی۔

رات کے راہی شکاریوں کی آوازیں آنی شروع ہوگئی تھیں۔

رات کا سناٹا بڑھتا گیا پھر ہواؤں کے دوش پر لہراتی آواز آئی، جیسے کوئی بہت دور بغیر لے اور تال کے گا رہا ہے۔نہ کوئی ساز نہ ترقی یافتہ طرز مگر پھر بھی آواز صاف آرہی تھی اس کے الفاظ اور معنی کوئی نہیں سمجھ رہا تھا صرف ایک کولہنگا ہی تھا جس کی سمجھ میں کچھ کچھ آرہا تھا۔

"وہ بہت گرم مزاج ہے۔مجھ پر ظلم کرتا ہے۔تھپڑ گھونسے مجھے مارتا ہے۔میں نے اس کو خدمت کی ہے اس سے زیادہ مجھ پر مار پڑی ہے۔میں یہ سختیاں شکایت کے بنا جھیلتی رہی۔میرے آنسو خشک ہوگئے۔بے گناہ قیدی کی طرح میں جیتی رہی مجھ بدنصیب کا صبر و شکر بھی شوہر کے دل کو موم نہ کر سکا۔اس کی ضروریات بڑھتی رہیں اور میں کولہو کے بیل کی طرح پستی رہی۔میں کیا کرتی۔میرا ساتھی میرا دشمن بن رہا تھا۔پھر مجھے یہ راستہ نظر آیا میرا گرو مجھے مل گیا۔میرا گیت اس کو اچھا لگا، میں امر ہوگئی۔اور مجھ پر ظلم کرنے والا میرا غلام ہوا۔میں رانی ہوں، جنگل کی رانی اور جو ظلم کرتا تھا میرا غلام ہے۔میرے دشمن سب ختم ہو جائیں گے میرا گرو اور میں راج کریں گے، میں نے ظالم کو کتا بنا دیا ہے وہ میرے اشارے پر دم ہلاتا ہے۔"

کولہنگا نے پورا گیت سنا یہ کوئی سرسنگیت سے سجا ہوا گیت نہیں تھا صرف ہو ہا ہی سمجھ آتا تھا میں تو اس کو صرف بھیڑیوں کے رونے یا غل مچانے کے سوا کچھ نہیں سمجھتا مگر کولہنگا نے بہت آہستہ آہستہ اس کا ترجمہ کر کے بتایا۔

"یہ ایک زبان ہے جو جنگل کے بہت اندرونی قبائل میں بولی جاتی ہے۔یوں تو سب ہی کی زبان الگ الگ ہے مگر زیادہ فرق کے ساتھ نہیں۔آپس میں بات چیت کر لیتے ہیں۔اس گیت کو گانے والی کوئی عورت ہے وہ اپنے ظالم شوہر کی وجہ سے غلط لائن پر آ گئی ہے اس کو کوئی گرو مل گیا ہے، اس نے اس کو شکتی دے دی ہے اور شوہر کو اس نے ذلیل کر کے رکھا ہے اور بدلہ لے رہی ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ یہ وہی بھیڑیا ہو جو آبادی میں بچوں کو مار رہا تھا، اگر وہ بھیڑیئے کی جون میں آنے پر قادر ہے تو بہت پریشانیاں پیدا کرے گا، ایک تو جنگل کے سارے بھیڑیوں کو یہ ہمارے پیچھے لگا دے گی دوسرے اس پر کسی قسم کا ہتھیار اثر نہیں کرے گا۔

"اس کو ہم زخمی تو کر دیں گے مگر مار نہیں سکیں گے یہ پھر ہم پر حملہ آور ہو جائے گی۔" کولہنگا خاموش ہو گیا۔میں اس کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔

ٹھیک رات کے بارہ بجے بھیڑیوں کی ہو ہا بڑھ گئی۔اور اطراف میں ان کی جلتی بجھتی آنکھیں چمکنے لگیں اور تعداد بڑھنے لگی۔مان سنگھ دوڑ کر میرے پاس آیا اور بولا۔"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھیڑیئے صف بندی کر رہے ہیں۔"

"تم ایسا کرو ان کی صف بندی کرنے سے پہلے حملہ کر دو جلدی کرو۔" مان سنگھ نے وہیں سے آواز لگائی فائر اور رات کے سناٹے کے سینے میں گولیاں چلنے لگیں پہلے ہی راؤنڈ میں چھ سات بھیڑیئے مار گرائے۔دوسری طرف سے کولہنگا نے آگ برسائی اور آٹھ دس بھیڑیئے گرائے۔

میں نے ایک ہینڈ گرنیٹ کھائی کی طرف پھینک دیا۔ میں نے اندازے سے ایسا کیا تھا مگر بہت کامیاب ہوا اس نالی میں بہت بھیڑیئے چھپے ہوئے تھے بھیڑیوں کی تعداد کے بارے میں ہم لاعلم تھے۔ اگر وہ حملہ کر دیتے تو ضرور ہم پر حاوی ہو سکتے تھے کیونکہ ان کی تعداد زیادہ تھی مگر ہم نے پہل کر کے ان کی کمر توڑ دی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کی ہو ہا کی آوازوں میں ایک آواز بہت نمایاں تھی کولہنگا کا کہنا تھا یہ ان کے لیڈر کی آواز ہے۔ مگر فوج میں جب ایک دفعہ افراتفری اور کمزوری آ جائے تو سب اپنی جانیں بچاتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے لگے اور جنگل میں سناٹا چھا گیا دور دور ایک بھی بھیڑیا نظر نہیں آتا تھا رات جاگتے میں گزاری۔

سورج نکل آیا، درختوں پر پرندے جاگ گئے اور ہم نے ناشتہ کی تیاری شروع کر دی۔ بیس بھیڑیوں کی لاشیں ہم کو ملیں وہ ہم نے جمع کر کے گہری نالی میں ڈال دیں اور اس پر کچرا لکڑی ڈال کر آگ لگا دی۔

آپس میں مشورہ ہوا اور قافلہ آگے روانہ ہوا۔ روشن خان گاڑی چلا رہا تھا میں اس کے برابر بیٹھا تھا۔ ایک خچر پر کولہنگا اور ایک پر مان سنگھ آگے آگے چل رہے تھے۔ گاڑی کی رفتار زیادہ نہیں تھی راستہ بھی زیادہ خراب نہیں تھا۔

اچانک مان سنگھ نے رکنے کا اشارہ کیا اور جیپ رک گئی، میں اتر کر اس کے قریب گیا تو وہ بولا۔ ”یہ کسی گاؤں کی حد بندی ہے اس سے آگے جانے پر یہ لوگ ناراض ہو جائیں گے۔ ہم کو یہاں پر رکنا ہوگا۔“ کولہنگا بھی قریب آ گیا اور اس نے ایک عجیب طرح کی آواز منہ سے نکالی۔ دو آوازوں کے بعد ہی جواب آ گیا اور پھر کچھ آتے نظر آئے۔ ان کے چہروں پر کچھ نشانات آڑے ترچھے بنے ہوئے تھے۔ گویا یہ ان کی پہچان تھی وہ جب قریب آئے تو کولہنگا آگے بڑھا اور ہاتھ اوپر کر کے ان کو تعظیم دی۔ وہ چار تھے انہوں نے بھی اسی طرح کیا۔ اور وہ کولہنگا سے بات کرنے لگے۔ چند منٹ بات کر کے کولہنگا نے مجھ سے کہا۔

”یہ کہتے ہیں گاؤں کے اندر تو سردار کے حکم کے بغیر نہیں آنے دیں گے ہاں آپ لوگ یہاں پر رک کر سردار کا انتظار کرو یہ سردار کو یہاں بلا کر لائیں گے۔“

”ٹھیک ہے سردار کو بلا لو ہم یہاں پر رک سکتے ہیں۔“

کولہنگا نے ان کی زبان میں بتا دیا اور ایک آدمی روانہ ہو گیا۔ یہ چاروں آدمی صرف ایک ایک لنگوٹی لگائے ہوئے تھے۔ سر پر پتوں کی ٹوپیاں لگی تھیں اور ان ٹوپیوں میں جنگل کے پھول سجے ہوئے تھے۔ آدھے گھنٹے کے بعد کچھ لوگ آتے نظر آئے۔ ان سب کے لباس اور سجاوٹ ایک جیسی تھی صرف ایک آدمی ان میں نمایاں تھا اور وہی سردار تھا اس کے جسم پر ایک چادر بھی تھی اور گلے میں ہار پڑے ہوئے تھے ان ہاروں میں ہڈیاں، دانت اور لکڑی کے ٹکڑے پروئے ہوئے تھے اور اس کا چہرہ دو تین رنگوں سے رنگا ہوا تھا۔ کولہنگا نے آگے بڑھ کر استقبال کیا اور ہاتھ اٹھا کر تعظیم دی۔ جواب میں سردار نے بھی ایسا ہی کیا اور دونوں میں بات چیت ہونے لگی کچھ ہی دیر میں کولہنگا نے سردار کو راضی کر لیا اور ہم لوگ بمعہ جیپ کے گاؤں کی طرف چلے سردار کو کولہنگا نے اپنا خچر دے دیا وہ اس پر بیٹھ گیا اور اس کے ساتھی ساتھ ساتھ پیدل چلتے رہے، دس پندرہ منٹ میں ہم لوگ گاؤں میں پہنچ گئے۔ یہاں پر گول گول جھونپڑے بنے ہوئے تھے۔ یہ زمین سے زیادہ اونچے نہیں تھے ان ہی جھونپڑوں میں ایک نمایاں اور بڑا سردار کا تھا ہم کو دیکھ کر بچے اور عورتیں ہمارے اطراف میں جمع ہو گئے بچے بالکل ننگے تھے اور عورتوں نے اپنی ستر پوشی کی ہوئی تھی۔ ہم لوگوں کو سردار کے گھر میں بٹھانے کا بندوبست کیا گیا تو میں نے کولہنگا سے کہا۔

”ہماری جیپ میں ضروری سامان لدا ہوا ہے پیٹرول ٹینک میں بارود اور گولیاں ہیں اس کو کس طرح یہاں پر چھوڑ دیں۔ ہم اندر نہیں جائیں گے۔“ کولہنگا نے گردن ہلا کر میری بات ماننے کا اعلان کیا اور پھر سردار سے بات کرنے لگا کچھ دیر کے بعد کولہنگا نے مجھ سے کہا۔

”سردار کا کہنا ہے کہ آپ کی جیپ کے نزدیک کوئی نہیں آئے گا۔ پھر بھی آپ اپنے آدمی پہرے پر لگا سکتے

ہیں ہم نے آپ لوگ کو مہمان بنایا ہے ہم آپ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔‘‘میں نے روشن اور ایک جوان کو جیپ پر چھوڑا اور ہم لوگ اندر چلے گئے ان لوگوں نے ہمارے ہتھیار ہمارے پاس رہنے دیئے تھے۔اس سے بھی انداز ہوتا تھا کہ یہ لوگ لڑائی بھڑائی والے نہیں ہیں اندر سے یہ جھونپڑا کافی کشادہ تھا فرش پر جانوروں کی کھالیں بچھی ہوئی تھیں چار عورتیں اندر ہمارے استقبال کو موجود تھیں۔

ہم سب فرش پر بیٹھ گئے اور سردار بھی بیٹھ گیا۔اس کے ساتھ چاروں عورتیں بھی بیٹھ گئیں تو سردار نے کولہنگا کو کچھ کہا۔کولہنگا نے میری طرف اشارہ کردیا۔اور کولہنگا نے مجھ سے اردو میں کہا۔’’سردار پوچھتا ہے تمہارا سردار کون ہے؟‘‘

میں نے کہا۔’’سردار کو کہو کہ ہم لوگ ایک بہت بڑے بھیڑیے کی تلاش میں آئے ہیں اس کا رنگ سرخ ہے اور وہ جوڑا ہے وہ انسان کے بچوں کو نشانہ بناتا ہے اور بہت خطرناک ہے۔اگر یہاں پر تم نے دیکھا ہے تو بتاؤ۔‘‘کولہنگا نے پوری بات سردار کو کہہ دی۔سردار نے بولنا شروع کردیا۔

کولہنگا نے ترجمہ کیا۔

’’ایک دو دفعہ اس کو پہرے داروں نے دیکھا تھا۔ مگر وہ لوگ ہوشیار تھے اور وانہوں نے اس کو بھگا دیا۔‘‘

میں نے کہا۔’’یہ بھیڑیے اصل میں انسان ہیں مگر جادو سے بھیڑیے کی شکل میں شکار کرتے ہیں تم لوگ ان سے ہوشیار رہنا اور اپنے بچوں کو ان سے بچانا۔‘‘

سردار یہ سن کر کہ یہ انسان ہیں اور جادو سے بھیڑیے بن گئے ہیں۔اچھل پڑا۔

اس نے ایک عورت کو اشارہ کیا اور کچھ کہا وہ عورت فوراً باہر چلی گئی۔

کچھ ہی دیر میں اس کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی بدن سے ننگا چہرہ رنگ برنگا۔گلے میں ہڈیوں اور پھولوں کے ہار پہنے اندر آ گیا اور سردار کے سامنے بیٹھ گیا۔

سردار نے کچھ کہا۔’’یہ ہمارا گرو ہے اس کو بتاؤ۔‘‘ کولہنگا نے اس کو پھر سے بتادیا۔وہ یہ سن کر کھڑا ہو گیا آسمان کی طرف منہ کر کے کچھ بڑبڑایا۔

زمین پر زور سے بایاں پیر مارا اور منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکالتا رہا۔اس کے جسم کے مقابلے میں آواز بڑی جان دار تھی اور پھر سردار کے سامنے بیٹھ گیا ارو بات کرنے لگا سردار نے بتایا گرو کہتا ہے تم ٹھیک کہتے ہو وہ یہاں ہماری زمین پر تھا،جوڑا تھا مگر میرے جادو نے اس کو یہاں پر وار نہیں کرنے دیا اور وہ بھاگ رہا ہے،جدھر سے آیا تھا اسی طرف بھاگ رہا ہے۔کیونکہ آگے ماری وار قبیلہ ہے اور ان کا جادو بہت خطرناک ہے وہ وہاں پر نہیں جاسکتا۔اس لئے واپس جارہا ہے۔‘‘

میں نے کہا۔’’یہ تو بڑی گڑ بڑ ہوگئی یہ پھر کسی گاؤں میں واردات کرے گا۔‘‘

مان سنگھ نے کہا۔’’ہم کو فوراً واپس روانہ ہوجانا چاہئے۔

کولہنگا کا بھی یہی خیال تھا۔

میں نے سردار کا شکریہ ادا کیا اور دو تین پاکٹ بسکٹ اور چیزوں کے اس کے نذر کئے اس کی بیگمات کو چھوٹے موٹے تحفے دیئے اور بتایا کہ یہ ہمارے علاقے کی طرف جارہا ہے اس لئے ہم رک نہیں سکتے اور اجازت لے کر واپس روانہ ہوئے۔

واپسی میں!میں نے کولہنگا سے پوچھا۔

’’ہم اس گرو کے کہنے پر واپس چل پڑے ہیں۔کیا گرو نے ٹھیک کہا ہوگا؟‘‘

’’سر بات یہ ہے کہ میں خود بھی ایسے ہی قبیلے کا باشندہ ہوں۔ان کے جادو اور سحر کو خوب جانتا ہوں۔سارے قبیلہ والوں کی زندگی اور موت کا انحصار ان ہی گروؤں کے اشارے پر ہوتا ہے یہ لوگ بہت تجربہ کار اور ماہر ہوتے ہیں اپنے کام میں ان کا حساب بہت کم غلط ہوتا ہے میں کوئی جنتر منتر تو نہیں سیکھ سکا مگر یہ جانتا ہوں کہ گرو نے غلط نہیں کہا ہوگا۔‘‘

’’میں اپنا شک دور کرنا چاہتا تھا۔‘‘میں نے کہا۔

پاکستانی ویب سائٹ
عظیم پرواز ڈاٹ کام

"رات میں سفر خطرناک ہوگا،ایک تو راستہ خطرناک ہے دوسرا جنگلی درندے اور پھر ہمارا دشمن بھی تاک میں ہوگا۔" کولہنگا نے کہا۔

"رات گزارنے کو جگہ تلاش کرنا پڑے گی ابھی کچھ دن باقی ہے۔اسی روشنی میں یہ کام کرنا ہوگا ابھی گھنا جنگل نہیں تھا مگر پھر بھی کانٹے دار جھاڑیاں بہت تھیں۔ایک طرف ایک ٹیکری نظر آئی تو کولہنگا نے روشن کو اس طرف چلنے کا کہا۔گاڑی ٹیکری کے پاس رک گئی دائیں طرف برساتی نالہ تھا جو بہت گہرا تھا۔ٹیکری اچھی خاصی اونچی تھی۔سب اتر پڑے اور کام میں لگ گئے۔

یہاں بھی پہلے کی طرح انتظام کیا گیا۔

رات کا پہلا پہر سکون سے گزر گیا۔کوئی قابل ذکر بات نہیں ہوئی۔

مگر رات کے [illegible] بجے کے بعد بادلوں میں گڑگڑاہٹ ہونے لگی۔ہوا بھی ٹھنڈی ہوگئی۔کولہنگا نے اعلان کیا بارش ہونے والی ہے بارود اور خراب ہونے والی چیزیں بچائی جائیں۔سب نے اپنی اپنی برساتیاں پہن لیں اور پھر اچانک بہت تیز بارش شروع ہوگئی۔اتنی تیز بارش میں نے زندگی میں نہیں دیکھی تھی ہمارے لئے سب سے زیادہ خطرناک بات یہ تھی کہ واپسی کا راستہ بند ہوجائے گا تو واپسی کس طرح ہوگی۔ہم نے دونوں خچر بھی سردار کو دے دیئے تھے۔اگر ہم نالے کے قریب نہ ہوتے تو شاید ہم اس جگہ رک بھی نہ سکتے مگر بھلا ہو اس قدرتی نالے کا کہ سارا پانی سمیٹ کرلے جارہا تھا رات بھر بارش ہوتی رہی۔کتنے انچ ہوئی اس کا اندازہ تو ہم نہیں کرسکتے۔رات گزری سورج کی آمد آمد ہوئی اور بارش رک گئی دھوپ نکل آئی۔پورا جنگل دھلا دھلا نظر آنے لگا۔پرندے درختوں پر پر جھاڑنے لگے۔

خرگوش،ہرن بھی دھوپ میں نکل آئے۔ہمارا الاؤ ٹھنڈا ہوگیا تھا۔اب سوکھی لکڑیاں پھر سے تلاش کرنا تھیں اور آگ جلانا تھی۔پھر سب لوگ اس کام میں لگ گئے۔

اور ایک بار پھر آگ روشن ہوگئی مان سنگھ اور روشن ایک ہرن شکار کر لائے اور اس کی کھال اتار کر آگ پر لٹکا دیا گیا۔

کچھ نے خرگوش شکار کرلئے وہ اس کو پکانے لگے۔

"اب یہ بتاؤ واپسی کی کیا صورت ہوگی؟" میں نے کولہنگا سے پوچھا۔

"ابھی تو مشکل ہے۔یہ نالا دیکھ رہے ہیں کتنا تیز بہاؤ ہے یہ نالا جب تک چلتا رہے گا ہم واپس نہیں جاسکتے۔دھوپ اور یہ نالا ہمارا راستہ صاف کریں گے اور اس کام میں اگر اور بارش نہ ہوئی تو تین چار دن تو لگ ہی جائیں گے اور چونکہ اب رکنا ہی پڑے گا اس لئے انتظامات کرنا پڑیں گے۔غذا کا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے صرف آگ اور امیونیشن درست رہیں۔بس لوگ اپنے اسلحہ کو چیک کریں دھوپ دکھائیں ،بارود کو دھوپ میں سکھائیں اور خود کو ریڈی رکھیں۔دونوں کمانڈروں نے یہ کام شروع کردیا۔نالا بھرا ہوا چل رہا تھا۔ہماری پہرہ داری دن میں بھی جاری تھی۔کیونکہ چاروں طرف درندے پھر رہے تھے۔

دوپہر میں سخت دھوپ تھی سورج پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا آسمان پر بادلوں کا نام ونشان نہیں تھا۔میں روزانہ اپنی ڈائری لکھتا ہوں دن بھر کی کارگزاری درج کرتا ہوں کیونکہ یہ میری سرکاری ڈیوٹی بھی ہے۔شام تک موسم خوشگوار رہا۔کولہنگا نے بتایا اب بارش کا امکان نہیں ہے۔دن میں ہمارے ساتھ کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔اس لئے ہم نے رات کی پوری تیاری کرلی۔لکڑیاں بھی وافر مقدار میں جمع کرلیں اور مورچے بھی محفوظ کرلئے۔اور ہمارے ہتھیار بھی صاف کرلئے گئے۔اندھیرا پھیلتے ہی سب اپنی اپنی جگہوں پر مورچہ لگا کر بیٹھ گئے۔

رات کے بارہ بجے کے بعد ایسا لگا جیسے کسی نے زور سے ہارن بجایا ہو۔یہ آواز کس جانور کی تھی یہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔کولہنگا دوڑ کر میرے پاس آیا اور بولا۔

"سر یہ آواز بہت بڑے بھیڑیے کی آواز ہے اور یہ ہمارے قریب ہی موجود ہے۔"

"تم نے سب تیاری کرلی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میری اور مان سنگھ خوب تیاری ہے فکر نہ کریں۔"

''کچھ نظر بھی آ رہا ہے کہ نہیں؟'' میں نے پوچھا۔
''میں دیکھتا ہوں۔'' اور کولہنگا اپنے مورچے پر چلا گیا۔

آرڈر وہی تھے ہر چمکتی چیز پر گولی چلانی تھی سب کے پاس ہینڈ گرنیڈ بھی تھے۔ اور دھماکہ کرنے والے بارودی گولے بھی تھے۔

سب سے پہلی گولی مان سنگھ نے چلائی، اس گولی کے فوراً بعد ایک بڑی بھیانک چیخ رات کے سناٹے میں گونجی۔ یہ آواز بھی کسی بھیڑیے کی تھی مان سنگھ اور روشن دونوں بہترین نشانہ باز تھے۔

گولی نے کسی بھیڑیے کو گرا دیا تھا۔ اس کے بعد کچھ کچھ دیر کے بعد گولیاں چلتی رہیں۔

یہ حملہ جنگل کے اسی طرف سے ہوا جدھر گھنا جنگل تھا اور بڑے بڑے درخت موجود تھے۔

نالے میں پانی بہنے کی آواز آ رہی تھی اور بہاؤ بھی تیز تھا۔ سامنے میدانی علاقے سے کسی بڑے درندے کا اس لئے مشکل تھا کہ وہ فوراً نظر آ جاتا تھا۔ اور ایک طرف آگ کا الاؤ جل رہا تھا مگر حملہ ادھر سے ہی ہوا۔ مگر چونکہ ہماری ساری توجہ بھی اسی طرف تھی اس لئے بھیڑیے جلدی بھاگ گئے۔ جب ہر طرف خاموشی ہو گئی۔ تو میں نے مان سنگھ سے پوچھا۔

''کتنے بھیڑیے نشانہ بنے؟''

''میں نے تو صرف ایک ہی مارا تھا۔'' سب نے حساب لگایا اور بتایا کہ کل چھ مارے گئے ہیں۔ صبح تک ہم لوگ ہوشیاری سے جاگتے رہے۔ آدھے آدمی سونے چلے گئے اور آدھے بھیڑیوں کی لاشوں کی تلاش میں چل دیئے۔ میں کیمپ میں ہی رہا۔ ایک گھنٹہ کے بعد انہوں نے بتایا کہ بھیڑیوں کی صرف پانچ لاشیں ملی ہیں۔ جس جگہ سب سے پہلا بھیڑیا مان سنگھ نے مارا تھا وہاں پر کچھ خون پڑا تھا مگر لاش نہیں تھی۔

''حیرت ہے۔'' میں نے کہا۔ ''کیا بھیڑیے لاش اٹھا کر لے گئے؟''

کولہنگا نے کہا۔ ''میرا خیال ہے جو بھیڑیا مان سنگھ نے مارا تھا وہ جوڑے میں سے ایک تھا۔ اس کو گولی لگی زخمی بھی ہوا مگر مرا نہیں اٹھ کر بھاگ گیا ہے۔''

''مان سنگھ تمہارا کیا خیال ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''کولہنگا کی بات درست لگتی ہے کیونکہ میں نے دونوں آنکھوں کے درمیان کا نشانہ لیا تھا اور گولی ٹھیک جگہ پر لگی تھی اس کے بعد اس کی ڈکارنے کی آواز بھی یہ ثابت کرتی ہے کہ اس کو گولی لگی ہے مگر اس کے باوجود وہ بھاگ گیا۔'' مان سنگھ نے حیرت سے کہا۔

''ہاں ہے تو حیرت کی بات۔'' میں نے کہا۔

روشن خان خاموشی سے ہماری گفتگو سن رہا تھا، بولا۔

''سر اس طرح تو ہم اس کو کبھی نہیں مار سکیں گے۔''

''تم بتاؤ کیا کریں؟'' میں نے پوچھا۔

''سر یہ جادو منتر کا زور ہے جو اس کو زندہ کر رہا ہے اس کا توڑ صرف جادو ہی ہو سکتا ہے ہم کو کسی ایسے آدمی کو تلاش کرنا پڑے گا جو اس کا توڑ کر دے۔'' روشن خان نے جواب دیا۔

''بات یہ ہے روشن خان، ہم لوگ پولیس والے ہیں جو دو اور دو چار کا حساب جانتے ہیں ان باتوں کی طرف ہم لوگ نہیں جاتے اس لئے کسی کو جانتے بھی نہیں قانون گواہ، شہادت اور ثبوت مانگتا ہے وہ کیوں اور کیسے کے چکر میں نہیں پڑتا؟'' میں نے کہا۔

''مگر سر ہمارا واسطہ تو ایسے مجرم سے پڑ گیا ہے اس کو قابو تو کرنا ہی پڑے گا۔'' روشن خان نے کہا۔

''سر میں خود تو نہیں جانتا مگر ایک آدمی ہے پہلی بھیت میں رہتا ہے جو جادو جانتا ہے۔'' روشن خان نے جواب دیا۔

''تم چندن پور جاتے ہی اس آدمی سے ملاقات کرو گے پھر وہ دیکھتے ہیں کیا ہو سکتا ہے۔'' میں نے کہا۔

ہم کو چار راتیں وہیں پر گزارنی پڑیں اور ہر رات تھوڑا بہت حملہ ہوا۔ مگر ہمارا کچھ نقصان نہیں ہوا۔ وہ جوڑا ہماری تاک میں لگا رہا۔ اور ہمارا واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔ اور ہم

ایک مہینہ کے بعد چندن پور واپس آ گئے ۔ میں نے پوری رپورٹ SP صاحب کو دی اس دوران کہیں پر کوئی واردات نہیں ہوئی میں نے بتایا کہ وہ خونخوار بھیڑیوں کا جوڑا ہمارے ساتھ ہی سفر کرتا رہا ہے اور قریب ہی ہر گاؤں میں کہلوا دیا جائے کہ ہوشیار رہیں۔ بھیڑیے پھر آ گئے ہیں۔

روشن خان کو پیلی بھیت روانہ کر دیا اس کا ذکر میں نے کسی سے نہیں کیا۔ تین روز کے بعد روشن خان کا تار آیا کہ ”آدمی مل گیا ہے مگر وہ چندن پور آنے کو تیار نہیں ہے کیا کروں؟“

”میں نے جوابی تار دیا اور لکھا ”اس کو کسی بھی طرح چندن پور لے کر آؤ۔“ مگر روشن خان کا تار پھر آ گیا۔ ”وہ چندن پور نہیں آتا آپ خود آ جاؤ۔“ یہ معاملہ چونکہ سرکاری طور پر میں نہیں کر رہا تھا اس لئے ڈپارٹمنٹ کی مدد بھی لینا نہیں چاہتا تھا۔ تار میں پورا پتہ روشن خان نے لکھا تھا میں پیلی بھیت روانہ ہو گیا پیلی بھیت ایک اچھا شہر ہے۔ زبان یہاں پر بھی پوربی بولی جاتی ہے اسٹیشن سے زیادہ دور جگہ نہیں تھی۔ روشن خان ایک دوست کے پاس ٹھہرا وہیں کا پتہ اس نے مجھے دیا تھا۔ میں شام چار بجے پہنچا تھا۔ میں نے جاتے ہی اس کے نہ آنے کی وجہ پوچھی تو وہ بولا۔

”وہ ایک مندر میں رہتا ہے تین مہینے تیرہ دن کا اس کا ایک جاپ ہے اگر وہ مندر کی حدود سے چلا گیا تو وہ جاپ ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے وہ مندر نہیں چھوڑ سکتا۔“

”تمہاری ملاقات تو ہو گئی ہے اس سے؟“ میں نے پوچھا۔

”میں نے آپ کے ہر تار کے بعد ملاقات کی ہے مگر اس نے وہی مجبوری بتائی ہے میں اب تک اپنی مشکلات اس کو نہیں بتا سکا ہوں۔ رات کو چلیں گے آپ خود ہی سب باتیں اس سے کر لیں۔“

ہم دونوں رات کھانے کے بعد درگاہ مندر میں چلے گئے۔ زیادہ لوگ اس وقت وہاں پر نہیں تھے۔

روشن خان نے تیرتھ رام سنیاسی کا پتہ کیا تو ایک آدمی ہم کو اس کی کوٹھری کے پاس پہنچا کر چلا گیا۔ روشن خان نے آواز دی۔ ”سنیاسی بابا ہم اندر آ جائیں؟“ آواز سن ایک آدمی باہر نکلا نہایت کمزور، کمر جھکی ہوئی، ماتھے پر تین لکریں پڑیں ہوئیں، سر گنجا مگر چوٹی صاحب نظر آ رہی تھی۔ اس نے آتے ہی کہا۔ ”ارے پاپی تجھ کو کہہ دیا نہیں جاؤں گا کیوں بار بار آنے کا کشٹ اٹھاتا ہے۔“

میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”سنیاسی بابا تم نہیں آئے تو میں خود چلا آیا ہوں۔“

”اچھا تم نے بلایا تھا! بول کیا بات ہے میرے پاس سمے کم ہے جلدی سے اپنی پریشانی بتا دے۔“

میں نے بہت مختصر کر کے سارے حالات بتا دئے اور کہا۔ ”سنیاسی جی یہ معاملہ میرا نہیں ہے انسانوں کا معاملہ ہے وہ معصوم بچوں کو اپنا شکار بنا رہا ہے۔“

سنیاجی کچھ دیر خاموش رہے اور پھر بولے۔ ”بات یہ ہے پتر میں سمجھتا ہوں کہ تیرے اندر انسانوں کیلئے محبت ہے اور تو دوڑ دھوپ بھی اسی کارن کرتا ہے۔ مگر تو غلط جگہ پر آ گیا ہے میں درگا کا سیوک ضرور ہوں مگر میرے منتر اور جاپ کسی کو نقصان پہنچاتے، دکھ دینے کو ہرگز نہیں ہیں میں صرف اپنی مکتی کی خاطر یہ سب کرتا ہوں۔ میں کسی اور چکر میں نہیں پڑتا۔ میرے پاس کام بہت ہے اور سمے کم ہے اس لئے میں تیرا کام نہیں کر سکتا یا یوں سمجھ لے کہ کر نہیں سکتا میری لائن نہیں ہے ہاں البتہ تجھے ایک آدمی بتا سکتا ہوں شاید وہ تیرا کام کر دے۔ مگر میری شرط یہ ہوگی کہ تو میرا نام نہیں لے گا۔ اور اگر تو نے میرا نام بتا دیا تو وہ تیرا کام نہیں کرے گا۔“

”میں نام نہیں لوں گا، وہ آدمی کہاں ملے گا؟“ میں نے پوچھا۔

”وہ اردونی گاؤں کی رام تلیا میں ایک مٹھ میں ملے گا۔“ سنیاسی نے جواب دیا۔

”اور یہ اردونی گاؤں کہاں ہے؟“ میں نے پھر پوچھا۔

”یہ سہارن پور کے قریب ہے بس اب تو جا تیرا وقت ختم ہوا اور سنیاسی کوٹھری میں چلا گیا اور دروازہ بند ہو گیا۔ ہم

دونوں مندر سے باہر آ گئے۔

"میں نے کہا۔"اس وقت کوئی گاڑی ملے گی۔"

"اس وقت تو مشکل ہے رات آرام کریں صبح ساتھ چلیں گے۔" روشن خان نے جواب دیا۔

"بات یہ ہے روشن خان یہ معاملہ طول پکڑ رہا ہے۔ مجھے SP صاحب کو مطلع کرنا ہی پڑے گا اور سرکاری ریکارڈ پر لا کر آگے بڑھنا پڑے گا۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے سر ایسا ہی کریں مگر اس وقت ٹرین تو ملے گی نہیں لوڈنگ ٹرک وغیرہ سے سفر آرام دہ نہیں ہوگا۔ صبح پہلی ٹرین سے ساڑھے آٹھ بجے چلتی ہے اس سے چلیں گے۔" روشن خان نے ٹھیک مشورہ دیا۔

اور آگے کا پروگرام SP صاحب کو بتایا وہ سارے کیس کے بارے میں اچھی طرح جانتے تھے۔ بولے "تم جو کرنا چاہتے ہو وہ کرو خان، ہم تم کو نہیں روکے گا۔" ہماری جگہ کوئی نیا انگریز آفیسر ہوتا تو تم کو نااہل قرار دے کر گھر بٹھا دیتا تھا مگر ادھر ایسے عجیب واقعات ہمارے سامنے ہوئے ہیں اس لئے ہم تم کو منع نہیں کرتا، بس کیس کو ختم کرو جو کرنا ہے ضرور کرو۔"

اب میری ہمت بڑھ گئی مجھے یہی ڈر تھا کہ SP صاحب میرا مذاق نہ بنا لیں۔ اور میں نے سہارن پور جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ SP صاحب کا لیٹر بھی لے لیا اور روشن خان کو ساتھ رکھا۔ مگر جانے سے پہلے میں ہریا کے پاس گیا۔ وہ حوالات میں تھا۔ مجھے دیکھتے ہی گڑگڑا کر بولا۔

"سرکار مجھے کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے۔؟ معاف کر دو حضور۔"

"تم یہ بتاؤ کبھی سہارن پور گئے ہو۔ تمہارے بیان پر ہی فیصلہ ہوگا تمہاری رہائی کا یا جیل جانے کا۔" میں نے نہایت سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ایک دو دفعہ گیا ہوں۔"

"شہر کے قریب ہی ایک گاؤں ہے اس کا نام اروئی گاؤں ہے وہ تم نے دیکھا ہے؟"

"ایک دفعہ گیا تھا جی۔"

"اکیلے گئے تھے؟"

"نہیں میرے ساتھ رام مورتی تھی۔"

"تم اس کو لے کر گئے تھے یا وہ تم کو لے کر گئی تھی۔"

"وہ مجھ کو لیکر گئی تھی۔"

"رام تلیا تم اس کے ساتھ گئے تھے۔" میں نے اندھیرے میں تیر چھوڑا۔

"ہاں جی میں ساتھ گیا تھا۔" وہ بولا۔

"اور مٹھ کے اندر تم رام مورتی کے ساتھ گئے تھے" میں اور آگے بڑھا۔

"نہیں مٹھ میں وہ اکیلی گئی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ جانے پر اصرار کیا تھا تو اس نے کہا تھا۔"سوامی جی غصہ کریں گے تم باہر ہی رہو۔"

"تم اندر جانے پر کیوں اصرار کر رہے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"کیا بتاؤں، بس حسد اور جلن تھی وہ اکیلی کسی مرد کے پاس جا رہی تھی۔" وہ بولا۔

"وہ تمہاری بیوی تو نہیں تھی پھر تم کیوں کڑھ رہے تھے۔ جس کی بیوی تھی وہ کہاں تھا۔" میں نے پوچھا۔

"اس کو تو رام مورتی نے بھگا دیا تھا۔ اس کا مجھے پتہ نہیں تھا۔" وہ بولا۔

"پھر وہ مٹھ سے کتنی دیر میں واپس آئی تھی؟" میں نے پوچھا

"ایک ڈیڑھ گھنٹہ تو لگ گیا تھا۔" ہریا بولا۔

"اس کے آنے پر تم نے کوئی غیر معمولی بات محسوس کی، اس میں!" میں نے پوچھا۔

"ہاں وہ بہت تھکی تھکی اور مرجھائی مرجھائی سی لگتی تھی۔" وہ بولا۔

"پھر تم لوگ واپس چندن پور آ گئے تھے۔"

"میں اکیلا چندن پور آیا تھا۔"

"رام مورتی کہاں گئی تھی؟"

وہ بولی۔"میں میکے جاؤں گی اپنی ماتا اور پتا کو ملنے، تم وہاں نہیں جا سکتے اس لئے تم جاؤ۔" اور میں چندن پور

اکیلا آ گیا تھا۔

"اب میں تم کو کہوں کہ تم سہارن پور ارونی گاؤں چلو تو تم چلو گے۔" میں نے پوچھا۔

"حکم کرو گے تو کاہے نہیں چلوں گا۔ میں تو آپ کے بس میں ہوں سرکار۔" وہ بولا۔

"میں نے روشن خان کو کہا۔" اس کو دھوتی اور سلوکا صاف سادہ اور نہانے کا انتظام کر دو یہ بھی ہمارے ساتھ جائے گا۔"

یہ وہی ہریا تھا جو منہ ٹیڑھا کر کے بات کرتا تھا اور ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ مگر اب اس کے کس بل نکل گئے تھے۔ وہ سیدھا ہو گیا تھا میرے ہر سوال کا جواب ٹھیک ٹھیک دے رہا تھا۔

"تم نے اس کو دیکھا ہے جس سوامی کے پاس رام موریتی گئی تھی؟"

"نہیں سرکار میں نے نہیں دیکھا کیونکہ اندر تو وہ اکیلی ہی گئی تھی اور سوامی باہر نہیں آئے تھے۔"

"ٹھیک ہے کل صبح چلیں گے۔ تم اگر چندن پور میں کسی سے ملنا چاہو تو آزاد ہو جاؤ مل آؤ مگر رات میں واپس آ جانا اور فرار ہونے کی کوشش مت کرنا۔"

"ٹھیک ہے جی میں ذرا گھوم پھر کے واپس آ جاؤں گا۔"

میں جانتا تھا کہ وہ اتنا نادان نہیں ہے فرار کی کوشش نہیں کرے گا۔ میں نے اس کو چھوڑا تھا تو اس کی بھی کچھ وجہ تھی۔ اس وجہ کو وہ سمجھ گیا تھا وہ بھاگ سکتا تھا اور نہ کسی غلط آدمی سے مل سکتا تھا۔ وہ گیا ضرور شہر میں ذرا گھوما پھرا اور پھر آخری شو دیکھ کر واپس آ گیا کسی سے نہیں ملا صبح کی گاڑی سے میں، روشن خان اور چمن لال عرف ہریا سہارن پور روانہ ہو گئے۔

سہارن میں اسٹیشن کے قریب ہی سرائیں بنی ہوئی تھیں۔ میں نے روشن خان اور ہریا کو ایک سرائے میں چھوڑا اور خود پولیس اسٹیشن چلا گیا۔ انچارج کو اپنا تعارف کرایا اور SP صاحب کا لیٹر دکھایا۔ اس نے اٹھ کر مجھے سیلوٹ کیا تو میں نے کہا۔

"ارے بھئی میں بھی تمہارے رینک کا آدمی ہوں مجھے کیوں سیلوٹ کرتے ہو؟"

"نہیں سر یہ بات نہیں ہے آپ اسپیشل مشن پر ہو اور SP صاحب کے خاص احکامات آپ کے پاس ہیں اس لئے مجھے سیلوٹ کرنا لازم ہے۔" وہ بولا۔

"یہ تمہارے اخلاق کی بات ہے قانونی طور پر دونوں برابر ہیں۔ بہرحال میں یہ بتانے آیا ہوں کہ میں کل صبح ارونی گاؤں لاری سے جاؤں گا۔ میرے ساتھ دو آدمی ہیں ایک تو پولیس کا آدمی ہے اور ایک کو میں گواہی کے سلسلے میں لایا ہوں مگر اس پر مجھے مکمل اعتبار نہیں ہے۔ ہم جس لاری سے سفر کریں گے اس میں سادہ لباس میں دو آدمی تم روانہ کرو گے۔ جو دو آدمی سفر کریں گے ان کا چہرہ کرا دو وہ بھی مجھے دیکھ لیں تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔"

انچارج نے کہا۔ "ہاں یہ ٹھیک ہے۔" پھر ایک آدمی کو بلا کر کہا۔ "رام سروج اور کندن لال کو بلاؤ۔" دو نہایت چاک و چوبند آدمیوں نے سادہ ڈریس میں آ کر سیلوٹ کیا اور خاموش کھڑے ہو گئے۔ انچارج نے کہا۔

"رام سروپ تم ان کو دیکھ لو یہ چندن پور سے ایک خاص مشن پر آئے ہیں اور کندن لال تم بھی، تم کل ارونی گاؤں کی لاری میں دیہاتی لباس میں ان کے ساتھ ارونی گاؤں جاؤ گے مگر الگ الگ، کسی قسم کا تعلق ان سے نہیں ہوگا۔ یہ جہاں جائیں تم ان کی حفاظت کرو گے مگر اس طرح کہ تم پر ان کا ساتھی ہونے کا شبہ نہ ہو۔ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ دھیان سے کام کرنا ہے اور ان کے اشارے پر بھی تم کام کرو گے۔ یوں سمجھ لو کہ تم ان کی کمان میں ہو۔ مگر خفیہ۔ کل لاری اڈے آ جانا کچھ تیاری کرنا ہے تو کر لو۔"

لاری میں زیادہ سواریاں نہیں تھیں۔ دو چار سیٹیں خالی تھیں۔ لاری اپنے وقت مقررہ پر روانہ ہوئی ہر اسٹاپ پر سواریاں چڑھتی اترتی رہیں۔ اور جب ارونی گاؤں لاری پہنچی اس وقت پندرہ سولہ آدمی ہی رہ گئے تھے۔ میں نے اتر کر ایک دکاندار سے رام تلیا کا پتہ پوچھا رام سروپ

اور کندن لال ایک پان کی دکان پر کھڑے پان کھا رہے تھے۔ اروئی گاؤں اچھا بڑا گاؤں تھا بس اسٹاپ پر رونق تھی۔ دکاندار نے بتایا کہ یہ جو سامنے کچا راستہ نظر آ رہا ہے وہ سیدھا رام تلیا ہی جاتا ہے۔" مگر وہاں جا کر کرو گے کیا اب تو تلیا میں پانی بھی نہیں رہا کہ اشنان کر لو گے؟"

"میں نے کہا وہاں کسی سے ملنا ہے؟"

"ارے بھیا بے کار ہے جانا وہاں کون رہتا ہے کس سے ملو گے۔" دکاندار پکا باتونی تھا۔

"ایک آدمی رہتا ہے تم کو پتہ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"اچھا خوب رہی، جاؤ خود ہی واپس آ جاؤ گے مل جائے تو آ کے بتانا ضرور بھیا۔"

میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا اور اس کچے راستے پر چل پڑا۔ ایک فرلانگ کے بعد ایک تالاب نظر آ گیا جو کہ زیادہ تر سوکھا پڑا تھا ایک طرف گندا اور گدلا پانی کھڑا تھا اس پر کائی جمع تھی اس تالاب کے ساتھ ہی ایک مٹی کا ٹیلا تھا اور دور دور کوئی نظر نہیں آتا تھا میں نے ہریا سے پوچھا۔"یہی جگہ تھی وہ۔"

میں جب آیا تھا اس وقت تو تلیا کے چاروں طرف بڑی ہریالی تھی۔ اور تلیا پانی سے بھری ہوئی تھی مٹھ کا دروازہ نظر نہیں آتا تھا کیونکہ جھاڑیاں اس کے منہ پر اگی ہوئی تھی۔ اب تو یہ جگہ بڑی ویران ویران سی لگتی ہے۔ مگر مٹھ کا دروازہ تو نظر آنا چاہئے، آگے چلیں دیکھتے ہیں۔ ہم اس ٹیلے کے کنارے چلنے لگے ایک جگہ کچھ پتھر پڑے نظر آئے جیسے کوئی دیوار گر گئی ہو ان پتھروں کے پاس ہی ٹیلے ندر ایک دروازہ نظر آیا۔ میں نے اشارے سے پوچھا۔"یہی ہے؟" ہریا نے کہا۔" لگتا تو یہی ہے۔"

"تو پھر پتھر ہٹاؤ اور راستہ بناؤ۔" ہریا اور روشن خان نے سارے پتھر ایک طرف ڈال دیئے اور میں نے اندر قدم رکھا چھت کی اونچائی زیادہ نہیں تھی۔ زیادہ سے زیادہ پانچ یا ساڑھے پانچ فٹ ہو گی اس لئے ہم سب جھکے ہوئے اندر چل رہے تھے ہم جوں جوں اندر جاتے گئے اندھیرا بڑھتا گیا۔ اور یہ راستہ شیطان کی آنت بن گیا۔ اندھیرا گھپ ہو گیا تھا ہم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے دیوار کے سہارے آگے بڑھ رہے تھے جھکے جھکے گردن بھی اکڑ گئی تھی۔

زمین پر پڑے روڑے، پتھروں سے الگ ٹھوکریں کھا رہے تھے۔ دس بارہ منٹ کے بعد ایسا لگا جیسے چھت اونچی ہو گئی ہے اور ہم سیدھا چل سکتے ہیں مگر اندھیرا اب بھی گہرا تھا۔ اتفاق کی بات یہ کہ ہم میں سے کوئی سگریٹ نہیں پیتا تھا ورنہ ماچس جلا کر کچھ اندازہ کرتے، دو تین منٹ چلے تھے کہ کچھ روشنی ہو گئی اور پھر ہم نے دیکھا کہ ہم ایک بہت بڑے ہال نما کمرے میں کھڑے ہیں۔ مگر اس ہال کا نہ کوئی دروازہ ہے نہ کھڑکی، روشنی چھت پر سے آ رہی تھی ہم جس سرنگ سے گزر کر یہاں پہنچے صرف وہی راستہ تھا آگے کوئی راستہ نہ تھا۔ میں نے ہریا سے پوچھا۔

"اب کیا کریں راستہ بند ہے اور اگر یہ مٹھ ہے تو سوامی جی کہاں ہیں؟"

"میں اندر تو نہیں آیا تھا رام مورتی ہی اندر آئی تھی۔ اگر میں اندر آتا تو مجھے اندر کا حال پتہ ہوتا۔"

بات اس کی معقول تھی میں نے کہا۔"اب واپس چلو یہاں تو کوئی نہیں ہے۔"

ابھی ہم پلٹ بھی نہ پائے تھے کہ ایک آواز آئی۔

"واپسی کا راستہ بھی بند ہے۔ جاؤ گے کہاں سے؟"

میں نے کہا۔" تم سوامی مہاراج ہو یا کوئی اور ہو؟"

"میں سوامی کا سیوک ہوں۔ تم بغیر آ گیا کے مٹھ کے اندر آئے ہو سزا تو ملے گی۔" آواز آئی۔

"آ گیا کس سے لیتے؟ کون تھا جو آ گیا دیتا۔" میں نے کہا۔

"میں جو ہوں۔" آواز آئی۔

"تم دروازے پر نہیں تھے۔" میں نے کہا۔

"تو کیا ہوا تم انتظار کرتے، میں آتا ضرور۔" پھر آواز آئی۔

"ہم سرنگ سے واپس آ رہے ہیں۔ تم دروازے پر ملو اور یاد رکھو ہم سب اندر نہیں ہیں۔ کچھ سرنگ کے باہر

بھی ہیں وہ تمہارا حشر خراب کر دیں گے۔ ہماری راہ میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہ کرنا ہم سوامی جی سے ملاقات کو آئے ہیں ملاقات ضرور کریں گے۔''

اور میں پھر واپس سرنگ میں چل پڑا ہریا اور روشن خان بھی روانہ ہوئے اور ہم پندرہ منٹ میں واپس سرنگ سے نکل آئے۔ میری امید کے خلاف کندن لال ایک ننگ دھڑنگ آدمی کو پکڑے کھڑا تھا اور اس کے برابر ہی رام سروپ کھڑا تھا۔ میں نے پوچھا۔ ''یہ کون ہے، کندن لال؟''

''یہ اوپر ٹیلے کی چوٹی پر کھڑا تھا اور زور سے کسی سے باتیں کر رہا تھا۔''

میں نے پکڑلیا۔ پوچھا۔ ''کس سے باتیں کر رہا تھا اوپر تو اکیلا تھا۔'' بولا۔ ''برے گرو سے بات کر رہا تھا۔''

میں نے ہنس کر کہا۔ ''تو پھر میں اس کا گرو ہوا۔ کیونکہ یہ مجھ سے باتیں کر رہا تھا۔ میں مٹھ کے اندر تھا اور یہ اوپر سے مجھے ڈرا رہا تھا۔ اب بول گرو کو ڈرا رہا تھا۔'' وہ خاموش رہا تو میں نے کہا۔

''بول تیرا گرو کہاں ہے؟'' مگر وہ خاموش رہا۔ تو میں نے پھر کہا۔ ''کندن لال اس کو لے چلو اور بند کر دو۔''

''کیوں بند کر دو۔'' میں نے کیا کیا ہے کہ بند کر دو گے؟'' وہ زور سے بولا۔

''آہستہ بات کر نہیں تو دوں گا ایک چن کٹا۔'' رام سروپ نے کہا۔

''آ کر کیوں چن کٹا مارو گے؟'' وہ پھر بولا۔

''ابے ہم پولیس والے ہیں تو نہیں جانتا جس کو مارنے کو دل کرتا ہے مارتے ہیں۔'' کندن لال نے کہا۔

پولیس کا نام سن کر وہ گھبرایا اور بولا۔ ''مجھے کیوں پکڑ رہے ہو؟''

''یہاں اس مٹھ میں کیا ہوتا سب بتا اور وہ تیرا گرو کہاں ہے یہ بتا؟'' رام سروپ نے پوچھا۔

''میں تو جی جب آیا ہوں گرو نہیں تھے۔ پتہ نہیں کہاں چلے گئے ہیں۔''

''تو کہاں گیا تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''میرا گھر تو سہارن پور میں ہے وہیں گیا تھا۔''

''تو گرو کا نوکر ہے، چیلا ہے، کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میں تو گرو کا نوکر ہی ہوں، چیلا تو وہ بناتے نہیں۔'' وہ بولا۔

''تیرا نام کیا ہے؟'' میں نے پوچھا ''ہرگوبند میرا نام ہے۔''

''تو گرو کے پاس کیا کرتا ہے، جھوٹ مت بولنا اور اگر بولے گا تو خود پھنس جائے گا۔'' میں نے پوچھا۔

''گرو رات میں مٹھ میں نہیں رہتا۔ میں رہتا ہوں اور دن میں بھی اکثر گرو غائب ہو جاتا ہے میں اکیلا ہی مٹھ میں رہتا ہوں اگر کوئی گرو کو پوچھتا آ جائے تو میں اس کو ٹال دیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے خود نہیں پتہ ہوتا کہ گرو کہاں ہے میں نے کئی دفعہ پوچھا بھی مگر گرو نے نہیں بتایا۔'' ہرگوبند نے کہا۔

''اب تو گرو کا نہیں ہمارا کام کرے گا ہم سہارن پور میں پولیس تھانے میں تیرا انتظار کر رہے ہیں ایک آدمی تیرے پاس رہے گا جس وقت بھی گرو آ جائے تو خود فوراً خبر کرنے آئے گا۔''

''میرے بعد گرو کو میری ضرورت پڑ گئی تو پھر؟'' وہ بولا۔

''اچھا تو ایسا کرتے ہیں رام سروپ اور کندن لال دونوں یہاں پر ہیں جب تک گرو نہ آ جائے۔ ان کی سیوا کرنا اور گرو کے آتے ہی رام سروپ تم میرے پاس آ جاؤ گے۔

اور ہاں گرو کو کسی تبدیلی کا احساس نہیں ہونے پائے۔

اور میں واپس سہارن پور آ گیا۔ ہمارے قیام کا بندوبست تھانے میں ہی کر دیا گیا تھا۔

خیر سے اور تین روز گزر گئے۔ اروئی گاؤں سے کوئی خبر نہیں آئی تو مجھے فکر ہوئی مگر شام کو کندن لال آ گیا۔ اس

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام
عظیم و قار

نے بتایا۔"دوپہر سے پہلے ہی سوامی واپس آ گیا ہے اس کے آتے ہی میں آپ کے پاس آیا ہوں۔" میں نے فوراً جیپ لی اور اروَنی گاؤں کندن لال کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ بہت جلدی کرتے کرتے بھی دو گھنٹے لگ گئے ہیں اروَنی گاؤں نہیں رکا اور سیدھا جیپ سے رام تلیا روانہ ہو گیا۔ مٹھ سے کچھ فاصلے پر میں نے گاڑی ایک درخت کے نیچے کھڑی کر دی۔

ٹیلے کے اوپر رام سروپ موجود تھا فوراً میرے پاس آ گیا۔ شام ہو چلی تھی مگر اندھیرا نہیں ہوا تھا۔ میں نے رام سروپ سے پوچھا۔"ہرگوبند کہاں ہے؟"

"مٹھ کے اندر ہے، سوامی کے پاس گیا ہے۔"

"کیا اسی راستے گیا ہے یا کوئی اور بھی راستہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اور کوئی راستہ تو ابھی تک پتہ نہیں چلا اسی راستے سے گیا ہے۔" وہ بولا۔

"تو پھر تم ایسا کرو اس راستے پر کھڑے رہو اس کے آتے ہی میرے پاس لے کر آ جاؤ میں ٹیلے کے اوپر ہوں۔" رام سروپ چلا گیا تو میں کندن لال کو لے کر ٹیلے کے اوپر آ گیا۔ بظاہر ٹیلہ مٹی اور پتھر کا ڈھیر نظر آتا تھا کوئی خاص بات نہیں نظر آتی تھی۔ مگر یہ ٹیلہ اندر سے کھوکھلا تھا اور ٹیلے کے نیچے اچھا بڑا کمرہ بنا ہوا تھا۔

اس کمرے میں روشنی اور ہوا بھی آتی تھی۔ ٹیلے پر جھاڑیاں اور خودرو بیلیں لگی ہوئی تھی ان جھاڑیوں اور بیلوں میں چھپے روشن دان موجود تھے مگر وہ سرسری طرح سے دیکھنے پر نظر نہیں آتے تھے۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ یہی روشن دان ہیں تو میں نے زور کی آواز لگائی۔"اندر کون ہے؟ آواز دے؟" مگر کوئی آواز نہ آئی۔

میں نے پھر آواز دی مگر جواب نہیں آیا۔ میں نے تیسری بار آواز دی اور کہا۔"اب بھی جواب نہ آیا تو میں ہینڈ گرنیٹ اندر پھینک دوں گا یہ ٹیلہ بیٹھ جائے گا۔ اور جو بھی اندر ہے اس کی قبر بن جائے گی۔"

ایک منٹ نہیں گزرا تھا کہ جواب آ گیا۔"ارے کیا کرتا ہے مورکھ ہم ہیں اندر۔" آواز آئی۔

"تو کون ہے اپنا نام بتا؟" میں نے کہا۔

"کیوں تپا گیوں کو تنگ کرتا ہے ہم نے تیرا کیا بگاڑا ہے؟" آواز آئی۔

"میں نے تیرا نام پوچھا ہے، مجھے سبق مت پڑھا۔" میں نے کہا۔

"یاد رکھ تیرے ساتھ بہت ہی برا ہو گا۔ ہم دنیا کو تیاگ تپسیا میں پڑے ہیں تو ہم کو ستا رہا ہے، بھسم ہو جائے گا۔"

"تو ٹھیک ہے، ہینڈ گرنیٹ اندر ڈالتا ہوں دیکھتے ہیں کون بھسم ہوتا ہے۔" میں نے کہا

وہ فوراً بولا۔"ٹھہر جا مورکھ تو نہیں مانے گا اپنی ہٹ کا پکا لگتا ہے۔"

"میرا نام بھگوریا ہے۔" آواز آئی۔

"یہ نام تو سنا ہوا لگتا ہے۔" میں نے کہا۔"تو کہاں کا رہنے والا ہے؟"

"اسی دھرتی کا ہوں۔" آواز آئی۔

"پھر اڑنے لگا۔ میرے ہاتھ میں بم موجود ہے۔"

"میں گوبندہ گاؤں کا ہوں۔" وہ جلدی سے بولا۔

"ٹھیک ہے! تو روپا کا عاشق ہے بھگوریا ٹال والا۔" جواب نہیں آیا تو میں نے کہا۔

"بھگوریا میں نے تجھے پہچان لیا ہے اب تیری بھلائی اسی میں ہے کہ تو گرفتاری دے دے نہیں تو تیری قبر یہی مٹھ بن جائے گا۔ جلدی جواب دے۔"

"میں باہر آ رہا ہوں۔" جواب آیا۔

اور میں بھگوریا کو گرفتار کر کے چندن پور واپس آ گیا۔

بھگوریا ایک جرائم پیشہ آدمی نکلا اس نے بتایا کہ وہ ہریا کے ساتھ مل کر بہت سے کام کر چکا ہے اب دونوں میری تحویل میں تھے۔

میں نے ابھی بھگوریا سے بیان نہیں لیا تھا۔ لاکر اس کو بند کر دیا تھا۔ اور سخت پہرہ لگا دیا تھا میں دیکھنا چاہتا تھا

پاکستان ورچوئل لائبریری
عبدالرحمان

بھگوریا بھی کوئی جادوئی کارنامہ دکھاتا ہے کہ صرف جعلسازی کے لئے روپ دھارے ہوئے ہے۔ پہلی رات گزرگئی کچھ نہ ہوا تو میں نے بھگوریا کو بیان کے لئے بلالیا میرے ساتھ انچارج بھی تھا۔

"ہاں بھگوریا اب تم بتاؤ تم نے یہ روپ کیوں اختیار کرلیا تم تو ٹال چلاتے تھے۔" میں نے پہلا سوال کیا۔

"ٹال کا دھندا چلا نہیں سرکار کیا کریں کچھ تو کرنا تھا۔"

"اور یہ نہیں بتایا کہ ٹال کا دھندا اس لئے نہیں چلا کہ ہریا کا ٹھیکہ ختم ہوگیا۔ چوری کی لکڑی آنا بند ہوگئی اور تم نے ٹال بند کردی یہی بات ہے نا۔" میں نے کہا۔

وہ خاموش رہا تو میں نے کہا۔ "تمہاری خاموشی اقرار ہے اس بات کا کہ میں نے جو کہا وہ درست ہے۔ جواب دو۔" میں نے کہا۔

"ہاں جی بات تو یہی ہے۔"

"تم دو دو تین تین دن مٹھ سے غائب ہوجاتے رہے ہو، کہاں جاتے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"جنگل جاتا تھا۔ وہی میرا ٹھکانا ہے۔"

"کیوں جنگل میں کیا بھیڑیوں سے ملاقات کرنے جاتے تھے۔"

"وہاں میرا دوست شنکر رہتا ہے اس کے پاس جاتا تھا۔" وہ بولا۔

"یہ وہی شنکر ہے جو روپا کا گھر والا ہے اور کام دھندا کچھ نہیں کرتا عورت کی کمائی پر گزارا کرتا ہے اس کی عورت روپا دھندا کرتی ہے اور یہ نشہ کرتا ہے اور اکبر خان کے پاس گوبندہ گاؤں میں پڑا رہتا ہے۔" میں نے شنکر کی پوری کہانی بیان کردی۔

"ہاں جی یہ وہی شنکر ہے مگر اب وہ گوبندہ گاؤں میں نہیں رہتا وہ جنگل میں اس ٹھکانے پر رہتا ہے جس میں کبھی ہریا رہا کرتا تھا۔" بھگوریا نے جواب دیا۔

"وہ وہاں پر کیا کرتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ وہی کرتا ہے جو ہریا کیا کرتا تھا۔" بھگوریا بولا۔

"ہریا کا تو ٹھیکہ تھا اس لئے وہ اس کی آڑ میں دوسرے کام بھی کرتا تھا۔" میں نے کہا۔

"شنکر کا ٹھیکہ نہیں ہے مگر اس نے اپنی لائن اوپر تک بنالی ہے۔" وہ بولا۔

"لکڑی چوری کرتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ تو بہت آسان کام ہے وہ اب بڑے بڑے کام بھی کرتا ہے۔" بھگوریا نے جواب دیا۔

"کون سے بڑے کام! بتاؤ تو۔" میں نے پوچھا۔

"بات یہ ہے کہ میں اس کا دوست ہوں وہ میرے بھی کام آتا رہتا ہے اگر اس کو پتہ چل گیا کہ میں نے سب آپ کو بتایا ہے تو اچھا نہیں ہوگا۔" بھگوریا بولا۔

"تو فکر نہ کر تیرا نام نہیں آنے دوں گا اور یہ بھی سن لے بتانا تو تجھے سب کچھ پڑے گا۔" میں نے کہا۔

"وہ کھالوں کا دھندا بھی کرتا ہے اس کے پاس دن میں ایک مرد اور ایک عورت آتے ہیں وہ ان کی بڑی خاطر کرتا ہے ان کی خدمت میں لگا رہتا ہے میں بھی رات میں اس کے پاس رہا ہوں وہ عورت اور مرد رات کو چلے جاتے ہیں۔" وہ بولا۔

"کہاں سے آتے ہیں اور کہاں چلے جاتے ہیں؟ یہ بتاؤ۔" میں نے پوچھا۔

"میں نے ایک دفعہ اس سے پوچھا تھا تو اس نے مجھے ڈانٹ کر کہا تھا کہ آئندہ کبھی ان کے بارے میں سوال نہ کروں اگر ایسا کروں گا تو سخت نقصان اٹھاؤں گا۔ اس کے بعد میں نے پھر نہیں پوچھا۔"

"تم نے ان دونوں کو دیکھا تھا؟" میں نے پھر سوال کیا۔

"ہاں جی کئی دفعہ دیکھا تھا۔" وہ بولا۔

"عورت کیسی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"کڑیل، جوان عورت تھی کسی بھی مرد کو پاگل کردینے کی ساری خوبیاں اس میں موجود تھیں۔ آنکھیں تو بس یوں سمجھ لیں کہ جلتے بجھتے چراغ تھی۔ ایک دفعہ جس کی طرف دیکھ لے تو کیا مجال کہ وہ پاگل نہ ہوجائے۔" بھگوریا

نے جواب دیا۔

''وہ بھی بھرپور جوان تھا۔ ہاتھ پیر کا مضبوط اس کی آنکھیں بھی گول گول بلی کی طرح تھیں۔ دونوں صرف گوشت کھاتے تھے۔ روٹی کھاتے نہیں دیکھا۔ دودھ بھی خوب پیتے تھے دن میں ان کا کام صرف کھانا اور سونا ہوتا تھا۔ شنکر ان کے لئے گوشت کا انتظام کرتا رہتا تھا اس نے دو آدمی ملازم رکھے ہوئے ہیں۔ وہ ان سے کام کراتا رہتا ہے۔ وہ دونوں بھی ان دونوں کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔''

''شنکر اور اس کے آدمی ان دونوں کی خدمت کرتے تھے۔ کیوں کرتے تھے یہ تم نے اب تک نہیں بتایا۔ اور تم شنکر کے پاس دوڑ دوڑ کر کیوں جاتے تھے یہ بھی نہیں بتایا؟'' میں نے کہا۔

''شنکر تو ان دونوں سے ڈرتا تھا اس کا کہنا تھا کہ اگر میں ان کی خدمت نہیں کروں گا تو جنگل میں نہیں رہ سکتا۔ اور میں شنکر سے ڈرتا تھا کہ اگر یہ ناراض ہوا تو میری آمدنی بند ہو جائے گی۔'' وہ بولا۔

''تم کس طرح شنکر سے فائدہ اٹھاتے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''بڑی لکڑی کے ساتھ دو چار ٹرک جلاؤ لکڑی بھی دریا میں ڈال دیتے تھے۔ اور وہی میری آمدنی تھی۔ بڑی لکڑی شنکر کی تھی۔'' وہ بولا۔

''یہ لکڑی کہاں اترتی تھی؟'' میں نے پوچھا۔

''اسی گھاٹ پر جہاں ایک دفعہ چھاپہ پڑا تھا اور ہریا پکڑا گیا تھا۔'' بھگوریا نے جواب دیا۔

''ایک ضروری سوال کا جواب دے۔ ہریا ٹھیکیدار تھا وہ لکڑی کٹواتا تھا۔ اس کے پاس آدمی تھے۔ شنکر کے پاس تم نے بتایا صرف دو آدمی ہیں اور وہ بھی دن بھر مہمانوں کی خدمت کرتے ہیں پھر یہ لکڑی کون کاٹتا ہے اور دریا میں بہاتا ہے اور کون دریا سے باہر نکالتا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''شنکر بہت چالا ہے جی! اس نے مجھے یہ سب نہیں بتایا۔ مگر یہ کاروبار ہوتا ہے یہ مجھے پتہ ہے۔'' بھگوریا نے جواب دیا۔

میں نے بھگوریا کی روشنی میں ایک رپورٹ بنائی اور SP صاحب کو روانہ کردی اور جو کچھ جنگل میں ہو رہا تھا وہ بھی لکھ دیا گواہی میرے پاس تھی۔

SP صاحب نے جنگلات کے ڈیپارٹمنٹ کو ایک کاپی خفیہ طریقہ پر روانہ کردی اور جلد از جلد اس گھاٹ کی ناکہ بندی کی سفارش کی اور پھر ایک مضبوط انتظام کے تحت چھاپہ مارنے کا آرڈر نکلوایا۔ مگر میں نے اس چھاپے کا انتظار نہیں کیا اور میں ہریا، مان سنگھ اور چند ضروری آدمیوں کو لے کر اس ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گیا جہاں پہلے ہریا رہتا تھا۔ ہریا کو ساتھ رکھنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ آسانی سے وہاں تک پہنچا جا سکے۔ سفر بڑا دشوار تھا۔

آخر کار ہم وہاں پہنچ گئے۔ ایک پہاڑی ٹیلے کو کاٹ کر یہ جگہ بنائی گئی تھی۔ سامنے کے رخ پر بڑے بڑے اور گھنے درخت موجود تھے۔ اس طرح یہ ایک محفوظ پناہ گاہ بن گئی تھی۔ اندر بہت کشادہ جگہ تھی اس کو دو حصوں میں تقسیم کر کے الگ الگ کر دیا گیا تھا درختوں کی آڑ میں مان سنگھ نے جیپ کھڑی کردی ابھی دن کی روشنی باقی تھی۔

میں نے ہریا کو کہا تم آگے چلو گے اس کے بعد میں اور میرے بعد مان سنگھ اور دوسرے سپاہی تھے۔ سناٹا چھایا ہوا تھا۔ درختوں پر پرندے واپس اپنے گھونسلوں میں آتے جا رہے تھے۔ کبھی کبھی کسی درندے کے دل ہلا دینے والی آواز بھی آ جاتی تھی۔

سب سے پہلے ہریا کو ایک آدمی نظر آیا۔ ہریا نے اس کو آواز دی تو وہ چونک کر کھڑا ہو گیا۔ اور وہیں سے بولا۔ ''کون ہے رے؟''

''میں ہریا ہوں شنکر کے پاس آیا ہوں۔''

''ارے جاؤ کام کا وقت ہے۔'' وہ بولا۔

''زیادہ ہوشیاری مت دکھا شنکر کو بلا۔''

''بہت غصہ بھرا ہے بھئی۔ ٹھہر جا بلاوت ہیں۔''

اور دو منٹ کے بعد ہی شنکر میرے سامنے تھا۔ مگر یہ وہ شنکر نہیں تھا شئی مرا مرا سا یہ بہت بدلا ہوا شنکر تھا۔ اس کے

پاکستانی ورچوئل لائبریری

چہرے پر خون جھلک رہا تھا اور ہاتھ پیر بھی ٹھکانے کے تھے میں ہریا سے آگے آ گیا۔

اس نے مجھے دیکھا اور ایک دم مرجھا گیا۔ جیسے چھوئی موئی کے پودے کو کوئی چھو لے تو وہ مرجھا جاتا ہے میں نے آگے بڑھ کر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا۔

''کیا بات ہے مہمانوں کا سواگت اسی طرح کرتے ہیں؟''

''میں حیران ہوں آج آپ نے کیسے تکلیف کر لی؟'' وہ سنبھل کر بولا۔

''تم سے ملنا تھا اس لئے چلے آئے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''حکم کریں سرکار ہم تو خادم ہیں۔'' وہ بولا۔

''زیادہ چاپلوسی کی ضرورت نہیں ہے اور کسی قسم کی ہوشیاری دکھانے کی بھی اجازت نہیں ہے تجھے میرے ساتھ چلنا ہے۔'' میں نے کہا۔

''میرا کا جرم ہے حضور۔'' وہ بولا۔

''تم جو کر رہے ہو وہ جرم نہیں ہے؟'' میں نے کہا۔

''میں کچھ نہیں کر رہا ہوں بس منہ چھپائے پڑا ہوں۔'' وہ پھر بولا۔

''لکڑیاں کس کی اجازت سے چوری کر رہے ہو؟'' میں نے کہا۔

''وہ لکڑیاں میری کب ہیں وہ تو فاریسٹ آفیسر کی ہیں۔'' وہ بولا۔

''تم اس کے حصہ دار ہو؟'' میں نے کہا۔

''مجھے صرف مزدوری ملتی ہے اصل مالک تو وہی ہے۔'' وہ بولا۔

''تم فاریسٹ آفیسر کے خلاف گواہی دے رہے ہو اگر بات غلط ہوئی تو تمہارا بہت برا حشر ہوگا پتہ ہے۔''

''رپورٹ بہت اوپر جا چکی ہے۔'' میں نے کہا۔

''حشر تو میرا جب برا ہوگا جب میں جھوٹ بولوں گا۔'' وہ بولا۔

''تو پھر ٹھیک ہے تم کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں جھوٹوں کا دشمن ہوں۔'' میں نے کہا۔

''میں تیار ہوں۔'' وہ بولا۔

''اس کے علاوہ بھی ایک بات اور ہے۔'' میں نے کہا۔

''مجھے اگر کچھ پتہ ہوگا تو ضرور بتاؤں گا۔'' وہ بولا۔

''تمہارے دو مہمان دن میں آتے ہیں وہ کون ہیں اور تم ان کی اتنی خدمت کیوں کرتے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''سرکار وہ میرے مہمان نہیں ہیں وہ فاریسٹ آفیسر کے مہمان ہیں مجھے تو ان کی وجہ سے مہمان نوازی کرنا پڑتی ہے۔ نہ کروں تو صاحب ناراض ہو جائے گا۔'' وہ بولا۔

''مگر وہ خود تو نہیں ہوتا یہاں پر۔'' میں نے کہا۔

''ہر روز نہیں ہوتا مگر آتا تو ہے دن بھر رہتا ہے اور شام سے پہلے چلا جاتا ہے۔'' شنکر نے جواب دیا۔

''دن بھر کیا کرتا ہے؟'' میں نے پھر سوال کیا۔

''موج کرتا ہے عیش کرتا ہے سارے دن۔'' وہ بولا۔

''وہ آدمی جو اس کے ساتھ آتا ہے وہ کہاں رہتا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ارے وہ تو اس عورت کا غلام ہے اس کا کیا ہے صاحب کے آتے ہی وہ چلا جاتا ہے۔''

''اس عورت کو کون یہاں پر لایا تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''صاحب خود لایا تھا کہتا تھا اس کو جنگل میں ملی ہے۔'' شنکر نے جواب دیا۔

''یہ لکڑی کا دھندا کب شروع ہوا؟'' میں نے پوچھا۔

''جب سے یہ عورت صاحب کو ملی ہے اسی دن سے یہ کام جاری ہے۔'' شنکر نے بتایا۔

''اچھا چلو اب باقی باتیں چندن پور میں ہوں گی گاڑی میں بیٹھو۔ اور ہاں اپنے آدمیوں کو بتا دو کہ تم ضروری کام سے جا رہے ہو ان دونوں مہمانوں کا خیال رکھیں۔''

اور میں شنکر کو راتوں رات چندن پور لے آیا اور فوراً

SP صاحب کے سامنے پیش کر کے اس کا بیان قلم بند
کرالیا۔ چھاپے کی تیاریاں ہو چکی تھیں مگر اس سے پہلے
فاریسٹ آفیسر کی خبر لینا تھی۔ ترکھان منڈی میں وہ ملتا
۔ مجھے جانا ضروری تھا۔ میں نے SP صاحب کو بتایا تو
انہوں نے ضروری کاغذات بنوائے اور میں ترکھان منڈی
روانہ ہو گیا۔ اور چھاپہ ٹیم الگ سے گھاٹ کی طرف روانہ
ہوئی اس سے میرا کوئی واسطہ ظاہر نہیں کیا گیا تھا۔

تین بجے کے لگ بھگ میں ترکھان منڈی پہنچ گیا۔
فاریسٹ آفیسر دفتر میں تھا اور کہیں جانے کی تیاری
کر رہا تھا۔ میرے ساتھ مان سنگھ اور روشن خان دونوں تھے
وہ اب میرے ماتحت تھے میں نے جاتے ہوئے فاریسٹ
آفیسر مکر جی کو کاغذات دکھائے اور فوراً ساتھ چلنے کا حکم دیا
تو وہ بگڑ کر بولا۔

"تم ہم کو حکم دینے والا کون ہے۔ ہمارا ڈیپارٹمنٹ
الگ ہے تم پولیس کا آدمی ہے ہم سے کیا واسطہ ہے۔"

"مگر میں SP صاحب کے آرڈر لے کر آیا ہوں
اگر تم نہیں مانو گے تو گرفتار کر کے لے جاؤں گا۔" میں نے
کہا۔

وہ ذرا نرم پڑا اور بولا۔ "ہم کو کیوں لے جاتا ہے یہ
تو بتاؤ؟"

"یہ تم کو چندن پور میں پتہ چلے گا۔" میں نے کہا۔

"چندن پور میں کیوں بتائے گا۔ ادھر بتاؤ۔" وہ
تیزی سے بولا۔

"مسٹر مکر جی میں تم کو بتانے کا پابند نہیں ہوں۔ تم
راضی سے چلتا ہے کہ نہیں یہ بتاؤ؟" میں نے کہا۔

"چلے گا ہم تمہارا ساتھ چلے گا ہم کو دو گھنٹہ کا ٹیم دو
پھر ہم چلے گا۔" وہ بولا۔

"دو گھنٹہ تم یہاں پر کیا کرے گا؟" میں نے پوچھا۔

"ادھر نہیں ہم کو جنگل میں کام ہے ادھر جائے گا
پھر چلے گا۔" وہ بولا۔

"تم کو ایک منٹ بھی ہم نہیں دے گا تم ادھر کیا
کرے گا ہم کو پتہ ہے۔" میں نے کہا۔

"جو تمہارا آدمی کام کرتا ہے کرنے دو یہ کام وہ آخری
بار کرے گا پھر نہ تم ہو گا نہ وہ تمہارے کام کرے گا۔" میں
نے ڈانٹ کر کہا تو وہ ایک دم نرم ہو گیا۔

"تم ہمارا پیٹی بھائی ہے کچھ تو ہمارا خیال کرو۔"
مکر جی مسکین صورت بنا کر بولا۔

"دیکھو مکر جی میں دوسرے قسم کا آدمی ہوں اور تم
دوسری قسم سے ہو تم کو عورت اور دولت چاہئے اور مجھے
صرف عزت پیاری ہے۔" میں نے کہا۔

اس کے بعد میں نے مکر جی کی ایک نہیں سنی اور لے
کر چندن پور آ گیا۔ رات کو گھاٹ پر چھاپہ پڑا دس آدمی
گرفتار ہوئے سب نے مکر جی کو اپنا سربراہ بتایا اور مکر جی
جیل چلا گیا۔

اس کامیابی کا سہرا بھی ایک انگریز کے سر پر بندھ گیا
مگر SP صاحب پوری کہانی سے اور میری رپورٹوں سے
واقف تھے ان کی نظر میں میری اہمیت بے شک بہت بڑھ
گئی۔

دوسرے روز صبح ہی میں پوری تیاری کے ساتھ ہریا
کو ساتھ لے کر اسی ٹھکانے پر روانہ ہوا جہاں پر رام موری
اور دینالال آرام کیا کرتے تھے۔ مکر جی کی گرفتاری کو خفیہ
رکھا گیا تھا۔

مگر چھاپے کی خبر خفیہ نہ رہ سکی تھی شنکر کے دونوں
ملازم غائب تھے اور پورا ٹھکانہ ویران پڑا تھا دروازہ بند تھا
میں نے اندر جا کر دیکھا مگر وہاں پر کچھ نہیں تھا۔

ہم نے ایک جگہ ٹھہر کر کسی کے آنے کا انتظار کیا
مگر شام تک جب کوئی نہیں آیا تو ہم واپس آ گئے۔ میں نے
واپس آ کر شنکر کو بلایا اور پوچھا۔

"تم نے دو ملازم ہریا کے جنگل والے ٹھکانہ پر
رکھے ہوئے تھے وہ کون تھے؟"

"وہ دونوں پیلی بھیت کے پاس ایک گاؤں ہے
کھٹیما وہاں کے رہنے والے تھے۔" شنکر نے جواب دیا۔

"تم تینوں نے جب کوئی جرم نہیں کیا تو پھر وہ دونوں
ٹھکانے سے بھاگ کیوں گئے؟" میں نے پوچھا۔

"بات یہ ہے کہ ہماری لکڑی قانونی طریقہ پر تو جنگل سے باہر نہیں جاتی تھی۔کام تو مکرجی کی مرضی سے ہوتا تھا مگر تھا تو غیر قانونی چھاپہ پڑا مکرجی پکڑے گئے۔ اب ان کا یہاں پر رکنے کا کیا کام سو وہ بھاگ گئے۔" شنکر نے جواب دیا۔

"یہ بتاؤ اس ٹھکانے کے علاوہ دن میں ان دونوں مہمانوں کا کوئی دوسرا ٹھکانہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے پتہ نہیں ہے مگر ہوگا ضرور آگے جنگل بہت گھنا اور خطرناک ہے۔ بہت خوفناک قبائل آباد ہیں اور بڑی خفیہ دلدلیں موجود ہیں۔ وہ دونوں شاید اس طرف نہ جائیں اور جنگل کے باہر کنارے کنارے کوئی ٹھکانہ بنائیں۔شنکر نے جواب دیا۔"

"تم کبھی گھنے جنگل کی طرف گئے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ایک دفعہ گیا تھا۔مگر کئی دفعہ مرتے مرتے بچا پھر ہمت نہیں ہوئی۔" شنکر نے جواب دیا۔

"مگر اب تم کو ہمت کرنا پڑے گی اور میرے ساتھ اندر جانا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"مجھے جیل میں ڈال دو مگر جنگل میں نہ لے جائیں بڑی خوفناک جگہ ہے حضور مجھے جیل منظور ہے۔"

"تم کیا سمجھتے ہو تم کو تمہاری مرضی چلانے دی جائے گی۔تم میرے ساتھ جاؤ گے۔"

اور میں نے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔

اس دفعہ بھی میں نے وہی ٹیم رکھی تھی۔یعنی کولہنگا اپنی پارٹی کا چیف تھا اور مان سنگھ اپنی پارٹی کا چیف،اس دفعہ نفری بڑھا دی تھی۔اکبر خان اور روشن خان بھی شامل تھے اکبر خان اور روشن خان بہترین ڈرائیور بھی تھے۔دو جیپیں حاصل کر لی گئی تھیں تمام ضروری سامان اور اسلحہ رکھ لیا گیا تھا ایمرجنسی دوائیں بھی ساتھ تھیں اس دفعہ بھی کولہنگا نے کچھ چیزیں اپنی پسند کی رکھی تھیں دو تین بنڈل رسیوں کے بھی ساتھ تھے۔ پیٹرول کا بھی اچھا انتظام کر لیا تھا۔ خشک خوراک بھی رکھ لی تھی حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ چائے اور خشک دودھ بھی رکھا گیا تھا۔

مطلب یہ کہ بندوبست پورا تھا کیونکہ اس سفر کا پتہ نہیں تھا کہ کتنا لمبا ہو۔جہاں تک ہم کو پیٹرول مل سکتا تھا ہم کو لینا تھا اسٹاک میں سے خرچ نہیں کرنا تھا۔چار خچر بھی ہم کو جنگل کے آخری گاؤں سے لینے تھے۔ SP صاحب کو پورے مشن کا پتہ تھا مگر بڑی احتیاط برتی گئی تھی اور روشن کو خفیہ رکھا گیا تھا۔

مشن کے ہر ممبر کو خصوصی لباس پہنائے گئے تھے اور بہت محفوظ لانگ بوٹ دیئے گئے۔اسی طرح جدید ترین رائفلیں اور دوسرے اوزار بھی دیئے گئے تھے۔اور ایک ہفتہ خصوصی ٹریننگ بھی دی گئی تھی۔ SP صاحب اور میں اس مہم کو ہر حالت میں کامیاب کرنا چاہتے تھے۔

مان سنگھ نے ایک نیا راستہ اختیار کیا تھا۔اس کا کہنا تھا کہ پرانے راستوں پر مجرم نہیں ملے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہماری گزرگاہ ہے نئی جگہ شاید ٹکراؤ ہو جائے۔

یہ راستہ پیلی بھیت سے جنگل کی طرف جاتا ہے کھیما گاؤں کے بعد ایک گاؤں اور آتا ہے اور اس کے بعد جنگل شروع ہو جاتا ہے۔

صبح ناشتہ کے بعد مان سنگھ نے روانگی کا اعلان کر دیا اور ہم آگے روانہ ہو گئے۔ مان سنگھ نے بتایا کہ اگر سامنے کے رخ سفر کریں گے تو پہاڑوں کی طرف جائیں گے دائیں طرف کا علاقہ بہت گھنا جنگل ہے اور دلدلی علاقہ بھی ہے بائیں طرف کا علاقہ بہت گھنا جنگل ہے یہاں پر ہر قسم کے درندے رہتے ہیں۔دائیں طرف کوئی درندہ نہیں جاتا کیوں یہاں پر ہر قدم پر موت دلدل کی صورت میں کھڑی ہے۔

ہم نے بائیں طرف سفر کرنا پسند کیا۔یہ جنگل کا بہت خطرناک علاقہ تھا۔ ایک ایک قدم دیکھ بھال کر رکھنا پڑ رہا تھا۔ ہم نے اپنی جیپیں ایک محفوظ مقام پر چھپا دی تھیں۔

اور پیٹرول کے ڈبے زمین میں دفن کر دیئے تھے اور جھاڑیاں ڈال دی تھیں اور وہاں درختوں پر نشانیاں

لگاتے آگے بڑھ رہے تھے تاکہ واپسی میں آسانی ہو۔ بڑے درختوں پر نشانیاں بنانے کا طریقہ کولہنگا کا تھا۔

ہم پورا دن سفر کرتے رہے۔ یہ سفر آسان نہیں تھا۔ مگر کوئی مناسب جگہ نہیں مل رہی تھی اس لئے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ کئی جگہ جھاڑیاں اور خودرو درخت اس قدر زیادہ تھے کہ کاٹ کر راستہ بنانا پڑ گیا تھا۔ ایک جگہ آخر مل گئی یہ ایک کھلا میدان تھا مگر زیادہ بڑا نہیں تھا اس کے چاروں طرف درخت تھے میدان میں کوئلے اور جلی ہوئی لکڑیاں بھی پڑی تھیں اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ہم سے پہلے بھی یہاں پر کوئی قیام کر چکا ہے۔ یہ ایک کھلی جگہ تھی مگر صاف تھی ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ ہم نے آج کتنا سفر کیا ہے۔

سب نے فیصلہ کیا کہ اسی جگہ کیمپ لگانا ہے اور چھولداریاں لگادی گئیں۔ ابھی دن کی روشنی تھی الاؤ جلانے کو لکڑیوں کا انتظام کیا گیا۔ درختوں کی آڑ میں سوکھی لکڑیوں کا ایک ڈھیر بھی مل گیا جو ہم سے پہلے آنے والوں نے جمع کیا ہوگا۔ دن کی روشنی میں ہی ہم نے گدھے گھوڑے اور چھولداری کے اطراف میں موٹے موٹے لٹھ گاڑ دیئے صرف ایک طرف دروازہ رکھا۔

چھولداری کو محفوظ کرنے کی یہ ترکیب بھی کولہنگا کی تھی۔

آگ جلانے کو بھی ایک کیاری نما زمین کھودی اور اس میں لکڑیاں ڈال کر آگ جلادی اس سے زیادہ سے زیادہ آگ پھیل گئی اور زیادہ حصہ زمین میں محفوظ ہوگیا۔

پہرے داروں کے لئے خفیہ ٹھکانے بھی بنائے گئے ۔کولہنگا کی تیاری بالکل جنگی بنیاد پر ہوتی تھی۔ مگر اس کو میں اس کے کسی کام سے روکتا نہیں تھا۔ اس کا دماغ جنگل میں پیش آنے والے ہر خطرے کی طرف رہتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ ایک وفادار ساتھی تھا میں نے اس کو ہر بار آزمایا تھا وہ ہر آزمائش میں پورا اترا تھا اس لئے میں اس پر مکمل اعتماد کرتا اور وہ اس کا مستحق بھی تھا۔

چھولداری تو محفوظ تھی جن لوگوں کی ڈیوٹی آدھی رات کے بعد کی تھی وہ سب کھانا کھانے کے بعد سونے چلے گئے تھے۔ مان سنگھ بھی سونے چلا گیا تھا۔ میرے ساتھ روشن خان اور اکبر خان تھے۔ کولہنگا پہرے داروں کے پاس چلا گیا تھا۔

وہ رات میں ایک جگہ نہیں ٹکتا تھا میرے سامنے الاؤ جل رہا تھا بہت تیزی کے ساتھ کولہنگا آتا نظر آیا اور آتے ہی بولا۔ ”سر ہوشیاری کی ضرورت ہے میں ادھر چھولداری کے پیچھے گیا تھا۔ مجھے شبہ ہے ادھر کچھ گڑبڑ ہے۔ ایک بہت بڑی جھاڑی کروندے کی لگی ہے اس کے اندر کچھ گڑبڑ ہے۔“ وہ بولا۔

”ٹھیک ہے تم ایسا کرو مان سنگھ کو اٹھادو اور اس کو بتادو وہ صرف ادھر ہی نظر رکھے گا۔“

آدھا گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا کہ فائر کی آواز آئی یہ فائر مان سنگھ نے کیا تھا۔

تھری نٹ تھری رائفل کی آواز جنگل کی خاموش فضا میں دیر تک گونجتی رہی۔ مان سنگھ کے بعد کئی فائر اور ہوئے اور پھر خاموشی چھا گئی۔ میں الاؤ کے سامنے ہی تھا کیونکہ یہ بھی ایک مورچہ تھا۔ کولہنگا میرے پاس آ گیا اور بولا۔

”سر اس جھاڑی کے اندر بہت بڑا غار ہے اور اس غار کا راستہ دوسری طرف بھی ہے۔ کیونکہ مان سنگھ نے ایک بھیڑیے کو نشانہ بنایا تو پھر کوئی دوسرا باہر نہیں آیا۔ اور اب ادھر خاموشی ہے۔“ کولہنگا نے بتایا۔

”ہم لوگ اس غار کو نہیں دیکھ سکے کمال ہے“ میں نے کہا۔

”سر وہ جھاڑی بہت پرانا ہے اور بہت گھنا ہے دیکھنے سے سب جھاڑی نظر آتا ہے۔“

”اور تم بری روحوں کے حملے کی کیا بات کر رہے تھے؟“ میں نے پوچھا۔

”بات یہ ہے کہ سر کہ جنگل کا آدمی ہوں یہاں کی باتیں کہاں بھول سکتا ہوں۔ جنگل کی زندگی میں روحوں کا بہت دخل ہے۔ ہر معاملہ روحوں سے جڑا ہوا ہے۔ اگر بارش نہ ہو تو گرو کہتا ہے روحیں ناراض ہیں۔ شکار نہ ملے تو گرو کہتا ہے روحوں نے شکار بھگا دیا ہے۔ جس

قبیلے کے جتنے زیادہ شکاری ہوں وہ اتنا ہی امیر کہلاتا ہے وہ شکاری لڑائی اور دوسرے قبیلوں پر رعب ڈالنے کے بھی کام آتے ہیں۔

میں ان گرو اور سرداروں کے سارے حیلے بہانے جان گیا تھا مگر زبان سے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا اگر کرتا تو مارا جاتا۔لیکن کچھ باتیں ایسی ضرور تھیں جن کو میں نہیں سمجھ سکا تھا۔شاید وہی جنگل کا جادو ہے۔عقل نہیں مانتی مگر ہے۔جو نظر آتا ہے وہ اصل نہیں ہے کچھ اور ہے۔"

کولہنگا بولتا رہا اس کی باتیں تجربات کی باتیں تھیں میں ان باتوں کو جھٹلا نہیں سکتا تھا۔

رات میں پھر کچھ نہیں ہوا۔میں نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ مان سنگھ اور کولہنگا کو لے کر اس جھاڑی کے پاس گیا جس کے عقب میں غار تھا اور جہاں سے رات کو حملہ ہوا تھا۔مان سنگھ اور کولہنگا نے وہ جھاڑی کاٹ کر پھینک دی تو غار صاف نظر آنے لگا۔یہ ایک اچھا اونچی چھت کا غار تھا جس میں کھڑا ہوا جا سکتا تھا میں اس کے اندر چلا گیا میرے بعد وہ دونوں بھی اندر آ گئے میں آگے بڑھتا گیا۔آگے چل کر چھت کی اونچائی کم ہو گئی تھی اس لئے جھک کر چلنا پڑ رہا تھا اندر ہوا بڑی تیزی سے آ رہی تھی اور کسی قسم کی بدبو وغیرہ نہیں تھی۔اس کی وجہ یہ تھی کہ ہوا آنے اور گزر جانے کا راستہ کھلا ہوا تھا۔ہم جس کو صرف ایک معمولی غار سمجھ کر اندر آئے تھے یہ ایسا نہ تھا۔

یہ ایک سرنگ تھی جو شاید پانی کے بہاؤ نے بنائی تھی۔ہم دس پندرہ منٹ اس کے اندر چلتے رہے اندر اندھیرا تھا مگر گھٹن اور بدبو نہیں تھی۔کوئی ایک ڈیڑھ فرلانگ کے بعد اس سرنگ کا خاتمہ ہوا اور ہم ایک ندی کے کنارے نکل آئے۔یہ جگہ اس جگہ سے بالکل مختلف تھی جہاں پر ہمارا پڑاؤ تھا۔دور تک سبزہ نظر آتا تھا پانی کے کنارے پرندے اڑ رہے تھے۔

میں آگے بڑھا میرے ساتھ مان سنگھ اور کولہنگا بھی تھے۔میں نے کہا۔"حیرت ہے ایک سرنگ کے اس پار جنگل کا نظارہ ہی بدل گیا ہے۔یہ تو کوئی تفریح کا کام لگتا ہے۔" ہم تینوں ایک بڑے پتھر کے پاس کھڑے تھے۔ابھی کسی نے میری بات کا جواب نہیں دیا تھا کہ کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔مان سنگھ نے چونک کر کہا۔"سر یہ آواز آپ نے سنی؟"

"ہاں میں نے سنی ہے کوئی تکلیف میں ہے۔" میں نے کہا۔

اب کے آواز صاف تھی اور بہت قریب تھی۔میں دوڑ کر اس بڑے پتھر کے دوسری طرف گیا تو میں نے دیکھا ایک بہت بوڑھا آدمی جس کے جسم پر خراشیں پڑی ہوئی تھیں زمین پر پڑا تھا اور تکلیف سے کراہ رہا تھا

میں دوڑ کر اس کے قریب گیا وہ بے خبر،نیم بے ہوشی کی عالم میں پڑا تھا۔اس کو ہماری مدد کی ضرورت تھی۔مگر ہمارے پاس اس مقام پر کچھ نہیں تھا۔ضروری تھا کہ اس کو اٹھا کر کیمپ میں لے جائیں اور میں نے ایسا ہی کیا ہم بہت تیزی سے اسی سرنگ کے ذریعہ کیمپ میں لوٹ آئے۔بوڑھے کو چھولداری میں ڈالا منہ پر پانی ڈالا تو وہ کچھ ہوش میں آ گیا۔اکبر خان نے فوراً دوائیں نکالیں اور اس کے جسم کو اسپرٹ سے صاف کیا اور مرہم وغیرہ کا لیپ کر دیا اور درد کے لئے ایک گولی پانی کے ساتھ بوڑھے کے حلق سے اتار دی۔

مان سنگھ ایک گلاس میں دودھ لے آیا اور بوڑھے کے منہ سے لگا دیا۔

کچھ دیر کے بعد بوڑھا اٹھ کر بیٹھ گیا۔اور حیرت بھری نظروں سے سب کو دیکھنے لگا تو میں نے کہا۔"بابا آپ اس جنگل میں تنہا کیا کر رہے تھے؟"

اس نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا اور بولا۔

"تم سب کون لوگ ہو؟"

"ہم شکاری ہیں۔شکار کی تلاش میں تھے کہ تم مل گئے۔"

"یہ بھی بھگوان کی لیلا ہے اس کو مجھے بچانا تھا سو بچا لیا۔" وہ بولا۔

"آپ نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟" میں

نے پوچھا۔

"میں بھی شکاری ہوں مگر میرا شکار بہت مشکل شکار ہے۔ مجھے ہی زخمی کر کے بھاگ گیا۔" بوڑھا بولا۔

"بابا آپ کا نام کیا ہے اور آپ کا شکار کون ہے ؟" میں نے پھر پوچھا۔

"میرا نام پنڈت شیوشنکر ہے اور میرا شکار ایک آدم خور جوڑا ہے۔"

"وہ آدم خور جوڑا بھیڑیوں کا تو نہیں۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں وہی میرا شکار ہے مگر وقت کے ساتھ ساتھ اس جوڑے کی طاقت بڑھتی جا رہی ہے، میں صرف اتنا ہی کر سکا ہوں کہ اس کو آبادی کی طرف نہ جانے دوں اور جنگل میں مقید کر دوں مگر وہ یہاں پر بھی حرکت کر گزرتا ہے، جنگلات کے باشندے اور ان کے بچے اس کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ یہ جنگلی لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کسی درندے کا کام ہو سکتا ہے اور صبر کر لیتے ہیں۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ وہ یہاں پر بھی انسانوں کو نقصان نہ پہنچائے مگر اب ایسا لگتا ہے کہ اس نے کچھ اور شکتی حاصل کر لی ہے۔ مجھ پر بھی حملہ کر دیا مگر مار نہیں سکا۔ بھلا ہو تم سب کا کہ مجھے تم لوگ اٹھا لائے اور میری بڑی سیوا کی۔"

"پنڈت جی آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے ان خونخواروں کو انسانی آبادی سے دور کر دیا۔ مگر یہ تو اس کا حل نہیں ہے ہم سب جو آپ کے سامنے ہیں اسی جوڑے کو ختم کرنے نکلے ہیں۔"

میں نے کہا۔ پنڈت شیوشنکر نے بڑے سکون سے میری بات سنی پھر کہا۔

"بے کار ہے تم سب کا جنگلوں میں پھرنا، تم اس کو نہیں مار سکتے کیونکہ اس پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کرتا تم صرف گھائل کر سکتے ہو، اس کو مار نہیں سکتے۔ میں جنگلوں میں اس کے ساتھ ساتھ پھر رہا ہوں اور اسی کھوج میں ہوں کہ ان کو کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے۔ تم سب واپس چلے جاؤ کوئی فائدہ نہیں ہے میں اس کو جنگل کے اندر دھکیل دوں گا...... وہ کسی آبادی کی طرف نہیں جائے گا اس کے پاس جو شکتی ہے وہ شکتی اس کو کس نے دی ہے مجھے اس کی تلاش ہے مجھے پوری امید ہے کہ میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔ میں خود تم سے ملوں گا اور بتاؤں گا کہ ان کی موت کس طرح ہو گی۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

پنڈت شیوشنکر خاموش ہو گیا تو میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے ہم واپس چلے جاتے ہیں مگر ابھی آپ کو ہماری ضرورت ہے، آپ زخمی ہیں۔"

"نہیں میں ٹھیک ہوں میری فکر نہ کرو اور فوراً واپس چلے جاؤ۔"

پنڈت نے آخری الفاظ اتنی سختی سے کہے کہ میں نے فوراً واپسی کا حکم دے دیا۔ واپسی اسی راستے سے ہوئی کیونکہ ہم اپنے نشانات کی مدد سے آگے بڑھتے رہے تھے۔ ہماری گاڑی اسی حالت میں ہم کو مل گئی اور پیٹرول بھی اور ہم واپس چندن پور آ گئے واپس آ کر میں نے مکمل رپورٹ تحریری SP صاحب کو دی اور زبانی ان سے کہا۔

"سر اب اس جوڑے کا واردات کرنے کا خطرہ تو ٹل گیا مگر ختم نہیں ہوا ہمیں چوکس تو رہنا ہے۔"

اور تین ماہ گزر گئے ۔ میں اور میرے آدمی گاؤں گاؤں راؤنڈ کرتے رہے۔ کہیں پر کوئی واردات نہیں ہوئی مجھے ترقی مل گئی اور میں انسپکٹر بن گیا۔ مان سنگھ کو ہیڈ کانسٹیبل بنا دیا گیا۔ کولہنگا کو باقاعدہ پولیس میں بھرتی کر لیا گیا اور اس کو بھی ہیڈ کانسٹیبل بنا دیا گیا۔

میرا پورا عملہ میرے ساتھ ہی رکھا گیا اور اس کا نام بھیڑیا مار اسپیشل مشن رکھ دیا گیا۔ چار ماہ کے بعد پھر ایک واردات کی خبر آئی یہ واردات بھوانی گاؤں میں ہوئی تھی جو شاہ جہاں پور کے قریب واقع تھا، میں اور میرے ساتھ مان سنگھ اور روشن خان فوراً موقع واردات پر روانہ ہوئے۔ بھوانی گاؤں بھی جنگل کا سرحدی گاؤں تھا اور شاہ جہاں پور سے بہت فاصلے پر تھا ہمارا سفر لمبا تھا تین گھنٹے کے بعد ہم موقع واردات پر پہنچے جس پر حملہ ہوا وہ ایک عورت تھی یہ جوان عورت تھی اور اپنے کھیت سے

جانوروں کا چارہ لے کر آ رہی تھی ابھی گاؤں سے دور تھی کہ اس پر دو بھیڑیوں نے حملہ کر دیا۔ عورت نڈر تھی اس نے چارے کا گٹھا پھینک دیا اور ان دونوں کا مقابلہ کیا۔ مگر آخر وہ تھک کر گر پڑی اور دونوں بھیڑیوں نے اس کا گلہ چباڈالا اور پیٹ پھاڑ دیا۔ اس کے اندرونی اعضاء کھا گئے۔ گردن کا گوشت بھی ادھیڑ دیا۔

میں پوری کارروائی کی رپورٹ بنا کر لے آیا۔

ہمارا کام پھر سے شروع ہو گیا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ یہ وہی جوڑا ہے جو پھر کسی طرح جنگل سے آبادی میں آ گیا ہے۔ پنڈت شیو شنکر کے قابو سے یہ نکل گیا ہے۔ پنڈت شیو شنکر کا کیا بنا اس نے کوئی اطلاع نہیں دی۔ کہیں وہ اسی جوڑے کا شکار تو نہیں بن گیا۔ بہت سے سوالات میرے سامنے تھے مگر ان کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔

دن بھر میں کسی نہ کسی گاؤں میں پھرتا رہتا۔ لوگوں کو ہوشیار کرتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ میرے پاس بھی کوئی پلان نہیں تھا۔ ایک ہفتہ گزر گیا۔ میں ابھی جانے کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ پتہ چلا کوئی ملنے آیا ہے میں نے اس کو دفتر میں ہی بلوالیا آنے والا ایک جوان آدمی تھا۔ عمر کا اندازہ یہ تھا کہ تیس سے کچھ زیادہ ہی تھا یہ چھ فٹ کا نہایت تندرست آدمی تھا اس کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں اس کو رعب دار بنا رہی تھیں۔

جسم پر شہری لباس تھا یعنی پتلون اور شرٹ پہنے ہوا تھا۔

"کون ہو تم اور مجھ سے کیا کام ہے کیوں ملنے آئے ہو۔؟"

"میرا نام دینا لال ہے۔"

"دینا لال کا نام سن کر میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔

"کون دینا لال؟"

"میں رام مورتی کا گھر والا ہوں۔"

"میں کس طرح یقین کروں کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو؟"

"اس کی تصدیق بہت لوگ کر دیں گے۔"

"بہت لوگ کون؟"

"چندن پور میں میرے پڑوسی اور میرے رشتہ دار۔"

"تم اتنے دنوں تک کہاں تھے؟"

"میں دلی بھاگ گیا تھا۔"

"کیوں دلی کیوں بھاگ گئے تھے؟"

"بات ہے تو شرم کی مگر آپ کو بتانی بھی ضروری ہے اس لئے بتلائے دیتا ہوں۔

میں اپنی گھر والی کے ڈر سے بھاگ گیا تھا۔"

"تم کڑیل جوان ہو پھر ایک عورت سے ڈر کر کیوں بھاگے؟"

"وہ عورت نہیں ہے وہ ایک بلا ہے راکھشس ہے۔"

"تم کو یہ بات کب پتہ چلی شادی کے وقت سے ہی ایسی تھی کہ بعد میں بن گئی؟"

"شادی کے وقت تو وہ ایک بھولی بھالی دیہاتی عورت تھی۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"ایک مرتبہ وہ سویرے سویرے اپنے میکے واپس آئی تو کچھ بدلی بدلی سی تھی۔"

"یہ کس وقت کی بات ہے۔"

"مونی پور گاؤں میں میرا سسرال ہے میرے سسر کا نام گوپی چند ہے۔"

"تم نے اس وقت کیا کہا تھا؟"

"مجھ سے رام مورتی نے جو کہلوایا وہ میں نے کہہ دیا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ صبح ہی آ گئی تھی اس کے ہاتھ پیروں پر خون لگا ہوا تھا میں نے پوچھا تو اس نے کہا تھا کہ میں گرو کے حکم کا پالن کر رہی ہوں تم سے جو میں کہوں وہ کہو یا خاموش رہو نہیں تو میں تم کو بھی ختم کر دوں گی میں اس کے رعب میں نہیں آیا تو اس نے اپنا روپ بدل لیا اور وہ ایک سرخ رنگ کا بھیڑیا بن کر میرے سامنے موجود تھی۔ اور پھر اصلی روپ میں آ کر بولی۔ دیکھ لی میری شکتی اپنی زبان پر قابو رکھو نہیں تو مارے جاؤ گے۔"

"میں اس کے اس جادو منتر سے بہت ڈر گیا تھا۔ اور دلی بھاگ گیا اور دلی میں بھی چھپ کر ہی رہا۔ اب آیا

ہوں۔ مجھے یہاں کے حالات پتہ نہیں ہیں سب سے پہلے میں آپ کے پاس آیا ہوں کیونکہ آپ کو ضرور میری تلاش ہوگی۔ رام مورتی کے ساتھ میرا نام جڑا ہوا ہے اس کے ساتھ مجھے بھی مجرم سمجھا گیا ہوگا۔“

”یہ بات تو تمہاری درست ہے تم کو ہم برابر کا مجرم مانتے ہیں مگر تم آ گئے ہو تو تم کو ہمارے پاس ہی رکنا ہوگا تمہارا بیان کی چھان پھٹک کریں گے اس کے بعد تم کو چھوڑ دیا جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ رام مورتی اکیلی وارداتیں نہیں کر رہی اس کے ساتھ ایک اور بھی ہے ہمارا خیال یہ تھا کہ تم اس کے ساتھ ہو مگر تم کہتے ہو کہ دلی میں تھا۔“ تم نے جو بیان دیا ہے اس کی پوری تحقیقات ہوں گی۔ تم دلی میں کہاں رہتے تھے اور کیا کرتے تھے سب کچھ بتاؤ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم سچے ثابت ہوئے تو تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔“

میں نے کہا تو اس نے دلی کا پورا پتہ مجھے لکھوا دیا۔

”اور کیا کرتے تھے؟“ میں نے پوچھا۔

”میں گھوڑوں کے نال بنایا کرتا تھا۔“ اور اس نے اس بھٹی کا پتہ بھی لکھا دیا جس پر وہ کام کرتا تھا۔ اب ایک نئی کہانی شروع ہوگئی۔ میں نے SP صاحب کو نئی صورت حال سے آگاہ کیا تو وہ بولے۔

”یہ کیس کتنے رنگ بدلے گا اب تم کیا کرو گے؟“

”میں دینا لال کے بارے میں پہلے تحقیقات کروں گا اس کے بعد پھر یہ دیکھوں گا کہ رام مورتی کے ساتھ کون ہے؟ یہ دو ٹارگٹ میرے سامنے ہیں ان کو پانے کے بعد آگے قدم بڑھاؤں گا۔“ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے تم ایسا ہی کرو نفری اور بڑھاؤ کوشش کرو اب کوئی نیا واردات نہ ہو۔“ SP صاحب نے کہا۔

”ٹھیک ہے سر میں کوشش کروں گا۔“ میں نے جواب دیا۔

مگر ایسا نہیں ہوا اور دوسرے ہی ہفتہ پھر کھٹیما گاؤں میں ایک لڑکا مارا گیا۔

اس لڑکے کی عمر گیارہ بارہ سال تھی وہ اپنے باپ کے ساتھ ایک باغ سے گزر رہا تھا کہ بڑی دیدہ دلیری سے ایک بھیڑیا نے حملہ کر دیا شام ہوگئی تھی باغ میں اندھیرا پھیل گیا تھا۔ لڑکا شور کرتا بھاگا اس کا باپ بھی بھاگا مگر دوسرا بھیڑیا باپ کے سامنے آ گیا اس نے آدمی کے پیروں پر حملہ کیا آدمی گر گیا۔ یہ کمزور آدمی نہیں تھا مگر بھیڑیا نے اچانک اتنی تیزی سے حملہ کیا کہ وہ گر پڑا بھیڑیا گرے آدمی پر تابڑ توڑ حملے کرتا رہا اور زخمی کر دیا۔ اس دوران دوسرے بھیڑیئے نے لڑکے کو گرا کر اس کا نرخرہ چبا ڈالا اور اس کا خون پی گیا۔ یہ واردات اتنی دیدہ دلیری سے کی گئی کہ حیرت ہوتی تھی۔ کون گمان کرے گا کہ دو بھیڑیے ایک آدمی اور ایک لڑکے پر ٹوٹ پڑے۔ بھیڑیا درندہ ضرور ہے مگر اتنا بہادر نہیں ہے۔ اس واردات سے یہ ثابت ہوگیا کہ پنڈت شیو شنکر کو یہ دونوں بھیڑیئے ختم کر چکے ہیں۔ یا پنڈت ان کے سامنے بے بس ہوگیا ہے۔ اور یہ جنگل سے پھر آبادیوں کی طرف آ گئے ہیں۔

میں نے ہر گاؤں میں یہ اطلاع پہنچا دی کہ آدم خور بھیڑیئے پھر آ گئے ہیں ان سے ہوشیار رہا جائے۔ اپنے آدمی بھی ہر گاؤں میں پہنچا دیئے ہر طرح احتیاط کر لی گئی۔ ایک پارٹی دلی روانہ کر دی تا کہ وہ دینا لال کے بارے میں پتہ کرے دینا لال حوالات میں تھا مگر اس کو ہر طرح سہولت دی گئی تھی۔ ہریا چندن پور میں تھا مگر پابندی اس پر بھی تھی کہ وہ بغیر اطلاع کے چندن پور سے جا نہیں سکتا دوسری پابندی اس پر یہ تھی کہ وہ جنگل کی طرف نہیں جائے کیسر کو اس کے حوالے کر دیا تھا کہ یہ بھی چندن پور میں رہے گا ضرورت کے وقت بلائیں گے۔

دینا لال کی رپورٹ آ گئی تھی۔ جو دن تاریخ اس نے دلی میں موجودگی کی بتائی تھی وہ درست تھی دلی میں اس کا کردار صاف تھا۔ کسی قسم کے غلط کام میں ملوث نہیں تھا۔ میں نے دینا کو بلایا اور کہا۔

”مجھے افسوس ہے کہ تم کو اتنے دن حوالات میں گزارنے پڑے۔ تم آزاد ہو مگر ایک بات یاد رکھنا جو دشمن میرا ہے وہی تمہارا بھی ہے۔ تم اپنی بیوی کا روپ جانتے

ہو اور اس کے کارنامے بھی تم کو معلوم ہیں۔ تم اگر اس کے ہاتھ لگ گئے تو تمہارا کیا حشر ہوگا۔ اس کا اندازہ تم خود کر سکتے ہو۔ تم چندن پور سے باہر نہ جانا تم پر پابندی نہیں ہے مگر حالات کا تقاضہ یہی ہے۔" "میرے ساتھ تعاون کرو گے تو مشترکہ دشمن سے ہم لڑ سکیں گے۔ اگر مکان وغیرہ کی ضرورت ہو تو بتاؤ میں ہریا کو کہہ دیتا ہوں وہ انتظام کر دے گا۔"

ہریا کو وہ خود بھی جانتا تھا دینا لال ہریا کے ساتھ چلا گیا۔

اب میرے سامنے دوسرا ٹارگٹ تھا۔ پہلے کی رپورٹ بنا کر SP صاحب کو روانہ کر دی۔

دوسرا ٹارگٹ یہ تھا کہ رام مورتی کے ساتھ دوسرا کون ہے جو اس کا جوڑا بنا ہوا ہے۔

کیسر ایک ایسا آدمی ہے جس نے ان دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھا ہے اور قریب سے دیکھا ہے میں نے کیسر کو اور ہریا دونوں کو بلایا اور کہا۔

"کیسر تم یہ بتاؤ تم نے کتنی دفعہ رام مورتی اور اس کے ساتھ جو آدمی تھا اس کی مہمان نوازی کی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"روز ہی کرتے تھے جی۔"

"تم نے اس کو خوب اچھی طرح دیکھا ہوگا؟"

روز ہی دیکھتے تھے جی۔"

"تم سے اس نے کبھی بات کی؟"

"بات تو وہ بہت کم کرتا تھا۔ بلکہ دونوں ہی کم بات کرتے تھے ضرورت پڑنے پر زیادہ تر رام مورتی ہی بلاتی تھی۔ وہ بھی روز روز نہیں کبھی کبھار، ہم خود ان سے دور دور رہتے تھے قریب جانے میں خوف آتا تھا۔" وہ بولا۔

"کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اس کے ساتھ مرد نے تم سے کچھ کہا ہو؟" میں نے پوچھا۔

"یاد آیا ایک دو دفعہ اس نے ہم سے شراب کیلئے سوڈا منگوایا تھا۔ جب ہم اس کے قریب گئے تو مارے باس کے ہمارا دماغ الٹ گیا۔ ایسی خراب بدبو اس کے بدن سے اٹھ رہی تھی کہ کیا بتائیں۔" وہ جھرجھری لے کر بولا۔

"پھر تم نے سوڈا اس کو دیا کہ نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ تو دینا ہی تھا نہ دیتے تو اور کیا کرتے۔"

"اچھا وہ ڈیل ڈول کا اور شکل کا کیسا تھا؟" میں نے پھر پوچھا۔

"شکل تو سرکار ایسی سمجھ لو کہ جیسے بھیڑیا کی شکل کو ترقی ہو جائے اور وہ انسان بن جائے مگر پھر بھی بھیڑیئے والی علامات تو رہیں گی وہی لمبوترا چہرہ، کلہاڑی نما نقوش، کانوں کا پھیلاؤ، وہی گردن اور جسم پر بالوں کا جنگل دیکھ کر آدمی کے ذہن میں فوراً ہی بھیڑیئے کا تصور آ جاتا ہے۔" وہ تھرتھرا کر بولا۔

"کسی کے حلق میں اگر ہڈی پھنس جائے تو وہ بولنے کی کوشش کرے تو کیسی آواز آئے گی۔ پھس پھسی، لڑکھڑاتی، بھرراتی ایک طرح کی آواز نہیں ہر دفعہ الگ الگ ایسی ہی آواز تھی۔"

"اگر وہ تم کو نظر آ جائے تو پہچان جاؤ گے؟"

"اس کو کون نہیں پہچانے گا میں نے جو آپ کو بتایا ہے آپ خود بھی بڑی آسانی سے پہچان جاؤ گے۔"

"اچھا اب رام مورتی کے بارے میں بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"رام مورتی بہت خوبصورت عورت ہے مرد کو پاگل کر دینے کی صلاحیت اس میں ہے۔ مگر ایک خرابی اس میں بھی ہو گئی ہے۔"

"کیا خرابی تم نے دیکھ لی؟"

"اس کے بدن سے بھی بہت خراب بدبو نکلتی ہے۔ اس کے قریب زیادہ دیر آدمی ٹھہر نہیں سکتا۔"

"یہ خرابی پہلے سے تھی۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں جی پہلے اگر ہوتی تو اس کا آدمی اس کو کاہے رکھتا۔ یہ خرابی بعد میں ہی ہوئی ہے میرا خیال ہے۔" وہ بولا۔

بات سمجھ آنے والی تھی۔ میں نے کہا۔" اس کے

اوہ کچھ اور یاد کرو۔" میں نے پوچھا۔

"وہ دونوں دن بھر شراب پیتے تھے اور خوب سوتے تھے۔" وہ بولا۔

میں نے کیسر کو واپس بھیج دیا اور دینالال کو بلوالیا۔ اس کے آتے ہی میں نے کہا۔

"دینالال ایک ضروری بات پوچھنا تھی۔" میں نے کہا۔

"پوچھ لیں پتہ ہوگی تو ضرور بتاؤں گا۔" وہ بولا۔

"تم نے کسی وقت رام مورتی کے گرو کا ذکر کیا تھا تم کو یاد ہے؟" میں نے کہا۔

"ہاں جی میں نے یہ کہا تھا کہ رام مورتی نے کہا میرے گرو کا حکم ہے۔" وہ بولا۔

"اس ساری کہانی میں گرو کا ذکر پہلی بار آیا ہے مگر اس کا پتہ نہیں ہے کہ وہ کون ہے؟" میں نے کہا

"سر میرا تو خیال ہے ساری خرابی کی جڑ وہی گرو ہے۔" دینالال نے کہا۔

"میں تمہاری بات کو جھٹلا نہیں سکتا۔ تم یاد کر کے بتاؤ شاید اس نے کبھی اس گرو کا اتا پتا بتایا ہو۔" میں نے کہا۔

"ایک بات تو طے ہے کہ اس کا گرو زیادہ دور نہیں تھا وہ ضرور جنگل میں ہی تھا۔" دینالال نے کہا۔

"تم یہ کس بنیاد پر کہہ رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"اس بات پر کہ وہ کبھی زیادہ لمبے عرصہ کے لئے غائب نہیں ہوئی میں ہی دلی بھاگ گیا تھا۔" وہ بولا۔

"وہ تمہارے سامنے زیادہ سے زیادہ کتنے دن گھر سے غائب رہی؟" میں نے پوچھا۔

"وہ تین دن سے زیادہ کبھی غیر حاضر نہیں رہی۔" دینالال نے جواب دیا۔

"اور رات میں وہ کہاں ہوتی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے ایک بار اس کا پیچھا کیا تھا کہ دیکھوں کہاں جاتی ہے۔" وہ بولا۔

"پھر کچھ پتہ چلا؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"نہیں وہ آبادی سے نکلی اور پھر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔" دینالال نے جواب دیا۔

"پھر تم واپس آ گئے ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"کیا کرتا واپس آ گیا تھا دوسرے دن اس نے نہایت ڈراؤنی شکل بنا کر مجھ سے کہا تھا۔" زندگی پیاری ہے تو اب میرا پیچھا مت کرنا" اور پھر میں نے کبھی اس کا پیچھا نہیں کیا۔

"اور تم دلی چلے گئے؟" میں نے کہا۔

"کیا کرتا دن بہ دن میری صحت گرتی جا رہی تھی میرے دل میں خوف بیٹھ گیا تھا۔"

"اب تم قانون کی مدد کرنے کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میرے لائق جو خدمت ہو تو آپ بتائیں میں کروں گا۔" وہ بولا۔

"ہمیں اس گرو کا پتہ چلانا ہے جو یہ سب کچھ کروا رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں آپ کے ساتھ ہوں۔" دینالال بولا۔

"ٹھیک ہے اب تم جاؤ پروگرام بناتے ہیں اور اس کی تلاش شروع کرتے ہیں۔" میں نے بات ختم کی۔

میں نے افسران بالا سے ایک میٹنگ کی اور یہ طے پایا کہ کچھ کھوجی جنگلات میں چھوڑے جائیں وہ کھوج نکالیں۔ اور رپورٹ کریں اس سے ہماری نفری آبادیوں کی حفاظت کر سکے گی اور محفوظ بھی رہے گی بلاوجہ جنگلات میں پھرنے سے بچ جائے گی۔ کھوجی جو خبر لائیں گے اس کی روشنی میں ضروری قدم اٹھائے جائیں گے۔

اکبر خان نے بتایا کہ "ایک آدمی چٹا گانگ کی پہاڑی جنگلات سے آیا ہوا ہے اور خود کو ماہر کھوجی کہتا ہے اگر آپ کہیں تو بلاؤں۔"

میں نے کہا۔" میں تو کھوجیوں کو کھوج رہا ہوں ضرور بلاؤ۔"

"ٹھیک ہے کل حاضر کر دوں گا۔" وہ بولا۔

دوسرے دن اکبر خان ایک آدمی کے ساتھ میرے

کمرے میں آ گیا اور بولا۔ ''سر یہ ہے آپ بات کریں۔''
وہ ایک چالیس سال کے قریب عمر کا آدمی تھا۔ مشکل سے ہی اندازہ ہوتا تھا کہ بنگالی ہے۔ جسم پر تین کلر کی شرٹ اور لنگی، چہرے پر ڈاڑھی مگر مکمل نہیں صرف ٹھوڑی پر بال اور باقی چہرہ صاف۔

''تمہارا نام کیا ہے؟''

ہمرا نام ابول ہے۔''

''پورا نام بتاؤ؟''

''ابول بنرجی ہمرا پورا نام ہے۔''

''تم چٹاگانگ کا رہنے والا ہے؟''

''ہاں اودھر کا ہی ہے۔''

''تم ادھر کیا کرتا تھا؟''

''ہم ادھر کھوج لگاتا تھا بڑا بڑا درندہ کا کھر اٹھاتا تھا۔''

''یہ کام تم پولیس کے واسطے کرتا تھا؟''

''نئی جی یہ کام شکاری لوگ کے واسطے کرتا تھا۔ وہ ہم کو بلاتا تھا ہم پیسہ لے کر یہ کام کرتا تھا۔''

''یہ کام بہت خطرناک ہے تم اپنے پاس کوئی ہتھیار رکھتا تھا۔''

''رکھتا تھا بہت خطرناک ہتھیار رکھتا تھا۔''

''وہ ہتھیار ہماری کھوپڑی کے اندر ہے دکھا نہیں سکتا۔ ضرورت ہوتا ہے تو خود باہر آتا ہے۔''

''صاف بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''جنگل میں آدمی اکیلا ہوتا ہے اس کے پاس بندوق بھی ہوتا ہے مگر ہمت نہیں ہوتی شیر سامنے ہوتو بڑا بڑا ہمت والا بھی بکری بن جاتا ہے۔ ہم ادھر پھرتا ہے ہمارا ہاتھ میں ایک ڈنڈا ہوتا ہے بس اور ہمارا کھوپڑی والا ہتھیار جیسا موقع دیکھتا ہے اس ہتھیار کو چلاتا ہے۔''

''تم ہمارا واسطے کام کرے گا، سرکار کے واسطے کام کرے گا، اچھا کام کرے گا تو بہت انعام ملے گا، بولو کام کرے گا؟'' میں نے پوچھا۔

''ضرور کام کرے گا؟'' نہیں کرے گا، تو پھر کیا کرے گا۔'' ابول بولا۔

''تم کو کرنا یہ ہے کہ پتہ کرو ایک عورت ہے جوان ہے خوبصورت ہے اس کے ساتھ ایک مرد ہے وہ کدھر رہتا ہے۔ وہ لوگ شہر میں بھی آتا ہے گاؤں میں بھی آتا ہے۔ رات کو آتا ہے تو بھیڑیا بن کے آتا ہے دن کو آتا ہے تو انسان بن کے آتا ہے تم کو اپنا ہنر آزمانا ہے تم کو دونوں کھرے ملیں گے پتہ کرنا ہے کہ ان کا ٹھکانہ کدھر ہے۔'' میں نے بات ختم کی تو وہ بولا۔

''تم بولا اورت ہے، اچھا ہے، جوان ہے، بھیڑیا بن کے آتا ہے۔ ٹھیک ہے مانتا ہے۔ آدمی کیسا ہے یہ بھی بھیڑیا بنتا ہے نہیں بتایا۔'' وہ بولا۔

''اس آدمی کو اب تک کسی نے نہیں دیکھا عورت کو دیکھا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''وہ بھیڑیا بنتا ہے، شیر کیوں نہیں بنتا؟'' وہ بولا۔

''وہ جب ملیں گے تو ان سے پوچھ کر بتاؤں گا۔'' میں نے کہا۔

''تم غصہ کرتا ہے، ہم بولا وہ جادو کرتا ہے اپنا حلیہ بدلتا ہے شیر بھی بن سکتا ہے، تم بولا بھیڑیا بنتا ہے مطلب یہ ہوا کہ اس کا شکتی صرف اتنا ہی ہے وہ بھیڑیا بننے کا سبق پڑھا ہے شیر ہاتھی نہیں بن سکتا ہم ٹھیک بولا نا۔'' ابول نے اپنا فلسفہ بیان کر دیا۔

''تم مہا کھوجی ہو تم بھلا غلط بات کرو گے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تم پھر مذاق کیا۔'' وہ ہنس کر بولا۔

''اچھا تم یہ بتاؤ تم آج مچھلی کھایا؟'' میں نے پوچھا۔

''ابی کدھر، پکڑے گا، پھر کھائے گا۔'' وہ بولا۔

میں نے دس روپے نکال کر اس کو دیئے اور کہا۔ ''تم کام کرو یہ پیسہ ایڈوانس ہے خوب مچھلی کھاؤ اور اپنا کھوپڑی والا ہتھیار کے ساتھ دوسرا ہتھیار رکھو اب تم سرکاری کام کر رہا ہے۔''

مجھے لگا ابول باتونی ضرور ہے مگر شاید کچھ کام کر جائے۔ اسی قسم کے دو تین آدمیوں کی تلاش مجھے تھی۔

پاکستانی وقار عظیم ڈاٹ کام ڈیوائنر

میں ایک جال پھیلا دینا چاہتا تھا ہر مقام اور ہر جگہ کی خبر مجھے حاصل کرنا تھی۔

شاہ جہان پور، سے تنک پور منڈی تک میرا جال ہونا چاہئے۔ کہیں نہ کہیں کوئی کامیابی ضرور ہوگی گاؤں کے لوگوں کو پتہ تھا کہ خونخوار بھیڑیے پھر آ گئے ہیں سب ہی گاؤں والے ہوشیار تھے۔ پولیس بھی حرکت میں تھی اور عوام خود بھی اپنا بچاؤ کر رہے تھے۔

دوسرا کھوجی مان سنگھ لے کر آیا۔ وہ تنک پور کے قریب ایک گاؤں کا رہنے والا تھا مگر رہتا تنک پور میں تھا کیونکہ تنک پور میں شکاری پارٹیاں بہت آتی ہیں۔ وہ ان کے لئے کام کرتا ان کو شکار کرواتا تھا۔ وہ مقامی تھا اور وہاں کے جنگلات کے بارے میں بہت جانتا تھا۔

"تمہارا کیا نام ہے؟"

"ہمارا نام بابو لال ہے جی۔"

"اچھا بابو لال تم تو اسی علاقے کے رہنے والے ہو تم نے سنا ہوگا کہ ایک بھیڑیوں کا جوڑا گاؤں گاؤں حملہ کر رہا ہے کبھی بچوں کو اور کبھی بڑوں کو مار رہا ہے۔"

"ہاں جی ہم سنت رہا۔"

"اس آدم خور جوڑے کا کھوج نکالنا ہے، وہ کہاں رہتا ہے؟"

کام بہت مشکل ہے حضور بات ای ہے کہ بھیڑیا، لومڑی، لکڑ بگھا اور کتا سب کے پنجے ایک ہی طرح ہووت ہیں ذرا ذرا سا فرق ہووے ہے یو کر کے یہ کام مشکل ہے۔"

"تو تم نہیں کر سکتے؟"

"یہ میں نے کب کہا کہ نہ کرت سکوں، کریں گے اور خوب کریں۔"

"تم مجھے بغیر بتائے وہاں جاؤ گے جہاں کوئی واردات ہوتی ہے اور وہاں سے اپنا کام شروع کرو گے اور جو کرو گے اور خبر لاؤ گے مجھے دو گے میرے اور تمہارے درمیان کوئی نہیں ہے تم کیا کام کر رہے ہو یہ کسی کو نہیں بتاؤ گے میری بات تمہاری سمجھ میں آ گئی ہے بابو لال۔"

"خوب آ گئی ہے تو میں نئی واردات کا انتظار کروں؟"

"ہاں یہ تو کرنا پڑے گا۔ کیونکہ تم کو کھرا پہچاننا ہے اور یہ لو، میں نے دس روپے اس کو دیئے تو وہ حیران رہ گیا۔ دس روپے اس زمانے میں بڑی رقم ہوا کرتی تھی۔

دونوں کھوجیوں کو میں نے پابند کر دیا تھا کہ وہ مجھے ہی رپورٹ کریں گے۔ اور ان دونوں کی بابت SP صاحب کو بتا دیا تھا میرا سارا پروگرام تحریری تھا اور ریکارڈ پر موجود تھا۔ اتنی سخت احتیاطی تدابیر کے باوجود ناگ منی گاؤں میں ایک عورت پر حملہ ہوا۔ مگر وہ عورت بچ گئی معمولی زخمی تو ہوئی یہ گاؤں کھٹیما گاؤں کے قریب ہے اور قریبی شہر پیلی بھیت ہے۔

میں فوراً وہاں پہنچا میرے ساتھ ہی بابو لال بھی تھا۔ بابو لال گاڑی سے اترتے ہی خاموشی سے ایک طرف چلا گیا۔ میں اور روشن خان اس عورت کے پاس گئے۔ عورت نے بتایا کہ وہ کھیت سے آ رہی تھی کہ گاؤں کے قریب ہی اس کو دو بھیڑیے نظر آئے۔ دونوں کے رنگ سرخ تھے اور جسامت میں بہت بڑے تھے عورت کا کہنا تھا کہ میں نے اتنے بڑے بھیڑیے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ ڈرا س کو اس لئے نہیں لگا تھا کہ بھیڑیئے آئے دن بکریوں کے شکار کو آتے رہتے ہیں اور انسانوں پر حملہ نہیں کرتے۔ مگر وہ ہوشیار ضرور ہوگئی۔ اس کے ہاتھ میں درانتی تھی اور سر پر وزن تھا اس نے وہ وزن زمین پر گرا دیا۔ اور کھڑی ہوگئی۔ ایک بھیڑیئے نے دانت نکوس کر اس کی طرف دیکھا اور حملہ کر دیا اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور درانتی سے مقابلہ کرنے لگی۔ دوسرا بھیڑیا اس کی طرف لپکا تو وہ زور سے چیخی اور گاؤں کی طرف بہت تیزی سے دوڑی بھیڑیے اس کے ساتھ ساتھ چلے مگر آگے دو کسان آ رہے تھے انہوں نے جو یہ منظر دیکھا تو وہ کچھ پریشان ضرور ہوگئے مگر دونوں بھیڑیوں اور عورت کے درمیان آ گئے اور اپنے لٹھ گھمانے لگے۔ دو آدمی اور دو بھیڑیوں میں چند منٹ مقابلہ ہوا اور اس کے بعد گاؤں کے کتے آ گئے اور بھیڑیوں کو بھاگنا پڑا۔ عورت کو پہلے حملے میں کچھ خراشیں ضرور آئیں مگر اس کی بہادری نے اس کو

بالیا۔ میں ضروری کارروائی کے بعد واپس آ گیا۔ مگر
میرے ساتھ بابولال نہیں تھا۔
تین دن کے بعد بابولال آ گیا اور بولا۔
''ہم نے ان کا کھرا پکڑا اور چل پڑے، چلتے گئے،
بہت اندر جنگل میں پہنچ گئے۔''
وہ کھرا ایک پیڑ کے نیچے ختم ہو گیا۔ وہیں سے نیا
کھرا مل گیا وہ کھرا آدمی اور عورت کا تھا۔ ہم بولے
اگر یہ کھرا ہم چھوڑ دیں تو پھر پتہ نہیں پھر ملے نہ ملے اگر
بارش ہوئی تو ختم ہو جائے گا۔ اس کارن ہم کھرا پکڑے
پکڑے چلتے گئے۔ رات ہو گئی تو ایک پیڑ پر گزاری اور
سویرے پھر کام مالک گئے۔ وہ دونوں ایک پہاڑ پر
چڑھ گئے اور وہاں سے کھرا ختم ہو گیا۔
''تم اس پہاڑ تک اب جا سکتے ہو؟''
''کاہے نا جا سکت جب بولو چلے جائیں۔''
''وہاں جیپ جا سکتی ہے۔''
''نہیں گھوڑے پر جانا ہو گا۔''
''اچھا بابولال کل صبح آ جاؤ جلدی آنا اس پہاڑ
پر چلیں گے۔'' میں نے کہا۔
میں نے مان سنگھ کو بلایا اور ان کو تین گھوڑوں کا
بندوبست کرنے کو کہا۔
دوسرے دن صبح ہی صبح مان سنگھ اور بابولال جنگل کی
طرف روانہ ہو گئے۔
آگے آگے بابولال تھا اس کے بعد میں اور میرے
بعد مان سنگھ تھا۔ ہم دونوں کے پاس سب ضروری ہتھیار
موجود تھے۔ بابولال کے پاس بھی ایک بندوق موجود تھی
بابولال کھوجی تو تھا ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ شکاری بھی تھا
۔ اس لئے سب ہتھیار چلانے اس کو آتے تھے وہ پرندوں
کی بے چینی اور بندروں کی اچھل کود سے درندے کی سمت کا
ٹھیک ٹھیک اندازہ کر لیتا تھا۔ مجھے اس کی اس خوبی کا پتہ اسی
سفر میں ہوا۔
ابھی تک ہماری راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی جنگل
گھنا ہوتا جا رہا تھا۔ بھانت بھانت کے جانور نظر آ رہے
تھے کچھ تو ہماری مشکل دیکھ کر ہی بھاگ جاتے تھے اور کچھ
حیرت سے دیکھتے رہتے۔
کچھ دیر کے بعد وہ علاقہ شروع ہو گیا جہاں
پر بابولال نے کہا بھائی مان اپنی تیاری کر لو اور میرے ساتھ
قدم سے قدم ملا کر چلو دونوں طرف دلدل ہے۔
مان سنگھ نے رسی اپنے سامنے رکھ لی۔ یہ جنگل کا
سب سے خطرناک علاقہ تھا اس طرف کوئی بڑا چھوٹا جانور
بھی نہیں آتا تھا۔ اس خطرناک جگہ کو پار کرنے کے بعد ہم
پہاڑی پر پہنچ سکتے تھے۔
اس جوڑے نے رہنے کی جگہ اتنے خطرناک مقام
پر بنائی تھی کہ کوئی آسانی سے ان تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔
بابولال کی خوبیاں نظر آ رہی تھیں نہایت صاف جگہ نظر آنے
کو وہ چھوڑ کر دوسری سمت ہو جاتا تھا۔ میں نے کئی دفعہ یہ
دیکھا تو اس سے پوچھا۔ ''تم صاف راستہ چھوڑ کر جھاڑیوں
میں گھس جاتے ہو اس کی کیا وجہ ہے؟''
وہ یہ سن کر ہنس پڑا اور بولا۔ ''ناہی بابو وہ صاف راستہ
نہیں ہے اوتو بڑی گہری دلدل ہے ہاتھی کا بھی پتہ نہ چلے
اتنی خطرناک ہے۔'' یہ پٹی جس کو ہم پار کر رہے تھے زیادہ
سے زیادہ آدھی فرلانگ ہو گی یہاں پر کوئی بڑا درخت بھی
نہیں تھا صرف جگہ جگہ گھاس اگی نظر آتی تھی۔ اس جگہ
کو پار کرنے میں دو گھنٹے لگے اور ہم پہاڑی کے دامن میں
پہنچ گئے۔ یہ پہاڑی دراصل ایک سرخ مٹی کا ٹیلا تھا اور اس
پر گھاس اگی ہوئی تھی گھاس کے درمیان جگہ جگہ جنگلی پھول
کھلے ہوئے تھے اور ان کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ دور دور تک
کسی جانور کا پتہ نہ تھا۔ شاید اس کی وجہ وہ دلدل تھی کہ
جانور اس طرف نہیں آتے تھے۔ یہ جگہ نہایت پرسکون تھی
اور کوئی تفریحی اسپاٹ لگتی تھی بابولال نے کہا۔ ''سر یہاں
پر کسی درندے کا ڈر تو نہیں مگر وہ سسرے دونوں ادھر
ہیں۔ یہ خیال رکھنا پڑے گا۔ ساتھ ساتھ رہنا ہے
اور چاروں طرف خیال رکھنا ہے۔ ہمارے واسطے یہ بہت
اچھا ہے کہ وہ باس مارت ہیں اگر ہوا ادھر رہی تو دور سے پتہ
چل جائے گا اور نہ رہی تو بھی دس بیس قدم لے پھیرے

پتہ چل ضرور جائے گا۔''

''اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ای تو خبر ہے کہ ان کا ٹھکانہ یہی پہاڑی ہے اب صرف کھوہ دیکھنا ہے۔''

''اس کے بعد کیا کرو گے؟'' مان سنگھ نے پوچھا۔

''ان کو اس میں قید کردینا ہے۔'' وہ بولا۔

''قید کس طرح کرو گے؟'' مان سنگھ پھر بولا۔

''بہت بڑھیا کام تو یہ ہے کہ کھوہ کے دروجے پر آگ لگادی جائے۔ اور دھواں اندر جائے۔''

''وہ اندر رہیں گے اور موقع دیکھ کر نکل جائیں گے۔'' میں نے کہا۔

''ہو تو سب کچھ سکت ہے اُپائے تو کرنا پڑے گا ایک اور طریقہ بھی ہے۔'' بابو لال بولا۔

''وہ بھی بتاؤ؟'' میں نے پوچھا۔

''کھوہ کے دروجے پر ڈھیر ساری پیاز ڈال دی جائے۔'' وہ بولا۔

''پیاز، اس سے کیا ہوگا، بابو لال بولا؟'' مان سنگھ نے پوچھا۔

''ارے واہ بھیا واہ! تم کا نہیں پتہ بھیڑیے کو پیاز کی بو بہت بری لگتی ہے وہ پیاز سے دور دور رہتا ہے یہ بڑا خراب جناور ہے لومڑی کے بچوں کو بھی کھا جاتا ہے اور تم کا پتہ لومڑی ٹھہری ایک کائیاں، بچے دینے سے پہلے کھیت سے پیاز توڑ کر لاتی ہے اور بھٹ کے سامنے ڈھیر کردیتی ہے اب بھیڑیے کا ڈر ختم ہوجاتا ہے اور وہ بچے دیتی ہے۔'' بابو لال نے کہا۔

''یہ تم کو کس طرح پتہ؟'' میں نے حیرت سے کہا۔

''ارے صاحب ہم جنگل جنگل پھرت رہے ہیں ہم نے لومڑی کے بھٹ کے سامنے پیاز دیکھی تو چونک گئے پہلے خیال آیا شاید لومڑی پیاز کھاتی ہوگی۔ مگر کھانے کے تو کوئی آثار نظر نہ آئے بھٹ میں جھانک کے دیکھا تو لومڑی کے بچے نظر آئے وہ بھٹ کے دروازے تک آگئے تھے۔ ابھی ہم ایک طرف کھڑے تھے کہ ایک بھیڑیا بھٹ کے دروازے تک آیا اس کے سامنے لومڑی کے بچے تھے دو تین بار وہ پلٹ گیا اور پھر پلٹا اور پھر چلا گیا۔ اب ہمیں سمجھ لومڑی کی چالاکی آگئی تھی۔'' بابو لال خاموش ہوگیا۔

اور مجھے سمجھ گاؤں کے بچوں کو محفوظ کرنے کا نسخہ آگیا تھا۔

انسان کہاں کہاں سیکھتا ہے تجربہ ہی سکھاتا ہے دنیا کی کسی درس گاہ میں جو نہیں پڑھایا جاتا وہ بھی انسان جانتا ہے اور اس کو سکھانے والا اس کا تجربہ ہوتا ہے۔ حالات ہوتے ہیں۔

کتنی آسانی سے ایک مجرب اور کارآمد نسخہ میرے ہاتھ آگیا اس سے میں گاؤں کے معصوم بچوں کی حفاظت آسانی سے کرسکتا تھا جو کام پولیس نفری اور گاؤں کی چوکی داری نہیں کرسکی وہ کام یہ معمولی پیاز کرے گی واہ بابو لال واہ میرے اس سفر کا حاصل ہے یہ۔ آگے جو کچھ تجربہ ملے گا وہ تو مفت ہی ہوگا...... میں دل میں یہ سب سوچ رہا تھا کہ مان سنگھ نے کہا۔

''ابھی کھوہ نہیں ملی ہے پہلے اس کا تو پتہ چلایا جائے۔''

میں نے چونک کر کہا۔ ''ہاں تم نے ٹھیک کہا پہلے ان کا ٹھکانہ تلاش کرو۔''

اور ہم تینوں آگے چل پڑے۔

ہم گھوڑوں سے اتر پڑے اور آہستہ آہستہ ٹیلے کے دامن میں آگے بڑھتے رہے۔ یہ ٹیلا گولائی میں کوئی زیادہ نہیں تھا۔ میں نے سوچا پہلے اس کے چاروں طرف چکر لگائیں گے اگر کچھ نظر آیا تو ٹھیک ورنہ پھر اس کے اوپر جائیں گے۔

ترتیب ہماری وہی تھی سب سے آگے بابو لال اس کے بعد میں اور میرے بعد مان سنگھ۔ گھوڑوں کی لگامیں ہم نے پکڑی ہوئی تھیں اور خراماں خراماں آگے بڑھ رہے تھے۔ کہ اچانک بابو لال کھڑا ہوگیا اور بولا۔

''باس آوت ہے۔ وہی سڑی ماس کی باس ہے۔''

''کدھر سے آ رہی ہے؟'' میں نے پوچھا۔
''ہوا اتر سے آ رہی ہے، باس بھی اتر سے آ رہی ہے۔'' وہ بولا۔
''مگر اس طرف تو ٹیلا نہیں ہے؟'' مان سنگھ نے کہا۔
''بات تمری ٹھیک ہے پر باس تو ادھر سے ہی آ رہی ہے میں تو یہ جانوں۔'' وہ بولا۔
''اس کا مطلب ہے وہ جنگل کی طرف ہیں یا ادھر آ رہے ہیں۔'' میں نے کہا۔
''یہی بات ہے جلدی اوٹ پکڑو۔'' وہ بولا۔
مشکل یہ تھی کہ یہاں پر کوئی بڑا درخت نہیں تھا نہ ہی قد آدم جھاڑیاں تھیں کہ ان کی آڑ پکڑ لیتے صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ گھاس میں بیٹھ جائیں اور گھوڑوں کو بھی بٹھا دیں اور یہی کرنا پڑا گھوڑے تھکے ہوئے تھے آرام سے بیٹھ گئے اور بیٹھ کر گھاس پر منہ مارنے لگے۔
ہم تینوں کی نظریں اتر کی طرف جمی رہیں۔ آدھا گھنٹہ گزر گیا کچھ نہیں ہوا کوئی نہیں آیا تو میں نے پوچھا۔'' باس آ رہی ہے اب تک؟''
بابولال بولا۔''ہاں آ تو رہی ہے۔''
دن کا وقت تھا سورج آسمان پر تھا دور دور تک صاف نظر آ رہا تھا۔
بابولال نے آہستہ سے کہا۔''وہ دیکھو کوئی شور نہ ہو۔'' میں نے گھاس سے سر اٹھا کر اتر کی طرف دیکھا دور سے کوئی آ رہا تھا ایک مرد اور ایک، عورت عورت نے لہنگا اور چولی پہن رکھی تھی اور دونوں کا رنگ کالا تھا۔ اس کے تندرست بدن پر کالے کپڑے چپکے ہوئے تھے۔ اس کی چال میں ایک لہراہٹ اور مستی تھی وہ اٹھلا اٹھلا کر چل رہی تھی۔ اس کے ساتھ جو مرد تھا وہ صرف لنگوٹی لگائے ہوئے تھا اس کے چہرے پر بالوں کا گھنا جنگل تھا۔ قد لمبا تھا اور ہاتھ پیر بھی مضبوط نظر آتے تھے۔ مگر بالوں کی وجہ سے اس کا چہرہ اتنی دور سے صاف نظر نہیں آتا تھا۔ وہ چلتے چلتے عورت کے ساتھ شرارت بھی کرتا تھا۔ دونوں ہی مستی کے عالم میں تھے ان کو ابھی تک احساس نہیں ہوا تھا کہ ان کو کوئی دیکھ رہا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ ہوا کا رخ ہماری طرف تھا اور ہماری خوشبو ان تک نہیں جا رہی تھی۔ ان کی بو ہماری طرف آ رہی تھی بابولال کی یہ خوبی لاجواب تھی اس نے بالکل ٹھیک سمت بتائی تھی۔ وہ دونوں ہماری طرف آنے کی بجائے بائیں طرف مڑ گئے اب وہ اپنے ٹھکانہ کی طرف جا رہے تھے۔ بابولال نے بہت آہستہ سے کہا۔
''صرف میں بلی کی چال سے ان کا پیچھا کروں گا سب کا جانا ٹھیک نہ ہی ہوگا۔ ان کو پتہ چل جائے گا۔''
میں نے زبان سے کچھ نہیں کہا اشارے سے اس کو اجازت دے دی اور وہ فاصلہ رکھ کر چل دیا۔ آدھے گھنٹے کے بعد وہ واپس آ گیا اور بولا۔
''دیکھ آئے بہت بڑھیا بھٹ ٹیلے کے پار موجود ہے۔ بھٹ کے دروجے پر پیلو کی جھاڑیاں اگی ہیں یہی پہچان ہے۔ اب کا ارادہ ہے؟''
''واپس چلیں گے ان کو یہاں پر سکون سے رہنے دو یہاں سے بھگانا نہیں ہے۔ اگر بھاگ گئے تو پھر ڈھونڈنا پڑے گا تیاری کر کے آئیں گے۔ اس وقت زیادہ سے زیادہ ہم ان کو گھائل کر سکیں گے یہ ہم سے مریں گے تو نہیں۔'' اور ہم واپس چل پڑے۔ میں نے ان کے ٹھکانے کی رپورٹ بنائی اور SP صاحب کو روانہ کر دی۔
رپورٹ پڑھ کر SP صاحب نے مجھے بلایا اور کہا۔
''تم نے ان پر حملہ نہیں کیا کیا وجہ تھی؟''
''سر ہم حملہ تو کر سکتے تھے مگران کے پاس چولا بدلنے کی جو شکتی ہے وہ اس کے ذریعہ بھاگ جاتے ہم زیادہ سے زیادہ ان کو زخمی کر لیتے، مگران کی موت ان گولیوں سے نہیں ہوگی۔ اس سفر میں ایک چیز ہاتھ آئی ہے اس کے ذریعہ ہم گاؤں والوں کو محفوظ کر سکتے ہیں۔''
''اچھا وہ کیا چیز ہے؟'' SP صاحب نے چونک کر کہا۔
''پیاز! پیاز کی بو بھیڑیا سخت ناپسند کرتا ہے اس کے قریب نہیں آتا۔''
''تعجب ہے تم نے یہ نسخہ کس سے پتہ کیا؟'' وہ

بولے۔

"سر آدمی کوشش کرتا رہے تو کچھ نہ کچھ آسانیاں قدرت بھی اس کو پیدا کر دیتی ہے۔" میں نے کہا۔

وہ بولے۔ "یہ بات ٹھیک ہے۔" اب تم ان پر حملے کی تیاری کرو گے۔" وہ بولے۔

"نہیں سر ابھی نہیں پہلے ان کو مارنے کا بھی نسخہ دریافت کروں گا۔ اوچھا ہاتھ ڈالنا بیکار ہوگا۔ وہ وہاں سے کہیں اور روپوش ہو جائیں گے اس لئے اطمینان سے ان کو وہیں پر رہنے دیا جائے گاؤں والوں کو بتا دیا جائے گا کہ وہ پیاز اپنے گھروں کے پاس ڈالی رکھیں اور خاص طور سے رات میں تو ضرور ڈالیں۔" میں نے بات ختم کی۔

"تم کو یقین ہے کہ پیاز کام کرے گی۔" وہ بولے۔

میں نے ان کو 'لومڑی اپنے بچوں کو کس طرح بچاتی ہے۔' والی بات بتائی تو وہ بولے۔ "جانور ہم سے زیادہ ہوشیار نکلا حیرت ہے۔"

"سر جنگل کی زندگی آسان نہیں ہوتی، ہر جانور اپنی فطرتی خوبی سے جنگل میں رہتا ہے۔ کسی میں طاقت ہے کسی میں پھرتی اور کوئی صرف چالاکی سے زندہ رہتا ہے۔ قدرت نے سب کو کچھ نہ کچھ دیا ضرور ہے۔" میں نے کہا۔

میں نے ہر گاؤں میں کہلوا دیا کہ وہ پیاز کے اسٹاک اپنے پاس رکھیں اس سے یہ فائدہ ہوا کہ واقعی درندوں نے کسی گاؤں پر حملہ نہیں کیا۔ ایک مہینہ گزر گیا میں پنڈت شیو شنکر کی تلاش میں جگہ جگہ پھرتا رہا مگر اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔ میں اس طرف سے مایوس ہو گیا تھا کہ دینا لال ایک دن میرے پاس آ گیا اور بولا۔

"سر اس لئے حاضر ہوا تھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو واپس دلی چلا جاؤں!"

"کیوں جانا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں پر کوئی روزگار نہیں ہے وہاں تو میرا کام بہت ہے پیٹ بھر مزدوری کر لیتا ہوں۔" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے چلے جاؤ تم نے مخلوق خدا کو اور ہم کو ایک مصیبت میں ڈال دیا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں نے! کس طرح سر میں سمجھا نہیں۔" دینا لال نے پوچھا۔

"تم نے اپنی جورو پر اتنی سختی کی کہ وہ راکھشس بن گئی۔" میں نے کہا۔

"دنیا کا کوئی غیرت مند مرد یہ نہیں چاہے گا کہ اس کی جورو بے لگام پھرتی رہے۔ میں نے اگر سختی کی تھی تو اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ وہ گھر میں رہے مگر اس کو تو آزادی چاہئے تھی وہ جب چاہتی گھر سے نکل جاتی اور جب چاہتی آتی تھی۔ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا تھا۔ یہ سختی بھی کتنے دن رہی وہ پھر مجھ پر ہی حاوی ہو گئی اور مجھے ہی بھاگنا پڑا اس کے سوا میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔" دینا لال نے جواب دیا۔

"تم دلی میں اسی جگہ رہنا اور اگر پتہ بدلو تو مجھے آگاہ ضرور کرنا۔" میں نے کہا۔

اماوس کی کالی راتوں میں شیطانی طاقتوں کا زور ہوتا ہے۔ مگر میرا ٹکراؤ جس سے تھا وہ پر اسرار شیطانی طاقت ہر رات ٹکرانے کی صلاحیت رکھتی تھی اور وارداتیں کرتی تھی۔ اس کا وجود انسانی نسل کے لئے بہت خطرناک تھا میں اس کے مقابلے میں کمزور پڑ رہا تھا اس کے باوجود کہ میرے ساتھ پولیس فورس تھی اور مجھے فری ہینڈ ملا ہوا تھا۔

میری بدنصیبی یہ تھی کہ مجرم میرے سامنے تھا میں اس پر کاری ضرب نہیں لگا سکتا تھا۔ اس کی پر اسرار طاقت اس کو بچا جاتی تھی۔

میں نے سوچا اور کولہنگا کو بلایا کچھ مقامات ایسے آتے ہیں کہ انسان ان چیزوں پر بھروسہ کرتا ہے جن کو وہ خود نہیں مانتا میری پوزیشن بھی کچھ ایسی ہے۔ "تم اس کیس میں میرے ساتھ ہو یہ بتاؤ قانونی طریقوں کے علاوہ بھی کوئی طریقہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم اس مصیبت سے نجات حاصل کر لیں۔" میں نے پوچھا۔

"ہمارے قبیلے میں میرے سامنے ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ مگر بزرگ بتاتے تھے کہ دوسرے قریبی قبیلوں میں

ایسے یا اس سے ملتے جلتے واقعات ہو چکے ہیں۔" کولہنگا نے کہا۔

"پھر اس کا حل بھی ہوگا!" میں نے کہا۔

"گرو ہر مرض کی دوا ہوتا ہے وہ ہر مشکل کا توڑ پیدا کرتا ہے اور اگر نہیں کر پاتا تو خود ختم ہو جاتا ہے۔

"مگر سردار پھر بھی ہوتا ہے اور گرو سردار کے کہنے پر چلتا ہے۔" کولہنگا نے کہا۔

"تم یہ بتاؤ کوئی گرو ایسا ہے جو ہمارے کام آسکے۔" میں نے پوچھا۔

"ضرور ہوگا مگر وہ یہاں کے حالات میں کیا کرے گا۔ ہر گرو مقامی حالات اور ماحول میں اپنی قوت استعمال کرتا ہے جنگل سے آ کر یہاں پر اس کی کچھ نہیں چلے گی۔"

"تو اس کا مطلب ہوا کہ گرو بھی مقامی ہی ہونا چاہئے۔" میں نے کہا۔

"سر آپ فکر نہ کریں وارداتیں تو بند ہیں۔ وہ جوڑا کسی آبادی کی طرف نہیں آ رہا۔ گاؤں والوں نے پیاز کا بندوبست کر لیا ہے۔ ان دونوں کو جنگل میں پابند رہنے دیں ہو سکتا ہے جس طرح ایک راستہ ملا ہے دوسرا بھی مل جائے۔ اگر ہم وارداتوں کو روک سکیں تو یہ بھی ہماری کامیابی ہے۔" کولہنگا نے کہا۔

"ان حالات میں تم نے جو کہا ہے وہ ضرور کامیابی ہے۔ مگر میں آگے کی سوچتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"سوچنا بھی چاہئے مگر جلد بازی کبھی کبھی جیتی ہوئی بازی ہرا دیتی ہے۔" کولہنگا نے جواب دیا۔

میری سوچ کی لہریں اور نہ جانے کہاں کہاں پرواز کرتیں کہ مان سنگھ کمرے میں داخل ہوا۔ سیلوٹ کرنے کے بعد بولا۔

"سر بابولال خبر لایا ہے کہ رات سے اس کو وہی باس آ رہی ہے۔"

"کس طرف سے آ رہی ہے؟"

"سر میں اس کو بلاتا ہوں۔ آپ خود پتہ کر لیں۔"

"چلو اس کو بلاؤ۔" میں نے کہا۔

چند منٹ کے بعد بابولال کمرے میں داخل ہوا تو میں نے پوچھا۔ ہاں بابولال کیا خبر ہے؟

"ہمرا خیال ہے سر چندن پور پر مہربانی ہون لاگی ہے۔"

"کیسی مہربانی؟"

"رات سے ہم برابر دیکھ رہے ہیں کہ باس آ رہی ہے۔"

"ارے بابولال یہاں پر تو ہر طرف آبادی ہے چوکی کے چاروں طرف گھر ہیں باس کدھر سے آ رہی ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ای باس تو وہی ہے مگر ای میں دوسری خوشبو بھی مل گئی ہے۔ جس کے کارن ہم چکر ما پڑے ہیں۔" وہ سوچتے ہوئے بولا۔

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"لاگت یہ ہے کہ بڑی باس کو چھپاؤن واسطے دوسری خوشبو بھی لگائی ہے۔" وہ بولا۔

"اور تم دونوں خوشبو سونگھ رہے ہو۔" میں نے کہا۔

"ہاں سرکار! ہمرا نام بابولال ہے ساری زندگی ای کام ما گزاری ہے سرکار۔" وہ بولا۔

"میں تمہارے تجربے اور قابلیت کو مانتا ہوں، کرو تلاش کہ یہ بو کہاں سے آ رہی ہے؟"

مان سنگھ بابولال کے ساتھ تم اور کچھ اور سادہ کپڑے والوں کو لگاؤ اور وہ سب بابولال کے ماتحت کام کریں گے۔ کوئی واردات چندن پور میں نہیں ہونی چاہئے۔ تیاری کرو ہر طرف آدمی پھیلاؤ۔" اور چندن پور میں ایمرجنسی نافذ ہوگئی۔ یہ صرف بابولال کی اطلاع پر ہوا مجھے یقین تھا کہ بابولال جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوگا۔ اس کا تجربہ اور قابلیت کو میں آزما چکا تھا چندن پور کو شہر تو نہیں کہہ سکتے مگر شہری سہولتیں سب یہاں پر ہیں۔ آبادی بھی ایک لاکھ کے قریب ہے یہاں پر زیادہ تر لوگ زمینوں پر کام کرتے ہیں چاروں طرف زرخیز زمینیں ہیں اور ہریالی ہی ہریالی نظر آتی

ہے بڑے بڑے آموں کے باغات ہیں لوگ اپنی روزی پیدا کر لیتے ہیں۔

ہر علاقے اور بازاروں میں پولیس کے آدمی سادہ لباس میں گھوم رہے تھے۔اور ہر نئے آدمی پر نظر رکھی جا رہی تھی کہ اچانک بابولال نے بتایا۔"سرکار اب باس نا ہی آ رہی۔" یہاں پر ریلوے نہیں ہے سفر کا ذریعہ لاری ہے دو اڈے یہاں پر لاری کے ہیں دونوں پر سخت پہرے داری تھی مگر مجرم ہمارے کان کے پاس بیٹھا رہا اور بھاگ گیا۔اگر میں یا SP صاحب مجرم کو نہ جانتے تو ضرور اپنے ماتحتوں کو نااہل قرار دیتے مگر ہم چونکہ سب حالات سے واقف تھے اس لئے خاموش رہے۔مجھے یقین تھا کہ مجرم ضرور آیا تھا وہ اکیلا تھا یا دونوں تھے یہ نہیں کہہ سکتے مگر بابولال جھوٹ نہیں بولے گا۔

دو دن نہیں گزرے تھے کہ روپی گاؤں کے قریب ہی ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اس کا نام سابو ہے وہاں پر شام کے وقت پنگھٹ پر دو بھیڑیوں نے حملہ کر دیا، ایک عورت گھبراہٹ میں کنویں میں گر گئی اور ایک عورت بہت بری طرح زخمی ہو گئی۔بھیڑیے عورت کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔وہ عورت اتنی زیادہ زخمی تھی کہ میرے پہنچنے سے پہلے ہی مر گئی۔میں نے لاش کو دیکھا۔بھیڑیوں نے اس کا گلہ بہت بری طرح چبایا ہوا تھا اور پیٹ بھی پھاڑ دیا تھا مگر اندرونی اعضاء موجود تھے شاید ان کو اتنا وقت نہیں ملا تھا کہ وہ کھا سکتے۔طریقہ واردات وہی تھا۔

بھیڑیے اب اتنے دلیر ہو چکے تھے کہ پنگھٹ پر کئی عورتوں کی موجودگی میں حملہ کر دیا۔ناگ منی گاؤں کے حملے کے بعد یہ واردات ہوئی۔وہاں پر بھی بھیڑیے ناکام ہوئے تھے اور یہاں پر بھی،اس حد تک تو ناکام تھے کہ عورت کے اعضاء نہیں کھا سکے تھے۔بابولال نے عورت کو سونگھ کر بتایا۔"اسی کام اس ہی سڑھی باس کا ہے۔" بھیڑیے سخت بے چین ہیں وہ ضرور دوسرا حملہ کریں گے یہ میرا اندازہ تھا۔

"ان کا نشہ پورا نہیں ہوا وہ ضرور دوسرا وار کریں گے۔" مان سنگھ نے اپنا خیال ظاہر کیا پیاز نے بہت کام کیا تھا۔رات میں گاؤں پر حملے کا خطرہ بہت کم ہو گیا تھا۔

رام مورتی کا چند پور آنا سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔جبکہ اس کو یہ احساس تھا کہ اس کے بدن سے ناگوار بدبو نکلتی ہے۔مان سنگھ کا خیال تھا کہ وہ کسی اپنے پرانے آشنا کی تلاش میں آئی تھی یا کسی پرانے دشمن کی تلاش میں آئی تھی۔پرانے آشناؤں میں ہریا اور کئی تھے دشمنوں میں دینا لال کو وہ اپنا دشمن سمجھتی ہے۔کیسر تو اس کا خدمت گار تھا اس کو کیوں تلاش کرے گی۔سب کی اپنی اپنی رائے تھی SP صاحب کا خیال تھا وہ میری تلاش میں آئی تھی۔کیونکہ اس وقت میں ہی اس کا سب سے بڑا دشمن اور اس کی راہ کا روڑا تھا۔

جولائی کے مہینہ میں باغات میں سے آم اتار کر بیل گاڑیوں میں بھرتے ہیں یہ کام زیادہ تر عورتیں اور ان کے ساتھ بچے کرتے ہیں۔کیلاش پوری گاؤں میں بہت بڑے بڑے آم کے باغات ہیں جولائی میں پورے آم تیار ہو جاتے ہیں اور ان کو منڈی پہنچانا ضروری ہوتا ہے۔قریب ترین منڈی تنک پوری ہے یہ بیل گاڑیاں رات کو ایک ساتھ روانہ ہوتی ہیں ساری رات کے سفر کے بعد صبح سات آٹھ بجے تنک پور پہنچ جاتی ہیں۔یہ بیل گاڑیاں چار پانچ ہوتی ہیں اور ایک ساتھ لائن سے سفر کرتی ہیں۔اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ آگے والا کوچوان جاگتا ہے اور باقی کے سب بیلوں کو ایک دوسرے سے جوڑ کر سو جاتے ہیں۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ راستے بھر یہ گیت گاتے سفر کرتے ہیں سب کے پاس کان سے اونچے لٹھ ہوتے ہیں اور یہ بڑے دلیر جوان ہوتے ہیں کیوں کہ یہ رات کا سفر ہوتا ہے اور جنگل ان کی گزرگاہ ہوتی ہے کیلاش پوری گاؤں جنگل کے اندر تو نہ تھا مگر زیادہ دور بھی نہ تھا۔

رات کو پانچ بیل گاڑیاں آم لے کر روانہ ہوئیں جنگل سے دور ہوتے ہی چار گاڑیوں والے ٹیک لگا کر سو گئے بیل اپنی رفتار سے چلے جا رہے تھے۔آگے گاڑی والا جاگ رہا تھا اور بلند آواز سے کوئی گیت بھی گا رہا تھا۔

اس کی آواز دور دور تک جارہی تھی کہ اچانک اس کی آواز بند ہوگئی۔

رات کے سناٹے میں ایک بھیانک چیخ کی آواز ابھری یہ آواز اسی گیت گانے والے کی تھی اس کے ساتھ ہی چاروں کوچوان آگے گاڑی کی طرف دوڑ پڑے۔

انہوں نے دیکھا کہ دو بہت جیثم بھیڑیئے گاڑی والے کو گھسیٹ کر لے جارہے ہیں وہ اپنے بچاؤ میں ہاتھ پیر مار رہا ہے۔ایک نے آگے بڑھ کر بھرپور وار بھیڑیئے کی کمر پر کیا یہ ایک کڑیل جوان کا وار تھا مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بھیڑیا اپنی جگہ ڈٹا رہا۔دوسرے نے بھیڑیئے کے سر کا نشانہ لیا اور لٹھ دے مارا یہ بھی بہت اچھا وار تھا اس سے صرف یہ ہوا کہ وہ بھیڑیا اپنی جگہ چھوڑ کر آگے چلا گیا مگر اس کی جگہ دوسرا آ گیا۔مگر چاروں جوان بہت بری طرح بھیڑیوں پر پل پڑے اور تابڑ توڑ حملے کرتے رہے۔

ان حملوں سے بھیڑیئے کب تک بچاؤ کرتے انہوں نے پہلے گاڑی والے کو چھوڑ دیا۔وہ زخمی تو تھا مگر اتنا زیادہ نہیں تھا مگر بھیڑیئے جانے پر تیار نہیں تھے۔اس کے اطراف میں چکر لگا رہے تھے یہ بات چاروں کیلئے حیران کن تھی کہ یہ کیسے بھیڑیئے ہیں کہ بھاگ نہیں رہے۔

چاروں نے ایک ساتھ لٹھ زمین پر مارتے ہوئے حملہ کردیا اور بھیڑیئے جنگل میں بھاگ گئے یہ ساری تفصیل مجھے تنک پور میں گاڑی والوں نے بتائی۔جو گاڑی والا زخمی تھا اس کو تنک پور منڈی کے اسپتال میں داخل کرادیا۔

اب یہ بات طے تھی کہ بھیڑیئے سخت بے چین ہیں ان کا نشہ پورا نہیں ہورہا۔کسی بھی بھیڑیئے کی دیدہ دلیری کی یہ انتہا ہے کہ وہ چار آدمیوں سے مقابلہ کرے۔

میں نے فوراً ایک پروگرام ترتیب دیا گاڑی بانوں کی جگہ پولیس کے جوان گاڑیوں پر بٹھائے اور آموں کے ساتھ ڈھیر میں بھی ایک ایک جوان بٹھادیا۔ایک بہت بڑا جال بھی تیار رکھا۔اب میرا پروگرام ان کو زندہ پکڑنے کا تھا حالانکہ میں جانتا تھا کہ میں ان کو روک نہیں سکوں گا مگر میں کیا کرتا ان حالات میں ان کو پکڑنا ضروری تھا آگے روک سکوں گا کہ نہیں یہ آنے والا وقت ہی بتلائے گا مجھے وہی کرنا تھا جو قانون کہتا تھا اوپر والوں کو مجرم چاہیے تھے اور میری ڈیوٹی ان کو پکڑنے کی تھی۔ میں نے اس طرح پروگرام ترتیب دیا تھا کہ وہ خود جال میں آجائیں جس گاڑی میں ان کا چارہ تھا اسی گاڑی کو جال میں رکھا تھا۔

باقی تین گاڑیوں میں آدمی تھے مگر بظاہر صرف آگے والی گاڑی پر ہی ایک آدمی تھا۔

شام ہوتے ہی گاڑیاں روانہ ہوگئیں۔آگے والا گاڑی بان زور کی آواز کے ساتھ گانے لگا۔بیلوں کے گلے میں پڑی گھنٹیاں بھی بجنے لگیں گاؤں سے باہر آتے ہی رات کے سناٹے میں یہ آوازیں دور تک پھیل گئیں ایک گاڑی میں آموں کے ڈھیر کے نیچے میں اور میرے ساتھ بابولال تھے۔دوسری پر مان سنگھ اور دوسرے کئی لوگ تھے سڑک پر اندھیرا پھیلا ہوا تھا دور دور تک آبادی نہیں تھی سڑک کے دونوں طرف کھیت تھے مگر کسی آدم زاد کا پتہ نہیں تھا۔اچانک بابولال نے کہا۔"باس آوت ہے ہوشیاری کی ضرورت ہے۔"

میں نے پوچھا۔"کس طرف سے آرہی ہے؟"

"ہوا اتر کی چلت ہے باس اتر سے آرہی ہے۔"

چند ہی منٹ گزرے تھے کہ بابولال نے میرے کان میں کہا۔"وہ دیکھو سامنے۔"

میں نے اسی سمت دیکھا،سامنے ہی اندھیرے میں دو بھیڑیئے کھڑے تھے دونوں کی آنکھیں ٹارچ کی طرح چمک رہی تھیں اور وہ گاڑی قریب آنے کا انتظار کررہے تھے یا شاید موقع محل کا جائزہ لے رہے تھے۔

گاڑی بان بے فکری سے گانے گاتا چلا جارہا تھا گاڑی جب بھیڑیوں کے پاس پہنچی تو ایک بھیڑیا چھلانگ لگا کر گاڑی پر چڑھا مگر گاڑی بان ہوشیار تھا۔اس نے گاڑی سے نیچے چھلانگ لگادی۔بھیڑیا بھی نیچے کود گیا۔اس دوران دوسرا بھیڑیا بھی پہلے کے پاس آ گیا مگر ایک زوردار دھماکہ ہوا اور روشنی پھیل گئی۔یہ کام مان سنگھ نے کیا تھا۔

روشنی میں دونوں بھیڑیئے پریشان ہو گئے ان کے چاروں طرف آدمی تھے اور وہ ان کا گھیرا توڑ کر بھاگنے کی کوشش کرنے لگے اس دوران جال کے قریب ان کو لایا گیا اور جال ڈال دیا گیا۔ پھر پتہ نہیں کیا ہوا کہ جال کے اندر صرف ایک بھیڑیا رہ گیا اور ایک نہ معلوم کس طرح غائب ہو گیا یہ سب کچھ سب کے سامنے ہوا۔ کسی کو پتہ نہیں چلا کہ ایک کہاں گیا۔ بڑی مشکل سے جال لپیٹ کر ایک کو قابو کیا گیا اور ہم چندن پور لوٹ آئے۔

اس ایک بھیڑیئے کو پہلے سے بنائے گئے پنجرے میں قید کر دیا۔ میں نے پورے آپریشن کی تحریری رپورٹ بنائی اور SP صاحب کے پاس خود گیا ان کو بتایا کہ پکڑے تو دونوں تھے مگر ایک غائب ہو گیا ہے۔

SP صاحب اور دوسرے افسران نے آ کر خود دیکھا اور حیرت کا اظہار کیا کہ ایسا بھیڑیا ان لوگوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ ساری کارروائی راتوں رات ہوئی مگر دن کی روشنی سب کے لئے ناکامی اور مایوسی لے کر آئی۔ دن نکلتے ہی پنجرہ خالی تھا دروازہ اسی طرح بند تھا تالا بھی لگا ہوا تھا SP صاحب بھی آ گئے سب نے حیرت کا اظہار کیا ہم اپنے قیدی کو چوبیس گھنٹے بھی اپنی قید میں نہیں رکھ سکے۔ ہمیں یہ تک پتہ نہیں چل سکا کہ ہم نے نر بھیڑیئے کو پکڑا تھا یا مادہ کو پکڑا تھا۔ وہ صرف چند گھنٹے ہی ہمارا مہمان رہا اور فرار ہو گیا۔ ہماری ناکامی نے ہم کو شرمندہ کر دیا۔ کسی کے پاس کچھ کہنے کو نہیں تھا میں افسران بالا کے سامنے خاموش تھا۔ کسی کے پاس کوئی جواب نہیں تھا ان حالات میں کئی دفعہ میرے دل میں آیا کہ میں کہاں سر مار رہا ہوں لڑائی ان سے ہوتی ہے جو سامنے ہوں اس سے کون جیت سکتا ہے جو غائب ہو کر موجود رہتا ہے۔

جو باریک سے باریک سوراخ سے بھاگ جاتا ہے
جس پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کرتا۔

"کتنے کامیاب آپریشن سے ہم نے ان دونوں کو پکڑا تھا مگر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ ہماری ساری محنت اور ساری ہوشیاری دھری کی دھری رہ گئی۔ مجھے سمجھ یہ بات آ گئی تھی کہ ہم اپنے طریقوں پر ان دونوں کو زیر نہیں کر سکتے۔ وہ ہر دفعہ ہمارا منہ چڑا کر بھاگ جائیں گے۔ ان کا مقابلہ کرنا ہے تو کوئی ان جیسا ہی وار کرنا پڑے گا مارروائی طاقت کے سامنے ویسا ہی حریف کھڑا کرنا ہو گا۔"

☆......☆......☆

اچانک ایک مخصوص اشارہ پا کر رولوکا نے کہا۔

"جمال صاحب میں کچھ گرمی محسوس کر رہا ہوں، لہٰذا چھت پر جا رہا ہوں آپ کسی بات کی فکر نہ کریں اور اگر کوئی بات آپ کے مزاج کے خلاف ہو جائے تو بالکل بھی فکر نہ کرنا، اور نہ ہی ذرا بھی گھبرانا، آپ کے حالات کی ساری ذمہ داری اب میری ہے اور یہ میرا آپ سے وعدہ ہے کہ میں ہر صورت میں آپ کو اس عذاب سے چھٹکارا دلا دوں گا۔ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔"

رولوکا کمرے سے باہر نکلا چھت پر جانے کے لئے مگر کمرے سے باہر نکلتے ہی اپنے مخصوص طریقے سے روپوش ہو گیا کیونکہ رولوکا کو اس کے ایک خاص کارندے نے ایک اہم اشارہ دیا تھا۔

رولوکا کے کمرے سے باہر نکلتے ہی اچانک ایک دھماکہ سا ہوا پھر دیکھتے ہی دیکھتے روشنی کا ایک گولا پھٹا اور جمال خان کے گھر سمیت ارد گرد کا سارا علاقہ روشنی میں نہا گیا اس کے بعد فوراً ہی پورا علاقہ اندھیرے میں ڈوب گیا لیکن پھر نجانے کس طرح جس کمرے میں جمال خان بیٹھا تھا اس کمرے میں ایک کونے سے دودھیا روشنی پھوٹ پڑی اور اس روشنی سے کمرہ منور ہو گیا۔ اچانک دل دہلا دینے والی ایک کریہہ چیخ سنائی دی جسے سن کر جمال خان پر سکتہ طاری ہو گیا اور وہ جمال خان کا دل خوف کی زیادتی سے اپنی رفتار سے گنا تیز دھڑکنے لگا ابھی جمال خان سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ جیسے کمرے میں زلزلہ سا آ گیا کمرے کی ہر چیز اتھل پتھل ہونے لگی اور ساتھ ہی خوفناک وبھیانک آواز گونجی۔ "مورکھ! تو کیا سمجھتا ہے کہ میں تجھ سے دور ہو گیا ہوں، کیا میں تجھے بھول گیا ہوں، اور میں تجھے کیسے بھول سکتا ہوں کیونکہ تو نے میرے ٹھوس شریر

کونشٹ کر دیا اور ساتھ ہی رام مورتی کے وجود کو بھی ختم کر دیا۔ میں تجھے کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ تجھے تڑپا تڑپا کر جیوت رکھوں گا تا کہ تو کربناک زندگی کا مزہ چکھے، کیا تو سمجھتا ہے کہ میں تیری حرکت سے بے خبر ہوں، نہیں تیری ہر حرکت اور سوچ پر میری نظر ہے تو میری بربادی کے لئے اپنے ہمدرد کو بلا لایا ہے۔"

"ارے مورکھ! یہ تیرے کسی کام نہیں آئے گا۔ یہ تیرا مددگار نہیں بلکہ اس کی وجہ سے میرا انتقام اور بھڑک کر تیز ہو گیا ہے، میرے سامنے اس کا وجود ایک چوہے سے بڑھ کر نہیں اگر یہ تیرا ہمدرد ہے تو دم دبا کر بھاگتا کیوں ہے، ارے بھاگنے والے تو بزدل ہوتے ہیں اگر صرف میرے ساتھ کچھ ہوتا تو شاید میں تیرے بچوں پر رحم کھاتے ہوئے درگزر کر دیتا لیکن تو نے جو رام مورتی کے ساتھ کیا، وہ میں کبھی نہیں بھول سکتا، میں شکتی والا ہوں۔ میری شکتی کا تجھے اندازہ نہیں، جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ میں مر کر بھی امر ہوں۔ میں ہمیشہ رہوں گا اور آنے والی تیری نسل سے اسی طرح انتقام لیتا رہوں گا اگر تو مر گیا تو اس کے بعد بھی تیری آتما میرے وش میں ہو گی اور تیری آتما بھی میرے انتقام سے پل پل تڑپتی رہے گی۔ بہت جلد تیرے ہمدرد کا حشر نشر ہونے والا ہے۔ پہلے میں تیرے سامنے تیرے ہمدرد کا کچومر نکالوں گا اور تو دیکھتا رہ جائے گا۔"

پھر اچانک سنائی دینے والی آواز جیسے گھٹ کر رہ گئی، ایسا لگا کہ اس کی آواز گھبراہٹ اور پریشانی کے باعث اپنی باتیں چھوڑ کر بھاگ نکلی ہو اور ہوا بھی یہی تھا کہ رولوکا روپوشی کی حالت میں اپنے ایک کارندے کو اشارہ کیا تو وہ کارندہ اس آتما کی طرف بڑھا کہ اچانک اس آواز کی جگہ ایک روشن جھماکا ہوا، اور پھر وہ روشنی کا گولا ایک طرف آسمان کی وسعتوں کی طرف بڑھتا ہوا ختم ہو گیا۔ یہ دیکھ کر رولوکا روپوشی سے باہر آ گیا اور مسکرا کر بولا۔" کم بخت بزدل بھاگ گیا، یہ وقت بتائے گا کہ چوہا کون ہے؟"

پھر رولوکا اچانک جمال خان کے کمرے میں آ گیا تو دیکھا کہ جمال خان کی سانس اتھل پتھل تھی اور آنکھوں سے خوف کا اندازہ صاف واضح ہو رہا تھا۔ بہر حال رولوکا بولا۔" جمال صاحب گھبرائیں نہیں، یہ اس کی گیدڑ بھبکی ہے، بزدل بھاگ گیا۔

جمال صاحب آپ آرام کریں آپ سے پھر ملاقات ہو گی اور آپ کی روداد سنوں گا۔" یہ سن کر جمال خان واپس اپنے کمرے میں آ گئے اور پھر رولوکا اس مہمان خانہ میں رات گزارنے کے لئے ٹھہر گیا دوسری صبح ناشتہ سے فارغ ہو کر جمال خان سے رولوکا بولا۔" جمال صاحب اب آپ آگے کی سنائیں۔

اور جمال خان نے آگے کی روداد سنانا شروع کی۔

"میں نے اپنی ناکام کارروائی کے بارے میں بتایا۔ ایک نیا نیا آفیسر ولایت سے آیا تھا۔ وہ زور سے ہنس پڑا اور بولا۔" تم ہندوستانی لوگ ہر بات کو جادو منتر سے جوڑ دیتے ہو اپنی ناکامی کو تسلیم نہیں کرتے حیلے بہانے تلاش کرتے ہو کام کرو برٹش سرکار کام مانگتی ہے۔"

میں نے جواب دیا۔" سر یہ جو میں نے رپورٹ دی ہے یہ کوئی کہانی نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے اس کے گواہ موجود ہیں سارا ڈپارٹمنٹ جانتا ہے۔"

"تم لوگ میں کوئی ہے جس نے بھیڑیوں کو بھگا دیا۔ اس کو پکڑو، مگر تم نے ایک ڈراونی کہانی گھڑ کر سنا دی اور اپنی جان چھڑا لی۔"

"سر میرے اسٹاف میں کوئی ایسا نہیں ہے آپ یقین کریں۔" میں نے کہا

مگر مسٹر ہڈسن جو تازہ تازہ انڈیا آیا تھا اس نے مان کر نہیں دیا۔ میں جب واپس آیا اس وقت بڑا بددل تھا دن رات کی بھاگ دوڑ سے تھک بھی گیا تھا۔ میرے تاثرات اور چہرے پر لکھی تحریر SP صاحب نے پڑھ لی تھی۔ ہڈسن کے ریمارک SP صاحب نے بھی سنے تھے وہ خود تمام کارروائی کے چشم دید گواہ تھے ظاہر ہے ان کو بھی ہڈسن کے ریمارک اچھے نہیں لگے۔ میں نے ایک ماہ کی چھٹی کی درخواست لکھی اور SP صاحب کو روانہ کر دی۔ ایس پی

صاحب نے پوچھا۔
"ضروری کام ہے تو جاؤ منع نہیں کرتا۔"
"سر بات یہ ہے کہ بہت دن ہوئے میں اپنے گھر نہیں گیا، والد سے نہیں ملا۔ میرا گھر زیادہ دور نہیں ہے، بریلی کے پاس ایک گاؤں کلاوتی ہے اگر ضرورت پڑے تو ضرور یاد کرلیں حاضر ہوجاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔
وہ بولے۔ "میں جانتا ہوں کیوں چھٹی لے رہے ہو مگر میں تم کو روکوں گا نہیں، چھٹی لینا تمہارا حق ہے چارج ہڈسن صاحب خود لیں گے۔ وہ خود اس آپریشن کو ڈیل کریں گے تم نے اچھے وقت پر رخصت لی ہے اگر نہ لیتے تب بھی ہڈسن صاحب کے چارج میں کام کرنا پڑتا۔ وہ اس مشن کے لئے ہی آئے ہیں تم جو رپورٹیں مجھے دیتے رہے ہو وہ صرف میری حد تک نہیں رہیں اوپر بھی گئی ہیں اور ہڈسن صاحب ان معاملات میں بڑے ماہر مانے جاتے ہیں اس لئے ان کو انچارج بنایا گیا ہے کل تم ان کو چارج دے دو اسٹاف سے ملوادو اور آرام کرو۔"
دوسرے ہی روز میں نے ہڈسن صاحب کو چارج دے دیا اور میں بریلی سے ہوتا ہوا گاؤں کلاوتی والا کے پاس آ گیا۔ والد صاحب بہت کمزور ہو گئے تھے مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بولے۔ "میں تجھے روز یاد کرتا تھا۔ اچھا ہوا کہ تو آ گیا میں کام کاج کے لائق نہیں رہا۔ اپنی زمین کی خود دیکھ بھال کر اور تیرے لئے لڑکی دیکھ لی ہے فوراً شادی کر لے میں تیرے بچوں کو کھلانا چاہتا ہوں۔"
میں ہنس پڑا۔ "آپ ہمیشہ ایسی ہی بات کرتے ہیں خط میں بھی یہی لکھتے تھے اور اب بھی وہی کہانی ذرا گھر میں آرام تو کرنے دیں۔" میں نے کہا۔
"خوب آرام کر موج کر مگر اب تو شادی میں دیر نہیں کرے گا میری زندگی کا اب بھروسہ نہیں ہے۔ اگر تو نے میری خواہش پوری نہ کی تو میں تجھے معاف نہیں کروں گا" اور والد صاحب کا یہ آخری جملہ مجھے مار گیا اور ایک ہفتہ کے بعد ہی نہایت سادہ انداز میں میرا نکاح ہو گیا۔
پیلی بھیت بریلی سے بیس میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے بسیل پور، کہنے کو یہ ایک گاؤں ہے مگر اس کی آبادی بہت ہے اور کسی بھی قصبے سے بڑی آبادی ہے پیلی بھیت سے اس کو ایک سڑک ملاتی ہے وہ سڑک بہت چوڑی بنی ہوئی ہے آدھی سڑک پکی ہے اور آدھی کچی ہے بیل گاڑیاں کچی سڑک پر اور تیز رفتار گاڑیاں پکی سڑک پر چلتی ہیں سڑک کے دونوں طرف بہت بڑے بڑے درخت ہیں جن میں، جامن، آم، نیم، شیشم اور شہتوت کے درخت کثیر تعداد میں لگے ہوئے ہیں اس سڑک پر دھوپ کبھی نہیں آتی اور دوران سفر پھل لوگ کھاتے ہوئے چلتے ہیں کسی پھل کے توڑنے پر پابندی نہیں ہے رات میں بیل گاڑیاں نہیں چلتی اس کی وجہ یہاں پر اندھیرا ہو جاتا ہے اور سڑک کے دونوں طرف جنگلی جانور اپنا بسیرا کرتے ہیں۔ یہی سڑک شاہ جہان پور تک جاتی ہے۔
اسی سڑک پر رات میں ایک واردات بھیڑیوں نے کی۔ شاہ جہان پور سے ایک گاڑی پیلی بھیت کی طرف آرہی تھی گاڑی میں ایک عورت اور دو مرد تھے۔ گاڑی اس روڈ پر خراب ہو گئی اور ان کو وہاں پر رکنا پڑ گیا۔ ڈرائیور نے کوشش کی کہ گاڑی ٹھیک ہو جائے مگر گاڑی چل کر نہیں دی۔
عورت کو انہوں نے گاڑی کے اندر بٹھا دیا اور دونوں مرد یعنی ایک اس عورت کا شوہر تھا اور ایک ڈرائیور یہ لوگ پیلی بھیت کے اچھے کاروباری تھے۔ رات میں بہت کم گاڑیاں اس روڈ پر سفر کرتی ہیں۔ دونوں مرد گاڑی کے مڈ گارڈ پر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔
باتیں کرتے کرتے رات کے گیارہ بج گئے کوئی گاڑی نہیں آئی۔ سیٹھ کو بھی جمائیاں آنے لگیں اور نیند کے مارے بار بار مڈگارڈ سے سیٹھ گرنے لگا، تو بولا۔ "اچھا پنالال مجھ سے تو اب بیٹھا جاتا نہیں دن بھر بھاگ دوڑ میں گزرا ہے تھکن بھی ہے میں گاڑی کی سیٹ پر جاتا ہوں سیٹھانی تو سوگئی ہے تم ذرا ہوشیار رہنا کوئی گڑبڑ نظر آئے تو شور کر دینا میں اٹھ جاؤں گا اور سیٹھ گاڑی کے اندر چلا گیا۔ اب گاڑی کے باہر صرف پنالال ڈرائیور رہ گیا مگر وہ غریب کیا کرتا ملازم تھا وہ مڈگارڈ پر بیٹھا اونگھتا رہا آخر بیٹھ

بیٹھ کر وہ تھک گیا اور بونٹ پر ہی لیٹ گیا۔ رات کا کیا بجا تھا پتہ نہیں اس کو کسی نے ٹانگ سے پکڑ کر زمین پر ڈال دیا اس نے نیند بھری آنکھوں سے اندھیرے میں دیکھا تو اس کو دو نیلے رنگ کی ٹارچ جلتی نظر آئیں ابھی وہ کچھ سمجھ بھی نہیں پایا تھا کہ کسی نے اس کے نرخرے پر حملہ کر دیا۔ دو تین خرخر کی آوازیں گلے سے ضرور نکلیں اور پھر سناٹا چھا گیا۔ اس کے بعد گوشت چبانے اور ہڈی توڑنے کی آوازیں آتی رہیں دونوں بھیڑیوں نے بڑے اطمینان کے ساتھ دعوت اڑائی اور چلے گئے۔

گاڑی کے اندر والوں کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ یہ پہلی واردات تھی جو بسیل پور کے علاقے میں ہوئی اور وہ بھی سڑک پر۔ یہ خبر مجھے مان سنگھ نے بتائی میں تو چھٹی پر تھا۔ مگر میرے ساتھی مجھے تمام کارروائیوں سے باخبر رکھتے تھے۔ ہڈسن نے پوری قانونی کارروائی کی اور اس واردات کو ڈاکہ زنی قرار دیا۔ کیونکہ سیٹھ کا بیان تھا کہ اس کے پاس نقد پانچ ہزار روپے تھے جو ڈاکو لے گئے اور ڈرائیور کو مار گئے۔ مگر مان سنگھ کا کہنا تھا کہ واردات بالکل اسی انداز میں ہوئی تھی۔ ڈاکو مار کر چلے جاتے لیکن گوشت نہیں کھاتے، خون تو نہیں پیتے مگر انگریز انچارج کے سامنے کون بولتا۔ مان سنگھ نے SP صاحب کو اپنی رپورٹ بھی دی تھی۔ اب اگر یہ مان لیا جائے کہ واردات بھیڑیوں نے کی ہے تو سیٹھ کے پانچ ہزار روپے کون لے اڑا تھا۔ سیٹھ جھوٹ بول رہا تھا یا ہڈسن کے کسی آدمی نے ہاتھ صاف کر دیا تھا۔

ہڈسن کے عملے میں میرا صرف ایک آدمی شامل تھا اور وہ تھا روشن خان۔ وہ بھی اس لئے تھا کہ وہ ایک اچھا ڈرائیور بھی تھا۔ میرا باقی کا اسٹاف تبدیل کر دیا گیا تھا۔ مگر رابطہ میں سب تھے یہ سب لوگ مجھ پر جاں نثار کرنے والے لوگ تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ میں ان کے ساتھ برابری کا سلوک کرتا تھا اور ان کی عزت کرتا تھا۔

پیلی بھیت سے جنوب کی طرف ایک بیس میل چوڑی پٹی ہے اس جنگل کا نام ساکھامل کا جنگل ہے یہ جنگل مالا کے جنگل سے بھی زیادہ خطرناک کہلاتا ہے۔ اس بیس میل لمبی پٹی کو پار کرنا بہت خطرناک ہے بڑے سے بڑا درندہ یہاں پر موجود ہے۔ اس کے علاوہ کچھ درخت بھی ایسے یہاں پر پائے جاتے ہیں جو خون پیتے ہیں انسان یا جانور ان کی حد میں آ جائے تو اس کا بچنا ناممکن ہے۔ یہاں پر کچھ قبائل ایسے بھی آباد ہیں جو درختوں پر رہتے ہیں آدم خوری کرتے ہیں ان میں اور درندوں میں ذرا فرق نہیں ہے۔

ساکھامل جنگل کے آخری سرے پر ایک ندی بہتی ہے اس ندی کی گہرائی بہت ہے اور پانی کا بہاؤ بھی بہت تیز ہے اس ندی کے پار ایک قبیلہ آباد ہے جو اس جنگل کا سب سے زیادہ خطرناک علاقہ ہے۔ یہاں کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں کی عورتیں جادو سحر کی ماہر ہوتی ہیں اور آدمی کو قابو کر کے اس کی ہیئت بدل دیتی ہیں۔ طاقتور مرد کو بیل بنا دیتی ہیں اور ہل میں چلاتی ہیں خوبصورت مرد کو بکرا وغیرہ بنا کر ساتھ رکھتی ہیں۔ ان باتوں میں کتنی حقیقت ہے پتہ نہیں کیونکہ جو اس طرف گیا واپس آیا ہی نہیں۔ سب سنی سنائی بتاتے ہیں۔ ان بھیڑیوں کا ٹھکانہ اب یہی ساکھا مل جنگل تھا۔ وہ یہیں سے نکل کر وارداتیں کر رہے تھے۔ اطراف کے گاؤں اور سڑکیں ان کا نشانہ تھیں۔ ہڈسن کو اب یہ یقین آ گیا تھا کہ یہ وارداتیں بھیڑیے کر رہے ہیں مگر وہ ان کو انسانی بھیڑیا ماننے پر راضی نہیں تھا۔ وہ ہر واردات کے بعد موقع پر جاتا تھا لوگوں کے بیانات بھی لیتا تھا قانونی خانہ پری بھی کرتا تھا۔ مگر یہ سب بیکار تھا جتنی وارداتیں ہڈسن کے دور میں ہو گئیں اتنی وارداتیں میرے پورے دور میں نہیں ہوئی تھیں اس پر برابر دباؤ بڑھ رہا تھا اور دباؤ کے ساتھ بسیل پور روڈ خطرناک قرار دیا جا چکا تھا اس علاقے میں بہت کم بھیڑیے ہوتے ہیں مگر وارداتیں ان کی تھیں۔ وہ جوڑا بڑی آسانی سے اپنا شکار کر رہا تھا۔ سرکاری طور پر کچھ نہیں ہو رہا تھا ہر روز شکایتیں اوپر پہنچائی جا رہی تھیں۔ میں نے ایک ماہ کی چھٹی اور بڑھا لی تھی۔

والد صاحب اور بیگم کا اصرار تھا کہ میں نوکری چھوڑ دوں۔اور گاؤں میں ہی رہوں شاید میں ان کی بات مان بھی جاتا مگر میری کھوپڑی میں رام مورتی ایک خونخوار بھیڑیئے کے روپ میں بیٹھی ہوئی تھی میں اس کو فراموش نہیں کرسکتا تھا۔وہ میری زندگی کی پہلی ناکامی تھی۔

میری انا کا مسئلہ تھی میں اس کو نہیں بھول سکتا تھا۔ اگر پولیس ڈیپارٹمنٹ مجھے نکال بھی دے تو بھی میں رام مورتی کو تلاش ضرور کروں گا یہ میرا عہد تھا۔میں نے والد صاحب اور بیگم کو کچھ نہیں بتایا تھا۔دوسرے ماہ کی چھٹی ختم ہونے سے پہلے مجھے SP صاحب کا پیغام ملا میں ان کے پاس پہنچ گیا۔وہ مجھے دیکھتے ہی بولے۔

"تھکن اتر گئی اب تو فریش ہوگئے ہوں گے؟"

"یس سر میں پرسکون ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اسپیشل مشن کے بارے میں پتہ ہے؟" وہ بولے۔

"زیادہ نہیں پتہ، وارداتیں ہورہی ہیں اور زیادہ وارداتیں بسیل پور روڈ پر ہوئی ہیں۔صرف اتنا ہی پتہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہڈسن سخت پریشان ہے اس کو حالات کا اندازہ نہیں تھا اس لئے اس نے تم سے چارج لے لیا اگر اندازہ ہوتا تو شاید وہ اس مشن سے دور ہی رہتا۔" SP صاحب نے کہا۔

"سر ہر جگہ کے حالات اور ماحول الگ الگ ہوتے ہیں جو آفیسر انڈیا میں بہت کامیاب رہا ہے وہ رنگون یا سری لنکا میں بھی کامیاب ہوجائے گا یہ کہنا مشکل ہے۔ہڈسن صاحب بے شک زیادہ تجربہ کار آدمی ہیں مگر جن حالات میں یہاں پر کام کرنا ہے وہ ان کو نہیں جانتے۔"

"مگر کوئی بات نہیں کام کرتے رہیں گے تو یہاں کا تجربہ بھی ان کو ہوجائے گا۔" میں نے کہا۔

"میں تم سے اتفاق کرتا ہوں ہر جگہ ایک ہی فارمولا کامیاب نہیں ہوتا۔اب حالات زیادہ خراب ہوگئے ہیں ہر دوسرے روز کچھ نہ کچھ ہورہا ہے ان بھیڑیوں کی آڑ میں کچھ دوسرے عناصر بھی گردن اٹھارہے ہیں ہڈسن صرف وارداتوں کے نقشے بنا رہا ہے اور رپورٹ لکھ رہا ہے۔"

"اس کے پاس کوئی پلان نہیں ہے کوئی طریقہ نہیں ہے میں نے افسران کے پاس اس کی رپورٹ بھیج دی ہے جن کی سفارش پر اس کو ولایت سے بلایا گیا تھا۔جس وقت وہ آیا تھا حالات کیا تھے اور اب کیا حالات ہیں وہ فرق بھی میں نے واضح کردیا ہے۔میرا خیال ہے بہت جلد اس کی واپسی ہوجائے گی میں نے تم کو اس لئے بلایا ہے کہ تم ذہنی طور پر خود کو تیار کرلو اور اپنے (اوف دی ریکارڈ) اسٹاف کو جمع کرلو کسی بھی دن ہڈسن واپس چلا جائے گا اور تم پھر اسپیشل مشن کے انچارج ہوں گے اور یہ بات یاد رکھنا کہ آج کی میری اور تمہاری ملاقات آف دی ریکارڈ ہے۔"

SP صاحب کے آخری جملے نے میری اہمیت واضح کردی۔اور SP صاحب کا کردار بھی واضح ہوگیا۔ انہوں نے ایک انگریز کے مقابلے میں مجھے پسند کیا۔یہ ان کی انصاف پسندی ظاہر کرتی ہے۔

میں نے اپنے اسٹاف کو جمع کرنا شروع کردیا۔ میرے آزمائے میرے ساتھی میرے لئے ضروری تھے۔

بسیل پور روڈ کے بند ہونے کا مجھے بہت دکھ تھا اکثر لوگ ادھر سے سفر نہیں کرتے تھے۔بیل گاڑیاں قافلے کی شکل میں سفر کرتی تھیں لاری اور دوسری گاڑیاں بہت تیزی سے چلتی تھیں اس روڈ پر سفر کرنے کا جو مزا تھا وہ ختم ہوچکا تھا۔

ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ مجھے SP صاحب کے آرڈر مل گئے اور میں پھر چندن پور مرکزی دفتر میں آگیا میرا پورا اسٹاف بھی ساتھ تھا۔کولہنگا بہت خوش تھا مان سنگھ، روشن خان سب ہی خوش تھے کام تو انسان ہر جگہ کرتا ہی ہے مگر ایک کام ڈیوٹی سمجھ کر کیا جاتا ہے اور ایک کام فرض سمجھ کر کیا جاتا، دونوں میں بہت فرق ہے میں نے اپنے اسٹاف میں یہ اسپرٹ پیدا کردی تھی کہ وہ کام کو ڈیوٹی سمجھ کر نہیں فرض سمجھ کر، خدمت سمجھ کر کریں۔

آرڈر ملتے ہی میں نے سب سے پہلے بسیل پور روڈ پر توجہ دی۔اور کئی من پیاز منگوا کر ہر اس جگہ پر ڈال

دی جہاں سے بھیڑیوں کے آنے کے امکانات تھے۔
بیل گاڑیوں کے قافلوں کے ساتھ پولیس کے آدمی سفر کرنے لگے۔ رات کے وقت درختوں پر مچان باندھ کر پولیس کو بٹھادیا۔ چند ہی روز میں بسیل پور روڈ صاف ہوگیا اور بھیڑیئے کسی اور طرف چلے گئے۔ بسیل پور سے آگے فرید پور کا گاؤں ہے وہاں سے خبر ملی کہ ایک جوڑا بھیڑیوں کا اس طرف دیکھا گیا ہے۔ فرید پور میں ایک بہت بڑا تالاب ہے یہ تالاب گولائی میں نہیں ہے بلکہ ایک نہر کی طرح لمبا ہے چوڑائی بھی بیس گز رہی گی اور لمبائی دو فرلانگ۔ آدھا تالاب آب پاشی نہانے دھونے کے کام آتا ہے اور آدھا صرف پینے کے لئے استعمال ہوتا ہے اس طرف صرف پانی بھرنے والی عورتیں اور مرد ہی جاتے ہیں۔

تالاب کے کناروں پر بڑے بڑے درخت ہیں اور ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہے۔ گرمیوں میں یہاں پر ہر وقت بھیڑ رہتی ہے لوگ نہاتے ہیں کپڑے دھوتے ہیں بچے درختوں پر کھیلتے ہیں۔ عورتیں بھی اپنا کام کرتی ہیں اور شام کو چلی جاتی ہیں۔

میں نے یہ جگہ دیکھی ہوئی تھی یہ جگہ بھیڑیوں کی آئیڈیل شکارگاہ بن سکتی تھی میں فوراً فرید پور روانہ ہوگیا۔ فرید پور میں، میں نے سب سے پہلے لوگوں کو خطرے سے آگاہ کیا۔ پیاز منگوائی اور خفیہ مورچے بنائے۔ درختوں پر بھی بیٹھنے کا بندوبست کیا۔ وہاں کے لوگوں نے دیکھا کہ ہم ان کی حفاظت کو یہ سب کررہے ہیں تو وہ لوگ بھی ہمارے ساتھ ہوگئے اور ہم سب سے پورا پورا تعاون کرنے لگے۔ صرف پولیس یا سرکاری مشینری کام کرے تو کام کبھی مکمل نہیں ہوتا اگر عوام بھی سرکاری مشینری کے ساتھ تعاون کریں اور ان کو ان کے فائدے اور نقصان کا احساس ہوجائے تو کام آسان ہوجاتا ہے۔ میں نے فرید پور کے لوگوں کو یہی باور کرایا کہ صرف سرکاری لوگ آپ کی حفاظت نہیں کرسکتے آپ سب کو ساتھ کام کرنا پڑے گا۔ میری بات ان کو سمجھ آگئی اور فرید پور میں کوئی واردات نہیں ہوئی۔ مگر خطرے کے پیش نظر نفری یہاں رہی اور مقامی لوگ بھی چوکنا رہے۔

اس روڈ پر آگے شاہ جہاں پور ہے مگر اس سے پہلے کئی گاؤں ہیں۔ ہم نے ہر گاؤں میں ایک دو آدمی چھوڑ دیئے تھے اور گاؤں والوں کو بھی ہوشیار کردیا۔

میرے انتظام کا یہ نتیجہ نکلا کہ بھیڑیئے روپوش ہوگئے وارداتیں جو تابڑ توڑ ہو رہی تھیں بند ہوگئیں۔ ذرا سکون ملا تو کچھ آگے کے پروگرام کے بارے میں سوچا۔

میں نے SP صاحب کو بتادیا تھا کہ مجھے ایک آدمی کی تلاش ہے۔ اچانک مجھے ایک خیال آیا اور میں نے اس کے زیر اثر مان سنگھ کو بلایا اور پوچھا۔

"سہارن پور کے اردونی گاؤں کی رام تلیا میں ایک مٹھ ہے اس کو چیک کیا۔"

"نہیں ادھر تو کوئی نہیں گیا۔" مان سنگھ نے جواب دیا۔

"تیاری کر، سہارن پور چلنا ہے صرف تم اور میں جائیں گے جلدی کرو ابھی وقت ہے گاڑی مل جائے گی۔"

مان سنگھ نے ضروری سامان لیا اور ہم روانہ ہوگئے تین بجے کے لگ بھگ ہم سہارن پور میں تھے اب یہاں سے ایک گھنٹے کا سفر اور تھا اور لاری جاچکی تھی۔ اب رات سہارن پور میں گزار کر اردونی گاؤں جاسکتے تھے۔ میں نے مقامی تھانے میں رپورٹ کی اور رات گزاری اور صبح لاری سے اردونی گاؤں روانہ ہوگئے۔ گیارہ بجے ہم لاری سے اترے اور بغیر پوچھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت اس لئے نہیں تھی کہ یہاں پر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ راستہ میرا دیکھا ہوا تھا رام تلیا زیادہ دور جگہ نہیں تھی۔

تالاب میں اب بھی زیادہ پانی نہیں تھا جگہ جگہ کائی اور کیچڑ بھری پڑی تھی۔ اس تالاب کے ساتھ ہی ایک مٹی کا ٹیلا اسی ٹیلے کے اندر مٹھ بنا ہوا تھا مگر اس کا دروازہ نظر نہیں آرہا تھا۔ نیا آدمی ٹیلے کے چاروں طرف چکر لگاتا رہے پھر بھی اس کو مٹھ کے اندر جانے کا راستہ نہیں ملے میں اندازے سے ہر جھاڑی کو چیک کرتا جارہا تھا کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ راستہ تو ہے ٹیلے کے اوپر جو جھاڑیاں تھیں وہ

Pakistanipoint Waqar Azeem
پاکستانی پوائنٹ وقار عظیم

ہوادان کا کام کرتی تھیں۔اس کے علاوہ کوئی اور بھی راستہ تھا یہ مجھے نہیں پتہ تھا۔

ایک گھنی جھاڑی کے پیچھے پتھر چنے نظر آئے میں سمجھ گیا یہی دروازہ ہے۔مان سنگھ نے جلدی جلدی وہ پتھر گرا دیئے اور آگے سرنگ نما راستہ نظر آنے لگا۔سرنگ کی اونچائی پانچ ساڑھے پانچ فٹ رہی ہوگی اس لئے ہم جھک کر آگے بڑھ رہے تھے۔پہلے دروازے سے کچھ روشنی آرہی تھی مگر اب گھپ اندھیرا ہوگیا تھا۔مجھے پتہ تھا کہ ہم کو سرنگ سے گزرنا ہے ایک چھوٹی ٹارچ میری جیب میں تھی وہ میں نے روشن کرلی۔مان سنگھ کا ہاتھ میں نے پکڑ لیا اور دونوں آگے بڑھتے گئے۔جھکے جھکے گردن بھی اکڑ گئی تھی۔زمین پر پتھر پڑے تھے ان پر پیر ٹکراتا تھا تو ایک زوردار آواز سرنگ میں ہوتی تھی دو تین منٹ کے بعد کچھ روشنی نظر آنے لگی اور چھت بھی اونچی ہوگئی روشنی اوپر سے آرہی تھی۔وہی گول ہال نما کمرہ تھا۔مگر اندر کوئی نہیں تھا۔اندر کچھ بھی نہیں تھا۔ایک کونے میں مٹی کا چبوترہ بنا ہوا تھا اس پر ایک مٹکا رکھا تھا۔

میں نے یاد کیا پہلے جب میں آیا تھا اس وقت نہ چبوترہ تھا نہ مٹکا تھا۔

مان سنگھ نے مٹکا چیک کیا اور بولا۔"اس میں پانی ہے۔"

"اس کا مطلب ہوا یہاں پر کوئی رہتا تو ہے۔" میں نے کہا۔

"رہتا تو ہے مگر اسکے آنے جانے کا راستہ یہ سرنگ نہیں ہوسکتی۔" مان سنگھ نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"بات تمہاری سمجھ آتی ہے مگر دوسرا کوئی راستہ نظر بھی تو نہیں آتا۔" میں نے کہا۔

"سر دوسرا راستہ تلاش کرنا پڑے گا۔" مان سنگھ بولا۔

"ٹھیک ہے ابھی دن ہے روشنی بھی ہے کرتے ہیں تلاش۔" اور ہم نے اندر کی سب دیواریں دیکھنا شروع کردیں یہ مٹھ قدرتی بنا ہوا تھا شاید یہ بھی تالاب کے اندر مٹی کا ٹیلا، اس کے اندر پانی نے یہ ہال بنا دیا اور پانی سرنگ بناتا ہوا باہر نکل گیا۔تالاب سوکھ گیا اور یہ قدرتی مٹھ تیار ہوگیا۔جہاں پر چبوترا بنا ہوا تھا وہاں پر ایک بھاری پتھر بھی رکھا تھا۔نظر ایسا آتا تھا کہ یہ ٹھوس بہت بھاری پتھر ہے مگر مان سنگھ نے اس کو ہلایا تو یہ آسانی سے ایک طرف ہٹ گیا یہ پتھر کی ایک انچ موٹی سل تھی جو ڈھکن کی طرح رکھی تھی۔اندر بھی راستہ نظر آتا تھا میں نے ٹارچ کی روشنی ڈالی تو دیکھا یہ تو زمین کو تراش کر باقاعدہ سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اور گہرائی میں جا رہی تھیں۔مان سنگھ نے کہا۔

"یہ کیا سر؟ اس ٹیلے میں کیا کیا نکل رہا ہے۔؟"

"ابھی کچھ نہیں نکلا اندر اتریں گے تو کچھ نکلے گا۔" میں نے کہا۔

"زیادہ نہیں دس گیارہ ہی سیڑھیاں تھیں اس کے بعد سیڑھیوں کے سامنے رخ پر ایک دروازہ تھا اس کو بھی مٹی تراش کر نکالا گیا تھا۔یہ دروازہ ایک چھوٹے کمرے کا تھا۔یہ کمرہ بھی مٹی تراش کر بنایا ہوا تھا اس کمرے میں سامنے ہی ایک دروازہ اور نظر آرہا تھا اور اس دروازے کے باہر دن کی روشنی پھیلی ہوئی تھی اس کمرے کے علاوہ سب جگہوں پر اندھیرا تھا۔

اب تک کسی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔مگر سیڑھیوں سے اس کمرے تک صفائی تھی۔ہوا کا گزر تھا کسی قسم کی گھٹن یا بدبو کا نام و نشان نہیں تھا۔میں اس دروازے سے باہر آگیا یہ ایک کھلا ہوا میدان تھا۔مگر ویران میدان دور دور تک کسی جاندار کا نام و نشان نہیں تھا۔مان سنگھ بھی باہر آگیا اور بولا۔

"یہی ہے وہ راستہ جس سے اندر رہنے والا آتا جاتا ہوگا۔"

"لگتا تو ایسا ہی ہے مگر دور دور کسی کا پتہ نہیں ہے؟" میں نے کہا۔

"انتظار کرنا پڑے گا شاید کوئی آجائے۔" مان سنگھ نے کہا۔

"مگر شام ہوگئی کوئی نہیں آیا تو میں نے کہا۔"رات تو یہاں پر گزارنا مشکل ہوگا ایسا کرتے ہیں گاؤں چلتے

ہیں۔"

اور ہم واپسی کے لئے روانہ ہوگئے۔ رات گزارنا تھی۔ مکھیا نے ہمارے رہنے اور کھانے کا بندوبست کر دیا۔ صبح ناشتے کے بعد ہم دونوں پھر روانہ ہوگئے۔ اب ہم نے یہ کیا کہ دو تین آدمی اپنے ساتھ لے لئے اور سرنگ کی طرف چلے گئے۔ اور سرنگ کا راستہ پتھروں سے پورا بند کر دیا پھر گھوم کر میدانی راستے کی طرف آ گئے۔ یہ اس لئے کیا کہ اگر کوئی اندر ہو تو وہ میدانی راستے سے باہر نکلے اور اس کے دروازے پر ہم موجود تھے۔ مگر ہم کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اندر سے تیرتھ رام سنیاسی باہر آ گیا مجھے دیکھ کر چونکا، پھر بولا۔ "مجھے خبر تھی کہ تم ضرور آؤ گے۔"

"کیوں تم کو کیا میرے آنے کا خواب آ گیا تھا؟" میں نے کہا۔

"یہی سمجھ لے بچہ، میں گیانی ہوں میرا گیان یہی کہتا تھا۔" وہ بولا۔

"تم نے مجھے غلط راہ پر بھٹکا دیا تھا مجھے تمہاری تلاش تو ہوتا تھی اس میں گیان کی کون سی بات ہے؟" میں نے تیزی سے جواب دیا۔

"میں مانتا ہوں میں نے تجھ سے غلط بات کی تھی اس کا بھی کوئی کارن تو تھا۔" وہ بولا۔

"کیا کارن تھا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بھگوریا بدمعاش مٹھ پر قبضہ کر کے بیٹھ گیا تھا۔ اس سے مٹھ خالی کرانا ضروری تھا۔" سنیاسی نے جواب دیا۔

"تو تم نے مجھے استعمال کیا۔ اگر تم نے مجھے پورے حالات بتا دیتے تو میں تمہاری مدد ضرور کرتا۔" میں نے کہا۔

"مجھے اندازہ نہیں پولیس والے بڑے بدنام ہیں۔" وہ بولا۔

"بھگوریا سے پہلے تم ہی یہاں پر رہتے تھے۔" میں نے پوچھا۔

"میں بہت دن سے یہاں پر ہوں۔" وہ بولا۔

"تمہارے پاس رام مورتی آئی تھی۔ وہ کس کام سے آئی تھی۔" میں نے سوال کیا۔

"یہ اس زمانے کی بات ہے جب رام مورتی کے پاس کوئی شکتی نہیں تھی مگر وہ شکتی کی تلاش میں تھی اس نے اس شکتی کو پراپت کرنے کے لئے اپنی سندرتا اور بدن کو خوب استعمال کیا مگر میں دنیا سے منہ موڑ چکا ہوں۔ مجھ پر اس کا جادو نہیں چلا اس نے اپنے بدنی کرتب خوب دکھائے مگر برہمچاری کو ہرا نہ سکی اور دو گھنٹے کوشش کر کے چلی گئی۔" سنیاسی بولا۔

"اس کے ساتھ اور کون تھا۔" میں نے پوچھا۔

"پتہ نہیں اندر تو وہ اکیلی ہی آئی تھی۔" سنیاسی نے جواب دیا۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی تم نے اس کو کچھ نہیں دیا پھر اتنی جلدی وہ اتنی شکتی کی مالک کیسے بن گئی۔" میں نے پوچھا۔

سنیاسی میرا سوال سن کر مسکرایا اور بولا۔ "تم پولیس میں انسپکٹر ہو، مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کل DSP پولیس ہو جاؤ۔" وہ بولا۔

"مگر یہ شکتی تو بڑا محنت طلب کام ہے۔ اتنی جلدی تو حاصل نہیں ہوتی۔" میں نے کہا۔

"مگر ایسا بھی ہوتا ہے کہ شکار کوئی اور کرتا ہے اور کھاتا کوئی اور ہے محنت تو ضرور کسی نے کی ہے۔ مگر اس کو دھری دھرائی دولت مل گئی ہے جب کسی کی تقدیر اندھیروں میں ڈوبتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے اس کی عقل اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور اندھیرے اس کو اچھے معلوم ہوتے ہیں۔"

"رام مورتی کے ساتھ یہی ہوا ہے اب وہ واپس بھی آنا چاہے تو نہیں آ سکتی۔ نہ اس میں کوئی دھرم رہا نہ وہ سنسار میں رہنے کے قابل رہی۔" تیرتھ رام سنیاسی نے جواب دیا۔

"بات یہ ہے کہ وہ کب تک اسی طرح انسانوں کے لئے مصیبت بنی رہے گی، اس کا کچھ توڑ ہوگا۔" میں نے

پوچھا۔

"ہے اس کا توڑ بھی ہے اور اس کی موت بھی ہے مگر میری یہ لائن کبھی نہیں رہی۔

میں نے جو کچھ اب تک کیا ہے اپنی مکتی کے لئے کیا ہے دنیا اور دنیا والوں سے میں واسطہ نہیں رکھتا مگر تم کو اس دنیا میں ایسے ضرور مل جائیں گے جو تمہاری مشکل آسان کر دیں گے۔" وہ بولا۔

"تم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو؟" میں نے کہا۔

"میں تم سے دور رہوں اور تمہاری مدد کروں یہی کر سکتا ہوں۔ میری مدد کیسی ہوگی یہ تم کو وقت آنے پر پتہ چل جائے گا۔" سنیاسی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تیرتھ رام میں تمہاری بات کا اعتبار کرتا ہوں پھر اگر تم سے ملاقات کرنا پڑے تو کہاں ملو گے؟" میں نے پوچھا

"یہ مٹھ ہی میری جگہ ہے مر گیا تو یہاں پر ہی سمادھی بھی بن جائے گی۔" وہ بولا۔

تیرتھ رام کو گرفتار کرنے گیا تھا مگر خالی واپس آ گیا۔

میں نے جوسفر کی رپورٹ بنائی کچھ نہیں چھپایا، اور SP صاحب کو روانہ کر دی۔ دوسرے ہی روز میری کال آ گئی اور میں SP صاحب کے سامنے تھا۔

"مسٹر خان تم نے جو رپورٹ تیرتھ رام کے بارے میں دی ہے تم کو پتہ ہے کہ وہ تمہارے ہی خلاف استعمال ہو سکتی ہے۔" SP صاحب نے صاف اور واضح الفاظ میں اپنی بات کی۔

"میں جانتا ہوں سر۔" میں نے کہا۔

"پھر تم نے ایسی رپورٹ کیوں بنائی اپنی بچت کا خانہ تو رکھنا پڑتا ہے۔" وہ بولے

"سر میں نے وہی رپورٹ میں لکھا ہے جو حقیقت ہے میں اپنی بچت کا خانہ رکھتا تو ضرور اس میں کچھ نہ کچھ جھوٹ کا سہارا لینا پڑتا۔ تیرتھ رام کا کردار بالکل صاف ہے۔ میں ہر طرح چیک کر چکا ہوں پھر اس کے خلاف میں کیا لکھتا۔ حالات کچھ اس طرح پیش آئے کہ اس کا کردار شک وشبہ کے دائرے میں آ گیا مگر اس کی وضاحت وشواہد نے ثابت کر دیا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہا۔ میں مانتا ہوں کہ ہر آفیسر اپنی بچت کا خانہ پہلے بھرتا ہے اور پھر رپورٹ اوپر روانہ کرتا ہے مگر میں کیا کروں میں جھوٹ کی سیڑھی لگا کر اوپر نہیں چڑھتا۔ اگر آپ کی جگہ کوئی اور آفیسر میرے اوپر ہوتا تو میں جنگل میں فاریسٹ آفیسر ہوتا یا اپنے گاؤں میں کھیتی باڑی کر رہا ہوتا۔ مجھے سچ بولنے اور لکھنے کی طاقت آپ نے دی ہے اگر آپ اب مجھ سے کچھ جھوٹ اور من گھڑت کہانیاں لکھوانا چاہیں گے تو میرے لئے بہت مشکل ہوگا کیونکہ اب مجھے سچ کی عادت پڑ چکی ہے اور یہ آپ کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے ہوا ہے۔"

میں نے اپنی بات ختم کی اور خاموش گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔

"خوب مسٹر خان بہت خوب دنیا کے شاید پہلے پولیس والے ہو جو جھوٹ کا سہارا نہیں لیتا۔ خود اپنی ذات کو جھوٹ کا سہارا لے کر نہیں بچاتا۔ اور میں بھی شاید تمہاری طرح کا دیوانہ آفیسر ہوں کہ تم کو برداشت کرتا ہوں اور قدر کرتا ہوں۔ تم اپنا کام کرو مجھ سے زبانی جو دل کرے رپورٹ دے دیا کرو مگر اپنی کمزوری کو تحریری شکل میں مت لانا کیونکہ کل کو کوئی دوسرا آفیسر آ گیا تو تمہارے لئے بہت پریشانی ہو جائے گی۔" انہوں نے رپورٹ نکال کر میرے سامنے رکھ دی اور پھر بولے۔

"اس کو دوبارہ بناؤ تیرتھ رام کو مجرم نہ بناؤ مگر خود کو بھی بچاؤ، ناکامی کا جواز کچھ بھی ہو سکتا ہے خود کو ناکامی کا ڈائریکٹ ذمہ دار نہ ٹھہراؤ۔ تم نے شاید جذبات میں یہ رپورٹ لکھی ہے اس کو درست کر کے بھیج دینا۔"

میں نے واپس آ کر رپورٹ پڑھی تو اندازہ ہوا کہ واقعی میں نے جذبات میں آ کر خود کو ناکامی کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا اچھے انسانوں کی دنیا میں کمی نہیں ہے دنیا کے ہر خطہ زمین پر ہر قوم میں ہر مذہب میں اچھے انسان موجود ہیں اور یہ رہتی دنیا تک رہیں گے۔ میرا SP بھی ایک اچھا انسان تھا۔ وہ اس قوم کا فرد تھا جو ہندوستان پر قبضہ

کر کے بیٹھی تھی مگر اچھائی ہر جگہ ہے۔

اب پھر سے نئی صورت حال میرے سامنے تھی۔

پھر نئے سرے سے آغاز کرنا تھا۔

کہیں سے کسی واردات کی خبر نہیں آ رہی تھی۔

میں اور میرے افسران خوش تھے کہ شاید بھیڑیوں کا خطرہ ہمیشہ کے لئے ٹل گیا ہے انسان اپنے طور پر سب اچھا ہے سوچتا ہے۔ مگر آنے والا وقت کیا دکھائے گا اس کو وہ نہیں سمجھ سکتا۔ انسان وقت کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہے وقت کے نادیدہ ہاتھ اس کو نچاتے ہیں۔ میں نے بہت کچھ سوچا، بہت کچھ کرنے کے پروگرام بنائے مگر ہوا وہی جو وقت نے لکھ دیا تھا۔ توقعات کی ناکامی بھی بے شک ایک فطری بات ہے۔

اچانک مجھے خبر ملی کہ شاہ جہاں پور کے محلے منشی ٹولہ میں واردات ہوئی ہے تو میں دوڑا اس طرف، یہ محلہ شاہ جہاں پور کے آخری سرے پر واقع تھا اس کے بعد آبادی نہیں ہے، کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، عین کنارے کے ایک گھر میں دو بھیڑیوں نے دھاوا بول دیا۔ ایک عورت زخمی ہوئی اور ایک بچہ بھیڑیئے لے کر فرار ہو گئے۔ تعجب اس بات کا تھا کہ یہاں سے جنگل بہت دور ہے پھر وہ یہاں پر کیسے آ گئے۔ میں نے بابولال کو بلایا اور اس کو کام پر لگا دیا۔ پولیس نے دو گھنٹے کی تلاش کے بعد بچے کی لاش ایک کھیت سے برآمد کر لی۔

اس بچے کی لاش کو اگر لاش کہا جا سکے کیونکہ اس کے جسم پر گوشت بالکل نہیں تھا صرف ہڈیاں تھیں۔ معلوم ہوتا تھا بھیڑیے بہت بھوکے تھے۔ میں نے اپنا کام کیا اور بابو لال کو چھوڑ کر چلا آیا۔ بابولال کا کام ہمارے کام ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور زیادہ وقت لیتا ہے۔ وہ گھر سے کھرا اٹھا کر اس کھیت تک گیا ہو گا وہاں سے آگے بھیڑیوں کے ٹھکانے تک جائے گا اور پھر واپس آئے گا مگر دوسرے روز صبح ہی صبح بابولال آ گیا۔

میں نے پوچھا۔

”کیا خبر ہے بابولال؟“

”ٹھکانہ تو پتہ چل گیا ہے؟“ وہ بولا۔

”کہاں ہے، تم دیکھ آئے ہو؟“ میں نے پھر سوال کیا۔

”دیکھ آئے ہیں۔ شاہ جہاں پور کے پچھم میں، ایک بہت پرانی باؤلی ویران پڑی ہے۔ پوری باؤلی گر گئی ہے، اوکا اندر بڑی بڑی سرنگ اب بھی موجود ہیں۔“ اندر جانے کی تو ہم کا ہمت نہ ہوئی سڑی باس بھری پڑی ہے اوکا اندر۔“ وہ بولا۔

”وہی بدبو جوان کے بدن سے آتی ہے۔“ میں نے پوچھا۔

”ویسی ہی سڑے باس کی اور ای بھی پتا نا ہی کہ سرنگ کتنی لمبی ہے اندر سانپ بچھو کا بھی ڈر لاگ ہے ای کر کے ہم چلے آئے۔“ بابولال نے کہا۔

”یہ تم کو یقین ہے کہ وہ دونوں اس کے اندر ہیں۔“ میں نے پوچھا۔

”اندر ہیں کہ نا ہی ای ہم کیسے بولیں اندر تو ہم گئے ہی نہیں۔“ بابولال نے جواب دیا۔

”میرا مطلب ہے تمہارا کچھ تو اندازہ ہو گا۔“ میں نے پھر کریدا۔

”ہمرا اندازہ باس کی وجہ سے ہے کہ وہ اندر ہیں۔“ بابولال نے جواب دیا۔

”کھرا تم کو انسانی ملا تھا یا بھیڑیئے کا“ میں نے پوچھا۔

”سرنگ کے دروجے تک تو بھیڑیئے کا تھا اس کے بعد کھرا انہیں ملایا شاید نظر نہیں آیا کچھ کہہ نا ہی سکت ہیں۔“ بابولال نے جواب دیا۔

میں نے روشن خان اور مان سنگھ کو بلایا اور چلنے کی تیاری کا آرڈر دے دیا۔ ان دونوں کو پتا تھا کہ ایسے موقع پر کیا کیا تیاری کرنا پڑتی ہے اور ہم دس بجے شاہ جہاں پور کی طرف روانہ ہو گئے۔ تین ساڑھے تین گھنٹے کا ہمارا سفر تھا بہت تیزی سے ہم نے یہ سفر کیا تھا۔ ایک بجے ہم شاہ جہاں پور کے تھانے کے سامنے پہنچ گئے۔ یہاں کا انچارج مصرا

تھا اس کو صورتحال بتائی واردات کا اس کو بھی پتا تھا وہ بولا۔

"میری مدد کی ضرورت ہے آپ بتائیں۔"

"نہیں زیادہ ضرورت نہیں ہے چار گھوڑے چاہئیں کیونکہ آگے کھیتوں میں جیپ کا جانا مشکل ہوگا۔"

میں نے کہا تو وہ بولا۔ "کتنی دور جانا ہے۔" اس کا جواب بابولال نے آگے بڑھ کر دیا۔

"پچھم میں باؤلی کنے تک جانا ہے۔"

"ہاں سمجھ گیا ایک ویران سی باؤلی ہے تو وہاں۔ ٹھیک سے چار گھوڑے آجاتے ہیں۔"

اور کچھ ہی دیر میں گھوڑے آگئے میں مان سنگھ، روشن خان اور بابولال فوراً روانہ ہوئے۔ گھوڑوں پر یہ سفر زیادہ طویل نہیں لگا اور ہم پندرہ بیس منٹ میں ہی باؤلی کے سامنے کھڑے تھے۔ سب سے پہلے بابولال گھوڑے سے اترا اور سب کو اترنے کا اشارہ کیا۔

گھوڑے سے اترتے ہی روشن خان نے ایک طرف پوزیشن سنبھال لی۔ مان سنگھ بھی ایک ستون کی آڑ میں پوزیشن پکڑ چکا تھا۔ میں اور بابولال آگے بڑھے ہم دونوں کی حفاظت وہ دونوں کر رہے تھے میرے ہاتھ میں ایک بہت طاقتور ٹارچ تھی اور بابولال رائفل پکڑے میرے ساتھ تھا دن میں حملے کا ڈر تو نہیں تھا مگر کام تو پورا کرنا پڑتا ہے ہمارے کام میں غلطی کی گنجائش نہیں ہوتی روشن خان اور مان سنگھ ہم سے دور تھے مگر ان کی نگاہیں ہم پر ہوں گی۔

اب ہم غار کے سامنے تھے۔ اس باؤلی کے ساتھ یہ غار کیوں بنایا گیا تھا یہ تو بنانے والا ہی بتا سکتا تھا۔ ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ یہ غار آدم خور بھیڑیوں کی آرام گاہ بنا ہوا تھا۔ کتنا بڑا یہ غار تھا ہم کو کچھ پتا نہیں تھا۔ مغلیہ دور حکومت میں نہ جانے اسی قسم کی سینکڑوں باؤلیاں کیوں بنائی تھیں کچھ کا خیال تھا کہ زمین کے اندر بھی راستے بنائے گئے تھے اور ان راستوں کے یہ روشن دان اور ہوادان ہیں۔ ان باؤلیوں میں ایک کنواں ضرور ہوتا تھا اور بہت سے مقامات پر یہ کنوئیں آج بھی زیر استعمال ہیں مگر اس باؤلی میں کنواں تو نظر نہیں آرہا تھا۔ پتھروں کے ڈھیر کے نیچے یہ سرنگ ہی نظر آرہی تھی سرنگ کے باہر بھی بدبو محسوس ہو رہی تھی۔ مگر یہ کیسی بدبو تھی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا نہ سڑے گوشت کی بدبو تھی نہ سڑے اناج کی بدبو تھی۔ مگر تھی بہت ناگوار۔

بابولال نے قریب جا کر کہا۔ "ای سرنگ ہے۔"

میں نے ٹارچ کا رخ اس طرف کیا اور بٹن دبا دیا ایک طاقتور روشن دائرہ غار کے اندر گیا اور چلتا ہی چلا گیا۔ کسی دیوار سے نہیں ٹکرایا سامنے کوئی رکاوٹ ہوتی تو روشنی کا سفر ختم ہوتا اس سے اندازہ ہوا کہ یہ سرنگ بہت طویل ہے اس کے اندر جانا بھی درست نہیں کیونکہ بدبو باہر تک آرہی ہے اندر کا کیا عالم ہوگا۔

جہاں تک روشنی جا رہی تھی سوائے مکڑی کے جالوں کے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ دیواریں کالی تھیں ان پر کیڑے مکوڑے چلتے نظر آرہے تھے درختوں کی جڑیں سانپوں کی طرح زمین سے اور سرنگ کی دیواروں سے باہر آرہی تھیں۔ میں نے مان سنگھ اور روشن خان کو اشارے سے بلا لیا اور کہا۔ "مان سنگھ کیا خیال ہے اندر چلیں۔"

مان سنگھ نے میرے ہاتھ سے ٹارچ لی، ناک پر رومال رکھا اور سرنگ کے اندر چار پانچ قدم اندر چلا گیا اور ٹارچ جلا کر تین چار منٹ دیکھتا رہا پھر واپس آکر بولا۔

"اس سرنگ میں جانا درست نہیں ہوگا کیونکہ ہوا کا گزر نہیں ہے۔ اگر ہوا آتی ہوتی اور اس جگہ جہاں ہم کھڑے ہیں یہاں سے نکلتی ہوتی تو اندر جایا جا سکتا تھا۔ یہ سرنگ بند ہے۔"

میں نے کہا۔ "تمہارا خیال درست ہے۔" روشن خان اور بابولال نے بھی اندر نہ جانے کا مشورہ دیا۔

بابولال نے کہا۔ "ای کے سڑے ماس کی باس تو آرہی ہے اور کھرا بھی ہم اٹھایا رہا۔ پر یہ نا ہی کہہ سکت کہ دونوں اندر ہیں۔"

"تو ایسا کرتے ہیں نگرانی کراتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہ زیادہ بہتر ہے۔" روشن خان نے کہا۔
"تو ہم کو رکنا پڑے گا دو چار دن شاہ جہاں پور میں۔" مان سنگھ نے کہا۔
"کوئی بات نہیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔" میں نے کہا اور ہم واپس آ گئے۔
میں نے مصرا کو پوری صورت حال بتائی اور اس سرنگ کی نگرانی پر آدمی مقرر کر دیئے۔
یہ نگرانی دن رات کرنا تھی اور کسی خفیہ جگہ پوشیدہ رہ کر کرنا تھی۔ پتا صرف یہ کرنا تھا کہ اس کے اندر سے کوئی آتا تو نہیں، رات کے پہرے داروں کو طاقتور ٹارچ بھی دی گئی تھی۔ ان کا کام صرف دیکھنا تھا کسی قسم کا ایکشن لینا ان کے اختیار میں نہیں تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ مکمل طور پر حالات کو نہیں جانتے تھے اپنا نقصان کر سکتے تھے۔ جو کچھ دن کو نظر آئے اس کی رپورٹ فوراً مجھے کرنا تھی پہلی رات کوئی خبر نہیں آئی۔ مگر دوسری رات آٹھ بجے ہی ایک پہرے دار آ گیا اور بولا۔
"سر! غار کے باہر کچھ چوپائے حرکت کرتے دیکھے ہیں۔"
"کس قسم کے وہ چوپائے تھے؟" میں نے پوچھا۔
"سر گدھے کے برابر تھے اور رنگ ان کے لال سے تھے۔ پیٹ پر سفید دھاریاں پڑی تھیں۔ بھیڑیئے لگتے تھے مگر اس قدر بڑے بھیڑیا کبھی ہم نے نہیں دیکھا۔" وہ بولا۔
"تم جب وہاں سے ہٹے اس وقت وہ کہاں تھے۔" میں نے پوچھا۔
"غار کے دروازے پر تھے۔" وہ بولا۔
"وہ سرنگ کے اندر سے نکلے تھے۔" میں نے پوچھا۔
"لگتا تو ایسا ہی ہے کیونکہ کسی اور طرف سے غار تک آتے تو ہم کو پہلے ہی نظر آ جاتے۔ مگر ہم نے ان کو اچانک غار کے دروازے پر دیکھا تھا۔"
"تمہارا اندازہ ٹھیک لگتا ہے۔" میں نے کہا۔ "دوسرا پہرے دار وہاں پر ہے۔" میں نے پوچھا۔
"جی ہاں وہ وہیں، ان پر نظر رکھے ہوئے ہے۔"
میں مان سنگھ اور روشن اس کے ساتھ چل پڑے۔ وہ ٹھیک اپنے اس مقام پر ہم کو لے آیا جہاں پر مورچہ تھا۔ ایک پہرے دار موجود تھا۔ میں نے پوچھا۔
"ہاں جوان تم نے تمہارے جوڑی دار کے جانے کے بعد کیا دیکھا۔"
"سر، وہ دونوں بھیڑیئے کھیتوں میں چلے گئے ہیں۔" وہ بولا۔
"تم کو پورا یقین ہے۔" میں نے پھر پوچھا۔
"سر! میں نے ایک لمحے کو ان پر سے نظریں نہیں ہٹائیں۔" وہ یقین سے بولا۔
"ٹھیک ہے آپریشن شروع کرتے ہیں۔ مان سنگھ لکڑیاں کوڑا کرکٹ سرنگ کے منہ پر جمع کرو سرنگ کے اندر جانے کا راستہ بند کرنا ہے سرنگ کے دروازے پر آگ جلانی ہے ان کو سرنگ سے باہر ہی رہنا چاہیئے۔"
"مان سنگھ نے پوچھا اس سے کیا ہوگا۔"
"یہاں سے جنگل دور ہے اور یہ سرنگ بند ہو جائے گی تو وہ گھبراہٹ میں شاید کسی ایسے مقام پر آ جائیں جہاں پر ہم ان کو قابو کر سکیں۔" میں نے جواب دیا۔
"سر! وہ ایسے مقام پر آ گئے جہاں پر ہم نے ان کو گھیر لیا یا پکڑ لیا پھر کیا ہوگا۔ نہ تو ہم ان کو قید رکھ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ سرنگ کو بند کر دیں یہ ٹھیک ہے اور ان کو آبادی سے دور دھکیل دیں تو یہ ہو سکتا ہے اس کے علاوہ ہمارے پاس کیا راستہ ہے؟"
مان سنگھ کی بات درست تھی۔ ہم اب تک ان کے سامنے بے بس تھے۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کر سکتے تھے کہ ان کو دوڑاتے رہیں اور سکون سے نہ بیٹھنے دیں۔
میں نے کہا۔ "مان سنگھ بات تمہاری ٹھیک ہے سرنگ کا منہ بند کرنے کے بعد ہم کھیتوں میں چلیں گے اور ہوائی فائرنگ کریں گے ان کا رخ ضرور جنگل کی طرف ہوگا ہمارا مقصد بھی یہی ہے۔"
"ٹھیک ہے یہی کرتے ہیں اگر موقع ملا تو زخمی بھی

کردیں گے۔" مان سنگھ نے جواب دیا۔

سب نے مل کر بہت ساری لکڑیاں، گھاس پھوس اور کوڑا سرنگ کے منہ پر جمع کر دیا اور اس میں آگ لگا دی رات کے اندھیرے میں کھنڈرات میں روشنی پھیل گئی۔ سرنگ کے اندر سے کیڑے مکوڑے بڑی بڑی مکڑیاں اور نہ جانے کیسے کیسے حشرات الارض نکل کر بھاگنے لگے اور ہم کھیتوں کی طرف چل دیئے میں نے ایک فائر کیا اس کے بعد متواتر ہم فائرنگ کرتے آگے بڑھتے گئے۔ کچھ کھیتوں پر رکھوالے موجود تھے وہ سمجھے شاید ہم ڈاکوؤں کا پیچھا کر رہے ہیں۔ ہم نے ان کو ہوشیار رہنے کا مشورہ دیا اور آگے بڑھ گئے۔ ہمارا ٹکراؤ ہمارے دشمن سے نہیں ہوا۔ ساری رات ہمارا یہ آپریشن جاری رہا صبح ہم واپس آ گئے مگر ہم کو یہ اندازہ ہو گیا کہ ہمارا دشمن پھر جنگل چلا گیا ہے۔ میں نے دوسرے ہی روز کولہنگا کو بلا لیا اور کہا۔

"ہم لوگ کب تک آنکھ مچولی کا کھیل کھیلیں گے کب تک ان کو جنگل میں رکھیں گے۔"

"ہاں سر آپ کی بات درست ہے آپ حکم کریں کیا کرنا ہے۔" کولہنگا نے کہا۔

"اب صرف ایک راستہ ہے وہ یہ کہ کوئی ایسا آدمی تلاش کیا جائے جوان کے جوڑ کا ہو۔" میں نے کہا۔

"تلاش تو آپ نے کیا تھا۔" وہ بولا۔

"کوئی فائدہ نہیں ہوا۔" میں نے جواب دیا۔

"اب کس طرح تلاش کریں گے۔" وہ بولا۔

"میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ شکتی جو رام مورتی کے پاس ہے اس کا تعلق جنگل سے ضرور ہے۔ بھیڑیا جنگل کا درندہ ہے، جنگل میں جو قبائل آباد ہیں ان سب میں ایک گرو ہوتا ہے اور وہ گرو بہت سے ہنر اور جادو سے واقف ہوتا ہے اور ہر قبیلے میں صرف ایک ہی آدمی ایسا ہوتا ہے اس کے بعد اس کا بیٹا گرو بنتا ہے کیونکہ وہ اپنے ہنر اور راز کسی اور کو نہیں دیتا گویا نسل در نسل یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اور گرو کی شکتی بڑھتی رہتی ہے کیونکہ باپ دادا کا تجربہ بھی اس کو ملتا ہے۔ ایسا ہی کوئی گرو ہماری اگر مدد کرے تو شاید ہم اس بھید کو پالیں۔"

"بے شک یہ ایک مشکل کام ہے اگر کرنا ہی پڑے تو تم کیا کرو گے۔" میں نے پوچھا۔

"میں آپ کے ساتھ ہوں میں جس قبیلے کا فرد ہوں وہ لوگ بھی مجھے نہیں پہچان سکتے۔ مگر میں ان کو تو جانتا ہوں، دوسرے میں جنگل کے اندرونی قبائل کی زیادہ تر زبانیں جانتا ہوں ان کی عادت اور خصلت سے واقف ہوں۔ ان کے وار کرنے، خوش ہونے اور ناراضگی سب کے اشارے سمجھتا ہوں میں ہر وقت آپ کے ساتھ ہوں۔" کولہنگا نے جواب دیا۔

"تو پھر یہ طے ہے کہ ایک سفر اور کرنا ہے۔" میں نے کہا۔ "تم تیاری کرو ہر ضروری چیز ساتھ ہونا چاہئے زیادہ نفری نہیں جائے گی۔ مان سنگھ، بابو لال میں اور تم میں SP صاحب سے مشورہ کرتا ہوں۔"

SP صاحب نے اعتراض نہیں کیا کولہنگا نے پوری تیاری کر لی۔ ضروری دوائیں بھی ساتھ تھیں اور ہم نے یہ سفر خچروں پر شروع کر دیا۔ دن کے دس بجے ہم جنگل میں داخل ہوئے۔ سب سے آگے کولہنگا، اس کے بعد میں، میرے بعد بابو لال اور آخر میں مان سنگھ خچر پر تھے۔

درختوں پر پرندے اور جنگلی مرغیاں شور کر رہی تھیں۔ اکا دکا بندر بھی نظر آ رہے تھے مگر جیسے جیسے ہم جنگل کے اندر ہوتے گئے۔ درختوں پر رہنے والی مخلوق بڑھتی گئی تین گھنٹے کے سفر کے بعد کولہنگا کھڑا ہو گیا اور بولا۔

"بابو لال تم آگے آ جاؤ۔"

میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"ایسا لگتا ہے ادھر بھی دلدل ہے بابو لال مجھ سے زیادہ ہوشیار ہے اس کی ناک بہت زبردست کام کرتی ہے۔" کولہنگا نے جواب دیا۔

"تو پھر تم ایسا کرو اس سے ناک بدل لو۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"ایک آدمی میں ایک خوبی ضرور ہوتی ہے بابو لال کی ناک اسپیشل چیز ہے۔" وہ بولا۔

میں نے بابولال کو اشارہ کیا اور وہ آگے آ گیا۔ اور سفر دوبارہ شروع ہو گیا۔ دس پندرہ منٹ کے بعد بابولال نے اعلان کیا۔

"کولہنگا ٹھیک بولت رہا۔ دلدل کا باس آ وَت ہے تیزی کی ضرورت نہ ہے۔"

اور بابولال نے اپنی رفتار سست کر دی۔ ہمارے ہر خچر پر سامان تھا مگر اس بات کا خیال رکھا تھا کہ خچر جلدی وزن سے تھک نہ جائیں سارے دن ہم سفر کرتے رہے۔ اب رات کی آمد آمد تھی پرندے واپس آنے لگے تھے۔ بندروں کا شور بڑھ رہا تھا۔

ایک کالی چڑیا ہمارے سروں سے چیں چیں کرتی گزر گئی اور بندروں میں بھی بے چینی کے آثار نظر آنے لگے تو بابولال نے کہا۔ "لاگت ہے شیر یا چیتا گھات میں ہے۔" میں نے پوچھا۔ "تم نے دیکھ لیا؟"

"نا ہیں دیکھ کہاں پائیں گے ای جو چڑیا گئی ہے ای خبر لائی ہے۔" بابولال نے کہا۔

"بابولال ٹھیک کہہ رہا ہے پرندے خبر دیتے ہیں بندروں کی بے چینی بھی یہ ظاہر کرتی ہے۔ جنگل میں ہر جانور حس رکھتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ قریب میں ضرور کوئی درندہ ہے۔" ابھی ہم یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ ایک چیتا ایک کیکر کی جھاڑی سے بہت تیزی سے ہماری طرف آتا نظر آیا۔ مان سنگھ نے بڑے سکون سے اس کا نشانہ لے کر فائر کر دیا گولی لگتے ہی چیتا زمین سے پانچ فٹ اچھلا اور زمین پر گر پڑا۔ ایک طرف سے کولہنگا نے گرے ہوئے چیتے پر فائر کیا اور وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

میں نے کہا۔ "بڑے درندوں کا علاقہ شروع ہو گیا۔ شاید۔"

"ای تو جنگل ہے کسی پر روک ٹوک تھوڑی ہے سب جنگل ما شیر بگھیر بھرے پڑے ہیں۔" بابولال نے جواب دیا۔

سورج ڈوبنے کے قریب تھا۔ درختوں کی وجہ سے اندھیرا ابھی پھیلتا جا رہا تھا اور آگے سفر دشوار تھا میں نے کہا۔ "مان سنگھ کیا خیال ہے قیام کرنے کی تیاری کی جائے۔"

"کولہنگا نے جواب دیا۔ "یہ جگہ بھی اچھا ہے لکڑی بھی ادھر ہے آگے پتا نہیں کیسا جگہ ہوگا ادھر ہی ٹھیک ہے۔" اور ہم سب خچروں سے اتر آئے، فوراً سارا بوجھ خچروں سے اتار دیا وزن اترتے ہی وہ گھاس میں چرنے لگے ہم نے ان سب کو ایک رسی سے باندھ دیا۔

چھولداری لگا دی گئی اور آگ جلانے کا بندوبست ہو گیا۔ ہم نے جس جگہ قیام کیا تھا وہاں پر بڑی بڑی گھانس تھی آگ جلی تو گھاس نے آگ پکڑ لی اور کافی دور تک کی گھاس جل گئی اور میدان صاف ہو گیا ہم نے اسی صاف جگہ پر چھولداری لگائی تھی۔

ایک بہت قدیم درخت ہمارے سامنے تھا شاید املی کا تھا۔ اس کا تنا بہت موٹا تھا اور جگہ جگہ سے چرا ہوا تھا اوپر چڑھنے کو ایسا لگتا تھا جیسے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ ہم نے خچروں کو اس کے ساتھ باندھ دیا تھا۔

مان سنگھ نے کھانے کی تیاری شروع کر دی اور کچھ دیر میں ہم کھانا کھا رہے تھے۔

درندوں کی آوازیں ہمارے اردگرد سے آ رہی تھی۔

کھانا کھا کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ خچروں کی اچھل کود شروع ہو گئی۔ مان سنگھ نے کہا۔

"یہ کیوں پریشان ہیں دیکھتا ہوں اور وہ اس املی کے درخت کی طرف گیا اور ٹارچ جلا کر خچروں پر ڈالی تو فوراً وہ رسی جو درخت سے بندھی ہوئی تھی کھول لی اور چھولداریوں کی طرف آ گیا آتے ہی بولا۔ "سر غلط جگہ پڑاؤ ہو گیا ہے۔"

"کیوں کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"اس درخت پر سے بہت بڑے بڑے چیونٹے اتر کر گھاس میں جا رہے ہیں خچر ان کو دیکھ کر ڈر رہے تھے۔" مان سنگھ نے جواب دیا۔

"گھاس میں جا رہے ہیں تو جانے دو ہمارا کیا نقصان ہے۔" میں نے کہا۔

"نا ہی سرای بات نا ہی ہیں دیکھت ہوں۔" اور بابولال ٹارچ لے کر درخت کی طرف چلا گیا اور چند ہی منٹ کے بعد واپس آ کر بولا۔

"ای تو ماس خور چیونٹے لاگت ہیں۔ ان کے بارے میں سنا ہے یہ سب ایک ساتھ حملہ کرتے ہیں جناور ہوا انسان ہوسب کا ماس کھا جاتے ہیں۔ پنجر چھوڑ دیتے ہیں۔" بابولال نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

"تم ٹھیک بولا۔ بابولال ایسا چیونٹا جنگل میں ہوتا ہے۔" کولہنگا نے کہا۔

"وہ سب گھاس میں جمع ہو رہے ہیں اس کا مطلب ہے ابھی ان کو حملے کا آرڈر نہیں ہوا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے سر! ان چیونٹوں کا ایک سردار بھی ہوتا ہے ان میں بڑا ڈسپلین ہے، خچروں کے یہ قریب سے گزر رہے تھے مگر کسی نے اپنا مقرر کردہ راستہ تبدیل نہیں کیا اور نا ہی کوئی خچروں پر حملہ آور ہوا۔ خچر دیکھ رہے تھے اور ڈر رہے تھے۔" کولہنگا نے کہا۔

"تو ان کا حملہ کب متوقع ہے۔" میں نے پوچھا۔

"اس درخت کی جڑیں شاید ان کا ٹھکانہ ہے یہ سب باہر آئیں گے اور حملے کے لئے مطلوبہ تعداد پوری ہونے پر حملہ کریں گے۔" کولہنگا نے کہا۔

"ابھی ان کی مورچہ بندی شروع ہوئی ہے تو ہم کو بھی اپنے بچاؤ کی مورچہ بندی کرنا پڑے گی۔" مان سنگھ نے رائے دی۔

"آگ ایک ایسی چیز ہے جس سے ہر جانور ڈرتا ہے۔" کولہنگا نے کہا۔

"تو پھر اتنی لکڑیاں جمع کرنا ہوں گی کہ ساری رات ہمارے چاروں طرف آگ روشن رہے اور ہم اس آگ کے حصار میں رہیں۔" میں نے کہا۔

اور سب لوگ اس کام میں لگ گئے۔ اور آگ ایک دائرے کی شکل میں روشن کردی۔ کولہنگا سوکھی گھاس بہت سی اٹھا لایا اور اس گھاس کو میدان کے کنارے کنارے پھیلا دیا۔ "اس سے کیا ہوگا کولہنگا؟" میں نے پوچھا۔

"سر یہ گھاس پیٹرول بم ہے دو چار گھنٹے میں جب چیونٹے حملہ کرنے کی پوزیشن میں آ جائیں گے تو وہ آگے بڑھیں گے اس وقت ہم اس گھاس میں آگ لگا دیں گے اور یہ پیٹرول بم ساری گھاس میں آگ لگا دے گا۔ مگر یہ ہمارا آخری حربہ ہوگا کیونکہ اس آگ کے پھیل جانے کا بھی خطرہ ہوگا۔"

"اس کا مطلب ہوا تمہارا واسطہ ان سے بھی پڑ چکا ہے۔" میں نے کہا۔

"میرا واسطہ چیونٹوں سے نہیں پڑا مگر ایک اور خطرناک چیز سے پڑا ہے۔" وہ بولا۔

"وہ کون سی چیز ہے۔" میں نے پوچھا۔

"وہ بن کتیا بڑی خطرناک چیز ہے بڑے بڑے جانور ان سے ڈرتے ہیں۔" کولہنگا نے جواب دیا۔

"وہ کس طرح۔" میں نے پوچھا۔

"وہ بھی ہزاروں کی تعداد میں حملہ آور ہوتی ہیں ان سے فرار ممکن نہیں ہوتا۔"

" کولہنگا نے کہا۔

"بہت طاقتور ہوتی ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں ان کا قد سات آٹھ انچ ہوتا ہے دانت بہت تیز ہوتے ہیں اور اچھل اچھل کر حملہ کرتی ہیں۔ کیونکہ ایک ساتھ حملہ کرتی ہیں اس لئے حملے میں بہت مرتی ہیں مگر ان کے حملے میں کمی نہیں آتی اور وہ اپنے شکار کو گرا دیتی ہیں۔ گرنے کے بعد ہاتھی بھی نہیں اٹھ سکتا صرف چند گھنٹوں میں ہاتھی کو بھی صاف کر دیتی ہیں۔ یہ بھی گروہ کی شکل میں رہتی ہیں اور بڑے سلیقے سے حملہ کرتی ہیں۔" کولہنگا نے کہا۔

"تو یہ پر بڑے درندوں سے بھی زیادہ خونخوار ہوئیں۔" میں نے کہا۔

"ای بات ٹھیک ہے بہت خطرناک ہووت ہیں۔" بابولال نے کہا۔

میں نے مان سنگھ کو کہا۔ "ذرا درخت کی طرف دیکھ

آؤ، ان کی فوج اتر رہی ہے یا ختم ہوگئی ہے۔" مان سنگھ ٹارچ لے کر گیا اور واپس آ کر بتایا ابھی تک اتر رہی ہے۔"

ہمارے چاروں طرف آگ روشن تھی اور اس کی روشنی جنگل میں پھیل رہی تھی۔ ہم کسی درندے سے نہیں چیونٹوں سے مقابلے کی تیاری کر رہے تھے۔ کھانا کا سامان اور ضروری سب سامان خچروں پر لاد دیا گیا تھا ہم بار بار درخت کے تنے کو چیک کر رہے تھے۔ بابو لال نے بتایا۔

"اب تنا خالی ہے اندازہ ہے سارے سپاہی میدان جنگ میں جا چکے ہیں۔"

جنگل میں سناٹا تھا یہ سناٹا آنے والے خطرے کی علامت تھا۔ لکڑیوں کے چٹخنے کی آواز آ رہی تھی ہم نے آگ تیز کر دی تھی ہمارے کیمپ کے چاروں طرف آگ تھی گرمی میں ہمارے ساتھ خچروں کا بھی برا حال تھا ہم نے ان کو چھولداری کے اندر کر دیا تھا اور اچھی طرح ان کے پیر باندھ دیئے تھے۔ ہم چاروں چھولداری سے باہر تھے اور ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کو تیار تھے۔ گھاس سے چیونٹے باہر آ رہے تھے جہاں سے پہلے گھاس جلی ہوئی تھی وہاں پر زندگی کے آثار نظر آ رہے تھے فضاء میں ایک سنسناہٹ سی محسوس ہوتی تھی۔ اب کسی چرند پرند کی آواز بھی نہیں آ رہی تھی۔ ایک عجیب طرح کی خاموشی طاری تھی طوفان سے پہلے بھی ایسا ہی ہوتا ہے ہمارے دلوں کی حرکت تیز تھی آج پھر میرا مقابلہ ایک ایسے دشمن سے تھا جس پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کرتا۔

میں نے دل میں سوچا کاش میرا کوئی ایسا دشمن بھی ہوتا جس سے میں آمنے سامنے مقابلہ کرتا میرا دشمن نادیدہ ہی رہا یہ چیونٹے نظر آنے پر بھی نظر نہیں آتے۔ ان کی تنظیم و ترتیب اور طریقہ شکار مجھے ایک سبق پڑھا رہے تھے کتنی خاموشی سے یہ اپنی صفوں میں موجود اپنے سپہ سالار کے حکم کے منتظر تھے۔ انسان کی عقل اور جانور کی عقل میں بڑا فرق ہے ہر جانور کی چالاکی اور ہوشیاری کو حضرت انسان سمجھ جاتا ہے مگر جانور نہیں سمجھ پاتا اور انسان کے ہاتھوں زیر ہو جاتا ہے۔

"سر آگ کی دوسری طرف چیونٹے آ گئے ہیں۔"

مان سنگھ کی آواز آئی۔

"مگر آگ کو تو کراس نہیں کر سکتے۔" میں نے کہا۔

"جس جگہ سے ان کو ذرا سی بھی جگہ ملی یہ اندر آ جائیں گے۔" مان سنگھ نے گھبرا کر کہا۔

"تم فکر نہ کرو دوست میں بندوبست کرتا ہوں۔" یہ آواز کولہنگا کی تھی۔

اور پھر کولہنگا نے سوکھی گھاس میں آگ لگا دی یہ سوکھی گھاس واقعی پیٹرول بم کی طرح بہت تیزی سے آگے بڑھی اور پھر ہری گھاس نے بھی آگ پکڑ لی چٹاخ چٹاخ کی آوازیں آنے لگیں اور فضاء میں پھل جھڑیاں سی بکھر گئیں اس آگ نے چیونٹوں کو واپس جانے یا آگے آنے کا موقع نہیں دیا درخت کے چاروں طرف گھاس بھی جل گئی اور پورا میدان صرف پندرہ بیس منٹ میں جل گیا اب چاروں طرف کچھ نہیں تھا گھاس میں جو بھی تھا وہ جل چکا تھا اور ہر طرف چراندی پھیلی ہوئی تھی۔ بابو لال نے بتایا "یہاں پر کوئی زہریلا کیڑا بھی تھا جو جل گیا ہے باس بتاتی ہے۔"

بابو لال اور مان سنگھ دونوں آگ کو پھلانگ کر جلے ہوئے میدان میں چلے گئے۔ ٹارچ ان کے پاس تھی اور دونوں کے کاندھے پر رائفلیں تیار تھیں۔ دس منٹ کے بعد ہی وہ واپس آ گئے۔ مان سنگھ نے کہا۔ "سر میدان صاف ہے دور دور تک کسی جانور کا پتا نہیں ہے اور ہاں ایک بہت موٹا سانپ بھی میدان کے بیچ جلا پڑا ہے بابو لال کی ناک اسپیشل چیز ہے۔"

"اچھا ایسا کرو ایک طرف کی آگ ٹھنڈی کرو اور دو آدمی آرام کر لو۔ جہاں سے آگ ٹھنڈی کرو وہیں پر دو آدمی جاگیں اور پہرہ دیں گے۔"

رات خیریت سے گزر گئی آگ کی وجہ سے کوئی جانور ادھر نہیں آیا۔ صبح ہم نے دیکھا کہ سارا میدان کالا ہو گیا تھا۔ ایک تو گھاس کے جلنے سے دوسرے لاکھوں کی تعداد میں چیونٹے مرے پڑے تھے۔ دو چار کہیں کہیں

زندہ بھی نظر آئے۔ یہ اتنے بے ضرر نظر آ رہے تھے کہ رات کی ان کو جلا کر افسوس ہونے لگا مگر ہر جاندار اپنی بقاء کی جنگ لڑتا ہے اگر چیونٹے مبع ہوتے تو ہم نہ ہوتے انسان کو اگر برتری حاصل ہے تو صرف عقل کی وجہ سے ہے۔ ہاتھی شیر سب درندے انسان سے زیادہ طاقتور ہیں مگر انسان ان پر حکومت کرتا ہے۔

رات بھر خچروں نے بھی آرام کرلیا تھا۔ سب چھولداریاں اٹھالی گئیں اور ہم آگے بڑھ گئے۔ پورے دن کولہنگا کے بتائے ہوئے راستے پر سفر جاری رہا۔ اب پھر رات کی آمد آمد تھی ضروری تھا کہ کوئی محفوظ ٹھکانہ بنالیا جائے۔ ایک ٹیلا پسند کیا گیا اور چھولداری لگادی اور لکڑیاں جمع کرلی گئیں۔ مان سنگھ نے رات کے کھانے کے لئے ایک ہرن شکار کرلیا تھا۔ ہرن کی کھال اتار کر اس کو آگ پر لٹکادیا گیا اور وہ روسٹ ہونے لگا چھولداری کے چاروں طرف یہاں پر بھی ایک کیاری بنادی گئی یہ اس لئے کہ اگر ضرورت پڑے تو آگ کو چاروں طرف پھیلایا جاسکے۔

ہم جس مقام پر ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے وہ ایک ٹیلا تھا زیادہ اونچا تو نہیں تھا مگر پھر بھی سطح زمین سے اونچا تھا۔ ہمارے سامنے پر شکوہ اور پر ہیبت سنگلاخ بلند و بالا چٹانیں نظر آتی تھیں۔ دائیں طرف بلند درخت اس طرح دکھائی دیتے تھے جیسے عظیم الجثہ عفریت ایک لائن میں کھڑے ہوں۔ بائیں طرف ایک گہرا برساتی نالا تھا جو سوکھا پڑا تھا اس کی گہرائی اتنی زیادہ تھی کہ دیکھ کر خوف آتا تھا۔ اس سارے منظر کی بے پناہ وسعت دل پر ایک دبدبہ سا طاری کررہی تھی۔ رات کا اندھیرا پھیلتے ہی اس منظر کی خوفناکی میں اور اضافہ ہوگیا، آگ روشن کردی تھی اس کی وجہ سے دور دور تک روشنی پھیل رہی تھی۔ رات کے اندھیرے کا سینہ چاک کرنے کو ایک معمولی چراغ بھی کافی ہوتا ہے یہاں پر تو ہم نے آگ کا ایک الاؤ روشن کردیا تھا۔

گوشت تیار تھا نمک مرچ بھی ساتھ تھا۔ سب ہرن کے قریب آگئے اور کچھ دیر کے بعد ہرن ہمارے پیٹ میں چلا گیا سب بری طرح تھکے ہوئے اور بھوکے تھے۔ کھانے کے بعد چائے کا دور ہوا اور پھر بابو لال اور کولہنگا کو سونے کو بھیج دیا میں اور مان سنگھ پہرے پر بیٹھ گئے ہماری ڈیوٹی رات کے بارہ بجے تک تھی ہمارے بعد بابو لال اور کولہنگا کو ڈیوٹی کرنا تھی۔ ہماری ڈیوٹی میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ ہمارے بعد بابو لال اور کولہنگا کو اٹھایا گیا اور ہم سونے چلے گئے۔

ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ میری آنکھ ایک انوکھی آواز کے شور سے کھل گئی۔ میں فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ کیسی انوکھی آواز ہے یہ آواز بلند بالا درختوں کی طرف سے آرہی تھی۔ مان سنگھ بھی اٹھ کر بیٹھ گیا اور بولا۔ ''یہ تو ڈھول کی آواز لگتی ہے۔''

''مگر اس جنگل میں ڈھول لے کر کون آگیا۔'' میں نے کہا۔

کولہنگا دوڑ کر آیا اور بولا۔ ''آپ یہ آواز سن رہے ہیں۔''

''آتو رہی ہے یہ کیسی آواز ہے؟'' مان سنگھ نے پوچھا۔

''یہ ایک مخصوص ڈھول کی آواز ہے، یہ ڈھول صرف گرو کے پاس ہوتا ہے وہ اس ڈھول سے بہت سے کام لیتا ہے روحوں کو بلانے کا بھی اور بھگانے کا بھی، صرف بجانے کا انداز بدل جاتا ہے۔'' کولہنگا نے جواب دیا۔

''اب یہ کیا کررہا ہے روحوں کو بھگا رہا ہے یا بلا رہا ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''اس وقت وہ اعلان کررہا ہے، اپنے قبیلہ والوں کو بتا رہا ہے کہ تمہاری زمین پر اجنبی آرہے ہیں۔ ہوشیاری پکڑو اپنے ہتھیار چمکاؤ، نیزے تیز کرو اپنی عورتوں کو غاروں میں چھپادو اور میدان میں جمع ہوجاؤ۔'' کولہنگا نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے یہاں قریب کوئی قبیلہ آباد ہے۔'' میں نے کہا۔

''اور اس کو ہماری آمد کی خبر بھی ہوگئی ہے مگر آپ فکر نہ کریں۔ یہ لوگ دھماکے سے بہت ڈرتے ہیں اور اسے روحوں کی ناراضگی سمجھتے ہیں میں کوشش کروں گا کہ دھماکا کرنے کی نوبت نہ آئے اور بات چیت سے ہی کام

پاکستانی ورچوئل لائبریری عظیم الشان دارالعلم

بن جائے۔ میں اپنے بیگ میں کچھ چیزیں ایسی لایا ہوں کہ آنے والا حملہ نہیں کرے گا۔" کولہنگا دوڑ کر چھولداری میں گیا اور ایک سفید اور ہرے رنگ کا جھنڈا لے آیا اس کو ایک لکڑی میں پرو کر آگ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

دور سے ایک ہیولہ سا آتا نظر آیا وہ بہت تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا اور اس کا ہاتھ ڈھول پر ایک ردھم سے پڑ رہا تھا اس کے قدم فوجی انداز میں اٹھ رہے تھے۔ زمین کی ناہمواری، درختوں کی رکاوٹ، درندوں کا خوف اس کی چال میں فرق نہیں ڈال رہا تھا وہ اب بہت قریب آ گیا تھا۔

اس کے بدن پر کھالیں لپٹی ہوئی تھیں چہرے پر سرخ اور سفید رنگ جلی لکیریں، لڑائی کے سارے ہتھیار اس کے پاس موجود تھے۔ اس کی سیاہ کھال کی ڈھال پر جادو کے طلسم بنے ہوئے تھے۔ تیر کمان کاندھے پر لٹک رہی تھی۔ کمر سے سینگ کا خنجر، سر پر ہرن کا چہرہ سینگوں سمیت اس نے خود کو چھپانے کی کوشش کی۔ درانہ بے جھجک کندھے پر بھالا رکھے سفید لومڑی کی دم کا پھریرا اڑاتا آگے بڑھتا چلا آیا ڈر وخوف کا اسکے چہرے پر نام ونشان نہیں تھا۔ ایسی بے پروائی سے دوڑا چلا آیا ہے حیرت کی بات تھی۔ کولہنگا نے اپنی سفید جھنڈی دکھائی۔

چند منٹ خاموشی رہی احساس کی طنابیں توڑ دینے والا تناؤ طاری رہا۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ خاموش تھے۔ مگر ہوشیار کھڑے تھے۔ کولہنگا اور وہ دونوں ایک دوسرے کو نگاہوں ہی نگاہوں میں پرکھ رہے تھے۔ اجنبی کا چہرہ آگ کی روشنی میں صاف نظر آ رہا تھا یہ ایک سرد اور انتہائی سفاک چہرہ تھا۔ اس کے چہرے پر ایسی سنگین بے حسی تھی کہ یہ ایک پتھر کا بت نظر آ رہا تھا۔ چند منٹ کے بعد اس کے پتھریلے ہونٹوں کو جنبش ہوئی اور اس نے کولہنگا کو کچھ کہا۔

"تم لوگ کون ہو اور کیوں آئے ہو؟"

"ہم کسی کی تلاش میں آئے ہیں اور تمہاری مدد حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں۔" کولہنگا نے جواب دیا۔

"ہم کسی کی مدد کرنے کے قابل نہیں ہیں۔"

"یہ باتیں بعد میں کریں گے تم بتاؤ یہ کون سا قبیلہ ہے اور تم کون ہو؟"

"میرا نام جوخوگرو ہے میں گوموقبیلہ کا گرو ہوں۔"

"ہاں اب بتاؤ تم ہماری مدد کیوں نہیں کر سکتے؟" کولہنگا نے پوچھا۔

"ہماری ماکی ماقبیلے سے لڑائی چل رہی ہے وہ بہت ظالم لوگ ہیں رات میں حملہ کرتے ہیں بری روحیں ان کی مدد کرتی ہیں اور وہ ہمارے دودھ کے جانور اور عورتوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں ہمارے پاس دن بہ دن شکاری کم ہو رہے ہیں کیونکہ عورتیں کم ہیں اور بچے پیدا نہیں ہو رہے یہی حالت رہی تو ایک دن گوموقبیلہ ختم ہو جائے گا اور ماکی ما والے ہم کو ہضم کر جائیں گے۔"

"ہم تو تمہارے جادو اور منتروں کی مدد لینے آئے تھے تم اپنے جادو سے کام لو اور ماکی ماوالوں کو زیر کرو۔" کولہنگا نے کہا۔

"تم کیا سمجھتے ہو میں نے کوشش نہیں کی ہوگی میں دن رات اسی کام میں لگا ہوا ہوں مگر بری روحیں اس قدر زیادہ ہیں کہ اچھی روحیں دب رہی ہیں مگر میرا یقین ہے کہ یہ ہمیشہ نہیں ہوگا ایک دن ہمارا بھی ضرور آئے گا۔"

"ہم سفر میں ہیں تمہاری مدد نہیں کر سکتے تم کچھ ہماری مدد کر سکتے ہو۔" کولہنگا نے کہا۔

"تم کس قسم کی مدد چاہتے ہو؟"

"ہم لوگ ایک بھیڑیوں کے جوڑے کے پیچھے آئے ہیں۔ وہ اصل میں انسان ہیں مگر بھیڑیئے بن کر انسانوں کا نقصان کر رہے ہیں۔ وہ ضرورت کے وقت انسانی روپ بھی اختیار کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور کسی ہتھیار سے نہیں مرتے۔"

جوخوگرو چند منٹ خاموش کھڑا جھومتا رہا۔ پھر ایک پھریری لے کر گردن کو جھٹک کر ہوا میں ہاتھ لہرا کر بولا......"بہت مشکل ہے یہ جادو بڑا ہے اس کا توڑ آسان

نہیں ہے میں اپنی پریشانی میں پڑا ہوں میں کچھ نہیں کر سکتا تم کو اور آگے بڑھنا ہوگا شاید شامو والوں کا گرو کچھ بتا سکے ان پہاڑوں کے اس پار جانا ہوگا مگر میری بات یاد رکھنا یہ بہت مشکل کام ہے شامو والے کریں گے کہ نہیں مجھے نہیں پتا۔ میں کسی کو دھوکا نہیں دیتا یہ میری خوبی بھی ہے اور خرابی بھی ہے۔"

کولہنگا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور وہ واپس پلٹ گیا۔

اس کے جانے کے بعد کولہنگا نے تمام گفتگو کا خلاصہ بتایا۔

"تمہارا کیا خیال ہے پہاڑوں کے اس پار چلیں۔"

میں نے کولہنگا سے پوچھا۔

"یہاں تک آئے ہیں تو ایک کوشش اور کرنے میں کیا خرابی ہے۔" کولہنگا نے کہا۔

بابو لال اور مان سنگھ کی رائے بھی یہی تھی۔ صبح ہونے والی تھی ہم نے اپنا کیمپ اٹھا لیا اور سامان خچروں پر لاد دیا اور پہاڑوں کی طرف روانہ ہوئے قریب نظر آنے والے پہاڑ اتنے قریب نہ تھے۔ ہم پیدل چل رہے تھے زیادہ وزن ہم خچروں پر نہیں ڈال رہے تھے۔ جہاں سے پہاڑوں کی اونچائی شروع ہو رہی تھی وہاں تک گھنا جنگل تھا۔ ہم اس جنگل کے کنارے کنارے سفر کرنے لگے کیونکہ پہاڑ ایک دیوار کی طرح سیدھے کھڑے تھے اوپر چڑھنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ شام ہوگئی مگر اب تک پہاڑ پر چڑھنے کا کوئی راستہ نہیں ملا۔

ہم پہاڑی سلسلے کے ساتھ چل رہے تھے اب آگے راستہ نہیں تھا ایک ندی راہ میں آگئی تھی۔ ندی میں زیادہ گہرائی نہیں تھی صرف دو تین فٹ پانی تھا پانی شفاف تھا اور اس میں تیرتی مچھلیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ ہم لوگ رات کو نہیں سوئے تھے اس لئے تھکن سوار تھی فیصلہ یہ ہوا کہ اس ندی کے کنارے ہی ڈیرہ لگا دیا جائے مان سنگھ نے ایک کپڑے کا تھیلا لیا اور مچھلیاں پکڑنے لگا اور کچھ دیر میں وہ بہت سی مچھلیاں لے آیا۔ آگ جل چکی تھی سب آگ کے کنارے بیٹھ گئے اور لکڑی میں پرو کر مچھلیاں سینکتے اور کھاتے رہے بہت عرصہ کے بعد مچھلی کھائی تھی، اس پانی کی مچھلیاں بھی مزیدار تھیں کہ سب نے خوب کھائیں۔ اس کے بعد دو آدمی سونے چلے گئے۔ میں اور مان سنگھ پہرے پر موجود تھے۔

بارہ بجے ہم نے کولہنگا اور بابو لال کو اٹھا دیا۔ صبح تک خیریت رہی دن نکلا تو پتا چلا کہ یہ جگہ تو بہت خوبصورت ہے ایک طرف پہاڑ اس کے ساتھ ندی اور پھر ہرا بھرا جنگل۔ صبح ہوتے ہی پانی پینے کے لئے آنے والے جانوروں کی آمد شروع ہوگئی۔ ہم خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ بڑے چھوٹے ہر قسم کے جانور آ رہے تھے کچھ نے مچھلیاں بھی شکار کیں اور چلے گئے۔

گرو نے پہاڑوں کے پار جانے کا راستہ نہیں بتایا تھا۔ پہاڑی سلسلہ کتنا لمبا ہے اس کا بھی اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے کولہنگا سے پوچھا۔

"آگے سفر کرنا ہے میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے یہ پہاڑ کب راستہ دیں گے۔"

"میں بھی اس طرف کبھی نہیں آیا۔ میرا تو خیال ہے ایک دو دن اور کوشش کرتے ہیں اس کے بعد سوچیں گے۔"

کولہنگا نے جواب دیا۔

اور ہمارا سفر پھر جاری ہوگیا۔ ایک جگہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک راستہ نظر آگیا اس راستے پر گھنی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں ہم ان جھاڑیوں میں گھس گئے۔ کچھ دور چلنے کے بعد یہ جھاڑیاں ختم ہوگئیں اور صاف راستہ آگیا یہ راستہ چڑھائی کا تھا ہم اوپر چڑھتے گئے ایک گھنٹے کے بعد یہ چڑھائی ختم ہوگئی اور میدان آگیا اس میدان میں گھاس کے ساتھ ساتھ جنگلی پودے بھی لگے تھے ان میں رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے یہ جگہ ایک پکنک اسپاٹ نظر آتی تھی۔ منظر اتنا خوبصورت تھا کہ ہم سب اس کے حسن کے سحر میں مبتلا ہوگئے۔ پتا نہیں ہم سطح زمین سے کتنی اونچائی پر تھے ہوا میں ٹھنڈک تھی ہم نے ایک اچھی سی جگہ دیکھ کر چھولداری لگا دی۔

یہاں پر آگ جلانے کی ضرورت اس لئے نہیں تھی کہ ایک غار نما جگہ ہم کو مل گئی تھی خچروں کو وہاں پہنچا دیا تھا

سارا سامان بھی اندر کر دیا تھا اس کے سامنے جھول داری لگائی تھی۔ مگر حفاظتی نکتہ نظر سے پہرے داری کا وہی نظام رکھا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد میں اور مان سنگھ پہرے پر آ گئے۔ رات چاندنی تھی اس پھولوں بھرے میدان میں چاند کی روشنی بہت ہی لگ رہی تھی۔

رات کے دس بجے کا وقت تھا ہر طرف سناٹا تھا کہ اچانک بانسری کی سریلی آواز کان میں آ پڑی میں نے مان سنگھ کی طرف دیکھا۔ پھر ایک بہت ہی پر اثر دھن بانسری کی سماعت سے ٹکرائی۔

ایک مدھم سی آواز فضاؤں میں لہرائی اور پھر آہستہ آہستہ بلند ہو گئی۔ ایک پرسحر نغمہ جو کہ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے آسمان سے آواز آ رہی ہو کوئی غیبی ندا ہو یہ آواز ایسی دلکش سر رکھتی تھی کہ انسان تو انسان جانور بھی اس آواز کے سحر میں گم ہو جائے میں نے زندگی میں اس سے زیادہ پر اثر موسیقی نہیں سنی تھی یہ جگہ جس قدر حسین تھی اتنی ہی حسین یہ آواز تھی دل کرتا تھا ان راہ گزاروں کا حسن اپنی آنکھوں میں سمیٹ لوں اور اس موسیقی کو دل میں بسا لوں اور پھر میں نے اور مان سنگھ نے دیکھا ایک شخص جس کے منہ سے بانسری لگی ہوئی تھی ایک درخت کی آڑ میں سے نکلا بانسری کی پرسحر آواز اب بھی آ رہی تھی وہ سیدھا ہماری طرف آ رہا تھا میں اور مان سنگھ حیرت سے اس کو دیکھ رہے تھے ہمارے بدن میں جنبش کرنے کی طاقت نہیں تھی ہم ساکت بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے منہ سے بانسری ہٹائی تو ایسا لگا جیسے زمین کی گردش رک گئی ہے ایک دریا روانی پر تھا کہ اچانک رک گیا۔ بادلوں سے برستا نور روک دیا گیا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے بدن کی قوتیں اچانک ختم ہو گئی ہوں یہی حال مان سنگھ کا بھی لگتا تھا۔ پاؤں جہاں تھے وہاں سے ہل بھی نہ سکے پتا نہیں کیا ہو گیا تھا بس ایسا لگ رہا تھا جیسے میں اپنی مرضی سے ہل بھی نہیں سکتا۔ اب میری اور مان سنگھ کی نگاہوں میں وحشت اتر آئی تھی۔ اپنے اعضاء کا اختیار انسان میں جب نہ رہے تو وہ بے کل ہو جاتا ہے پیر ہیں مگر چل نہیں سکتے، ہاتھ ہیں مگر اٹھ نہیں رہے، دماغ کام کر رہا ہے، آنکھیں ہر چیز دکھا رہی ہیں میں اور مان سنگھ پتھر کے بت بنے بیٹھے ہیں۔

وحشت کی حدود کو پار کر کے اب ہم خوف کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ بندہ خدا ہمارے سامنے موجود تھا اس کے جسم پر صرف ایک لنگوٹی تھی اور ہاتھ میں بانسری تھی اس کا چہرہ سرخ پتھر کا بنا ہوا لگتا تھا اس کے منہ سے اب تک کچھ نہیں نکلا تھا۔ انسان کے ساتھ خوف کی حس بھی ہے ہم خوف زدہ تھے تو کوئی انوکھی بات نہیں تھی اب ہمارا خوف اس قدر بڑھ چکا تھا کہ اس سے آگے خوفزدہ ہونے کی شاید گنجائش نہیں تھی اعصاب اگر کام کریں اور اعضاء کنٹرول میں ہوں تو انسان کچھ نہ کچھ کرتا ہے ہم کیا کرتے ہم تو پتھر کے آدمی تھے بانسری کے سحر نے ہم کو بے بس کر دیا تھا یا یہ کوئی ساحر تھا اس نے بانسری کے ذریعے اپنا سحر پھیلایا تھا یہ کون ہے اس ویران مقام پر جہاں ہمارا خیال تھا ہم پہلے انسان آئے ہیں یہ یہاں موجود ہے اس کی یہاں پر موجودگی ہی اس کو غیر معمولی قرار دیتی ہے۔

مان سنگھ کیا سوچ رہا تھا، کیا محسوس کر رہا تھا مجھے نہیں پتا نہ میں اس سے پوچھ سکتا تھا اور نہ ہی وہ بتا سکتا تھا۔ چاندنی ہر سو پھیلی ہوئی تھی اور تین بت خاموش تھے ایک بہت بااختیار تھا اور دو بہت بے اختیار تھے وہ کچھ بھی کرنے کی پوزیشن میں تھا اور ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے سوچا لے بیٹا جمال خان آفریدی تیرا وقت آیا اپنی خطاؤں کی معافی مانگ لے بہت بہادر بنتا تھا بہت کودتا تھا بڑے بڑے پلان بنائے تھے ارے بے وقوف ابھی تو تو نے اولاد کا منہ تک نہ دیکھا تھا اور کیسی بے بسی کی موت مارا جا رہا کہ ہاتھ تک ہلا نہیں سکتا۔ زبان سے کچھ کہہ نہیں سکتا ارے بے وقوف خود مرا تین کو اور لے کر مر رہا ہے تیری مرضی سے یہ لوگ تیرے ساتھ آئے تھے تو ہی ان کی موت کا ذمہ دار ہے۔ میں کیا کروں میری بدنصیبی یہ ہے کہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ میں گردن بھی اس کے سامنے جھکا نہیں سکتا اپنی زندگی کی نہیں ان تینوں کی زندگی کی بھیک بھی نہیں مانگ سکتا۔ میرے خدا مجھے معاف کر دے۔ میں نے اب تک

جو زندگی گزاری وہ تجھ سے غافل رہ کر گزاری ہے میں گناہ گار ہوں۔ میں نے محسوس کیا کہ میری آنکھیں بھیگ گئی ہیں اور ان میں سے چند قطرے نکل کر میرے گالوں پر ڈھلک گئے۔

بانسری والے کا دایاں ہاتھ اوپر اٹھا اور میرے رخسار پر چمکتے آنسوؤں کو اس نے انگلی سے چھوا اور میرے کانوں میں اس کی نہایت دھیمی اور شیریں آواز آئی۔

"یہ ہے نفع! تو نے زندگی بھر کچھ نہیں کمایا، تیرے پاس صرف چند قطرے ہی تھے وہ تو نے زندگی کی طلب میں خرچ کر دیئے اور تجھے زندگی مل گئی تو نہیں مرے گا ابھی تیرا وقت نہیں آیا وہ وقت دور ہے تیرا رخ ابھی تک ٹیڑھا ہے غلط سمت بھاگ رہا ہے اس جنگل میں کچھ نہیں ملے گا ۔تلاش کر خوب تلاش کر مگر پہلے خود کو تلاش کر اگر خود کو تھوڑا سا بھی ڈھونڈ پایا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اب واپس چلا جا اور پھر جنگل کی طرف مت آنا تیری یہ منزل نہیں ہے۔"

انہوں نے ہاتھ نیچے کئے اور ایک طرف کو چل دیئے، میں دیکھتا رہا پھر میرا دل چاہا کہ دوڑ کر جاؤں اور ان کو پکڑوں، میں بے اختیار میں دوڑ پڑا مگر جتنا میں تیز دوڑتا وہ اتنے ہی دور ہوتے جاتے آخر میں تھک گیا اور بانسری والا نظروں سے اوجھل ہو گیا تو مجھے خیال آیا میں دوڑ کر ان کے پیچھے بھاگا تھا میں تو ہل نہیں سکتا تھا میں ٹھیک ہوں، میں زندہ ہوں۔ میں جو خود کو مرنے پر آمادہ کر رہا تھا پھر سے زندگی پا کر ایک کیف و مستی میں آ گیا اور ناچتا ہوا ڈیرے کی طرف بھاگا میں بھول گیا تھا کہ میں ان تینوں سے بڑا آفیسر ہوں میری سرکاری طور پر ان سے بڑی حیثیت ہے یہ میری اس حرکت سے کیا سوچیں گے میرے اندر کی خوشی زندگی دوبارہ پانے کی خوشی مجھے تھرکنے پر مجبور کر رہی تھی مان سنگھ پھولوں بھرے میدان میں خوشی سے کودتا پھر رہا تھا۔

مجھے دیکھتے ہی میری طرف دوڑا اور بے ساختہ لپٹ گیا اور جذباتی آواز میں بولا۔

"سر میں زندہ ہوں، میں زندہ ہوں وہ بانسری والا چلا گیا۔ اس کا جادو ختم ہو گیا۔"

"ہاں وہ چلا گیا۔" میں نے کہا۔

"ہم کو کیا ہوا تھا؟ وہ کون تھا اس نے ہم کو زندہ چھوڑ دیا؟" مان سنگھ ایک ساتھ بہت سے سوالوں کے جواب چاہتا تھا مگر میرے پاس اس کے کسی سوال کا جواب نہیں تھا۔ میرے کانوں میں اس کے الفاظ گونج کر رہے تھے۔ میں نے مان سنگھ سے پوچھا۔

"تم نے وہ سنا جو اس نے جانے سے پہلے مجھ سے کہا تھا اور میرے گال پر بہتے آنسوؤں کو انگلی سے چھوا تھا۔"

"میں نے دیکھا تھا مگر اس کی آواز میں نے نہیں سنی ۔وہ آپ کے سامنے کھڑا تھا مجھے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔" مان سنگھ نے جواب دیا۔

"اس نے حکم دیا ہے کہ میں جنگل سے جاؤں یہاں پر کچھ نہیں ملے گا۔ اس کا کہنا تھا کہ میرا رخ غلط ہے۔ میں غلط سمت میں سفر کر رہا ہوں اس کا کہنا تھا کہ خود کو تلاش کر پھر سب کچھ ملے گا اس نے صاف لفظوں میں مجھے جنگل سے چلے جانے کا حکم دیا ہے، میں اب اس جنگل سے جانا چاہتا ہوں فوراً واپسی کی تیاری کرو۔" ہماری واپسی بہت تیزی سے ہوئی اور حیرت کی بات یہ تھی کہ ہم کسی ٹکراؤ سے محفوظ رہے۔

میرا ذہن بانسری والے کی طرف ہی لگا ہوا تھا۔ چندن پور آنے کے بعد میں SP صاحب سے ملا مگر رپورٹ نہیں دی۔ SP صاحب نے کہا۔" میں دیکھ رہا ہوں تم کچھ پریشان ہو اور تحریری رپورٹ بھی نہیں لکھی۔"

"سر رپورٹ میں لکھوں گا مگر جو کچھ اس سفر میں ہم نے دیکھا ہے وہ میں لکھوں نا لکھوں اس کا فیصلہ میں نہیں کر سکا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ایسی حیرت انگیز کیا بات تم نے دیکھ لی۔" وہ بولے۔

"ہاں سر دیکھی ہے ایسی حیرت انگیز بات کہ بتاؤں گا تو شاید کوئی یقین نہ کرے۔" میں نے کہا۔

"مگر میں یقین کروں گا۔" وہ بولے۔

"وہ ایک انسان ہی تھا کہ کم از کم نظر تو انسان ہی

آرہا تھا اس کے جسم پر ایک لنگوٹی تھی اور ہاتھ میں بانسری تھی وہ جس مقام پر ہم کو ملا تھا اس کے بارے میں میرا خیال تھا ہم پہلے انسان یہاں تک پہنچے ہیں۔ اس کی بانسری کی دھن ایسی تھی کہ جس کو سن کر انسان بے خودی میں پہنچ جاتا تھا اسے دنیا کی کوئی دھن نہیں تھی اس کی تعریف میں الفاظ میں کس طرح بیان کروں میرے اور مان سنگھ کے جسمانی اعضاء جواب دے گئے تھے اعصاب ساتھ چھوڑ گئے تھے ہم کو اپنے جسم کا اختیار نہیں رہا تھا۔ آنکھیں دیکھ رہی تھیں، کان سن رہے تھے اور دماغ کام کر رہا تھا مگر جسم کے کسی حصے کو ہم حرکت نہیں کر سکتے تھے یہ سحر تھا اس بانسری کی، وہ کون تھا اس ویران مقام پر وہ کیوں تھا؟ اس کو ہمارے بارے میں کس طرح پتا چلا؟ اس نے کہا تو نہیں مرے گا ابھی وقت نہیں آیا۔ میں نے اپنے رب سے دل میں معافی مانگی اور اس کو یاد کیا دو قطرے آنسو میری آنکھوں سے نکل کر میرے گالوں پر گر گئے اس نے ان کو چھو کر کہا تو نے زندگی کی طلب میں ان کو خرچ کر دیا۔ اب تیرے پاس کچھ نہیں ہے جو تھا وہ خرچ ہو گیا۔ میں غلط سمت میں سفر کرتا رہا ہوں۔ اس نے کہا۔ تجھے جنگل میں کچھ نہیں ملے گا واپس چلا جا اور پہلے خود کو تلاش کر اگر خود کو تھوڑا سا بھی تلاش کر پایا تو حالات خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تم نے اس کا کیا مطلب لیا۔'' SP صاحب نے پوچھا۔

''سر میں دنیادار آدمی ہوں میں نے خدا کو راضی کرنے کا کوئی کام نہیں کیا ہے اور خود کو تلاش کس طرح کیا جاتا ہے مجھے نہیں پتا۔ مگر میں مسلمان ہوں میری زندگی اس طرح نہیں گزری جس طرح ایک مسلمان کی زندگی گزرتی ہے۔ میں سرکاری ڈیوٹی پر پورا رہا مگر جو ڈیوٹی مجھ پر اللہ کی طرف سے لگائی گئی تھی اس پر میں پورا نہیں اترا۔ شاید اس بانسری والے کا اشارہ اسی طرف تھا میں خود سے نادم ہوں۔'' میں نے کہا۔

''دیکھو خان میں خود مذہبی طور پر کمزور ہوں میرا زیادہ وقت ہندوستان میں گزرا ہے۔ یہاں پر بھانت بھانت کے مذہب ہیں مگر میں نے کسی پر توجہ نہیں دی نام سے میں عیسائی ہوں۔ مگر میں اسکے بارے میں بھی پوری معلومات نہیں رکھتا۔ ہاں یہاں پر اگر میں کسی سے متاثر ہوا ہوں تو مسلمانوں کی روحانیت سے۔ سینکڑوں سال سے ہندوؤں کے درمیان رہ کر بھی یہ لوگ اب تک ہندوؤں کی کوئی چیز قبول نہیں کر سکے اپنے اصولوں اور قاعدوں کو انہوں نے روز اول کی طرح برقرار رکھا ہے۔
اپنے عبادت کرنے کے طریقوں میں تبدیلی نہیں کی وقت کی، پابندی اب تک وہی ہے، اذان اپنے وقت پر اور نماز اپنے وقت پر ہی ہوتی ہے۔ یہ چیزیں متاثر کرنے والی ہیں اور میں ان سے متاثر ہوں۔'' SP صاحب نے بات ختم کی تو میں نے کہا۔

''میں کیسا بدنصیب ہوں کہ اب تک اپنے پیدائشی مذہب سے دور رہا۔

''ہم دونوں ایک ہی طرح کے مجرم ہیں۔'' SP صاحب نے جواب دیا۔

''آپ رائے دیں اب کیا کرنا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

تم دنیاوی ڈیوٹی کے علاوہ اپنے دین کی ڈیوٹی بھی پوری کرو۔ تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ دنیا میں جو بھی آتا ہے مرنے کو آتا ہے۔ وہ ایک سفر میں ہوتا ہے ایک نہ ایک دن اس کا سفر ختم ہو جاتا ہے اور وہ مر جاتا ہے۔ انسان جتنی بھی زندگی اس دنیا میں گزارتا ہے صرف پلان بنائے گزارتا ہے مگر آخر کار اس کو احساس ہوتا ہے کہ اس نے زندگی کے ساتھ وہ انصاف نہیں کیا جو کرنا چاہئے تھا۔ اب وقت ختم ہوا چاہتا ہے مگر کچھ نصیب والے ہوتے ہیں۔ ان کو وقت مل جاتا ہے اور وہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کر لیتے ہیں۔ میرے خیال میں تم کو وقت ملا ہے اور تمہاری وجہ سے میری آنکھیں بھی کھل گئی ہیں۔ یہ نصیب کی بات ہے۔'' SP صاحب نے بات ختم کی۔

SP صاحب کی باتیں میں نے حیرت سے سنیں

تھی۔ وہ غیر قوم کا غیر ملک سے آیا ہوا ایک فرد تھا اندر سے وہ کیسا تھا اب میری سمجھ میں آ رہا تھا۔ زندگی میں انسان ہزاروں لوگوں سے ملتا ہے مگر متاثر کسی کسی سے ہوتا ہے۔ SP صاحب کا نام میری زندگی کا ایک ایسا کردار ہے کہ میں اس سے متاثر ہوا ہوں میں نے اب تک جو وقت اس کے ساتھ گزارا وہ وقت برباد نہیں ہوا۔ سرکاری طور پر میں نے اپنی ڈیوٹی ایمانداری سے پوری کی یہ دوسری بات ہے کہ جس کیس پر میں کام کر رہا ہوں وہ ابھی حل طلب ہے۔

میرے کام کرنے کے انداز میں ذرا کمی نہیں آئی۔ میرا اسٹاف اسی طرح کام کرتا ہے۔ فرق صرف یہ ہوا کہ میں نے نماز کی پابندی شروع کر دی ہر جگہ میں نماز وقت پر پڑھ لیا کرتا۔ میری گاڑی میں جائے نماز موجود رہتی۔ یہ بات سب نے محسوس کر لی تھی۔

میں سوچوں میں گم تھا کہ روشن خان نے ایک لفافہ مجھے پکڑا دیا اور بولا۔ "سر یہ ارجنٹ تار ہے آپ کے نام۔"

میں نے جلدی سے لفافہ پھاڑ کر کاغذ نکالا۔ یہ تار تھا اور بیوی نے بھیجا تھا۔ اس میں والد صاحب کے انتقال کی خبر تھی اور مجھے فوراً جانا تھا۔ تار پڑھ کر مجھے ایسا لگا جیسے میرے سر سے چھت اڑ گئی ہو اور میں صحرا میں اکیلا کھڑا ہوں۔ چند منٹ میں گم صم سا رہا۔ روشن خان میری کیفیت دیکھ رہا تھا۔ بولا۔

"سر کیا لکھا ہے خیریت تو ہے۔"

میں نے آہستہ سے کہا۔ "نہیں خیریت نہیں ہے میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔"

"بہت دکھ ہوا سر، SP صاحب موجود ہیں آپ بتا دیں اور گھر جائیں بھابی پریشان ہوں گی۔" میں نے SP صاحب کے سامنے تار رکھ دیا وہ پڑھ کر کھڑے ہو گئے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔ "بہت دکھ ہوا خان تم فوراً روانہ ہو جاؤ، گاڑی لے جاؤ جلدی کرو۔"

میں روشن خان کو لے کر گھر روانہ ہو گیا۔ ہم نے مسلسل سفر کیا اور تین گھنٹے میں کالوتی گاؤں پہنچ گئے میرا ہی انتظار ہو رہا تھا۔ گاؤں کے سارے ہی لوگ گھر پر موجود تھے۔ جنازہ تیار تھا۔ بہرحال چند گھنٹوں میں والد صاحب کی تدفین سے فارغ ہو گئے فاتحہ وغیرہ کے بعد سارے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

میرے لئے میرے والد کی موت ایک بہت بڑا حادثہ تھی۔ زمینوں کا سارا کام وہ کرتے تھے۔ مجھے اس کی کوئی فکر نہیں تھی۔ مگر اب مجھے پتا چل رہا تھا کہ بزرگ سایہ دار درخت کو کیوں نہیں کاٹنے دیتے۔ ایک درخت کتنوں کو فیض پہنچاتا ہے کتنے لوگ دھوپ کی تمازت سے محفوظ ہوتے ہیں اطراف کی آب و ہوا پر اس کے کیا اثرات ہوتے ہیں۔

میں نے صرف یہ کیا کہ ایک آدمی زمینوں کی دیکھ بھال کو مقرر کر دیا اور بیوی کو لے کر چندن پور آ گیا۔ میں سرکاری ملازم تھا میں نے کبھی زمینوں کا کام نہ کیا اور نہ والد صاحب کا ہاتھ بٹایا۔ چندن پور آتے ہی اطلاع ملی کہ بسیل پور اور فرید پور کے درمیان ایک واردات ہوگئی ہے سر منڈاتے ہی اولے پڑ گئے۔ ابھی سانس بھی نہیں لے پایا تھا کہ بھاگا۔ بسیل پور کی طرف میرے ساتھ بابو لال اور مان سنگھ تھے۔ یہ واردات رات کو ہوئی تھی ہم لوگ گیارہ بجے موقعہ واردات پر پہنچے۔

فرید پور سے ایک بیل گاڑی میں ایک عورت، اس کا شوہر اور ایک بچہ جو لڑکی تھی رات آٹھ بجے بسیل پور جانے کو چلے یہ ان کا دو گھنٹے کا سفر تھا بڑے مزے میں یہ لوگ چلے جا رہے تھے۔ بیلوں کے گلے میں گھنٹیاں ہر قدم پر بج رہی تھیں۔ ذات کے یہ مراثی تھے۔ ڈھولک ان کے پاس تھی۔ میاں بیوی کسی کے بلاوے پر جا رہے تھے گانا بجانا ان کا پیشہ تھا۔ میاں رات کی تنہائی میں ترنگ پر آ گیا۔ اس نے ایک علاقائی گیت شروع کر دیا۔ بیوی کب پیچھے رہنے والی تھی اس نے ڈھولک اٹھائی اور میاں کی آواز کے ساتھ آواز ملانے لگی دونوں کی آواز پاٹ دار اور تیز تھی رات کی تنہائی اور سناٹا، آواز دور پھیلتی رہی یہ تو اپنے آپ میں

مگن تھے مگر ان کا دشمن جس کے بارے میں انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا قریب ہی موجود تھا۔

دونوں میاں بیوی اپنی دھن میں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ بھیڑیئے دبے پاؤں ان کے قریب آ گئے۔ ان سے پہلے بیلوں کو ان کے آنے کی خبر ہو گئی اور ان کے قدم لڑکھڑا گئے اب مرد کو ذرا ہوش آ گیا اس کا گیت رک گیا گیت بند ہوا تو ڈھولک بھی ساتھ چھوڑ گئی مگر دیر ہو چکی تھی ایک بھیڑیئے نے عورت پر حملہ کر دیا عورت کے پاس اس وقت ڈھولک ہی تھا اس نے اپنے بچاؤ میں اس کو ہی آگے کر دیا بھیڑیئے نے زور کا ہاتھ اس پر مارا اور ایک ہی وار سے ڈھولک کے دونوں طرف کے پردے پھٹ گئے ،عورت نے پھر بھی ڈھولک کو پکڑے رکھا اور بھیڑیئے کو دھکیلا۔ حیرت انگیز طور پر یہ ڈھولک بھیڑیئے کی گردن میں پھنس گئی اور اس کے ساتھ اس کا ایک اگلا ہاتھ بھی گردن کے ساتھ پھنس گیا۔

دوسرے بھیڑیئے نے مرد پر حملہ کیا تھا مگر مرد گاڑی سے کود گیا اس کے ہاتھ میں لکڑی آ گئی اور وہ دوسرے بھیڑیئے کا مقابلہ کرنے لگا بھیڑیئے نے اس پر کئی چھلانگیں لگائیں مگر وہ جوان اس کی زد میں نہیں آیا موت اور زندگی کی جنگ ہو تو آدمی میں غیر معمولی طاقت اور ہمت آ جاتی ہے دوسرا بھیڑیا ڈھولک کی مصیبت میں گرفتار تھا یہ قدرت کی طرف سے ان کی مدد تھی اگر دونوں بھیڑیئے مل کر حملہ کرتے تو ان کے لئے بہت مشکل ہو جاتی مگر قدرت نے ان کا بچاؤ کر دیا۔

دو چار بہت کرارے ہاتھ مرد نے بھیڑیئے کو مارے بچہ گاڑی میں آرام سے سو رہا تھا۔ عورت گاڑی کے اوپر کھڑی شور کر رہی تھی۔ بیل گھبراہٹ میں زور زور سے گردن جھٹک رہے تھے دور دور آواز آ رہی تھی کھیتوں میں کسی نے یہ آواز سنی اور دو چار لٹھ بند سڑک کی طرف دوڑے۔ وہ شور کرتے اور آوازیں دیتے آ رہے تھے۔ بھیڑیوں کو اب سوائے بھاگنے کے کوئی راستہ نہیں تھا اور یہی ہوا اور بھیڑیئے بھاگ گئے ایک بھیڑیا جو ڈھولک کے عذاب میں پھنسا ہوا تھا وہ بھی بھاگا جب تک کھیت کے رکھوالے ان تک پہنچے دونوں بھیڑیئے رات کے اندھیرے میں روپوش ہو گئے۔ یہ ساری روداد میراثی مرد نے مجھے سنائی، اس کا نام کرمو تھا اور وہ فرید پور کا مسلمان تھا۔

یہ پہلی واردات تھی جس میں بھیڑیئے بری طرح ناکام ہوئے۔ کوئی زخمی نہیں ہوا مرد نے ایک معمولی لکڑی سے خبر عفریت کا مقابلہ کیا۔ عورت کی بہادری یہ تھی کہ اس نے ایک بھیڑیئے کو مصیبت میں پھنسا دیا اور وہ کچھ نہ کر سکا۔ بات تعجب کی ضرور ہے مگر اللہ جس کو بچانا چاہتا ہے اس کو ہر طرح بچا لیتا ہے۔ نقصان کچھ ہوا تو وہ ڈھولک کا تھا جس کو لے کر بھیڑیا بھاگ گیا تھا۔

میں نے ضروری کارروائی کی، عورت اور مرد کو شاباسی دی اور دو روپے سے اس کا نقصان پورا کیا۔ رکھوالوں کے بیانات تحریر کئے اور بابو لال کو چھوڑ کر چلا آیا بابو لال کو پتا تھا کہ اس کو کیا کرنا ہے۔

"سر یہ پہلی واردات ہے کہ کچھ نقصان نہیں ہوا اور یہ ڈھولک کا بھیڑیا کے گردن میں پھنس جانا یہ تو حیرت کی بات ہے۔" مان سنگھ نے راستے میں سوال کیا۔

"ہے تو حیرت کی بات مگر بعض اوقات بچانے والا ہر طریقہ پر بچا لیتا ہے۔" میں نے کہا۔

"آپ نے درست کہا، بات نہ سمجھ میں آنے والی ہے مگر ہوئی ہے اس کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ بھگوان کی کرپا ہے۔" مان سنگھ نے کہا۔

"شیطان اپنا کام بڑی خوبی سے کر رہا ہے مگر انسان نہیں کر رہا ابتدائے تہذیب سے اب تک ہزاروں لاکھوں اللہ کے نیک بندے یا یوں کہو اللہ نے ان کو بھیجا انسانوں کو شیطان کی چیرہ دستیوں سے بچانے کو، اس کے شر سے محفوظ کرنے کو مگر انسان بگڑتا ہی گیا شاید اس لئے کہ انسان کے اندر ضد ہے اس کو جس بات سے روکا ٹوکا جاتا ہے وہ وہی کرتا ہے مگر کرنے کے بعد سمجھتا ہے کچھ جلدی سمجھ جاتے ہیں کچھ بہت دیر کر دیتے ہیں۔" میں

نے جواب دیا۔

"انسانوں کو کس طرح روکا جاسکتا ہے۔ ٹھیک اور غلط کس طرح بتایا جاسکتا ہے۔" مان سنگھ نے پوچھا۔

"دنیا کے ہر مقام پر ہر دور میں ریفارمر آئے ہیں۔ انہوں نے اللہ کے بندوں کو وہی بات بتائی ہے جو اللہ نے حکم دیا۔ مگر یہ ضدی انسان آج بھی شیطان کا آلہ کار بنا ہوا ہے۔" میں نے کہا۔

"مگر ایسا کیوں ہے؟ انسان سیدھا راستہ چھوڑ کر کیوں چلتا ہے۔" مان سنگھ نے سوال کیا۔

"انسان ہمیشہ خواہشات کا غلام رہا ہے انسانی خواہشات بھی لامحدود اور لامتناہی ہیں۔ انسان زندگی بھر ان خواہشات کے حصول میں لگا رہتا ہے وہ آخر تک نہیں سمجھتا کہ وہ ایک سراب میں بھٹک رہا ہے وہ ایک کنارہ ہے اور خواہشات کی تکمیل دوسرا کنارہ۔ وہ اس دوسرے کنارے کو پکڑنے کے چکر میں گھن چکر بن جاتا ہے شیطان اس کو دلاسا دیتا ہے کہ دوسرا کنارہ اب ہاتھ آیا ہی چاہتا ہے اور عمر عزیز تمام ہو جاتی ہے۔ وقت ختم ہو جاتا ہے سفر ختم نہیں ہوتا۔ اسی دوران اگر کوئی تکمیل خواہشات کا راستہ اس کو نظر آتا ہے تو وہ اس پر چل پڑتا ہے یہ راستہ شیطان اس کو بتاتا ہے اور پوری طرح اپنے جال میں جکڑ لیتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"انسان کا دل اپنی خواہشات سے کبھی نہیں بھرتا کیا اس کو بھی احساس نہیں ہوتا کہ وہ شیطان کا آلہ کار بنا ہوا ہے۔ اس کو کبھی اپنی غلط روش کا خیال نہیں آتا۔" مان سنگھ نے پوچھا۔

"اگر انسان کو اپنی طلب سے نفرت ہو جائے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے جب وہ کسی رہبر کا ہاتھ پکڑے اس کو یہ دیکھنا ہوگا کہ کون رہبر ہے اور کون رہزن۔ سب سے اچھا رہبر اس کے اندر موجود ہے وہ خود ہی اپنے آپ کو اپنے اندر کی عدالت میں پیش کرے محاسب کو آواز دے اور جواب طلب کرے اس کو جواب آئے گا روشنی ہوگی چاہے معمولی سی کرن ہو مگر روشنی ضرور ہوگی۔ وہی معمولی سی روشنی کی کرن انسان کو زندہ کرنے کو کافی ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ ہم سب جانتے ہیں کہ اندر کی عدالت ہمارے حق میں فیصلہ کرے گی مگر اس سے رجوع نہیں کرتے۔ ڈرتے ہیں کہ وہ ہمارے حق میں فیصلہ سنائے گی۔ یہ کیسی ستم ظریفی کی بات ہے دنیاوی عدالتوں سے ہم اپنے حق میں فیصلہ کراتے ہیں جھوٹی گواہیاں جھوٹے بیانات دلواتے ہیں اور مقدمہ جیت کر خوشیاں مناتے ہیں اور اپنے اندر کی عدالت جو سراسر ہمارے حق میں فیصلہ سناتی ہے اس سے دور بھاگتے ہیں۔"

میں نے بات ختم کی تو مان سنگھ بولا۔

"سر آپ نے ایک عجیب و غریب اور حیرت انگیز فلسفہ بتایا۔ میں نے کبھی بھی اس پر غور نہیں کیا۔"

"غور کرو ہر انسان کو خود پر نظر ڈالنا چاہئے۔" میں نے کہا۔

"یہ سبق مجھے بہت پہلے یاد کرنا چاہئے تھا، میں بھی بہت دیر سے جاگا ہوں مگر جاگ گیا ہوں حالات جو بھی ہوں اب گھبرانے والا نہیں ہوں بانسری والا اگر چاہتا تو ہم کو ختم کر سکتا تھا ہم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اس نے ایک سبق ہم کو دیا۔ خود کو پہچاننے کا سبق۔ میں دعویٰ نہیں کرتا کہ خود کو بھی پہچان سکوں گا مگر کوشش ضرور کروں گا تم میرے دائیں ہاتھ ہو تم کیا کرو گے میرا ساتھ دو گے یا نہیں دو گے مجھے نہیں پتا۔" میں خاموش ہو گیا۔

"ہاتھ کبھی جسم سے جدا نہیں ہوتا میں آپ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا رہوں گا۔" مان سنگھ نے۔

"سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا یہ زندگی کا بہت سخت مقام ہے یہاں پر اپنی خواہشات کو دفن کرنا پڑتا ہے۔ آدھے راستے میں قدم لڑکھڑا جائیں اس سے بہتر ہے کہ اپنا راستہ ہی بدل لو۔" میں نے کہا۔

"میرا فیصلہ اٹل ہے۔" مان سنگھ نے جواب دیا۔

دوسرے دن صبح ہی صبح بابو لال آ گیا۔ "ہاں بابو لال کیا خبر ہے؟" میں نے پوچھا۔

”ای معاملہ بڑا گڑبڑی میں ہے۔“ وہ بولا۔
”پوری بات بتاؤ۔“ میں نے پھر پوچھا۔
ہم اوکا کھرا پکڑا اور چلا۔ ہمارا خیال تھا کہ کسی جنگل میں جانا پڑے گا بہت صاف کھرا تھا ہم چلت گئے۔ چلت گئے جہاں کھرا ختم ہوا وہ ایک بسیل پور کا بہت بڑا مندر تھا اوکے دروجے پر کھرا ختم ہوا اب ہم کا کریں۔ آگے گھاس اور پھر پکا فرش کھرا کا تو پتا ہی نہ چلے۔ سو ہم واپس لوٹ آئے پر ای پکی بات ہے کہ او دونوں کالی کے مندر کے دروجے تک ضرور گئے ہیں اوکے بعد ہم کچھ ناہی کہہ سکت۔“ بابولال خاموش ہو گیا۔
”میں نے فوراً مان سنگھ اور کولہنگا کو بلایا اور کہا۔ روشن خان کو کہو گاڑی لائے بسیل پور چلنا ہے“ اور کچھ ہی دیر میں ہم بسیل پور کی طرف سفر کر رہے تھے۔
کالی کے مندر کے گیٹ کے باہر روشن خان نے گاڑی کھڑی کر دی۔ میں نے مان سنگھ کو اشارہ کیا وہ اور بابولال اتر کر اندر گئے۔ کچھ ہی دیر میں وہ ایک پجاری کے ساتھ واپس آتے نظر آئے۔ قریب آئے تو میں نے پوچھا۔ ”تم کون ہو اس مندر کے......؟“
”میں پجاری ہوں جی۔“ وہ بولا۔
”تم بڑے پجاری ہو اگر نہیں تو کسی ذمہ دار آدمی کو بلاؤ۔“ میں نے کہا۔
”بڑے پجاری آرام کر رہے ہیں جو پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لو۔“ وہ بولا۔
”نہیں تم بڑے کو اٹھاؤ یہ سرکاری کام ہے تم جواب نہیں دے سکو گے۔“ میں نے کہا۔
”ٹھیک ہے اٹھا دیتا ہوں۔“ وہ اندر چلا گیا تو میں نے زور سے کہا۔ ”جلدی سے اٹھالا ہم زیادہ انتظار نہیں کریں گے۔“
”کیا بات ہے کیا آفت آ گئی تھی کہ کچی نیند سے اٹھا دیا۔“ پجاری بولا۔
”ابھی نہیں آئی آفت مگر آنے والی ضرور ہے۔ تمہارا نام کیا ہے۔؟“ میں نے رعب سے پوچھا۔
”کام بتاؤ مہاشے میرے نام سے تم کو کیا لینا ہے۔“
وہ خرانٹ پن سے بولا۔
”تم ہوش میں نہیں ہو شاید۔“ مان سنگھ نے آگے بڑھ کر کہا۔
”خوب ہوش میں ہیں زیادہ چترائی نہ دکھاؤ یہ کالی کا مندر ہے یہ سمجھ رکھو۔“ وہ فخر سے بولا۔
میں آگے بڑھا اور موٹے پجاری کو ایک زوردار دھکا گاڑی کی طرف دیا۔ کولہنگا اور بابولال نے ایک منٹ میں اس کو جیپ کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔ ہم لوگ تیزی سے سوار ہوئے اور بہت تیزی سے بسیل پور تھانے پہنچ گئے۔ پجاری کو اتارا اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ یہ واقعہ گزر رہا ہے مان سنگھ نے ڈانٹ کر کہا۔
”چل اتر تیری سسرال آ گئی ہے یہاں پر تیرا خوب خاطر ہو گی۔“
میں نے اشارے سے اس کو اندر لانے کا کہا اور میں انچارج کے کمرے میں چلا گیا۔ اس کو پوری صورت حال بتائی اور پھر پجاری کو اندر بلایا۔ ”تمہارے مندر میں پرسوں دو مہمان آئے تھے ایک عورت تھا اور ایک مرد تھا۔ وہ کون ہیں۔ اور اس وقت وہ کہاں ہیں؟“ میں نے برائے راست سوال کیا۔
”مجھے خبر نہیں ہے جی کہ کون آیا تھا؟“ وہ بولا۔
”تم کو سب خبر ہے اب یہ بات بھول جاؤ کہ تم بڑے پجاری ہو میں تم کو لنگڑا پجاری بنا دوں گا اور اگر پھر بھی باز نہ آئے تو اندھا پجاری بنا دوں گا۔ بولو کیا بننا پسند کرو گے؟“
”پر میری غلطی کیا ہے؟“ وہ ہڑبڑا کر بولا۔
”تمہاری غلطی یہ ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔“ میں نے کہا۔
”میں کیا کروں میں دونوں طرف سے پھنس رہا ہوں۔“ وہ خود سے مخاطب تھا۔
”وقت برباد نہ کرو جو سچ ہے بیان کر دو۔“ میں نے کہا۔
”بس جی کیا بتاؤں بتایا تو ہے وہ دونوں مجھے نہیں

چھوڑیں گے۔" وہ ڈرتے ڈرتے بولا۔

"اور نہ بتاؤ تو ہم نہیں چھوڑیں گے۔" میں نے کہا۔

"آئے تو تھے سرکار، میں کیا کرتا مجبور تھا ان کو رکھنے پر۔" اب سارا کلف اس کا اتر چکا تھا۔

"کیسے تھے وہ ان کا حلیہ بیان کر۔" میں نے کہا۔

"چھوری تو کڑیل جوان تھی چولی اور لہنگا پہنے تھی۔ گردن میں پٹی بندھی تھی۔"

میں سمجھ گیا یہ رام مورتی ہی ہوگی۔ "دوسرا کون تھا اس کے ساتھ؟"

"وہ ایک سیناسی لگتا تھا بڑی عمر کا تھا، کمزور ہاتھ پیر کا، چھوری کے ساتھ اس کا کوئی میل نہ تھا۔" پجاری نے جواب دیا۔

"تم نے اس کو اس سے پہلے دیکھا تھا کبھی۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں جی میں نے نہیں دیکھا۔" پجاری بولا۔

"خوب یاد کرلو پھر اگر دیکھا بھالا نکلا تو تمہارے ساتھ بہت بری ہوگی۔" میں نے کہا۔

"نہیں جی خوب یاد ہے بالکل ہی نیا آدمی تھا۔" وہ بولا۔

"تم نے اس کا نام پوچھا تھا۔" میں نے کہا۔

"پوچھا تھا مگر اس نے ایسی نظروں سے میری طرف دیکھا کہ میں مارے ڈر کے آگے پوچھنے کی سب باتیں بھول گیا۔ وہ بہت گیانی سا لگتا تھا، میں نے اس کی آواز بھی نہیں سنی ایک دو بات چھوکری نے ضرور کی تھی۔" وہ بولا۔

"کیا بات کی تھی؟" میں نے پھر پوچھا۔

"چھوکری نے شراب اور گوشت کی فرمائش کی تھی۔" وہ بولا۔

"میں نے کہا گوشت اور شراب دونوں مشکل ہیں شراب رکھی ہے وہ پی لو......" وہ بولا۔

"پھر اس نے کیا کہا۔"

"پلٹ کر میرے منہ پر ایک زور کا تھپڑ مار دیا اور بڑی غصیلی آواز میں بولی۔

"تیرا گوشت کھا جاؤں گی بہت چربی چڑھ رہی ہے تجھ پر، بس جی کیا بتاؤں۔" اس کی آواز تھا جیسے کوئی بھیڑیا غرارہا ہو اس کا بدن ایسا بانکا کہ آدمی دیکھے تو دیکھتا ہی رہے اور آواز ایسی جیسے رات میں بھیڑیا بولے۔" پجاری نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔

"اور پھر تم نے دونوں چیزیں اس کو فراہم کردیں۔" میں نے پوچھا

"ہاں جی کیا کرتا، اس پر بھی وہ راضی نہیں ہوئی۔" بولی۔

"سن پجاری یہ کسی کو پتا نہ چلے کہ ہم لوگ یہاں پر ہیں اگر کسی کو پتا چلا تو یاد رکھ تیری بوٹیاں میں کھا جاؤں گی اور جب تک ہم ہیں ہماری خوراک پہنچا دینا۔" پجاری نے بتایا۔

"آج صبح تم نے ان کی خوراک پہنچائی تھی۔" میں نے سوال کیا۔

"ہاں جی پہنچائی تھی۔" وہ بولا۔

"دونوں اپنے کمرے میں تھے۔" میں نے پوچھا۔

"دونوں تھے۔" وہ بولا۔

"کمرے میں تم جب جاتے تھے تو وہ کیا کررہے ہوتے تھے۔"

"میں زیادہ نہیں رکتا تھا۔ چھوکری اور وہ دونوں بڑے بے حیا تھے جی۔" پجاری نے جواب دیا۔

"آج بھی تم نے ان کو دیکھا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں" وہ بولا۔

"تمہارے علاوہ اور کس نے ان کو دیکھا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ان سے میرا ہی رابطہ تھا چھوکری نے آتے ہی کہہ دیا تھا کہ ہماری طرف تم آؤ گے۔ کوئی اور آئے گا تو خود ذمہ دار ہوگا۔" کوئی اس طرف نہیں جاتا تھا۔ وہ بولا

میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "چلو مندر فوراً۔"

اور ہم بہت تیزی کے ساتھ مندر کی طرف روانہ ہوگئے۔

مگر ہماری جلدی بھی ہمارے کام نہ آئی کمرہ خالی تھا۔ کمرے میں کچھ گوشت اور شراب کی بدبو بھری ہوئی تھی۔ ہم نے بہت باریک بینی سے کمرے کی تلاشی لی

مگر کچھ نہیں ملا۔

بابولال نے کھرا پکڑنے کی کوشش کی مگر مندر کے اندر گھاس اور فرش پر کھرا انہیں ملا مندر کے باہر بھی کچھ پتا نہیں چل سکا۔

"میرا خیال ہے سر ہم سے ذرا سی بھول ہوگئی۔" مان سنگھ نے کہا۔

"شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" میں نے کہا۔

"ہم نے پجاری کو گاڑی میں ڈالا اس وقت کچھ گڑبڑ تو ہوگئی تھی اور اسی سے وہ ہوشیار ہوگئے اور بھاگ گئے۔" مان سنگھ نے کہا۔

"اب کچھ نہیں ہوسکتا پجاری کو تاکید کردو کہ اگر وہ آئیں تو فوراً خفیہ طریقہ پر اطلاع کرے اور ہم لوگ واپس چندن پور روانہ ہوگئے۔

"سر پجاری نے بتایا چھوکری کے گلے میں پٹی بندھی ہوئی تھی۔" کولہنگا نے کہا۔

"اس کا مطلب تھا کہ وہ زخمی تھی۔" مان سنگھ نے کہا۔

"سسری کے گلے ماڈھولک جو پھنس گئی تھی۔" بابولال بولے۔

"میں سوچ رہا ہوں ڈھولک نے اس کو زخمی کردیا اس کا مطلب ہے کہ ہم بھی اس کو زخمی کریں اور اتنا کریں کہ ٹھیک ہونے میں کچھ دیر تو لگے۔" میں نے کہا۔

"میرا خیال ایسا نہیں ہے۔" مان سنگھ بولا۔

"ہاں بولو تم کا کیا خیال ہے؟" بابولال نے پوچھا۔

یہ واقعہ جو ہوا اس کے بعد وہ لوگ فوراً ہی مندر میں چلے آئے۔ اس لئے پٹی باندھی ہوگی ان کے زخم دوادارو کے محتاج نہیں ہیں۔ یہ جادو منتر سے اپنا کام کرتے ہیں۔" مان سنگھ نے کہا۔

"تمہاری بات بھی وزن رکھتی ہے۔" میں نے کہا۔

"میرا خیال ہے اب بسیل پور کی طرف وہ نہیں آئیں گے۔" ہوشیار ہوگئے ہیں۔ کولہنگا نے اپنی رائے دی۔

"ہم کو بھی ایسا ہی لاگت ہے۔" بابولال بولا۔

میں نے واپس آکر رپورٹ بنائی۔ پجاری کا بیان بھی لکھ دیا۔ میرے پاس زیادہ نفری نہیں تھی۔ مگر وقت ضرورت میں طلب کرلیا کرتا تھا۔ جنگل کے کناروں پر آباد گاؤں اور شہر سب کو دیکھنا تھا اس کے لئے میں نے SP صاحب سے نفری مانگی اور کچھ آگے کے پروگرام بھی بتائے اور پھر میری ضرورت کے مطابق مجھے نفری مل گئی۔

☆......☆......☆

بریلی شہر بہت گنجان اور بڑا شہر ہے۔ یہاں پر ہر قوم کے لوگ آباد ہیں۔ مندر، مسجد، گردوارے سب ہیں۔ میں گمان نہیں کرسکتا تھا کہ اگلی واردات یہاں پر ہوگی۔ محلہ جلال آباد کے مکان میں رات کو دو بھیڑیے دندناتے گھس گئے۔ مگر سب لوگ اوپر منزل پر تھے گڑبڑ کی آواز سن کر ایک آدمی اٹھ گیا۔ اس نے دیکھا کہ دو گدھے کے برابر بھیڑیے بھیانک انداز میں سیڑھیوں سے اوپر آرہے ہیں۔ اس نے شور کردیا اس کا لڑکا بھی اٹھ گیا اور دونوں ہی زینے پر جم کر کھڑے ہوگئے۔ بھیڑیے نیچے تھے اور یہ اوپر اس لئے ان کے وار بھیڑیوں پر بھرپور پڑ رہے تھے۔ بھیڑیوں نے اوپر آنے کی بہت کوشش کی مگر اوپر نہیں آسکے۔

دونوں کے چہروں پر بھی زخم آگئے تھے۔ یہ دونوں باپ بیٹے شور بھی کررہے تھے۔ اوپر عورتیں الگ گلا پھاڑ کر چیخ رہی تھیں اور محلے والوں کو آوازیں دے رہی تھیں۔ آدھے گھنٹے تک یہ ڈرامہ ہوتا رہا پھر بھیڑیوں کے پیر اکھڑ گئے۔

اس واردات کی اطلاع فون پر ہم کو ملی اور ہم چار بجے دن میں وہاں پہنچے۔

مالک مکان اور اس کے لڑکے کے بیانات لکھے، محل وقوع کا جائزہ لیا۔ مالک مکان مسلمان تھا۔ اس کا نام رؤف تھا اس نے بتایا نیچے کا بڑا دروازہ اندر سے بند تھا اور بڑی موٹی زنجیر پڑی تھی یہ دروازہ باہر سے نہیں کھل سکتا تھا۔ مگر کھلا ہوا تھا۔ اسی کے ذریعہ وہ دونوں

بھیڑیئے اندر آ گئے تھے۔ یہ گرمی کا موسم تھا اس لئے سب لوگ اوپر تھے۔

رؤف کا کہنا تھا یہاں پر تو دور دور تک بھیڑیوں کا وجود نہیں ہے پھر یہ بھیڑیئے کہاں سے آ گئے۔ اتنے دلیر بھیڑیئے کہ دروازہ کھول کر زینے پر آ گئے اور آدھا گھنٹہ مقابلہ کرتے رہے۔ یہ بات نہ صرف رؤف کے لئے حیرت کی تھی بلکہ شہر کے جس آدمی نے بھی سنا حیران رہ گیا۔

میں نے اپنی اس رپورٹ میں صاف لکھا کہ اب بھیڑیئے جنگل میں نہیں ہیں اور شہر میں پھر رہے ہیں دو جگہ واردات کرنے کی کوشش کر چکے ہیں مگر ناکام ہوئے ہیں ان کے منہ زخمی ہیں شہر میں میرے لئے یہ مشکل تھی کہ بابولال کام نہیں کر سکتا تھا پکے روڈ تھے اور سڑکوں پر ہزاروں لوگ چلتے رہتے ہیں۔ مگر بابولال کی ناک ہماری رہنمائی کر رہی تھی۔

مان سنگھ کا کہنا تھا کہ بابولال کی ناک دنیا کا نواں عجوبہ ہے۔ وہ دن بھر شہر میں پھرتا رہتا شام کو آ کر رپورٹ دیتا۔ ”لاگت ہے دونوں سسرے بریلی ماہیں کچھ کچھ باس آوت ہے۔“

ہم نے بریلی کا کونا کونا چھان ڈالا ہر دھرم شالہ اور مندر کو دیکھ لیا۔ مگر ان دونوں کا پتا نہیں لگا بابولال کا کہنا تھا اور وہ ہم سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ باس آوت ہے۔“

بریلی سے پیلی بھیت کے راستے میں ایک گاؤں ہے اس کا نام چکروتی ہے۔ بہت کم آبادی کا گاؤں ہے اس گاؤں میں ایک بھی مسلمان گھرانہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ گاؤں صرف ایک گھرانے پر مشتمل ہے جو زمیندار ہے وہی اس گھرانے کا سربراہ ہے۔ زیادہ نہیں بیس پچیس گھر ہوں گے سب گھر گولائی میں بنے ہیں۔ درمیان میں کنواں ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک درگاہ دیوی کا مندر ہے ہر گھر کا دروازہ اندر کی طرف کھلتا ہے اور سب کے پچھواڑے کھیت ہیں گاؤں سے باہر جانے کا صرف ایک بڑا سا گیٹ ہے اس خاندان کے بڑوں نے اپنی جگہ خوب محفوظ طریقہ پر بسایا ہے رات تو رات دن میں بھی کوئی نیا آدمی گاؤں کے اندر نہیں آ سکتا رات کو بڑا گیٹ بند ہو جاتا ہے۔

میں دن کے بارہ بجے اس گاؤں کے دروازے پر تھا۔ میرے ساتھ مان سنگھ، بابولال اور روشن خان تھے گاؤں کے دروازے پر ایک لٹھ بردار آدمی بیٹھا تھا۔

ہم لوگ پولیس وردی میں نہیں تھے میں نے اشارے سے اس کو قریب بلایا اور کہا ہم کو اپنے زمیندار سے ملاؤ ان کو بلاؤ یا ہم کو اندر آنے دو۔

”زمیندار جی تو دو تین روز سے بیمار ہیں آ نہیں پائیں گے تم لوگ ہی اندر آ جاؤ ہم ان کو بتا دیتے ہیں اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ روشن خان نے جیپ اندر موڑلی۔

دروازے کے اندر آتے ہی بہت بڑا میدان تھا اس کے چاروں طرف ایک ہی طرز کے مکانات بنے ہوئے تھے اور طرز تعمیر ہندوؤں کا تھا۔ ہر دروازے پر کسی نہ کسی دیوی کی مورتی پتھر کے بڑے بڑے ترشول کھڑے ہوئے۔ درمیان میں بہت بڑا کنواں اور اس کے برابر ہی بڑی خوبصورت گول عمارت صرف ستونوں پر کھڑی تھی اس کی دیواریں نہیں تھیں۔

زمین سے دس بارہ فٹ یہ بلند تھی اور چاروں طرف سرخ پتھر کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ باہر سے یہ چھوٹا سا گاؤں ہی لگتا تھا میں گمان نہیں کر سکتا تھا کہ اندر سے یہ اتنا شاندار ہوگا۔ میں اکثر اس کے قریب سے گزرا تھا باہر سے کوئی خاص بات مجھے نظر نہیں آئی۔

وہ شخص ہم کو لے کر ایک بڑی حویلی کے سامنے پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ چند ہی منٹ میں دروازہ کھل گیا آنے والے نے پوچھا۔ ”کیا بات ہے رادھے شام کیسے آئے ہو؟“

ہمارے ساتھ آنے والے کا نام رادھے شام تھا اس نے جواب دیا۔ ”یہ مہمان ہیں زمیندار جی کے ان کو لے کر آئے ہیں۔“

”اچھا ٹھیک ہے تم جاؤ۔“ رادھے شام چلا گیا۔ تو وہ

مجھ سے مخاطب ہوا۔
"کہاں سے آئے ہیں آپ لوگ؟"
میں نے جواب دیا۔"چندن پور سے آئے ہیں اور سرکاری کام سے آئے ہیں۔"
"آپ کا تعلق کس ڈپارٹمنٹ سے ہے اور کس سلسلے میں آنا ہوا ہے؟" وہ بولا۔
"ہمارا تعلق پولیس سے ہے ہمارے پاس وقت کم ہے آگے بھی جانا ہے آپ برائے مہربانی ہماری ملاقات زمیندار صاحب سے جلدی کرادیں۔" میں نے کہا۔
"میں معافی چاہتا ہوں مگر یہ میری ڈیوٹی ہے دوسرے زمیندار صاحب، ایک ہفتہ سے بیمار ہیں۔ آپ لوگ زیادہ وقت نہ لیں آیئے اندر آجایئے۔" ایک بہت بڑے دروازے سے ہم اندر چلے گئے وہ ایک وسیع وعریض اور شاہانہ خواب گاہ تھی پلنگ پر زمیندار دراز تھا۔ اس کے گدے پر انتہائی بیش قیمت نیلے مخمل کا غلاف چڑھا ہوا تھا ایک نہایت سنہری کلر کی چادر اس کے پیروں کو ڈھانپے ہوئی تھی وہ نہایت نفیس اور ملائم مخمل سے بنائی گئی تھی تکیہ جہازی سائز کا تھا اور اتنا نرم تھا کہ زمیندار کا آدھا سر اس میں دھنسا ہوا تھا۔ دائیں ہاتھ پر سبز پتھر سے بنی ہوئی ایک میز رکھی تھی اس کے قریب ہی ایک کرسی رکھی تھی جس پر مخمل کا منقش کور چڑھا ہوا تھا۔ پلنگ سے تین چار فٹ کے فاصلے پر چار کرسیاں رکھی تھیں ان پر بھی مخمل کے کور چڑھے ہوئے تھے کمرے میں روشنی کا انتظام اس طرح کا تھا کہ کوئی بلب نظر نہیں آتا تھا مگر کمرہ پوری طرح روشن تھا باہر کی طرف کھڑکیاں نظر نہیں آتی تھیں مگر پردے بتا رہے تھے کہ کھڑکیاں ہیں دبیز پردے ان کو چھپائے ہوئے تھے۔

میں حیران تھا کہ ایک گاؤں کے اندر ایسی خواب گاہ۔ میرے ساتھ میرے دونوں ساتھی بھی حیران نظروں سے سب طرف کا جائزہ لے رہے تھے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے زندگی میں ایسی شاندار خواب گاہ نہیں دیکھی تھی۔ خواب گاہ کسی بادشاہ کی معلوم ہوتی تھی۔

ہمارے ساتھ آنے والے کی آواز آئی۔
"اب تک آپ لوگوں نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔"
میں نے پہلے اپنا تعارف کرایا اس کے بعد اپنے ساتھیوں کا نام بتایا اور پھر کہا۔
"آپ نے بھی اپنا تعارف نہیں کرایا وہ بھی کرادیں۔"
"میرا نام بلراج ہے میں زمیندار صاحب کا سیکریٹری ہوں۔" وہ بولا۔
"اور زمیندار صاحب کا کیا نام ہے؟" میں نے پوچھا۔
"ان کا نام راؤ شیر سنگھ ہے۔ یہ گاؤں اور اطراف کی سب زمینیں ان کی ہیں۔"
ہماری باتوں کے دوران زمیندار آنکھیں کھولے ہم سب کو دیکھتا رہا مگر زبان سے ایک لفظ ادا نہیں کیا۔ میں اس پر حیران تھا میں نے پوچھا۔" زمیندار صاحب کیا بات چیت نہیں کرتے۔"
"خاموش رہتے ہیں ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ان کے منہ اور زبان میں کوئی خرابی نہیں ہے جسمانی طور پر یہ ٹھیک ہیں ہر بڑے ڈاکٹر نے یہی کہا ہے کہ یہ ٹھیک ہیں مگر اس کے باوجود یہ نہ چل سکتے ہیں اور نہ بول سکتے ہیں۔"
"ان کی یہ حالت کب سے ہے؟" میں نے پوچھا۔
"ایک ہفتہ پہلے تک یہ بالکل ٹھیک تھے۔ ہم نے اپنی سی کوشش کرڈالی اب سوچا ہے دلی ان کو لے کر جائیں گے اور وہیں پر علاج کرائیں گے۔"
"میں ان کے پیر دیکھ سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔
"ہاں کیوں نہیں ضرور دیکھئے۔" اور اس نے سنہری چادر پیروں سے ہٹادی میں نے غور سے زمیندار کی ٹانگوں کو دیکھا بظاہر ان میں کوئی خرابی یا زخم نہیں تھا۔ میں نے دل میں بسم اللہ پڑھی اور اپنا ہاتھ اس کی ٹانگوں پر رکھ دیا۔ میرے ہاتھ رکھتے ہی ٹانگوں میں لرزش پیدا ہوئی۔ وہ تھرتھرانے لگیں بلراج نے حیرت سے میری طرف پھر ٹانگوں کی طرف دیکھا اور بولا۔" ایک مہینہ سے ان کی

پاکستانی ورچوئل لائبریری

ٹانگیں بے جان پڑی تھیں یہ آپ نے کیا کیا کہ ان میں جان معلوم ہونے لگی۔"

میں نے کہا۔"میں نے کچھ نہیں کیا جو کچھ کرتا ہے اللہ کرتا ہے یہ اس کی ہی برکت ہے۔"

"آپ مسلمان ہیں۔" وہ حیرت سے بولا۔

"ہاں میں اور یہ میرا ساتھی مسلمان ہیں میں نے تعارف میں صرف رینک بتایا تھا نام نہیں بتایا تھا کیونکہ نام سے زیادہ ڈیوٹی ٹائم میں رینک کی اہمیت ہوتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اس گاؤں کے دروازے کے اندر سالوں سے کوئی مسلمان نہیں آیا۔" بلراج نے کہا۔

"میں نے آپ کو کوئی تکلیف دی میں آپ لوگوں کی بھلائی کی خاطر ہی آیا ہوں مگر یہاں پر دیکھا کہ آپ لوگ تو پہلے ہی ایک مصیبت میں گرفتار ہو۔" میں نے کہا۔

"میں نے ایک بات بتائی تھی آپ ناراض نہ ہوں۔" بلراج نے کہا۔

"زمیندار صاحب کی کوئی اولاد ہے۔" میں نے پوچھا۔

"بیوی کا انتقال ہو چکا ہے ایک لڑکا ہے وہ بمبئی میں پڑھتا ہے۔"

"اس کو باپ کی بیماری کی اطلاع ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں زمیندار صاحب نے منع کیا تھا۔ اس لئے اطلاع نہیں دی گئی۔"

"اس گاؤں میں کوئی مسلمان آ نہیں سکتا یا آتا نہیں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"آ نہیں سکتا تھا مگر آپ تو آ گئے ہیں۔" بلراج نے جواب دیا۔

"میرا سوال پھر وہی ہے۔"

"زمیندار صاحب کے پرکھوں کے زمانے سے یہ ریت چلی آ رہی ہے۔" بلراج نے جواب دیا۔

"کیوں چلی آ رہی ہے میں یہ جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے پھر کہا۔

"جواب میرے پاس نہیں ہے زمیندار صاحب خود ہی بتا سکتے ہیں۔ بشرط کہ ان کی زبان کھل جائے۔" بلراج نے جواب دیا۔

میں نے کہا۔"دیکھو دوست میں کسی کو گرفتار کرنے یا تکلیف دینے نہیں آیا ہوں آپ لوگوں کو ہوشیار کرنے آیا ہوں، اس علاقے میں دو بھیڑیے آ گئے ہیں بات بہت لمبی ہے مگر میں تم کو صرف یہ بتا سکتا ہوں کہ یہ انسانوں کا شکار کرتے ہیں۔ ان کے پاس کچھ پراسرار قوت ہے ان دو میں ایک عورت ہے اور ایک مرد۔ مرد سنیاسی سا لگتا ہے اور بہت کمزور بھی ہے۔ مگر عورت خوبصورت ہے اور جوان ہے زیادہ تر وہ چولی اور لہنگال پہنتی ہے۔

انسانی بھیس میں ہو تو شراب اور گوشت اس کی غذا ہیں۔ پہلے جنگلات میں رہتے تھے مگر اب نا معلوم کیوں ان کا رخ شہروں کی طرف ہے دو تین ناکام وارداتیں کر چکے ہیں۔

جب یہ جنگل میں رہتے تھے اس وقت انہوں نے بہت خون کئے ہیں۔ آپ کا گاؤں تو بہت محفوظ ہے دروازہ بھی ہے اس کو بند رکھیں اور کسی بھی نئے آدمی یا عورت کو اندر نہ آنے دیں۔"

بلراج میری بات بڑے غور سے سن رہا تھا اس کی نظریں زمیندار کے پیروں کی طرف تھیں۔ حیرت ہے۔"

وہ چونک کر بولا۔"آپ میری کس بات پر حیران ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"آپ کی بات پر حیران نہیں ہوں بلکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ زمیندار صاحب کا پیر بار بار حرکت کر رہا ہے دونوں پیر بالکل حرکت نہیں کرتے تھے آپ نے جب سے ہاتھ رکھا ہے یہ حرکت کر رہے ہیں۔" بلراج کی آواز میں حیرت نمایاں تھی۔

"یہ اللہ کی برکت ہے اگر پیر حرکت کر رہا ہے تو ٹھیک بھی ہو جائے گا انشاء اللہ۔" میں نے کہا۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔"اب میں چلتا ہوں۔" میں نے کہا۔

''نہیں آپ نے اتنی دور آنے کی زحمت کی ہمارے فائدے کے لئے بغیر کسی خاطر کے ہم نہیں جانے دیں گے۔''بلراج نے کہا۔

''نہیں ہم ڈیوٹی پر ہیں۔آپ پر احسان نہیں کیا اپنی ڈیوٹی پوری کی ہے۔''میں نے کہا۔

''تو پھر ایک وعدہ آپ کو کرنا ہوگا۔''بلراج نے کہا۔

''فرمائیں کیا وعدہ کرنا ہوگا۔''میں نے پوچھا۔

''آپ پھر آئیں گے۔''بلراج نے درخواست کی۔

''ضرورت پڑی تو ضرور آئیں گے۔بلا ضرورت آنا تو کوئی معنی نہیں رکھتا۔''میں نے جواب دیا۔

''تو پھر مجھے یہ اجازت دیں کہ میں ضرورت پر آپ کو چندن پور سے بلا سکوں۔''وہ بولا۔

''ضرورت پر تو ہم خود ہی آئیں گے۔''بلانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔''میں نے کہا۔

''میں آپ سے کچھ تفصیلی بات کرنا چاہتا تھا۔مگر اس وقت نہ آپ کے پاس وقت ہے نہ موقع ہے کچھ ایسی باتیں جو بڑی عجیب بھی ہیں اور نہ سمجھ میں آنے والی ہیں ان کا تعلق بھی پراسرار قسم کا سا ہے میں تو اب تک نہیں سمجھ سکا ہوں۔اس بیماری کا تعلق بھی اس پراسراریت سے لگتا ہے۔''وہ بولا۔

''تو یہ بات ہے۔''میں نے کہا۔''آپ ایسا کریں میرے پاس جب آپ کو وقت ہو چندن پور آجائیں۔وہیں پر آپ کی پوری بات سنیں گے اگر ہم کچھ مدد آپ کی کر سکے تو وہ بھی ضرور کریں گے۔''اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔

مجھے امید نہیں تھی مگر بلراج دوسرے ہی روزہ چندن پور میرے پاس آ گیا۔

''آپ تو بہت جلدی میں معلوم ہوتے ہیں؟''میں نے کہا۔

''جی ہاں میں جلدی میں ہوں۔''بلراج نے جواب دیا۔

''سنائیں اب کیا حال ہے زمیندار صاحب کا؟''میں نے پوچھا۔

''ان کا وہی حال ہے کہ سانس چل رہی ہے چمچ کے ذریعہ غذا دی جارہی ہے زبان بند ہے مگر اب پیروں میں ذرا سی جان آ گئی ہے کبھی کبھی ہلا لیتے ہیں ڈاکٹروں نے تو پہلے بھی ان کی بیماری پر حیرت کا اظہار کیا تھا کیونکہ ان کے نکتہ نگاہ سے زمیندار صاحب کو کوئی بیماری نہیں ہے مگر پھر بھی ان کے پیر بیکار ہیں اور زبان بند ہے۔ان کے ہاتھ اور آنکھیں کام کرتی ہیں وہ اشاروں میں جو کہنا ہو کہتے ہیں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ بھی ایک مخصوص وقت میں کرتے ہیں باقی وقت وہ خاموش ایک طرف نظریں جمائے پڑے رہتے ہیں۔''بلراج نے بات ختم کی تو میں نے پوچھا۔

''تم مجھے کچھ بتانے والے تھے۔''میں نے کہا۔

''وہی بتانے تو حاضر ہوا ہوں۔''بلراج بولا۔

''تو پھر بتایئے؟''میں نے کہا۔

''پہلے میں اپنے بارے میں بتا دوں کہ میں چکروتی گاؤں کا رہنے والا نہیں ہوں۔میں بنارس کا ہوں میرے پتا اور زمیندار صاحب میں بہت گہری دوستی رہی ہے دونوں بنارس میں ساتھ پڑھتے رہے ہیں اور میں زمیندار صاحب کے بیٹے کے ساتھ کئی سال پڑھا ہوں۔میرے پتا کا دیہانت ہو چکا ہے وہ اپنے دوست کو بہت چاہتے تھے۔انہوں نے جہاں مرتے وقت اور ضروری باتیں مجھے بتائیں وہیں پر یہ تاکید بھی کی کہ اگر میرے دوست راؤ شیر سنگھ پر کوئی برا وقت آئے تو میں ان کی مدد کروں،میں سب کو تو یہ کہانی سنا نہیں سکتا اس لئے خود کو ان کا سیکریٹری بتاتا ہوں ان کا بیٹا بمبئی میں موجود ہے مگر راؤ صاحب نے اس کو بلانے اور بتانے تک کا منع کیا ہے،ان کا خیال ہے اگر وہ آیا تو وہ بھی مصیبت میں گرفتار ہو جائے گا اور میرا بھی یہی خیال ہے۔اس لئے ہم نے اس کو اس کی بیماری کی اطلاع بھی نہیں دی۔میں دو مہینہ پہلے بنارس سے یہاں آیا تھا۔رہنے کے خیال سے نہیں آیا تھا اس وقت راؤ صاحب ٹھیک تھے۔انہوں نے مجھ سے کہا تھا۔

''میرا دوست اس دنیا میں نہیں رہا تم وہاں اکیلے

ہو یہاں پر آ جاؤ، میں تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا تو وہ یہ کام کرتا مگر میں تو ہوں، یہ کام میں کروں گا۔"

وہ مجھ سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ کیا بیان کروں، زمینوں کا تمام لین دین سب کچھ مجھے سونپ دیا۔ مجھے اتنی محبت دی کہ باپ کی کمی پوری کر دی۔

یہ پراسرار اور عجیب واقعات جس انداز میں شروع ہوئے وہ بجائے خود ایک معمہ ہے، میں آغاز سے راؤ صاحب کے ساتھ رہا ہوں کیونکہ میرے آنے کے بعد ہی پریشانیاں شروع ہوئی ہیں۔ میرا بھی کچھ نہ کچھ تعلق اس ڈرامائی اور آسیب زدہ کہانی سے ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں ایک صحت مند تیس سالہ جوان ہوں۔ میرا تعلق بھی اسپورٹس سے رہا ہے، جسم میں پھرتی اور جان بھی ہے مگر میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں ایک بوڑھے آدمی سے مسلسل ہار رہا ہوں اب میری سمجھ میں آ رہا ہے کہ یہ معاملہ کچھ اور ہے۔ میں راؤ صاحب کی کچھ مدد اپنی طاقت سے نہیں کر سکتا اس لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔" بلراج سانس لینے کو رکا تو میں نے کہا۔

"میں بھی تمہاری طرح ایک عام انسان ہوں شاید تجربے میں تم سے کچھ زیادہ ہوں پراسرار قوتوں کے بارے میں میری معلومات بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مگر میرے تجربے میں یہ بات آ گئی ہے کہ اللہ کی طاقت کے علاوہ بھی ایک طاقت سرگرم عمل ہے تم کو پتا ہے کہ ایک انسانی جوڑا بھیڑیوں کی شکل میں پھر رہا ہے، میں نے ایک کو پکڑ بھی لیا تھا لیکن وہ ہم سے نہیں رکا اور نہ جانے کس طرح فرار ہو گیا، ہم ہزار کوشش کے باوجود اب تک اس کو ختم نہیں کر سکے۔ یہ کیا ہے؟ میرے خیال میں تو یہ صرف اور صرف شیطانی طاقت ہے وہ اپنے کچھ گرگوں کو ایسی طاقت دے دیتا ہے کہ انسان پریشانیوں میں پڑ جائے کیونکہ اس کا تو کام ہی یہ ہے۔ میں تمہارے گاؤں میں یہی بتانے آیا تھا مگر یہاں تو حالات ہی کچھ اور نظر آئے۔" میں نے کہا۔

"یہاں پر مقامی طور پر ایک سالانہ میلا لگتا ہے وہ سیتا کا میلہ کہلاتا ہے۔ اس میں دور دراز کے گاؤں والے اور قریب کے شہری لوگ بھی شریک ہوتے ہیں۔ اس سال جب یہ میلا لگا اس وقت میں یہیں پر تھا۔ راؤ صاحب اور میں دونوں میلہ دیکھنے گئے تھے۔ میلے میں سرکس، جھولے اور بھانت بھانت کے تفریحی پروگرام ہوتے ہی ہیں لوگ شوق سے ٹکٹ لے کر یہ دیکھتے ہیں۔ کاروباری لوگ اپنا کاروبار بھی کرتے ہیں۔ قرب وجوار کے لوگوں سے بھی یہاں پر ملاقات ہو جاتی ہے یہ میلے ہندوستان کی ثقافتی زندگی کا ایک حصہ ہیں۔ ان میلوں میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی سب آتے ہیں اور تفریح کرتے ہیں۔ کسی پر کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ گاؤں کی زندگی میں یہ میلے بڑی اہمیت رکھتے ہیں لوگ مہینوں پہلے ان میں شریک ہونے کی تیاری کرتے ہیں۔

ہم دوسرے روز پہنچے تھے۔ ایک بہت بڑے میدان میں رنگ برنگ تمبو لگے ہوئے تھے۔ ایک عارضی شہر آباد تھا۔ لوگ خریداری کر رہے تھے۔ سرکس اور تھیٹر کے باہر ناچتی لڑکیاں لوگوں کے دل خوش کر رہی تھیں۔ جھولے تیزی سے گھوم رہے تھے ان پر بیٹھے لوگ شور کر رہے تھے۔ کھانے پینے کی اشیاء شربت چائے کے عارضی ہوٹل سب بھرے ہوئے تھے۔ لال پیلی پگڑیاں دیہاتیوں کے سروں پر اچھی لگ رہی تھیں۔ ان کی مقامی زبان میں بات چیت بھی بھلی لگ رہی تھی۔

عورتیں گھونگٹ کے اندر کھاتی پیتی پھر رہی تھیں۔ کچھ دل پھینک نوجوان اشاروں کنایوں سے حال دل بیان کر رہے تھے۔ کچھ بانکے کان سے اونچے اور تیل پلائے لٹھ لئے جسموں پر تیل لگائے اکڑ اکڑ کر پھر رہے تھے۔ ایک گول دائرہ کے اندر ایک مداری اپنے کرتب دکھا رہا تھا۔ لوگ حیرت سے اس کے کرتب دیکھ رہے تھے۔

ہمارا پروگرام شام تک وہاں پر رہنے کا تھا۔ ہماری گاڑی میلہ گاہ کے باہر کھڑی تھی گاڑی میں ڈرائیور کے علاوہ دو آدمی اور بھی تھے ان کو آپ گارڈ کہہ لیں مگر یہ گاڑی میں تھے ہمارے ساتھ کوئی نہ تھا ہم گھومتے گھماتے ایک تمبو

کے سامنے پہنچ گئے یہ تمبو زیادہ بڑا نہیں تھا اس کے برابر ہی جادو کے کرتب دکھانے والوں کا تمبو تھا۔ تمبو کے دروازے پر ایک آدمی بھبوت ملے کھڑا تھا اس کے سارے جسم پر پیلی مٹی لگی ہوئی تھی چہرے پر بھی مٹی تھی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں جسمانی طور پر وہ بہت کمزور نظر آتا تھا ساری پسلیاں مٹی لگے ہونے کے باوجود نظر آرہی تھیں۔ اس نے اشارے سے ہم کو اپنے پاس بلایا ہم اس کے پاس چلے گئے وہ بھی ایک دوقدم ہماری طرف آیا قریب آنے پر وہ بولا۔

''میں تیری خاطر یہاں آیا ہوں۔'' اس کی آواز کے صوتی اثرات کا کیا بتاؤں کیا تھے؟ بڑی عجیب سی آواز تھی۔ گونجتی ہوئی مگر کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ، اس کے چہرے پر بھبوت لگا تھا مگر پھر بھی سفاکانہ سنگدلی کے آثار نظر آتے تھے۔ بھینچے ہونٹوں سے نفس پرستی اور سیاہ کاریوں کا اظہار ہوتا تھا۔ اس کی ناک چہرے پر نمایاں تھی وہ چیل کی چونچ کی مانند مڑی ہوئی اور بہت نمایاں تھی۔ پیلی مٹی چہرے پر ملی ہوئی تھی اس لئے پورا چہرہ پیلا تھا جیسے چھپکلی کا پیٹ۔ اس کے چہرے پر سب سے خطرناک اس کی چمکدار سرخ آنکھیں تھیں جن میں بلا کی عیاری اور بے رحمی ٹپکتی تھی۔ وہ آنکھیں انسانی آنکھیں لگتی ہی نہیں تھیں وہ ہم دونوں سے بہت کمزور تھا مگر نہ معلوم کون سی طاقت تھی کہ ہم خود کو اس کے سامنے بہت کمزور محسوس کررہے تھے۔

اس نے اپنا ہڈی نما پنجہ راؤ صاحب کے کاندھے پر رکھ دیا۔ اور کہا۔ ''اپنے گاؤں کے دروازے میرے لئے کھلے رکھنا میں ضرورت پر آؤں گا۔ بندمت کرنا۔ کرے گا تو پچھتائے گا۔'' اور وہ فوراً تمبو کے اندر چلا گیا اس کے جانے کے بعد ایسا لگا جیسے ہم نیند سے جاگے ہوں۔ یہ سارا واقعہ چند لمحوں میں پیش آیا۔ اس پر غور کرنے اور سوچنے کی تمام قوتیں سلب ہوگئیں۔

میں آج بھی تصور کرتا ہوں تو خوف سے دل بیٹھنے لگتا ہے یہی حال راؤ صاحب کا تھا۔ ہم دونوں ہی بزدل نہیں ہیں مگر وہ کون تھا کیوں ہمارے گاؤں آنا چاہتا تھا؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا یہ باتیں عقل سے دور تھیں اور پراسراریت لئے ہوئے تھیں ان سے ہمارا کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔ گھبراہٹ تو لازمی تھی اس پراسرار شخص نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہ کون تھا اور کیوں ہمارے گاؤں آنا چاہتا تھا اور آنے میں اس کی کیا غرض تھی؟'' بلراج خاموش ہوا تو میں نے پوچھا۔

''وہ تم سے کتنی دور کھڑا تھا۔''

''قریب ہی تھا۔ بس دوقدم دور ہوگا۔'' بلراج نے جواب دیا۔

''تم کو کسی قسم کی بدبو کا احساس ہوا۔'' میں نے پوچھا۔

''نہیں بدبو کا احساس تو نہیں ہوا اور آپ نے یہ کیوں پوچھا؟'' بلراج نے سوال کیا۔

''ہم جس کی تلاش میں ہیں اس کے بدن سے سڑے ہوئے گوشت کی بدبو آتی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''سڑے گوشت کی بدبو تو نہیں مگر مٹی کی بھی ایک مہک ہے وہ البتہ آرہی تھی۔'' بلراج بولا۔

''مٹی اس نے جسم کے ہر حصے پر لگائی ہوئی تھی؟'' میں نے پھر کریدا۔

''ہاں ہر حصے پر مٹی کی تہہ لگائی ہوئی تھی۔'' بلراج نے کہا۔

''اگر یہ وہی ہے تو پھر اس نے بدبو کو چھپانے کے لئے مٹی کا استعمال کیا ہے اور یہ راؤ صاحب کی حالت کیسے خراب ہوئی؟ میں نے پوچھا۔

''واپس آکر راؤ صاحب نے دروازے پر پہرہ اور زیادہ سخت کردیا کیونکہ راؤ صاحب نہیں چاہتے تھے کہ وہ خوفناک آدمی اندر آئے۔ مگر تین روز کے بعد وہ آگیا۔ دروازے پر پہریدار موجود تھے۔ دروازہ بھی بند تھا لیکن وہ بوڑھا راؤ صاحب کے کمرے میں چلا آیا۔ میں بھی اس وقت ان کے پاس تھا۔ آتے ہی وہ بولا۔

''میرا حکم تھا دروازہ بندمت کرنا، تو نے بند کردیا۔ کیوں بند کیا بول؟'' راؤ صاحب نے ہمت کی

اور جواب دیا۔
یہ گاؤں میرا ہے یہاں پر میرا حکم چلتا ہے تم حکم چلانے والے کون ہو؟“

وہ بھوت لگائے سر سے پیر تک پیلی مٹی میں لپٹا ہوا تھا۔ کمرے میں روشنی تھی مگر وہ جہاں کھڑا تھا وہاں زیادہ روشنی نہیں تھی۔ چہرے پر چمکتی آنکھیں صاف نظر آ رہی تھیں چند منٹ وہ خاموش کھڑا راؤ صاحب کو دیکھتا رہا پھر اس کی منفرد اور سحر انگیز آواز سنائی دی ”تو حکم چلائے گا دیکھتا ہوں کس طرح حکم چلاتا ہے۔“ اس نے فضاء میں اپنا دایاں ہاتھ لہرایا جیسے کسی سے کچھ کہہ رہا ہو، ہمارے چاروں طرف ایسا لگا جیسے آسمان سے بادل زمین پر اتر آیا ہو۔ میرے اور راؤ صاحب کے چاروں طرف ہلکی ہلکی سرمئی دھند چکراتی پھر رہی تھی اور آہستہ آہستہ گہری ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں اس دھند کے پار دیکھنا ممکن نہیں رہا۔ راؤ صاحب میری نظروں سے اوجھل ہو گئے، وہ پراسرار بوڑھا بھی غائب ہو گیا۔

مجھے اندازہ نہیں کہ میں کتنی دیر بعد ہوش میں آیا تھا ۔ہوش میں آنے کے بعد میں نے دیکھا راؤ صاحب بستر پر خاموش پڑے ہیں میں فوراً اٹھا، ان کے پاس گیا۔ خاموش تھے آنکھیں ان کی کھلی ہوئی تھیں۔ جسم ٹھیک تھا مگر حرکت نہیں کر رہا تھا۔ زبان بند تھی۔ بڑی مشکل سے اشاروں میں راؤ صاحب نے بتایا کہ ان کے پیر اور زبان حرکت نہیں کر سکتے۔ اس دن کے بعد سے راؤ صاحب کی یہی حالت ہے۔ میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی، بڑے بڑے ڈاکٹروں کو دکھایا سب کا کہنا ہے کہ یہ کسی مرض میں مبتلا نہیں ہیں۔ مگر ان کی حالت ٹھیک نہیں ہوتی۔ آپ نے ان کو چھوا تھا تو ان کے پیر میں لرزش پیدا ہوئی تھی مگر بات صرف لرزش تک ہی ہے اب بھی لرزش تو ہوتی ہے مگر ان کو پیروں پر اختیار اب بھی نہیں ہے۔ ان کو سہارے سے ہم بٹھا دیتے ہیں تو وہ بیٹھ کر کھانا بھی کھاتے ہیں اور اشاروں سے احکامات دیتے ہیں مگر ان کی صحت دن بدن گرتی جا رہی ہے۔ میں سخت پریشان ہوں میں نے کئی دفعہ کوشش کی کہ ہر بندر سنگھ ان کے بیٹے کو ان کی بیماری کی اطلاع کر دوں مگر انہوں نے بڑی سختی سے منع کر دیا۔ یہ نہیں چاہتے کہ ان کا اکلوتا بیٹا کسی مصیبت کا شکار ہو۔“ بلراج خاموش ہو گیا۔

”میں پھر تمہارے گاؤں آؤں گا مگر میں کیا کر سکوں گا یہ خود میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔“ میں نے کہا۔

”میرا خیال ہے آپ کچھ نہ کچھ ضرور کر لیں گے آپ نے ایک دفعہ ان کے بدن کو چھوا تو اس کا اثر ہوا تھا، میرا خیال ہے کہ آپ کچھ نہ کچھ تو کر ہی لیں گے۔“ بلراج نے کہا۔

”دیکھو دوست! میں سرکاری ملازمت کر رہا ہوں۔ مذہبی طور پر میں کسی قابل نہیں ہوں۔ ماں باپ نے جہاں تک مجھے بتایا تھا پڑھایا تھا اس کے آگے میں کچھ نہیں جانتا۔ مگر میں آؤں گا ضرور آؤں گا میرا دل بھی وہاں جانے کو کرتا ہے کسی نیکی کی طرف قدم خود بخود اگر بڑھ رہے ہوں تو روکنا نہیں چاہئے حالانکہ میری فہم اور ادراک سے یہ سب کچھ بالاتر ہے۔ میں کسی بھی ماورائی طاقت سے لڑنے کے ہنر سے واقف نہیں ہوں۔ مگر میرا ایک عقیدہ ضرور ہے وہ یہ ہے کہ جب آدمی نیکی کی طرف قدم بڑھاتا تو وہ اکیلا نہیں ہوتا اس کے ساتھ قدرت کی مدد ضرور ہوتی ہے طاقت ور انسان بھی طاقتور نہیں ہوتا جب اس کو تقدیر کی طرف داری نہ ہو وہ بھی آسانی سے موت کے منہ میں چلا جاتا ہے اور جب تقدیر اس کا ساتھ دیتی ہے تو وہ منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا آگے چلا جاتا ہے۔ میرے پاس بھی کوئی نقش سلیمانی نہیں ہے۔ مگر میں مسلمان ہوں اپنی ایمانی طاقت کے ساتھ آؤں گا۔“ میں نے کہا۔

”میں کب تک آپ کا انتظار کروں۔“ بلراج نے پوچھا۔

”تین دن کے بعد میں آؤں گا۔“ میرے منہ سے خود بخود یہ جملہ نکل گیا۔

اور بلراج چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے سوچا۔ ”تین دن کا وقت میں نے اس کو کیوں دیا ہے؟“

مگر اس وقت میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔
دوسرے دن میں نے مان سنگھ اور روشن خان کو بلایا اور بریلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ بریلی میں کئی دفعہ آیا تھا۔ مگر کبھی بھی سرکاری کام کے علاوہ کہیں نہیں گیا تھا۔ مگر اس دفعہ میرے پاس سرکاری کام کچھ نہیں تھا میں نے روشن خان کو کہا تم نے بڑی درگاہ دیکھی ہے۔"
"ایک دفعہ حاضری دی تھی۔" وہ بولا۔
"تو وہیں چلو۔" میں نے کہا۔
مین بازار میں روشن نے گاڑی کھڑی کردی اور بولا۔ "سر اندر گلیاں ہیں اور بھیڑ بھی زیادہ ہوتی ہے گاڑی اندر تو نہیں جائے گی۔"
"کوئی بات نہیں گاڑی مان سنگھ کو دے دو اور تم میرے ساتھ چلو۔"
اور ہم دونوں گاڑی سے اتر آئے۔ مزار کے چاروں طرف بازار ہے۔ پھول والوں کی دکانیں ایک لائن میں لگی ہوئی ہیں۔ تبرک فروش اپنی دکانیں سجائے ہوئے ریوڑی، بتاشے، نکتی دانے ان پر گلاب کے پھولوں کی پتیاں بکھرائے آوازیں لگا رہے ہیں ایک طرف لنگر فروش دیگیں چمکائے کھڑے ہیں۔
ہم دونوں دروازے کی طرف چلتے ہیں ایک دکان سے ایک ٹوکری پھول خریدتے ہیں۔ دروازہ ہمارے سامنے ہے میں پہلی سیڑھی پر قدم رکھتا ہوں کہ اچانک نہ جانے کدھر سے ایک فقیر میرے سامنے آجاتا ہے اور آتے ہی اس نے کہا۔
"آ گیا نا بابا کے دربار میں، اب ہوش آیا، جنگلوں میں کیا لینے گیا تھا۔ وہاں کیا رکھا تھا لے یہ ریوڑی کھا۔" اور اس نے میرے منہ میں ایک ریوڑی ڈال دی، میں نے چبائی جو کہ بہت شیریں اور مزیدار تھی، ایک ریوڑی میرے ہاتھ پر رکھ دی اور بولا۔ "یہ مریض کی ہے اب جا سلامی کر لے۔" اور بڑی عجلت میں وہ بھیڑ میں غائب ہو گیا۔ مجھے اس کی آواز آشنا سی لگی مگر یاد نہیں آیا کہ کہاں اور کب سنی تھی۔ یہ صرف چند منٹوں میں ہوا۔ روشن خان حیران کھڑا رہا۔ میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور اندر مزار کے چلا گیا۔ فاتحہ پڑھی، پھول چڑھائے اور واپس آ گیا۔
مان سنگھ گاڑی میں موجود تھا۔ فقیر کی دی ہوئی ریوڑی میری جیب میں تھی۔ میں فقیر کا اشارہ سمجھ چکا تھا قدرت کی طرف سے میری امداد شروع ہو گئی تھی۔ نیک مقصد کا ارادہ ہی ثواب کا باعث ہوتا ہے۔
میرے ذہن پر کسی مصیبت زدہ کے کام آنے کا جذبہ چھایا ہوا تھا۔ میں صرف اور صرف اسی جذبے کو لے کر آیا تھا کسی انسان کی مصیبت کو دور کرنے کے لئے اگر کوئی کوشش کرتا ہوں تو کیا وہ عبادت میں شامل نہیں ہوگی۔ میرا عقیدہ ہے کہ ضرور یہ عبادت میں شامل ہے۔
میرا کام ایک دفعہ بریلی آنے پر ہو گیا تھا۔ میں تیسرے روز گاؤں چکروتی پہنچ گیا۔ راؤ صاحب کی حالت وہی تھی بلراج میرا ہی انتظار کر رہا تھا۔ اس نے امید بھری نظروں سے میری طرف دیکھا۔
میں نے جیب سے ریوڑی نکالی اور بلراج سے کہا۔ "راؤ صاحب کا منہ کھلواؤ۔" بلراج نے اشارے سے راؤ صاحب کو منہ کھولنے کا کہا اور میں نے وہ ریوڑی ان کے منہ میں رکھ دی اور پھر منہ چلا کر بتایا کہ کھا جائیں۔ ایک منٹ نہیں گزرا تھا کہ ان کے کان، ناک اور منہ سے سرمئی دھواں سا نکلنا شروع ہو گیا۔
وہی دھواں جس کے بارے میں بلراج نے بتایا تھا۔ وہی دھند پورے کمرے میں اوپر نیچے ہو رہی تھی سائیں سائیں کی آوازیں بھی آ رہی تھیں اس دھند اور دھواں نے کئی بار راؤ صاحب کے پاس جانے کی کوشش کی مگر اس کا وہی حشر ہوا جیسا تیز رفتار پنکھے کے سامنے دھوئیں کا ہوتا ہے اور پھر وہ سارا دھواں ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ راؤ صاحب اٹھ کر بیٹھ گئے اور بولے۔
"تم کون ہو؟ میرے محسن تم نے مجھے دوبارہ زندہ کر دیا۔"
بلراج نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔ میں خاموش رہا تو وہ پھر بولے۔

"تم نے جواب نہیں دیا میرے دوست۔"

"میں کیا جواب دوں، زندگی اور موت اللہ کے اختیار میں ہے۔ آپ کو اللہ نے ٹھیک کیا ہے میرا اس میں کوئی کمال نہیں۔" میں نے کہا۔

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو مگر میں نے جو دیکھا ہے اس کو تو میں جھٹلا نہیں سکتا تم ہی میرے مسیحا ہو۔" وہ بولے ......"یہ عنایت ہے آپ کی کہ آپ یہ کہتے ہو مگر میرے دل میں سب سے پہلے انسانیت کے لئے جگہ ہوئی اس کے بعد آپ کی کچھ خدمت کرنے کا خیال آیا اور میں نے اس کی طرف قدم بڑھائے۔ انسان نیکی کی طرف جب قدم بڑھاتا ہے تو وہ اکیلا نہیں رہتا۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ اس سے میرے عقیدے کو پختگی ملی۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ آپ کو صحت مند دیکھ کر میں کتنا خوش ہوں۔ میں اپنی اس خوشی کا اظہار کرنا چاہوں تو بھی نہیں کرسکتا۔"

بلراج نے آگے بڑھ کر مجھے گلے لگالیا اور بولا......

"یہ احسان اتنا بڑا ہے کہ اس کا بدلہ نہیں ہوسکتا۔ میں کس طرح شکریہ ادا کروں یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔" میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

"مجھے ایک گلاس پانی پلوادو یہ تم مجھ پر احسان کرو ۔ دوسرا احسان یہ کہ کسی بھی مصیبت زدہ کو اگر دیکھو تو اس کی مصیبت دور کرنے کی کوشش کرنا، یاد رکھو نیک نیت ہی نیک کام سرانجام دیتا ہے۔ پہلے نیکی کی نیت ضروری ہے اور وہ تم آج ہی کرلو۔"

راؤ صاحب نے کھڑے ہوکر مجھے گلے لگایا اور بولے۔"تمہارا کیا نام ہے نوجوان دوست؟"

میں نے اپنا نام بتایا اور اپنا عہدہ بھی بتایا تو وہ بولے۔"تم پولیس میں ہو میرا تاثر ہمیشہ پولیس کے خلاف رہا ہے مگر میں اب تک غلط تھا، جو درست ہے وہ میرے سامنے ہے میں شرمندہ ہوں اپنے پہلے والے تاثر پر زمین کے ہر چپے پر، ہر ڈپارٹمنٹ میں، ہر قوم میں مذہب میں نیک لوگ ہیں۔ میرے خاندان کے بڑے بوڑھے ان پڑھ تھے لکیر کے فقیر تھے یا یوں کہو کہ ان کو کوئی تجربہ نہیں ہوا اور وہ اپنی انا کے خول میں بند پڑے رہے اور اس گاؤں کے دروازہ مسلمانوں پر بند رہے۔ مگر میں ان دروازوں کو کھولتا ہوں اب یہاں پر کوئی بھی آسکتا ہے۔"

میں نے اجازت چاہی تو وہ بولے۔"خان تم کو میں نے دوست کہا ہے حالانکہ تم میرے بیٹے کی عمر کے ہو، میں تمہارا دوست ہی رہوں گا زندگی کے کسی موڑ پر میری ضرورت تم کو پیش آئے تو بے دھڑک چلے آنا۔ میں نے جو کہا ہے اس کی گواہی یہ بلراج سنگھ دے گا یہ بھی میرا بیٹا ہی ہے۔"

"ابھی دشمن زندہ ہے وہ چوٹ کھا گیا ہے پلٹ بھی سکتا ہے میرا ٹھکانہ بلراج کو پتا ہے اگر دوبارہ ضرورت پڑے تو مجھے ضرور یاد کرلینا۔" اور میں واپسی چندن پور چلا آیا۔

اس کے بعد میں نے کئی چکر بریلی کے لگائے، کئی کئی گھنٹے مزار کے اندر گزارے۔ مگر وہ ریوڑی والا فقیر مجھے نہیں ملا۔ کئی ہفتے گزر گئے میرے سامنے کئی سوال تھے۔ مگر جواب ایک کا بھی میرے پاس نہیں تھا۔ رام موریتی کہاں ہے؟ اس کے ساتھ کون ہے؟ بانسری والا کون تھا؟ اور آخری سوال یہ بھی میرے سامنے آگیا کہ ریوڑی والا فقیر کون تھا؟ یہ سب سوال اپنی جگہ ضرور تھے مگر اس کے باوجود مجھ پر کسی قسم کا پریشر نہیں تھا SP صاحب نے مجھے ہر طرح کام کرنے کا اختیار دے دیا تھا۔

بارش ہورہی تھی۔ آج بارش کا یہ دوسرا دن تھا مسلسل بارش ہورہی تھی۔ ہر طرف پانی ہی پانی بھرا ہوا تھا کہ اس خراب موسم میں مجھے ایک تار دلی کا ملا۔ یہ تار کسی سرکاری دفتر یا تھانے وغیرہ کا نہیں تھا۔ تار کا مضمون بھی چونکا دینے والا تھا۔" آپ کی ضرورت ہے فوراً آجائیں۔" بھیجنے والے کا نام دینا لال اور اس کا پتا لکھا تھا۔

دینا لال کو میری ضرورت کیوں پڑگئی؟ میں نے سوچا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے مان سنگھ کو بلایا اور اس کو ساتھ لے کر دلی روانہ ہوگیا۔ دلی آتے ہی میں مطلوبہ پتے پر پہنچا رات کے دس کا وقت تھا۔ دینا لال بھوری گلی کے

ایک کارخانے میں کام کرتا تھا اور وہیں پر رہتا بھی تھا۔ مجھے دیکھتے ہی بولا۔ ''میں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔''

''میں فوراً آ گیا اب تم بتاؤ میری ضرورت تم کو کیوں پیش آ گئی؟'' میں نے پوچھا۔

''کالکاجی کے قریب ایک نئی آبادی بس رہی ہے یہ جگہ دلی سے دس بارہ میل دور ہے۔ نئی آبادی ہے دور دور مکانات بنے ہیں۔ ابھی پوری طرح یہ جگہ آباد نہیں ہوئی ہے۔ تین روز پہلے یہاں ایک واردات ہو گئی ہے کسی جانور نے ایک سات آٹھ سالہ لڑکی کو ہلاک کر دیا ہے لڑکی کو گھر کے اندر سے اٹھا کر ایک غیر آباد ٹیلے کی آڑ میں لے گیا ہے بہت سا گوشت بھی اس کا کھایا گیا ہے۔ میں نے تو اس کی لاش نہیں دیکھی میرا دھیان فوراً رام مورتی کی طرف ہی گیا ہے اس لئے میں نے آپ کو تار دیا۔'' دینا لال نے جتنا اس کو پتا تھا بتا دیا۔

''واردات کے تھانے میں مجھے پہنچا دو میں تفصیل خود پتا کر لوں گا۔''

کالکاجی نئی دلی میں آتا تھا ابھی نئی دلی میں آباد نہیں ہوئی تھی۔ یہاں پر باقاعدہ کوئی تھانہ ابھی نہیں تھا ایک چوکی تھی وہاں پر مجھے پوری تفصیل نہیں ملی تو میں علاقے کے DSP سے ملا اس کو اپنے بارے میں بتایا۔ DSP ایک سردار تھا اس کا نام مون سنگھ تھا۔ اس واردات کو یہاں پر زیادہ اہمیت نہیں دی گئی تھی۔ اس لئے مون سنگھ کو بھی پوری طرح پتا نہیں تھا۔ لڑکی کا پوسٹ مارٹم بھی نہیں کرایا گیا تھا اس کے اندرونی اعضاء کھائے گئے تھے کہ انہیں چبایا گیا تھا، خون پیا گیا تھا مجھے کوئی تفصیل نہیں مل سکی۔ لاش بھی جلائی جا چکی تھی ان حالات میں میں آگے کیا کرتا۔ میں واپس آ گیا مگر آنے سے پہلے مون سنگھ کو میں نے کہہ دیا کہ اگر اس قسم کی کوئی واردات ہو تو مجھے فوراً اطلاع دیں لاش کو رکھیں اور جائے واردات کی حفاظت کریں اس سے پہلے میں نے اس کو سب وارداتیں بتائیں تو وہ بولا ...... ''ٹھیک ہے خان جی تم فکر ہی نہ کرو سب ٹھیک کر لیں گے۔''

''بات آپ نے سنجیدگی سے نہیں سنی۔'' میں نے کہا۔

''چنگی طرح سنی ہے۔ دلی ہے کوئی گاؤں نہیں ہے جنگل نہیں ہے ادھر قاتل چھپ نہیں سکتا۔ سانوں ضرورت پڑے گی تو اطلاع کر دیں گے ویسے ہم ہی بہت ہیں۔'' وہ غرور سے بولا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور میں واپس چندن پور آ گیا۔ دلی کی رپورٹ میں نے SP صاحب کو دے دی ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ دینا لال کا خط ملا اس نے لکھا تھا۔

''یہاں پر پھر ایک واردات ہوئی ہے میں فوراً وہاں گیا تھا پتا یہ چلا کہ یہ ایک لڑکا تھا شام کو ٹیوشن پڑھ کر گھر آ رہا تھا رات نہیں ہوئی تھی مگر روڈ پر لائٹ نہیں، اس لئے اندھیرا تھا۔ اندھیرے میں اس لڑکے کو کسی بڑے جانور نے پکڑ لیا اس کا گلہ چبا لیا اور جسم کے اندرونی اعضاء کو کھایا گیا۔ بہت کم خون زمین پر پڑا ملا اس کا مطلب ہے وہ بھی پی لیا گیا اور زیادہ تفصیل آپ کو پولیس سے مل جائے گی۔'' مگر DSP مون سنگھ یا پولیس کی طرف سے مجھے کوئی اطلاع نہیں ملی میں دلی نہیں گیا مگر میں نے SP صاحب کو واردات کا بتا دیا دینا لال کا شکریہ ادا کیا اور اس کو پابند کیا کہ وہ حالات پر نظر رکھے اور مجھے اس کی اطلاع دیتا رہے۔

تیسری واردات کی اطلاع بھی مجھے دینا لال نے دی۔ مگر سرکاری طور پر یا ذاتی طور پر مون سنگھ نے کچھ نہیں بتایا SP صاحب نے کہا۔

''جب تک سرکاری طور پر اطلاع نہ آئے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ میں اوپر سطح پر بات کرتا ہوں۔'' مگر اس دوران وارداتیں بڑھ گئیں۔ اب دلی میں بے چینی پھیل گئی۔ کالکاجی کا علاقہ بھیڑیوں کی شکارگاہ بن گیا۔ پولیس گشت کرتی رہتی اور واردات ہو جاتی۔ دور دور آبادی کی وجہ سے بھیڑیئے بڑی آسانی سے اپنا کام کر جاتے۔ کوئی کہتا شیر آیا تھا کوئی کہتا بڑا سا لنگور ہے کوئی بندر بتاتا کوئی بھیڑیا کہتا اب تک پولیس یہ طے نہیں کر سکی تھی کہ یہ واردات کون

کررہا ہے؟ علاقے میں خوف پھیلا ہوا تھا۔ اوراس کے اثرات دوسری آبادیوں پر بھی آرہے تھے۔ اخبارات پولیس کی ناقص کارکردگی کے بارے میں رپورٹیں لکھ رہے تھے۔ دن بدن حالات پولیس کی گرفت سے نکل رہے تھے۔ مون سنگھ کا غرور خاک میں مل چکا تھا وہ اوراس کی پولیس تماشائی بنی ہوئی تھی۔ مون سنگھ کی روزانہ پیشیاں ہورہی تھیں اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا کوئی پلان نہیں تھا۔ وہ اب تک مجرم کے بارے میں کچھ طے ہی نہیں کرسکا تھا۔ تو پھر ایکشن کیا لیتا۔

حالات بہت بگڑے تو دلی پولیس کو SP ٹام یاد آیا۔ SP ٹام نے آتے ہی افسران بالا کو میری پہلی رپورٹ پیش کردی۔ اس نے حکام کو میری زبانی رپورٹ کو دہرایا۔ مون سنگھ کے بارے میں بتایا۔ حکام بالا نے بڑے غور سے ٹام کی بات سنی اوراس سے درخواست کی کہ وہ دلی پولیس کی مدد کریں۔ SP ٹام مدد تو کرنا چاہتا تھا مگر دلی پولیس کے رویے اور مغروریت سے بہت غصہ میں تھا۔ اس نے کہا سرکاری طور پر اس کیس کا چارج مجھے دیں اوراپنے سابقہ رویہ کا اعتراف کریں اور جن کی وجہ سے یہ کیس بگڑا ہے ان کو سزا دیں۔ یہ بڑی سخت شرط تھی مگر ٹام بھی انگریز تھا اور حکام بالا بھی وہی تھے انہوں نے مون سنگھ کو الگ کردیا اور تحریری چارج SP ٹام کو مل گیا۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ میں تفصیل سے نہیں بیان کررہا ہوں مگر واقعات کا تسلسل اور کہانی کی روانی کو قائم رکھنا بھی ضروری ہے اس لئے اصل حالات کی طرف پھر آتا ہوں۔

میرا کام کرنے کا انداز عام پولیس جیسا نہیں تھا، شہری پولیس والے مجھے دیہاتی پولیس والا کہتے تھے۔ میرا عملہ وہی تھا زیادہ بھیڑ کی مجھے ضرورت نہیں تھی۔ دلی آتے ہی میں نے یہ کام کیا کہ کالکاجی جو وارداتوں کا مرکز تھا وہاں ایک مکان کرائے کا حاصل کرلیا اوراس مکان میں بابولال اور کولہنگا کو رکھ دیا۔ ان کا کام صرف دن رات سڑکوں پر گھومنا تھا۔

میرے ساتھ روشن خان اور مان سنگھ تھے۔ رات کو یا دن میں کسی وقت بابولال یا کولہنگا کوئی ایک میرے پاس آتا تھا اور رپورٹ دیتا تھا۔ مان سنگھ بابولال سے مذاق بھی کرلیا کرتا تھا۔ وہ بابولال کو دیکھتے ہی بولا۔

''ہاں بھئی بابولال! تمہارا نیٹ ورک کیا کہتا ہے؟''

''خاموش پڑا ہے سرا۔'' بابولال نے جواب دیا۔

''کچھ اندازہ نہیں ہورہا کیا؟'' میں نے پوچھا۔

''ای بات تو خود ہمرے سمجھ میں بھی نہیں آرہی کہ مجرم قریب ہے پھر باس ناہی آوت ہے ای کی بات ہے۔''

''کیا اب تک باس نہیں آئی؟'' مان سنگھ نے پوچھا۔

''ایک دوبار ہمیں لگا کہ باس آرہی ہے ابھی ہم اندازہ ہی لگا رہے تھے کہ باس ختم ہوگئی۔ ذرا دیر قائم رہے تو ہم جگہ کے فاصلے کا اندازہ لگائیں۔''

یہ علاقہ ایسا تھا کہ دن میں یہاں پر سڑکوں پر آمدورفت ہوتی رہتی تھی روڑی سیمنٹ کے ٹرک گزرتے رہتے تھے کام کرنے والے مزدور گزرتے تھے مگر شام ہوتے ہی سڑکیں ویران ہوجایا کرتی تھیں۔

کالکا کے آخر میں جو ایریا تھا یہاں پر بھی آہستہ آہستہ آبادی ہورہی تھی یہاں پر ایک کالی کا مندر بھی تھا بابولال اور کولہنگا کا کام ہی سڑکوں پر مٹر گشتی تھا وہ رات گئے تک سڑکوں پر رہتے تھے ایک رات دونوں ساتھ تھے مگر دونوں کا دس بارہ قدم کا فاصلہ تھا کولہنگا آگے تھا اور بابولال پیچھے، کہ اچانک بابولال نے ایک مخصوص آواز سے کولہنگا کو روکا تو کولہنگا کھڑا ہوگیا۔

بابولال اس تک پہنچا اور بولا۔ ''باس آوت ہے۔''

''کدھر سے آرہی ہے کچھ پتا چلا۔''

''ہاں سامنے سے آرہی ہے ہوا بھی ادھر کی چلت ہے۔'' بابولال نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے میں آگے جاتا ہوں تم مجھے کور کرو۔''

کولہنگا نے یہ کہا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

بیس تیس گز دور ایک مکان کی بنیادیں کھدی پڑی تھیں۔ چاند پورا آسمان پر نہیں تھا کبھی کوئی بدلی چاند کے

سامنے آجاتی تھی تو اندھیرا گھپ ہو جاتا تھا بدلی ہٹ جاتی تھی تو چاند کی روشنی پھیل جاتی تھی۔ اس نیم روشنی میں کولہنگا نے دیکھا کہ بھیڑیا کھدی ہوئی بنیاد سے نکل رہا ہے دوسری بنیاد سے دوسرا بھیڑیا نکل آیا مگر سامنے کولہنگا کھڑا تھا۔ اتنی دیر میں بابولال بھی قریب آ گیا تھا۔ دونوں نے اپنے ریوالور نکال لئے اور پہلا فائر کولہنگا نے کیا۔ اس کا نشانہ لگا تھا اور زیادہ فاصلہ بھی نہیں تھا ایک بھیڑیا اچھل کر بھاگا بابولال نے بھی ایک اچھا نشانہ لیا اور گولی بھیڑیئے کے پیر کو لگی مگر اس کے باوجود دونوں بھیڑیئے بہت تیزی سے بھاگے یہ دونوں بھی ان کے ساتھ تعاقب میں دوڑے مگر زمین ناہموار تھی ان کو بھاگنے میں دشواری ہو رہی تھی بھیڑیئے ان سے زیادہ پھرتی دکھا رہے تھے۔ ان کا رخ کالی کے مندر کی طرف تھا۔ ان کے غائب ہوتے ہی دونوں کھڑے ہو گئے۔

"ہم کا لاگت ہے ای مندر میں گئے ہیں۔" بابولال نے کہا۔

"کیا کریں چلیں مندر کی طرف۔" کولہنگا نے پوچھا۔

"چلو پر بیکار ہے۔" بابولال نے کہا۔

"کیوں بیکار کیوں ہوگا؟" کولہنگا بولا۔

"دروجہ تو کوئی رات ماں کھولے گا ناہی۔" بابولال نے جواب دیا۔

"یہ اگر مندر میں گئے ہیں تو ان کے لئے بھی دروازہ کھلے گا ہی۔" کولہنگا نے کہا۔

"ارے ان کا کا ہے یہ تو بند دروجے ماسے بھی جاسکت ہیں۔" بابولال نے بتایا۔

"تو پھر واپس چلو۔" اور دونوں نے صبح ہی آکر مکمل رپورٹ مجھے دے دی۔

میں نے دو گاڑیوں میں نفری بھری اور ٹھیک آٹھ بجے مندر کے چاروں طرف گھیرا ڈال دیا اور دروازے پر مندر کے پجاری کو بلایا۔ عام طور پر مندروں کے پجاری بہت تندرست توانا ہوتے ہیں مگر یہ پجاری بہت کمزور لگتا تھا۔ آتے ہی بولا۔

"کیا بات ہے سرکار کیوں آنا ہوا میرے لائق کوئی سیوا؟"

"ہاں سیوا تو ہے وہ یہ کہ تم یہ بتلاؤ مندر میں کون کون رہتا ہے سب کے بارے میں بتاؤ۔" میں نے پوچھا۔

"زیادہ تو نہیں ایک میں ہوں دو تین صفائی ستھرائی والے ہیں۔ بس یہی ہیں۔" وہ بولا۔

"تم نے کہا دو تین صفائی ستھرائی والے ہیں اس کا مطلب میں کیا لوں۔" میں نے پھر پوچھا۔

"تین ہیں سرکار! یوں کل ملا کے چار ہو گئے۔" وہ دوبارہ بولا۔

"ان کے علاوہ کوئی مہمان اگر تم نے ٹھہرایا ہوا ہے تو اس کا بھی بتاؤ۔" میں نے پوچھا۔

"دو آئے تھے پر وہ کل شام چلے گئے۔" وہ بولا۔

"وہ کون تھے کہاں سے آئے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے پوچھا تھا پر انہوں نے بتایا نہیں۔" وہ بولا۔

"ان کا حلیہ کیا تھا۔" میں نے پوچھا۔

"حلیہ تو سرکار کیا بتائیں ایک آدمی تھا اس کے شریر پر بھبوت لگا تھا بس آنکھ ہی نظر آوے تھی ایک زنانی تھی اس نے پیلی ماٹی لیپ رکھی تھی میں نے اس کے بارے میں بھی پوچھا تو زنانی نے کہا تھا بھگوان کی منت ہے جب تک میری گود ہری نہیں ہوگی میں ایسے ہی رہوں گی۔" پجاری نے جواب دیا۔

"اس کے بعد اس نے کھانے کو گوشت اور پینے کو شراب مانگی تھی۔"

"اور تم نے مارے ڈر کے دونوں چیزیں ان کو دی تھیں۔" میں نے بات آگے بڑھائی۔

پجاری نے حیرت سے میری طرف دیکھا اور بولا۔ "آپ کو یہ کیسے پتا چلا؟"

"مجھے یہ بھی پتا ہے کہ وہ اب اس علاقے کو چھوڑ

جائیں گے، اب وہ دوسرا کوئی بے وقوف پجاری تلاش کریں گے۔“ میں نے مان سنگھ کو اشارہ کیا اور وہ مندر کے اندر چلا گیا میں جانتا تھا کہ اندر اب کچھ نہیں ملے گا۔ مگر حجت تو تمام کرنی تھی۔ ایک دفعہ پھر وہ ہم کو جل دے گئے۔ مگر کالکاجی میں امن ہو گیا۔ SP صاحب کی یہ پہلی کامیابی تھی اور میری مسلسل ناکامی۔

دلی شہر میں جو بھڑیوں نے ہلچل پیدا کر دی تھی، عوام، پولیس اور گورنمنٹ کے خلاف ہو رہی تھی وہ سب ختم ہو گئی۔ ایس پی صاحب نے مجھے اور میرے عملے کو انعام دلوانے کا وعدہ کیا۔ اخبارات میں بھی تعریفیں ہوئیں مگر میری بے چینی کم نہیں ہوئی۔ میرے ساتھی بھی میرے ساتھ بے چین تھے۔ ہم جلد از جلد ان دونوں کو ختم کرنا چاہتے تھے مگر ایک بار پھر ہم سب اندھیرے میں تھے۔ دلی شہر کے اطراف میں ہماری کھوج جاری تھی مگر کہیں پر ان کی موجودگی ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔

دلی شہر کے چاروں طرف شہر میں ہم کس طرح ان کو تلاش کریں۔ یہ فیصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ ہر طرف راستے تھے وہ کس راستے پر نکل گئے کیسے پتا چلے۔ ہم نے ایک پروگرام طے کیا اور شہر سے باہر جانے والے ہر راستے پر چیکنگ شروع کر دی۔ طریقہ یہ رکھا کہ جو بھی مندر، اس جگہ تھا اس میں کیا دھرم شالہ، پاٹ شالہ سب کو چیک کیا سب جگہ پتا کیا کہ کوئی سادھو ایسا تو یہاں سے گزرا جس کے بدن پر بھبوت چڑھا ہوا اور ایک عورت جس کے بدن پر بھی مٹی لگی ہو۔ ویرانوں کی طرف جانے والی راہوں کو بھی ہم چیک کرتے رہے یہ کام ہنگامی بنیاد پر کیا گیا اور بہت سی پولیس نفری نے اس میں حصہ لیا۔

ہم صرف ان کی سمت کا اندازہ کرنا چاہتے تھے۔ آخر ہماری بھاگ دوڑ کام آ گئی۔ بلم گڑ دلی سے مغرب کی طرف ہے اس سے آگے ہندوؤں کا مشہور شہر متھرا ہے۔ بلم گڑ زیادہ بڑا نہیں ہے یہاں سے بھی کئی راستے آگے جاتے ہیں بلم گڑ کے ایک دھرم شالہ میں انہوں نے قیام کیا تھا مگر یہاں کے پنڈتوں نے ان کو گوشت اور شراب دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ پنڈت کا کہنا تھا منع کرنے پر ناری نے بڑی آنکھیں دکھائی تھیں بڑی دھمکیاں دی تھیں مگر ہم برہمن ہیں خالص کلیا (گوشت) سے دور رہتے ہیں آتما ہتھیا چاہے وہ کسی جان کی ہو ہم نہیں کرتے۔ وہ دونوں اسی رات یہاں سے چلے گئے ہم نے اس وجہ سے دروجے پر کڑی پہرہ داری لگائی تھی کہ کہیں سے یہ لوگ کلیا ادھرم شالہ میں نہ لائیں ان پہرے داروں نے دیکھا کہ وہ دونوں خاموشی سے ایک طرف نکل گئے۔ پنڈت کی بات پوری ہوئی تو میں نے پوچھا۔

”اب پنڈت جی آپ ایک ضروری بات یہ بتائیں کہ وہ کس طرف کو گئے تھے۔“

”متھرا جانے کو دو راستے ہیں ایک پر لاری موٹر وغیرہ چلتی ہیں ایک راستہ اور ہے یہ ذرا دشوار ہے اور اس راستے میں گاؤں بھی ہیں آگے یہ بھی متھرا میں ختم ہو جاتا ہے۔ پہریداروں کا کہنا ہے کہ وہ اسی راستے پر گئے تھے۔“ میں نے پنڈت کا شکریہ ادا کیا اور ہم نے خود بھی اسی راستے پر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کا طریقہ ہم نے یہ کیا کہ دو بیل گاڑیاں لیں دونوں پر ہرا چارہ اس طرح رکھا کہ ہر گاڑی میں چار آدمی آرام سے بیٹھ جائیں اور ایک گاڑی بان، پہلی گاڑی میں روشن خان کے ساتھ کولہنگا اور تین جوان روانہ کر دیئے۔ دوسری گاڑی اس کے آدھے گھنٹے کے بعد روانہ ہوئی اس میں میں، بابولال اور مان سنگھ اور دو جوان سوار ہوئے۔ دونوں جوان مقامی تھے اور مقامی لوک گیت خوب گاتے تھے کچھ دور چلنے کے بعد وہ گیت گانے لگے۔ یہ سفر ہم نے جان بوجھ کر شام کو شروع کیا تھا۔ دونوں گاڑیوں میں ایک ایک لالٹین بھی تھی اس راستے پر گاؤں کے لوگ ہی سفر کرتے ہیں اس لئے دور دور تک کوئی نظر نہیں آتا راستہ کچا ہے اس لئے کوئی گاڑی ادھر نہیں آتی ہر پندرہ بیس میل پر کوئی نہ کوئی گاؤں آ جاتا ہے راستے کے دونوں طرف کھیت ہی کھیت ہیں۔

ہم ایک گاؤں کے سامنے سے گزر رہے تھے کہ گاؤں کے کتوں نے ہمارا اچھا استقبال کیا بیلوں کے گلے

میں پڑی گھنٹیاں اورزور سے بجنے لگیں کیونکہ وہ کتوں کی وجہ سے دوڑ رہے تھے پورا گاؤں اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا ۔گاؤں کی گلیاں ویران تھیں اور کچی مٹی کے بنے گھر اندھیرے کی دھند میں ڈوبے ہوئے تھے۔کبھی کبھی کسی بھینس یا بیل کے ڈکارنے کی آواز آجاتی تھی۔

کتوں کے جلوس میں ہم گاؤں سے گزر گئے۔دور تک کتے ہمیں چھوڑنے ساتھ آئے اور پھر حق مہمانداری ادا کر کے واپس چلے گئے۔ ہمارا سفر جاری رہا۔دو بجے کے قریب پھر ایک گاؤں کا ہیولا نظر آیا۔یہاں کے کتے ذرا مہذب معلوم ہوتے تھے۔مگر پھر بھی صدائیں لگا کر خیریت تو پوچھی یہ کوئی بہت چھوٹا گاؤں تھا ہماری گاڑی کنویں کے پاس پہنچی تو ایسا لگا جیسے کوئی دوسری طرف بڑا سا کتا کھڑا ہے مگر خاموش ہے۔بابولال نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

”بڑی زور کی باس آوت ہے ہوشیاری کی ضرورت ہے۔“

گاڑی جب کنویں کے پاس سے گزر گئی تو مان سنگھ اور بابولال بجلی کی سی تیزی سے گاڑی سے کود گئے اور دوڑے اس طرف جدھر وہ جانور کھڑا تھا۔گاڑی رک گئی تھی اور میں ان دونوں کو کور کر دیا تھا میرے ساتھ گاڑی بان جوان بھی تیار تھے۔

وہ جانور کوئی اور نہیں بھیڑیا تھا۔وہ بھاگا نہیں بلکہ اس نے مان سنگھ پر چھلانگ لگا دی اس کے چھلانگ لگاتے ہی میں نے اس پر فائر کیا وہ ہوا میں تھا کہ اس کو گولی لگی مان سنگھ تک وہ نہیں پہنچ سکا مان سنگھ کے تیار ہونے سے پہلے ہی بابولال نے تھری ناٹ تھری کا ایک فائر بھیڑیے کی ٹانگ پر کیا اور پھر میرا دوسرا فائر دوسری ٹانگ پر پڑا اور بھیڑیا گر پڑا۔

بڑی بھیانک آوازیں اس کے گلے سے نکل رہی تھیں۔ دونوں گاڑی کے جوانوں نے رسی نکالی اور بھیڑیے کو باندھنے گئے تو میں نے ان کو روکا۔”اس کے قریب مت جانا۔پھندا ڈالو پھر قابو کرو۔“

اتنی دیر میں مان سنگھ اور بابولال بھی قریب آگئے اور بھیڑیا کو پھندے کے ذریعہ باندھ دیا اور گاڑی میں ڈال لیا۔

اب ہمارا سفر تیزی سے شروع ہوا اور صبح سات بجے ہم تھانے میں آگئے۔ SP صاحب کو اطلاع کی گئی وہ فوراً آگئے بھیڑیے کو حوالات میں ڈال دیا گیا۔ وہ بہت بری طرح چیخ رہا تھا اور دونوں پیروں سے خون جاری تھا۔رسیاں اس کے بدن پر لپٹی ہوئی تھیں دن کی روشنی پھیل گئی تھی۔ میں SP صاحب کے ساتھ حوالات کے اندر چلا گیا۔

بھیڑیے پر میری نظریں تھیں بھیڑیے کا بدن بل کھا رہا تھا۔اتنا خون بہنے کے باوجود اس میں کمزوری کے آثار نہیں تھے۔ اس کا چہرہ بدل رہا تھا وہ اوندھے منہ زمین پر پڑا تھا اس کی رسیاں ڈھیلی ہوتی جارہی تھیں میں نے دل میں بسم اللہ پڑھی اور اس کی گردن کے بال پکڑ کر تھوتھنی کو اٹھایا تاکہ SP صاحب دیکھ سکیں مگر میرے ہاتھ لگاتے ہی ایسا لگا جیسے اس کو کرنٹ لگا ہو وہ زور سے اچھلا مگر پھر گر پڑا، حیرت انگیز طور پر اس کا چہرہ کچھ بھیڑیے کا اور کچھ انسانی لگ رہا تھا کان اب بھی کتے کی طرح تھے مگر دہانا اور آنکھیں انسانوں جیسی تھیں جسم میں بھی کچھ تبدیلی لگ رہی تھی وہ انسانی جون میں آرہا تھا میں اور SP دونوں حیرت کا شکار تھے۔کیا یہ انسان ہے ہمارے سامنے اس کا روپ بدل رہا تھا۔

کس کی عقل اس کو تسلیم کرے گی۔مگر بعض حقیقتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کو عقل تسلیم نہیں کرتی مگر وہ اپنی جگہ اٹل ہوتی ہیں یہ بھی ایک ایسی ہی حقیقت تھی۔

دن کی روشنی میں اس کا بدن عورت کا بن رہا تھا۔ اور چند منٹ میں ہی میرے سامنے رام موتی بالکل پڑی تھی اس کی دونوں ٹانگیں زخمی تھیں اس کے باوجود اس کے نتھنے غصے سے پھول پچک رہے تھے اس نے میری طرف قہر آلود نظروں سے دیکھا اور پھنکارتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"کرلے جوکرنا ہے تونہیں بچ سکے گا۔تو مجھے اس
ری میں نہیں رکھ سکتا مورکھ۔"

اس کی آنکھوں میں پراسراری چمک تھی چہرے
ی قسم کی گھبراہٹ نہیں تھی زخمی حالت اور اس کو اپنی برہنگی
را احساس نہیں تھا۔میں نے اس کی بات کا جواب نہیں
ور اسکے قریب چلا گیا وہ فوراً پلٹ کر دیوار کے ساتھ لگ
اور پھنکار کر بولی۔

"دور رہ پاپی تیرا ہاتھ بہت گندا ہے دور رہ۔"

میں فوراً سمجھ گیا وہ جس کو گندہ کہہ رہی ہے وہ اصل
پانی کی اور بسم اللہ کی برکت ہے۔

میں نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ اسکے سر پر رکھ دیا۔اس
ایک زوردار چیخ ماری جیسے میں نے اس کے گلے
ری چلائی ہو۔میں نے ہاتھ اٹھالیا اور کہا۔

"بول اب تیری مدد کو کون آئے گا؟ تیرا آخری وقت
لیا ہے توبہ کرلے۔"

"میرا گرو آئے گا۔" وہ میری بات کاٹ کر بولی۔

"میں سب دروازے کھول دوں تو بھی وہ نہیں آئے
" میں نے کہا۔

"یہ تیری بھول ہے رات ہونے دے پھر
نا۔" وہ نفرت سے بولی۔

"دن میں اور رات میں کسی وقت وہ ادھر نہیں آئے
س کو اپنی جان کی پڑی ہے۔" میں نے کہا۔

"تو اس کو نہیں جانتا وہ بہت ہوشیار اور شکتی والا ہے تو ا
کی شکتی کے سامنے ایک خرگوش جیسا ہے تو نے اب تک
کا کیا بگاڑ لیا ہے کہ اب بگاڑ لے گا۔ مجھے جانے دے
د تیرے لئے اس کے دل میں کچھ نرمی آجائے۔نہیں
تے کی موت مارا جائے گا۔"

"تیرے پاس بھی شکتی ہے تو خود بھاگ جا۔"
نے کہا۔

"تو نے میرے چاروں طرف یہ جال لگا رکھا ہے۔
کو تو ہٹا۔" وہ بولی۔

اپنی شکتی سے تجھ کو ہٹانا ہوگا۔" میں نے کہا۔

اور میں حوالات سے باہر نکل آیا میرے ساتھ
SP صاحب بھی نکل آئے۔

"میری زندگی کا یہ حیرت انگیز واقعہ ہے۔اگر انگلینڈ
میں کسی کو بتاؤں گا تو وہ میرا مذاق اڑائے گا یقین نہیں کرے
گا۔" SP صاحب نے کہا۔

"آپ کو یقین ہے۔" میں نے پوچھا۔

"میری نظروں کے سامنے جو کچھ ہوا ہے اس
پر یقین تو کرنا ہی پڑے گا۔"

"آپ کو کچھ اور محسوس ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"اس کی بے حیائی بھی حیرت کی بات تھی۔" وہ
بولے۔

"اور جو بدبو اس کے بدن سے آرہی تھی وہ آپ
کو آئی۔" میں نے پھر پوچھا۔

"میں پوچھنے والا تھا اتنی شدید قابل نفرت بدبو اس
کے بدن سے کیوں آرہی تھی؟"

"میرے خیال میں تو یہ کچا گوشت کھانے کی وجہ
سے تھی۔اس کی غذا ہی کچا گوشت اور شراب ہے۔"

"تمہارا خیال درست لگتا ہے۔اکثر درندوں کے
جسم سے بدبو آتی ہے۔" وہ بولے۔"اب تم اس کو کس
طرح روکو گے؟"

"سر آپ نے دیکھا کہ دن نکلتے ہی اس کا بھیڑیا
والا روپ انسانی شکل اختیار کرگیا۔میری معلومات کے
مطابق پراسرار قوتوں کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں اس
کو جتنے وقت بھیڑیے کا روپ دیا گیا تھا وہ وقت تمام
ہوتے ہی خود بخود یہ انسانی روپ میں آگئی۔اس کے ساتھ
ساتھ اس کی بھی کچھ درجہ بندی ہوتی ہے اس میں دن کے
وقت اتنی طاقت نہیں ہے کہ نکل سکے ہاں بیرونی کوئی
ماورائی طاقت اس کو چھڑائے تو شاید یہ بھاگ
جائے۔" میں نے کہا۔

"اب تم کیا کرو گے؟" SP صاحب نے پوچھا۔

"میں نے اس کا بندوبست کیا ہے۔آپ نے دیکھ
تھا کہ میرے ہاتھ لگاتے ہی اس کو شدید جھٹکا لگتا تھا و

پاک کلام کی برکت تھی میں نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر دکھایا اور کہا۔ "اس میں کلام الٰہی لکھا ہے یہ کسی جادوئی عمل کو کارگر نہیں ہونے دے گا۔" اور پھر میں نے وہ کاغذ دروازے پر چپکا دیا اور کہا۔ "اس کاغذ پر ہماری مقدس کتاب قرآن کی کچھ آیات تحریر ہیں میرا ایمان ہے کہ یہ اب حوالات سے باہر نہیں آسکتی۔"

میں نے ایک ساڑھی حوالات میں ڈلوادی۔

مگر پہرے دار نے بتایا کہ اس نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ رات میں نے حوالات کے قریب کسی کو نہیں رکھا۔ پہرہ تھا مگر حوالات سے دور دور تھا۔ مین گیٹ پر اور تھانے کی نئی بلڈنگ کے دروازہ پر بھی کڑا پہرہ تھا۔ میں خود اپنے دفتر میں موجود تھا۔

ہر شخص اپنی اپنی جگہ ہوشیار تھا۔ مگر وہ آ گیا، مین گیٹ کسی نے نہیں کھولا مگر وہ احاطے میں داخل ہو گیا بلڈنگ کا دروازہ کسی نے نہیں کھولا مگر وہ بلڈنگ کے اندر بھی داخل ہو گیا اس کا رخ حوالات کی طرف تھا اس کو پتا تھا کہ حوالات کدھر ہے وہ سیدھا ادھر ہی گیا۔ حوالات میں بلب جل رہا تھا باہر بھی خوب روشنی تھی۔ وہ حوالات کے سامنے خاموش کھڑا تھا اس کے جسم پر صرف ایک لنگوٹی تھی حوالات کے باہر جلنے والا بلب خود بخود بجھ گیا اب وہ اندھیرے میں کھڑا تھا۔

اس کا منہ حوالات کی طرف تھا اس کے سامنے رام موری آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی وہ کچھ مشکوک پڑھ رہا تھا ہر طرف خاموشی تھی میں ایک خفیہ جگہ سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہل رہا شاید مین گیٹ کے پہرے داروں اور بلڈنگ کے پہرے داروں کو تو پتا ہی نہیں کہ وہ اندر آچکا ہے، وہ شاید صرف مجھے نظر آرہا تھا وہ اتنی بے فکری سے کھڑا پڑھ رہا تھا جیسے وہ کسی جنگل یا غار میں ہو اس کا یہ انداز مجھے فکر میں تو ڈال رہا تھا مگر میرا دل بھی کچھ کم مطمئن نہیں اس دفعہ وہ کامیاب نہیں ہوگا میرا دل گواہی دے رہا تھا۔

آدھا گھنٹہ اس نے بڑے اطمینان سے حوالات کے باہر گزارہ اور پھر حوالات کے تالے پر ہاتھ رکھ دیا۔ مگر یہ کیا ہوا تالے میں سے ایک چنگاری نکلی اور وہ دور جا پڑا۔

وہ پھر تیزی سے اٹھا۔ حیران نظروں سے تالے کو دیکھا اور پھر دروازے کو پکڑ کر ہلانے لگا۔ مگر پھر اچانک ایک زبردست چنگاری نکلی تو وہ زور سے اچھلا اور دروازے کے پاس سے دور جا گرا۔ فرش پر گرنے کے بعد وہ کچھ دیر تک بے سدھ پڑا رہا شاید وہ ان حالات کا جائزہ لے رہا ہوگا کہ ایسا اس کے ساتھ کیوں ہو رہا ہے؟ میں خفیہ جگہ سے یہ سارے حالات دیکھ رہا تھا، رام موری حوالات کے درمیان میں بیٹھی ٹکر ٹکر ان حالات اور اپنے گرو کو دیکھ رہی تھی مگر کچھ بھی بولنے سے قاصر تھی۔

"پھر نڈھال طریقہ سے وہ اٹھا اور لڑکھڑاتے ہوئے حوالات کے دروازہ پر آن کھڑا ہوا، اداس بھری نظروں سے ہاتھ ملتے ہوئے رام موری کو یک ٹک دیکھنے لگا پھر وہ اپنے ہاتھ کو ماتھے پر رگڑنے لگا، حوالات کے اندر رام موری، قید پنچھی کی مانند ماہئی بے آب تھی۔ تھوڑی دیر تک اسی حالت میں رہنے کے بعد اس نے کچھ دیر بعد موری سے کہا، جسے سن کر رام موری نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا پھر اپنے ہاتھوں اپنے گلے کو دبانے لگی ایک حوالات کے باہر اور ایک حوالات کے اندر بے قرار، بے چین اور مجبور ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور کچھ نہ کر سکتے تھے۔ ابھی تک حوالات کے دروازے پر کلام الٰہی لکھا ہوا کاغذ چسپاں تھا اس کاغذ پر اس کی نظریں ٹکی ہوئی تھیں اس نے اپنے ہاتھ سے دل کی جگہ کو زور سے دبایا اور حوالات کے دروازہ سے پلٹ پڑا یہ دیکھ کر رام موری یک لخت بڑے کرب و اذیت سے چیخ پڑی۔ "گرو...... گرو...... مجھے ساتھ لے چلو...... میں مر جاؤں گی...... گرو...... مجھ پر دیا کرو...... گرو ایسے نہ جاؤ...... گرو مجھے بچالو۔"

وہ چلا گیا، رام موری جیسے آگ پر لوٹنے لگی، اس کی تکلیف ناقابل برداشت تھی۔ وقت گزرتا رہا اور صبح کے اجالے نے سر ابھارا۔ صبح ہو گئی۔

دن کا اجالا ہوتے ہی رام موری کی تکلیف میں

ریداضافہ ہو چکا تھا۔اس نے زمین پر لیٹ کر کروٹیں لنے لگی۔ ایسا لگتا تھا کہ کسی اندرونی اذیت میں وہ مبتلا چکی ہے۔

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا جسم پگھلنے لگا۔اس کا ن موم کی طرح پگھل رہا تھا۔نہایت بدبودار کالا کالا مواد ے کے چاروں طرف بہہ رہا تھا۔ بدبو اس قدر شدید تھی کہ ا زیادہ دیر اس جگہ نہیں رک سکا۔

دلی کے اخبارات کے فوٹوگرافروں کا ایک ہجوم جمع یا اور ایک نئی اور پھڑکتی ہوئی خبران کے ہاتھ لگ گئی۔ ‌ صاحب کے اور میرے انٹرویو لینے والوں کے ہجوم ‌ گئے۔میں نے کوئی انٹرویو نہیں دیا۔ایک کہانی اخبارا وں گئی وہ اپنی طرف سے من گھڑت کہانیاں فوٹو کے ہ شائع کرنے لگے......

تین روز تک رام مورتی موم کی طرح پگھلتی رہی ت کے نزدیک کوئی نہیں جاتا تھا تین روز تک اس کے سے کوئی آواز نہیں نکلی اور رات کے کسی پہر حوالات میں ‌ پگھلا ہوا مواد رہ گیا تھا۔ سارا علاقہ شدید بدبو کی ‌ میں آ گیا۔حوالات میں ایک پنجر پڑا تھا وہ انسانی تھا ‌ کے اطراف میں کالا بدبودار مواد فرش پر جم گیا تھا ‌ میں سے سخت بدبو اٹھ رہی تھی اس پنجر کو میں نے ی احکامات حاصل کرنے کے بعد آگ میں جلوا دیا لات کو صاف کروا دیا رام مورتی کی کہانی ختم ہوگئی ی ہماری پریشانیوں کی کہانی ختم نہیں ہوئی تھی۔

ایک بار پھر ہم اندھیرے میں کھڑے تھے وہ کون تھا ‌ گیا؟اب پھر نئے سرے سے اس کی تلاش ‌۔رام مورتی نے بھی اپنے گرو کا نام نہیں لیا تھا۔وہ ‌ پردے میں تھا مگر کب تک پردے میں رہے گا اس تو آنا ہی پڑے گا۔رام مورتی کے جسم کو ختم ہوتے ‌ علاوہ بہت لوگوں نے دیکھا تھا۔ اخبارات نے چھالا تھا۔نئی نئی کہانیاں بیان کیں تھیں کسی کسی نے ‌ ہیرو بنانے کی کوشش کی تھی کچھ اخبارات SP ٹام ‌ کو ہیرو بنا رہے تھے۔ میں نے اور SP صاحب دونوں نے کسی بھی اخبار کو کچھ نہیں بتایا تھا۔سب اپنی مرضی کی کہانیاں بیان کرر ہے تھے اور ہم خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ ابھی ہمارا مشن پورا نہیں ہوا تھا۔خطرہ اب بھی موجود تھا، ہم اب بھی اپنے کام میں لگے ہوئے تھے میرے آدمی گلی کوچوں ،گاؤں اور سڑکوں پر تلاش میں لگے ہوئے تھے۔ ہماری تلاش زیادہ تر پھر سے مندروں اور گئوشالوں میں تھی۔

بابولال سائیکل پر دن بھر پھرتا تھا۔اس کی ناک جس طرف اشارہ کرتی وہ دوڑ پڑتا تھا۔ وہ میری ٹیم کا بہترین کارکن تھا۔دس دن تک ہم دلی اور اسکے اطراف کے شہروں میں پھرتے رہے مگر پتا نہیں چلا۔اب ہمارا پروگرام آگے جانے کا تھا۔ پہلے مغرب کی طرف جانے کا پروگرام بنا بلم گڑھ کے بعد بڑا شہر متھرا آتا ہے، متھرا ہندوؤں کی تیرتھ ہے بے شمار مندر دریا جمنا کے کنارے بنے ہوئے ہیں ان کے علاوہ بھی ہر طرف ایک سے ایک قدیم مندر یہاں پر ہے ہر وقت سادھو سنتوں کا میلہ یہاں پر لگا رہتا ہے۔ دوردور کے شہروں کے لوگ بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہوئے سڑکوں پر مل جائیں گے۔اسٹیشن سے شہر تک جانے میں ہی بہت سے رنگ آپ کی نظر سے گزر جائیں گے۔متھرا میں ہمارا قیام سٹی تھانے میں تھا۔دن بھر الگ الگ ہم لوگ شہر میں پھرتے تھے ہر اس مقام پر جاتے تھے، جہاں پر اس کے ہونے کا ذرا سا بھی شبہ ہوتا تھا۔ہم سب لوگ سادہ لباس میں رہتے تھے۔ ہمارا دشمن بہت خفیہ تھا۔ میرے ساتھ مان سنگھ رہتا تھا مان سنگھ ہر مندر میں بے دھڑک گھس جاتا تھا مان سنگھ ٹھاکر تھا اور برہمن کے بعد سب سے بڑی ذات کا تھا۔

ہم جس مندر کے سامنے کھڑے تھے ،وہ مندر بجرنگ بلی ہنومان کا مندر تھا۔مندر کے چاروں طرف ہنومان کی مورتیاں ہی مورتیاں بنی ہوئی تھیں ان مورتیوں پر مختلف رنگ کیا گیا تھا۔

مان سنگھ اندر چلا گیا اور چند ہی منٹ کے بعد وہ ایک بہت تگڑے پجاری کے ساتھ آ گیا اور بولا۔

''یہ ہیں یہاں کے سب سے بڑے پجاری آپ نے ان کے ڈیل ڈول سے ہی اندازہ کرلیا ہوگا۔''

''تم نہ بھی بتاتے تو بھی میں سمجھ جاتا۔'' میں نے جواب دیا۔

''اچھا پنڈت جی کچھ باتیں آپ سے کرنی ہیں۔ یہیں پر کھڑے کرلیں۔'' مان سنگھ نے پوچھا۔

''ہاں ہاں ضرور کرو متر۔'' پنڈت نے جواب دیا اس کی آواز بہت باریک تھی اس کے ڈیل ڈول کے اعتبار سے اس کی تو معلوم ہی نہیں ہوتی تھی۔ مجھے اور مان سنگھ دونوں کو ذرا تعجب ہوا۔ پھر مان سنگھ نے پوچھا۔

''ہم لوگ دلی سے آئے ہیں ایک آدمی کی تلاش ہے وہ ایک سادھو ہے، سنیاسی ہے کچھ اسی قسم کے بھیس میں رہتا ہے اس کے بدن پر چکنی مٹی چڑھی رہتی ہے، صرف آنکھیں ہی نظر آتی ہیں۔ جسم پر صرف ایک لنگوٹی ہوتی ہے اگر اس کے بدن پر مٹی نہ ہو تو بہت سخت بدبو نکلتی ہے۔ میں نے آپ کو اس کی پوری نشانیاں بتادیں اور اپنے بارے میں بھی بتادیا، اب آپ کو جو پتا ہو وہ آپ بتادو اور ہاں یہ بات ضرور ذہن میں رکھنا کہ یہ سرکاری باتیں ہیں اور بہت خفیہ ہیں ہماری تمہاری جو باتیں ہوں گی وہ ہم تینوں تک ہی محدود رہیں گی، تم اس کا ذکر کسی سے نہیں کروگے۔'' مان سنگھ خاموش ہوگیا۔

پنڈت بڑے غور سے مان سنگھ کی باتیں سن رہا تھا اور خاموش تھا۔ وہ بہت ہی سنجیدہ مزاج لگتا تھا۔ چند منٹ خاموشی رہی پھر اس کی باریک آواز آئی۔

'' میں سمجھ گیا وہ اگھوری ہے۔ اس کے اندر گندگی ہے۔ اس نے جو شکتی پرایت کی ہے وہ اس کا غلط استعمال کررہا ہے کسی بھی شکتی کا غلط استعمال منش کو غلط راہ پر ڈال دیتا ہے پھر منش، منش نہیں رہتا، نفس کا غلام بن جاتا ہے یہ نفس پرستی آہستہ آہستہ اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ پورا شیطان بن جاتا ہے، وہ پوری طرح بھٹک جاتا ہے اس کا ہر کام شیطان کو خوش کرنے کے لئے ہوتا ہے یہ گمراہی اندھیروں کی پیداوار ہے، ان اندھیروں کے غلام ہر وقت خوف میں مبتلا رہتے ہیں یہ خوف قوتیں چھن جانے کا ہوتا ہے اس لئے وہ ایسے ایسے گھناؤنے اور انسانیت سوز کام کرتے ہیں کہ یقین نہیں آتا۔ وہ جس قدر گراوٹ کا شکار ہوتے ہیں ان کی ماورائی طاقت بڑھتی جاتی ہے۔'' پنڈت نے جواب دیا۔

''آپ یہ بتائیں متھرا میں وہ ہوسکتا ہے کہ نہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''میرے خیال میں وہ متھرا میں نہیں رکے گا کیونکہ یہاں جو لوگ رہتے ہیں وہ لوگ تپسیا کے سوا کچھ اور نہیں کرتے۔ تم خود دیکھ لو یہاں پر اذان بھی ہوتی ہے اور مندر میں گھنٹی بھی بجتی ہے، دونوں اپنی اپنی عبادت کرتے ہیں۔ کبھی کسی نے کسی پر اعتراض نہیں کیا۔ یہ سب اپنا اپنا طریقہ ہے۔ ہر مذہب اچھی بات سکھاتا ہے تمہارا دل کرے تو مندر کے اندر بھی دیکھ سکتے ہو مگر میرا یقین ہے کہ وہ متھرا میں نہیں ہوگا۔ وہ کسی کمزور دھرم والے کے پاس ملے گا۔ ہندوستان بھر میں ایسے بناوٹی مندر بہت ہیں۔ وہی لوگ مندروں کو بدنام کررہے ہیں اور لوگ دھرم سے دور ہوتے جارہے ہیں۔'' پنڈت نے بات ختم کی۔

''اگر میں آپ سے درخواست کروں کہ، آپ ہماری کچھ مدد کریں، تو آپ کریں گے۔''

''نہیں میں کچھ نہیں کرسکتا یہ مندر بجرنگ بلی کا مندر ہے اور ہم کو اتنی آزادی نہیں ہے کہ جو دل کرے کرتے رہیں گے۔ ہم پر بھی پابندی ہے۔'' پنڈت نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

اور ہم آگے بڑھ گئے۔ بڑے مندر ہم نے سب چیک کرلئے اور ہر بڑے مندر کے پجاری نے یہی کہا کہ وہ متھرا میں نہیں ہوگا...... متھرا سے ہم بیکانیر آگئے۔ یہ راجستھان کا ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ یہاں پر بھی آبادی ہندوؤں کی زیادہ ہے۔ ریگستانی علاقہ ہے آبادی بھی دور دور ہے درگا کا ایک بڑا مندر یہاں پر ہے ایک بڑی دھرم شالہ بھی ہے اس دھرم شالہ میں دو تین آدمی ٹھہرے ہوئے تھے ایک پنڈت یہاں کا انچارج تھا اس نے بتایا ایک

سادھو آیا تو تھا مگر رکا نہیں چلا گیا اس نے بتایا اس کا رخ آگرہ کی طرف تھا ہم نے فوراً آگرہ جانے کا فیصلہ کرلیا۔

آگرہ ایسی جگہ ہے جہاں اس کو روپوش ہونے کی بہت جگہیں مل سکتی ہیں۔ آگرہ کے چاروں طرف مغلیہ دور کی ویران عمارتیں اور باؤلیاں بے حساب ہیں۔ یہاں پر کوئی بھی روپوش ہوسکتا ہے۔ ہمارا سفر جیپ پر تھا اور ہم موج مستی کرتے آگے سفر کررہے تھے ہر شہر، گاؤں قصبہ میں دو چار گھنٹے گزارتے کچھ معلومات کرتے اور پھر آگے بڑھ جاتے۔ آگرہ سے چالیس میل پہلے ایک قصبہ آتا ہے یہاں اچھی خاصی آبادی ہے اور GT روڈ پر ہے یہ اچھا خاصا پررونق بازار ہے یہاں پیٹرول پمپ بھی ہے اور رونق بھی خوب رہتی ہے لاریوں کا اڈا ہے اور ایک دو ہوٹل بھی ہیں اس آبادی سے پہلے ایک مندر شیو مہاراج کا بنا ہوا ہے اس مندر کے چاروں طرف بہت بڑا باغ ہے، آم اور سنترے لگتے ہیں۔ میں نے سوچا چلو یہاں پر کچھ ٹھہر کر تازہ دم ہولیں پھر آگے بھی جائیں گے روشن خان نے باغ کے اندر جیپ کھڑی کردی اور ہارن بجایا تو ایک دھوتی پوش جیپ کے پاس آ کھڑا ہوا۔ بابو لال جیپ سے کود کر نیچے اترا اور بولا۔

"بات ای ہے کہ ہم سفر میں تھک گئے ہیں جل پانی کا بندوبست کردو تو مہربانی ہوگی۔"

وہ آدمی ایک طرف چلا گیا کچھ دیر بعد آیا تو اسکے سر پر ایک مٹکا تھا اور بہت لمبا سا گلاس بھی ساتھ تھا آتے ہی بولا۔

"لو بھیا لسی پیو ایک دم تازہ لسی ہے۔"

لسی واقعی تازہ تھی سب نے پی اس کے بعد میں نے پوچھا۔ "ایک آدمی کا پتا کریں اگر پتا ہو تو بتا دینا۔" میں نے کہا۔

"ضرور بتائیں گے پوچھو۔"

"ایک سادھو اس کے پورے بدن پر بھبوت لگی ہے۔ بہت کمزور بوڑھا آدمی ہے تم نے اس کو دیکھا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"تین چار دن پہلے ایک آدمی بگھیا میں دیکھا تھا۔ شام کا وقت تھا ہم نے آواز دی مگر اس نے جواب نہیں دیا اور باہر گڑھی کی طرف چلا گیا۔ ہم دور تھے اس لئے کہہ نہیں سکتے کہ وہ وہی آدمی تھا جس کا پوچھ رہے ہو۔"

"دور سے وہ کیسا لگتا تھا۔" میں نے پوچھا۔

"لگتا تو کمزور سا تھا پر کیا بتائیں۔" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے بھائی تمہاری لسی کا بہت شکریہ۔" اور ہم گڑھی کی طرف روانہ ہوگئے۔

شام کا وقت تھا گڑھی کے بازار میں خوب رونق تھی لوگ خریداری کررہے تھے۔ بیل گاڑیاں ایک طرف لائن میں کھڑی تھیں۔ کسی کسی پر اوپر تک کپڑا لگا ہوا تھا اس کا مطلب تھا کہ یہ سواریاں لے کر آئی ہیں قریب کے دیہاتی دکانوں پر کھڑے کھا پی رہے تھے۔ اور سب آگرہ کے اطراف میں جو دیہاتی زبان بولی جاتی ہے بول رہے تھے۔ سڑک کنارے ایک مندر بنا ہوا تھا اس مندر میں جو مورتی تھی اس کے کئی ہاتھ نظر آرہے تھے اور اس کا چہرہ بڑا حسین بنایا گیا تھا اس کے برابر میں پیاؤ تھی اور ساتھ ہی ایک کنواں بھی تھا جانوروں کو پانی پلانے کو ایک لمبا سا حوض بنا ہوا تھا۔

یہ ایک دیہاتی بازار تھا ابھی ہم آگرہ سے چالیس میل دور تھے۔ میں رات یہاں پر گزارنا چاہتا تھا کیونکہ بتایا گیا تھا کہ وہ ادھر ہی آیا ہے۔ میں نے مان سنگھ سے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو وہ بولا۔

"یہاں پر چوکی تو ضرور ہوگی وہیں رات گزار لیں گے۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے پتا کرو پولیس چوکی کس طرف ہے۔"

آبادی کی طرف آگرہ پولیس کی چوکی تھی ہم وہاں پہنچ گئے۔ ایک حوالدار موجود تھا۔

"اسپیشل مشن کے بارے میں سنا ہے۔" میں نے اس سے پوچھا۔

"سنا تو ہے ٹام صاحب دلی میں اس مشن کو ڈیل

کررہے ہیں۔" وہ بولا۔

"بالکل ٹھیک تم واقف کار پولیس مین ہو میں ٹام صاحب کا ہی آدمی ہوں اور یہ سب میرا عمل ہے تم سے یہ باتیں اس لئے کرنا پڑیں کہ تم اس چوکی میں ان سب کے رہنے کا بندوبست کرو یہ سرکاری کام ہے یہ سب اور میں ڈیوٹی پر ہیں یہاں پر ہمارا رکنا ضروری ہے زیادہ نہیں ایک دوروز اس کے بعد آگے چلے جائیں گے اور تم بھی ہوشیار ہو جاؤ نفری کو بھی ہوشیار کردو کیونکہ وہ بھیڑیا یہیں پر ہے کوئی واردات بھی کرسکتا ہے۔" میں نے بات ختم کی۔

"تمہاری نفری کتنی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میرے علاوہ چار اور ہیں۔" وہ بولا۔

"وہ سب مقامی ہیں یا دور کے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"چاروں گڑھی کے ہیں۔ میں ہی آگرہ کا ہوں۔"

"تو پھر سب کو حاضر کرو رات وہ ہمارے ساتھ ڈیوٹی کریں گے۔" میں نے کہا۔

"جی سر میں سب کو اطلاع کرتا ہوں۔" اور موہن لال باہر چلا گیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے کہا۔ مان سنگھ تم لاری اڈے پر رہو گے، چاہو تو ایک آدمی اپنے ساتھ رکھ لو، بازار میں بابو لال اور موتی رہیں گے اور اسی طرح سب کو ڈیوٹیوں پر لگا دیا۔ گڑھی کے اطراف میں چھوٹے چھوٹے بہت گاؤں ہیں۔ یہاں کے کسان اپنی چیزیں گڑھی میں فروخت کرتے ہیں اور بیل گاڑیوں میں لاد کر لاتے ہیں ان میں سبزی، فروٹ، اناج سب ہوتا ہے۔ یہ لوگ رات سے آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

میں اور کولہنگا پیاؤ کے اندر بیٹھ گئے۔ اس کے برابر ہی جانوروں کو پانی پلانے والا لمبا سا حوض بنا ہوا تھا رات کا ڈیڑھ بجا تھا کہ ایک بیل گاڑی آگرہ کی طرف سے آئی اس میں ایک آدمی تھا وہ سڑک کے کنارے گاڑی کھڑی کرکے گاڑی سے اتر گیا۔ بیلوں کو اس نے گاڑی سے الگ کیا اور گاڑی کو بیلوں کی طرف سے اوپر اٹھا دیا گاڑی میں سبزی لدی تھی وہ سڑک کے کنارے ڈھیر ہوگئی پھر اس نے گاڑی کو ذرا سا آگے سرکایا اور پھر نیچے کرکے بیل جوڑ دیئے۔ اس کے بیل جوڑتے ہی ایک درخت کی آڑ سے ایک آدمی چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور اس سے باتیں کرنے لگا۔

وہ ہم سے اتنی دور تھے کہ آواز نہیں آرہی تھی مگر ہاتھ کے اشاروں سے اندازہ ہوتا تھا کہ گاڑی والا انکار کررہا ہے وہ بار بار سبزی کے ڈھیر کی طرف اشارہ کررہا تھا۔ مگر آنے والا اس کو کسی بات پر مجبور کررہا تھا۔ آخر گاڑی والا مان گیا اور وہ شخص گاڑی میں سوار ہوگیا۔

گاڑی والے نے سبزی کی ڈھیری چھوڑ دی اور حوض تک آیا تا کہ بیل پانی پی لیں۔ میں اور کولہنگا پیاؤ کے اندر ساکت بیٹھے یہ سب دیکھ رہے تھے۔

"میرا بہت بڑا گھاٹا ہو جاوے گا سادھو مہاراج"

گاڑی بان نے شاید آخری کوشش کے طور پر گاڑی میں سوار شخص سے کہا۔ لفظ سادھو سن کر میرے کان کھڑے ہوگئے میں نے مان سنگھ کو دیکھا کولہنگا نے گردن ہلا کر میری بات کی تصدیق کی۔

بیلوں نے، پانی پی لیا تھا، گاڑی آگرہ کی طرف روانہ ہوئی اب ہمیں اس کو گھیرنا تھا۔

میں نے دیکھا بابو لال آہستہ آہستہ روڈ کے کنارے کنارے گاڑی کے ساتھ چھپتا ہوا چل رہا تھا اور کولہنگا کھیت کے اندر اندر گاڑی سے آگے جارہا تھا اب میں بھی پیاؤ سے باہر آچکا تھا بازار سے گاڑی باہر آتے ہی ہم نے چھاپہ مار دیا سب سے آگے کولہنگا تھا وہ گاڑی پر چڑھ گیا اور گاڑی رکوائی مگر یہ کیا گاڑی خالی تھی، گاڑی کے کنارے صرف گاڑی بان تھا۔

"گاڑی خالی ہے سر۔" کولہنگا نے بتایا۔

"وہ میرے سامنے گاڑی میں سوار ہوا تھا۔" مان سنگھ نے بولا۔

"میں نے بھی دیکھا تھا۔" کولہنگا نے جواب دیا۔

"تم کہاں جارہے ہو؟" میں نے گاڑی بان سے پوچھا۔

"ہم کہا جاویں گے سرکار ترکاری لے کر آئے ہیں گام سے، سویرے بیچیں گے اور واپس گام جاویں گے۔" گاڑی بان بولا۔

"مگر تم تو آگرہ کی طرف جا رہے تھے۔" مان سنگھ نے کہا۔

"کیا کرتے وہ سادھو مہاراج مانتا ہی نہ تھا کہتا تھا تیرا سب نقصان پورا کروں گا مجھے آگرہ لے چل میں نے تو بہت اپنی سی کی کہ ٹال دوں مگر وہ تو جونک بن گیا میں کیا کرتا؟"

"اور پھر کہاں چلا گیا؟" کولہنگا نے پوچھا۔

"میں کا بتاؤں میں خود اچھنبے میں پڑا ہوں۔"

"تم سے اس نے کیا بات کی تھی؟" میں نے پوچھا۔

بس آتے ہی بولا۔" گاڑی جوڑ اور آگرہ چل ایسے حکم دیا جیسے میں اسی کے کارن گڑھی آیا ہوں۔ میں نے منع کر دیا میرا مال خراب ہو جائے گا مجھے سویرے یہ بیچنا ہے وہ بولا جتنا تیرا مال ہے اس سے دوگنی قیمت میں دوں گا بس مجھے لے چل میں نے اس پر کہا ارے آفت کیا آئی ہے سویرے لاری جائے گی چلے جانا اس نے مجھے بڑی خراب نظروں سے دیکھا اور بولا۔

"اگر راضی سے نہ گیا تو غیر راضی سے جانا تو پڑے گا تو نے سن لیا اگر غیر راضی جائے گا تو کچھ نہیں ملے گا پھر میں کیا کرتا۔ میں نے گاڑی میں اس کو بٹھا لیا بیلوں کو پانی پلایا اور چل پڑا بھگوان تمہارا بھلا کرے کہ تم نے میری جان چھڑا دی اب سویرے آرام سے اپنا سودا بیچوں گا اور گھر جاؤں گا۔"

مگر ایسا نہیں ہو سکا۔ گاڑی بان سبزی کی ڈھیری کے پاس ہی گاڑی کھڑی کر کے بیل کھول کر وہیں پر لے آیا اور باندھ کر گاڑی میں سو گیا تھا۔ میں بھی پیاؤ سے چوکی میں آ گیا تھا۔ باقی سب لوگ ڈیوٹی پر تھے۔

رات کے تین ساڑھے تین بجے ایک بھیانک چیخ کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز گاڑی کے اندر سے آئی تھی۔ سب سے پہلے کولہنگا وہاں پہنچا اس نے دیکھا کہ گاڑی بان کا گلہ زخمی ہے اور خون بہہ رہا ہے۔ سیٹیاں بجا کر اس نے سب کو جمع کر لیا میں بھی اٹھ کر پہنچا گاڑی بان کی حالت خراب تھی میں نے روشن خان کو فوراً گاڑی لانے کو کہا اور مان سنگھ کے ساتھ گاڑی بان کو آگرہ روانہ کر دیا۔ حیرت کی بات تھی کہ دوبارہ وہ پھر آیا اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔

بابو لال نے بتایا ایک لہر پاس کی آئی تھی مگر زیادہ دیر نہیں رہی اور وہ سمت کا اندازہ نہیں کر سکا۔ وہ سیدھا گاڑی بان کی طرف ہی آیا اور اپنا وار کر گیا۔ اس کی دلیری یہ تھی کہ اس کو پتا تھا کہ ہم قریب ہی ہیں وہ بھی ہم سے دور نہیں ہوا اور تاک میں رہا اب ہمیں زیادہ ہوشیاری اور چوکنا رہنے کی ضرورت تھی کیونکہ وہ مقابلے پر تیار تھا اور ایک کامیاب وار کر چکا تھا۔

اپنے سفر اور اس واردات کا سارا احوال میں نے تحریر کیا اور SP صاحب کو روانہ کر دیا۔

گڑھی سے دوسری منزل آگرہ تھی۔ یہ بڑا مشکل معاملہ تھا۔ ایک تو آگرہ بڑا شہر ہے دوسرے یہاں پر ایسے مقامات بے شمار ہیں جہاں پر یہ چھپ سکتا ہے اور ہماری مشکلات میں اضافہ کر سکتا ہے آگرہ سے پانچ چھ میل دور جی ٹی روڈ پر شہنشاہ اکبر کا مزار ہے اس سے تین چار میل اور آگے دلی کی طرف چلیں تو ایک مزار ہے ان کا نام "شیر جنگ بابا ہے۔" یہ مزار جنگل بیابان میں ہے اور روایت یہ ہے کہ یہاں پر شیر حاضری کو آتے ہیں۔ یہ مزار روڈ سے کوئی آدھے فرلانگ اندر ہو گا مگر ہر جمعرات کو رونق ہوتی ہے اطراف کے دیہاتی یہاں آتے ہیں ان میں ہندو مسلمان سب ہی شامل ہوتے ہیں۔ مسلمان مزار کے احاطے کے اندر جاتے ہیں اور فاتحہ پڑھتے ہیں ہندو عورتیں اور مرد احاطے کے باہر سے دعائیں مانگتے ہیں ان کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے جمعرات کو یہاں ایک چھوٹا سے میلہ کا سماں نظر آتا ہے۔

دوپہر کا وقت تھا جب ہماری گاڑی یہاں پہنچی روشن خان نے بھیڑ دیکھ کر گاڑی کھڑی کر دی میں نے ایک سے پوچھا۔ "یہاں کیا ہو رہا ہے۔" تو اس نے بتایا۔ "یہاں

پر شیر جنگ بابا کا مزار ہے اور ہر جمعرات کو چھوٹا سا میلہ لگتا ہے۔"

میں گاڑی سے اتر پڑا میرے اترتے ہی سب اتر گئے گاڑی وہیں چھوڑ کر ہم مزار کی طرف چلے، راستے کے دونوں طرف دیہاتی بازار لگا ہوا تھا کنگھی چوٹی، رومال اور اسی قسم کی چھوٹی موٹی چیزیں عورتیں خرید رہی تھیں، سب ہی دیہاتی تھے اور اپنی زبان میں بات چیت کر رہے تھے۔

میں نے مزار کے باہر جوتے اتارے وضو کیا، میرے ساتھ روشن خان نے بھی وضو کیا اور ہم دونوں مزار کے اندر چلے گئے۔ باقی سب لوگ مزار کے احاطے کے باہر ہی کھڑے رہے۔ میں نے اطمینان سے فاتحہ پڑھی، دعا مانگی اور باہر آ گیا، میرے ساتھ روشن خان بھی آ گیا۔ اب ہم واپس گاڑی کی طرف جا رہے تھے۔ ابھی ہم روڈ سے دور تھے کہ ایک دیہاتی عورت میرے قریب آ گئی اور آتے ہی بولی۔ "بس! اب بڑے مزار پر جا۔"

میں نے حیرانی سے اس کو دیکھا اور پوچھا۔ "آپ کون ہیں بہن یہ تو بتائیں؟"

"نہ پوچھنے کی ضرورت ہے نہ بتانے کی ضرورت ہے جو حکم ہے بتا دیا، جا۔"

اور وہ مزار کی طرف پلٹ کر چلی گئی۔ میں بھی تیزی سے اس کی طرف بڑھا مگر اس کا پتا نہیں چلا۔ بڑا مزار! یہ کہاں ہے کس بزرگ کا ہے؟ مجھے کچھ پتا نہیں تھا، میں کہاں جاتا آگرہ بڑا شہر ہے۔ یہاں پر کئی تھانے ہیں میں نے شہر کے درمیان کوتوالی تھانے میں اپنی آمد کی رپورٹ کی SP صاحب کے احکامات پہلے سے موجود تھے۔ ہم وقت ضرورت یہاں سے نفری بھی لے سکتے تھے۔ ہم نے ویران جگہوں پر اپنے آدمی لگا دیئے۔ اس کے علاوہ شہر کے مندروں پر بھی نظر رکھی بابولال اور کولہنگا سڑکوں پر گشت کرنے لگے۔ پرتاب پورہ کی چڑھائی ختم ہوتے ہی ایک چوراہا ہے اس چوراہے کے ساتھ ساتھ ایک نالہ بہتا ہے یہ نالہ کھی گودام کی چار دیواری کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا آگے چلا جاتا ہے اس نالے کے عین کنارے پر ایک بہت قدیم مندر بنا ہوا ہے لوگ کہتے ہیں یہ مندر ہزار سال پورے کر چکا ہے زیادہ بڑا نہیں ہے لال پتھر کی عمارت ہے اور چار دیواری بہت بڑی ہے اس میں طرح طرح کے درخت ہیں اور پھولوں میں گیندہ اور رتن جو کے پودے ہیں۔ مندر کالی کا ہے مندر کے اندر داخل ہوتے ہی کالی کی خوفناک مورتی نظر آنے لگتی ہے۔

یہ مورتی کم از کم دس فٹ لمبی ہے۔ بنانے والے کا یہ کمال ہے کہ جتنی خباثت ہو سکتی ہے وہ سب اس میں نظر آتی ہے کمزور دل لوگ اس کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔ اس مندر کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ دیوی دن میں یہاں پر ضرور آتی ہے۔ عام طور پر یہاں پر سناٹا ہی رہتا ہے۔ دروازہ کھلا رہتا ہے مگر ڈر کے مارے کوئی اندر نہیں آتا یہاں تک کہ کوئی جانور بھی گیٹ کے اندر نہیں آتا یہ کالی کی ہیبت اور خوف ہے۔ اس کے اطراف میں چھوٹی ذات کے ہندوؤں کی آبادی ہے اس کے برابری نالے کے کنارے کچھ کھیت بھی ہیں اور یہ بھی مندر کی ملکیت ہیں۔

مان سنگھ کی نظریں اس مندر پر تھیں وہ اندر دو چار گھنٹے اس کے نزدیک گزارتا تھا۔

میں نے پوچھا۔ "تم نے کچھ دیکھا ہے کہ روزانہ وہیں جاتے ہو۔"

"نہیں کچھ نہیں دیکھا وہ مندر ایسی جگہ پر ہے کہ اندر بھیڑ بھاڑ ہونی چاہئے مگر میں نے دیکھا ہے کہ وہ ویران پڑا رہتا ہے لوگ اندر جاتے ڈرتے ہیں میں یہی دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس کی وجہ کیا ہے کیا راز ہے؟" مان سنگھ نے کہا۔

"سنا ہے کالی دیوی یہاں پر کسی نہ کسی وقت روزانہ آتی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"سنا تو میں نے بھی ہے مگر یقین کرنے کو دل نہیں کرتا۔ یہ پجاری لوگ بڑے کائیاں ہوتے ہیں نئی نئی کہانیاں مشہور کرتے رہتے ہیں اس سے یہ لوگوں کے دلوں میں کالی کا ڈر اور خوف پیدا کرتے ہیں اور لوگوں سے من

چاہا دان کی صورت میں رقم وصول کرتے ہیں۔" مان سنگھ نے کہا۔

"ہوسکتا ہے تمہارا خیال درست ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"میں کل اس کے اندر جاؤں گا میرے ساتھ کولہنگا ہوگا ہم دونوں کو روشن خان کور کرے گا۔" مان سنگھ نے بتایا۔

"روشن خان کے ساتھ میں بھی رہوں گا۔ تم لوگ دھوتی کرتے میں جاؤ گے ہم دونوں باہر ہی رہیں گے تم سے دور دور۔" میں نے مان سنگھ کے پروگرام کو آگے بڑھایا

"کل دس بجے ہم دونوں مندر کے اندر ہوں گے۔" مان سنگھ نے کہا۔

"ٹھیک ہے ہم بھی مندر کے قریب ہی رہیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

میں نے دور سے دیکھا کہ مان سنگھ دھوتی اور کرتے میں ملبوس ٹھیک دس بجے مندر کے اندر گیا اس کے ساتھ کولہنگا بھی تھا۔ دونوں سیدھے اندر گئے۔

جہاں پر کالی کا دیوہیکل بت کھڑا تھا وہ اس کے اندر چلے گئے۔ یہ ایک بہت کشادہ ہال تھا اور پورا ہال خالی پڑا تھا بت کی عین ٹانگوں کے درمیان ایک دروازہ تھا اس کے پٹ بند تھے وہ اس کی طرف بڑھ گئے۔ دروازے کو دھکا دیا تو وہ کھل گیا۔ یہ دروازہ ایک صحن میں کھلا صحن کے آگے باغ تھا۔ وہ دونوں صحن بھی پار کر گئے۔ ابھی تک ان کی ملاقات کسی سے نہیں ہوئی۔ باغ میں انہوں نے دیکھا کہ جامن کے پیڑ کے نیچے ایک مرد اور ایک عورت بیٹھے ہیں ان کی پیٹھ ان کی طرف تھی اس لئے وہ دونوں مان سنگھ اور کولہنگا کو نہیں دیکھ سکے۔ یہ دونوں ان کے قریب چلے گئے پیروں کی آہٹ ہوئی تو عورت نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا اور ہائے رام کہہ کر کھڑی ہوگئی۔ اب مرد نے بھی اپنا رخ بدل لیا اور ان کو دیکھا اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھر آئے اور وہ غصے میں بولا۔

"کون ہو تم منہ اٹھائے چلے آرہے ہو؟"

"منہ اٹھائے نہیں آئیں تو کرنا پڑیں گے۔" مان سنگھ نے جواب دیا۔

"تم کو پتا ہے یہ کالی کا مندر ہے۔" وہ بولا۔

"اتنا بڑا بت کھڑا ہے پتا کیوں نہ ہوگا؟" کولہنگا نے جواب دیا۔

"زیادہ بولنے کی یہاں آ گیا نہیں کیوں آئے ہو جلدی سے بتاؤ اور جاؤ۔" وہ بولا۔

"یہ بتاؤ یہ مندر ہے کہ شمشان گھاٹ ہر طرف تنہائی اور لامحدود خاموشی یہ کیا ہے۔" مان سنگھ نے پوچھا۔

تم اپنا مطلب بتاؤ یہاں کا چلن جو ہے اس سے تمہارا کیا تعلق ہے۔" وہ نفرت سے بولا۔

"پہلے تم یہ بتاؤ تم کون ہو؟ ہمیں کسی ذمہ دار آدمی سے ملنا ہے۔" کولہنگا نے کہا۔

"میں یہاں کا پجاری ہوں، بولو! کیوں اندر آئے؟"

"ایک آدمی کا پتا کرنا ہے، وہ بہت بوڑھا ہے اس کے بدن پر مٹی چڑھی ہے۔" مان سنگھ نے پوچھا۔

پجاری بولا۔ "ارے مورکھ! یہ کالی کا مندر ہے کوئی دھرم شالہ نہیں ہے کہ بوڑھے یہاں آ جائیں یہ جوانوں کا مندر ہے۔ یہاں پر بوڑھوں کا کیا کام یہاں پر ممسا (گوشت) جریا (شراب) میتھونا (جنسی ملاپ) کے اشلوک ہوتے ہیں یہاں پر بوڑھوں کا کیا کام۔ اب جاؤ اپنا کام کرو، میرا سمے برباد نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے پجاری جی، ہم جاتے ہیں مگر ایک بات بتائے جاتے ہیں کہ اگر وہ بوڑھا اس مندر میں نظر آ گیا تو اس کے ساتھ تمہاری بھی مصیبت آ جائے گی، یہ کام ہے سرکاری اور معاملہ ہے سنگین انگریز سرکار کا قانون مندر کے اندر اور باہر ہر جگہ چلتا ہے۔" مان سنگھ نے کہا۔

"اس مندر میں صرف کالی کا قانون چلتا ہے پرکھوں سے یہی ہوتا آیا ہے اور اب بھی یہی ہوگا اپنی سرکار کو تو مندر کے باہر ہی رکھنا۔ اور چلا جا اب بہت برداشت کرلیا۔ نقصان اٹھائے جانے کا ارادہ ہے تو بول۔" وہ نفرت سے بولا۔

"اچھا تو تم نقصان بھی پہنچاتے ہو۔ ہم نے تو سنا تھا

۔پجاری فائدہ پہنچاتے ہیں سب کی سیوا کرتے ہیں۔“ مان سنگھ نے کہا۔
”اب زیادہ باتیں نہ بنا،اب چلاجا ،ہمارا نام گردھاری لال ہے،یہ سمجھ رکھ۔“ پجاری بولا۔
”تو گردھاری لال جی تم نے ہماری بات کا جواب نہیں دیا چلے جاؤ چلے کی رٹ لگائے پڑے ہو۔“ کولہنگا نے کہا۔
”ارے ہم کا تمہارا نوکر ہیں کہ تم جو پوچھو بتائے جائیں۔ارے ہماری بھی تو کوئی پرم پرا ہے کوئی قاعدہ قانون ہے۔بس تم لوگ جاؤ۔“ پجاری نفرت سے بولا...... مان سنگھ نے اشارہ کیا اور کولہنگا نے ایک لمحے میں پجاری کو ایک ہاتھ گدی پر مارا اور پجاری شہتیر کی طرح مان سنگھ کی بانہوں میں جھول گیا دونوں نے تیزی سے درمیانی دروازہ عبور کیا اور مین گیٹ پر آئے مین گیٹ پر گاڑی تیار تھی میں بھی گاڑی میں تھا اور گاڑی کوتوالی تھانے آ گئی۔کام اتنی تیزی اور صفائی سے ہوا کہ کسی کو پتا ہی نہیں چلا۔
جو عورت پجاری کے ساتھ تھی وہ ہائے رام کہہ کر ہی غائب ہوگئی تھی۔
تعجب یہ تھا کہ اتنے بڑے مندر میں صرف ایک پجاری اور ایک عورت،یہ کیا چکر ہے؟
تھانے پہنچتے ہی پجاری کی بے ہوشی ختم ہوگئی۔اس نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا اور جب اس کو یقین ہوگیا کہ وہ مندر کی بجائے تھانے میں ہے تو ذرا گھبراہٹ اس کے چہرے پر آئی مگر تھا بڑا ڈھیٹ،اکڑ کر بولا۔
”یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔میں کالی کا سیوک ہوں بہت برا ہوگا سب کے ساتھ،یہ سن لو غور سے،لو بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی گاڑی میں ڈال کر لے آئے پوچھ لوں گا سب سے۔“
وہ کسی سے مخاطب نہیں تھا اور سب سے مخاطب تھا اور بڑبڑائے جا رہا تھا۔
میں کمرے میں جب داخل ہوا تو اس وقت بھی اس کی بڑبڑاہٹ جاری تھی۔
”اچھا اب بہت بول لیا خاموش ہو جا اور سن لے یہ مندر نہیں ہے کوتوالی تھانہ ہے یہاں پر تو سرکار کا قانون چلتا ہے اب تو قانونی حدود میں ہے اس لئے جو پوچھا جائے سچ سچ بتا دے۔جھوٹ بولا تو الٹا لٹکا دوں گا اور مرچوں کی دھونی دوں گا میرا نام مان سنگھ ٹھاکر ہے سن لیا۔“ مان سنگھ نے اسی کے انداز میں کہا۔پجاری ہکا بکا اس کو دیکھتا رہا۔
”جلدی سے اپنی زبان کھول اور بتا،تیرے پاس جو بوڑھا ٹھہرا تھا وہ تیرا کون تھا؟ اور کیوں تیرے پاس آیا تھا؟“ میں نے اندھیرے میں تیر چھوڑا۔
”میرے پاس کوئی نہیں آیا تھا؟“ وہ جلدی سے بولا۔
”یہ اس طرح نہیں مانے گا سر۔کچھ وزن اس کا کم کرنا ہوگا۔“ کولہنگا نے کہا۔
”تو پھر تم ایسا کرو لے آؤ اپنے اوزار اور اس کا گوشت جو زیادہ نظر آ رہا ہے چھانٹ دو۔“ میں نے کہا۔
”ٹھیک ہے ابھی لاتا ہوں۔“ کولہنگا یہ کہہ کر باہر چلا گیا۔
”ابھی بھی وقت ہے پجاری جی شروع ہو جاؤ یہ جو گیا ہے نا،قصائی ہے پورا ،ایک منٹ میں آدمی کو بندر بنا دیتا ہے۔“ مان سنگھ نے گرہ لگائی۔
پجاری کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ وہ کسی اندرونی کش مکش کا شکار معلوم ہوتا تھا چند منٹ اس کے چہرے پر مختلف تاثرات آتے جاتے رہے میں نے آواز لگائی۔” جلدی لا بھئی اپنے اوزار، دیر کیوں کر رہا ہے؟“ پجاری نے بے بسی سے میری طرف دیکھا اور بولا۔” بتاتا ہوں ٹھہرو۔“ مان سنگھ نے آواز دی۔”ٹھہر جامت لا اوزار،گاڑی پٹڑی پر آ گئی ہے۔“
”بول وہ کون تھا؟“ میں نے پوچھا۔
”مجھے نہیں پتا وہ کون تھا۔رات میں آیا تھا۔اس کے پورے بدن پر بھبوت لگا تھا میں نے اس سے پوچھا تھا کہ

وہ کون ہے؟ تو اس نے کہا تھا میں کالی کا سیوک ہوں بس یہی بتایا تھا۔ میں نے بھوجن کا پوچھا تھا تو اس نے شراب مانگی تھی وہ میں نے اس کو دے دی تھی وہ مندر کی نچلی منزل میں چلا گیا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ وہ آگرہ پہلی بار آیا ہے مگر اس کو پتا تھا کہ مندر میں ایک نیچے بھی بڑا ہال ہے جہاں پر کالی کی خاص پوجا ہوتی ہے۔“

”خاص پوجا سے تمہاری کیا مراد ہے۔“ میں نے پوچھا۔

یہ پوجا اماوس کی کالی رات میں ہوتی ہے کالی کے بت کے سامنے۔ کالی کے چاروں ہاتھ حرکت کرتے ہیں۔ اسکے گرد گھی کے چراغ جلائے جاتے ہیں، سب پجاری اشلوک پڑھتے ہیں، اور گانا بجانا ہوتا ہے۔ کالی کو بلی چڑھائی جاتی ہے اس پوجا میں خاص لوگ شریک ہوتے ہیں۔

لوبان اور صندل کی خوشبو سلگائی جاتی ہے ہر آنے والا دیوی کے چرنوں میں سیس نوازتا ہے یعنی سجدہ کرتا ہے اور پھر کالی پوجا کے پانچ اہم اشلوک شروع ہو جاتے ہیں آخر میں بلی ہوتی ہے اس رات سارا مندر جھانجھر کی دھمک اور طبلے کی کھنک سے گونجتا رہتا ہے سب پروہت اشلوک جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں اور صبح سے پہلے چلے جاتے ہیں۔“

”اس ہال میں جانے کے بعد اس نے کیا کیا؟“ میں نے پوچھا۔

”اس نے زینے کا دروازہ بند کر لیا تھا۔ وہ اندر کیا کرتا رہا؟ مجھے نہیں پتا۔“ وہ بولا۔

”اب وہ اسی تہہ خانے میں ہے۔“ میں نے پوچھا۔

”نہیں وہ وہاں نہیں ہے۔“ پجاری بولا۔

”وہ کب گیا؟“ میں نے پوچھا۔

”زینے کا دروازہ اندر سے بند تھا میں نے کھلوانے کی کوشش کی تھی۔“

”تو کیا ہوا؟“ میں نے پھر پوچھا۔

”دروازہ نہیں کھلا۔“

”وہاں سے باہر جانے کا کوئی اور راستہ بھی ہے۔“ میں نے پوچھا۔

”نہیں وہ چاروں طرف سے بند ہال ہے اس کے اندر کی تو آواز بھی باہر نہیں آتی۔“ وہ بولا۔

”تو پھر اس کو اندر ہونا چاہیے۔“ میں نے کہا۔

”ان حالات کے تحت آپ کا یہی خیال ہونا چاہیے مگر میرا خیال ہے وہ اندر نہیں ہے۔ وہ کالی کا سیوک تھا اس کے پاس بڑی شکتی تھی وہ اندر نہیں ہوگا۔“ پجاری بولا۔

میں نے مان سنگھ کو کہا۔ ”جلدی کرو تہہ خانہ چیک کرنا ہے۔“ اور ہم پندرہ منٹ میں کوتوالی تھانے سے پرتاب پورا کی چڑھائی کے مندر میں تھے ہمارے ساتھ پجاری تھا وہ سیدھا تہہ خانے کے زینے کی طرف جا رہا تھا۔ مندر کی عمارت جہاں ختم ہوتی تھی وہیں پر ایک لوہے کا دروازہ لگا ہوا تھا وہ اتنا مضبوط تھا کہ ویلڈنگ سے کاٹ کر ہی کھولا جا سکتا تھا۔

پجاری اس کے سامنے کھڑا ہو گیا میں نے آگے بڑھ کر اس کو اندر کی طرف دھکیلا تو وہ آہستہ آہستہ کھلتا چلا گیا۔ پجاری نے حیرت سے کہا یہ تو بند تھا۔ اندر سے کنڈا چڑھا ہوا تھا۔

میں نے کہا۔ ”مگر اب کھلا ہوا ہے۔ تم پہلے اندر چلو۔“

پجاری سیڑھیوں سے اترنے لگا سیڑھیاں لال پتھر کی بنی ہوئی تھیں اندر اندھیرہ تھا میں نے کہا۔ ”اندر تو اندھیرا ہے روشنی کا انتظام نہیں ہے۔“

”آپ باہر رکیں میں انتظام کرتا ہوں۔“ وہ بولا اور ایک طرف جانے لگا۔ میں نے کولہنگا کو اشارہ کیا وہ بھی اس کے ساتھ چلا گیا۔ جب دونوں واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں موٹی موٹی موم بتیاں تھیں۔ زینے پر قدم رکھتے ہی ان کو جلا لیا گیا اور ہم سب زینہ اتر کر ہال میں پہنچ گئے یہ ایک چوکور بڑا سا کمرہ تھا۔ اس کی دیواریں لال پتھر کی تھیں اور ان پر بڑے شرمناک نقش نگار بنائے گئے تھے۔ ہم نے ہر کونا اور دیوار کو اچھی طرح دیکھا کہ کوئی دوسرا راستہ نظر نہیں آیا۔ کولہنگا اور مان سنگھ نے دیواروں کو بجا بجا کر دیکھا

ہر دیوار ٹھوس تھی۔

''ایسا لگتا ہے جب ہم لوگ تھانے چلے گئے تو وہ نکل گیا۔'' مان سنگھ نے خیال ظاہر کیا۔

بابو لال اب تک خاموش تھا، میں نے اس سے پوچھا۔''اب تم بتاؤ کیا خیال ہے؟''

''ہم کا بتائیں کھوپڑیا گھوم رہی ہے۔'' وہ بولا۔

''پجاری جی تم بتاؤ۔'' میں نے پوچھا۔

''میں نے جب اس کو آوازیں دی تھیں پکارا تھا وہ اس وقت بھی اندر نہیں تھا وہ اپنی شکتی سے نکل گیا۔ وہ کالی کا بھگت تھا شکتی تو اس کے پاس ہے۔ میری مانو تو اس کا پیچھا چھوڑ دو۔ وہ قابو نہیں آئے گا، الٹا تم کو ہی نقصان اٹھانا پڑے گا۔'' پجاری کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ کولہنگا نے کہا۔

''بس بس اپنا مشورہ اپنے پاس رکھ ہمیں جو کرنا ہے وہ تو ہم کریں گے۔''

اس کے بعد پجاری کی آواز نہیں نکلی اور ہم باہر آ گئے۔ باہر آ کر میں نے پجاری کو کہا۔

''کوتوالی تھانہ تم نے دیکھ لیا ہے۔ اگر وہ دوبارہ آئے تو فوراً اطلاع کروا دینا۔'' اور ہم لوگ واپس آ گئے۔

مجھے اچانک خیال آیا۔ شیر جنگ بابا کے مزار پر ایک دیہاتی عورت نے بڑے مزار پر جانے کا مشورہ دیا تھا وہ اس نے کیوں دیا تھا کون تھی وہ عورت اس نے مجھے ہی کیوں مخاطب کیا۔ آگرہ میں یوں تو بہت سے بزرگان دین کے مزارات ہیں مگر بڑی درگاہ کے نام سے جس کو پکارتے ہیں وہ حضرت امیر ابوالعلیٰ علوی کا مزار ہے یہ بزرگ شہنشاہ اکبر اور جہانگیر کے دور میں آگرہ کے ستون تھے۔ ان کا مزار شہر سے باہر فیروز آباد روڈ پر واقع ہے بہت قدیم قبرستان کے اندر ہے مگر مزار کی وجہ سے ہر روز یہاں پر لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہے میں نے روشن خان کو کہا چلو چونکہ میں نے صرف روشن خان کو کہا تھا اس لئے وہی میرے ساتھ تھانے سے باہر آیا تو میں نے پوچھا۔

''تم نے بڑی درگاہ کا راستہ دیکھا ہے۔''

''وہ تو مشہور جگہ ہے پتا کر لیں گے۔'' وہ بولا۔

اور ہم چل پڑے دو تین مقامات پر پتا کیا اور کربلا قبرستان پہنچ گئے۔ اس قبرستان کا نام کربلا قبرستان اس لئے ہے کہ یہاں پر دس محرم کو تازیہ دفن ہوتے ہیں۔ مزار کے باہر اچھا خاصا بازار ہے شیرینی اور پھول، پھل فروخت کرنے والوں کی دکانیں ہیں۔ ہوٹل ہیں مزار کا احاطہ سنگ مرمر کے پتھر کا بنا ہوا ہے اور طرز تعمیر مغلیہ ہے۔

مزار کے چاروں طرف قد آدم جالیاں لگی ہیں۔ مسلمان مزار کے اندر جا کر فاتحہ پڑھتے ہیں چادریں چڑھاتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ ایک بہت بڑی تعداد ہندوؤں کی بھی یہاں آتی ہے۔ مگر وہ لوگ جالی کے اندر نہیں آتے باہر سے ہی دعائیں مانگتے ہیں اور عقیدت سے مانگتے ہیں میں اور روشن خان جالی کے اندر چلے گئے پھول چڑھائے، فاتحہ پڑھی اور اپنی کامیابی کی دعا کی۔ میں پہلے باہر آیا اور گاڑی کی طرف چلا روشن خان مزار میں ہی تھا مگر میں سمجھ رہا تھا کہ روشن خان گاڑی پر چلا گیا ہے۔ ابھی میں بازار کے کونے تک پہنچا تھا کہ آواز آئی۔''رک جا۔'' میں ایک لمحے کو رکا مگر یہ سمجھ کر کہ شاید کسی اور کو مخاطب کیا گیا ہے پھر آگے کو قدم بڑھائے پھر آواز آئی۔''رک تجھے ہی پکارا گیا ہے۔''

میں کھڑا ہو گیا اور پلٹ کر دیکھا تو ایک صاحب نہایت صاف ستھرے سفید کرتے اور علی گڑھ کٹ پاجامے میں ملبوس کھڑے تھے سر پر دو پلی ٹوپی اور پیروں میں چمک دار مکیش تھی۔ چہرہ پر داڑھی مونچھ نہیں تھی مگر رعب دار چہرہ تھا۔ میں ان کی طرف بڑھا تو وہ بھی میری طرف آئے اور وہ آتے ہی کہنے لگے۔''بھٹک رہا ہے، آگرہ میں نہیں ملے گا مگر ملے گا اور جلد ملے گا۔ جلد چلا جا جہاں سے آیا ہے وقت قریب ہے۔'' اور وہ ایک طرف چل دیئے۔

میری زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا۔ میں نے دیکھا روشن خان مزار کے دروازے پر کھڑا تھا اس نے مجھے دیکھ لیا تھا وہ میری طرف آ رہا تھا اور پھر ہم واپس چل پڑے۔

ہم فوراً دلی روانہ ہوگئے رپورٹ بنائی SP صاحب کو دی اور زبانی ان کو پورے حالات بتائے اب آگرہ اور دلی کا علاقہ بھیڑیوں کے شر سے محفوظ تھا اور ہم بمعہ اپنے عملے کے واپس چندن پور روانہ ہوگئے۔

بڑے مزار پر میری رہنمائی کی گئی اس میں بتایا گیا تھا کہ ملنے کا وقت قریب ہے۔ میری سرگرمیاں پھر شروع ہوگئیں میرا عملہ پھر فعال ہوگیا۔

تین دن کے بعد سہارن پور کے پولیس ڈپارٹمنٹ کا ایک خط SP صاحب کے نام آیا، انہوں نے وہ خط مجھے ریفر کر دیا۔ اس میں صرف یہ تحریر تھا کہ سہارن پور کے کسی گاؤں میں ایک بوڑھا دیکھا گیا ہے اس کا حلیہ تمہارے مطلوب مجرم سے کچھ ملتا ہے۔ میرے لئے اتنا ہی کافی تھا میں فوراً اپنی ٹیم کے ساتھ سہارن پور روانہ ہوگیا۔

ہم نے اپنے کام کی ابتداء شہر سے کی اور جن کی گواہی پر یہ خط لکھا گیا تھا ان کو بلایا ان میں ایک ریلوے ملازم گوبندہ تھا اس نے بتایا کہ۔ ''میں ٹرالی پر بیٹھ کر اسٹیشن سے دور تک جاتا ہوں اور ریلوے ٹریک چیک کرتا ہوں میں نے دیکھا کہ ایک بہت بوڑھا آدمی ٹریک کے درمیان بیٹھا ہے ہماری ٹرالی کی رفتار زیادہ نہیں ہوتی ہم نے اس کے قریب جا کر ٹرالی روک لی وہ بے خبر بیٹھا رہا میں نے سوچا اگر ہماری جگہ ٹرین آجاتی تو یہ مرجاتا اتنی بے خبری اور وہ بھی لائن کے اوپر بڑی حیرت کی بات تھی۔

میں ٹرالی سے اتر پڑا اور اس کے قریب جا کر اس کو آواز دی۔

''باباجی ذرا ہوش میں آؤ تم ریلوے لائن پر ہو گاڑی آنے والی ہے۔'' تیسری آواز پر اس نے آنکھیں کھولیں اس کی آنکھیں سرخ انگارہ تھیں جسم پر اور چہرے پر پیلی مٹی چڑھی ہوئی تھی اس لئے آنکھوں کا رنگ اور زیادہ نمایاں تھا۔ وہ جسم کا بہت کمزور نظر آتا تھا ہڈیوں پر کھال چڑھی ہوئی تھی۔

مگر آنکھیں ایسی چمکدار اور ڈراؤنی کہ میں اب بھی یاد کرتا ہوں تو خوف آنے لگتا ہے۔ وہ ذرا سا ہلا تو میں اس کی مدد کو آگے بڑھا کہ ہاتھ پکڑ کر لائنوں سے اتار دوں۔ میرے ہاتھ پکڑتے ہی اس کے بدن میں کرنٹ سا لگ گیا اور وہ ایک لمحے میں لائنوں سے دور کھڑا نظر آیا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ اتنی جلدی اتنی دور کس طرح چلا گیا۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا۔ ''میری ضرورت تم کو ہے۔'' اس نے بھی اشارے سے منع کر دیا اور ہم ٹرالی لے کر آگے چلے گئے۔'' گوبندہ خاموش ہوگیا۔

''اس نے تم سے زبان سے کچھ نہیں کہا۔'' میں نے پوچھا۔

''نہیں وہ ایک لفظ بھی نہیں بولا۔'' گوبندہ نے جواب دیا۔

اس کے جانے کے بعد میں نے تھانہ انچارج سے پوچھا۔

''آپ کے خیال میں گوبندہ نے جو بیان دیا ہے وہ درست ہے۔''

''میرے خیال میں تو غلط بیان دینے کی اس کو ضرورت کیا پڑی تھی۔'' انچارج نے جواب دیا۔

''بات آپ کی درست ہے مگر ہم پولیس والوں کی عادت ہے شک کرنا۔'' میں نے کہا۔

انچارج ہنس پڑا اور بولا۔ ''ہماری تفتیش کی گاڑی شک کے پیٹرول سے چلتی ہے۔''

''چلو ٹھیک ہے پھر اس گاڑی کو آگے بڑھاتے ہیں میں کل صبح اونی گاؤں جاؤں گا۔ چار جوان چاک وچوبند اور ایک جیپ اچھی حالت کی مجھے چاہیئے ہوگی۔'' میں نے کہا۔

''میرے خیال میں تو یہ وقت مناسب نہیں ہے۔'' انچارج نے جواب دیا۔

''کیوں کیا خرابی ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''موسم دیکھ رہے ہو یہاں پر ایک دفعہ بارش شروع ہوجائے تو ہفتوں نہیں رکتی۔ اگر راستے میں پھنس گئے تو دونوں طرف سے کٹ جاؤ گے۔'' انچارج نے جواب دیا۔

ابھی ہم لوگ باتیں ہی کر رہے تھے کہ ایک زوردار تڑاخا ہوا آسمان سے زمین تک ایک لہر روشنی کی پھیل گئی ۔یہ آواز اتنی بھیانک تھی کہ جیسے بہت سارے بم ہماری میز کے نیچے ایک ساتھ پھٹ گئے ہوں میں اورانچارج اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

''آثار بہت خراب ہیں۔''انچارج نے کہا۔

''کاہے کے آثار خراب ہیں۔''میں نے پوچھا۔

''موسم کے،میرا کوارٹر دو تین جگہ سے ٹپکتا ہے بارش میں یہی یاد آتا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ آج ضرور بیوی کی دو چار سنناپڑیں گی۔''انچارج نے کہا۔

''کیا ہوا؟سن لینااور تھانے میں کسی کو سنا کر حساب برابر کر لینا۔''میں نے کہا۔

ایک تیز ہوا کا جھونکا دروازے سے اندر آیا اور اس کے ساتھ تیز بوچھار آنے لگی۔

''اب تم آرام کرو،دو چار دن بعد موسم ٹھیک ہوگا تو تمہارا کام شروع ہوگا اور میں جاتا ہوں گھر کی طرف۔''انچارج نے برساتی پہنی ٹوپی لگائی اور باہر نکل گیا۔

یہ بارش مسلسل چار روز ہوتی رہی۔ بارش ختم ہونے کے بعد بھی ہمارا جانا مشکل تھا۔کیونکہ جو راستہ گاؤں کو جاتا تھا وہ بیل گاڑیاں چل چل کر خراب ہو گیا تھا۔مٹی پیلی اور چکنی ہے اب وہاں پر کوئی گاڑی نہیں چل سکتی تھی۔ دوسرا کوئی طریقہ ہمارے پاس نہیں تھا۔اب انتظار ہی کرنا تھا اس طرح ہم کو ایک ہفتہ سہارن پور میں رہنا پڑا۔اس کے بعد ہم اونی گاؤں روانہ ہوئے زمین کا چپہ چپہ ہرا تھا۔ ہر طرف کھیت کھڑے اور زمین کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

اونی گاؤں تو ہم پہنچ گئے ۔ ہم دو جیپوں پر سوار تھے۔مگر دونوں کو الگ الگ رکھا گیا تھا۔ ایک جیپ میرے پاس تھی اس میں کولہنگا اور بابولال کے علاوہ ایک ڈرائیور تھا۔دوسری جیپ میں مان سنگھ انچارج تھا۔روشن خان ڈرائیور اور دو جوان سوار تھے۔آگے ہم کو جانا تھا اور مان سنگھ کو کور کرنا تھا۔

اونی گاؤں سے رام تلیا کو جو راستہ جاتا ہے اس میں پانی کھڑا تھا اور تالاب پورا بھرا ہوا تھا۔تالاب کے چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔جس ٹیکری پر ہم کو جانا تھا وہ بہت دور اور پانی کے درمیان تھی جس راستے سے ہم جایا کرتے تھے اس کا بھی اندازہ نہیں ہوتا تھا۔

میں گاڑی سے اتر کر پاتونی دکاندار کی طرف چلا۔وہ مجھے دیکھتے ہی پہچان گیا اور بولا۔''اب کے تو بہت دنوں بعد پھیرالگا رام تلیا جاؤ گے۔''

''ارادہ تو ہے تم بتاؤ کیسے جائیں؟''

''ارے بھیا بہت مشکل ہے کوشش بھی نہ کرنا پانی بہت کھڑا ہے اوپر سے ایک مصیبت اور آ گئی ہے۔'' وہ بولا......

''اور کیا مصیبت آ گئی؟''میں نے پوچھا۔

''ارے بھیا کا بتائیں اب کی دفعہ سانپ بہت نکل پڑے ہیں۔ بہت نقصان کر رہے ہیں کئی آدمی اسپتال کو جا چکے ہیں۔''اور بھگوان کا شکر ہے کہ مرا کوئی نہیں۔''وہ بولا۔

''کوئی اور راستہ مٹھ تک جانے کا نہیں ہے۔''میں نے پوچھا۔

''دو چار دن ٹھہر جاؤ کچھ پانی اتر جائے تو جاؤ۔ چاروں اور پانی ہے۔''اور ہم لوگ واپس سہارن پور آ گئے۔

ایک ہفتہ بارش نہیں ہوئی،دھوپ بھی خوب نکلی تو ہم پھر اونی گاؤں کو روانہ ہوئے۔اس دفعہ اونی گاؤں تک آنے میں زیادہ پریشانی نہیں ہوئی۔ میں نے اونی گاؤں میں رکنا مناسب نہیں سمجھا اور میں مٹھ کے راستہ پر چل پڑا۔پانی اب بھی تھا مگر زیادہ نہیں تھا کیچڑ البتہ بہت تھی۔تالاب پورا بھرا ہوا تھا اور اس کا پھیلاؤ مٹھ تک تھا۔

تالاب کے ساتھ ٹیلا جس کے اندر مٹھ تھا،چاروں طرف سے ہریالی میں گھرا ہوا تھا۔

ٹیلے کے اوپر بڑی بڑی گھاس اگ گئی تھی،خود رو

پودے اگ آئے تھے اور طرح طرح کی جھاڑیاں کھڑی تھیں۔ اب مٹھ کا دروازہ جو ایک سرنگ تھا تلاش کرنا تھا۔

میں نے گاڑی ایک کنارے کھڑی کروائی اور اتر کر ٹیلے پر چڑھنے لگا میرے ساتھ مان سنگھ تھا گاڑی کے پاس روشن خان اور ایک جوان تھا۔

"ایسا کرتے ہیں میدان کی طرف جو مٹھ کا راستہ ہے اس کو چیک کرتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"بہت لمبا چکر ہے پہلے سرنگ والا راستہ بند کرنا پڑے گا۔" مان سنگھ نے جواب دیا۔

دوسری جیپ بھی آ گئی تھی، میں نے کولہنگا کو اشارہ کیا وہ قریب آ گیا تو میں نے کہا۔

"مٹھ کے اندر جانے کے دو راستے ہیں ایک سرنگ کے ذریعہ اور ایک اس ٹیلے کے دوسری طرف ہے ہم کو دونوں پر نظر رکھنی ہے تم میرے ساتھ آؤ گے اور دو جوان سرنگ کے منہ پر پہرہ دیں گے دونوں جوانوں کو بلاؤ۔"

اب گاڑی پر صرف بابو لال اور روشن خان تھے۔

ہم نے سرنگ کا منہ تلاش کرنا شروع کر دیا۔ جھاڑیاں زیادہ اگ آئی تھیں۔ سب کو کاٹ کر دیکھنا پڑ رہا تھا۔ دو گھنٹے کی کوشش کے بعد ہم کامیاب ہو گئے۔ دونوں جوان کو وہاں پر کھڑا کیا اور ہم ٹیلے پر چڑھنے لگے۔ ٹیلے کے اوپر جو روشن دان تھے وہ بھی جھاڑیوں سے بند ہو گئے تھے، ان کو بھی کسی نے کھولنے کی کوشش نہیں کی تھی اگر کوئی مٹھ میں رہتا تو ضرور ان جھاڑیوں کو اتنا ضرور صاف کرتا کہ روشنی اور ہوا کا گزر ہو سکے۔ اس لئے میں نے بھی زیادہ وقت برباد نہیں کیا اور آگے چل پڑا۔ اب ٹیلے کی ڈھلان شروع ہو گئی تھی اور ہم ٹیلے کی دوسری طرف اتر رہے تھے میرا اندازہ تھا ہم دوسرے راستے کے قریب ہی ٹیلے سے اتریں گے میرا اندازہ درست تھا۔ ہم میدانی دروازے کے عین اوپر کھڑے تھے اور بڑی آسانی سے اتر کر دروازے کے سامنے آ گئے۔

سامنے پورا میدان گھاس سے بھرا ہوا تھا۔ جنگلی پھول بھی نظر آ رہے تھے۔ مگر یہاں پر دور دور تک کسی انسان یا جانور کی شکل نظر نہیں آ رہی تھی یہ بات حیرت کی ضرور تھی۔ میں نے دروازے کی طرف منہ کر کے آواز دی۔ "اندر کوئی ہے؟"

پھر مان سنگھ نے آواز لگائی۔ مگر جواب نہیں آیا۔

اب ہمارے پاس اندر جانے کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔

سب سے پہلے میں دروازے سے اندر گیا۔ میرے بعد مان سنگھ اور کولہنگا بھی اندر آ گئے ہم نے پہلا دروازہ عبور کیا اور اس دروازے پر آ گئے جہاں سے اوپر سیڑھیاں جاتی تھیں۔ زمین اب تک گیلی تھی، میں نے اللہ کا نام لے کر سیڑھی پر قدم رکھ دیا اور میں ایک سیڑھی اوپر چڑھ گیا۔ "مٹی گیلی ہے اور کچی سیڑھیاں ہیں دھیان رکھنا بہت آرام سے اور آہستہ آہستہ چلنا ہے۔" میں نے کہا اور ایک سیڑھی اور چڑھ گیا۔ میرے بعد دونوں آہستہ آہستہ اوپر آتے گئے۔ پتھر کی سل ہٹی ہوئی تھی ہم مٹھ میں آ گئے۔ مٹھ میں روشنی کم تھی اس کی وجہ روشن دان میں جھاڑیاں اگ آئی تھی۔ مگر اتنی روشنی تھی کہ ہم مٹھ کو دیکھ لیں اندر کوئی نہیں تھا مٹکا سوکھا پڑا تھا اور مٹھ کی دیواریں پانی سے تر تھیں۔ کہیں کہیں سے پانی بھی ٹپک رہا تھا اور اس میں پانی کی نکاسی سیڑھیوں پر سے تھی اسی لئے سیڑھیاں گیلی اور نرم تھیں۔ اب یہاں پر رکنا بیکار ہی تھا۔ میں نے کولہنگا کو اشارہ کیا اور وہ سیڑھیاں اترنے لگا باہر آ کر میں نے کہا۔

"یہ تو ویران پڑا ہے اب کیا کریں؟"

"سر انتظار کرنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے اس کو ہمارے آنے کی ہوا لگ گئی ہو اور وہ روپوش ہو گیا ہو۔" کولہنگا نے جواب دیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے مان سنگھ سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کولہنگا ٹھیک کہہ رہا ہے۔" مان سنگھ نے جواب دیا۔

اور ہم مٹھ سے باہر آ گئے۔ میدان اب بھی ویران پڑا تھا۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آرہی۔" مان سنگھ نے پوچھا۔

"کیا بات سمجھ نہیں آرہی؟" کولہنگا نے سوال کیا۔

"کیسا ہرا بھرا میدان ہے اور ایک بھی جانور گھاس چرتا نظر نہیں آتا۔"

"میرا خیال ہے یہ اس مٹھ کا کمال ہے جانور بڑے حساس ہوتے ہیں ان کو غیر مانوس تحریک کا جلد پتا چل جاتا ہے۔ تم دیکھ رہے ہو اس سناٹے میں دہشت سی پائی جاتی ہے یہاں پر ضرور جادوئی عمل کا دخل ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" کولہنگا نے پوچھا۔

"انتظار کرنا پڑے گا اور گاؤں میں ہی رہنا پڑے گا۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے کرتے ہیں انتظام، کام ختم کر کے ہی جائیں گے۔" مان سنگھ بولا۔

اونی گاؤں کا چوہدری ایک نہایت شریف آدمی تھا اس نے ہمارے رہنے اور کھانے پینے کا بندوبست کر دیا۔ میں نے اس کو بتایا ایک مجرم ادھر سے گزرنے والا ہے اس کا انتظار کرنا ہے۔ پورا ہفتہ گزر گیا۔ چاندنی رات ختم ہوگئی اماوس کی کالی رات آگئی ہم چاروں خاموشی سے پیدل رام تلیا پار کر کے مٹھ کے ٹیلے کی طرف بڑھے۔

حسب معمول ٹیلا ویران پڑا تھا۔ اندھیرا اس قدر زیادہ تھا کہ ہم ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر چل رہے تھے۔ سب کی جیبوں میں ٹارچیں تھیں مگر ہم جلا نہیں رہے تھے۔ سب کے کپڑے کالے تھے ہم بھی اندھیرے کا ایک حصہ بنے ہوئے تھے۔ ذرا سی آواز بھی ہم قدموں سے پیدا نہیں کر رہے تھے۔ اماوس کی کالی راتوں میں شیطانی عمل زیادہ ہوتے ہیں۔

یہ باتیں بے شک عقل اور دانش سے دور ہیں مگر پراسرار دنیا کا وجود تو ہے عام انسانوں کی سمجھ میں اس دنیا کی باتیں نہیں آتیں مگر اس سے انکار بھی مشکل ہے۔

بہت آہستہ آہستہ ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ ٹیلے کی ڈھلان شروع ہو چکی تھی۔ ٹیلے پر گھاس بہت بڑی ہوگئی تھی۔ یہ گھاس ہماری مدد کر رہی تھی ہم ذرا سی آہٹ پر بیٹھ جاتے تھے اور گھاس ہمیں پورا چھپا لیتی تھی۔ بابو لال نے اشارے سے بتایا کہ باس تیز آرہی ہے۔ میں نے سمجھ لیا کہ آج سامنا ضرور ہوگا۔

ہمارے سامنے مٹھ کا میدانی دروازہ تھا ہم گھاس کے اندر چھپے ہوئے تھے۔ کہ اچانک ایک دھماکہ ہوا جیسے کسی نے دس بیس خالی ڈرم زمین پر دے مارے ہوں یہ آواز مٹھ کے عین دروازے کے سامنے سے آئی تھی۔ میں نے ذرا سی گردن اونچی کر کے دیکھا تو حیران رہ گیا۔ مٹھ کے دروازے پر ایک بہت بڑا گول دائرہ بنا ہوا تھا۔ تین طرف ترشول زمین میں گڑے ہوئے تھے اور ان کے پھل اندھیرے میں بھی چمکتے معلوم ہوتے تھے۔ دائرے کی شکل میں آگ کا الاؤ جل رہا تھا مگر یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ یہ آگ کس ایندھن سے روشن ہے؟ اندھیری رات میں صرف اس آگ کی روشنی پھیل رہی تھی، ترشول کے لرزتے سائے بڑا بھیانک منظر پیش کر رہے تھے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے ساتھی کیا محسوس کر رہے تھے مگر میرے دل میں ذرا سا ڈر نہیں تھا میرے اندر کا اعتماد بڑھتا جا رہا تھا۔ آسمان پر بادل تھے ایک بھی تارہ نظر نہیں آرہا تھا صرف الاؤ کی روشنی تھی اور اس کے ڈراؤنے سائے تھے۔ میرا اور میرے ساتھیوں کا یہ پہلا خوفناک تجربہ تھا۔

ماحول اس قدر وحشت ناک تھا جیسے ہمارے چاروں طرف نادیدہ بلائیں گھوم رہی ہیں۔ وقت رک سا گیا تھا۔ کوئی آواز دور دور تک نہیں تھی۔

انسان کو بعض اوقات بڑے سخت مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ میری زندگی کا سخت مرحلہ آ گیا تھا مگر حیرت انگیز طور پر مجھے ذرا سی گھبراہٹ یا خوف نہیں تھا اس کی وجہ کیا رہی ہو مجھے اس کا اندازہ بھی نہیں ہے۔ وقت کی رفتار بہت آہستہ معلوم ہوتی تھی۔ میں سب سے آگے تھا۔

میں نے سب کو اشارے سے اپنے قریب کرالیا

اور سب کے کاندھوں پر تھپکی دے کر حوصلہ بڑھایا۔
مرے اندر ایک توانائی سی پیدا ہورہی تھی۔ مجھے محسوس ہورہا تھا کہ میری مدد ہورہی ہے میں اپنی خوش قسمتی پر نازاں تھا کوئی بڑی طاقت میری ہمدم و دمساز ہے میں نے ساتھیوں کو تھپکی دی تھی مجھے بھی ایسا ہی لگا تھا جیسے میرے کاندھے پر بھی کسی کا ہاتھ ہے۔

آسمان پر ایک زوردار کڑاکا ہوا اور اچانک بہت تیز بارش ہونے لگی۔

بارش اتنی تیز تھی جیسے کسی نے ہمارے سروں پر بہت سے نل ایک ساتھ کھول دیئے ہوں۔ بادلوں کی گرج اور بجلی کی چمک اتنی زیادہ تھی کہ کان پڑی آواز بھی سمجھ نہیں آتی تھی۔ گرج چمک کی آوازیں اتنی شدت اختیار کرتی جارہی تھیں کہ کان کے پردے متاثر ہورہے تھے۔ میں نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ میرے ساتھ سب نے یہ عمل کیا کہ اچانک حیرت اس بات پر کہ ساری آوازیں بند ہوگئیں بادل اب بھی چمک رہے تھے، بارش کا بھی وہی زور مگر ہم پرسکون تھے۔ جس انداز سے بارش آئی تھی اسی طرح اچانک بند ہوگئی۔ اتنی تیز بارش میں تو ہم کو ڈوب جانا چاہئے تھا مگر ہمارے چاروں طرف پانی کا نام و نشان نہیں تھا۔ بارش کے دوران بھی آگ کا الاؤ جلتا رہا اور ترشول اپنی جگہ گڑے رہے۔

بارش کے بعد پھر ایک نئی چیز سامنے آئی۔ ہم جہاں پر بیٹھے تھے اس کے پیچھے سے ہزاروں بھیڑیوں کے غول کے غول آنے لگے سب کے منہ سے بھیانک غراہٹیں نکل رہی تھیں اور جوں جوں یہ قریب آرہے تھے یہ آوازیں بڑھتی جارہی تھیں وہ سب گھاس کے میدان میں آگئے اور ہمارے چاروں طرف پھیل گئے۔ مگر اچانک یہ کیا ہوا گھاس پیٹرول کی طرح جلنے لگی آگ کی لپٹیں آسمان کو چھونے لگیں بھیڑیوں میں بھگدڑ مچ گئی اور چند منٹ نہیں گزرے تھے کہ کسی بھیڑیئے کا نام و نشان نہیں تھا اور گھاس اپنی جگہ موجود تھی۔ یہ دیکھ مرے حوصلے اور بڑھ گئے۔ میری طاقت خود بخود بڑھ گئی۔

میں نے ایک نظارہ دیکھا۔ ایک چمکتا ترشول خود بخود زمین سے اکھڑ گیا اور اس کا رخ میری طرف ہوا اور ایک زناٹے سے میری طرف آیا لحہ بھر کی دیر بھی مجھے زندگی سے محروم کرسکتی تھی مگر مجھے ایسا لگا جیسے کسی نے میرے کاندھے پکڑ کر جھکا دیا ہوا اور ترشول میرے سر کے اوپر سے شائیں کی آواز کرتا گزر گیا۔ پھر دوسرا ترشول آیا اور وہ بھی گزر گیا۔

اور اس طرح چار ترشول خالی چلے گئے۔ اب بھی تین ترشول چبوترے والے کنڈل کے کنارے پر گڑے تھے۔ ایک ترشول پھر سیدھا ہوا مگر اس دفعہ میں جھکا نہیں بلکہ سیدھا کھڑا رہا۔ ترشول تیزی سے میری طرف آیا تو میرا بایاں ہاتھ اٹھ گیا اور میں نے کہا۔ ''رک جا۔'' ترشول کی رانی چندانچ میرے ہاتھ سے دور تھی کہ ترشول وہیں پر رک گیا۔

آواز میرے منہ سے نکلی تھی مگر یہ آواز میری نہیں تھی۔

یہ کس کی آواز تھی یہ کس کے حکم پر رک گیا؟ یہ آواز سنی سی ضرور لگی مگر کس کی آواز ہے یہ کس کی عنایت ہے؟ اب مجھے پوری طرح اندازہ ہوچکا تھا کہ ماورائی طاقتوں کی عملداری کے آگے جو طاقت ہے وہی میری پشت پر میری مدد کررہی ہے۔

ترشول ٹیڑھا ہوکر زمین پر گر پڑا اور باقی کے تمام ترشول بھی زمین پر گر گئے۔

اچانک پھر ایک تڑاخا ہوا اور کنڈل کے چبوترے پر ایک شخص کھڑا نظر آیا۔ نہایت کمزور بوڑھا۔ اس کے جسم پر جیسے گوشت نہیں تھا، ہڈیوں پر کھال چڑھی تھی۔ وہ تحقیرانہ انداز میں ہنس رہا تھا۔ پھر اس کی ہنسی بتدریج ایک مکروہ قہقہے میں بدلتی چلی گئی وہ اب بڑے بھیانک انداز میں ہنس رہا تھا۔ اس کی آواز اس کے بدن کے مقابلے میں بہت زوردار تھی۔ اس کی آواز میں بادلوں سی گونج تھی۔ ان حالات میں کوئی بھی ہوتا تو وہ ضرور متاثر ہوتا۔ میں اپنی اس وقت کی کیفیت کی من و عن عکاسی کس طرح کروں۔ خوف انسانی فطرت کا ایک لازمی حصہ ہے مجھے بھی ڈرنا چاہئے تھا

مگر میں ذرا بھی اس خوفناک بوڑھے سے متاثر نہیں تھا۔ وہ میرے سامنے کھڑا تھا آج میں اپنے دشمن کو اپنے سامنے دیکھ رہا تھا، اس کے بدن پر بھبوت بھی نہیں تھا۔ وہ صرف ایک دھجی اپنے نچلے دھڑ پر باندھے ہوئے تھا۔ میں اس کو پہچان چکا تھا وہ پیلی بھیت کا تیرتھ رام سنیاسی تھا۔

اس کی گونجتی آواز میرے کانوں میں آئی۔

"چل میرے چرنوں میں ڈنڈوت کر، معاف کردوں گا، مجھے پتا ہے تو نے بہت دکھ اٹھائے ہیں۔"

"اپنی گندی زبان کو بند کر اور یہ بتا کہ تو نے مجھے بھٹکانے کو ہر مقام پر جھوٹ اور مکروفریب سے کام لیا، یہ تیری شکتی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"تو بالک ہے! ارے یہ تو میرا دھرم ہے! تیرے کارن کیا میں اپنے دھرم سے پھر جاتا۔" وہ بولا۔

"تیرے دھرم کی اور تیری چہیتی رام مورتی کا حشر تو نے دیکھا ہے۔" میں نے کہا۔

"خوب دیکھا ہے! میں پھر کہتا ہوں تو بالک ہے ارے وہ رام مورتی کب تھی۔ خالی شریر رام مورتی کا تھا رام مورتی تو اپنے پتا کے پاس جاکے اس رات کو ہی مرگئی تھی اس کا خوبصورت شریر میری نظر میں بھا گیا تھا وہ میں نے حاصل کرلیا اور اس میں اپنی پیاری رام پیاری کی آتما ڈال دی اب رام پیاری کو چاہئے تھا بھوجن اور اس کا بھوجن انسانی خون تھا سو وہ اپنا کام کرتی رہی۔" تیرتھ رام نے جواب دیا۔

"اور وہ بچوں کو اپنا نشانہ بناتی رہی۔ اسی لئے اس کے بدن سے بدبو اٹھتی تھی۔" میں نے نفرت سے کہا۔

تیرتھ رام کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ آگئی۔ وہ بولا۔ "تو شریر اور آتما کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، سن شریر آتما کا قید خانہ ہے۔ میں نے اس قید خانے سے چھٹکارا لے لیا ہے، شریر کیا ہے سڑا ہوا باس مارتا ماس جو چند دنوں میں ہی مٹی ہوجاتا ہے اور ہڈیوں کے پنجر ٹھوکروں میں پڑے رہتے ہیں، میں اس گندگی سے آزاد ہوں، میں نے شریر اور آتما کو الگ کردیا ہے۔ شریر ایک معمولی چیز ہے جس طرح ایک سے ایک بڑھیا کپڑا مل جاتا ہے اسی طرح شریر بھی مل جاتا ہے۔" وہ بولا۔

"اسی لئے تو نے یہ قابل نفرت سڑا ہوا جسم اپنے قبضے میں کررکھا ہے تجھے اس سے اچھا اور نہیں ملا تھا۔" میں نے زمین پر تھوک کر کہا۔

وہ پھر ایک کمینی ہنسی زور سے ہنسا اور بولا۔

"تو جس کو بدصورت کہتا ہے وہی تو ہماری خوبصورتی ہے میں اپنی برادری میں بہت حسین ہوں میری شکتی اور گیان مہان ہے، تو بہت بہادر ہے، میں جانتا ہوں۔ مگر تجھے کچھ پتا نہیں ہے تو سمجھتا ہے تو مجھے رگیدتا یہاں لایا ہے اس بات پر خوش مت ہو میں خود تجھے اپنے ساتھ اس بیر منڈل میں لایا ہوں اس کارن کہ تو نے رام مورتی کا چمکتا شریر مٹی کردیا تھا اور سن لے! یہ استھان میرا ہے، اس استھان کے قریب بھی کوئی نہیں آتا تو بار بار یہاں آیا ہے اس کا کارن بھی میری رعایت ہے میں تجھے جانچ رہا تھا پرکھ رہا تھا، تو پورا اترا ہے میں مانتا ہوں تو کھرا سونا ہے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں سب چکر چھوڑ یہ وردی معمولی چیز ہے اور زندگی چند روز کی ہے میں تجھے راجہ بنادوں گا تو راج کرے گا اور میری طرح سینکڑوں سال دنیا پر راج کرے گا۔ میں تجھے مایا شکتی بھی دے سکتا ہوں اور کایا شکتی بھی دے سکتا ہوں۔ تو سوچ نہیں سکتا کہ میں کب سے ہوں۔ اپنی ٹنگڑیوں کو کیوں تھکاتا ہے کیوں چند ٹکوں کی خاطر مارا مارا پھرتا ہے۔

میں جو کہتا ہوں اس پر غور کر اور راجہ بن جا۔" تیرتھ رام کے چہرے پر خباثت ٹپک رہی تھی آنکھوں میں مکاری کی چمک تھی اس کی آواز وہی تھی مگر بڑے ٹھنڈے اور نرم طریقے سے بول رہا تھا۔

"یہ تیری بھول ہے تو شیطان ہے اور میں مسلمان ہوں کلمہ گو ہوں۔ تیری چکنی چپڑی باتیں مجھ پر اثر نہیں کریں گی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو وہی کرے گا جو میں کہوں گا تو نے ابھی میری شکتی دیکھی نہیں ہے آج نہیں تو کل کرے گا، پرسوں

کرے گا، ہم تجھے سمجھاتے ہیں بے کار ضد کر کے وقت خراب کر رہا ہے مجھ سے دوستی کر لے گا تو تیرے قدموں میں دولت کے ڈھیر لگ جائیں گے تو جو چاہے گا وہ ہو جائے گا۔

محل بنا دیں گے، تیری ضد تیرا نقصان کر رہی ہے ارے ذرا سوچ پورے سنسار میں تو کیا دھرم ماتما ہے لوگوں پر نظر ڈال، گلہ کاٹ رہے ہیں ایک دوسرے کا، صرف چند ٹکوں کی خاطر کیا وہ گناہ نہیں کرتے سڑ سڑ کر ختم ہو جائے گا اور چند برسوں میں لوگ تیرا نام بھی بھول جائیں گے کوئی یاد نہیں رکھتا، کسی کو سوچ کیا ملا کچھ نہیں، میں تجھے ہزاروں سال کی زندگی دے رہا ہوں، راج پاٹ دے رہا ہوں اور شکتی دے رہا ہوں اور تو اس سے منہ موڑ رہا ہے یہ تیرے بھاگ ہیں کہ میری نظر تجھ پر رک گئی ہے اس سنسار میں ہزاروں لوگ ہیں جو تپسیا کر رہے ہیں مگر ان کو کچھ نہیں مل رہا اور تجھے بن مانگے مل رہا ہے۔

سوچ لے جمال خان غور کر لے میری کہی پر، میں اتنا نہیں کہتا پر تجھ سے کہہ رہا ہوں کیونکہ تجھ پر میری طبیعت آ گئی ہے جس طرح رام مورتی کے شریر پر آ گئی تھی۔ میں جس کو پسند کرتا ہوں وہ میرا ہوتا ہے محبت سے خوشی سے یا پھر زبردستی مرضی میری ہی چلتی ہے۔'' تیرتھ رام خاموش ہو گیا۔

''تیری بکواس ختم ہو گئی یا کچھ اور باقی ہے جو کہنا ہے کہہ لے۔ میں تیری زبان سے ہی تیری حقیقت جاننا چاہتا ہوں۔ تو خود کو بہت عقل مند اور ہوشیار سمجھتا ہے تیری سمجھ میں اتنی سی بات نہیں آتی کہ عقل انسان کو ترقی کی راہ پر لگاتی ہے اور اس کو عروج پر پہنچا کر خدا سے دور کر دیتی ہے تو شیطان کا چیلا بن گیا یہ کارنامہ بھی تیری عقل کا ہے تو بدی کا نمائندہ بنا، یہ بھی تیری عقل کا کام ہے۔ اب تو مجھے وہی راہ دکھا رہا ہے یہ بھی تیری عقل کروا رہی ہے۔ اگر تیری عقل نے تجھے شیطانی راہ پر نہ ڈالا ہوتا تو تو بھی ایک اچھا آدمی ہوتا۔

عقل دونوں راہیں بتاتی ہے سیدھی بھی اور الٹی بھی انسان جب سے اس حسین کائنات میں آیا ہے عقل ہی اس کی دوست ہے عقل ہی اس کی دشمن ہے۔ انسانی تاریخ گواہ ہے جن تہذیبوں نے خدا کی وحدانیت سے انکار کیا ان کو نقش پا کی طرح مٹا دیا گیا۔ میری نظر میں تو دنیا کا سب سے بڑا بے وقوف ہے تو جس عقل کو الٹی سمت چلا کر شیطان کا چیلا بن گیا ہے اس عقل کا موجد کون ہے تجھے وہ عقل کس نے دی ہے اب تو اسی کے خلاف ہو رہا ہے۔'' میں نے بات ختم کی تو وہ بولا۔

''واہ بھئی واہ، میں تو تجھے نرا پولیسا سمجھتا تھا ارے تو تو دھرم ماتماؤں کی باتیں کر رہا ہے ارے یہی بات تو تیری مجھے بھا گئی ہے ہر چیز کی کرید کرتا ہے پھر مانتا ہے۔ کر لے تسلی، خوب کر لے ہمارا بھی امتحان کر لے کھرے نہ ہوں تو سودا نہ کرنا۔'' وہ بولا۔

''اپنی بکواس بند کر بہت بول لیا۔'' میں نے غصے سے کہا۔

''شانت ہو جا، تو نے ابھی میری شکتی دیکھی کہاں ہے؟'' وہ گرج کر نفرت سے بولا۔

''اب تک تو نے کیا دکھایا ہے۔'' میں نے کہا۔

''وہ ذرا سا چٹکارا تھا۔ ابھی تو نے دیکھا ہی کیا ہے۔'' وہ غرور سے بولا۔

''یہی غرور تھا جس نے شیطان کو مردود بنایا ہے اور تیرا بھی بیڑا ڈوبے گا۔'' میں نے کہا۔

''تو کیا جانے خالی ڈبہ کیا آواز کرے گا اگر کچھ اندر ہو گا تو بولے گا۔'' وہ بولا۔

''اگر ڈبا پورا بھرا ہو تو آواز نہیں کرتا تھوڑا مال اندر ہو تو ہلانے پر آواز کرتا ہے۔ تیرے اندر بھی تھوڑا سا ہی کچھ ہے بھرا ہوتا تو نہ بولتا۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہر بات سے بات نکال خوب اچھی طرح نکال مگر کب تک، اب دیکھ میں کیا کرتا ہوں۔'' تیرتھ رام نے یہ کہا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔

ہری گھاس کے درمیان بنا گول چبوترا خالی پڑا تھا۔ درمیان میں جلتی آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی جس جگہ آگ تھی

وہاں پر آگ کے جلنے کا کوئی نشان نہیں تھا۔ اور اندھیرا اور زیادہ گہرا ہو گیا تھا۔

میں نے ٹارچ کی روشنی چبوترے پر ڈالی چبوترا تھا مگر اور کچھ نہیں تھا پورا میدان یا بیر کنڈل ویران پڑا تھا۔

"بھاگ گیا بدمعاش۔" میں نے مان سنگھ سے کہا۔

"بہت عیاری سے بھاگا ہے۔" مان سنگھ نے جواب دیا۔

"عیاری، مکاری، دھوکہ، جھوٹ ہی تو اس کا دھرم ہے تم نے سنا نہیں تھا۔"

"کہت تو یہی رہا وا۔" بابولال نے کہا۔

"سر! وہ ترشول بغیر کسی آدمی کی مدد کے آتے تھے کہ اگر ہم لوگ ان کی رینج میں آ جاتے تو ہمارا کیا حشر ہوتا میں نے اچھی طرح یہ دیکھا تھا کہ ترشول سیدھا ہماری طرف ہی آتا تھا مگر پھر خود بخود اوپر ہو جاتا تھا اور وہ ہمارے سروں سے گزر جاتا تھا اس کے بعد آپ نے صرف ہاتھ کے اشارے سے اس کو کھڑا کر دیا اور وہ مڑ گیا اور زمین پر گر پڑا اور باقی کے بھی زمین بوس ہو گئے سر یہ باتیں ایسی ہیں کہ میرا ذہن کام نہیں کر رہا۔" کولہنگا نے عقیدت سے کہا۔

"تمہارے سوال کی وضاحت میں کیا کروں، میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے خود کو خدا کے حوالے کر دیا تھا اور اس سے ہی مدد مانگی تھی، جو لوگ رب کائنات سے مدد طلب کرتے ہیں ان کو مایوسی نہیں ہوتی۔ مجھے بھی میرے رب نے مایوس نہیں کیا یہ اس کا کرم ہے میں تو ایک بیکار سا گناہ گار اس کا بندہ ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اتنا خطرناک جادوگر کہ اس نے آتے ہی حملے شروع کر دیئے مگر ہم لوگوں کا کچھ نہیں بگڑا جب اس نے دیکھا کہ اس کا ہر حملہ بے کار چلا گیا تو اس نے دوسرا ڈرامہ شروع کر دیا آپ کو اپنی طرف لانے کا ڈرامہ اور جب اس کا بھی اثر آپ پر نہیں ہوا تو عیاری سے فرار ہو گیا۔" روشن خان نے کہا۔

"میرے پاس صرف اور صرف ایمانی طاقت اور خدا پر مکمل بھروسے کی طاقت ہے اور میرے پاس کچھ نہیں ہے اور میں اپنی جنگ اسی سے جیت جاؤں گا انشاءاللہ" میں نے روشن خان کو جواب دیا۔

"اب تو وہ پھر بھاگ گیا ہے اب کیا کریں۔" مان سنگھ نے پوچھا۔

"وہ کتنی تیز دوڑ لے دور نہیں جائے گا میرا دل گواہی دیتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اب پروگرام کیا ہے؟"

"میں کیا بتاؤں؟ اپنے سارے پروگرام میں کب بناتا ہوں خود بخود میرے پروگرام بن جاتے ہیں اور میں ان پر عمل کرتا چلا جاتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہم تو کہت ہیں وہ سسرا آوے گا ضرور پلٹ کے۔" بابولال نے کہا۔

"کیا ضروری ہے کہ وہ پلٹ کر آئے گا۔" کولہنگا نے پوچھا۔

"وہ چوٹ کھایا ہوا سانپ ہے وہ زندگی اور موت کی جنگ لڑنے آئے گا۔" روشن خان نے رائے دی۔

جس کا دھرم جھوٹ، فریب، مکاری اور دغابازی ہو وہ بہادر نہیں ہوتا۔ زندگی اور موت کی جنگ بہادر لڑتا ہے۔ بزدل بھاگنے کا راستہ پہلے بناتا ہے اور بھاگنے کا راستہ خود بند کرتا ہے۔ تم نے دیکھا کہ وہ کتنی ہوشیاری سے بلکہ مکاری سے نکل گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ اس نے فرار کا راستہ پہلے ہی سے بنایا ہوا تھا۔ مگر میں اس کا انتظار کروں گا۔ وہ خود بخود پھر اس مٹھ میں آئے گا۔ کیونکہ یہ میدان اس کا بیر کنڈل ہے یہاں اس کی فوج رہتی ہے۔ ہم اسی گاؤں میں رہیں گے اور روز یہاں پر ڈیوٹی کریں گے۔" اور ہم لوگ واپس آ گئے۔ میں نے پوری رپورٹ بنا کر SP صاحب کو بھیج دی۔ دن میں ہم گاؤں میں رہتے، آرام کرتے اور رات کو مٹھ پر چلے جاتے۔ گھاس اب اور اونچی ہو گئی تھی کہیں کہیں تو اتنی اونچی تھی کہ آدمی کھڑا نظر نہیں آتا تھا۔ اس میدان میں دن اور رات کسی وقت ہم نے کسی انسان یا جانور کو نہیں دیکھا۔

ہر وقت ایک وحشت سی چھائی رہتی تھی۔ آسمان پر

البتہ چیلیں ضرور نظر آتی تھیں مگر ان کو زمین پر اترتے نہیں دیکھا۔ مان سنگھ کا کہنا تھا کہ ”یہ چیلیں نہیں ہیں سنیاسی کے بیر ہیں جو پہرہ دیتے ہیں۔“

”جو تمہاری بات مان لیں تو ای بتاؤ ہمکا کیوں ناہی روکت ہیں۔“ بابولال نے سوال اٹھایا۔

”ہاں سوال تمہارا درست ہے پہرے داروں کا کام روکنا ہے۔ میرے خیال میں تو ہم ان کی طاقت سے زیادہ طاقتور ہیں وہ لوگ ہم کو روک نہیں پائے۔“ کولہنگا نے کہا۔

”اصل بات یہی ہے کہ ہم کو پتا نہیں چلتا مگر ہماری غیبی مدد ہو رہی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نیک کام کرنے جا رہے ہیں ایک بہت بڑے شیطان کے خلاف لڑ رہے ہیں بدی کے خلاف لڑنے والوں کی مدد اللہ ضرور کرتا ہے۔“ میں نے کہا۔

”ای تو ہمکا بھی صاف نظر آ دت ہے۔“ بابولال جلدی سے بولا۔

”سر میں جس قبیلے کا ہوں وہاں پر خدا یا بھگوان کا کوئی تصور نہیں تھا اور میں بھی کچھ نہیں جانتا تھا وہاں پر صرف طاقت کو مانا جاتا تھا۔ اتنی عقل اور سمجھ کسی میں نہیں تھی کہ کوئی یہ سمجھ سکے کہ بارش کیوں ہوتی ہے، سورج وقت پر کس کے حکم سے نکلتا ہے، درختوں پر پھل کیسے لگ جاتے ہیں، اس دنیا کا جو نظام ہزاروں سال سے چل رہا ہے اس میں ذرا فرق کیوں نہیں آتا۔ کوئی تو ہے جو اس کو کنٹرول کرتا ہے مجھے یہاں پر رہ کر یہ سب پتا چلا ہے شیطان کے بارے میں بھی مجھے اب پتا چلا ہے نیکی اور بدی کے بارے میں اب میری سمجھ میں آیا ہے کہ انسان کے دو کردار ہوتے ہیں یا دو راہیں ہوتی ہیں ایک نیکی کی راہ ہے بڑی سادہ اور آسان، دوسری بدی کی راہ ہے دونوں کا انتخاب انسان کو خود کرنا ہے۔ دونوں میں طاقت ہے مگر نیکی کی طاقت کبھی ختم نہیں ہوتی اور بدی مٹ جاتی ہے مگر دوبارہ پھر پیدا ہو جاتی ہے اور نیکی پھر اس کو ختم کرتی ہے اور یہ سلسلہ چلتا آ رہا ہے اور چلتا ہی رہے گا۔“ کولہنگا نے کہا۔

”بہت خوب! کولہنگا تم نے بہت جلدی، بہت باتیں سیکھ لیں۔ یہ باتیں لوگ پوری زندگی گزارنے پر بھی نہیں سیکھ پاتے۔“ میں نے کہا۔

”میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔“ کولہنگا بولا۔

”اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے؟ تم ایک نہیں ایک سو بات کرو۔“ میں نے جواب دیا۔

”میری زندگی میں اب تک جتنے لوگ آئے ہیں۔ ان سب میں میں آپ سے متاثر ہوا ہوں۔ میں اس لئے نہیں کہہ رہا کہ آپ میرے آفیسر ہیں بحیثیت آفیسر تو آپ قابل احترام ہیں ہی۔ مگر میں بحیثیت انسان بات کر رہا ہوں۔ اس کے بعد جو حالات ہم کو یہاں پر پیش آئے ہیں وہ ہم سب نے اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوا کہ آپ اندر سے کتنے مضبوط ہیں۔“ کولہنگا نے کہا۔

”مجھے اپنی مضبوطی کا اندازہ نہیں ہے تم یہ سمجھ لو کہ انسان ہر حالت میں زندہ رہنے کا خواہش مند ہوتا ہے زندگی سے بڑھ کر اس کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی۔ وہ چاہے کتنے برے حالات کا شکار ہو میں بھی انسان ہوں یہی بات مجھ میں بھی تھی۔ مگر اب میں زندگی کے لئے نہیں دوڑتا۔ زندگی میری طرف دوڑتی ہے جب آدمی اس مقام پر ہوتا ہے تو اس کے لیے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے پھر وہ مشکل مرحلے سے آسانی سے گزر جاتا ہے۔“ میں نے کہا۔

”اس مقام پر آنے کا کوئی راستہ ہوگا وہی میں جاننا چاہتا ہوں۔“ کولہنگا نے کہا۔

”میرے خیال میں اس کا صرف ایک راستہ ہے اور وہ ہے سچائی۔ انسان میں سچائی ہوگی تو وہ کوئی غلط کام نہیں کرے گا۔ سچائی اس کو ہر برے کام سے روک لے گی۔ یہ پہلا سبق ہے نیکی کی راہ پر چلنے والوں کا۔ مجھے یہ سبق میرے مرحوم والد نے دیا تھا۔ میں جوں جوں عملی زندگی میں داخل ہوتا گیا اس پہلے سبق کو اپنے اوپر لاگو کرتا گیا۔ اور اب میری عادت بن گیا ہے یہ سبق۔ یہ صرف ایک نکتہ ہی تو ہے مگر یہ اصل حیات بھی ہے بڑے بڑے

عالم دین، بڑے بڑے ولی، درویش اور قلندر اپنے آپ کو مٹا کر حاصل کرتے ہیں سب اسی نکتہ کے گرد گھومتے ہیں اور خدا ان کو نوازتا ہے، میں ان کے برابر تو نہیں ہوں مگر یہ جانتا ہوں وہ میرے اوپر ہیں ۔ میرا اعتماد، میری دلیری سب ان کی دین ہے اور یہ سب میرے رب کی کرم نوازی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''اگر کوئی اس راہ پر آنا چاہتا ہے تو اس کو کیا کرنا ہوگا؟'' کولہنگا نے پوچھا۔

''کچھ نہیں کرنا ہوگا صرف نیت کرنا ہوگی اور اس کے احکامات پر کاربند ہونا ہوگا یہ کوئی زیادہ مشکل کام نہیں ہے انسان دنیاداری کے ساتھ ساتھ دین دار بھی بن سکتا ہے۔''

ستائیس دن گزر گئے، کالی راتیں آ گئیں۔ ہم روز ہی اپنی ڈیوٹی پر آتے رہے، مٹھ کے دروازہ پر بنا گول چبوترا ابھی تک ویران تھا۔ کسی طرف زندگی کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔ میں ذہنی اور جسمانی طور پر ہر قسم کے حالات کا سامنا کرنے کو تیار تھا۔ اب تک جو واقعات پیش آئے تھے وہ کسی بھی آدمی کے اعصاب کو مجروح کرنے کو کافی تھے۔ مگر میرے اعصاب ان واقعات کے بعد اور زیادہ قوی ہو گئے تھے اس کی وجہ کچھ بھی رہی ہو میری وجہ سے میرے ساتھیوں کے حوصلے بلند تھے۔ میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ جو کچھ اب تک ہوا وہ میری فہم اور ادراک سے بالاتر تھا مگر اس کے باوجود میرے حوصلے اور اعتماد میں کبھی کوئی کمی مجھے محسوس نہیں ہوئی۔ کچھ باتیں ایسی بھی ہوتیں کہ میں خود حیران رہ گیا۔

رات کا پہلا پہر تھا۔ گول چبوترے کے گرد اچانک چراغ جل اٹھے، ان چراغوں کی روشنی اتنی تھی کہ چبوترے کے اردگرد نظر آ رہا تھا۔ ہر چراغ کے سامنے ایک ترشول زمین میں گڑا ہوا تھا ان ترشولوں کے سائے زمین پر بڑی بھیانک بھیانک پرچھائیاں بنا اور مٹا رہے تھے۔

اچانک ڈھول بجانے کی آواز آنے لگی اور اس کے [illegible] ساز بھی بج اٹھے اور فضاء ایک عجیب وغریب دھن سے سج گئی۔ کیسی دھن تھی یہ اس کو سن کر سکون کی بجائے خوف آتا تھا کون ایسی دھن بجا رہا تھا کنڈل کے اندر اور باہر کوئی نہیں تھا۔ سائے ضرور اپنی حرکت میں مشغول تھے۔

اچانک تیز ہوائیں چلنے لگیں ہوا اتنی تیز تھی کہ گھاس زمین پر بچھ گئی۔ ہمارے قدم زمین پر گڑے تھے اتنی تیز ہوا میں ہمارا کھڑا رہنا خود ہمارے لئے حیرت کا باعث تھا۔ پھر ہوا آخر کم ہوتی گئی اور گھاس پھر کھڑی ہو گئی اور کنڈل کے اندر تیرتھ رام سنیاسی ننگ دھڑنگ صرف ایک لنگوٹی میں کھڑا تھا۔

''تو پھر آ گیا باز نہیں آئے گا۔'' اس کی گونجتی آواز سنائی دی۔

''میں اس وقت تک آتا رہوں گا جب تک تو اس زمین پر ہے تیرا ناپاک وجود ختم ہونے کے بعد میں نہیں آؤں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو مورکھ ہے، سمجھتا نہیں میں نے کچھ کہا تھا اس پر تو نے کیا سوچا یہ بتا؟''

''تیری بات اتنی اہمیت نہیں رکھتی کہ میں اس پر سوچوں۔ غور سے سن لے، میں موت سے نہیں ڈرتا۔ میری موت کا جو وقت رب کائنات نے مقرر کر دیا ہے، میں اس پر ہی مروں گا۔ نہ تو مجھے مار سکتا ہے نہ زیادہ زندگی دے سکتا ہے۔'' میں نے کہا۔

''یہ تیری بھول ہے۔ شکتی اور طاقت کسی دھرم کی کسی ذات پات کی پونجی نہیں ہے۔ تو نے موت دیکھی کہاں ہے۔ موت کو سر پر منڈلاتے دیکھ کر بڑے بڑوں کے پتے پانی ہو کر زمین پر بہہ جاتے ہیں۔ میں نے تو تجھ کو کہا ہے کہ تو راجہ بنے گا تو ضدی ہے کم عقل ہے میں تجھے ہزاروں سال زندہ رہنے کا گر بتانے والا ہوں اور تو چند روزہ زندگی پر اڑا ہوا ہے اصل چیز آتما ہے اس کو قائم رکھنا ہے، ارے شریر کا کیا ہے یہ تو مٹی ہے اس کو تو مٹنا ہی ہے اگر آتما ہے تو سب کچھ ہے۔''

''تجھے شاید پتا نہیں کہ ایک ایسی قوت بھی ہے جس

کے آگے ساری قوتیں ہیچ ہیں تیری ساری مہان شکتیاں اور دنیا کی ساری شکتیاں ایک ہو کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں اس کا صرف ایک اشارہ ہی بہت ہے تمام کائنات کے یہ بڑے بڑے پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح فضاء میں اڑتے نظر آئیں گے۔

"میں نے یہ طاقت شکتی چند روز میں نہیں پائی۔ مگر تو نصیب کا سکندر ہے کہ تجھے بیٹھے بٹھائے آسانی سے یہ سب مل رہا ہے اور تو کتنا مورکھ ہے کہ اس کو ٹھکرائے جا رہا ہے۔" سنیاسی بولا۔

"تو اندھیروں کا سوداگر ہے، میں نور اور روشنی کا خریدار ہوں تیرا میرا سودا کس طرح ہو سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا یہ تیرا آخری فیصلہ ہے؟" وہ نفرت سے بولا۔

"ہاں یہی میرا فیصلہ ہے، خدا کی ذات پر میرا بھروسہ ہے تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، یہ میرا یقین ہے، ایمان ہے۔"

اب کے سنیاسی نے جواب نہیں دیا۔ مگر ترشول سب سیدھے ہو گئے اور ہماری طرف ایک کے بعد ایک آنے لگے۔ ہر ترشول ہمارے قریب تو آیا مگر کوئی نقصان پہنچائے بغیر زمین پر گر پڑا۔ ترشولوں کے بعد چراغ چلنا شروع ہو گئے ہم تک آتے آتے وہ بہت بڑے ہو گئے مگر پھر خود بخود ان میں آگ لگ گئی اور وہ وہیں جل گئے۔

تیرتھ رام اس دوران آنکھیں بند کر کے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا رہا اور اس کی فوج کٹتی رہی۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں ہم اپنی جگہ کھڑے تھے اور اس کے ترشول اور چراغ ختم ہو گئے تھے۔

"دیکھ لے شیطان اپنی فوج کا انجام۔" میں نے کہا۔

"ابھی کیا ہے ابھی بہت کچھ ہے۔" اس نے زمین پر زور سے اپنا بایاں پیر مارا وہیں پر ایک دراڑ پیدا ہو گئی اور وہ زمین کی دراڑ بڑھتے بڑھتے ہمارے سامنے آ کر رک گئی پھر اس دراڑ کی چوڑائی بڑھنا شروع ہو گئی اور وہ ایک بھیانک گہری کھائی کی شکل اختیار کر گئی اب ہمارے پیروں کی زمین اونچی ہونا شروع ہو گئی اور ایک خطرناک ڈھلان بن گئی ہم کو اس کھائی میں گر جانا چاہئے تھا مگر زمین نے ہم کو پکڑے رکھا اور کچھ دیر میں زمین ساکت ہو گئی اور دراڑ خود بخود بند ہو گئی۔ سنیاسی نے آنکھیں کھول کر پھر حیرت سے دیکھا اور بولا۔

"بڑا ہی ڈھیٹ ہے ارے تو کیسے مرے گا۔"

"میں تیرے کرتب سے نہیں مروں گا۔ میں خدا کی مرضی سے دنیا میں آیا ہوں اسی کی مرضی سے مروں گا اور کوشش کر۔" میں نے جواب دیا۔

ہم جہاں کھڑے تھے اس کے چاروں طرف گھاس تھی اچانک اس گھاس میں آگ بھڑک اٹھی ہر طرف آگ ہی آگ پھیل گئی۔ آگ کی لپٹیں ہمارے سروں سے اوپر جانے لگیں مگر یہ آگ کیسی تھی یہ آگ گرم تو نہیں تھی۔ اس آگ میں سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کیوں آ رہے تھے۔

سنیاسی کی آنکھیں بند تھیں اور وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا رہا تھا کہ اچانک ایک نہایت سریلی اور دھیمی بانسری کی دھن فضاء میں ابھری سنیاسی نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ بہت تیزی سے زمین پر گرا اور ایک بلے کی شکل اختیار کر کے راہ فرار اختیار کرنی چاہی کہ آسمان سے ایک بجلی کا جلتا ہوا تار کنڈل کے گرد گھوم گیا اور بلا کنڈل سے باہر نہ جا سکا۔ بانسری کا سر تیز ہو گیا۔ وہ دھن ایسی تھی کہ ہمیں اچھی لگ رہی تھی مگر کنڈل کے اندر قید تیرتھ رام سنیاسی بلے کی شکل میں بے چینی سے اچھلتا پھر رہا تھا۔

بانسری کی یہ سریلی اور دل کو موہ لینے والی دھن جہاں سے آ رہی تھی وہ اب ہمارے سامنے تھا۔ بزرگ نے بانسری منہ سے ہٹالی اور فرمایا۔

"ہر بدی کو مٹنا ہوتا ہے ہر نیکی کامیاب ہوتی ہے۔"

اس آواز سے مجھے یاد آ گیا یہ آواز تو میرے منہ سے بھی نکلی تھی۔ میں ان کے قدموں میں بیٹھ گیا اور ان کے دونوں ہاتھ پکڑ کر میں نے اپنی آنکھوں پر رکھ لئے چند لمحے خاموشی

رہی پھر انہوں نے مجھے کاندھے سے پکڑ کر کھڑا کر دیا اور فرمایا۔ ”تم کامیاب ہوئے اور یہ شیطان ابھی دفن ہوتا ہے۔“

گول کنڈل ایک دھماکے سے پھٹ گیا اور تیرتھ رام سنیاسی کی ایک بھیانک چیخ ابھری اور کنڈل کی جگہ اب کچھ نہیں تھا۔ مٹھ ایک دھماکے کے ساتھ گر گیا تھا اور زمین ہموار ہوگئی تھی۔

اب بزرگ نے بانسری ہونٹوں سے لگائی اور ایک طرف چل دیئے۔

یہ کہانی بظاہر ختم ہوگئی مگر یہ جنگ ختم نہیں ہوئی نیکی اور بدی کی یہ جنگ جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گی اس کے بعد صرف اتنا بتا دوں کہ میں نے پولیس ملازمت سے استعفیٰ دے دیا میرے ساتھ میرے چاروں آدمیوں نے بھی ملازمت چھوڑ دی۔

بھیڑیا اسپیشل مشن ختم کر دیا گیا تھا۔ میرے ساتھ یہ چاروں میرے گاؤں میں آگئے اور میرے پاس ہی مقیم ہوگئے اب یہ تینوں بھی صاحب ایمان ہوگئے تھے۔

کچھ دنوں کے بعد غیبی طریقہ سے مجھے ہلکان کیا جانے لگا اور خاص طور سے اماوس کی کالی راتیں شروع ہوتے ہی میری اذیت میں اضافہ ہونے لگا اور اب یہ سب آپ کے سامنے ہے۔

اچانک رولوکا کو کچھ بھنبھناہٹ جیسی آوازیں سنائی دینے لگیں تو رولوکا نے سنجیدگی سے اس آواز کی طرف دھیان دیا چند لمحہ بعد اس کے چہرے پر تردد کے آثار نمودار ہوئے۔ رولوکا فوراً سے پیشتر جمال خان سے بولا۔

”جمال خان جلدی سے چھت پر چلیں“ یہ کہتے ہی رولوکا اٹھ کھڑا ہوا پھر جمال خان کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھا۔ جلدی سے رولوکا اور جمال خان چھت پر پہنچے چھت پر پہنچنے کے بعد رولوکا ایک طرف آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر کچھ دیکھنے لگا کہ اچانک اس طرف فضاء میں چھت سے کچھ اوپر ایک شعلہ سا لپکا اور پھر چشم زدن میں ایک دودھیا سی روشنی نمودار ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس شعلہ کے گرد ہالہ بنا کر شعلہ کو درمیان میں لے کر گول گول گھومنے لگی۔ دودھیا ہالہ کے درمیان وہ شعلہ بہت تیزی سے گردش کرنے لگا اس شعلہ کی گردش ناقابل حد تک تیز تھی۔

رولوکا متواتر ٹکٹکی باندھے اس طرف دیکھنے میں محو تھا۔ جمال خان سہما ہوا اچنبے میں رولوکا کی تقلید میں دودھیا روشنی اور شعلہ کو دیکھے جا رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے فضاء میں ایک اور اچنبے میں ڈالنے والا منظر نمودار ہوا، چھوٹے چھوٹے بے شمار ستارے فضاء میں نظر آنے لگے اور یہ ستارے ایسے تھے کہ جیسے دہکتے ہوئے انگارے، ان گنت ستارے قطار در قطار دودھیا روشنی کے ہالہ سے تقریباً دو فٹ دور رہ کر چکر لگانے لگے۔ رولوکا بدستور اس سمت اپنی نظریں جمائے یک ٹک دیکھے جا رہا تھا۔

ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا، یہ دھماکہ ایسا تھا کہ کمزور دل انسان یقیناً زمین چاٹنے لگتا لیکن چھت پر رولوکا اور جمال خان دونوں کھڑے تھے، دودھیا روشنی کے ہالہ کے اندر کا چکراتا ہوا شعلے والا گولہ منتشر ہو کر ذرات میں تبدیل ہو چکا تھا۔ پھر روشنی کا ہالہ اوپر کو تیزی سے اٹھتے ہوئے آسمان کی وسعتوں میں کھو گیا۔ یہ دیکھ کر رولوکا مسکرایا اور بولا۔ ”کم ظرف، بزدل، فنا ہوگیا، جمال خان مبارک ہو، آپ کا دشمن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا، بہر حال اب مجھے اجازت دیں۔“ رولوکا نے جمال خان سے مصافحہ کیا اور واپسی کے لئے اسی وقت روانہ ہوگیا۔

☆......☆......☆

”میرا ماضی کھو گیا ہے حکیم صاحب آپ میری مدد فرمائیں گے۔“

حکیم وقار نے اس بوڑھی عورت کی زبان سے یہ عجیب مطالبہ سنا تو حیرت سے کہا۔

”محترم خاتون میں انسان کی بیماریوں کا علاج کرتا ہوں کسی کے ماضی اور مستقبل کو تلاش کرنا میرے بس میں نہیں ہے پھر بھی آپ فرمائیں آپ کو کیا پریشانی ہے؟“

عورت بولی۔ ”ہم بتائیں گے پر آپ نے نہیں

Pakistanipoint
Waqar Azeem

پوچھا کہ ہم کون ہیں؟"

"میں آپ کے بارے میں صرف تھوڑا بہت اندازہ کرسکتا ہوں۔ آپ ہی بتادیں تو مناسب ہوگا" حکیم وقار نے نہایت ادب سے کہا۔

"ہم شہزادی ہیں پر آپ ہم کو مہر النسا ہی پکاریں کیونکہ لفظ شہزادی ہماری تباہی کا باعث ہوا ہے۔ ہم وہ ہیں جو عبرت نشان ہیں، ہم وہ ہیں جن کو ٹھوکروں میں رکھا گیا، ہم وہ ہیں جن کو اس طرح روندا گیا کہ ہمارے خاندان کا نام و نشان مٹ جائے۔ ہم نے کسی کے ساتھ کیا ظلم کیا تھا ہم نے کون سا ایسا کام کیا تھا جس کی سزا میرے باپ کے خاندان کو دی گئی۔

میں شہزادی ہوں مغلیہ خاندان کی آخری شہزادی، میری اولاد کو ختم کردیا۔ مغل خاندان بھی ختم ہونے کو ہے، ہمارے بعد اب کوئی نہیں ہے جو خود کو شہزادہ یا شہزادی کہہ سکے۔ ہمارا ماضی کہاں گیا اب تو ہماری آنکھوں کے سامنے دھند ہے، اندھیرا ہے، اجڑے باغات ہیں، اجڑے محلات ہیں ان کو آثار قدیمہ میں شمار کرلیا گیا ہے اور میں جو، ان محلات کی وارث ہوں ایک ٹوٹے گھر میں اکیلی پڑی ہوں، میرا پرسان حال کوئی نہیں، میں اور میرا ماضی ہے، اتنا اذیت ناک ماضی شاید ہی کسی کا ہو۔"

حکیم وقار سمجھ چکے تھے کہ یہ بوڑھی عورت کون ہوسکتی ہے جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کو جس طرح قتل کیا گیا تھا، ان کو برباد کیا گیا تھا، وہ تاریخ میں مورخ نے بھی لکھ دیا تھا مگر شاہی خاندان کے لوگوں کو چن چن کر اور تلاش کر کے ختم کیا گیا۔ جو دلی سے باہر تھے یا چلے گئے کسی طرح ان میں شاید یہ شہزادی بھی رہی ہوگی مگر اس کے آگے اور پیچھے سب ختم ہوگئے اور ماضی کی اذیت ناک یادیں اس پر آسیب کی طرح چمٹ گئی ہیں، یہ حکیم صاحب کا پہلا تجربہ تھا کہ کوئی ان سے مطالبہ کرے کہ اس کی یادوں کو اس کے ماضی کو بھلادیا جائے وہ اس بوڑھی شہزادی کا مطلب سمجھ گئے تھے۔

بوڑھی شہزادی حکیم صاحب کو خاموش دیکھ کر بولی۔ "حکیم صاحب میرے لئے یاد ماضی عذاب ہوگیا ہے میں روز مرتی ہوں، کاش میں بھی اپنوں کے ساتھ پچاس سال پہلے مرگئی ہوتی، کاش میں آگرہ نہ گئی ہوتی، گئی تھی تو وہیں پر ان کے ہتھے چڑھ گئی ہوتی، پر ایسا نہ ہوا، میرا پورا خاندان اور دور و قریب کے سارے رشتہ داروں کا نام و نشان مٹادیا گیا۔ میری اولاد کو چن چن کر نیزوں پر لٹکا دیا گیا۔ میں نے ہزار کوشش کی کہ دلی آجاؤں، پر میری وفادار کنیز نے نہ آنے دیا اور میں آگرہ میں پڑی انگریزوں کے ظلم کی کہانیاں سنتی رہی، بہادر شاہ ظفر کے خاندان کے ساتھ جو کچھ ہوا، کیا کسی شاہ کے خاندان کے ساتھ ہوا تھا؟ کسی قائع نے کبھی ایسا ظلم کیا تھا؟ انگریز صرف مسلمانوں کا دشمن تھا اس لئے یہی لوگ تھے جو ہندوستان فتح کر کے حکومت کر رہے تھے۔ یہی ایک ہندوستان کی بہادر قوم تھی، انگریز ان سے ڈرتا تھا۔"

"آپ نے درست فرمایا! شہزادی صاحبہ!! انگریز صرف مسلمانوں سے ہی خوف زدہ ہے۔ آپ کی کہانی درد ناک بھی ہے اور عبرت ناک بھی ہے، آپ پر ستم ہوا آپ کے خاندان پر ظلم ہوا مگر اس میں بھی کچھ اپنا قصور اور لاپروائی کا عنصر نظر آتا ہے۔ مسلمانوں نے ہندوستان پر بڑے کروفر اور شان سے حکومت کی مگر آپس کی دشمنوں نے ان کو اندر سے کھوکھلا کردیا۔ محلاتی سازشیں، تخت اور تاج کے حصول کے لئے بھائیوں میں لڑائیاں اور اپنی طاقت کو آپس میں بے دردی سے ایک دوسرے کے خلاف استعمال نے ان کے بھرم کو قائم نہ رہنے دیا۔ یہی حال مغل شاہوں کا ہوا اور وہ بہادر شاہ ظفر تک آتے آتے اپنی تمام توانائیاں خرچ کر چکے تھے۔ ان کے وفاداران سے مایوس ہوکر کنارہ کش ہوچکے تھے، اور ان کا اپنا حال خراب تھا، اپنی فکر تھی کیونکہ مغلوں کا انجام صاف نظر آنے لگا تھا۔

بہرحال جو کچھ ہوا وہ بہت برا تھا میں آپ کی کیا مدد کروں یہ بتائیں۔" حکیم وقار نے بات ختم کی۔

"آپ میرا ماضی سمجھ گئے، حال کیسا ہوگا؟ ایک کنیز کی روٹیوں پر گزارہ ہے، میری اذیت ناک زندگی

میں میری یادیں ہیں، میں ان کو بھولنا چاہتی ہوں۔ میرا حافظہ میرے ماضی کو میرے سامنے روز لاتا ہے، میں اس سے چھٹکارا چاہتی ہوں۔ آپ کے بارے میں، میں نے سنا ہے کہ آپ ہر طرح کا علاج کرتے ہیں۔'' شہزادی بولی۔

''آپ نے میرے بارے میں جو سنا ہے درست نہیں ہے، میرا نام حکیم وقار ہے، میرا پیشہ طب ہے میں قدرت کی جڑی بوٹیوں کے ذریعہ ہی علاج کرتا ہوں۔''

''میرے علاوہ میرے ایک ساتھی حکیم کامل ہیں جو کہ وہ ایسا کام کرتے ہیں جن کے بارے میں آپ نے سنا ہے۔''

ابھی حکیم صاحب کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ شہزادی چونک کر بولی۔ ''تو آپ وہ نہیں ہیں۔''

حکیم صاحب مسکرا کر بولے۔ ''جی شہزادی صاحبہ یہ حسن اتفاق ہے کہ آج علیم کامل یہاں موجود نہیں ہیں، اس لئے میں نے آپ کی روداد غم سنی ہے مگر آپ فکر نہ کریں ان تک میں پہنچادوں گا اور وہی اس پر غور کریں گے، آپ کو پھر ایک دفعہ زحمت کرنا ہوگی ان کے دن مقرر نہیں ہیں جب بھی دل کرے تشریف لے آئیں، حکیم صاحب مل جائیں گے۔''

شہزادی مہرالنسا اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی۔ ''بڑی چوک ہوگئی۔''

حکیم وقار نے کہا۔ ''کوئی بڑی چوک نہیں ہوگئی آپ آگرہ میں قیام رکھتی ہیں تو بتادیں کہاں قیام ہے حکیم صاحب آپ سے خود رابطہ کریں گے؟''

''وہ کیوں اتنی دور آنے لگے کام میرا تھا تو آئی تھی۔'' مہرالنسا بولی۔

پتہ تو دیں، ان کا آگرہ جانا ہوتا رہتا ہے۔'' حکیم وقار نے کہا۔

''نولکھا بازار محلہ ہے اور کنیز کی حویلی مشہور چیز ہے۔'' شہزادی نے کہا۔

''بہت بہتر۔'' حکیم صاحب نے جواب دیا۔

اور بوڑھی شہزادی دروازے سے باہر چلی گئی۔

دوسرے دن رولوکا کے آنے پر حکیم صاحب نے گزشتہ دن کی شہزادی سے ملاقات کا ذکر کر دیا اور اس غلط فہمی کا بھی ذکر کر دیا کہ۔ ''وہ تمہارے دھوکے میں مجھے سب کچھ بتا گئی مگر وہ بتا کر پچھتا رہی تھی۔ پتہ میں نے لے لیا ہے آگرہ میں اس کا قیام ہے۔''

رولوکا ہنس کر بولا۔ ''تو پہلی دفعہ ہوا ہے کہ سائل دھوکا کھا گیا۔'' حکیم صاحب بولے۔ ''اس کی کہی روداد سچی تو لگتی ہے مگر اس سچائی میں مجھے کھوٹ نظر آتا ہے اس کے چہرے کے تاثرات کسی ستم رسیدہ عورت کے نہ تھے دوسرے اس کی صحت بھی بہتر تھی جو عورت پچاس سال تک ماضی کی یادوں کی اذیت برداشت کر رہی ہو، محلوں میں رہی ہو جس کے بچے قتل کر دیئے گئے ہوں اس کا صحت مند رہنا ہی مشکل ہے اور اس کی عمر کا اندازہ کیا جائے تو جس وقت وہ آگرہ کنیز کے ساتھ گئی تھی بال بچے دار تھی تو اس صورت میں اس کی عمر ستر یا اس سے زیادہ ہوتی ہے مگر وہ مجھے ساٹھ یا کچھ اوپر ہی نظر آئی تھی عمر کے اندازے سے اس کی صحت اچھی تھی آواز صاف اور واضح تھی کسی قسم کی زبان میں لکنت نہیں تھی نہایت ٹھہراؤ اس کی آواز میں تھا۔''

رولوکا نے کہا۔ ''بہت خوب حکیم صاحب! آپ نے بہت گہری نظروں سے اس کو دیکھا تھا۔ اس سے مجھے بہت اندازے لگانے ہیں، میں آپ کے مشاہدے کی روشنی میں قدم آگے بڑھاؤں گا اور عجیب بات یہ ہوگی کہ مدعی کوئی نہیں ہے از خود اس کام کے کرنے کا شوق پیدا ہوا ہے۔''

حکیم وقار نے کہا۔ ''اور یہ بھی شاید پہلی بار ہوا ہے۔''

رولوکا نے کہا کہ ''زندگی تجربات کا نام ہے یہ بھی ایک تجربہ ہی ہے۔''

''درست کہا آپ نے کچھ پیدا ہوتے ہیں بچپن گزارا، جوان ہوئے شادی کی بچے ہوئے ان کو اپنے ڈھب پر پالا پوسا جوان کیا، خود بوڑھے ہوئے مر گئے لوجی کہانی ختم اور کچھ لوگ نام کماتے ہیں یہ بات دوسری ہے کہ نام اچھا کمایا، یا برا مگر کچھ کیا تو مر تو وہ بھی گئے مگر ان کا نام

ضرور رہا۔"

رولوکا نے کہا۔ "میں دوسرے قسم کے لوگوں کی قدر کرتا ہوں اگر یہ شہرت نیک نامی کی ہے تو وہ شخص کامیاب ہے، قابل تقلید ہے اور اگر بدنامی کی ہے تو لوگوں کے لئے عبرت ہوتی ہے اس سے اس کو نہ سہی دوسرے لوگوں کو تو کچھ فائدہ ہوتا ہی ہے۔"

حکیم وقار بولے۔ "تم نے یہ نقطہ بھی خوب نکالا۔"

"حکیم صاحب ہر برائی میں اچھائی کا پہلو تو ہوتا ہے ،بات صرف تلاش کرنے کی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"اب تم آگرہ اس کے پاس جاؤ گے۔" حکیم وقار بولے۔

"اب تو جانا ہی ہے اور اس وقت کوئی کیس بھی نہیں ہے۔ کام کرنا ہے تو آج ہی روانہ ہو جاتا ہوں۔" اور رولوکا آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ آگرہ اس کے لئے نئی جگہ نہ تھی یہاں پر بھی دلی کی طرح جگہ جگہ مغلوں کی بنائی عمارتیں، مسجدیں اور بارہ دریاں نظر آتی ہیں۔ مگر دلی کی تہذیب وزبان اور آگرہ کی تہذیب وزبان میں بہت نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ آگرہ راجستھان کے قریب ہے اس لئے راجستھانی رنگ صاف نظر آتا ہے خاص طور سے لباس اور زبان تو گاؤں دیہات میں بہت نمایاں ہے۔

نولکھا بازار محلہ مشہور جگہ ہے زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے مگر ہندو بھی یہاں پر آباد ہیں۔ محلے اس طرح ہیں کہ آپ کسی گلی میں چلے جا رہے ہیں اور اچانک وہ گلی بند ہو گئی آگے نیا آدمی پریشان ہو جاتا ہے اور اس کو واپس ہی آنا پڑتا ہے۔ رولوکا نے ایک دکاندار سے کنیز کی حویلی کا پوچھا تو اس نے کہا۔ "سیدھے چلے جاؤ جب آگے راستہ بند ہو جائے اور جو مکان سامنے ہو سمجھ لینا وہی کنیز کی حویلی ہے۔"

رولوکا چلتا گیا اور آخر وہ راستہ ختم ہوا اور سامنے ایک مکان آ گیا، مکان کسی زمانے میں بہت شاندار رہا ہوگا بہت اونچا دروازہ تھا اور وہ جو پوری سرخ پتھر کا تھا دیواریں چھوٹی اینٹ کی تھیں مگر وہ جگہ جگہ سے مرمت طلب تھیں، دیواروں پر کائی بھی جم رہی تھی اور کئی جگہ گھاس اور دوسرے پودے بھی نظر آتے تھے اس کا مطلب تھا مکان کی دیکھ بھال نہیں ہو رہی تھی۔ اطراف کے سارے مکانات سے یہ بہت بڑا مکان تھا دروازے پر پرانے زمانے کے ہی بڑے بڑے کیواڑ تھے اور ان بڑے کیواڑوں میں ہی ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جو کہ کھلا ہوا تھا بڑے کیواڑ تو نہ جانے کب سے نہیں کھلے تھے اس لئے کہ ان کے نیچے مٹی چڑھ رہی تھی، رولوکا اس چھوٹے دروازے کے درمیان کھڑا تھا۔

اندر سے ایک بہشتی مشک کاندھے پر ڈالے باہر آیا تو رولوکا نے پوچھا۔

"بھائی ذرا بتلاؤ تو یہ حویلی کنیز کی حویلی کہلاتی ہے۔"

بہشتی شاید جلدی میں تھا بولا۔ "اور کا میری ہے۔"

اور چلا گیا۔

رولوکا نے اس دروازے کے اندر قدم رکھ دیا۔ اندر بہت مکانات نظر آ رہے تھے مگر ان میں زیادہ تر ٹوٹے پھوٹے اور خستہ حال تھے صرف ایک لال اینٹ کا بنا ہوا مکان اس قابل نظر آتا جس میں کسی کے رہنے کے آثار ہو سکتے تھے۔ رولوکا اس کے دروازے پر گیا اور اس کی کنڈی بجادی۔ اندر سے آواز آئی۔ "کون ہے؟ ٹھہرو آتا ہوں۔"

چند منٹ کے بعد ایک ادھیڑ عمر آدمی باہر آ گیا اس کے بدن پر تہبند اور بنیان نما صدری تھی شاید اس کی دور کی نظر کمزور تھی اس لئے وہ رولوکا کے بہت قریب آیا اور آنکھوں کے اوپر ہاتھ کا چھجا بنا کر بولا "کا بات ہے بھائی کیوں آیا ہے؟"

"میں دلی سے آیا ہوں اور ایک خاتون سے ملاقات کرنی ہے۔"

خاتون تو کوئی نہیں، یہاں تو میں اور میری گھر والی اور ایک چھورا ہے۔"

رولوکا سمجھ گیا کہ بات اس کے سمجھ میں نہیں آئی ہے اس لئے پھر بولا۔

"ایک بڑی بی ہمارے پاس دلی آئیں تھیں تین

دن پہلے ان کو کچھ مجھ سے کام تھا مگر میں دلی میں نہیں تھا آیا تو پتہ چلا اور میں ان سے ملنے یہاں آ گیا، پتہ یہی بتایا تھا۔"

"وہ تہہ بند پوش حیرت سے بولا۔ بڑی بی، یہاں تو بس میری جورو وے ہے، باکے دلی جاوے کی کا ضرورت ہے اور پھر تین دناں پہلے تو وہ کہیں گئی نہیں ارے بھیا تو کے غلط بتایا ہے۔"

رولوکا بولا......"اس بڑی بی کا نام شہزادی مہر النسا تھا اور بہت بوڑھی عورت تھی۔"

"شہزادی مہر النسا کا نام سن کر تہہ بند پوش اچھل پڑا اور اس کا منہ چند منٹ کھلا کا کھلا رہ گیا اور آواز نہ نکلی، پھر جو بولا تو بڑی زور کی آواز اس کے گلے سے برآمد ہوئی۔

"ارے شکورے کی اماں ذری باہر تو آ یہ کا آفت آ گئی آج پھر۔"

اس کی آواز سن کر ایک عورت دوڑتی ہوئی دروازے سے باہر آ گئی اور بولی۔" کا بات ہے شکورے کے ابا، کاہے لاڑ رہے ہو۔"

شکورے کے ابا یعنی وہ تہہ بند پوش بولا......"یہ کہہ دے ہے مہر النسا شہزادی اس کے دوارے دلی آئی اور یہ پتہ دے گئی۔" اور پھر رولوکا کی طرف منہ کر کے بولا......

"ارے بھلے مانس آدمی اتنا جھوٹ بولے کہ کھپ جائے ارے بھیا، باکے مرے تو بیس سال سے اوپر ہو گئے اور باکی کنیز میری اماں کو مرے بھی لگ بھگ اتنے برس ہو گئے، تو بھلا تیرے پاس کیسے آ گئی بات تیری سمجھ میں آ گئی کہ اور کچھ بتاؤں؟"

اب چونکنے کی باری رولوکا کی تھی۔ اس نے کہا۔

"تو وہ عورت کون تھی؟"

"یہ بات تو کوئی گیانی بتاوے میں کا جانوں" شکورے کا باپ بولا۔

"تو یہ بات طے ہے کہ شہزادی مہر النسا دلی سے جب اپنی کنیز کے ساتھ آئی تو اس مکان میں رہی تھی۔"

رولوکا نے پوچھا۔

"ارے بھیا یہ مکان حویلی سب شہزادی نے بنوایا تھا اور ماں جا اوکی کنیز رہی خدمت آخری دم تک کرتی رہی، شہزادی کے مرن کے بعد وہ بھی مرگئی اور یہ حویلی میرے کا جے چھوڑ گئی پر ہم ٹھہرے گنوار اتنے بڑے گھر کا کا کرتے ، بس ٹوٹ پھوٹ گیا۔ شہزادی جولائی تھی اس کے بنانے میں ختم ہو گیا اور بچاری ہماری طریوں جوار کی روٹی کھاتے کھاتے مر گئی۔"

اب پوچھنے کو رولوکا کے پاس کوئی سوال نہ تھا اس نے کہا۔" اچھا بھائی تمہاری بڑی مہربانی کہ تم نے مجھے یہ باتیں بتا دیں اگر پھر ضرورت پڑی تو آپ کے پاس ضرور آؤں گا۔"

شکورے کا ابا بولا......" آ جائیو جو پتہ ہوگا بتا دیں گے۔"

اور رولوکا واپس ہوا اب کئی سوال اسکے سامنے تھے۔ پہلا سوال اس عورت کی تلاش تھی جو کہ دلی گئی تھی اس عورت کو دلی جانے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس کے کیا مفادات تھے؟

اس کو شہزادی کے بارے میں معلومات کس طرح تھیں؟ اور اس کو اگر کسی نے اپنے مفاد میں استعمال کیا تھا تو اس کو کیا ضرورت تھی یہ کرنے کی۔

رولوکا واپس دلی نہ گیا اور ایک سرائے میں اس نے قیام کر لیا اور رات کو حکیم صاحب سے رابطہ کیا اور کہا۔" حکیم صاحب معاملہ بڑا پے چیدہ ہو گیا ہے۔"

"ہوا کیا؟" حکیم صاحب بولے۔

"ہوا یہ کہ شہزادی اور اس کی کنیز عرصہ بیس سال پہلے مر چکی ہیں کنیز کے لڑکے سے ملاقات ہوئی وہ بھی ادھیڑ عمر کا ہے، کنیز کا مکان جو کبھی حویلی تھا اس کو بھی شہزادی نے بنوایا تھا۔ مگر اب کھنڈر ہے۔" حکیم صاحب بولے۔" اب یہ سوال ہے کہ وہ عورت شہزادی بن کر کیوں آئی تھی اور اس نے ایسا مرض بیان کیا تھا جس کا کوئی علاج ہے ہی نہیں۔"

"میرے خیال میں اس عورت کو استعمال کیا گیا تھا

پاکستان ڈائجسٹ وقار پیوٹر ایڈ عطاء الحق

اس کا صرف اتنا ہی کام تھا جو اس نے کیا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ شہزادی کے بارے میں اس کی معلومات کا ذریعہ کیا تھا؟ میرا خیال ہے وہ عورت قریب کی ہے اور شہزادی کے بارے میں جانتی تھی یا اس کو معلومات دی گئی تھیں۔" رولوکا نے کہا۔

حکیم صاحب بولے۔ "تمہارا خیال درست ہے اسی لئے رک گئے ہو۔"

"ہاں میں اس مکان میں آنے جانے والوں پر نظر رکھ رہا ہوں۔ شاید بات آگے چلے۔" رولوکا نے جواب دیا حکیم صاحب نے کہا۔ "تم نے درست سمت میں قدم رکھا ہے انشاء اللہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔"

رات کو رولوکا سرائے میں قیام کرتا تھا اور سہ پہر ناشتہ کرنے کے بعد روپوشی کی حالت میں اس کھنڈر حویلی میں رہتا تھا۔ اطراف میں اس کے کارندے نظر رکھتے تھے۔

اس طرح ایک ہفتہ گزر گیا، اس دوران دو تین دیہاتی عورتیں شکورے کی ماں کے پاس آئیں اور وہ اپنی باتیں کر کے چلی گئیں۔ شکورے کے ابا کے پاس بھی اسی قسم کے لوگ آئے گئے۔ ایک ہفتہ کے بعد ایک بوڑھی عورت شکورے کی ماں کے پاس آئی تو وہ بولی۔ "ارے آ بوا بہت دن کے بعد آئیں۔"

بوا بولی "ارے ضرورت سے آئی ہوں۔"

"کیا ضرورت آن پڑی بوا؟" شکورے کی ماں نے کہا۔

"کچھ روپے کی ضرورت پڑ گئی تھی لمڈیا کے بچے کو کالی کھانسی ہو گئی ہے بہت جھاڑ پھونک کرالی کچھ نہ ہوا اب حکیم صاحب کا علاج کراتا ہے اور پلے کچھ نہیں ہے۔"

شکورے کی ماں بولی۔ "ارے بوا اب میرے پاس کیا رکھا ہے بینگ کی کوٹھری میں باس ہی باس ہے۔"

بوا بولی۔ "لے نہ شکرا پن نہ کر میں جانوں ہوں شہزادی کے زمانے کی کوئی مہر تو تو نے ضرور رکھی ہوگی۔"

"ارے نہیں بوا اب کچھ نہیں رہا وہ نگوڑا مارا شکورا سب لے بھاگا اور جوئے میں ہار گیا۔"

"میں نہیں جانو شکورے کی اماں، میرا کام تو کرنا پڑے گا ہاتھی مرا بھی سوا لاکھ کا ہووے ہے۔"

"بوا تم آئی ہو تو دس روپے کی مدد کر دوں گی، پر یہ بھی بتلا دو کہ واپس کب کرو گی۔" شکورے کی ماں بولی۔

"چل تو دس ہی دے دے بس اب کے آؤں گی تو واپس کر دوں گی۔"

اور بوا سے دس روپے لے کر اپنے گھر کی طرف چلی اور وہ نائی کی منڈی کے ایک مکان میں چلی گئی۔ رولوکا اس کے ساتھ تھا۔ اندر ایک جوان عورت اس کی منتظر تھی بولی۔ "اماں کچھ کام بنا۔"

"ہاں کچھ بن ہی گیا، تیرے لونڈے کی بیماری کا بہانہ کیا تب جا کے پسیجی دس روپے دیئے۔"

"بس ری اماں اس کے پاس تو اب بھی بڑا مال ہے۔"

بوا بولی۔ "اری کریمن اب لگتا تو نہیں سب اس کے لونڈے نے جوئے میں اڑا دیا ہے۔"

کریمن نے کہا۔ "ہائے اللہ کیا وہ بھی لگ گیا اس لت میں باپ کی طرح۔"

"ارے سب کے برے حال ہیں اپنے گھر میں ہی دیکھ لے، دلی گئی اور واپس آئی تو کتنا لائی تھی، پر کیا ہوا تیرے خصم نے کتنی جلدی سب اڑا دیا اس کو مفت میں مل گیا تھا آج چولہا ٹھنڈا پڑا ہے اور اس حرامی کا پتہ نہیں پتہ نہیں کس نالی میں پڑا ہوگا۔ بیوی بچے کی کوئی فکر ہی نہیں ہے۔"

رولوکا اس کی باتیں سن کر خوش ہوا۔ "تو یہی تھی جو حکیم صاحب سے ملی تھی اور پھر رولوکا واپس آ گیا اور دوسرے دن اس نے حکیم کامل کے روپ میں اس کے دروازے پر دستک دی۔ دروازے بوا نے ہی کھولا اور رولوکا کو دیکھ کر بولی۔ "کون ہے؟"

رولوکا نے کہا۔ "میں شہزادی مہر النساء سے ملنے آیا ہوں۔"

شہزادی کا نام سن کر بوا کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نظر آئے وہ سنبھل کر بولی۔

”میں کا جانو کون شہزادی؟ چل آگے بڑھ۔“

رولوکا بولا۔” زیادہ بننے کی کوشش مت کر، اے بوڑھی عورت میں حکیم کامل دلی سے آیا ہوں۔ تیرے دلی آنے پر میں دلی میں نہ تھا تو میں خود تیرے پاس آگیا ہوں۔“

”پر میں شہزادی نہ ہوں۔تو کیوں آیا ہے؟“

”مگر تو شہزادی بن کر دلی گئی تھی اور تو نے ایک پڑھائی ہوئی کہانی بیان کی تھی۔“

”میں دلی گئی نہیں کوئی اور ہوگی۔“ بڑھیا نے پھر انکار کیا۔

”دیکھو بڑی بی، میری تمہاری کوئی دشمنی نہیں ہے، تم نے میرا کوئی نقصان نہیں کیا ہے، اس لئے میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا اور اگر بات تم نے سچ سچ کی تو فائدہ ہی ہوگا، میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم کو یہ ڈرامہ کرنے کی ضرورت کیوں پڑی اور اگر تم نے خود یہ نہیں کیا تو پھر کس کے کہنے پر تم نے کیا اور تم کو اس کے کرنے سے کیا فائدہ ہوا؟ مجھے تم کو یہ سب سچ بتانا ہے اگر نہیں بتاؤ گی تو پھر اور طریقہ اختیار کروں گا یاد رکھنا اس میں تم کو صرف نقصان ہوگا فائدہ ذرا بھی نہ ہوگا۔“

بوا بولی۔” میں نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ کسی کو نہیں بتاؤں گی۔“

”وعدہ انسان کی جان سے زیادہ عزیز نہیں ہوتا۔“ رولوکا نے کہا۔

بوا سہم گئی اور بولی۔” ہائے اللہ میں تو دونوں طرف سے پھنس گئی۔“

”تم بتاؤ میں وعدہ کرتا ہوں تم کو کچھ نہیں ہوگا۔“

بوا بولی۔” میں نہیں جانتی وہ کون تھا؟ بڑی بڑھیا بگھی میں آیا تھا اس کا لباس بھی بڑا اچھا تھا چہرے پر جلال تھا اس نے مجھے بگھی میں بٹھایا اور رام باغ لے گیا اور گھاس کے اوپر بٹھا کر بولا۔

”تم کو شہزادی مہرالنسا یاد ہے تم نے تو اس کو خوب دیکھا ہے۔“

میں نے کہا۔”ہاں خوب یاد ہے وہ گھنٹوں اپنی کہانی سنایا کرتی تھی دلی میں اس کے سب عزیز اور بچے مار دیئے گئے تھے بہت دکھیاری عورت تھی وہ۔“

وہ بولا۔” تم کو دلی جانا ہے وہاں پر ایک مشہور حکیم ہیں۔ حکیم کامل ان کو یقین دلانا ہے کہ تم شہزادی مہرالنساء ہو اور عرصہ سے اذیت ناک زندگی گزار رہی ہو اس اذیت کا علاج کردو اور جو نمک مرچ اور کہانی میں شامل کرنا چاہو کرنا اور چلی آنا۔“

میں نے کہا۔”بس یہ کام ہے۔“ وہ بولا۔”ہاں صرف اتنا ہی کام ہے اس کام کے میں تم کو دو سو روپے اور جانے آنے کا کرایہ دیتا ہوں مگر ذرا زبان شہزادی والی بولنا تم نے تو شہزادی کو خوب سنا ہے۔“

”میں گھنٹوں شہزادی کے پاس رہا کرتی تھی اس کے بات کرنے کا انداز اور زبان، میں جانتی تھی میرے لئے یہ مشکل کام نہ تھا، میں ضرورت مند تھی، گھر میں اکثر چولہا ٹھنڈا رہتا تھا داماد شرابی تھا ہر اس چیز کو بیچ دیتا تھا جو بک سکتی تھی دو سو روپے میرے لئے بہت بڑی رقم تھی اور پھر ایسا مشکل کام بھی نہ تھا مگر میری سمجھ میں یہ بات اب تک نہیں آئی کہ وہ یہ کام کیوں کروا رہا تھا اور اس کے لئے اتنا روپیہ خرچ کر رہا تھا۔

میں دلی چلی گئی اور اچھی طریوں اپنا سبق یاد کر کے گئی اور اپنا کام کر کے آ گئی مگر ایک چوک ہوگئی وہ یہ کہ میں نے جس کو اپنا احوال سنا دیا وہ دوسرا حکیم تھا مگر اس غلطی پر بھی وہ بگھی والا میرے پاس دوبارہ نہیں آیا۔“

رولوکا بولا۔”وہ اس لئے نہیں آیا کہ اس کا اندازہ ہوگا کہ بات اصل آدمی تک پہنچ جائے گی۔تم یہ بتاؤ اس نے اپنا کوئی اتا پتہ اور نام بتایا تھا۔“

بوا نے کہا۔”نہیں اس نے کچھ نہیں بتایا تھا۔ پر تھا بڑا شاندار اور رعب دار مرد۔“

”تم نے اس میں کیا خاص بات دیکھی۔“ رولوکا نے

ویسے تو اس کی ہر بات میرے لئے خاص بات ہی
وسب سے انوکھی بات مجھے لگی وہ یہ تھی کہ وہ ایک
جوان تھا، نہایت طاقتور لگتا تھا، ہاتھ پیر کا بھی مضبوط
بھی گورا تھا ایسے مرد کا چہرہ صحت کے حساب سے
فید اور چمکدار ہونا چاہئے تھا مگر اس کا چہرہ صحت مند
کے باوجود مردہ چھپکلی جیسا پیلا تھا۔ اس کے بات
کے انداز میں بے حسی اور وحشیانہ پن تھا۔ وہ بات
تو لگتا تھا جیسے حکم دے رہا ہے۔ وہ ہر بات کے
منہ پر ہاتھ پھیرتا تھا۔ اس کے علاوہ تو میں نے اس
لوئی خاص بات محسوس نہیں کی۔"

رولوکا بولا۔"تم نے جو کہا اس میں کوئی بات اپنی
سے تو شامل نہیں کی ہے۔ اگر کی ہے تو اس کو ابھی
رلو اس لئے کہ پھر شاید تم کو اپنی غلطی ٹھیک کرنے کا
نہ ملے۔"

بوا بولی۔"نہیں میں نے سب کچھ وہی بتایا ہے
تھا۔"

رولوکا نے کہا۔"ٹھیک ہے تم نے میری مدد کی ہے
لئے یہ روپے رکھو میں پھر ضرورت پڑی تو آؤں گا۔"

رولوکا واپس سرائے میں آ گیا اور حکیم صاحب سے
یا اور بولا۔

"گاڑی ایک دفعہ پھر رک گئی ہے بوا نہیں جانتی کہ
ں سے آیا تھا اور کون تھا اور اس نے کیوں یہ ڈرامہ
تھا، آپ کا کیا خیال ہے؟"

حکیم وقار نے کہا۔"یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ تم
ھانے اور بھٹکانے کو یہ ڈرامہ ہوا ہے۔ اب غور طلب
صرف یہ ہے کہ تمہارا کوئی دشمن تم کو شہزادی مہر النساء
چکر میں ڈال کر کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس
میری نظر میں تمہارا ایک ہی دشمن ہے جو کہ زمین میں
یا تھا۔ ہوسکتا ہے وہ پاتال میں نہ گیا ہو اور زمین پر
ش ہو اور تم پر وار کرنے کے پروگرام بنا کر یہ ڈرامہ کر رہا
ئی نیا طریقہ اس نے ایجاد کیا ہو تم جانتے ہو دشمن کو مختلف
انداز سے کسی نہ کسی گورکھ دھندے میں الجھا کر پریشان کرنا
بھی ایک کاری وار ہوتا ہے وہ تم کو ابھی صرف پریشانی میں
ڈال رہا ہوا اصل پروگرام آگے آئے۔"

رولوکا نے کہا۔"بہت خوب حکیم صاحب آپ نے
بہت باریک بینی سے حالات کا جائزہ لیا ہے میں ان تمام
پہلوؤں پر پوری طرح غور کروں گا اس وقت آپ کا جائزہ
درست لگتا ہے۔ آگے کے حالات بتائیں گے کہ اونٹ کس
کروٹ بیٹھتا ہے۔"

حکیم صاحب نے کہا۔ انشاء اللہ اونٹ تمہاری مرضی
کے مطابق ہی بیٹھے گا۔"

رولوکا کو اندازہ تھا کہ دشمن دور نہیں اس لئے اس نے
آگرہ میں رکنا ہی درست سمجھا مگر ٹھکانہ بدل دیا اور اپنا
روپ بدل لیا۔ اب وہ ایک چمڑے کے بیوپاری کے روپ
میں تھا اس کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں تھیں اور بڑے
شوخ اور بھڑکیلے لباس تھے بڑا خوش باش اور خرچیلا آدمی تھا
بات بات پر مذاق اور دل لگی کرنے والا، زبان بھی ٹھیٹ
آگرے والی تھی۔ اس روپ میں وہ بہت جلد مشہور ہو گیا
کیونکہ آگرہ میں مفت خورے بہت ہیں ان کا کام ہی یہ
ہے کہ وہ کسی بڑے آدمی کے ساتھ لگ جائیں اور انکی ہاں
میں ہاں ملا کر اپنی روزی کمائیں۔

ایسے لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں مگر یہاں پر کچھ زیادہ ہی
ہیں۔

رولوکا کا نام کریم خان چمڑے والا ہے کان پور سے
ان کا مال آتا ہے اور آگرہ کے جوتے کے کارخانے دار
خریدتے ہیں یہ خوب ادھار دیتے ہیں جوتے بنانے والے
ان سے خوش ہیں۔

لوگ خان صاحب چمڑے والا کہتے ہیں اور مارکیٹ
میں بڑی عزت ہے۔ ان کے ساتھ بھی کئی مفت خورے
مصاحب لگے ہوئے ہیں بظاہر خان صاحب ان سے
لاپرواہ نظر آتے ہیں مگر کسی نہ کسی طرح ان کو بھی کسی نہ کسی
کام میں جوتے رکھتے ہیں کان پور اور آگرہ میں ان کی
دوڑ لگی رہتی ہے۔

جوتے کا کام زیادہ تر مسلمانوں کے پاس ہے ان کے کاریگر اور کارخانے دار زیادہ تر مسلمان ہیں۔ اس لئے زیادہ لین دین بھی مسلمانوں کے ساتھ ہے مسلمانوں میں بھی ہندوؤں والی بہت سی باتیں یہاں پر ہیں مثلاً بنئے کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ نہ خود اچھا کھاتا ہے نہ اپنے گھر والوں کو کھلاتا ہے نہ خود اچھا پہنتا ہے نہ بیوی بچے کو پہناتا ہے نہایت کنجوسی سے زندگی بسر کرتا ہے۔

مگر دو موقعوں پر اس کی کنجوسی ختم ہو جاتی ہے اور وہ دل کھول کر خرچ کرتا ہے۔

ایک موقع لڑکی لڑکے کی شادی کا ہوتا ہے وہ تجوری کا منہ کھول دیتا ہے اور ہر فرمائش پوری کرتا ہے دوسرا موقع ہولی دیوالی پر جوئے ہیں وہ اپنی تجوری کو بند نہیں کرتا۔ لکشمی دیوی کی خوشی کی خاطر اپنی تمام پونجی داؤ پر لگا دیتا ہے۔

جوا ایسا مرض ہے جو ہندو اور مسلمان دونوں میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔

خان صاحب چمڑے والے مسلمانوں کے رنگ ڈھنگ بھی جانتے تھے اور ان کو اس کام سے روکتے بھی تھے۔ مگر پھر بھی اکثر ایسا ہوتا تھا کہ کوئی کارخانے دار وقت پر ادائیگی نہیں کرتا تھا اور اس کی وجہ اس کی جوئے میں ہار ہوتی تھی خان صاحب اس کو پھر سمجھاتے تھے اور پھر وقت دے دیا کرتے تھے مگر اس کو مال برابر دیتے تھے تاکہ اس کے کاریگر بے کار نہ ہو جائیں اس کا کاروبار بند نہ ہو جائے یہ بات تھی جس کی وجہ سے سب لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔ ان کے سامنے سر جھکاتے اور ادب کرتے تھے۔

انتونی آگرہ کے قریب ایک قصبہ ہے یہاں پر ہندو مسلمان سب کی آبادی ہے۔

اور سینکڑوں سال سے یہ لوگ ساتھ ساتھ رہتے آئے ہیں ان میں کبھی جھگڑا نہیں ہوا ہندو مسلمانوں کا خیال کرتے ہیں اور مسلمان ہندوؤں کے جذبات کو سمجھتے ہیں مذہبی طور پر الگ الگ ہونے پر بھی سماجی طور پر اختلاف رائے ان میں نہیں ہے شاید اس کی وجہ ان کے بزرگوں کی تعلیم ہے۔ بڑے بوڑھے جو بات کہتے ہیں نوجوان اس کو مان لیتے ہیں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کہنے والا مسلمان ہے یا ہندو یہی حال تہواروں کا ہے سب مل جل کر مناتے ہیں عید ہو یا ہولی سب خوش ہوتے ہیں۔ لڑکی سب کی لڑکی ہوتی ہے اور داماد پورے انتونی کا داماد مانا جاتا ہے اور اس کا احترام کیا جاتا ہے اس کی دعوتیں کی جاتی ہیں یوں تو ہر گاؤں کا یہی دستور ہوتا ہے مگر انتونی والے تو اس معاملے میں بہت مشہور ہیں آگرہ سے یہ بات قریب ہے تو ان کی رشتہ داریاں آگرہ میں ہی زیادہ ہیں یہاں سے دریائے جمنا زیادہ دور نہیں ہے اس میں پانی کی فراوانی ہے اور خوب ہریالی ہے دریا کنارے ہندوؤں کا ایک مرگھٹ ہے اور وہیں پر انتونی اور قریب کے گاؤں دیہات کے مردے جلائے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کا ایک قبرستان بھی ہے اس قبرستان کی کوئی چار دیواری نہیں ہے کچی پکی قبریں ہیں قبرستان کے درمیان ایک بڑا کیکر کا درخت ہے اس درخت پر ایک ہرا جھنڈا لہراتا رہتا ہے درخت کے نیچے ایک اونچی اور پکی قبر موجود ہے اس پر ہرے رنگ کی چادر ہر وقت پڑی رہتی ہے۔ جمعرات کو انتونی اور اطراف کے گاؤں کے لوگ آتے ہیں قبر پر پھول چڑھاتے ہیں، فاتحہ پڑھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں ان میں عورتیں اور مرد سب ہوتے ہیں عورتیں البتہ قبر کے نزدیک نہیں آتیں اور وہ دور کھڑی ہو کر دعا کرتی ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی چراغی چڑھاتے اور منت مانگتے ہیں منت پوری ہونے پر چادر اور شیرینی چڑھاتے ہیں ایک مجاور بھی اس مزار کا ہے وہ قبرستان کے کنارے رہتا ہے۔ یہ بھی مزار کی طرح قدیم زمانے کا خاندان ہے جو پشت در پشت مجاوری کر رہا ہے۔

انتونی کی زیادہ تر زمین ایک زمیندار کے پاس ہے یہ زمین اس کے پاس پیڑی در پیڑی سے چلی آ رہی ہے کچھ زمین مسلمانوں کے پاس اور ہندوؤں کے پاس بھی ہے۔ اس زمیندار کا نام ہری چرن ہے اس سے پہلے اس کا باپ زمیندار تھا نہایت نیک آدمی سب کے کام آنے والا اس کے بعد ہری چرن زمیندار ہوا کیونکہ تین

بھائیوں میں یہ سب سے بڑا تھا۔ اس پر بھی باپ کے اثرات تھے اور اس کا چال چلن بھی ٹھیک تھا۔ مگر چند سال میں اس کے رویہ میں تبدیلی آنے لگی۔ ہندوؤں کے لئے تو زیادہ تبدیل نہ تھی مگر مسلمانوں کے لئے اس کے دل میں کدورت آ گئی اور جہاں موقع ملتا وہ مسلمانوں پر وار کرنے سے نہیں چوکتا۔

آہستہ آہستہ یہ بات انتونی کے مسلمانوں نے بھی محسوس کر لی تھی مگر یہ سیدھے اور معصوم لوگ تھے اور اس کے خلاف کیا کرتے برداشت کرتے رہے اور ہری چرن کی چیرہ دستیاں بڑھتی گئیں۔ ہری چرن کی زمین قبرستان سے ملی ہوئی تھی اور ایک زمانے سے اس کی حد بندی تھی نہ کھیت آگے بڑھتے تھے نہ قبرستان مگر ہری چرن نے قبرستان کی زمین پر دعویٰ کر دیا کہ یہ زمین میری ہے تم اب یہاں پر مردے دفن نہ کرنا۔ لو جی یہ پہلی چنگاری انتونی میں ڈالی گئی۔

انتونی کے مسلمانوں نے یہ سنا تو ان کے اندر جو لاوا ہری چرن کے خلاف پک رہا تھا وہ باہر آ گیا اور تمام مسلمان ایک آواز ہو گئے اور انہوں نے پنچایت طلب کر لی۔ سرپنچ ایک بہت بوڑھا آدمی سورداس تھا۔ دونوں فریق جب آمنے سامنے آ گئے تو مسلمانوں کا ایک بزرگ کمال خان کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنا موقف یوں بیان کیا۔

"انتونی کے رہنے والو میری عمر اس وقت ستر کے قریب ہے اس سے پہلے میرا باپ بھی اسی عمر میں مرا تھا اس کی قبر بھی اس قبرستان میں ہے اور میرے دادا کی قبر بھی باپ کی قبر کے پاس موجود ہے میرے علاوہ نہ جانے کتنوں کے پرکھوں کی قبریں وہاں پر موجود ہیں۔ اس جگہ کے ہر مسلمان خاندان کے لوگوں کی قبریں ہیں تو کسی کو پتہ ہے کہ یہ قبرستان کتنا پرانا ہے اور آج ہم سے کہا جا رہا ہے کہ یہ قبرستان ہمارا نہیں ہے اس میں ہم اپنے مردوں کو دفن نہ کریں۔ ہری چرن اور اس کے پرکھوں کے زمانے سے یہ قبرستان اسی جگہ ہے اور اتنا ہی بڑا ہے نہ کم ہوا ہے اور نہ بڑا ہوا ہے کسی نے اس زمین پر اپنا دعویٰ نہیں کیا۔ میرے ہندو اور مسلمان بھائیو تم خود انصاف کرو اور دل میں فیصلہ کرو کہ ہری چرن کا دعویٰ درست ہے۔"

پنچایت میں جتنے لوگ تھے ان میں ہندو اور مسلمان سب تھے سب نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ہری چرن کا دعویٰ غلط ہے، ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں تو سورداس کی طرف سے کسی نے سب کو خاموش کیا تو سورداس سرپنچ اپنی لرزتی آواز میں بولا۔ "ابھی کوئی فیصلہ نہ کریں ابھی ایک طرف کی بات سنی گئی ہے اب ہری چرن اپنا بیان دیں۔"

ہری چرن اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور بولا......

بھائیو! میری بات کو غور سے سنو اور پھر فیصلہ کرو۔

جانو کمہار آگرہ جانا چاہتا ہے اور سواری کے لئے جانو کمہار سے اس کی سائیکل مانگ کر لے جاتا ہے اور آنے کے بعد بھی وہ اس سائیکل کو واپس نہیں کرتا استعمال کرتا رہتا ہے جانو کو اس سائیکل کی ضرورت نہیں پڑی اور جانو سالوں سال اس کو استعمال کرتا رہا۔ پھر اچانک جانو کو ضرورت پڑ گئی اور اس نے اپنی سائیکل جانو سے مانگ لی آخر سائیکل تھی جانو کی ہی، میں پوچھتا ہوں اس کو مانگنے کا حق نہیں ہے یا ہے۔"

سب نے بلند آواز میں کہا۔ "وہ مانگ سکتا ہے۔"

ہری چرن پھر بولا۔ " تو میرے دوستو! یہی حال اس زمین کے ٹکڑے کا ہے میرے پرکھوں نے ہمدردی میں مسلمانوں کو دے دیا تھا اور وہ اب تک ان کے پاس ہی رہا کسی کو ضرورت نہ پڑی کسی نے واپس نہیں مانگا یہ ایک بھائی چارے اور آپس کی محبت کی بات تھی اور ان کو ضرورت بھی نہ تھی۔ اب رہی قانونی بات تو میں بتا دوں کہ اس زمین کے کاغذات میرے دادا کے باپ کے نام پر ہیں اور میرے پاس موجود ہیں ضرورت پڑنے پر میں کورٹ کچہری میں پیش کر دوں گا اب مجھے اس زمین کی ضرورت ہے تو مانگ رہا ہوں میری زمین ہے تم نے اب تک استعمال کر لی تو تمہاری تو نہیں ہو گئی۔ اس میں میں کیا

ظلم کر رہا ہوں اپنی چیز مانگ رہا ہوں رہی تمہارے پرکھوں کی قبریں تو تم لے جاؤ، میں روک تو نہیں رہا۔"

اور ہری چرن اپنی جگہ بیٹھ گیا۔

اس کے بیٹھنے کے بعد لوگ کھسر پھسر کرنے لگے مگر کوئی کچھ کہنے کو کھڑا نہ ہوا۔ سرپنچ سورداس زور سے بولا۔۔

"ہری چرن تم کو اپنی سچائی کا ثبوت پیش کرنا ہوگا۔"

ہری چرن بولا۔"کاکا قانونی بات تو کورٹ میں ہی ہوگی میں وہیں پر کاغذات پیش کروں گا۔" سورداس بولا۔ "تو پھر کورٹ میں اپنا دعویٰ دائر کردو مگر تم کورٹ کے آرڈر کے بغیر قبرستان میں مردے دفن کرنے سے نہیں روکو گے۔ تم کو پتہ ہے وہاں پر کسی نیک بندے کا مزار بھی ہے اس مزار پر انتونی کا ہر آدمی اور عورت عقیدت سے جاتا ہے سب کے جذبات کا خیال کرنا ہوگا۔"

"میں مانتا ہوں، کاکا میں زمین لینے پر بھی مزار کی جگہ اور کیکر کا درخت نہیں کاٹوں گا۔ البتہ مجاور کا مکان بے ڈھب جگہ پر ہے اس پر تو ہل چلانا پڑے گا۔" ہری چرن نے فیصلہ سنا دیا۔

زندوں میں مجاور ہی ایک ایسا تھا جس کا مکان جانے والا تھا اور وہ بہت غریب بھی تھا اس کا گزارہ قبرستان سے ہی تھا کوئی دو چار آنے دے گیا کسی نے روٹی بھیج دی کسی کے گھر سے تھوڑا بہت دودھ آ گیا اناج آ گیا کچھ جمعرات کے چڑھاوے اور فاتحہ درود سے مل گیا۔ قبرستان نہ رہا تو انتونی میں اس کا گزارہ کیونکر ہوگا اور وہ دوڑا آگرہ کی طرف وہاں پر اس کی سسرال تھی اور اس کے سسر چمڑے کے بڑے بیوپاری کریم خان چمڑے والے کے گودام میں کام کرتے تھے جس وقت مجاور اکبر خان اپنے سسر کے پاس پہنچا اتفاق سے خان صاحب گودام میں موجود تھے اکبر خان کی گھبراہٹ دیکھ کر انہوں نے پوچھا کیا پریشانی ہے میاں؟"

اکبر خان بولا۔"میں انتونی سے آیا ہوں میرے سسر آپ کے پاس کام کرتے ہیں ان سے ملنا ہے۔"

خان صاحب نے کہا۔"میاں ضرور ملنا پر ان کا نام کیا ہے؟"

مجاور اکبر خان بولا۔"ان کا نام ریاست اللہ ہے۔"

خان صاحب نے ایک آدمی کو کہا۔"ریاست اللہ کو بلاؤ۔" چند منٹ میں ہی ریاست اللہ ان کے سامنے تھا۔ تم پریشان لگ رہے ہو؟"

اکبر خان بولا۔"ہاں ابا پریشان تو بہت ہوں روزی اور مکان سب کچھ زمیندار چھین رہا ہے۔"

ریاست اللہ نے کہا۔"ارے مگر کیوں تم نے کوئی غلطی کردی ہے۔"

"نہیں۔" اور اس نے پوری کہانی بیان کردی رولو کا خان صاحب نے بھی یہ کہانی سن لی اور پھر بولا۔"کیا وہ زمین اس کی ہی ہے جو وہ واپس مانگ رہا ہے۔"

اکبر نے کہا۔"پتہ نہیں جناب ہم تو پرکھوں سے وہیں پر آباد ہیں وہ قبرستان بھی نہ جانے کب سے ہے اور مزار بھی بہت پرانا ہے قبریں بھی پرانی پرانی ہیں لوگ بتاتے ہیں کہ ان کے دادا پردادا سب وہیں پر دفن ہیں اب زمیندار کہتا ہے کہ اپنی قبروں کو لے جاؤ، میں صرف مزار کی جگہ اور درخت چھوڑ دوں گا کیونکہ زمین میری ہے میرے پرکھوں نے دی تھی اب میں واپس مانگ رہا ہوں اس کا ثبوت بھی میرے پاس ہے۔"

رولو کا نے کہا۔"تم گھر جاؤ اپنے گھر سکون سے رہو تمہارا گھر اور قبرستان جیسا ہے ویسا ہی رہے گا اور اگر گزارہ وہاں پر نہیں ہوتا تو تم ریاست اللہ کے پاس آ جاؤ کام تم کو مل جائے گا۔"

اکبر خان نے حیرت سے خان صاحب کو دیکھا اور کہا۔"مگر خان صاحب وہ زمیندار مسلمانوں سے بہت تعصب رکھتا ہے، وہ ہرگز نہیں مانے گا، مجھے یہاں پر آنا پڑے گا۔"

خان صاحب نے مسکرا کر کہا۔"تم فکر نہ کرو اور سکون سے جاؤ کچھ ہونے والا نہیں ہے۔"

اور اکبر خان واپس انتونی چلا آیا۔ رولو کا گودام سے دکان پر آ گیا۔

زمیندار ہری چرن گھر میں تھا اس کی بیوی تلسی نے کہا۔ ”یہ تم نے قبرستان کی زمین لینے کی کیا سوچی ہے میرے خیال میں تو یہ غلط ہے وہ زمین نہ جانے کب سے مسلمانوں کے پاس ہے اب تم نے کہہ دیا کہ اپنی قبریں لے جاؤ یہ بھی کوئی عقل میں آنے والی بات ہے۔“

”تیری عقل میں آنے والی بات نہیں ہے تو چپ رہ۔“ ہری چرن بولا۔

”پر کچھ بتاؤ تو۔“ تلسی نے کہا۔

ہری چرن بولا۔ ”گوپال پور کے گاؤں میں صرف تین گھر مسلمانوں کے تھے ان کو کرشن کمار زمیندار نے گاؤں سے باہر کر دیا کہ تم نے گاؤں کو ملیچھ کر دیا اب تم جاؤ۔ جاتے کہاں تو ان کو گاؤں کے باہر جگہ دے کر گاؤں میں نہ آنا۔ یہی کوئی پورے میں ہوا۔ اب میرے لئے بھی حکم ہے کہ میں بھی آہستہ آہستہ انتونی کو مسلمانوں سے خالی کراؤں یہاں پر تو برابر کی آبادی ہے ان کا قبرستان ہے اور مسجد بھی ہے میرے لئے یہ کام آسان نہیں ہے تو میں نے اس کی ابتداء قبرستان سے کی ہے۔ اس کے بعد دوسرا قدم مسجد کی طرف ہوگی۔“

تلسی نے کہا۔ ”اس قسم کے احکام کون دے رہا ہے ایک زمانے سے ہندو مسلمان شانتی سے ایک جگہ رہتے آئے ہیں ان کو کیوں چھیڑا جا رہا ہے۔“

”تم نہیں جانتی ہو! یہ مسلمان یہاں کے نہیں ہیں یہ بدیسی ہیں انہوں نے ہندوستان پر اپنا راج قائم کیا تھا اور پھر یہاں پر بس گئے یہ ان کا دیش نہیں ہے ان کو اسی طرح یہاں سے بھگانا ہے۔“ ہری چرن نے کہا۔

”تمہارے دل میں یہ خیال کیسے آ گیا تمہارے پرکھوں کے دل میں تو نہیں آیا تھا۔“ تلسی نے پوچھا۔

”آگرہ کے ہنون مان مندر میں ایک بہت بڑے رشی منی آئے ہیں وہ روز اپدیش دیتے ہیں ان کا حکم ہے کہ مسلمانوں کو اس دیش سے باہر کرنا ہے اور اس کا طریقہ کار یہی بتایا ہے کہ کام آہستہ آہستہ ہوگا مگر پچاس سو سال میں مسلمانوں سے پوتر ہو جائے گا وہ کہتے ہیں جب تک یہ لوگ رہیں گے ہندو ان کے مقابلے میں دبا رہے گا اس لئے کہ یہ ہم پر حاوی رہے ہیں اب ہم کو ان پر حاوی آنا ہے اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک کر کے ان کو دبایا جائے۔“ ہری چرن نے بتایا۔

”میرے خیال میں تو وہ رشی منی نہیں ہیں اس لئے کہ مسلمانوں کی جڑیں اس دیش میں بہت گہری ہیں اگر وہ رشی منی ہیں اور بھگوان کے نزدیک ہیں تو مسلمانوں کے بھی اچھے بندے یہاں پر ہیں ان کے بھی ہاتھ پیر ہیں ان کے سر پر کسی کا سایہ ہے یہ کام آسان نہیں جو تم کرنے جا رہے ہو۔“ تلسی نے کہا۔

”یہ کام چند روز میں نہیں ہونے کا اس پر متواتر کوشش کی جائے میں جتنا کر سکوں کروں اور جہاں پر میں چھوڑ دوں وہیں سے میری اولاد پھر اس کام کو آگے بڑھائے تو ہو سکتا ہے ایسے کاموں میں صدیاں لگ جاتی ہیں گرو جو کہ بہت پہنچے رشی منی ہیں انہوں نے اس کام کے کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے پر وہ کہتے ہیں کہ یہ کام وہ اکیلے نہیں کر سکتے۔ ہر ہندو جاتی کو اپنا اپنا کام کرنا ہوگا اور بہت دن متواتر کرنا ہوگا جب جا کے ہندوستان کو پوری طرح ہندو دیش بنانے میں کامیاب ہو پائیں گے۔“

تلسی نے کہا۔ ”تم برا مت ماننا مجھے تو یہ دیوانے کا خواب لگتا ہے ارے مسلمان چلے گئے تو عیسائی ہیں، بدھشٹ ہیں، یہودی ہیں، پارسی ہیں اور نہ جانے کتنے دھرم ہندوستان میں ہزاروں سال سے ہیں ہندو اسٹیٹ تو بن سکتی ہے مگر ان سب دھرموں کے لوگوں کو نکال باہر کرنا بہت کٹھن کام ہے بلکہ میں تو کہوں گی ناممکن ہے آپ کے رشی منی ہندوؤں کو جذبات میں لا کر ان سے یہ کام کروا رہے ہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کی کوئی ذاتی لڑائی مسلمانوں سے ہو، اور وہ اس کا انتقام لے رہے ہوں اور سب ہندوؤں کو اس میں ملوث کر کے اپنا الو سیدھا کر رہے ہوں بات کڑوی ضرور ہے تم جذبات کی بجائے عقل کی کسوٹی پر میری بات کو پرکھوں اور پھر

فیصلہ کرو، میرا فرض تم کو سمجھانا تھا کیونکہ تم میرے پتی ہو اور تمہارا غلط قدم بہت لوگوں کو کشٹ میں ڈالے گا۔"
تلسی نے اپنی بات پوری کی۔
ہری چرن نے نہایت دھیان سے بیوی کی بات سنی اور پھر کہا۔
"میں جانتا ہوں تلسی تم ایک پڑھی لکھی عورت ہو تمہارے ذہن کی پرواز مجھ سے زیادہ ہے تم وہ بات بھی سمجھ لیتی ہو جو میں دیر میں سمجھتا ہوں۔ مگر یہاں پر معاملہ دھرم اور ہندو جاتی کی بھلائی کا ہے میں دھرم سے منہ نہیں موڑ سکتا کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا کیونکہ مجھے گرورشی منی کو منہ دکھانا ہے انہوں نے رپورٹ بھی مانگی ہے کہ میں نے کیا کیا ہے۔
"یہ آگرہ ہنومان مندر میں رشی منی آئے کہاں سے ہیں اور کب آئے ہیں؟"
"وہ کہتے ہیں کہ وہ پاتال سے آئے ہیں اور بھگوان کا خاص پیغام لے کر آئے ہیں۔ کام کرنے کے بعد پھر پاتال میں چلے جائیں گے اس کام میں اگر دو برس بھی لگ جائیں تو بھی وہ یہ کام کریں گے۔" ہری چرن نے بتایا۔
"تم مانو نہ مانو میرا دل اس بات کو نہیں مانتا انسان تو اتنے دن کب زندہ رہتا ہے یہ کچھ اور ہی چکر ہے وہ تم کو اور عام ہندوؤں کو جذبات میں لا کر کچھ اپنا کام کر رہے ہیں۔" تلسی نے کہا۔
"میں تمہاری بات پر ضرور غور کروں گا کیونکہ تم نے مجھے ہمیشہ اچھی رائے دی ہے۔"
"قبرستان والا معاملہ بھی ابھی نہ اٹھاؤ تو بہتر ہے۔" تلسی نے کہا۔
ہری چرن بولا۔ "وہ تیر تو کمان سے نکل چکا ہے میں نے گرو کو بھی بتا دیا ہے کہ میں نے کیا کیا ہے اس تیر کو واپس میں نہیں لا سکتا۔"
"ٹھیک ہے جو دل کرتا ہے تو کرو میں نے مشورہ دینا تھا یہ میرا کرتبے بھی تھا سو میں نے کر دیا۔ اب اچھے برے کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔" تلسی نے بات ختم کر دی۔

میاں بیوی کی یہ ساری گفتگو رولوکا کے نمائندے نے سنی اور پھر رولوکا کے سامنے بیان کر دی اور واپس انتونی آ گیا۔
رولوکا کا آگرہ میں رکنا کارآمد ہوا اور وہ ہنومان مندر کی طرف روانہ ہوا۔ رات کا وقت تھا اور مندر پر گہرا سناٹا تھا۔ رولوکا اس طرف چلا گیا جہاں مندر کے پجاری رہا کرتے تھے۔ ہنومان مندر کے پجاری بال برہم چاری ہوتے ہیں وہ کسی عورت کے نزدیک نہیں جاتے ان کے لئے یہی حکم ہے۔
وہ ایک کوٹھری کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اندر باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھیں۔ پہلی آواز کسی عورت کی تھی وہ کہہ رہی تھی۔ "مہاراج میں آ گئی ہوں تم کو منع کیسے کرتی تمہارے شراپ سے ڈر لگتا ہے پر روز روز نہ آ سکوں گی میرا پتی ہے اس کو روز روز بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا۔"
"اور اگر وہ خود تجھے میرے دوارے پر چھوڑ کر جائے تو کیسا رہے گا۔" مردانی آواز آئی۔
"پر میں ایسا نہیں چاہوں گی، میں پتی ورتا ہندو ناری ہوں تم یہ تو خیال کرو۔" زنانی آواز آئی۔
ہانڈی ایک بار چولہے پر چڑھے یا سو بار پرانی ہی کہلاتی ہے تمہارا حرج ہی کیا ہے اور رہا پتی تو اس کی فکر نہ کرو وہ تم سے نہیں پوچھے گا کہ رات کہاں گزاری ہے۔"
مردانہ آواز آئی۔
"تمہارے لئے کنیاؤں کی کیا کمی ہے مہاراج۔"
زنانی آواز آئی۔
"یہ تو تم نے ٹھیک کہا ہے پر میرا من تجھ پر آ گیا ہے اس کا کیا کروں۔" مردانہ آواز آئی۔
اب رولوکا کو باہر کھڑا رہنا مشکل ہو گیا اور وہ اندر دروازہ کھول کر چلا گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا اس کے باہر سے کھلنے کا کوئی امکان نہ تھا مگر دروازہ کھل گیا اور پجاری جس کے بدن پر صرف ایک دھوتی تھی حیرت سے رولوکا کو دیکھنے لگا۔ عورت کا بدن پر کشش تھا اور چہرے پر جوانی کی بہاریں تھیں۔ رولوکا کا چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد آور

خطرناک تیوروں کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"ہنومان کے پجاری تو جس کی پوجا کرتا ہے اس کے نام کا کھاتا ہے تیرے بدن پر گوشت ہی گوشت ہے پر تیری حالت یہ ہے کہ ایک پتی ورتا استری کو دھونس میں ڈرا دھمکا کر اپنا اُلو سیدھا کر رہا ہے ارے کم از کم ہنومان کا تو خیال کر لیا ہوتا۔"

اتنی دیر میں پجاری کچھ سنبھل گیا تھا بولا۔ "تو کون ہے کباب میں ہڈی؟"

"میں ایسی ہڈی ہوں کہ تیرے گلے میں پھنس گئی تو زندگی اجیرن کر دے گی۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"ارے جا ہم بھی خالی ہاتھ نہیں بیٹھے ہیں جا اپنا کام کر رنگ میں بھنگ کرنے آ گیا۔" پجاری بولا۔

اور اس کے ساتھ ہی اس نے دروازے کو دیکھا جس کے درمیان ایک نہایت خوفناک شکل کا کالا بندر دو پیروں پر کھڑا تھا اور اس کا قد کسی طرح انسانی قد سے کم نہ تھا۔ مگر اس نے رولوکا پر حملہ نہیں کیا رولوکا پجاری کے سامنے سے ہٹ گیا اور بندر سیدھا پجاری کی طرف ہی آیا۔ اب پجاری کی گھبراہٹ دیکھنے والی تھی وہ اسپرنگ لگے گڈے کی مانند اچھل کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ "ارے کیا کرتے ہو مہاراج، میں نے تو اس پاکھنڈی کے لئے بلایا تھا۔"

مگر بندر ایک قدم آگے بڑھ گیا اور چاہتا تھا کہ اس پجاری کو گردن سے پکڑ لے کہ رولوکا کی آواز آئی۔ "بس اور آگے نہیں اب تو جا۔"

بندر پلٹ کر دروازے کی طرف گیا اور باہر نکل گیا۔

پجاری اس تعجب خیز پوزیشن کو ابھی تک نہیں سمجھ پایا تھا کہ اس کا بیر اس اجنبی کا کہا کیوں مان رہا اس کو کیا پتہ کہ اس کے بیر کو تو دروازے کے باہر ہی قابو کر لیا گیا تھا اور اس کی جگہ اس کی شکل میں رولوکا کا رندہ تھا رولوکا نے کہا۔ "تو نے دیکھ لیا تیرا ہنومان بھی تجھ سے ناراض ہے اور یہ اس لئے ہے کہ تو نے اس کے قانون کو بھی توڑا ہے تو عورتوں کا دیوانہ ہے اور خود کو برہم پجاری کہلواتا ہے اور ہنومان سے غداری کرتا ہے تو وہ کب تجھ سے خوش ہو گا۔"

پجاری نے گردن ڈال دی اور بولا۔ "میں پاپی ہوں ہنومان بھگوان مجھ پر دیا کرو میری شکتی مجھے واپس کر دو۔ میں پاپی ہوں ایسی غلطی نہیں کروں گا۔"

رولوکا نے کہا۔ تیری شکتی تو تجھ سے روٹھ گئی اب خود سے واپس آنے والی نہیں ہے۔ اس کے لئے تو تجھے پھر کٹھن جاپ کرنا پڑے گا پھر سے محنت کرنا ہو گی۔ ہاں جان بخشی ہو سکتی ہے اگر تو میرے سوالات کے جواب ٹھیک ٹھیک دے دے۔"

پجاری بولا۔ "میری تو سمجھ میں اب تک تو یہ ہی نہیں آیا میں کیا جواب دوں گا۔"

"میرے بارے میں تو فکر نہ کر کہ میں کون ہوں؟ تو اپنی زندگی کی فکر کر اگر زیادہ ہوشیاری کرے گا تو تیرا بیر پھر آ جائے گا تو نے دیکھ لیا کہ میرا کہنا مانتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"میں جو جانتا ہوں سب سچ بتاؤں گا۔" پجاری بولا۔

"اور جھوٹ بولے گا تو سزاوار ہو گا۔ بتا اس مندر میں کوئی رشی منی آیا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

پجاری بولا۔ "آیا ہے اور رہتا بھی ہے پر کس طرح رہتا ہے اس کا اندازہ مجھے اب تک نہیں ہوا۔ نہ وہ کھاتا نہ پیتا ہے رات میں اس کی کوٹھری خالی نظر آتی ہے اور سویرے وہ ہوتا ہے کہاں جاتا ہے اور کیا کرتا ہے؟ کسی کو پتہ نہیں ہے اس کے پاس وہ آتے ہیں جن کو وہ بلاتا ہے اس کے علاوہ وہ کسی سے نہیں ملتا۔ میری ملاقات صرف ایک دفعہ جب وہ آیا تھا ہوئی تھی اس وقت اس نے کہا تھا میرے بارے میں کرید نہ کرنا اور کرے گا تو مشکل میں پھنس جائے گا تو اپنا کام کر میرے کام الگ ہیں مجھے وہ کرنے دے۔ بار بار میں نہیں کہتا ایک بار کے کہے کو سمجھ لینا تو میں نے اس کے ایک بار کہے کو سمجھ لیا ہے میں نے اس کی کرید نہیں کی۔ وہ کونے والی کوٹھری میں رہتا ہے اس کے دروازے سے سب دور رہتے ہیں صرف وہ جاتے ہیں جن کی اس کو ضرورت ہوتی ہے اس کے پاس راجستھان اور بہت دور دور کے لوگ آتے ہیں وہ ہندو ہوتے ہیں اور غلام کی طرح

آتے ہیں اوراس کا اپدیش سن کر چلے جاتے ہیں میں نے یہ اندازہ دودرہ کرلگایا ہے۔"

"آنے والوں میں کس قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔" رولوکا نے پوچھا۔

"زیادہ تر زمیندار دیہاتی ہوتے ہیں۔ان کے علاوہ بڑے بڑے سرمایہ دار گاڑیوں میں آتے ہیں اوراپدیش سن کرجاتے ہیں۔"

"تم نے اس کا اپدیش جو کہ ان سے کرتا ہے سنی ہیں۔"

"میں نے نہیں سنی ہیں میرا خدمت گار ہے اس نے سنی ہیں۔" پجاری بولا۔

"اس نے کیا سنا ہے بتاؤ تو۔" رولوکا بولا۔

خدمت گار وہ باتیں سن کر کانوں کو ہاتھ لگاتا تھا۔ اس نے کہا کہ گرو کے سامنے سب لوگ اس طرح بیٹھے تھے جس طرح سب اس کے غلام ہوں ان میں سرمایہ دار اورزمیندار سب تھے۔گروان کے سامنے گردن تان کراورآسن مار کر بیٹھا تھا اس کی آواز بھاری تھی اور پورے کمرے میں گونج رہی تھی وہ کہہ رہا تھا تم کووہ کرنا ہے جو میں کہتا ہوں تم سب چوہے بنے ہوئے ہو تمہارے سر پر ہزار سال سے بلی بیٹھی ہے تم سب مل کر بھی اس کو قابو نہ کرسکے ہو دوردیش سے آنے والے ملیچھوں نے اس پوتر دیش کو قابو کرلیا ہے تم کو کمزور کردیا تم ذہنی طور پر غلام ہو ان سے ڈرتے ہو ارے اب تو ان کا راج نہیں ہے ڈٹ جاؤ ان ملیچھوں کے سامنے اوراپنی بستی، اپنے گاؤں ان سے خالی کرالو یہ کام میں جانتا ہوں سمے مانگتا ہے پرتم شروع تو کروشروع کردو گے تو کسی نہ کسی دن تم اس کام کو ختم بھی کرپاؤ گے،تم نہ ختم کرپائے تو تمہاری اولاد ختم کرے گی۔

مجھے دیکھو کہ میں اکبر بادشاہ کے زمانے سے اس کام میں لگا ہوں میں نے کتنے دکھ اٹھائے ہیں کتنی بار مجھے پاتال میں اترنا پڑا ہے یہ جو میرا شریر تم دیکھتے ہو یہ میرا کب ہے میرا شریر تو نہ جانے کب کا گل سڑ گیا ہے یاد رکھو میں صرف آتما ہوں اورآتما ہر جگہ آزادی سے حرکت کرتی ہے تم میں سے اگر کسی نے میری بات نہیں مانی تو نہ صرف اس کی زندگی اس کے پریوار کی زندگی مشکل ہوگی اور موت بھی اتنی آسان نہ ہوگی میں کسی ملیچھ کو اس ہندوستان کی زمین پر نہیں دیکھ سکتا۔کیونکہ ان کے بعد بھی میرا پروگرام آگے کا ہے اوروہ صدیوں کا ہے اس لئے تم کو بتانا بے کار ہے۔تم اس زمانے کے میرے ہاتھ پیر ہو تم کو یہ کرنا ہے نہیں کروگے تو آنے والی اذیت ناک زندگی کے تم خود ذمہ دار ہوں گے یہ باتیں آج کہیں ہیں کل سے میں سب کی رپورٹ لوں گا کہ کس نے کیا قدم اٹھایا ایک قدم اٹھاؤ پھر آگے تو چلو۔"

خدمت گار کہتا تھا۔"وہ یہ سب کہہ رہا تھا اس کا چہرہ چھپکلی کے پیٹ کی طرح پیلا تھا۔اس کے جسم میں کوئی حرکت نہ تھی کبھی ہونٹ حرکت کرتے نظر آتے تھے اور کبھی ان میں بھی جنبش نہ تھی مگر آواز متواتر آرہی تھی یہ میں نے ہی نہیں دیکھا سب نے دیکھا تھا۔

سب کے چہرے اترے ہوئے تھے اوروہ کچھ بھی کہنے کی ہمت نہیں پاتے تھے میری حالت خودایسی تھی جیسی کہ سانپ کے منہ میں چوہے کی ہوتی ہے میری کیا سب ہی اس حالت میں تھے ان کے من میں جو تھا اس کو وہ نہیں کہہ پارہے تھے۔یہ کیسا ڈر تھا میں نے اتنا زندگی میں نہیں محسوس کیا تھا۔

خدمت گار مجھے بتاتے وقت بھی تھرتھر کانپ رہا تھا۔ کوٹھری میں نہ جانے کیا طلسم تھا میں نے بھی کچھ تو ہنومان کی خدمت کی ہے مگر میرا سر چکرا رہا تھا۔یہ کیا نئی آفت آگئی ہے پر میرے بس کی یہ بات نہ تھی اس لئے میں خاموش ہی رہا اور خدمت گار کو بھی کہہ دیا کہ اپنی زبان پرتالا ڈال لے۔"

رولوکا بولا۔"تیری بھلائی اس میں ہے کہ تو اب بھی اپنی زبان کو بند رکھے ورنہ یاد رکھ کہ تیرے ایک طرف گہرا کنواں ہے اوردوسری طرف کھائی ہے میرے بارے میں بھی زبان کو بند رکھنا اور گرو کے بارے میں بھی خاموشی

اختیار کرلے۔"
پجاری بولا۔ "میں تو دو طرف سے پھنس گیا۔"
رولوکا نے کہا۔ "تیری زندگی تیری خاموشی میں ہے۔" اور رولوکا واپس اپنے ٹھکانے پر آ گیا مگر ایک خاص کارندہ وہاں پر چھوڑ آیا۔
"حکیم صاحب اب یہ بات تو طے ہے کہ یہ وہی شیطان ہے جو دنیا کو برباد کرنے کا مشن رکھتا ہے اب کے اس نے ہندو مسلم فساد کرانے کا پروگرام بنایا ہے اس کے بعد وہ دوسرے پروگرام بھی رکھتا ہے۔"
حکیم صاحب نے جواب دیا۔ "بات بہت خطرناک ہے پہلے یہ دیہاتیوں اور چھوٹی جگہوں پر تعصب پھیلائے گا اور پھر یہ ہوا شہروں میں بھی آ جائے گی یہ بہت خطرناک کھیل ہے اس میں ہزاروں آدمی مر جائیں گے۔"
رولوکا نے کہا۔ "اب کی بار میں نہیں چاہوں گا کہ وہ بھاگ سکے اس لئے میں اس کے قریب ہونے پر بھی اس سے دور رہا ہوں۔ وہ اتنے بڑے کام کے پروگرام بناتا ہے تو اس میں شکتی بھی زیادہ ہی ہوگی اور وہ اسی شکتی کے زور پر ہر بار بچ کر پاتال میں روپوش ہو جاتا ہے۔ مگر اب کے یہ جلدی باہر آیا ہے اس کا مطلب ہے کہ یہ پاتال میں گیا ہی نہیں تھا۔
یا شاید دور رہ کر میرے بارے میں اندازے کر رہا تھا اور اب شاید یہ پورے بھروسے اور اعتماد کے ساتھ باہر آیا ہے اور اس نے ہندو دھرم کے سیوک اور مسلمانوں کے دشمن کے روپ میں خود کو روشناس کرایا ہے، یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ ہندو کوئی، مسلمان کا دوست نہیں ہوتا اس کے اندر مسلمان کے لئے ایک کانٹا ضرور ہوتا ہے حالانکہ ایک ماحول اور ایک سی سماجی زندگی گزارتے گزارتے ان میں بہت سی باتیں ایک جیسی ضرور ہو گئی ہیں ایک دوسرے کے لئے ہمدردی اور بھائی چارہ بھی ہے مگر اس کے باوجود کوئی بھی شیطان اس کانٹے پر دھار رکھ دیتا ہے تو یہ بھائی چارہ اور دوستیاں دشمنی میں بدل جاتی ہیں اس قسم کے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں۔"

حکیم صاحب بولے۔ "تم نے درست کہا یہ سلسلہ تو موریا خاندان سے چلا آ رہا ہے اس وقت بھی ہندو نے مسلمان کو قبول نہ کیا تھا اور آج بھی زیادہ تبدیلی اس میں نہیں آئی ہے۔ آریاؤں نے ہندوستان کی اصل آبادی پر ظلم کئے تھے اور خود مالک بن گئے تھے۔
انہوں نے ہی ذات پات کا گھورکھ دھندہ پھیلایا تھا اصل ہندوستانی کو انہوں نے شودر بنا دیا تھا اور خود کو اونچے مقام پر رکھ لیا تھا اور برہمن قرار دے دیا تھا اور کہا تھا اب تم کرو ہماری خدمت تو آج تک یہ خدمت کرتے آ رہے ہیں ان کے بارے میں کبھی کسی نے آواز نہیں اٹھائی۔ مسلمان جس نے انہیں کے ساتھ انصاف کیا ان کو عزت دی ان کے دھرم کو نہیں چھیڑا ان کے مندروں کی حفاظت کی ان کے جان و مال کی حفاظت کی عزت کا مقام دیا یہ کم عقل ان کے آج تک دشمن ہیں۔"
رولوکا نے کہا۔ "آپ نے درست کہا اور مجھے لگتا ہے یہ سلسلہ آگے بھی چلے گا۔"
حکیم صاحب بولے۔ "اس کے باوجود اب مسلمانوں کو ہندوستان سے ختم کرنا یا بھگانا ناممکن ہے۔ آپ نے سنا ہوگا جن کو دبایا جاتا ہے وہی ابھرتے ہیں شودروں کی حالت ایک زمانے سے خراب ہے ہر ذات کے ہندو کی یہ خدمت کرتے ہیں اور ان کی ہی جوتیاں چٹخاتے ہیں مگر ایک زمانہ ایسا ضرور آئے گا کہ یہی برہمن ان کو عزت دے گا ان کے سامنے جھکے گا۔ یہ قانون قدرت ہے آج یہ زوال پذیر ہیں مگر ہمیشہ ایسا نہیں ہوگا ان کا وقت آئے گا اور رہے مسلمان تو ان سے یہ آج تک خوف زدہ ہیں ان سے مقابلہ کرنے کی ہندو میں جرأت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے ہاں یہ دھوکے فریب اور مکاری سے کام لے کر مسلمانوں کو تنگ کرتے ہیں۔"
حکیم وقار نے پوچھا۔ "اب تمہارا کیا پروگرام ہے۔؟"
"میں کچھ ایسے کام کر رہا ہوں کہ فرار کے راستے بند ہو جائیں۔" رولوکا نے کہا۔

"یہ کام تم خفیہ رہ کر کرنا۔" حکیم صاحب بولے۔

"اسی لئے میں اس سے دور ہوں پر خبر رکھتا ہوں اور چونکہ اس کا یہ پروگرام لمبا ہے دقت طلب ہے اس کا قیام بھی لمبا ہوگا۔ مجھے بھی کام کرنے کا وقت ملا ہوا ہے۔ آگرہ میں میرے بہت پرانے پرانے دوست ہیں۔ عیدگاہ میں پوری آبادی ہے فتح پور سیکری میں بھی اچھے دوست ہیں معاملہ چونکہ کچھ اس قسم کا ہے کہ یہ مکمل شیطان ہے اور اس کے پاس وہ سب وسائل ہیں جو ابلیس کے پاس ہیں اور بے جسم کی روح ہے اس کے قابو کرنے کو مجھے بھی ایسا انتظام کرنا ہے کہ اس کے فرار کو ایک انچ خلا نہ ملے۔" رولوکا نے جواب دیا۔

انتونی کے مسلمان سخت پریشان تھے۔ ایک بوڑھے مسلمان کی میت دفن کرنا تھی اور ان کے لئے قبرستان بند کر دیا گیا تھا زمیندار ہری چرن کا حکم تھا کہ "لاش جلا دو یا دریا میں ڈال دو مگر قبرستان میں دفن نہیں ہوگی۔"

رولوکا کے کارندے نے یہ خبر رولوکا کو دی اور رولوکا ایک فقیر کے روپ میں انتونی پہنچ گیا اور میت والے گھر چلا گیا اور کہا۔

"میت پڑی ہے اور تم نے اس کا کفن دفن کا کچھ نہیں کیا کیا بات ہے؟"

ایک ادھیڑ عمر کے آدمی نے بتایا کہ "قبرستان زمیندار نے بند کر دیا ہے، کہاں دفن کریں، کون زمین دے گا؟ زمیندار کہتا ہے مردے کو جلا دو۔"

رولوکا بولا۔ "مسلمان کو جلا دو کیا وہ پاگل ہے۔"

آدمی بولا۔ "پاگل نہیں ہے مسلمانوں سے خار کھاتا ہے وہ چاہتا ہے سب مسلمان انتونی سے چلے جائیں اب بتاؤ بابا باپ دادا یہاں پر دفن ہیں ہمارے گھر بار ہیں، زمین ہے بھلا کیسے چلے جائیں اور جائیں تو کہاں جائیں، سنا ہے دوسرے گاؤں کے زمیندار بھی ہری چرن کی طرح مسلمانوں کو نکال رہے ہیں۔"

رولوکا نے کہا۔ "تم میت کو غسل دلواؤ اور تیاری کرو اسی قبرستان میں میت دفن ہوگی۔"

آدمی بولا۔ "قبرستان میں زمیندار کے لٹھ بند بیٹھے ہیں وہ کب دفن کرنے دیں گے۔"

رولوکا نے کہا۔ "تم ان کی فکر نہ کرو اور اپنا کام کرو۔"

ایک گھنٹے کے بعد میت قبرستان کی طرف روانہ ہوئی زمیندار کے حکم کو پورا انتونی جانتا تھا اس لئے سب ہی میت کو قبرستان کی طرف جاتا دیکھ کر حیران ہوئے۔ کئی ایک نے ان کو روکا بھی منع بھی کیا مگر میت قبرستان کی طرف ہی بڑھتی گئی۔ رولوکا سب سے آگے آگے فقیر کے روپ میں چل رہا تھا۔ قبرستان آتے ہی لٹھ بند پہرے دار اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور رکنے کا اشارہ کیا مگر رولوکا نہیں رکا اور اس نے کہا۔ "اپنی خیر چاہتا ہے تو کسی کو نہ روک تجھے بچانے تیرا زمیندار نہیں آئے گا اس قبرستان کے سارے مردے تجھ پر حملہ کر دیں گے۔"

وہ بولا۔ "ارے جا بڈھے مرے ہوئے کیا حملہ کریں گے۔"

رولوکا بولا۔ "تو پھر دیکھ!" سب نے اور اس پہرے دار نے دیکھا کہ ایک قبر جو کہ کچی اور نہایت پرانی لگتی تھی درمیان سے دو برابر حصوں میں پھٹ گئی اور اس میں سے ایک کفن پوش مردہ نکل کر لٹھ بند کے اوپر آ گیا یہ نظارہ دیکھ کر پہرے دار کی حالت خراب ہوگئی آواز بند ہوگئی تھر تھر کانپنے لگا اور زمین پر گر کر بے ہوش ہوگیا اور باقی پہرے دار سر پر پیر رکھ کر ایسے بھاگے کہ پلٹ کر نہ دیکھا۔

ڈر تو میت کے ساتھ آنے والوں کو بھی لگا مگر رولوکا نے ان کو تسلی دی چند منٹ کا کھیل تھا نہ کوئی قبر پھٹی تھی کہ مردہ باہر آیا تھا ہر چیز اپنی جگہ موجود تھی سب نے مل کر قبر تیار کی کیونکہ گورکن تو قبرستان بند ہوتے ہی آگرہ بھاگ گیا تھا۔ بڑے اطمینان سے تدفین ہوئی، فاتحہ ہوئی، دعا ہوئی اور سب لوگ قبرستان سے باہر آ گئے تو رولوکا نے کہا۔ "اب آپ لوگ جائیں میں بھی جاتا ہوں۔"

رولوکا ہری چرن زمیندار کے گھر کی طرف چلا مگر روپوشی کی حالت میں رہا اس نے دیکھا کہ اس کے بھگوڑے پہرے دار بے ہوش پہرے دار کو بھی لے آئے

تھے اور زمینداران پر برس رہا تھا۔
”ارے الو کے پٹھو! میں نے تم کو اس لئے وہاں پر بٹھایا تھا کہ تم بھیگی بلی کی طرح تھر تھر کانپتے آ جاؤ۔“ ایک آدمی بولا۔” ہم کیا کرتے قبر میں سے مردہ نکل کر باہر آ گیا تھا اور اس کے سامنے کھڑا تھا کون بہادر ہوگا جو نہیں بھاگے گا۔“
”پر ایسا ہوا کیسے؟“ زمیندار بولا۔” کیا کسی نے کوئی جادو کر دیا سب پر۔“
وہی آدمی پھر بولا۔” ان کے ساتھ ایک بوڑھا فقیر تھا یہ سب اس کے کہنے سے ہوا تھا۔“
”اب وہ فقیر کہاں ہے؟“ زمیندار بولا۔”نہیں پتہ وہ کہاں گیا؟“ وہی آدمی پھر بولا۔
”اب جاؤ اور اس فقیر کو تلاش کرو اور اسے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔“
وہ سب فوراً دوڑ گئے اور اکیلا ہری چرن رہ گیا تو اس کے کانوں میں آواز آئی۔”ہری چرن تو زمیندار ہے تو اس علاقے کا ذمہ دار آدمی ہے مگر تو اس قابل نہیں ہے کہ تو اس ذمہ داری کو پورا کرے۔“
زمیندار کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا اور آواز صاف وہ سن رہا تھا۔ اس کا گھبرانا قدرتی تھا اس کے اوسان خطا ہو گئے اور وہ کانپ کر بڑی مشکل سے بولا۔” تم کون ہو نظر کیوں نہیں آتے؟“
رولوکا نے کہا۔” میں وہی فقیر ہوں جو قبرستان میں میت کے ساتھ تھا۔ اب تیرا وقت قریب آ رہا ہے قبرستان کے نئے پرانے مردے تیرے اوپر حملہ کرنے کو تیار کھڑے ہیں تو نے جو حکم جاری کیا ہے اور زمین پر دعویٰ کیا ہے تو نے اپنی مرضی سے نہیں کیا ہے یہ میں جانتا ہوں یہ تیری بربادی ہے جس کے کہنے سے تو نے یہ کیا ہے وہ تیرا دوست نہیں ہے وہ دھرم کی آڑ لے کر انسانوں کو برباد کرنا چاہتا ہے وہ تجھ سے اور بھی ایسے کام کرائے گا اور جب تو سب کر لے گا تو تیرا اور تیرے خاندان کا بھی وہی حشر ہوگا جو تو سب کا کرے گا۔ اگر اپنی اور اپنے علاقے کی خیر چاہتا ہے تو تجھے اس سے کنارہ کشی کرنا ہوگی اور اس علاقے کے ہر آدمی کو انسان سمجھنا ہوگا جس طرح تیرے پرکھوں نے سمجھا ہے۔ بول اب تیری کیا مرضی ہے؟“ رولوکا نے بات ختم کر دی۔
ہری چرن نے کہا۔” اے معزز بزرگ میں غلطی پر تھا مگر اس مندر میں جاتے ہی مجھ پر اور سب پر ایسا خوف طاری ہو جاتا ہے کہ کوئی زبان نہیں کھولتا اور سب وہی کرتے ہیں جو حکم دیا جاتا ہے میں نے اس کا حکم نہ مانا تو وہ بہت خطرناک آدمی ہے میرے خلاف کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس کا کیا اپائے ہوگا۔“
رولوکا نے کہا۔” اس کا اپائے کرنا میرا کام ہے تم وہ کرو جو تمہارے من میں ہے۔“ اور رولوکا باہر آ گیا۔ باہر آ کر اس نے ایک کارندے کو مقرر کیا اور آگرہ آ گیا۔
آگرہ آ کر اس نے ایک ایسا پنجرہ بنانے کا کام شروع کر دیا جس کی یہ خوبی تھی کہ وہ ایک طوطے کے پنجرے کے سائز کا ہو جاتا تھا اور ضرورت پر پھیل کر پورے مندر کو اپنے اندر بھی لے سکتا تھا اس کام کے لئے اس نے بیرونی مدد بھی لی تھی کیونکہ وہ ایک شیطان کے خلاف لڑ رہا تھا بدی کے خلاف جنگ کر رہا تھا۔
بدی کا وہ شیطان اپنا پروگرام وہیں سے شروع کرتا جہاں ادھورا چھوڑتا تھا اور مقابلوں میں اپنی طاقت برباد نہیں کرتا، یہی وجہ تھی کہ وہ صدیوں سے یہ کام کر رہا تھا۔ اس نے اب تک سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کو پہنچایا تھا، ہندوؤں کا وہ بظاہر دوست بنا ہوا تھا مگر وہ کسی دھرم کا دوست نہ تھا کسی انسان کا دوست نہ تھا وہ صرف اپنے مطلب ہندوؤں کو جذبات میں لاتا تھا اور ان سے وہ کام کرواتا تھا جو مسلمانوں کے خلاف ہوتے تھے، ہر بادشاہ کے ساتھ اس نے یہی کیا، بڑے وفادار ہندوؤں سے اس نے غداری کروائی اور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا۔
اس پنجرے کے بنانے میں وقت کی ضرورت تھی یہ کام نہایت خاموشی اور غیر محسوس انداز میں بھی کرنا تھا دشمن

بہت چالاک اور ہوشیار تھا ذرا سا شبہ ہونے پر راہ فرار اختیار کر سکتا تھا ان حالات میں رولوکا کا کام بہت زیادہ احتیاط مانگتا تھا۔ پاتالی کے روزمرہ کے کام کسی مداخلت کے بغیر جاری رہے اس کے پاس دور دور سے لوگ آتے رہے وہ ان کو اپدیش دیتا رہا۔

ہری چرن بھی اس کے پاس آیا اس کو رولوکا نے خود جانے کو کہا تھا۔

اور رولوکا اپنا کام کرتا رہا کئی گاؤں کے مسلمان اپنا اپنا گھربار چھوڑ کر شہروں کا رخ کر گئے۔ ہندوؤں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت بڑھنے لگی کہیں پر گائے کو کاٹ دیا اور نام مسلمانوں کا آیا کسی قدیم مسجد میں بت رکھ دیئے اور کہا گیا کہ یہ تو ہمارے بھگوان کا جائے پیدائش ہے۔ کم تعداد کے علاقوں میں مسلمان برائے نام ہی تھے ان کو کہا گیا کہ وہ ہندو ہو جائیں۔ دور دراز کے علاقوں میں اسلام کی تبلیغ نہ ہونے کے برابر تھی وہ صرف نام کے مسلمان تھے۔ وہ زندگی بچانے کو مندروں میں جانے لگے ان کے نام بھی بدل گئے پاتالی بڑی پلاننگ سے کام کر رہا تھا اور خوش تھا کہ اس کے سامنے کوئی نہیں ہے وہ بہت جلد شہروں میں یہ کام کرنے والا تھا۔

رولوکا کا جال مکمل ہوا اور وہ جال پورے ہنومان مندر کے چاروں طرف تن گیا یہ ایک ایسا پنجرہ تھا جس میں سے ہوا بھی پار نہیں ہو سکتی تھی جب رولوکا اس کام کی طرف سے فارغ ہوا تو ایک رات وہ پاتالی کے کمرے میں گھس گیا پاتالی آسن جمائے پتھر بنا ہوا بیٹھا تھا اس کا چہرہ پیلا تھا اس کے سامنے تمام لوگ خاموشی سے بیٹھے تھے رولوکا کے اندر آتے ہی اس پتھر جسم میں حرکت ہوئی اور اس نے آنکھیں کھول کر تمام لوگوں پر نظر ڈالی اور نہایت بھیانک اور کانوں کو ناگوار لگنے والی آواز میں کہا۔

''آج کوئی بن بلایا آ گیا ہے، وہ تو نہیں جانتا کہ یہاں پر صرف وہ آتا ہے جس کو میں بلاتا ہوں۔ آجا میرے سامنے میں کون ہوں تو نہیں جانتا۔''

رولوکا حکیم کامل کے روپ میں اس کے سامنے کھڑا تھا۔ پاتالی نے قہر آلود انداز میں اس کو دیکھا اور کہا ''چمتکار دکھاتا ہے، ارے مجھے چمتکار دکھاتا ہے میں پاتالی ہوں، زمین میرا کہا مانتی ہے مجھے راستہ دکھاتی ہے میرے لئے ساتوں در کھلے ہیں میں یگ یگ کا مسافر ہوں تو نہیں جانتا میں نے کتنے یگ دیکھے ہیں کتنی نسلیں میں نے دیکھی ہیں اور تو مجھے چمتکار دکھا رہا ہے۔''

''تیرے بارے میں، میں جانتا ہوں۔'' رولوکا نے کہنا شروع کیا۔

''تو پھر نمودار ہوا اور تو نے پھر دنگا فساد اور آپس میں دشمنیاں بڑھانی شروع کر دی۔ لوگوں کو شیطانی کام کرنے پر مجبور کرنے لگا مگر اس دفعہ بھی تیرے سامنے کوئی کھڑا ہے۔''

یہ سن کر پاتالی بولا۔ ''میرا چمتکار دیکھنا چاہتا ہے تو دیکھ۔'' پاتالی نے پہلے یہ کیا کہ اپنا جسم چھوڑ دیا۔ اسی جسم میں پاتالی کی روح تھی روح کے نکلتے ہی جسم زمین پر گر پڑا اور اس میں سے بڑی ناگوار بدبو پورے مندر میں پھیلنے لگی پھر پاتالی کی آواز آئی۔ ''دیکھ زمین مجھے کیسے راستہ دیتی ہے۔''

رولوکا اس روح پر نظریں جمائے تھا باقی کسی کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پاتالی کی آتما نے زمین کی طرف اشارہ کیا اور زمین بے آواز پھٹ گئی اس کی گہرائی کا اندازہ کرنا ناممکن تھا۔ پاتالی نے چاہا کہ وہ اس میں کود دے مگر اس کے یہ کرنے سے پہلے ہی اس گڑھے کے اوپر ایک چادر آ گئی اس چادر پر کچھ کلمات تحریر تھے۔ پاتالی چونک پڑا اور کودتے کودتے رک گیا۔

رولوکا نے کہا۔ ''زمین نے راستہ تو دیا مگر دروازہ بھی لگا دیا اب تو اس دروازے کو کھول سکتا ہے تو کھول لے اور پاتال میں اتر جا۔''

پاتالی بولا۔ ''میرا ایک راستہ نہیں ہے۔'' اور اس نے آسمان کی طرف دیکھا مگر اس کو وہی جال نظر آ گیا اور اس نے پھر زمین کے اس حصہ پر نظر ڈالی جہاں پر وہ کھڑا تھا اچانک وہاں سے ایک فوارہ آگ کا نکلا اور تیزی سے

چھت پھاڑ کر آسمان کی طرف بلند ہوا پنجرے میں سوراخ کرنا اس کا مقصد تھا مگر وہ صرف جال سے ٹکرایا اور پھر پانی کی شکل میں زمین پر گرنے لگا۔

یہ پاتالی کا خوفناک اور آزمودہ ہتھیار تھا مگر کارگر نہ ہوا تو اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمودار ہوئے۔

رولوکا نے دیکھا اور بولا۔ "اور کچھ ہے تیرے پاس صرف آتما کو دوسرے مردہ شریر میں ڈالنا ہی تو کمال نہیں ہے اور وہ بھی ادھورا کام تجھے آتا ہے تو صرف مردہ جسم پر قبضہ کرتا ہے زندہ آتما کو شریر سے نکال کر شریر حاصل کرنے کا علم تجھے نہیں آتا تیرے گرو کے پاس بھی یہ علم نہیں ہے تیرے پاس جو کچھ ہے وہ بھی رب کائنات کا بخشا ہوا ہے اور تو اتنا بے غیرت ہے کہ اس کا علم اس کے خلاف ہی استعمال کر کے سمجھتا ہے تو بڑا بلوان ہے بڑا علم والا ہے۔ تجھے اس نے بہت وقت دیا کہ شاید تیری گدی میں کچھ آ جائے اتنا وقت کسی کسی کو ملتا ہے تو نے صدیوں اس کے حکم کی خلاف ورزی کی اس کے بے گناہ بندوں کو دکھ دیا مگر ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا صرف وہی اس کائنات کا تنہا مالک اور مختار ہے صرف اس کو ہی یہ حق حاصل ہے کہ وہ تم جیسے شیطان کے غلام کو سزا دے۔ میں کیا ہوں نہایت معمولی اس کا ایک سپاہی ہوں اور تو خود کو اس دنیا کا مالک سمجھنے لگا ہے اب تو کچھ کر لے تجھے رب کائنات کے حضور جانا ہے اور اپنا حساب دینا ہے۔"

پاتالی کی گردن جھک گئی اور چہرہ اس جگہ آ گیا جہاں پردہ چادر تھی اور اس پر کچھ کلمات چمک رہے تھے اور ان میں سے ایک نورانی روشنی نکلنا شروع ہوگئی اس روشنی نے پاتالی کی روح کے چاروں طرف حلقہ بنا لیا تھا اور وہ گول دائرے کی شکل میں آسمان کی طرف اٹھ رہا تھا اور پاتالی کی روح سر جھکائے اس میں ساکت کھڑی تھی یہ منظر کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا مگر نظر والوں کو صاف نظر آ رہا تھا کہ ایک مجرم روح کو گرفتار کر کے آسمان پر لے جایا جا رہا تھا۔

حکیم وقار نے کہا۔ "یہ بہت بڑا کام تھا جو تم نے کیا۔"

رولوکا نے کہا۔ "حکیم صاحب ایسا نہ کہیں، میں نے اکیلے اس کام کو نہیں کیا ہے اس کام میں کئی مقامات پر میرے لئے آگے بڑھنے کو راستہ نہ تھا مگر میری غیبی امداد ہوئی اور مجھے راستہ دیا گیا میں آگے بڑھا۔ پاتالی کے پاس سینکڑوں سال کا تجربہ اور مکمل شیطانی اختیارات تھے اس کا علم تھا مگر میرے ساتھ بھی خدا کی امداد تھی اس کے نیک بندوں کے بتائے راستے تھے اور میں نے شیطان کو کنٹرول کر لیا۔"

حکیم صاحب بولے۔ "یہ اس لئے ہوا کہ تم نے نیکی کی طرف قدم رکھا تھا نیکی خود اتنی طاقتور چیز ہے کہ بدی اس کے مقابلے میں ہمیشہ ہارتی ہے۔"

☆......☆......☆

نام تو ان کا جمن خان اور وہ گوالیار شہر کی میونسپلٹی میں سینٹری جمعدار تھے۔ دن بھر سڑکوں کی صفائی کرانے اور بھنگیوں کے ساتھ ان کا واسطہ تھا آدمی تو بڑے مختصر سے تھے ان کا قد بہت ہوگا تو چار فٹ یا کچھ ایک دو انچ زیادہ قد اور جسم کے برعکس آواز کڑک دار تھی وہ بھنگیوں پر کم رعب جماتے تھے مگر بھنگنوں پر تو برس ہی پڑتے تھے۔ لباس ان کا بارہ مہینے ملیشیا کا پاجامہ اور ملیشیا کی بے کالر کی قمیض ہوا کرتی تھی اور ہر قمیض میں بغل میں اندرونی ایک جیب ضرور ہوتی تھی ان کی اوپر کی جیب میں تو کبھی ایک آنا بھی نہیں ہوتا تھا وہ خود کو ہمیشہ قلاش ہی ظاہر کرتے، وجہ اس کی یہ بتاتے کہ بیوی بڑی فضول خرچ ہے جبکہ یہ بیوی کو روزانہ صرف چار آنے دیا کرتے تھے اس میں دو لڑکیاں اور دو میاں بیوی کھایا کرتے تھے۔ یہ چار آنے بھی اس وقت دیتے تھے جب بیوی سے گزشتہ دن دیئے گئے چار آنے کا حساب جب تک نہ لے لیتے اور مطمئن نہ ہو جاتے اگر ذرا بھی شک ہوتا کہ بیوی نے ایک دو پیسے بچا لئے ہیں تو پیسے کم کر دیتے۔

وہ اپنے سارے محلے میں کنجوس مشہور تھے ان کی کنجوسی کا عالم یہ تھا کہ اگر کہیں سے رات کے کھانے کی دعوت آ جائے تو دن بھر گھر میں کچھ نہ پکانے کا حکم دے دیتے اور رات کا انتظار کرتے۔ یوں تو ان کے پاس صفائی

لرنے والا عملہ بیس افراد پر مشتمل تھا ان میں زنانہ اور
ردانہ دونوں تھے ان کی حاضری کا رجسٹر بھی ان کے پاس
ا اور چھٹی دینے کا اختیار بھی ان کو تھا۔ اور یہی بات ایسی
ی جوان کو یہ نوکری سب سے زیادہ پسند تھی کسی کو چھٹی کی
رورت ہوتی تو وہ ان کے ہی پاس آتا اور کہتا۔" بابو جی
ج دوپہر کے بعد چھٹی کرنا ہے۔"

جمن خان، اکثر کر کہتے۔" ابے تجھے روز کام پڑ جاتا
ہے کام بہت ہے چھٹی کا نام نہ لے، کام کر چل۔"

وہ ہاتھ جوڑ کر کہتا۔" نہیں بابو جی میں نے پورے
ہینے چھٹی نہیں لی۔"

"ابے تجھے چھٹی کی پڑی ہے اور مجھے بیڑی صبح سے
یں ملی، دیکھ جیب خالی پڑی ہے۔"

ضرورت مند دوڑ کر جاتا اور بیڑی کا بنڈل خرید کر
لے آتا اور چھٹی کر جاتا۔

اس معاملے میں وہ کسی پر رحم نہ کرتے بھنگنوں
کو بھی جھاڑ دیتے۔" اری چل روز روز آجاتی ہے۔ یہ
ام ہے وہ کام ہے کام کر، کام بڑا صاحب دورے
آنے والا ہے۔"

ضرورت مند کو ان کی کمزوری پتہ تھی وہ پنواڑی سے
ڑی کا بنڈل لے آتی اور جمن کی اجازت سے چھٹی
ر جاتی اس طرح ان کے پاس بیڑی کے بنڈل جمع
و جاتے اور وہ پنواڑی کو واپس پیسے لے کر دے دیتے یہ
ن کا اضافہ آمدنی تھی اس کی ہوا تو ان کی بیوی کو بھی نہیں
ی۔ پندرہ روپیہ ماہانہ ان کی تنخواہ تھی اس میں سے بڑی
سانی سے وہ چھ سات روپے بچالیا کرتے تھے اور اپنے
ندوق میں تالا لگا کر رکھ دیا کرتے تھے۔ کوئی دن ایسا
یں جاتا تھا کہ ان کی پیسے کی لین دین پر بیوی سے جھگڑا
ہوتا ہو، وہ بیوی کو فضول خرچ کہا کرتے تھے۔" لو بھلا
وزانہ سب پیسے خرچ کر دیتی ہے۔ ذرا بچت نہیں کرتی۔"
وزانہ ایک پاؤ دودھ چائے کو آتا اس میں سے ایک پیالی
ہ پی جاتے اور باقی کی چائے بنتی تھی۔

یہ دنیا ہے یہاں پر ہر رنگ کے کردار ہیں میاں
جمن نے زندگی بھر نہ خود اچھا کھایا نہ اپنے بیوی بچوں
کو کھانے دیا۔ وقت آگے بڑھا میاں جمن کی داڑھی سفید
ہوگئی اور لڑکیاں ان کے قد سے اونچی، بیوی کا قد بھی
میاں جمن سے کوئی زیادہ نہ تھا مگر لڑکیاں نہ جانے کس
پر گئی تھیں کہ دونوں سے اونچی تھیں اور روکھی سوکھی روٹیوں
نے بھی ان پر خوب رنگ جمایا تھا۔

اب بیوی کو ان کی شادی کی فکر تھی جمن اخراجات کا
سن کر دہلائے ہوئے تھے بار بار صندوق کھولتے بند
کرتے تھے اور ان کا چہرہ مرجھا جاتا تھا۔ آخر انہوں نے
خرچ پورا کرنے کا ایک طریقہ نکالا اور وہ یاد کر کر کے
اپنے دور دراز اور قریب کے رشتہ داروں کے گھروں
پر جانے لگے اور ان سے اپنی غربت اور لڑکیوں کی شادی
کا تذکرہ کرنے لگے۔

ایک دور کی پھوپھی نے پانچ برتن دے دیئے۔ اب
ان کا حوصلہ اور بڑھا ایک ماموں نے پلنگ پیڑی کی رقم
دے دی اس طرح انہوں نے کسی کو نہیں چھوڑا اگر ایک لوٹا
بھی کسی نے دیا تو قبول کر لیا۔ چھ مہینے کی بھاگ دوڑ میں
میاں جمن نے اتنا کر لیا کہ وہ ایک لڑکی کو رخصت کر سکیں۔
اب صرف بارات کے کھانے کا مسئلہ تھا وہ انہوں نے اس
طرح حل کیا کہ لڑکے والوں سے صاف صاف کہہ دیا کہ"
میاں میں بہت غریب آدمی ہوں میں تو شربت کے
پیالے پر نکاح کروں گا۔"

لڑکے والوں کو چونکہ لڑکی پسند تھی اور ان کے گھر
کے حالات سے بھی تھوڑی بہت واقفیت ان کو تھی اس
لئے راضی ہوگئے۔ جمن میاں نے خود کو اپنی ہوشیاری
پر دادی اور شربت کے خرچ کے لئے انہوں نے اپنے
اسٹاف کو ٹٹولا اور فی کس ایک روپیہ جرمانہ رکھ دیا۔ جمن
خوش تھے کہ ان کو کسی مرحلے پر صندوق کا تالہ کھولنے کی
ضرورت نہ پڑی اور ایک شام چند لوگ اور دولہا یہاں
سہرا باندھ کر آ گئے اور شرح پیغمبری نکاح کر دیا گیا۔ جمن
میاں کا ایک روپیہ خرچ نہ ہوا بلکہ کچھ منافع ہی ہوگیا کچھ
سامان زیادہ تھا وہ بچ گیا۔

جمن میاں کے ریٹائرمنٹ کا وقت آ گیا اوران کو
ٹائر کردیا گیا اور جو رقم ان کو ملی وہ بھی صندوق میں بند
ئی اور گھر میں اب ہر وقت کی لڑائی شروع ہوگئی۔ جمن کسی
لت میں صندوق سے رقم نکالنے پر راضی نہ ہوتے اور گھر
خرچ نہ دیتے اب انہوں نے بیوی کی زبان بند کرنے کا
ب نرالا اور عجیب ڈھنگ نکالا۔ بیوی جب بھی خرچ مانگتی
حسب عادت حساب کتاب کرتے اور جب پھنس جاتے
ردینے کی نوبت آ ہی جاتی تو یہ زمین پر گر کر بے ہوش
جاتے آنکھیں چڑھ جاتیں دانت سختی سے جڑ جاتے
ر بے ہوش ہوجاتے بیوی بچاری ان کی حالت دیکھ
رخرچ مانگنا بھول جاتی اوران کو ہوش میں لانے کی
کیبیں کرنے لگتی۔

یہ ڈرامہ آئے دن ہونے لگا تو اس نے اپنی پڑوس کی
ک عورت سے اس کا ذکر کر دیا اس نے اپنے میاں کو بتایا
لہ پتہ نہیں جمن کو کیا ہو گیا کہ آئے دن دورے پڑتے
ں۔

وہ جمن کو جانتا تھا اوراس کی کنجوسی کو بھی جانتا تھا اس
نے پوچھا۔ ”دورہ کب پڑتا ہے؟“

بیوی نے بتایا۔ ”اس کی بیوی بتا رہی تھی خرچ مانگنے
لڑائی ہوتی ہے اور آخر میں دورہ پڑتا ہے۔“

پڑوسی نے کہا۔ ”اب کے دورا پڑے تو مجھے بتا دینا
برے پاس اس دورے کا مجرب علاج ہے۔“

لو جی دوسرے ہی دن خبر آ گئی اور وہ پڑوسی بلا لیا گیا
اس نے کہا۔ ”بھابھی یہ دورہ تو بہت خطرناک ہے
س کا تو صرف ایک علاج ہے کہ پھر کبھی دورہ نہ پڑے۔“

جمن کی بیوی نے کہا۔ ”تو بھیا تم وہی علاج کر دو روز
وز کے دوروں نے ہم کو تو بھوکا مار دیا ہے۔“

پڑوسی بولا۔ ”تمہارے پاس رضائی میں ڈورے
النے والی بڑی سوئی ہوگی۔“

جمن کی بیوی نے کہا۔ ”میرے پاس بڑی سوئی
و نہیں ہے کیا کروگے۔“

”اس دورے کا یہی علاج ہے ایک خاص جگہ پر
اس کو جسم میں داخل کیا جائے گا میں اپنے گھر سے
لاتا ہوں۔“ یہ سب باتیں جمن کے قریب ہو رہی تھیں
پڑوسی دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ جمن اٹھ کر بیٹھ گئے
ان کی بیوی نے پڑوسی کو آواز دی! ”اب نہ لاؤ یہ ٹھیک
ہیں۔“ پڑوسی پلٹ کر آ گیا اور بولا۔ ”جمن میاں اب
ڈرامہ نہ کرنا ورنہ میرے پاس بہت بڑی سوئی ہے۔“
اور وہ چلے گئے۔

اس طرح روتے پیٹتے دن گزرتے رہے۔ جمن
میاں کسی مقام پر جیب کی طرف ہاتھ نہ لے جاتے اوپری
جیب تو ان کی خالی ہی رہتی تھی گھر میں باقاعدگی سے کھانا بنتا
نہیں تھا ان کی صحت گرتی گئی اور پھر جس کنجوسی سے زندگی
گزاری تھی اسی کنجوسی سے مر گئے دوا دارو کا خرچ نہ کیا
اور صندوق بند ہی رہا۔

دنیاداری کے لحاظ سے ان کی بیوی نے ان کے
مرنے کا غم ضرور کیا اور پھر عدت پوری کرنے کے
بعد صندوق کھولا اس میں نوٹ اور کھلے پیسے بھرے تھے
اور اتنے تھے کہ وہ زندگی بھر سکون سے رہ سکتے تھے۔

بیوی اتنی رقم دیکھ کر حیران رہ گئی سب سے پہلا کام
اس نے یہ کیا کہ لڑکی کا رشتہ تلاش کرنے لگی اور ایک جگہ
رشتہ پکا کر دیا۔ جہیز بنانے کو روپے صندوق سے نکالنے دن
کا وقت تھا مگر اکیلی کمرے میں نہ معلوم کیوں گھبرا رہی تھی
اس کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ چوری کر رہی ہو مگر اس نے
ضرورت بھر روپے نکال کر تالا لگا دیا۔

رات کے بارہ یا اس سے زیادہ وقت تھا لڑکی گہری
نیند سو رہی تھی اس کی آنکھ کھل گئی صندوق جس کمرے میں
تھا وہ برابر میں ہی تھا اندر کمرے سے کچھ آوازیں آ رہی
تھیں پہلے تو وہ بہت ڈری کہ شاید کوئی چور گھس آیا ہے
مگر آوازیں کسی چیز کو توڑنے کی نہ تھیں ایسا لگتا تھا جیسے کوئی
اندر دوڑ بھاگ کر رہا ہے وہ اپنے بستر پر پڑی رہی اور رات ان
تک جاگتی رہی اندر دھاچوکڑی ہوتی رہی۔

سویرے وہ اسی پڑوسی کے پاس گئی اور اس سے کہا۔ ”
شرفو بھیا اب تو میں نئی مصیبت میں پڑ گئی ہوں۔“

اور رات کا واقعہ پورا بتا دیا۔شرفو نے پوچھا۔"سامان ب ہے۔"

"ہاں بھیا سب ہے چوری تو کچھ نہیں ہوا۔" جمن کی ی نے جواب دیا۔

"تم جاؤ شاید کوئی بڑی نسل کا چوہا ہو گا تم کو ڈرا دیا فکر نہ کرو کل دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

مگر دوسری رات اس سے زیادہ شور ہوا اس کے ھ جمن کو بھی اس کی بیوی نے دیکھ لیا۔اب تو اسکی حالت ت خراب ہوگئی اور وہ دوڑی شرفو کی طرف اور پورے ات بتائے شرفو نے کہا۔"لگتا ہے جمن کی روح گئی نہیں ٹک رہی ہے مگر کیوں یہ تو تم بتاؤ گی؟"

جمن کی بیوی نے کہا۔"تم پرانے پڑوسی ہوا اور قابل ار بھی ہو تم سے کیا چھپانا، بات یہ ہے کہ جس کمرے میں ب ہو رہا ہے اس میں ایک صندوق رکھا ہے اس صندوق ں جمن اپنی رقم جمع کرتے تھے میں نے ان کی زندگی میں ی وہ صندوق کھلا ہوا نہیں دیکھا تھا۔ان کے مرنے کے شادی کے اخراجات کے لئے اس کو کھولا تھا اس میں ے میں نے خرچ کے لئے روپے نکالے تھے جب تک ں نے اس صندوق کو نہیں کھولا تھا اس وقت تک کچھ نہیں تھا روپے نکالتے ہی ان کی روح بے چین ہوگئی اور اس ے اپنی ناراضگی ظاہر کردی زندگی میں اس نے ہم کو بھوکا اتن کو کپڑا نہ دیا اب مرنے کے بعد بھی اس روپے کو خرچ ریں آخر اس کا ہو گا کیا؟ میں نے تو شادی کے لئے پیہ لیا ہے آخر اس کی بھی تو اولاد ہے۔میں نے خود رات ں اس کو دیکھا ہے وہ سخت غصے میں تھا اور بار بار صندوق کی ف اشارہ کرتا تھا۔"

شرفو خان بولے۔"بھابی یہ معاملہ ایسا ہے کہ میں ہ مدد نہیں کرسکتا، ہاں کسی سیانے کو یا حاضرات کرنے لے کو تلاش کرتا ہوں وہی اس سے کلام کرے گا۔"

"تو بھیا جلدی کرو ایسا نہ ہو کہ لڑکے والوں تک یہ خبر چ جائے اور لڑکی کے رشتے میں گڑبڑ ہو جائے بڑی دوڑ گ کے بعد رشتہ ہوا ہے۔"

شرفو خان ایک دو آدمیوں کو لائے ضرور مگر کچھ ہوا نہیں، جمن روز اپنی بیوی کو ڈراتا رہا اور رقم پھر اسی صندوق میں رکھنے کے اشارے کرتا رہا۔

شرفو خان کو دلی جانا پڑ گیا وہاں پر اس کے ماموں تھے اس نے اپنے پڑوس میں جو ہو رہا تھا اس کا ذکر کر دیا۔ ماموں نے کہا۔"ارے یہ تو اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے میرے ساتھ کل چلنا حکیم صاحب کے پاس۔"

شرفو نے کہا۔"مگر یہ کوئی جسمانی بیماری کا کیس نہیں ہے۔"

ماموں زور سے ہنس پڑے اور بولے۔"اکثر لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں۔ارے بھئی وہ صرف حکمت ہی نہیں کرتے، بڑی خوبیوں کے مالک ہیں بڑے بڑے پیچیدہ مسئلوں کو حل کرتے ہیں تم چلنا تو خود سمجھ جاؤ گے۔"

دوسرے دن دونوں حکیم وقار کے سامنے تھے اور حکیم کامل بھی موجود تھے۔

"فرمائیے کیسے آنا ہوا۔" حکیم وقار نے پوچھا۔

شرفو خان نے کہا۔"حکیم صاحب معاملہ ایک روح کا ہے ایک ایسی روح جس نے زندگی میں نہ خود کھایا نہ اپنی اولاد اور بیوی کو کھانے دیا اور انتہائی درجے کا وہ کنجوس تھا میرا پڑوسی تھا۔ میں اس کے حالات جانتا ہوں اس کی آمدنی پندرہ روپے ماہانہ تھی اس رقم میں چار آدمیوں کا گزارہ آسانی سے ہوتا ہے بچت شاید نہ ہو سکے مگر وہ کوشش کرتا تھا کہ ذرا بھی کچھ خرچ نہ کرے اس سلسلے میں اس کی روز بیوی سے لڑائی ہوتی تھی آخری وقت تک اس نے اپنے صندوق کے پاس کسی کو نہیں آنے دیا اور مر گیا اس کے مرنے کے بعد لڑکی کی شادی اور گھر کے اخراجات کے لئے بیوی نے وہ صندوق کھول لیا اور اس میں سے رقم نکالی بس یہ غضب ہو گیا اسی دن سے وہ راتوں کو بیوی کو ڈراتا ہے کہ رقم صندوق میں واپس رکھ دے اب تک اس نے بیوی کو اور کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے مگر کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

حکیم وقار نے کہا۔"یہ کسی مسلمان کنجوس کا انوکھا

واقعہ ہے۔ ہندوؤں میں اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں مگر کسی مسلمان کی روح پیسے کی اتنی بھوکی ہو یہ حیرت کی بات ہے۔"

رولوکا نے جواب دیا۔ "یہ اس لئے ہوا کہ وہ شخص مذہب سے دور رہا اور شاید زندگی بھر ناپاک بھی رہا ہوگا وہ کرتا کیا تھا۔"

شرفو خان بولے۔ "گوالیار کی میونسپلٹی میں سینٹری جمعدار تھا دن بھر اس کا واسطہ بھنگیوں سے رہتا تھا۔"

"تو اس کے پاک ہونے کا امکان کم ہے۔"

رولوکا نے کہا۔ "میرا اندازہ درست تھا صرف نام کا مسلمان ہونے سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا جو جس مذہب کا ہے ہر مذہب کے کچھ اصول ہوتے ہیں عبادت کرنے کے طریقے ہوتے ہیں یہ شخص صرف روپے کی دوڑ میں لگا رہا اور جمع کرتا رہا اگر ایسے شخص کو دو چار لاکھ روپے بھی مل جاتے تو بھی یہ ہرگز خرچ نہ کرتا، ان کو بھی صندوق میں بند کر کے خود کو غریب ضرورت مند ظاہر کرتا۔ اس کا اندازہ اس کی بے چین روح سے ہوتا ہے آپ فکر نہ کریں پتہ لکھوا دیں میں آپ کے پاس چند روز کے بعد آؤں گا۔ اس دوران وہاں پر کچھ نہ ہوگا وہ روح آئے گی مگر وہ اپنی بیوی پر کسی قسم کا حملہ نہیں کرے گی نہ ڈرائے گی۔"

شرفو اور اس کے ماموں چلے گئے ان کے جانے کے بعد حکیم وقار بولے۔

"یہ چند روز کا وعدہ کیوں کیا، کیا مصروف ہو کہیں پر۔"

"ہاں تھوڑا سا کام ہے آپ کو پتہ ہے رام میلا میدان میں ایک سرکس آیا ہے۔ اس میں ایک جادوگر بھی ہے اس کے بارے میں کچھ ایسی اطلاعات ہیں کہ وہ پنڈال کے اندر عورتوں کے زیور غائب کر دیتا ہے۔ اور مردوں کی جیب خالی کرتا ہے کام تو وہ کسی اور نوعیت کے دکھاتا ہے مگر اصل کام وہ یہی کرتا ہے۔ اور کسی کے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے اس سے کوئی کچھ نہیں کہتا وہ یہ کام بہت دنوں سے کر رہا ہے اس میں سرکس والوں کا بھی حصہ ضرور ہوگا۔"

سرکس کا گیٹ بند ہو چکا تھا کیونکہ جس قدر گنجائش تھی تماشائی آ چکے تھے اور کھیل شروع ہو چکا تھا ایک گھنٹہ کے بعد جادوگر کے تماشے دکھانے کا وقت آ گیا۔ اس کے آتے ہی پنڈال اور اسٹیج کی بتیاں بجھ گئیں اور ایک گول دائرہ روشنی کا جادوگر کے اوپر رہا اس کے بعد جادوگر نے مختلف کھیل دکھائے رولوکا گہری نظر سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ رولوکا نے دیکھا کہ جادوگر کے قریب ہی ایک سایہ بھی ہے وہ سایہ عام آدمی کو نظر نہیں آ رہا تھا پھر وہ سایہ پنڈال میں اتر آیا اور اندھیرے میں گردش کرنے لگا مگر رولوکا کا کارندہ اس کے قریب تھا وہ سایہ ایک عورت کے قریب گیا اور بڑی مہارت اور غیر محسوس انداز میں اس کے گلے میں پڑا سونے کا ہار اتار لیا اور واپس اسٹیج پر آ کر ڈبے میں ڈال دیا دوسرے ہی لمحہ رولوکا کے کارندے نے وہ ہار پھر اس عورت کے گلے میں ڈال دیا، وہ سایہ پھر متحرک ہوا اور پنڈال میں آ گیا اور اس نے دوسرے ایک آدمی کی جیب سے بٹوہ نکالا اور فوراً ڈبے میں ڈال دیا۔ مداری اپنا کام کر رہا تھا اور سایہ اپنا کام کر رہا تھا۔ اور رولوکا کا کارندہ اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہا۔

یہ سب کارروائی رولوکا کے سامنے ہو رہی تھی جادوگر صرف اپنے بیری کی کارگزاری دیکھ سکتا تھا اور خوش تھا کہ وہ کام ٹھیک کر رہا ہے ایک گھنٹہ اس نے اپنی ہاتھ کی صفائی کے کام دکھائے اور ڈبہ اٹھا کر جانے لگا اور ڈبے کے اندر نظر ڈالی تو اس کے چہرے پر حیرتوں کے پہاڑ گر پڑے اس لئے کہ اس کے بیر نے اس کے سامنے اس میں کئی زیور اور بٹوے ڈالے تھے اور ڈبہ پھر خالی تھا۔ اس کا پریشان ہونا لازمی تھا مگر وہ کہتا کیا بڑی مایوسی کے عالم میں پردے کے اندر چلا گیا۔

اب رولوکا کا اپنی جگہ بیٹھنا بے کار ہی تھا وہ بھی اٹھ کر سرکس سے باہر آیا اور روپوشی اختیار کر کے جادوگر کے پاس چلا گیا اور جاتے ہی اس نے نہایت زوردار

ـ تھپڑ اس کے گال پر لگا دیا۔ جادوگر کو نظر تو کچھ نہیں ہا تھا وہ زمین پر گر کر حیران نظروں سے چاروں ف دیکھنے لگا کہ یہ تھپڑ کس نے مارا ہے جادوگر ایک لحیم م اور نہایت تندرست آدمی تھا مگر رولوکا کا تھپڑ ایک چانک دوسرے بڑا زوردار تھا جادوگر کی آنکھوں میں ے ناچ گئے تھے۔

پھر رولوکا کی آواز اس کے کانوں میں آئی۔ ''گندگی کیڑے اپنے ہنر کو بھی گندہ کرتا ہے اور اس گندگی کے بیر ے چوریاں کرتا ہے وہ تیرا گندگی کی پیداوار بیر نہیں رہا جو تیرے پاس تھوڑا سا ہنر تھا وہ بھی تیری بے ایمانی سے ا ساتھ چھوڑ گیا اب تو کسی مقام پر کچھ نہیں کر سکتا یہی ی سزا ہے۔ اب تجھے محنت کر کے روزی کمانا ہے۔''

جادوگر حیرت سے یہ سن رہا تھا اس کا محدود علم اس کو یا بتاتا وہ ڈرتے ڈرتے بولا۔ ''آپ کون ہو؟''

''میں تیرا دوست ہوں اس لئے سزا نہیں دے رہا ب تو یہ کام نہیں کرنا، کرے گا تو جس جگہ ہوگا سزا پائے گا یہ بھنا کہ تجھے کوئی نہیں دیکھ رہا۔''

اور رولوکا اس کو حیران پریشان چھوڑ کر باہر آگیا۔ اور سرے دن وہ سرکس وہاں سے چلا گیا۔ حکیم وقار نے ہا۔ ''بڑا گھٹیا آدمی تھا۔''

رولوکا نے کہا۔ ''یہ بہت معمولی نوعیت کا معاملہ تھا کر اس سے نہ جانے کتنے لوگ متاثر ہوئے تھے اس لالچی نص کی خواہشات کہیں رکنے والی نہ تھیں کیونکہ دولت جتنی تی ہے اتنی ہی خواہشات انسانی اس کے حصول کے لئے ھتی جاتی ہے اور معاشرے کا توازن بگڑتا جاتا ہے۔ اس کو ابتدائی دور میں کنٹرول کر لیا جائے تو آسان ہوتا ہے وہ جادوگر تو تھا ہی نہیں صرف ہاتھ کی صفائی کا ہنر اس نے کسی سے ضرور سیکھا تھا اور رہا وہ ایک بیر تو شاید کسی نے اس کو یک جاپ بتا دیا ہوگا اور اس نے وہ بیر قابو کر لیا اور اس سے ہ چوریاں کرانے لگا۔''

''اب تم گوالیار میں جمن کی خبر لو گے۔'' حکیم وقار نے کہا۔

''ہاں اب میرا ارادہ ادھر ہی جانے کا ہے مگر اتنی جلدی نہیں ہے۔''

دو دن کے بعد رولوکا گوالیار روانہ ہوا شرفو خان دیکھ کر خوش ہوئے اور بولے۔

''میں آپ کا ہی انتظار کر رہا تھا۔''

رولوکا نے کہا۔ ''کچھ گڑبڑ تو نہیں ہوئی۔''

''کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی مگر روزانہ جمن کی روح رات کو اس صندوق پر بیٹھی رہتی ہے وہ کسی کو نظر نہیں آتی صرف اس کی بیوی کو نظر آتی ہے۔''

''کچھ کہتی تو نہیں۔'' رولوکا نے پوچھا۔

''جمن کی بیوی نے بتایا ہے صرف غصے سے اس کو دیکھتی ہے اور اشارے کرتی ہے۔''

رات کو رولوکا جمن کے اس کمرے میں چلا گیا جس میں صندوق رکھا تھا۔ مگر روپوشی میں، اس کا کسی کو پتہ نہ تھا کہ وہ رات میں کہاں گیا۔

ایک پرانے اسٹول پر وہ بیٹھ گیا۔ جمن کی بیوی اور لڑکی برابر کے کمرے میں تھیں اور دونوں ہی سونے کو لیٹ چکی تھیں مگر جمن کی بیوی اتنی ڈری ہوئی تھی کہ اس کو رات میں نیند نہیں آتی تھی۔ آج وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کمرے میں کوئی اور بھی تھا۔

گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان جمن کی روح کمرے میں آگئی اور صندوق پر آ کر بیٹھ گئی۔ رولوکا نے اس کو دیکھ لیا مگر جمن کی روح کو اس کی موجودگی کا احساس تک نہ ہوا۔

رولوکا اس کے قریب گیا اور صندوق اس کے نیچے سے سرکا دیا۔ روح ہوا میں معلق ہوگئی اور پھر صندوق کی طرف بڑھی مگر صندوق بھی کسی ایک جگہ نہ رکا۔ روح مسلسل اس پر سوار ہونے کی کوشش کرتی رہی مگر بیٹھ نہ سکی یہ کھیل ساری رات ہوا۔ صندوق کے کھسکانے کی آوازیں جمن کی بیوی سنتی رہی اور دبکی پڑی رہی۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ کمرے میں جا کر دیکھتی کہ کون صندوق گھسیٹتا پھر رہا ہے۔

Pakistanipoint Waqar Azeem

رولوکا نے روح کو پریشان کرنے کو یہ ڈرامہ کیا کہ شاید اس کی سمجھ میں آجائے کہ اب یہ صندوق اس کا نہیں رہا زندگی میں اس کا تھا مرنے کے بعد اس کا نہیں ہے۔

سویرے روح کے جانے کے بعد رولوکا بھی واپس شرفو کے پاس آ گیا۔

شرفو خان نے پوچھا۔ ”ارے حکیم صاحب رات بھر کہاں رہے؟“

رولوکا نے کہا۔ ”ذرا جمن خان سے مذاق کر رہا تھا رات بھر وہ صندوق کو پکڑنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔“

شرفو خان بولے۔ ”کیا کوئی خطرے کی بات تو نہیں ہے۔“

”ارے نہیں میاں جمن خان بچارے کیا خطرناک ہوں گے۔ میں تو یہ دیکھ رہا تھا یہ دولت روپیہ کتنی خطرناک چیز ہوتی ہے کہ انسان مرنے کے بعد بھی اس کے سحر سے آزاد نہیں ہو پاتا۔“

شرفو خان نے جواب دیا۔ ”جمن کی بیوی بڑی پریشان تھی بتا رہی تھی کہ رات بھر صندوق کے گھسیٹے جانے کی آوازیں آتی رہی ہیں ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا شاید وہ اس صندوق کو کہیں اور لے جانا چاہتا ہے۔“

رولوکا ہنس کر بولا۔ ”شرفو میاں روح ایک ہوا کی مانند ہوتی ہے اس میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ کسی بھی چیز کو اٹھا سکے اس کے لئے وہ کسی کو آلہ کار بناتی ہے اور جمن کی روح تو یہ بھی نہیں کرسکتی۔ آج پھر ان کے ساتھ ذرا کھیل تماشہ ہوگا اور پھر جمن میاں نہیں آئیں گے۔“ رولوکا نے کہا۔

شرفو خان بولے۔ ”اگر کوئی خطرے والی بات ہو تو اس کی بیوی اور بیٹی کو اپنے گھر بلالوں۔“

رولوکا نے کہا۔ ”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے جمن خان زندگی میں بھی لگتا ہے نہایت بے ضرر انسان تھے ان میں صرف ایک ہی کمزوری تھی کہ ان کے پاس جو روپیہ کسی طرح آتا تھا پھر وہ واپس نہیں جاتا تھا اور صندوق میں بند ہو کر رہ جاتا تھا اس وجہ سے جہاں وہ خود بہت خرابیوں سے بچے ہوئے تھے وہیں پر اور بہت خرابیاں ان میں پیدا ہو گئی تھیں ان کا اعتبار خدا پر سے اٹھ گیا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ خدا سب کو روٹی کھلاتا ہے اس کی راہ میں اور اس کے بندوں کو کھلانے والے کو اللہ اور زیادہ دیتا ہے جمن سمجھتا تھا کہ جو روپیہ آ گیا ہے اور شاید نہ ملے اس کو دبا کر رکھ لوں اور یہ اس کی عادت بن گئی اور اس نے نہ خود خرچ کیا اور نہ اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا۔

شرفو خان بولے۔ ”آپ نے درست کہا، جمن کنجوسی کے آخری درجے پر پہنچا ہوا تھا۔“

”اسی لئے اس کی روح آسمان پر اپنے خدا کے حضور بھی نہیں گئی اور صندوق میں اٹکی رہی۔“ رولوکا نے جواب دیا۔ شرفو خان بولے۔ ”اب کس طرح چلی جائے گی؟“

”اب چلی جائے گی اس کے جانے کے بعد اس کی بیوی کو چاہئے کہ اس کی فاتحہ وغیرہ کرائے اور غریبوں کو اس صندوق کی دولت میں سے کھانا کھلائے اور کچھ راہ خدا میں ضرور خرچ کرے۔ اللہ انسان کو جو کچھ دیتا ہے وہ سب اس کا تو نہیں ہوتا اس میں کچھ اور لوگوں کے حصے بھی ہوتے ہیں۔“

دوسری رات رولوکا نے جمن کی روح کو آتے ہی قابو کر لیا اور کہا۔

”بس جمن خان تم نے بہت دن دنیا میں گزار لئے اب تم خدا کے حضور جاؤ اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو جو کچھ اس صندوق میں تم نے رکھا ہے وہ اس کا ہی دیا ہوا ہے اگر وہ نہ دیتا تو تم اس میں کیا رکھتے، تم زندگی بھر بھوکے رہے کہ تم کو کون دے رہا ہے اور تم اس کی امانت کو دنیا سے چھپا کر رکھتے رہے تم نے کسی کو اس کا حق ادا نہ کیا اب مرنے کے بعد تو حق دار کو حق دے دو، اس عمل سے تمہارے گناہوں میں کچھ تو کمی ہو سکتی ہے، خدا تم پر مہربان ہو سکتا ہے۔“

جمن کی روح زمین اور آسمان کے درمیان معلق لرزتی رہی اور پھر آسمانوں کی طرف پرواز کر گئی اور پھر کبھی پلٹ کر صندوق پر نہیں آئی۔

☆☆☆